HELP/22/44

سیرۃ الرسول ﷺ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول

یعنی

حضور انور رسول خدا ہاشمی نبی فخر دو جہاں محبوب خدا رحمۃ العلمین خاتم النبیین
محمد عربی امی نبی کے سوانح عمری

مرتبہ

مرزا حیرت مترجم قرآن مجید و مالک و مدیر
اخبار کرزن گزٹ دہلی

کرزن پریس دہلی میں طبع ہوئی

غرہ شوال سنہ ۱۳۱۹ ہجری

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرۃ الرّسول

حضور انور محمد عربی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح عمری

تمہید

آج عید کا دن ہے دنیا کے کل مسلمان خوشی منا رہے ہیں مگر معزز ناظرین کے لئے دوہری خوشی کا دن ہے اُدھر تو عید اور اُدھر سے اُنکے حقیقی نجات دہندہ اُنکے آقائے نامدار اور اُنکے شہنشاہ کے واقعات زندگی شروع ہوتے ہیں اور یہ ایسے واقعات زندگی ہیں جن کا نظیر تمام دنیا میں نہیں ملتا ان واقعات کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک زبردست پوشیدہ قوت ہے جو کام کر رہی ہے اور وہ تمام کائنات پر محیط ہے۔ بغیر اُسکی مدد کے ذرہ برابر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ ذات وحدہٗ لاشریک بیشک انسان کی رگِ شریان سے کہیں زیادہ اُس سے قریب ہے۔ ہمارا اُٹھنا۔ بیٹھنا چلنا۔ پھرنا۔ کھانا۔ پینا۔ باتیں کرنا۔ غرض کوئی بات اُس عالم الغیب سے چھپی ہوئی نہیں ہے اُسکی دانائی اور علم کا ہماری عقلیں احاطہ نہیں کر سکتیں اور اُسکے رازوں کو ہماری جستجوئیں نہیں پا سکتیں۔ جتنا اُسنے ہمیں بتا دیا ہے ہم اسیقدر جان سکتے ہیں۔ باقی ہم خود کچھ نہیں کر سکتے۔ ہماری زبان کی طرح ہماری عقل بھی محدود ہے۔ ہم جب کھٹاس مٹھاس کی کیفیت کو اپنے الفاظ میں ظاہر کرنے سے عاجز ہیں پھر ہم کیا خاک اُسکی بزرگی۔ قدرت کے رازوں اور جلال کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو کچھ اُس نے اپنی قدرت کاملہ اور اپنی آیات بینات کا اظہار فرمایا ہے وہ ہماری زبان میں اور اُن ہی محدود الفاظ میں ہے جو ہمارے زبان میں بولے جاتے ہیں۔ اس لیئے ہم اپنی فہم کے مطابق اسیقدر سمجھ سکتے ہیں جتنی ہماری زبان ہمیں رستہ دیتی ہے۔ اِس سے زیادہ سمجھنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔

اس وقت خدا کے فضل سے آٹھ کروڑ مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی سے افسوس ہے کہ اُنکے شہنشاہ اور سچے آقا کی سوانح عمری ابھی تک ایسی نہیں لکھی گئی۔ جو اُنھیں اُنکے روزمرّہ کے کاموں میں مدد دے اور اُنھیں معلوم ہو کہ ہمارا نجات دہندہ کون تھا اُسنے محض ہماری اصلاح کے لیئے کیا کیا مصیبتیں اُٹھائیں اور ۲۳ سال کی لگاتار کوشش کے بعد دنیا کو ادھر سے اُدھر کیونکر پلٹ دیا۔

اُسکے مبارک بازوؤں میں کونسا زور پوشیدہ تھا اور کونسی عظیم الشان قوت اُسکی کلائیوں میں دیگئی تھی جسنے اس کُرہے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اُٹھالیا اور علی الاعلان یہ دعویٰ کیا۔

"اگر منکرین اسلام میرے داہنے ہاتھ پر کرۂ آفتاب رکھدیں اور بائیں"
"ہاتھ پر کرۂ ماہتاب اور مجھسے یہ کہیں کہ جو کچھ تو کر رہا ہے اُس سے باز آجا"
"میں ہرگز نہیں ماننے کا جبتک جو کام کہ میں نے اُٹھایا ہے وہ پورا نہو جائے"
"یا میں اُسی کام میں اپنی جان ندیدوں۔"

آخر اس صاحب شان و جلال کمل پوش شہنشاہ میں کونسی قوت تھی جس سے اسنے دنیا کے کرہے کو اُدھر کر لیا تھا اور پھر اسکی بھی ہمت تھی کہ چاند اور سورج کے دونوں کُرہے اُٹھانیکو تیار تھا۔ تم نہیں سمجھ سکتے معمولی معمولی باتوں میں جب عقل چکّر میں آجاتی ہے تو اتنی بڑی بات سمجھنا تو کارے دارد۔

چٹانی اور سنگلاخی۔ بنجر بے آب و گیاہ سرزمین میں قریشوں کے ایک خاندان میں ایک بچہ کا پیدا ہونا پھر بہت جلد اُس کا یتیم در یتیم ہو جانا اور چند روز کے بعد بالکل تنہا رہجانا اور اُسی تنہائی میں اپنے سرکش اور جری جدال و قتال کرنے والے ہموطنوں کے سامنے کھڑے ہو کے للکارنا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اچھا نہیں ہے تمھارے معبود جھوٹے ہیں نہ وہ کھا سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں نہ چل سکتے ہیں نہ تمھاری باتوں کا جواب دیسکتے ہیں۔ پھر بھلا وہ تمھارے مشکل کشا کیسے بن سکتے ہیں۔ انھیں توڑ کے پھینک دو کعبہ کی عزت کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِس سے بڑھ لگتا ہے۔ تم خود اشرف المخلوقات ہو۔ ہائیں ان ہاتھ کے بنے ہوئے لکڑی اور پتھر کے دیوتاؤں کی پرستش سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ تمھارا خالق تو وہ ہے جسنے تمھیں پیدا کیا اور وہ تمام آسمان و زمین کا مالک ہے اُس سے کیوں انکار کرتے ہو۔ تمھاری زندگی موت۔ بہبودی اور بربادی سب اُسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو چاہیگا کرے گا۔

بس اپنی نادانی سے باز آؤ میرا کہنا مانو۔ دین و دنیا تمھارے ہیں۔ یہ سنتے ہی اُسکے خلاف قوم کی قوم کا بگڑ اُٹھنا اور تعجب سے دیکھنا کہ اس بچے نے ہم ہی میں پرورش پائی۔ ہم ہی میں بڑا ہوا۔ اور ہم ہی میں اس نے بود و باش رکھی۔ کسی نے کہا ہمارا بھتیجہ ہے۔ کسی نے کہا ہمارا چچا زاد پھوپی زاد بھائی ہے۔ یا خالہ کا بیٹا ہے۔

نہ تو اسکے پاس دولت ہے نہ آدمیوں کی جمعیت۔ یہ ہم پر حکومت کرنی چاہتا ہے اور ہمارے معبودوں کو ہمارے سامنے فرضی اور لغو بتاتا ہے اور ہمارے آگے کا بچہ ہو کے ہم ہی سے کہتا ہے کہ ہماری اطاعت کرو یہ خیال آتے ہی جوشیلے عربوں کا آپے کے باہر ہو جانا۔ اور ایک تنہا بے یار و مددگار کے مقابلے کے لیئے اُٹھ کھڑا ہونا اور پھر اُسی تنہا ذات کا نہ صرف اپنی قوم کو بلکہ قریب قریب تمام دنیا کی اقوام کو زیر کرنا ایسی کونسی عظیم قوت اُس میں ودیعت ہوئی تھی جس نے تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ اُسے کامیابی کا تاج پہنایا۔ اور یہ اُسی نمونۂ قدرت انسان کا کام ہے کہ جوں جوں صدیاں گزرتی جاتی ہیں اُس ذات اقدس و اطہر کی محبت مؤمنین کے دلوں میں بڑھتی جاتی ہے۔ ایک آگ ہے کہ کروڑوں دلوں میں روشن ہے۔ اور ایک زنجیر ہے کہ جسنے ۱/۳ دنیا کو اپنی لڑیوں میں جکڑ رکھا ہے۔

ایک حد تک اس عجیب حیرت انگیز قوت کی تشریح ہو گی۔ اپنی عقل کے بساط کے مطابق کچھ کچھ چھپی ہوئی چیزوں کا پتہ لگایا جائیگا۔ روح القدس کی مدد سے بہت سے واقعات ایسے صحیح کر کے دکھا دیئے جائینگے کہ گویا آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں۔

غلط اور موضوع روایتوں کا کوڑا کرکٹ بیچ میں سے صاف کر دیا جائیگا اور مسلمانوں کو اُنکے اصلی شہنشاہ کے حالات ایسے صاف طریقے سے سمجھائے جائینگے کہ اُنکی خود بخود تسکین ہو جائیگی۔ مخالف اور معترض بشرطیکہ انصاف سے نظر کرینگے۔ پھر آئندہ کبھی حضور انور کے کسی واقعہ زندگی سے خفیف سا بھی اختلاف نہیں کرینگے۔ ہاں ہاں روح القدس کی تائید اور خداوند تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے میں دعوے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کوشش میں کامیاب ہوگیا تو میں اپنے کو بڑا خوش قسمت سمجھونگا ... اور پھر اور مقامات پر جو صاف

ہندوستان میں لاکھ دو لاکھ یا کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ آٹھ کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ان مسلمان کے معنے یہ ہیں ہیں لاکھوں نہیں تو ہزاروں عالم بھی ضرور ہیں اور وہ مصنف بھی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک حضور پر نور کے جو ان سب مسلمانوں کے ہادی برحق ہیں کوئی کامل سوانح عمری نہیں لکھے گئے۔ یوں مختصر طور پر شافع روز محشر کے اکثر حالات مختلف کتابوں میں شائع ہوئے ہیں مگر ایسے حالات سے اس عظیم الشان پیغمبر کے واقعات زندگی کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔

مولودوں کی کتابوں میں سوائے خال و حظا کی بحث کے اور کچھ نہیں درج کیا جاتا اور جو اشعار کسی خوبصورت عورت کی تعریف میں زیادہ موزوں ہوتے اُن سے حضور انور کے واقعات زندگی حل کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا مذاق کیسا ادنیٰ درجے کا ہے اور حضور انور کی اصلی وقعت اور محبت کا انکے دلوں میں نام و نشان تک نہیں رہا۔ کہ وہ ایسے اشعار کو جو درحقیقت توہین ہیں حضور انور کی اعلیٰ عظمت خیال کرتے ہیں۔ افسوس!

جو کتابیں حضور انور کے حالات زندگی میں یورپ اور امریکہ اور ہندوستان میں طبع ہوئی ہیں اُن پر ایک عام نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا بالکل ناکافی ہے اور ابھی مزید لکھنے کی گنجایش ہے انگریزی زبان میں گو متعدد کتابیں حضور انور کے واقعات زندگی میں لکھی گئی ہیں مگر سب سے زیادہ بسیط کتاب جو چار جلدوں میں ہے سر ولیم میور صاحب نے لائف آف محمدؐ کے نام سے لکھی ہے اس کتاب میں مؤلف نے اپنی پوری قابلیت اور ذہانت سے کام لیا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ علامہ مصنف نے اس کمی کو پورا کر دیا جو انگریزی علم ادب میں بہت دنوں سے محسوس ہو رہی تھی۔

اس کتاب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مؤلف نے روایتوں اور واقعات کے انتخاب میں اُس معیار سے مطلق کام نہیں لیا ہے جو علماء اسلام کئی صدی پہلے سے قائم کر چکے ہیں اور ابھی تک اسلامی دنیا میں وہی معیار مقبول اور معتبر گنا جاتا ہے۔ حالانکہ سر ولیم میور کو بحیثیت غیر مسلم ہونیکے یہ حق نہیں تھا کہ وہ اُس معیار کی پابندی نہ کرتے جو مسلمانوں نے قائم کیا تھا۔ اُنھوں نے کسی سینٹ وغیرہ کی سوانح عمری نہیں لکھی ہے کہ اُنھیں اصول اسلام سے کچھ سروکار نہ رہتا۔

اسیطرح اگر ہم حضرت مسیح کی سوانح عمری لکھیں تو ایک حد تک عیسائیوں کے اصول مسلمہ کا تتبع ہم پر لازم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِس سے بٹہ لگتا ہے تو
ے اپنے مقدمۂ لائف میں ایک عام رائے اسلامی تواریخوں اور احادیث پر دی ہے۔ اور
کی ہے کہ صحیح بخاری کی کوئی حدیث قابل تسلیم نہیں ہے وہ سب سے زیادہ ابن اسحٰق کی تاریخ کو معتبر بتاتے
ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ تاریخ اُنھیں نہیں ملی۔ پھر ابن ہشام کی تعریف کی ہے اور اُسکو تمام اسلامی دنیا کے
مقابلے میں زیادہ معتبر تسلیم کرتے ہیں۔ مگر فاضل علامہ نے معتبر تسلیم کرنیکے وجوہات مطلق نہیں بیان کیے
ابوالفدا وغیرہ کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ اُنکے لائف میں اکثر مقامات میں ابوالفداء سے بہت کچھ اخذ
واقعات کئے گئے ہیں۔ سر ولیم میور کا بہت بڑا مقصد صحیح احادیث کو غلط ثابت کرنے کا ہے مگر خوشی کی بات
ہے کہ فاضل مورخ کو اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

سرسید مرحوم نے خطبات احمدیہ میں سر ولیم کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔ مگر وہ جوابات ایسے
پیرائے میں لکھے گئے ہیں کہ بہت سی نکتہ چینیاں قبول کرلی گئی ہیں۔ کیونکہ مرحوم سید کیا تو سر ولیم کی دیکھا
دیکھی یا پہلے ہی سے احادیث کو نہیں مانتے تھے۔ اس لیئے اُنھوں نے بہت سی باتیں تسلیم کرلیں جس سے
مسلمانوں کو افسوس ہوا۔

چونکہ احادیث کے ماننے سے بہت سی مذہبی پابندیاں کرنی پڑتی ہیں۔ بعض مسلمانوں نے نہ صرف
مرحوم سرسید بلکہ سر ولیم کا بڑے جوش سے خیر مقدم کیا اور خوش ہونے لگے کہ بہت سی مذہبی قیود سے اُنکو
آزادی مل گئی۔

احادیث نہ ماننے کی زہریلی ہوا ابھی تک چل رہی ہے اور روز بروز نئے نئے گروہ پیدا ہو رہے ہیں۔
اور اُنھوں نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے۔ اور جو اپنے کو اہل قرآن نہیں کہتے وہ بھی احادیث پر سر ہلا رہے
ہیں اور اُنھیں کوئی چارہ نہیں ورنہ صاف کہدیتے کہ ہم بھی گروہ اہل قرآن کے ہم خیال ہیں۔ اہل قرآن کا
جملہ محض گھڑا ہوا ہے۔ اہل قرآن کوئی خاص گروہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کل اہل اسلام اہل قرآن ہونے کا
حق رکھتے ہیں۔

احادیث کی طرف سے سوء ظنی رکھنا نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ نفس اسلام کو بہت سخت نقصان پہنچا رہا
ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان ہو کے کیوں اقوال رسول مقبول سے منہ پھیرے لیتے ہیں۔ سمجھنے اور غور
کرنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو تعلیم یافتہ ہیں جب کبھی کسی اپنے گروہ والے کی تحریر دیکھتے ہیں تو بے چون و
چرا تسلیم کرلیتے ہیں اور جہاں اُنھوں نے کسی مسٹر یا سر یا جان ولیم کی تقریر دیکھی بس اوندھے منہ گر پڑے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ایمان سے آئے۔ بعض تو یہانتک مبالغہ کرتے ہیں کہ اگر انگریزی حروف میں کوئی حرف زیر زبر اور مقامات پر جو صاف دیکھنا بھی فضول خیال کرتے ہیں۔

معنے یہ ہیں

یہ جنون روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور اس مذاق کے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کی عظیم کوششوں کو مٹاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ دینی علوم بالکل اُٹھ جائیں اور پھر نماز روزہ وغیرہ کا چرچا جواب کسیقدر پایا جاتا ہے لوگوں کے ذہن سے فراموش ہو جائے۔

خدا سرسید مرحوم پر اپنی رحمت نازل کرے اور اُنکی خطاؤں کو بخشے وہ آزادی اور ناپاک آزادی کا ایسا بیج بو گئے ہیں جو اسلام کے لیئے زہر ہلاہل ہے اور مسلمانوں کے لیئے سم قاتل ہے۔ تھوڑی دیر کے لیئے اگر فرض کر لیا جائے کہ مرحوم سرسید کے متبعین جنھیں عام طور پر نیچری کہا جاتا ہے ہندوستان کی کل آبادی ہو جائے۔ یا کل مسلمان وہ اہل قرآن بن جائیں جنھوں نے حدیثوں کو پس پشت ڈال دیا ہے تو کیا اتنے بڑے ملک میں کسی مسجد سے بھی آذان کی آواز بلند ہو سکتی ہے۔؟ کیا قرآن کی جلدیں کہیں ڈھونڈے سے بھی مل سکتی ہیں؟ کوئی شخص بھی ایسا نکلے گا جو سجدہ کرتا ہوا ملے اور کوئی بھی یہ جان سکے گا کہ رمضان شریف کب آیا اور کب ختم ہو گیا۔

فرقہ نیچریہ ہو یا بگڑے ہوئے معنے میں گروہ اہل قرآن ہو اسلام اور مسلمانوں کے لیئے دونوں مضر ہیں اور یہ بات آگے چلکے ماننی پڑیگی کہ ان لوگوں نے جتنا نقصان قوم کو پہنچایا ہے اور کسی غیر مسلم جماعت نے نہیں پہنچایا۔

محض اسوجہ سے کہ اس وقت اس کا چرچا بہت ہو رہا ہے کہ نیچری اور اہل قرآن بہت اودھم مچا رہے ہیں اور مسلمانوں کو بہت پریشان کر دیا ہے اور اسوجہ سے کہ میری اس کتاب کا ماخذ زیادہ تر قرآن مجید اور احادیث ہونگی میں صحیح بخاری صحیح مسلم کو یا بالفاظ دیگر نفس احادیث کی نسبت ذرا وضاحت سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اس بحث میں کل اصول حدیث بھی بیان ہونگے اور نفس واقعات پر بھی پوری بحث کیجائیگی۔ اور اگر ممکن ہوا تو حدیثوں کے جانچنے کا موجودہ زمانے کے مذاق کے مطابق ایک معیار بھی بنا دیا جائیگا۔ تاکہ اچھی طرح سے ہر واقعہ کو جانچ لیا جائے۔

یہ بحث کوئی معمولی بحث نہیں ہے بلکہ اس پر مسلمانوں اور اسلام کی قسمت بلکہ زندگی کا دار و مدار ہے۔ پورے طور پر سمجھا یا جائیگا کہ قرآن کے سمجھنے یا اُس پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ احادیث کو مانا جائے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِس سے بڑھ لگتا ہے تو نہ دین بھیجا جائے۔ اگرچہ حدیثوں کے نہ ماننے سے مسلمان کافر تو نہیں ہو سکتا مگر یہ بات کہ ہر ایک حضور انور سے سرکش ضرور ہو جائیگا۔ اور حضور انور کبھی خوش نہونگے۔ اور میرے خیال میں اُس شخص سے زیادہ اور کسی شخص کی اہانت نہیں ہو سکتی کہ اُسکے اقوال کو نہ مانا جائے بلکہ اُلٹا اُن کا مضحکہ اُڑایا جائے۔

ہماری قوم کی اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ ہم شوق و ذوق سے ناول اور فسانے پڑھتے ہیں اور متعصب آدمیوں کی کتابیں دیکھتے ہیں مگر حدیثوں کی کتابوں سے مُنہ بنا لیتے ہیں بلکہ اُن کتابوں کو اپنے پاس رکھنا بھی تہذیب کے خلاف جانتے ہیں۔

یاد رکھیے کہ ہماری تہذیب و تمدن کا اگر اول سرچشمہ قرآن ہے تو دوسرے درجہ احادیث ہیں۔ اور یقیناً ہم ایسے شخص کو سخت بے ادب اور سرکش خیال کرینگے جسکے آگے بیان کیا جائیگا کہ یہ قول رسول ہے اور وہ یہ کہدے کہ ہم نہیں مانتے۔

میں چاہتا ہوں کہ احادیث کے متعلق پہلے بالتفصیل بحث کرلوں اسکے بعد حضور انور کے واقعاتِ زندگی شروع کردوں۔ خداوند تعالیٰ میری مدد کرے اور میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں آمین ثم آمین

پہلا مقدمہ

احادیث رسول مقبول

اقسام

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے اور کتب حدیث میں مدون کیا گیا ہے اُسکی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ اُمور جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے پیغمبر جو تمھیں بتائے اُسکی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ "ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا" اِس آیتِ ربانی سے اتنا پتہ تو ضرور چلگیا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی رسول مقبول کی ہدایتیں ہونگی جن پر عمل کرنا تمھیں لازم و واجب ہے

اب نام نہاد اہل قرآن کے اس خیال کی احادیث کی مطلق ضرورت نہیں ہے اور سب کچھ قرآن مجید میں موجود ہے تکذیب ہو گئی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خاص احکام ضرور ایسے تھے جنکی نسبت لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم رسول کا کہا مانو اور پھر اور مقامات پر جو صاف طور پر خداوند تعالیٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ رسول مقبول کی اطاعت کا ذکر کیا ہے اُسکے معنے یہ ہیں کہ قرآن پر ایمان لاؤ اور حدیثوں کو مانو۔ خداوند تعالیٰ کی اطاعت سے غرض کیا ہے محض یہی کہ اُسکے احکام کو مانا جائے اور اسکے احکام کا بل طور پر اکمل سکتے ہیں تو صرف قرآن مجید میں سو قرآن مجید کے احکام یا فرامین پر عملدرآمد کرنا خدا کی اطاعت ہے اور صحیح احادیث کو ماننا اور اُن پر عملدرآمد کرنا اطاعتِ رسول ہے ہمارے اس استدلال سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کرے گا۔

اِس بات کا تو فیصلہ ہو گیا کہ احادیث ماننی چاہئیں اور صحیح احادیث قابلِ عمل بھی ہیں۔ صرف اس بات کی تحقیق رہ گئی کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں۔

وہ اُمور جن میں معاد اور عالمِ ملکوت کا حال ہے بواسطہ وحی کے ہوتے ہیں۔ ان میں حضور انور کے اجتہاد کو کچھ دخل نہیں ہے۔ اِن ہی امور میں ایک حصہ احکامِ شرعی۔ عبادات اور منافع ہے ان علوم میں سے بعض وحی کے ذریعے سے معلوم ہوتے ہیں اور بعض حضور انور کے اجتہاد سے لیکن علماء اُمت نے حضور کے اجتہاد کو وحی کے درجے میں رکھا ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ حضورِ انور کا اجتہاد کسی فقیہ کا اجتہاد نہیں ہے جس میں خطا کا احتمال ہو سکے۔

اسرار شریعت کی توضیح میں حضور انور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے بے انتہا ادب سے قبول کرنے کے قابل ہے اور جو شخص قبول کرنے سے چون وچرا کرے اُس سے زیادہ بے ادب اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور انور کسی امر منصوص سے حکم منضبط کر کے اجتہاد نہیں فرمایا کرتے تھے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ اصل بات یہ تھی کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو شرع کے مقاصد اور وہ قوانین تعلیم کیئے تھے جن سے حکم شرعی یا آسانی کا طریقہ یا کسی امر کو ان سے مستحکم فرما سکتے تھے ان ہی قوانین سے آپ اُن مقاصد کی توضیح فرما دیا کرتے تھے جو بذریعہ وحی آپ کو حاصل ہوتے رہتے تھے۔

تبلیغ رسالت کے اِن ہی اُمور سے ایک حصہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں اُنکا کوئی وقت معین نہیں کیا گیا نہ اُنکی حدیں بیان کی گئی ہیں جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان یہ حصہ غالباً اجتہادی ہے۔ اِس طرح کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو تدابیر کے قوانین تعلیم کیئے۔ ان ہی سے آپ نے کسی حکمت کو اخذ فرما کے اُس سے کوئی کلیہ بنا لیا۔ اور ان ہی اُمور میں سے ایک حصہ اعمال کی خوبیوں اور اُن اعمال کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کاربند ہونے والوں کے مناقب اور اوصاف کا ہے۔ اِن میں سے بعض امور بوحی الٰہی معلوم ہوتے ہیں اور بعض اجتہادی ہیں۔ ہم اس حصہ کی تشریح اور اُنکے مقاصد کا بیان کرینگے۔

(۲) قسم ان اُمور کی وہ ہے جنکو تبلیغ رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسکی نسبت حضور انور کا ارشاد ہے "مَیں ایک انسان ہوں جب مَیں تم سے کوئی مذہبی امر بیان کروں تو اُسکو اختیار کرو اور جو بات مَیں اپنی رائے سے کہوں پس مَیں ایک انسان ہوں۔ انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من دینکم فخذوبہ واذا امرتکم بشئ من رائی فانما انا بشرٌ

حضور انور کا یہ قول اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ علاوہ قرآن مجید کے اور احکام بھی حضور انور نے ارشاد فرمائے تھے کیونکہ یہاں قرآن مجید کیطرف اشارہ نہیں ہے۔ قرآن مجید پر ایمان لانے کے متعلق اسی پاک کتاب میں بوضاحت احکام موجود ہیں۔ اگر ہم غور کرکے دیکھیں گے تو احادیث سے کسی طرح پہلو نہیں بچا سکتے۔

اس میں کلام نہیں کہ قرآن مجید میں کل احکام موجود ہیں۔ اور مسلمانوں کے لیئے محض قرآن مجید پر ایمان لانا بس کرتا ہے۔ مگر شریعۃ کے احکام اور کلام خدا کی آیتوں کے اسرار کا پتہ بغیر احادیث یا اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیونکر لگ سکتا ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی ابہام نہیں استعارے نہیں۔ معمے نہیں ایک صاف اور روشن کتاب ہدایت کی ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ پھر ضرورت کیا ہے کہ اُسکی آیتوں کی توضیح کرنے کے لیئے احادیث کو مانا جائے۔ اس خیال میں سخت غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں کا مطلب تو سب سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اُس مطلب سے استخراج نتائج کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اِس میں اعلیٰ درجے کی عربی دانی کی ضرورت ہے اور اُن کتابوں کے دیکھنے کی حاجت ہے جو قرآن مجید پر ابھی تک لکھی جاچکی ہیں۔ ایک جاہل اور عربی علم ادب اور صرف و نحو سے بے بہرہ کیونکر اہل قرآن بن سکتا ہے۔ آیتوں کی تفسیر اور اُنکے مطالب کی توضیح میں بڑے بڑے علماء نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اکثر آیات میں خاص ربانی اسرار و غوامض مضمر ہیں جنھیں معمولی عقول نہیں سمجھ سکتیں۔

احادیث کا واجب الاحترام دفتر قلم انداز کرنیکے ہرگز قابل نہیں ہے یہ وہ دفتر ہے جس کے جمع اور ترتیب کرنے میں ہمارے پیشواؤں نے عمریں صرف کردی ہیں اور خداوند تعالیٰ نے اس دفتر کی یہ توقیر قائم کی کہ کروڑوں مسلمانوں کا دستور العمل بنادیا۔ آج کئی صدی بلکہ آغاز اسلام سے کروڑوں مسلمان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

احادیث رسول مقبول کو مانتے چلے آئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے کسی فریق نے اس خیرہ چشمی کا ضمیمہ ہوا۔ یہاں کیا جو آجکل بعض مسلمان کام لے رہے ہیں۔

حضور انور نے صاف طور پر ارشاد کیا ہے کہ انما ظننت ظنا ولا تؤاخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیٔ فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ یعنی میں نے صرف گمان کیا تھا اور تخمینی بات کا مجھسے مواخذہ نکرو لیکن میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو اسکو اختیار کرو اس لیئے کہ میں خدا پر جھوٹ نہیں بولتا ہوں" حضور انور نے خرمے کے معاملہ میں یہ ارشاد کیا تھا "فی الواقع اس قسم کے کاشت وغیرہ کے امور کو دین اور اصول دین سے کوئی تعلق نہیں ہے" اسی کا اشارہ یہاں موجود ہے مگر حضور انور کا یہ فرمانا "جو کچھ میں خدا کی طرف سے کہوں یعنی دین کی بات کہوں اسکو ضرور مانو۔ کیونکہ میں خدا پر طوفان نہیں اٹھاتا" قابل غور ہے احادیث میں بہت سی اس قسم کی حدیثیں ہیں کہ ان پر عمل کرنا نکرنا کچھ لازمی نہیں ہے۔ مثلاً وہ احادیث جو علم طب اور روزمرہ کی معاشرت کے متعلق ہیں مثلاً حضور انور نے ارشاد کیا ہے کہ گھوڑا نہایت سیاہ جسکی پیشانی پر ہلکی سی سفیدی ہو اپنے پاس رکھا کرو۔ اب اس صفت کا گھوڑا رکھنا نہ واجب ہے نہ سنت ہے۔ نہ مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث ام فرع اور حدیث خزافہ اسی قسم کی حدیثیں ہیں۔

اسی قسم کے امور اکثر آپ محض عادتاً یا اتفاقیہ بلا قصد کرتے تھے۔ لیکن مستقل طور پر انھیں عمل میں نہ لاتے تھے اور ان ہی میں وہ امور ہیں جنکو بسبیل تذکرہ بیان فرماتے تھے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ لوگ کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ آپ بھی فرمانے لگے۔ اسی کے متعلق حضرت زید ابن ثابت نے فرمایا ہے۔ چند لوگ انکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کچھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسے بیان کیجے۔ حضرت زید نے کہا میں حضور انور کے ہمسایہ میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضور انور مجھے بلا بھیجتے تھے میں اس وحی کو لکھدیا کرتا تھا۔ آپکی یہ حالت تھی کہ ہم جب دنیا کا ذکر کرتے تھے آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرنے لگتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ وہی ذکر کرنے لگتے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔ پس کیا میں ان سب قسم کی حدیثوں کا تمھارے سامنے تذکرہ کروں۔

ایسے ہی بعض امور وہ ہیں جن میں حضور انور کے عہد میں ایک جزئی مصلحت تھی لیکن وہ تمام امت کے لیئے حتمی نہ تھے۔ انکی مثال یہ ہے مثلاً کوئی بادشاہ فوجوں کی ترتیب کے قاعدے ایجاد کرتا ہے یا اپنی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول قرار دیتا ہے۔ اسی لیئے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ ہم کو رمل (طواف میں سینہ تاننا) سے کیا علاقہ۔ ہم جنکو یہ حالت دکھایا کرتے تھے اُنھیں خداوند تعالی نے ہلاک کر دیا ہے۔ اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رمل کا کوئی اور سبب نہو۔

اسی حصہ میں آپکے احکام اور فیصلے ہیں۔ دلائل اور قسموں سے جیسا ثابت ہوتا تھا ویسا ہی آپ حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور انور نے حضرت علی سے فرمایا جن چیزوں کو غائب شخص نہیں دیکھ سکتا اُنکو وہ شخص دیکھتا ہے جو واقع پر موجود ہو۔ ھی الشاھد یری مالا یراہ الغائب

نفس احادیث کے متعلق دو امر غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ آیا یہ اقوال حضور انور ہی کے ہیں یا نہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ ان اقوال کا تعلق نفس اصول اسلام سے کیا ہے۔ میرے خیال میں وہ چند آدمی جو اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں شاید یہ سوال کرتے ہونگے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اقوال حضور انور ہی کے ہیں اور ان میں راویوں کی کچھ تراش خراش نہیں ہے۔ کیونکہ ایک زمانے میں جبکہ فی حدیث ایک اشرفی کا اشتہار سلطنت کی طرف سے دیا گیا تھا۔ کتنی حدیثیں موضوع ہو گئی ہونگی اور اُن میں سے کتنی حدیثیں موجودہ کتب احادیث میں درج ہونگی۔ شیعی۔ خارجی اور سنّی جتنی حدیثیں پیش کرتے ہیں ان میں سے کسکو جھوٹا اور کسکو سچّا تسلیم کریں۔ اور کیونکر مانیں کہ ان ہزارہا احادیث میں خالص طور پر حضور انور کے اقوال کتنے ہیں۔ ان مختلف گروہوں نے حدیثوں کے جانچنے کا معیار کیا مقرر کیا ہے۔ یہ سوالات ہیں جو حدیثوں کے نہ ماننے والوں یا ایک محقق کے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

ان سوالات کے علاوہ جتنے اعتراضات سر ولیم میور نے احادیث نبویہ پر کیئے ہیں اُن سے زیادہ سخت اعتراض نہ سید مرحوم کے ماننے والے کر سکتے ہیں نہ وہ گروہ جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے اس لیئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے اُن اعتراضوں کو نقل کر دیں اور پھر جوابات دیں۔ کیونکہ اگر ہم محض جواب پر اکتفا کرتے ہیں تو فیصلہ کرنے والے اور سننے والے کو لطف نہیں آسکتا۔

یہ بحث سب سے زیادہ دلچسپ ہے اور بالخصوص مسلمانوں کے لیئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ سوائے چند آدمیوں کے مسلمانوں کے ہر گروہ کا دارومدار احادیث پر ہے اور یہی حدیثیں ہیں جو کروڑہا مسلمانوں کا صدیوں سے دستور العمل چلی آتی ہیں اور ان ہی احادیث پر اُنکے عبادات معاملات تمدن اور اخلاق کا دارومدار ہے اور اُنکا مستحکم عقیدہ ہے کہ قرآن مجید قول خدا ہے اور احادیث رسول مقبول کے اقوال ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِس شکل نے مسلمانوں کی توجہ سنت رسول کیطرف مبذول کی گویا یہ قرآن کا ایک ضمیمہ ہوا۔ یہاں سوانح عمری حضرت نے ایک گرانقدر قیمت حاصل کی تھی۔ نبی نے کبھی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی جبتک خدا کی وحی نہ نازل ہو لیتی تھی آپ کچھ نہ فرماتے تھے۔ لیکن نئے اُصول نے یہ تسلیم کیا کہ آپ کا ہر ہر لفظ اور ہر کام آسمانی اور بے خطا رہنمائی اور ہدایت کا تسلیم کیا جائے۔ اسیطرح قانون کے دباؤ سے حدیث ایجاد ہوئی۔ یہ اُصول بہت بڑے پیمانے پر پہنچایا گیا۔ اور اس طرح پہلی صدی کے حدیث بیان کرنے والے اصلیت کے درجے سے بہت آگے نکل گئے۔

اختراع کی ہوئی حدیثوں کی جب کثرت ہوئی تو اُسکے لیئے حدیث کا منصب قرار دیا گیا اور ہر قسم کی حکایت کی خواہ وہ جعلی ہو یا اصلی مگر اس کا تعلق نبی سے ہو بخوبی حفاظت کی گئی۔

پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے صحیح حدیث کی تلاش میں اور بھی سرگرمی پائی گئی۔۔۔۔۔۔۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ جامع احادیث اِس تلاش کی ضرورت نے نئے نئے پیدا کر دیئے۔ لوگوں نے اپنی جانیں اس نیک کام پر قربان کر دیں۔ وہ تمام اسلامی دنیا میں شہر بشہر اور گروہ بگروہ سفر کرنے لگے اور ذاتی تحقیقات سے اُنھوں نے نبیؐ کی سوانح عمری کی علامتوں کا جو ہنوز صحابہ اُن کے جانشینوں اور اُنکی اولاد میں چلی آتی تھیں کھوج لگایا اور جو مصالح اُنھیں ملا وہ اُنھوں نے قلمبند کر لیا۔ اونھوں نے اور بھی تمام بڑے بڑے شہروں میں حدیث خوانی کے مدرسے قائم کئے اور جو حدیثیں اُنھوں نے جمع کی تھیں اور اُنکی صحت کے جو پیمانے اُنھوں نے مقرر کئے تھے سب لوگوں کے آگے دوہرائے۔ شاگردوں کے ہر دائرہ نے اپنے استاد کی زبانی جو حدیثیں سُنیں اُنھیں ازبر کر لیا۔ اور اس طرح حدیثوں کا ترتیب دیا ہوا دفتر محفوظ کر لیا گیا اور اُسکی اشاعت دنیا میں کی گئی۔

مجھے ضرورت ہو کہ میں دوسری نوعیت کی احادیث کی طرف اپنی توجہ مبذول کروں اور وہ حدیثیں وہ ہیں جو متضمن بہ تذکرۂ اولیا کہانیوں کا اپنے ساتھ انبار رکھتی ہیں اور جنھیں حکایت گو ادھر اُدھر کہتے پھرتے ہیں۔ اِس نوعیت کے اشخاص ہمیشہ مشرق میں پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں اور اسلامی ابتدائی دنوں میں اُنھیں منادی کرنے کے خاص موقعے حاصل تھے۔

جب اس نوعیت کا شخص شہر بشہر سفر کرتا اور گاؤں گاؤں دورہ لگاتا تو اُسکے گرد ایک مجمع ہو جاتا اور نبی کے حالات سُننے کا شائق دکھائی دیتا۔ پھر وہ شخص نہایت چمکیلے الفاظ میں نبی کی زندگی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کے حالات آپکی پیدائش۔ بچپن۔ آسمانی سفر۔ اور جنگ بدر کی حکایتیں بیان کرتا ان لوگوں نے واقعات میں رنگامیزی کرنے اور مبالغہ کی چاٹ دینے میں بڑی مہارت پیدا کی اور جن کا مطلب صرف ایک ہی دفعہ لوگوں کے خوش کرنے اور ترقی دین و ایمان دینے سے تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی حکایتیں اسلامی دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح عمری کی اصول قرار دیدی گئیں۔ اور وہ حکایتیں اتنک ماہ ربیع الاول کے پہلے دس دن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور بچپن کی بابت بیان کی جاتی ہیں۔ اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ سوانح عمریوں میں اور ایک باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

اسبات کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان تمام حکایتوں میں تاریخی مادہ بالکل نہیں ہے یہ جلدی سے دریافت کر لیا گیا کہ صحیح احادیث کے جمع کرنے اور ترتیب دینے نے عامۂ خلائق پر قابل تعریف اثر کیا اور سلطنت کا سیاسی منظر بالکل ذاتی جوش اور خانگی ذمہ داری پر چھوڑ دیا گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سو برس کے بعد خلیفہ عمر ثانی نے مروجہ احادیث کے باضابطہ جمع کرنے کے لیئے احکام صادر کیئے۔ یہ کام اس طرح شروع ہوا اور بشدت جاری رہا۔ لیکن ابتدائی ترتیب احادیث کا کوئی بقیہ بہ نسبت دوسری صدی کے اختتام یا وسط کے ہمارے پاس نہیں ہے۔

مگر پھر بھی بہت مصالحہ جمع ہو گیا اور وہ ہم تک دونوں صورتوں مثلاً سوانح عمریوں اور عام اجتماع سے موجود ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و صفات کے ہر نکتہ پر مبنی ہے اور ان میں آپ کی زندگی کے جزوی حالات بیان ہوئے ہیں۔

یہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جو احادیث ہمارے پاس ہیں یہ صدی کے بڑے حصہ تک غیر منضبط دفتر کی شکل میں رہیں اس بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپکے چند مقولے لکھ لیئے گئے تھے اور اس سلسلہ سے وہ نقل بھی کیئے گئے اور بعد ازاں اُن کی اشاعت بھی کی گئی۔ لیکن دفتر احادیث کے لیئے جو شہادت کہ ہمیں ملتی ہے وہ کمزور ہے مشتبہ ہے اور متناقض ہے۔

یہ بمشکل ممکن ہے کہ اگر نبی کی زندگی میں آپکے مقولے معرض تحریر میں آنے کا رواج ہوتا تو ضروری اکثر واقعات کی علامتیں ہمیں ملتیں۔ ان میں لکھنے والوں کے حالات ہوتے۔ فطرت مضامین اور اُنکے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

منضبط دفاتر کے خاص اصول ملتے۔ لیکن ایسے حوالے کہیں بھی نہ پائے۔

یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اہلِ عرب ایسے کامل طور پر اپنی یادداشت پر بھروسہ رکھتے تھے کہ انھیں اپنے زبانی بیان کا ایسا پاس و لحاظ تھا جیسے اپنے پاس تحریری واقعات کا دفتر رکھتے ہیں اور اس لیے انکی توجہ قلمبند کرنیکی طرف متوجہ نہوئی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر کو قرآن کی بابت بھی خوف تھا جسکو وہ ربانی سمجھتے تھے اور اُن کا اس پر ایمان تھا کہ اسکی آسمانی حفاظت کیجاتی ہے۔ پھر بھی اگر آدمی کی یادداشت پر چھوڑا گیا تو نامکمل اور ناقص رہے گا۔ پھر آگے چلکے میور لکھتا ہے۔

اس کے خلاف یہ بات بہت ہی کم وزن رکھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروان کو اس بات سے روکا کہ وہ آپ کے الفاظ معرضِ تحریر میں لائیں۔ مگر یہ دیکھنا آسان نہیں ہے کہ ان کا بالکلیہ رواج کیونکر ہوگیا۔ کیا نبی کے اقوال باضابطہ طور پر لوگ تحریر کرتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ پہلے نبی کے مقولے لکھنے کی رسم جاری نہ تھی۔ اور حدیثوں کے لکھنے کے لیے مزاحمت کرنے کی روایت گو جعلی اور بناوٹی ہے لیکن راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا تو یہ قول ہے کہ نبی اس لیے اپنے اقوال قلمبند کرانے سے مانع آتے تھے کیونکہ آپ کو پہلے سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ بہت سی اختراعی روایات کی نشو نما ہوگی اور لوگ ان جھوٹی روایتوں کے پیچیدہ بھنور میں پھنسکر قرآن کو باطل کرنے لگیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی وفات کے بہت دن کے بعد تک احادیث کی مقدار اسکی قیمت سے کم درجہ خیال کی گئی۔

لیکن پھر بھی اس قبول کرنے کے بعد جو کچھ گزر گیا اس سے زیادہ اور نہیں ثابت ہوتا کہ ان احادیث میں صحابہ کے وہ اقوال ہیں جو انھوں نے نبی سے سن کے یاد رکھے تھے۔ اب بجز اسکے یہ ممکن تھا کہ ایسی سنی ہوئی احادیث ایسی یادداشت سے جمع کی جاتیں اور نگاہ میں اُنکی وقعت زیادہ ہوتی لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں یہ بات نہیں ہے۔ کوئی اکیلی حدیث یا احادیث کا درجہ جو اب موجود ہے قابل ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایسی یادداشت سے نقل نہیں کی گئیں اور نہ کسی طریقہ سے ان کا اس سلسلہ سے اخذ کیا گیا اس سبب سے اس ثابت کرنے کے لیے کہ چند حدیثیں اسی وقت قلمبند کرلی گئی تھیں یہ بات ہمیں اس علم کی مدد نہیں کرتی کہ آیا کوئی بھی ایسی حدیث باقی ہے۔ نہ ہم کوئی ایسی حدیث ان احادیث سے جو زبانی روایت پر مبنی ہیں اس نوعیت کی امتیاز کر سکتے ہیں ہمارے مقدمات صغریٰ کبریٰ کا صاف طور پر یہ تقاضا ہے کہ احادیث کا موجودہ مجموعہ جو ہمارے پاس ہے ان میں چند ایسی احادیث بھی ہیں کہ ع

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تحریری انضباط پر مبنی ہو سکتی ہوں اور معرض تحریر میں آچکی ہوں۔ لیکن اس نوعیت کی ایک حدیث کے کھوج لگانے میں ہم بالکل ناقابل ہیں۔ احادیث کا وسیع اور عظیم انبار اسی بے تحقیق اصول پر مبنی ہے اور کسی حصہ کی بے اعتباری ماسوا اُس حصہ کے جسکی صحت پر اندرونی شہادت سے ظن غالب ہو سکتا ہے۔ تمام وذاتر احادیث کی ایک ہی قیمت ثابت کرتا ہے۔ ہمیں کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جو پہلی صدی کے اختتام پر معرض تحریر میں آئی ہو اور باقاعدہ اُس کا انضباط ہوا ہو۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بالکلیہ احادیث کا دارومدار محض اُن لوگوں کی یادداشت پر مبنی رکھا گیا ہے جو اسکے راوی ہیں اور جنسے صرف زبانی ہی نقل ہوتی رہیں اور اب ان کا انحصار بالکل راویوں کے تیقن اور تجویز بلاغور پر ہے۔

منضبط تحریر کے آگے انسانی یاد کی بے اعتباری ایسی علانیہ طور پر کمزور ہے کہ جس میں کوئی بھی حرف زنی نہیں کر سکتا۔ اور وہ غلطیاں جو قدرتی طور پر زبانی بیان کرنے والوں کے بیان میں واقع ہوتی ہیں وہ ناگزیر ہیں۔

مسلمانوں کی احادیث کی بالکل یہی کیفیت ہے اور اس لیئے ان احادیث میں جعلی اور بناوٹی احادیث کا ایک انبار لگ گیا ہے اور ان میں ہر جگہ ہمیں خمار لیکن قوی اور خوفناک اثر مخفی سازش یا رجحان کا پایا جاتا ہے۔ جس نے انکے نبی کی تمام ان حکایتوں کی رنگامیزی کی اور ان کی نئی شکل پیدا کر دی جن کا خزانہ مومنین کے حافظہ میں محفوظ تھا۔

پھر یہی مسیحی مورخ لکھتا ہے۔ حدیث کی خامی اور قیمت کی ایک کافی شکل کا ادراک کرنا بالکلیہ ان کی فطرت اور وسیع اثرات میں مضمر ہے۔ اس مطلب کے لیئے یہ ضرور ہے کہ ناظر کے پاس سلطنت اسلام کے سیاسی منظر کا نبی کی وفات سے اُس زمانہ تک جب سے کہ ہمارے اسلامی مورخ اور محدث شروع ہوتے ہیں پورا خاکہ کھینچا جائے۔ ایسے خاکے کے مہیا کرنے کی اب میں کوشش کرتا ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے واقعہ کے بعد دس برس تک حیات رہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں نو پیدا سلطنت نے اس حکمرانہ جوش میں کہ تمام دنیا کو مطیع اسلام بنا دیا جائے زبردست قوت پیدا کی۔ اور ابھی تک اس عجیب جوش میں کسی قسم کا رخنہ نہ پڑا تھا۔ وہ خاص مقصد جس نے احادیث میں خوفناک رخنہ ڈالا اُن مہیب ملکی لڑائیوں کا قرب ہے جو اس زمانے میں ہو رہی تھیں اور جنھوں نے ایک غضب برپا کر دیا تھا۔ ان ہی جنگوں کے ساتھ اعتقاد کے خمیر میں بھی اُبال آیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور آخر یہاں تک نوبت پونہچی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مافوق الفطرت قوتوں کی بازگشت بنا دیا۔
حضرت عثمان کی کمزور اور مستزلزل سلطنت نے حضرت علی اور آپکے گروہ میں منصوبہ باندھنے اور سازش کرنے کا مادہ پیدا کر دیا۔

بوڑھے شہزادے کی (مراد حضرت عثمان سے ہے) شہادت پر حضرت علی نے سلطنت کی یکجہتی کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے اور اسلام کی اخوت اور یک تنی کے پیراہن کو بالکل پھاڑ ڈالا۔ اور خلافت کے نئے دعوے داروں کے لیئے سلطنتِ اسلام کو مثل ایک شکار کے چھوڑ دیا۔ اِس پھوٹ کا فی الفور اثر حدیث کی تاریخانہ قیمت پر نا مساعد نہ پڑا اسواسطے اگرچہ ہر گروہ کا میلان خاطر اپنی حفظ کردہ احادیث کو اپنے موافق رنگ آمیزی کرنے کا از حد بڑھا ہوا تھا لیکن پھر بھی مخالفانہ نکتہ چینیوں کے خوف سے وہ زیادہ زیادتی یا کمی اصلیت میں نہیں کر سکتے تھے اور جبکہ ابھی وہ لوگ زندہ تھے جنھوں نے نبی اکرم کے دیدار سے اپنی آنکھیں منور کی تھیں اور جو نبی کے افعال کے گواہ معائنہ تھے تو ایسی حالت میں اگرچہ حدیثیں گھڑی جاتیں تو ضرور ہے کہ باہم وہ لوگ ایک دوسرے کی تردید کرتے۔

حضرت علی ساڑھے چار برس کی تکلیف دہ اور مشتبہ خلافت کے بعد شہید کیے گئے اور بنی اُمیہ کا مخالفانہ گروہ لاکلام پرشان خلافت کا مالک بن گیا۔ اِس خاندان کی طولانی سلطنت میں جو سو برس تک قائم رہی حکمرانہ قوت کے اثر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوسلین کے مافوق الفطرت اصول کو روکے رکھا۔ اس نسل کا اصول جس کا سلسلہ ابوسفیان سے چلا تھا جو نبی کا مدت تک تلخ تر دشمن بنا رہا یہ رہا کہ وہ اُن احادیث کو جو اُسکے بزرگ کی نسبت تھیں ملائم کر دیا ہو اور ساتھ ہی اسکے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نجیبانہ صفات میں ہم آہنگی کو کام فرمایا ہو۔

ف۱ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ کوئی شخص اُس حدیث کو نبی اکرم کی طرف منسوب نہ کرے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں نہ بیان کی گئی ہو۔ اور یقیناً کوئی چیز مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارک بیان کرنے میں نہیں روکتی کیونکہ رسولِ مقبول کے صحابہ میں ایک صحابی بھی ایسا نہ تھا جسکی قوت یاد اور حافظہ قوی ہو اور جو اپنی یاد کی سلامتی پر بھروسہ کرتا ہو۔ لیکن جب میں نے نبی اکرم کو یہ خود فرماتے سنا ہے "جو شخص میرے نام سے وہ قول بیان کرے گا جو میں نے نہیں کہا ہے اُس کی جگہ دوزخ ہو گی"

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے صاف طور پر اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت سے پہلے جعلی حدیثیں آپ کا حق خلافت متزلزل کرنے کے لیئے مخالفین کی طرف سے گھڑی جاتی ہوں اس لیئے آپ اس طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کو روکا کہ جو حدیثیں دو سابق خلفا کے وقت میں نہ بیان کی گئیں اُنھیں اسوقت کوئی نہ بیان کرے۔ (یہ نوٹ خود میور کا لکھا ہوا ہے)

CC-0. INFACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک طرف تاویلی جعل اور بناوٹیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور آپ کی اولاد کا استحقاق خلافت ربانی طور پر ثابت کرنے میں کی گئیں۔ تراش خراش کرنے کا لالچ دلوں میں پک رہا ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے حیات جاودانی کی برکتیں اُن پر نثار کر دیں اور اُن ہی کے کام سپرد کر دیئے اور وہ وہ مافوق العادت باتیں ان کی طرف منسوب کیں گویا وہ مر کر بھی تمام کاموں کا انصرام دیتے ہیں۔

وقت کے دباؤ نے حضرت علی داماد نبی مقبول اور آپ کے چچا حضرت عباس کے گھرانوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ربانی استحقاق قائم کرنے کے لیئے یہ یہ تدبیریں کریں اور ایسی ایسی باتیں گھڑیں۔ ابتدائی حصہ یعنے آغاز سلطنت بنی اُمیہ میں ایسی بے سروپا باتوں کا بہت ہی کم چرچا ہوا تھا اور ایسے خیالات عالم بطون سے منصۂ ظہور پر جلوہ پذیر ہوئے تھے۔ ربانی استحقاق خلافت کا افسانہ جو اس وقت ایجاد ہوا تھا اور جسنے پوری شہرت حاصل کی تھی ہوتے ہوتے یہانتک جڑ پکڑ گیا کہ ابتدائی مسلمان اسکی تائید کرنے لگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے جگری دوستوں کا غیر محدود اور نامشروط مخالفانہ مقابلہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا استحقاق خلافت ربانی طور پر یہ لوگ کس کم درجہ تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کا مطلق لحاظ نہ تھا۔

گروہ خوارج نے جو بنی اُمیہ کا جانی دشمن تھا حضرت علی کو سخت حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھا اور اس تہتک آمیز گناہ پر ملامت کرتا تھا کہ انھوں نے حضرت معاویہ سے صلح کی کیوں گفت وشنید کی۔

اب یہاں سے یہ بیّن طور پر ثابت ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں حضرت علی اور حضرت عباس کے خاندان کے متجاوز دعوہائے خلافت مطلق نہ چلے اور کسی نے بھی اُنکی طرف توجہ نہیں کی۔ انکے خیالات خلافت ایک خواب تھا جو بنی اُمیہ کے زمانے میں آرہا تھا

اِس زمانے میں احادیث کی کثرت سے ساخت ہوئی۔ اور پھر ہوتے ہوتے انکی مستقل صورت قائم ہوگئی۔ اِس زمانے کے اختتام پر تمام مروجہ حدیثیں سلسلہ وار تلاش کی گئیں اور پھر انھیں تحریری طور پر انضباط میں لایا گیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

متاخرین محدثوں نے احادیث کے اسی بے پایاں دفتر سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کرنا چاہا مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس میں کامیاب ہوتے جبکہ یہ کل حدیثیں بنی امیہ کے شہزادوں کے دور سلطنت میں جمع کی گئیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ انھیں اپنی کوشش میں جزوی کامیابی شاید ہوئی ہو

اس زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط و خال اور سراپا کو مافوق الفطرت رنگ آمیزیوں اور پرشکوہ الفاظ سے رنگ دیا ہے۔ تاہم آپ کے صحابہ اور پیروان کی عادات و صفات اور ابتدائی اسلام کے واقعات بلاشبہہ قابل تعریف صحت اور درستی میں منضبط کئے گئے اور اس طرح تاریخانہ سچائی کا ایک وسیع اور چوڑا مضمون ہمیں دستیاب ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کا آخری حصہ جو اب ہمارے آگے ہے ہزارہا گھڑی ہوئی روایتوں سے پُر دکھائی دیتا ہے۔ حضرت علی کی اولاد نے جو مدبرانہ مخالفتیں بنی امیہ کو خلافت سے معزول کرنے کی کیں اور بدقسمتی سے میدان کارزار میں سبکو مات ملی تو پھر ان کا رجحان دوسرے مواقع کی طرف ہوا۔ اور اب ان کا اصل الاصول ربانی استحقاق خلافت قرار پا گیا۔ اور روحانی اور دنیاوی سلطنت کے شوق نے انھیں اُبھارے رکھا۔ انھوں نے پوشیدہ مجلسیں قائم کیں اور چھپوان مخبر بنی امیہ کی سلطنت میں روانہ کیے۔ کہ یہ لوگ غاصب ہیں اور حق خلافت حضرت علی کی اولاد کو پہنچتا ہے۔

خلافت کے یہ دعوے اس رازدارانہ رپورٹ سے کہ حضرت علی کی نسل میں سے ایک امام مہدی پیدا ہوگا اور وہ تمام دنیا کو فتح کرے گا۔ روز بروز قوت پکڑتے گئے۔ اس قسم کی کوششوں نے سوائے سرکشیوں اور بغاوت کے تسلسل کے اور اچھے نتیجے پیدا نہیں کیے۔ خونریزیاں اور قتل و غارت۔ بے فائدہ لڑائیاں واقع ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے گروہ نے ان خونی جھگڑوں میں سانٹ باٹ اختیار کی۔

یہ لوگ عباسی تھے جنھوں نے اپنے استحقاق قائم کرکے تخت پر قدم بڑھایا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی اولاد تھی۔

انھوں نے حضرت علی کی اولاد کے ساتھ گٹھوٹ کرلی اور اس بات کو جتایا کہ موجودہ حکمران خاندان غاصب ہے۔ جو خاندان گو خاندان قریش ہی سے نکلا تھا۔ لیکن نبی سے اس کا بہت دُور دراز کا رشتہ تھا۔ آؤ ہم دونوں کے اس سے مقابلہ کریں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنی متحدہ کوششوں سے آخر یہ خاندان بنی اُمیّہ پر غالب آئے۔ جبکہ حضرت علی کی اولاد تکتی کی تکتی رہ گئی اور عباسیوں نے تخت حاصل کرلیا۔

یہ خیال کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ کتنی حدیثیں ان غیر ماندہ سازش کرنے والوں کے حق میں اختراع کی گئی ہونگی۔ حاصل کلام فاسد اور گمراہ کرنے والی حدیثوں پر ان کا خاتمہ ہوا۔ اِس کے وسیلہ سے اُنھوں نے بنی اُمیہ کے باپ دادوں کی یادداشت پر عیب لگایا۔ اور بزرگان عباسی روایتوں کو بلندی دی۔ اِسی پہلو سے اُنھوں نے حضرت علی کے خاندان کا حق باطل کیا اور اس امر کا اعلان دیا کہ حق خلافت نبی اکرم کے نہایت ہی قریب کے رشتہ داروں کو پہنچتا ہے۔ قرآن کی آیتوں کے غلط معنے بیان ہونے لگے۔ اور جھوٹی جھوٹی حدیثیں بیان ہونے لگیں اور اُنپر بالکل غلط بیانات کا رنگ چڑھایا گیا۔ ان کا نفاذ پوشیدہ کیا گیا تھا اور اس لیئے ان جعلی حدیثوں چھپاتے تھے۔ مبادا کوئی مخالف اِس پر انگشت اعتراض دراز کرے اور پھر ان کا تاریک برقع اُٹھ جائے اور دودہ کا دودہ اور پانی کا پانی علیٰحدہ معلوم ہونے لگے۔

اِس طرح یہ جعلی حدیثیں نکتہ چینیوں سے بچ رہیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں رواج اور شہرت عام کو دخل ہونے لگا۔

سنہ ۱۳۶ ہجری میں عباسی تخت خلافت پر جلوہ افزا ہوئے اور فتنہ تلقین جو ایران کے دور دراز صوبوں میں نشوونما پا رہی تھی اب اُس نے تخت کو اپنی مہیب صورت سے ڈرانا چاہا اور صدہا شہروں میں اس طوفان نے دورہ لگایا۔ اور اب سلطنت کے حاصل کرنے میں فریب اور دھوکہ بازی کو کام میں لانے لگے۔ بنی اُمیہ پر قابل رحم مظالم توڑے گئے اور اُن کا استیصال دنیا سے بالکل کردیا گیا اور اُنکے نام اور اولاد پر ابتک تبرّا ہوتا ہے۔

خلفائے عباسیہ کے پہلے دو خلفا کے زمانے میں ابتدائی سوانح عمری جس کا کوئی بقیہ ہمارے پاس نہیں ہے ترتیب دیگئی یعنے ابن اسحاق نے اسے ترتیب دیا۔ یہ بہت ہی کم تعجب کی بات ہے کہ یہ مصنف اپنے آقاؤں کے قدم بقدم چلا ہے۔ کیونکہ جب اُسنے زمانۂ بنی اُمیہ کے باپ دادوں کا ذکر کیا ہے انھیں حقارت انگیز لہجہ سے یاد کیا اور انکا بدنام کرنے والے الفاظ سے ذکر کیا ہے انکے آباؤ اجداد کو جنھوں نے اسلام کے ابتدائی زمانہ کا حصہ لیا تھا کافر اور مرتد گردانا ہے۔

میور صاحب کی نکتہ چینیاں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس زمانے میں پانچواں خلیفہ مشہور و معروف المامون ہوا ہے اپنے بیس برس کی سلطنت میں اس نے علم ادب کی تلاش میں شاہانہ جبروت اور سلطانی جاہ و جلال کو کام فرمایا۔ حضرت علی کے پیروان سے اس نے ایک اتحاد یہ رشتہ قائم کیا جنھیں اسکے سابق جانشینوں نے خاصے زیادہ ستایا تھا۔ اور اس نے بڑی سرگرمی سے مذہب معتزلی پسند کیا اور اسکی ہی تعلیم پائی۔ اس معتزلیہ گروہ کو ویل رپٹیشن اسلام کہتا ہے۔

المامون قرآن کی مداومت کے اصول کی تضحیک آزادی سے کرتا تھا اور بڑے بڑے راسخ الاعتقاد مومنین کے مقابلے میں انسانی مرضی کی آزادی کا اقرار کرتا تھا اُسے اپنے اسلاف کی جابرانہ اور ظالمانہ حکمت عملی سے ذرہ بھر بھی مناسبت نہ تھی۔ اُسنے نہ صرف فانیوں میں حضرت علی کو زیادہ نجیب اور شریف قرار دیا اور امیر معاویہ کو فرومایہ کہا۔ بلکہ اُس نے نہایت سختی سے یہ حکم جاری کیا کہ جو شخص حضرت علی کی بُرائی اور امیر معاویہ کی بھلائی بیان کرے گا اُسے سخت سزا دیجائیگی۔

اُس نے اس بارے میں سخت کوششیں کیں کہ میرا علم الٰہی کا یا دینی عقیدے کا اثر سب پر پڑے۔ یا سب دینی معاملات میں میرے ہی ہم خیال بنجائیں۔ اِس نے دینی مباحث اور مناظرے کی مجلسیں قرار دیں اور اُن لوگوں کو سزا دیجاتی تھی جو اس سے اختلاف رائے کرتے تھے۔ ہماری بدقسمتی سے یہ زمانہ گویا احادیث کی ترتیب کا تھا۔ اور ابتدائے زمانہ میں سوائے ابن اسحٰق کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانح عمری کی ترتیب نہ ہوئی تھی۔ المامون ہی کی سلطنت میں **الواقدی** **ابن ہشام** اور **مدائنی** مورخ موجود تھے۔ انصاف یہ ہے کہ ہمیں سخت زاری کرنا چاہیئے کہ تاریخی دل چسپیوں میں بُرائیاں لبالب بھر گئیں۔ ہم اس پر اس طرح متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ **وایل** کہتا ہے "یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ یہ تین عربی تاریخیں جو ابتدائے زمانۂ اسلام میں اصول کی سرچشمہ ہیں حکومت ماموں میں لکھی گئیں۔ اس زمانے میں اگر کوئی شخص امیر معاویہ کی تائید میں ایک لفظ بھی کہتا تو جان سے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ اور وہ شخص واجب

ل جب عباسی تخت خلافت پر جلوہ افزا ہوئے تو اُنھوں نے حضرت علی کی اولاد کو انکی جگہ سے خارج نہ دیا انہیں سے وہ گروہ خوش قسمتی کی بلندی پر پہنچے۔ وہ اپنی ذاتی مدافعت کے لیئے حضرت علی کے طرفداروں کو پس پا کرنے اور نیست و نابود کرنے پر مجبور کیونکہ علی کے طرفدار جانتے تھے کہ ہماری ہی غلطی سے یہ گروہ پیدا ہو گیا ہے اور ہم ہی نے ایسی جماعت کو بام عروج پر پہنچایا ہے حق میں بنی اُمیہ سے کم نہیں ہے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا ۱۲ (یہ نوٹ میور ہی کا لکھا ہوا ہے)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

افضل قرار دیا گیا تھا جو حضرت علیؓ کو انسانی مخلوق میں افضل نہ سمجھے۔ ایسی حالت میں یہ محض ناممکن تھا کہ ذرا بھی تفریق مدارج میں کیجاتی۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ اور اُن کے جانشینوں کو ذرہ برابر بھی امتیازیہ درجہ دیا جاتا"

لیکن علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سوانح عمری لکھنے والوں کے عام احادیث کے جامعین نے بھی اسی زمانے میں نشو و نما حاصل کی۔ وہ بھی عباسیہ اثر کے دائرے میں آئے اور ان میں سے بعض براہ راست حاموں کی مرہیانہ سرپرستی میں کام کرتے تھے۔ اس گروہ نے جس کا اُوپر بیان ہوا تمام سلطنت کا گشت لگایا اور ہر قسم کی احادیث کی جو نبی کے نام سے مشہور تھیں تلاش کی۔ اِس بے نظیر تلاش اور محنت سے بے تعداد حدیثیں جمع کی گئیں اور اب ان کی جانچ سخت طریقہ سے شروع ہوئی کہ کونسی حدیث مردود ہے اور کونسی صحیح ہے۔ اُنھوں نے راویوں کے اس سلسلہ کا پتہ لگایا جو نبی تک پہنچتا تھا۔ مگر احادیث کا یہ مجموعہ جامعوں کے نام سے اشاعت پذیر ہوا۔ لیکن ایسے مجموعے تاریخی اور سوانح عمری کی کتابوں سے زیادہ پسندیدہ شمار ہوئے۔ بالجملہ وہ اسلام کے مختلف علم الٰہی کے مدارس کے اصل الاصول قرار پائے اور ابتک اسی طرح ہیں۔

اِن کے جاری ہوتے ہی عام طور پر ان کا مطالبہ ہونے لگا۔ شہرت پکڑتے پکڑتے انھوں نے ایسا مقبولیت کا جامہ پہنا کہ آج صحیح اور حقیقی صورت میں بدل گئیں۔ انکی نقلیں کثرت سے اسلامی ممالک میں پہنچا دی گئیں جہاں ابتدائی سوانح عمری نہیں پھیلی تھی۔ اور اگر پونہچ بھی گئی تھی تو بڑی دقت سے دستیاب ہوتی تھی۔

سنیوں کے مجموعے کی چھ کتابیں خلفائے عباسیہ کی سلطنت میں بلا شرکت غیرے ترتیب دی گئی تھیں۔ اور شیعوں کے چار مجموعے اِس کے بعد ترتیب دیئے گئے ہیں مگر ماقبل الذکر گروہ کی کتابوں سے (مراد سنیوں سے ہے) آخر الذکر گروہ کی حدیثوں کی کتابیں بلا شبہہ بہت ہی کم اعتبار کے قابل ہیں۔ کیونکہ شیعوں کی کتابوں میں زیادہ تر یہ راگ گایا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپکی اولاد کو ربّانی طور پر استحقاق خلافت حاصل تھا۔

اس میں شک نہیں احادیث کے جمع کرنیوالوں نے جیسی کہ مشہور خدمت اسلام کی کی اسیطرح

سر ولیم میور کی کتاب عنوان - احادیث پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تاریخ کی بڑی بھاری خدمت کی۔ احادیث کا عظیم الشان دفتر اسلامی سلطنت کے ہر حصہ سے پھٹ پڑا تھا۔ ہر روز حدیثوں کی جلدیں کی جلدیں جمع کی جاتی تھیں اور اُن میں تمام مغائر اصول پائے جاتے تھے۔ ماہران روایات اگر جانفشانی نکرتے تو حدیثوں کے مجموعے میں صحیح وغلط سچا اور جھوٹا فسانہ غیر امتیاز یہ پریشانی میں آمیز ہو کے گڈمڈ ہو جاتا۔

ماقبل خاکے سے جو ہم نے حدیث کی تاریخ کا کھینچا ہے اس سے ہمیں واجب اور حقیقی حوالہ اس بات کا ملتا ہے کہ دوسری صدی میں حدیث نے بڑی صحت کے ساتھ اُصول سے ہم آغوشی کی۔

جو حدیثیں ابتک جمع کی گئی تھیں۔ اِن میں جعل اور دروغ کی آمیزش ہو گئی تھی اور ان میں بہت کم صحت کی جھلک معلوم ہوتی تھی۔ حدیثوں کے جمع کرنے والوں کی شہادت اور تصدیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں حدیثیں جو اس وقت جاری تھیں ذرا بھی اپنے ساتھ کسی اصول اور قاعدے کی صحت کا نام بھی نہ رکھتی تھیں۔

اِس سے زیادہ کوئی آسان بات ہی نہ تھی کہ جہاں مذہبی سیاسی معاملات میں مخالف کی مدافعت کی ضرورت ہوئی اور فوراً اُنھوں نے نبی کی زبانی بیان کی ہوئی حدیث سے اپیل کی اس نوعیت کی احادیث کی فطرت اور وہ طریقہ جس سے نبی اکرم کی ذات مبارک پر نئے نئے بہتان قائم ہوئے تھے اور آپ کو ایسے ناملائم اقوال سے نسبت دی جاتی تھی کہ جو حد سے زیادہ غلیظ اور ناپاک ہوتے تھے اور جس سے نبوت کے دامن تقدس پر ناپاک دھبہ لگتا تھا۔ ان تمام بھیانک صورتوں سے آمادہ کیا کہ صحیح حدیثیں منتخب کیجائیں چنانچہ بخاری نے ملک بہ ملک اور شہر بشہر سفر کیا اور بڑے بڑے علماء اور فضلا سے حدیثوں کی جانچ پڑتال کی۔ کئی برس کے بعد اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے صرف چار ہزار صحیح حدیثیں منتخب کیں، تو بھی اس منتخب کیے ہوئے مجموعہ میں سے یوروپین نکتہ چیں نصف جعلی بتاتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے احادیث جمع کرنے والے بھی اسی عقل و دانائی کے پیدا ہوئے جیسے کہ ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثیں جمع کیں اور ان میں سے چار لاکھ پچاسی ہزار دو سو حدیثیں خارج کر دیں اور صرف چار ہزار آٹھ سو حدیثیں باقی رکھیں۔

سورہ یوسف کی نکتہ چینیاں۔ احادیث پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وہ الہام غیبی جس نے بخاری کو آمادہ کیا کہ اس دشوار ترکام کی طرف اپنی توجہ مبذول کرے۔ کافی طور پر اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس زمانے میں ایسی حدیثوں کی ضرورت بہت تھی کہ جن میں صحت کی بو باس پائی جائے اور غلط انبار میں سے کچھ نہ کچھ صحیح مسالہ نکل آئے چنانچہ بخاری نے خود لکھا ہے۔

"خواب میں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ میں گویا آپ کی مکھیاں اُڑا رہا ہوں۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے تعبیر گو سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی اُس نے بتایا "کہ تو سچ میں سے جھوٹ نکال ڈالے گا" اس نے مجھے اس طرف رجوع کیا کہ میں صحیح کی ترتیب دوں"

مسلمانوں کی آنکھوں میں بخاریؒ نے گویا اس ربانی الہام یا حکم کی تعمیل کی۔ کیونکہ اس دن سے صحیح بخاری کو مسلمان نہایت صحیح احادیث کا خزانہ جانتے ہیں۔ اور اس کا بہت ہی ادب کرتے ہیں۔ یہ بدیہی امر ہے کہ نکتہ چینی کی چند قسمیں ترتیب دینے والوں نے استعمال کی ہیں۔ پھر بھی جب اُنھوں نے جانچ کی تو فیصدی ۹۹ حدیثیں مسترد گردانی گئیں۔

حدیث کی صحت بنی کے چند صحابہ پر مبنی رکھی گئی ہے اور ہر ایک شخص کی عادات وصفات شاہدوں کے بڑے طولانی سلسلہ پر جنسے یہ حدیث روایت ہوئی ہے منحصر سمجھی گئی ہے۔ اگر یہ راوی قابل الزام نہ ٹھیرے تو ان سے حدیث لے لی جاتی ہے۔ باطنی خلاف قیاس اور خارج از امکان صفت اس حدیث کو جو صحیح مجموعوں میں منضبط ہو چکی ہے خارج نہیں کر سکتی۔ ترتیب دینے والوں نے نکتہ چینیوں کے کھلے ہوئے سمندر میں اپنے کو نہیں ڈالا ہے لیکن اُنھوں نے اس تنہا مصیبت زدہ آئین سے اپنی رہنمائی کی ہے۔ انھیں اندرونی شہادت کی تفتیش کی مطلق جرأت نہیں ہوئی۔

سرولیم میور کی نکتہ چینیاں۔ احادیث پر

ف اس تعداد میں بھی ہنوز ایک حصہ مشتبہ ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھیں۔ جن میں سے میں نے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں منتخب کیں جو اس کتاب میں مندرج ہیں۔ میری اس کتاب میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی ہیں۔ (یہ نوٹ خود میور کا لکھا ہوا ہے)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہلے مصنف کے مقصد اور مفہوم کو ملزم گردانا۔ یا اس طرح اُسکے بیان کردہ واقعہ کا اعادہ اُسکی معتبری بحث کرنی اور تاریخی شہادت کی کسوٹی پر لانا یہ ایک عجیب اور خلاف مذہب کام ہوگا۔ اسلام کی روح نہیں چاہتی کہ اُس میں آزادانہ نکتہ چینی کیجائے۔

محمدؐ اور آپکے ادھا دھند ایمان نیوالوں نے واقعات میں تفحص اور شہادت کو لات مار کے پرے پھینکدیا جہاں یہ کہدیا قال رسول اللہ بس ہر سوال کا جواب ملگیا اور ہر شبہہ رفع دفع ہوگیا۔ اگر کسی بے دھڑک فلسفی نے کچھ شبہے ظاہر کیئے اور دین اسلام کی نسبت کچھ سوال کیئے تو اُس کو جواب تلوار دیتی تھی۔ اُس فلسفی کی گردن اُڑادی جاتی تھی اور یوں اُسے خاموش کیا جاتا تھا۔ اسلامی اصول کے ساتھ نفسانی قوت کا رواج ہوگیا تھا۔ اور کوشش کیجاتی تھی کہ پر زور ہاتھوں کے جابرانہ دباؤ سے اسلام کو منوائیں۔ اگر کوئی مسلمان مرتد ہوجاتا تھا تو ملکی قوت اُس کا فیصلہ اُسے موت دیتی تھی اور کوئی شخص آزادانہ خیال ظاہر نکرسکتا تھا۔ کیونکہ اُسکو بھی مثل موت ہی کے سزا دی جاتی تھی۔ اسلامی حکومت میں روحانی اور سیاسی اصول کی یک جہتی جو غیر متغیر حالت میں ہر جگہ یکساں تھی۔ صاف دلالت کرتی تھی کہ صاف کشادہ اور آزاد تفحص کا اسلام کی اصل اور سچائی میں نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ آزادانہ تفحص یا کشادہ نکتہ چینیاں ایک مسلمان کے دماغ کو اسقدر درد دیتی ہیں کہ وہ دانت پیسنے لگتا ہے۔ ابتک ہر مسلمان کی یہی کیفیت ہے۔ مسلمانوں کی تلوار نے نکتہ چینی کے اعلیٰ جوہر کا دنیا سے بیچ ہی مار دیا تھا۔

اسکے مقابل میں ہم ہرگز شک نہیں کرتے کہ سنی جامع احادیث نبویہ نہایت ایماندار اور اپنے نبی کا وفادارانہ عشق رکھتے تھے۔ اور جو کام اُنھوں نے انجام دیا نہایت نیک نیتی سے انجام دیا۔ یہ اچھی طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے ایماندارانہ سرگرمی سے ہر صحیح حدیث کی تلاش کی اور ان کے راویوں کی جستجو کی اور جن اُصول پر کہ یہ مبنی تھیں انھیں دیکھا اور پھر اُنھیں نہایت محتاط صحت سے منضبط کیا۔ مذہبی احکام نہایت ہی ہوشیاری اور محنت کی طرف مجبور کرتے تھے۔ اور لا انتہا احتیاط کی ضرورت ہوتی تھی۔

اس طرح بخاری نے جیسا کہ ابھی ہم نے دیکھا ہے فرض شدہ ربانی اطلاع پر اپنا کام شروع کیا اور ہمنے اُسے یہ کہتے سنا ہے۔

احادیث پر مسلم مورخوں کی نکتہ چینیاں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

"میں نے کوئی حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کی جبتک
کہ وضو کرکے دو رکعت نہ پڑھ لی ہوں"

جامع احادیث کا اپنے خیال میں کسی بات کا ٹھیرا لینا بلاشبہہ یہ اثر رکھتا ہے کہ وہ احادیث کے راویوں کے سلسلہ میں سے چاہے جسے صحت سے خارج کردیں اور چاہے جسے قبول کرلیں۔ لیکن کوئی وجہ ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ اُنھوں نے خود حدیث کے مفہوم سے صحت و غیر صحت اُسکی جھانکی ہو۔ اس طرح صحیح حدیث کا جامع اس حدیث کو نہیں لینے کا جو حدیث گو حضرت عائشہ کی روایت سے ہو لیکن بنی اُمیہ کے راویوں کے سلسلہ نے اُنھیں نقل کیا ہے۔

اسیطرح بنی اُمیہ والے اُس حدیث کو سلسلہ میں سے نکال ڈالینگے جس کا راوی حضرت علی کے خاندان کا کوئی شخص ہو۔

شہادتوں کے کامل سلسلے جس کے وسیلے سے ہر حدیث کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے کسی صحابی کی ہر اسپیچ کی ابلاغ کے مطابق تعین ہوتے ہیں۔ جن ناموں سے کہ حدیثیں روایت کیجاتی ہیں۔

یہ فرضی نام نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے معتبر اور مشہور و معروف لوگوں کے نام ہیں جن سے کہ حدیث روایت کی جاتی ہے۔ احادیث کا مجموعہ کھلم کھلا اشاعت دیا گیا۔ جامع احادیث عام طور پر تعلیم علم حدیث کے علم کا مرکز ہوتا تھا۔ اور پبلک پر اپنے اصول حدیث کی صداقت دوسرے سے مقابلہ کرکے جما دیتا تھا۔

جامع احادیث کی نیک نیتی اور ایمانداری کو مسطور کرکے اب ہم اُنکے مجموعۂ احادیث کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے صحیح اصول اُن میں موجود ہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو کہانتک ان میں دروغ یا غلط بیانی کی آمیزش ہے۔

اول تو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ موجودہ دفتر احادیث نبوی کتنی وجہ بھروسہ اور اعتبار کی رکھتا ہے یا اس پر کس پہلو سے کہانتک اعتبار کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اُسکے مضامین ان خیالی شہادتوں پر جو معاصرین نے دی ہیں مبنی ہیں۔

اس معاملہ کو نظر کے سب سے قوی پہلو پر رکھکے ہم خیال کرینگے کہ احادیث نبوی کا ایک

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

درجہ ایسا قائم ہوا ہے جس سے یہ مراد لی گئی ہے کہ یہ صحابہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور ابلاغ کی پہلی ہی نوبت پر یہ نقل کر لی گئیں۔

حدیثی مجموعہ میں ایک ایسی خصوصیت ہے جو اس مفروضہ خیال پر بھی اُس کا مشتبہ اصول پر ہونا ثابت کرتی ہے یعنے ہر حدیث چھوٹی اور بے جوڑ ہے۔ اور کامل طور پر وہ دوسری حدیث سے علیحدہ جگہ میں قائم ہوتی ہے۔

یہ علیحدہ جگہ میں قائم ہونا نہ صرف سادہ طور پر احادیث ہی میں پھیلتا ہے بلکہ اُنکی تمام تاریخ میں اور اُس سرچشمہ پر جہاں سے نکالی گئی ہیں اسکے ہاتھ پیر محیط ہیں

ہر پہلو پر حدیث متفرق اور آزاد ہے۔ یہ نوعیت اور حدیث کی صفت ہماری نکتہ چینی کی قوت کو وسعت دیتی ہے اور ہم بے تکلفانہ ان پر نکتہ چینیاں کر سکتے ہیں۔ حدیثوں میں کوئی سیاق کلام ایسا نہیں ہے کہ جس سے ہم صحت اور راستی کی جانچ کر سکیں۔ ہر شاہد سلسلہ میں گو وہ دوسرے راوی کے الفاظ دوہرا دیتا ہے اصل میں وہ بھی خود مختارانہ اصول پر مبنی ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کہاں تک اور کس نوبت تک مغائرت داخل ہو سکتی ہے یا ان میں سے کسی حدیث میں تازہ مواد الحاق کر دیا گیا ہے۔

ہم تمام شاہدوں کی دیانت اور راستبازی پر مطمئن بھی ہو جاتے مگر ہم انکی ان آزادانہ نظروں سے جن سے کہ وہ احادیث کی بابت گفتگو کرتے ہیں واقف نہیں ہیں۔ بیانات کا انداز اول گفتگو کی آزادی سماعی بات کی وسعت کے ساتھ ظاہر کرتا ہے اور ویسی ہی بے ضابطگی اور کشادگی انکے پچھلے ابلاغ میں صاف طور پر پائی جاتی ہے۔

پھر ہر حدیث اپنی نوعیت میں علیحدہ ہی جگہ پر قائم نہیں تھی بلکہ احادیث کے جامعین نے اسے جزو لاینجزیٰ کی یک جہتی میں کر کے دکھا دیا تھا۔

ایسی حدیثوں میں سے بعض لے لی جائیں اور بعض نامنظور کی جاتی تھیں۔ اگرچہ حدیثی رابطہ اور سلسلہ غیر قابلِ حجت ہوتا تھا تو وہ حدیث جس طور کی ہوتی سرتاپا قبول کر لی جاتی تھی۔ اور جزر ترکیبی کی چھان بین مطلق نکی جاتی تھی۔

حدیث کا منضبط دفتر آخر کار اُس مدت معین کو پورا کرتا ہے جس میں کہ شہادت دیگئی

ولیم میور کی نکتہ چینیاں۔ احادیث پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہے جس حدیث کو دیکھو صاف طور پر زبانی بیان ہوئی ہے اور خود اس حدیث سے راوی کی عادات وصفات اور اُنکے تعصب اور خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ کرنے کی خصلت اس سلسلہ میں کہ جس میں یہ حدیث دوہرائی گئی ہے عیاں ہے۔

کوئی احتیاط اور تدبیر اسبات کی نہیں کی گئی کہ جس حدیث کی معتبری کی پہلے شہادت گزر چکی ہے اسکے جعلی اور بناوٹی مادہ کی جانچ ہوسکے اور اُسکی صحت اور غیر صحت سے خبرت حاصل ہو۔

مبالغہ۔ زیادہ گوئی۔ اغلاط۔ اور افسانہ آمیز حکایتوں کے طوفانی دروازے بڑی وسعت سے کھلے ہوئے ہوتے تھے۔ ہمیں صرف یہ ضرورت ہے کہ ہم ہر ملک اور زمانے کے تجربہ کو دیکھیں تاکہ ہمیں اسبات کا اطمینان ہو کہ تاریخی واقعہ کے زبانی دوہرانے میں خود اختیاری اور خود رائی بہت کم برتی گئی ہے۔ اور جو کچھ اس سلسلہ سے بیان ہوا ہے وہ مافوق الفطرۃ باتوں پر سرتاپا مبنی نہیں ہے۔

اسلام میں اُن واقعات کو جو ابتدائی تواریخ کے ورقوں کو تاریک کرتے ہیں کہیں مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ اِن بناوٹی واقعات میں جھکیلے جعلی فسانے دکھائے گئے ہیں اور عجیب وغریب باتیں بنائی گئی ہیں۔

نکتہ سنج عیاری جو جا معین احادیث نے اختیار کی ہے ان نتیجہ بخش غلطیوں کے سلسلے سے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے اور اگرچہ حال کی ہزارہا حدیثوں کو جعلی ٹھیرا کر خارج کردیا ہے پھر بھی ابتدائی احادیث کو متحقق بنیاد پر رکھنے میں قاصر ہوئے ہیں۔ نہ انکے پاس ایسے وسائل ہیں کہ جنسے وہ احادیث کا صحیح اور غیر صحیح ہونا تمیز کرسکیں نہ انکے پاس ایسا پیمانہ ہے کہ جس سے وہ خیالی گھڑی ہوئی حدیثوں اور ان حدیثوں میں جو بالکل فیکٹ پر مبنی ہیں کوئی فرق کرسکیں۔

اب یہ باقی رہگیا ہے کہ ہم مختلف حوالوں سے حدیثوں کے مجموعے کے مضامین اور اندرونی معتبری کا امتحان کریں۔ خوش قسمتی سے قرآن مجید میں ہمیں ایک ایسا تطبیق کا اُصول ملتا ہے کہ جو ہمنوا ہے مسلّم حقیقی اور معاصر دستاویز کو ثابت کرتا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مثلاً قرآن میں کوئی تسلی بخش مقام ایسا نہیں ہے کہ جس میں صاف طور پر یہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزے صادر ہوئے یا آپنے معجزے دکھانے کا دعویٰ کیا اور اپنے میں معجزے دکھانے کی قوت بیان فرمائی۔ تاہم کثرت سے حدیثیں موجود ہیں جن میں آنحضرت کے معجزے کا بیان ہے اور وہ احادیث گویا قرآن کے صاف انکار کو باطل کرتی ہیں۔ اگر یہ معجزے کچھ بھی حقیقت رکھتے ہوتے تو قرآن میں ان کا ضرور تذکرہ ہوتا۔ قرآن اسکی بابت کچھ بھی نہیں بیان کرتا بلکہ وہ اس امر کو ناچیز ٹھیراتا ہے اور بتاتا ہے کہ شان نبوت یہ نہیں ہے کہ نبی معجزے دکھایا کرے۔ یہاں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سارے تاریخی واقعات میں قرآن شریف احادیث کی تکذیب کرتا ہے۔

مشابہت اور تطبیق کا نتیجہ ہمیں وہ ہی ملا ہے جو پچھلے تاریخی ریویو میں حاصل ہوا تھا اگرچہ یہ امر ہمارے حاصل کلام کو قوت دیتا ہے لیکن پھر بھی یہ تطبیق ہمیں حدیث کے عملی کام میں کچھ مدد نہیں دیتی۔

واقعات کی محدود تعداد کے علاوہ یہ ہمیں کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتاتا یا ہمارے لیئے ایسے قاعدے کی تکمیل نہیں کرتا کہ جس سے ہم جھوٹی حدیثوں کو خارج کرسکیں۔

واقعات جنھیں ہم نے قرآن سے جانا ہے اور وہ حکایتیں جو بالکل بناوٹی اور جعلی ہیں بلا تمیز ایک دوسرے میں آمیز ہوگئی ہیں۔ اور انکی باہم کچھ ایسی آمیزش ہوگئی ہے کہ ایک کو دوسرے سے امتیاز کرنا مشکل پڑگیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمری لکھنے والا ہمیشہ اسبات سے ڈرا کرتا ہے مبادا تاریخی اصلی واقعات کی جگہ طفلانہ خیال کی باتیں اور من گھڑت اقوال قائم ہوں۔ اس خوف اور مہیب دہشت سے بچنے کے لیئے اُسے ضرورت ہوتی ہے کہ وہ تاریخی واقعات کو محض ایجادی اقوال سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے۔

بیشک ڈی آرا سپرنگا کی یہ رائے توجہ کے قابل ہے "اگرچہ نبی کے سب سے زیادہ نزدیک نظر کو ہم حاصل کرسکیں تو وہ بھی سوگز سے کم فاصلہ پر نہ ملے گی۔ اور اگرچہ یہ طولانی وسطا دو رویہ درختوں کے درمیان کا منظر مسلمانوں میں بلا شرکت غیرے حد اوسط قائم کرتا ہے تاہم ہمارا علم راویوں کے میل یا رغبت پر ہمیں اس وسط کے صحت کرنے کے قابل بناتا ہے ایک حد تک یہ ریمارک صحیح ہے۔ لیکن اسکی پوری مصروفیت ہمیں سچائی کے بھی پرے لیجائیگی۔ کام کی مشکلیں،

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بغیر خطرے کے کم قیمت نہیں ہو سکتیں۔ سچے عکس میں حدیث کی مختلف روشنیاں لانا۔ گھڑی ہوئی اور جعلی حدیثوں کو خارج کرنا۔ ان کرنوں کو جو جھوٹی اور مغالطہ دہ سطح سے اُٹھتی ہیں واجبی سمت تک اُن کو واپس پھیر دینا۔ گمراہی کی وسعت کو جانچنا۔ اور مزاحم اثرات سے واجبی منہائی کرنا۔ یہ کام بڑے الجھیڑے اور دقت کا ہے اور کامل تکمیل اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور افضل تر سرشت کی مشنیری جس پر انسانی فطرت فخر کر سکتی ہے چاہتا ہے۔

اِس قاصر کامیابی میں جو اُسکے ساتھ عاید ہو رہی ہے یہ سچ ہے پھر بھی ایک کوشش ضروری کی جائے گی۔

یہ ممکن ہے کہ مضمون کی کثیر المعنی توجہ اور اغلاط کی خبرت مآب امتیاز سے ہم صداقت کے قرب تک پُونہچ جائیں گے۔

اِس نظر سے میں ایسے اُصول قائم کرنے کی کوشش کروں گا جو تفحص کناں شخص کے لیئے اسلامی حدیث میں صحیح اور غیر صحیح کی تفریق کرنے میں فائدہ مند ثابت ہونگے۔

محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق روایتی شہادت میں بڑی فروگزاشت یا کمی اپنے میں بالکلیہ یک طرفی شامل کرتی ہے۔ یہ ایک توضیح ہے جو شاہد اپنے متعلق کرتا ہے جس میں کہ ذاتی دلچسپی اور مطلق العنانی مخالفانہ گروہ کی طرف سے بے ضبط ہے اور اس میں سامعان کی بے طرفدارانہ منظوری کی ضرورت ہے۔ لیکن اس طریق میں جو کچھ کمی ہے۔ ایک حد تک منضبط تحریر کی نہایت ہی قریب تفحص اور جستجو سے اِسکی صحت یا ترمیم ہو سکتی ہے۔ شہادت کے وسیلے سے تجربہ کرنے اور شاہد کی حیثیت اور منصب پر توجہ کرنے سے ہمیں بھروسہ اور اعتبار یا شبہہ کی وجوہات پوری ملتی ہیں جبکہ توضیحات کے بعض مدارج کے حوالے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامی خلائق اپنے لیئے بے طرفدارانہ محتسب پیدا کر سکتی ہے۔ اس حالت میں مختلف پہلوؤں پر بہت کچھ حدیث کا دارومدار ہے پہلے یہ ظاہر کرتا ہے کہ آیا بیان کردہ مضمون پر عام مسلمانوں کا میلان ہوتا ہے۔ دوسرے یہ بتاتا ہے آیا ان خاص دلچسپیوں کا کھوج بھی مل سکتا ہے جو راویوں کی تجویز بلا غور یا منصوبے بازی ظاہر کرتا ہو۔ تیسرے آیا راوی ذاتی طور پر ان واقعات سے جنھیں روایت کرتا ہے واقف بھی ہے یا نہیں۔

یہ دلیلیں عمدہ طور پر معرضِ بحث میں اُس زمانہ کا خیال کرنے سے جس سے اِن کا تعلق ہے اور اس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مضمون کا جو اس میں موجود ہے آسکتی ہیں۔

اول (ا) وہ زمانہ جس سے کہ حدیث کا تعلق ہے جاں بخش شہرت کا ایک نکتہ ہے۔ واحد احادیث کے اصلی مصنف خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپکی ۶۳ برس کی عمر تھی وفات پائی اور آپکے چند صحابہ جن سے حدیثیں نقل ہوئی ہیں اسی عمر کے تھے۔ ان میں سے کوئی بڑی عمر کا بھی تھا انکے سوا برسوں کے تناسب میں بوڑھے آدمیوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ زمانہ بہت کم تھا جس میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک زندہ رہے اور یہ وجہ بھی لحاظ کے قابل ہے کہ حدیث کے اطلاع دینے میں ان کا اثر محدود ہونا چاہیئے۔ کثرت سے صحابہ کا گروہ نوجوان تھا۔ اور اس مناسبت سے وہ نبی کی وفات کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہے اور اُنھوں نے ہی زیادہ حدیثیں[1] بیان کیں پھر ہم خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی میعاد اس عرصہ میں جہاں سے شاہدوں کا سلسلہ پیدا ہوتا ہے پوری قرار دے سکتے ہیں۔

یا دوسرے الفاظ میں ہم اس مطلب کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ ہمیں فی الحقیقت ایسے شاہد نہیں ملتے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ متقدم میں حیات تھے۔ ہاں ایسے چند تھے جو آپ سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن عموماً لوگ آپ کے بعد ہی کی پیدائش تھے۔ اس لیئے وہ قابل اعتماد گواہ اُن واقعات کے لیئے نہیں ہو سکتے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش یا بچپن سے متعلق ہیں۔ وہ صحابہ بھی چند ہی ہیں جو آپ کی نوجوانی کے متعلق حالات جانتے تھے۔ کسی قیاس سے وہ ذاتی علم ان باتوں کا حاصل نکر سکتے تھے اور یہ قبول کرنے کو کہ اُنھوں نے دوسروں سے اطلاع پائی یہ بات اِنکی شہادت کی قیمت کو بمنزلہ ایک معاصر کی شہادت کے ضعیف یا خراب کرتی ہے۔

دوم (ب) لیکن پھر شہادت کی قیمت اِس درجہ پر منحصر ہے جس میں کہ واقعات اپنے حدوث وقت سے

---

[1] مثلاً حضرت ابوبکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے۔ اور جب آپ تخت خلافت پر بیٹھے تو صرف ڈھائی برس تک آپکی خلافت رہی۔ بہت سے بوڑھے صحابہ کیا تو اپنی موت سے اور کیا میدانِ جنگ میں وفات پا چکے تھے اور اُنکی وفات اُس زمانہ سے بہت پہلے ہو چکی تھی جبکہ حدیث کا رواج ہوا ہے واقدی لکھتا ہے "کیا وجہ ہے جس سے خاص خاص صحابہ نے چند گنتی کی حدیثیں بیان کیں صرف یہ ہے کہ اُس وقت حدیثوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ صحابہ میں خاص حضرت ابوبکر صدیق۔ عثمان غنی۔ طلحہ وغیرہ نے بہ نسبت دوسروں کے چند حدیثیں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیان کی ہیں۔ جسقدر ہے تعداد حدیثیں نوجوان صحابہ نے بیان کیں اُنھوں نے انکے مقابلے میں بہت ہی کم رسول اللہ سے روایت کی ہیں۔

(یہ اوپر والا نوٹ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

شاہد کی اطلاع پر موقوف ہیں۔ اگر توجہ کی خصوصیت سے ان پر فریفتگی نہ کی گئی ہو تو یہ بے فائدہ ہوگا۔ کہ ہم ان سے ایک کامل اور خبرت مآب اطلاع حاصل کر سکیں۔ اور بہت برسوں کے گزر جانے کے بعد ایسے شاہد سے حتی الامکان جو کچھ اُمید کیجائیگی اس میں عام طور پر ایک برہنہ خاکا واقعات کا ہوا معلوم ہوگا۔ یہ اصول بالجبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح عمری کے ساتھ اس سے پہلے جب کہ آپ مستقل رہنما ایک گروہ کے بن گئے چسپاں ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کوئی بات آپ کی شہرت کے قابل نہ تھی۔

ایک غریب یتیم بچہ۔ مسکین۔ بے شہری۔ غرض کوئی بات ایسی نہ تھی کہ جس سے اہل مکہ کی نظریں آپ پر اٹھتیں۔ اس لیئے انکی قوت حافظہ اور قوت متخیلہ نے ضرورت نہیں دیکھی کہ وہ آپکی اس زندگی کے سوانح عمری کو اپنی لوح پر نقش کریں۔

(۵) یہ لازم آتا ہے کہ تمام حالتوں میں جن پر ماسبق قواعد کا اثر پڑتا ہے ضمنی طور پر زبردست علامت جعل اور بناوٹی فسانوں کی پائی جائے۔ اور پھر ہم مسیحی نکتہ چینی کے آئین کے مطابق اسے پائیں گے۔ کہ کوئی حدیث کہ جسکی اصلیت مضبوطی سے واقعات کی معاصر نہیں ہے روایت کی خصوصیت کی تطبیق میں بالکل بے قیمت ہے[1]۔

یہ اصول ہمیں متجاوز حدیثوں سے نجات بخشے گا۔ جس میں قرب تر سرگزشت کے جزئیات اور نبی کی سوانح عمری کے ابتدائی فقرات کی تائیدی مکالمات اس طرح محفوظ ہے۔ گویا دروغ آمیز حکایتیں ایسی تازہ ہیں کہ کل ہی گزر چکی ہیں۔

(۶) مگر یہ درست ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح عمری میں سے ایک بہت بڑا حصہ مستثنےٰ کیا جائے جیسے معمولی حالتوں میں آپکے رشتہ دار اور واقف کار لوگوں نے فطری طور پر

[1] اسلامی علم حدیث پر الفرڈ کے ریمارک موثر مظہر ہیں "معمولا حدیث کے مواد میں یا پچھلے مصنفوں کی طرف ہمارے قدم بڑھانے میں ہمیں بہت بہت کچھ خاص اسباب ملے ہیں۔ جان کی زندگی کا سال حکمران شہنشاہ وغیرہ جس کے عہد میں انجیل لکھی گئی تھی۔ لیکن مسیحی راوی مسلمانوں کے مقابلے میں خصوصیات کے اظہار کرنے کے ہنر میں محض بندی ہیں کیونکہ یہ صفت مسلمانوں ہی کے طلسم قلم میں ہے کہ صدیوں کے گزرے ہوئے واقعات وہ اس طرح قلمبند کرتے ہیں گویا انکے سامنے ہی ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جزوی معاملات کی حکایتیں بھی بیان کر جاتے ہیں۔

(یہ اوپر کا نوٹ خود میور کا ہی لکھا ہوا ہے)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یاد رکھا ہوگا اور خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی بھی سُنکے یاد کرسکتے تھے اور اس طرح بعد ازاں وہ اس قابل ہوئے کہ معمولی صحت سے وہ باتیں لوگوں کے آگے دہرا دیں۔ مثلاً آپکے والد کی وفات اور بنی سعد کے خاندان کی ایک عورت کا آپ کو دودھ پلانا۔ اور آپ کی والدہ کا آپ کو لے کے مدینے روانہ ہونا۔ اور وہ مہم جب آپکے چچا سفر شام کو روانہ ہوئے تھے اور آپ بچہ ہی تھے۔ اور بھی ایک وسیع استثنیٰ عام اشخاص۔ اور قومی واقعات اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدائشی واقعات کی تائید میں ضرور کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کامل طور پر لوگوں کی توجہ اس طرف ضروری مائل ہوئی ہوگی۔ جبکہ اہل عرب کی مشائخانہ عادتیں اور اُنکے خاندان کے متعلق روح انکی یادداشت کے لیئے محکم گیر مساعد ہوگی۔ اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی ابرہہ حبشی حملہ آور سے گفتگو کرنا اس گفتگو سے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے سفر شام میں ایک راہب سے کی تھی واقعات اور حقیقت پر زیادہ تر مبنی ہے اور انکے سفروں کے متعلق واقعات میں کسیطرح شبہہ ہی نہیں ہے۔

اسی استثنیٰ میں کرسی نامے اُنکے تاریخی واقعات بھی شامل کرنے ہونگے جو کئی صدی سے محض یاد میں محفوظ رہتے چلے آئے تھے۔ عرب کی تاریخ میں یہ بھی ایک عجیب ندرت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں نظم قوت حافظہ کا اعلیٰ درجے کا جوہر اپنے ساتھ شریک رکھتی تھی۔ شعر کا چبے جوڑ کلام جب وہ گروہ میں پڑھا جاتا تھا تو بہت واہ واہ ہوتی تھی اور یہاں تک نوبت پونہچتی تھی۔ کہ بڑوں سے گزر کر بچوں کے نوک زبان وہ اشعار ہوجاتے تھے۔

اس قسم کی نظموں میں سرداروں کے نام۔ اُنکی شجاعت کے کارنامے۔ اُنکی پرجاہ وجلال عالی ہمتی۔ اُنکی بے نظیر نجابت۔ اُن کے اُونٹوں اور گھوڑوں کے افکار محفوظ ہوتے تھے۔ ان اشعار میں سے بہت سے اشعار قومی ہوگئے اور وہ نہ صرف ایک خاص قبیلہ کی تصدیق کرتے تھے بلکہ تمام عرب کے خاندان کی کیفیت اُن میں مندرج ہوتی تھی۔

اِس طرح نظم جو انکے اسلاف کے کرسی ناموں اور قومی ناموریوں کے یاد کرنے کا ایک جوش تھا۔ اور اُنکی قوت حافظہ کی یکتائی جو لسلاً بعد نسلاً اسی طرح صحیح وسالم چلی آتی تھی اور جس نے اِنکے آباواجداد کے صدیوں کے واقعات جزوی اور کلی اس طرح محفوظ رکھے کہ بعض

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صورتوں میں شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ ممکن ہے کہ جزوی معاملات یوں حرف بحرف صدیوں سے چلے آئیں اور اُن میں تغیر و تبدل آسکے واقع نہو۔ مگر جب دوسری شہادتوں اور اندرونی تطابق سے اسکی صحت کرتے ہیں تو حقیقت کھلتی ہے۔

(د) وقت کا دوسرا بیّن حصہ وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام زندگی میں داخل ہونے اور مکہ معظمہ کے فتح کرنے کے بیچ میں پڑتا ہے۔

یہاں بے شک دو مخالفانہ گروہ ہمیں ملتے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں فانی جدال وقتال کے لئے صف آرائی کرتے ہیں۔ جن کے بیانات ایک دوسرے کے مزاحم ہوتے ہیں لیکن اسی عرصہ میں یا اسکے کچھ دن بعد ایک گروہ کی بالکل بیخ و بنیاد اُکھیڑ کے پھینک دی گئی۔ ان کے سردار تقریباً تمام میدان کارزار میں کام آئے اور باقی ماندہ سرداروں پر فاتحوں کا قبضہ ہوگیا۔

اس لیئے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی ایک شہادت بھی نہیں پونہچی۔ نہ کوئی تنہا وکیل مسلمانوں کے افعال بیان کرنے کے لیئے بچا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے گروہ نے جو الزامات اُن کے ذمہ لگائے تھے اسکی وہ تدبیر کرتے اور اپنے اُوپر وہ عناد آمیز افترا پردازیاں عائد نہ ہونے دیتے۔

اس کے مقابل میں ہمارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلاف کوئی شہادت موجود نہیں ہے جس کا بے گناہی یا معصومیت اور انصاف کا یک طرفی دعویٰ شاید دوسرے طور پر قابل سوال ہو۔

حدیث کے باتیوں کی غیر محتاط اور بے خبر زبان اس کا کافی ثبوت دیتی ہے کہ جسوقت وہ اپنے دشمنوں کا ذکر کرتے ہیں اُنکی رائے گاہے گاہے غیر طرفدارانہ اور عادلانہ ہوتی ہے اور اپنے مخالفوں کی نسبت اُن کا فیصلہ ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا۔

(ذ) جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یکیوں کا عظیم الشان گروہ جو ہنوز اسلام کا مخالف تھا وہ ضرور ان بیانات کو جو اُنکے گروہ پر الزاماً بیان کیئے جاتے تھے اپنے پر سے ہٹا سکتا تھا۔ یہ بلا تامل قبول

لہ خود ابو سفیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری مقابلہ پر ایک پرجوش مسلمان بن گیا۔ اور اپنے ہی بیٹے کے جھنڈے کے نیچے پہلی شامی جنگ میں داد مردانگی دی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے پبلک آرائے کی ضلالت یا تخریب پر مسلمانوں کو ٹوکا تھا۔ مگر اسلام اور بانیٔ اسلام کا اُس میں کچھ ذکر نہ تھا۔ نہ انکے معاملات سے بحث ہوئی تھی۔ ان کا اثر اپنے ذاتی حالات کے محفوظ کرنے میں متوجہ ہوگا۔ اور شاید انکے احبا اور رشتہ دار حتی الامکان ان سے بحث پیش آتے ہونگے۔ لیکن ان کا یہ اثر اچھی طرح سے طرفدارانہ تھا۔ اس پر دھیان کرنا چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن جو ابتدائے زمانہ میں سخت مخالف تھے آپ کی زندگی ہی میں یا بعد ازاں تھوڑی مدت کے بعد دائرۂ اسلام میں آگئے۔

اس سے بہت پہلے کہ حدیثوں کا دریا بہنا شروع ہوا ہو۔ ان ہی لوگوں نے اپنے پکی عقائد بت پرستی کو خوف اور حقارت سے نظر کرنا سیکھا تھا۔ جب ایک مسلمان کی زندگی پر نظر ڈالی جائیگی۔ تو معلوم ہوگا کہ جہاں اسنے اسلام اختیار کیا۔ اور وہ اپنی ماقبل عادات وصفات کا جانی دشمن بن گیا۔

اُس نے حالتِ کفر میں گناہ کئے تھے لیکن جہاں اُس نے اسلام قبول کیا وہ خود اپنی نگاہوں میں اور دوسروں کی نظروں میں اور ہی شخص ہو گیا۔

نبی اللہ سے جو اُسنے دیوانہ وار مقابلہ کیا تھا اب وہ اُس کا بیان اچھی طرح کر سکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ ربانی پیغام نے اُس پر اور اُس جیسوں پر کیسی لعنت کی تھی۔ اس قسم کی شہادتیں ہیں کہ جو اس طولانی جھگڑوں کی ایک طرفی حکایت پر جو مسلمان اور بت پرستوں میں مکہ میں ہوا ہمیں جانچ کرنے کی راہ دیتی ہیں۔

(۳۵) یہ ہمپر لازم ہے کہ ہم نا انصافی کی اہلہی کا اندازہ کریں اور اس بیرحمی کو دیکھیں جو مخالفان نبی پر توڑی گئی تھی تاکہ بلا شرکت غیرے معاندانہ شہادت کی منہائی کر سکیں۔ ہم اور بھی ان مبالغہ آمیز توضیحات پر کہ مسلمان بت پرستوں نے سخت سخت مظالم توڑے شبہہ کر سکتے ہیں۔ مزید برآں اُن لوگوں کی تاریخ جو حالت کفر میں مکہ کی فتح سے پہلے مرے اور جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شربت مرگ چکھا بہت زور شور سے نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔ مثلاً ابو جہل اور ابو لہب پر ان کے نبی نے لعنت بھیجی۔ جس کا ذکر مسلمانوں نے بڑی دلیری سے کیا ہے۔ اِس دن تک ہر مسلمان کی زبان سے یہ آواز بلند ہوتی ہے "خدا اُن پر لعنت کرے کیونکہ وہ نبی اور اُسکے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خدا کے دشمن تھے"۔ وہ کونسی آواز ہے جو مومن کی پاکبازانہ مبالغہ آمیزی اور فضول گوئی کی اُسکے ملعون کاموں میں صحت کریگی۔ یا اُن ٹھیک ٹھیک مشتعل کرنے والے اسباب کو بتائے گی جو اُنھیں اپنے دشمنوں سے پہنچے تھے۔ فاجرانہ کوشش۔ مجنونانہ بدخصلتی۔ حضرت عمر کی تلوار تھی جو بار بار قسمت ملزم کی گردن پر پھرتی تھی ایسے گناہ پر جو بہت زیادہ قابل عفو تھا۔ اس خونخوار کارروائی نے اسلام کو نہایت خوفناک ثابت کر دیا۔

(ش) بعینہٖ وہی تخصیص اس شہادت پر عائد ہو سکتی ہے جو حوالئے مدینہ کے رہنے یہودیوں کے خلاف دی جاتی تھی جنھیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلاوطن کر دیا تھا۔ یا ان کا استیصال کر کے اُنھیں نیست و نابود کر دیا تھا۔

عرب کے مختلف قبیلے خواہ عیسائی تھے یا پیگن جن پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مختلف اوقات میں حملے کئے اُن کی بھی وہ ہی قسمت ہوئی جو اُنکے بھائی یہودیوں کی ہوئی تھی

(ص) مدینہ منورہ کی گندم نما و جو فروش یادل بہ داشتہ آبادی پر اسیطرح توجہ مائل ہو سکتی ہے۔ گویہ صورت دوسرے لباس میں اپنا جلوہ دیگی اور اس میں نئی قسم کا رنگ چمکے گا۔ جس آبادی نے پوشیدہ طور پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس ذاتی یا دنیاوی دعوی حکومت کی مخالفت کی تھی نبی نے اپنے ان دشمنوں سے مکہ معظمہ والوں کی طرح اپنی حفاظت کھلم کھلا جنگ کر کے نہیں کی۔ بلکہ اُنھیں بڑے ہنر سے زیر و زبر کیا۔ مدینہ والے مکی بت پرستوں کی طرح یکایک غائب نہیں ہو گئے۔ بلکہ رفتہ رفتہ جوں جوں اسلام کو قوت ہوتی گئی مدینہ سے ان کا استیصال ہوتا گیا۔ ہنوز احادیث کے راوی ان قبائل کے لیڈروں کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مورخ حامدانہ نظر سے انکے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

دوم - حدیث کا خود مضمون اور دوسرے راویوں کی نیتیں اور عام طور پر اسلامی ابتدائی سوسائٹی کی نظریں ہماری انکی معتبری پر جانچ کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ خاص منظر جس میں یہ بحث کیجائیگی۔ ذاتی۔ گروہی۔ اور قومی میل اور رغبت پر مبنی ہے۔

(ا) ذاتی سوءظن اور خود مطلبی نے مبالغہ آمیزی۔ جھوٹے رنگ اور نیز ایجاد اور گھڑت کو رونق دی۔ علاوہ نمایاں حالتوں کے جنھوں نے خاص مذکورہ صورت میں جلوہ کیا ہے اور یہی مضمون نیز

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

درجہ ہے جو خصوصیت سے اُس راوی سے تعلق رکھتا ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیس ہونیکا حوصلہ ہے۔ نبی کا نام واجب الاعتصام تعظیم اور اولوالعزمانہ نجابت سے ہر جمع کیئے ہوئے مضمون میں داخل کیا گیا ہے۔ نبی کی دوستی نے ایک رتبہ اور درجہ ایسا قائم کیا ہے جسے اسلام کی عالمگیر آواز نے قبول کر لیا ہے۔

اس ادب کا سمجھنا بہت مشکل ہے جو آپ کی ہواؤں۔ صحابہ اور ملازمین کا عام مسلمان کرتے تھے۔ ان سے بے انتہا باتیں دریافت کی جاتی تھیں انکے جوابات کو بلا عذر و اختلاف تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ تمام وہ لوگ جو نبی کا ذاتی علم رکھتے تھے اور خصوصاً وہ لوگ جنھیں آپ سے تعارف ہونیکا فخر حاصل تھا۔ اسلامی امرار کے دائرے میں بلا قیل وقال قبول کر لیئے جاتے تھے

اُس بے نظیر منظر کا خاکہ کھینچنے کے قابل ہے کہ جب یہ لوگ کوفہ اور دمشق کی مسجدوں میں صرف اپنی تصدیق سے حدیثیں بیان کرتے تھے تو کس شوق اور سرگرمی سے اُنھیں سُنا جاتا تھا۔ اور کس صدق دلی سے قبول کر لیا جاتا تھا۔ ایسی خصوصیت کی صفات کی خالص قیمت ان کو تتبع اور پیروی کی طرف اُبھارتی تھی۔

سر ولیم کے اعتراضات ختم ہو گئے۔ اب ہم اُسکے مختصراً جوابات دیتے ہیں کیونکہ میور کی طرح ہم طول نہیں دینگے مطالب تو بہت کم اور انشاپردازی زیادہ۔ یہ فرضی انشاپردازی کے اعتراضات اکثر یوروپی اور ہندوستانی عیسائیوں کے دستور العمل ہیں یہانتک کہ سیکلوپیڈیا برٹینیکا میں جہاں اسلام سے بحث کی ہے جو کچھ لیا ہے میور ہی کی تالیف سے لیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ کتاب میں جس شخص نے اسلام پر مضمون لکھا ہے کوئی معمولی یوروپی تو ہوگا نہیں۔ بہت بڑا فاضل اجل ہوگا جب اُسکی یہ کیفیت ہے تو بیچارے دیسی عیسائی کس گنتی میں ہیں۔

اصل میں میور کے تین بڑے اعتراض ہیں جس کو اُس نے ناحق اتنا طول دیا۔ اول یہ کہ آنحضرت کے وقت میں کوئی کتاب حدیث کی نہ تھی اور بعد ازاں جب قبائل میں اختلاف ہوا تو ہر شخص نے اپنی تائید کے لیئے حدیثیں بنالیں۔

نبی کے ایک صدی بعد حدیثیں جمع ہوئیں۔ اور چونکہ مسلمانوں کو اپنے نبی کی محبت اور ادب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بہت تھا اس لیئے جو شخص بیان کرتا وہ قبول کر لیا جاتا تھا۔ میرے خیال میں کل اعتراضوں کا ماحصل یہی ہے اور یہ ایسے بودے اور لغو اعتراضات ہیں جو اپنی لغویت کا خود اظہار کرتے ہیں۔

معترض چونکہ عیسائی ہے اس لیئے سب سے پہلے اُس کا فرض یہ تھا کہ اناجیل کی تحریرات پر بھی غور کر لیتا جو حضرت مسیح کے صدیوں بعد لکھی گئیں اور جن میں ایسے بیانات موجود ہیں جن کو ایک معصوم پیغمبر سے کوئی تعلق نہونا چاہیئے۔

انجیلوں میں کھلم کھلا یہودیوں اور فریسیوں کو گالیاں دی گئی ہیں اور مخالفوں پر تبرّے بازی کرنے کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا گیا ہے۔ کاش اس زمانے کے مخالفین میں سے کسی کی تحریر ہوتی تو حقیقت کھل جاتی۔

پادریوں نے اکثر کتب خانوں کو جلا دیا اور بعد ازاں وہ ظلم توڑا کہ کئی کئی ہزار آدمیوں کو ایک ایک حواری کے نام پر صلیب پر کھینچ دیا۔ پادریوں نے فتویٰ دیدیا تھا کہ جہالت نجات کی کنجی ہے اس فتوے کی بنا پر ہر خواندہ شخص کے لیئے کفر کا تحفہ موجود تھا اور پھر وہ قتل کر ڈالا جاتا تھا۔ نیک نہاد مورخ سر ولیم میور نے اس طرف سے تو بالکل آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور اپنی انشا پردازی کے زور میں اناپ شناپ جو چاہا لکھ مارا۔

ہم الزامی جواب دینا پسند نہیں کرتے کیونکہ اس میں ایک محقق کی کمزوری پائی جاتی ہے ہم موجودہ اناجیل کو بڑے بڑے جید پادریوں کے مقابلے میں محرف ہی نہیں بلکہ از سرتا پا فرضی ثابت کر چکے ہیں۔

حیدرآباد کی تعلیم یافتہ جماعت اسکی گواہ ہے کہ دو تین جلسوں میں خاص کاسما پولیٹن ہوٹل میں پادری گولڈ اسمتھ اور اُن کے مددگاروں نے کیسی مونہ کی کھائی تھی اور آخر میں اُنھیں مجبوراً اس بات کا اقرار کرنا پڑا تھا کہ انجیلوں کا بہت سا حصہ محرف ہے

الحمد للہ اللہ نے ہمیں زبان و قلم دونوں ہی عنایت فرمائی ہیں ہم نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں جبکہ مقابل میں پادری گولڈ اسمتھ اور اُن کے کل مددگار موجود تھے اور مسلمان تعلیم یافتہ اشخاص کا ایک عظیم گروہ حاضر تھا۔ علی الاعلان یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم انجیلوں کی تحریف کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہیں مانتے بلکہ ہمیں اس میں کلام ہے آیا انجیل کی کوئی آیت بھی حضرت مسیح کا مقولہ ہے یا نہیں ہم نے صاف طور پر کہدیا تھا۔

"وہ دہن کا ذکر کیا یاں سرے ہی غائب ہے گریباں ہے"

پادری صاحب اور اُن کے مددگاروں نے جنھیں ہمنے اپنی عالی حوصلگی سے بولنے کی اجازت دیدی تھی بہتیرا زور لگایا اور جواب دیئے مگر وہ تمام جواب مثل روئی کے دھنک دیئے گئے اور ابھی تک حیدرآباد کا مشن اور مسلمانوں کی تعلیم یافتہ جماعت اِس مناظرے کو بھولی نہیں ہے۔ اُس وقت کے دکھنی اخبارات اس بیان سے بھرے ہوئے ہیں کہ پادری گولڈ اسمتھ اور اُسکے مددگاروں نے ایسی منہ کی کھائی کہ تمام عمر یاد رکھیں گے۔

اسیطرح بشپ لیفرائے صاحب دہلی کے مناظرے کی کیفیت بخوبی جانتے ہیں ایک بار اُنھوں نے مجبور ہوکے خود اقرار کیا تھا کہ اس کا جواب خداوند مسیح سے دریافت کرکے بیان کروں گا۔ اور وہ ایک فاش شکست کھاکے شب بھر بکرسٹ ہال میں رہے اور صبح کو بادل حزاں اپنی کوٹھی پر تشریف لیگئے میور صاحب معلوم احادیث پر کیا اعتراض کرینگے۔ اُنکے بڑے بڑے پیشوا اس بات کے ثابت کرنے میں کہ موجودہ اناجیل میں ایک قول بھی حضرت مسیح کا ہے عاجز آگئے ہیں۔ اور اب بھی ہم موجود ہیں۔ جس پادری اور مسیحی مذہب کے زبردست محقق کا جی چاہے خواہ کسی شہر میں عام جلسہ کے اندر اس بات کو ثابت کرنے کو اناجیل موجودہ میں ایک قول بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا ہے۔

ممکن نہیں ہے جمکن ہرگز نہیں ہے ممکن
ہونا نہیں کبھی یہ ہوجائے گر قیامت

اس لیئے ہم اس کو بہت چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں کہ اناجیل موجودہ کا غلط ہونا ثابت کرکے الزامی جواب کی پیش دستی کریں۔ ہم سر ولیم میور صاحب بہادر کو محققانہ جواب دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ کل اعتراضات کیسے منہ کے بل گر پڑتے ہیں اور ان نکتہ چینیوں کا پردہ کس طرح اُٹھادیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کی زبان پر یہ ہو۔

بزیر جامہ نہاں کردہ برص لیکن بچشم اہل بصیرت برہنہ می آئی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سر ولیم میور صاحب نے اپنے اعتراضات کو جس صورت سے طول دیا ہے وہ اگرچہ دیکھنے میں زیادہ دلچسپ اور تحقیق علمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے لیکن ایک محقق کی نظر میں اُن کل طول طویل اعتراضات کا اصل مدعا صرف چند الفاظ میں ادا ہو سکتا تھا یعنی انکی ساری تحریر کا مفہوم یہ ہے کہ جسکو ہم پھر ذرا وضاحت سے بیان کرتے ہیں محمد عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نبوت کا بہت سا حصہ چونکہ پریشانی میں گزرا اور جب کہ آپ کم گو مشہور تھے اس لیے اس کثرت سے آپکے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ دوسرے آپکے زمانہ محمود و مسعود میں حدیثوں کا دفتر منضبط نہیں ہوا تھا۔ دوسرے مسلمانوں کو اپنے آخر الزماں نبی سے اسقدر محبت تھی کہ جس شخص نے جو کچھ رسول اللہ کے نام سے بیان کیا وہ پرشوق سامعین نے بلا حجت و دلیل بے کم و کاست قبول کر لیا۔ تیسرے مسلمانوں میں کوئی معیار ایسا نہیں قرار دیا جس سے احادیث نبوی کی صحت اور غیر صحت معلوم ہو سکتی چوتھے ملکی لڑائیوں اور خاندانی اختلافات کی وجہ سے حدیثوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی۔

قریب قریب فاضل مسیحی مورخ کے کل طول طویل اعتراضوں کا مفہوم یہی ہے جو ہم نے چند الفاظ میں اُوپر ادا کر دیا۔ یقیناً اس کا جواب دینا کچھ بھی مشکل نہیں اگر ہم ایک ایک فقرہ کو نقل کر کے اُس کا مفصل جواب دیں تو ایک پوری جلد صرف جوابات کی تیار ہو جائے مگر ہم ایسا نہیں کرینگے۔ ہم کوشش کرینگے کہ نہایت مختصر پیرایہ میں کل اعتراضوں کے جواب آجائیں کیونکہ ہمیں حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی شروع کرنے ہیں اور ہمنے اسبات کا تہیہ کر لیا ہے اگر خدا نے ہمیں توفیق دی کہ آپکے حالات زندگی اس بسط و شرح سے لکھے جائیں کہ کوئی پہلو آپ کے تبلیغ نبوت۔ آپکے اخلاق و الاصفات۔ آپکے عالی شان تمدن۔ آپکی پاک معاشرت۔ آپکے مقدس غزوات آپ کا طرز کلام۔ آپکی نشست و برخاست وغیرہ کا باقی نہ رہے۔ اور جب تک دنیا میں اُردو زبان قائم ہے۔ آپکے حالات کے بیان میں کسی دوسری کتاب کے لکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگرچہ ہمارا یہ دعوے بہت بڑا ہے مگر خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ہمنے اپنی یہ آرزو ظاہر کی ہے اور ہم اُس وحدہ لاشریک سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی توفیق عنایت فرماوے کہ ہم اپنی آرزو میں کامیاب ہوں۔ آمین ثم آمین۔ اے آفتاب و چاند اور کل سیاروں کے پیدا کرنے والے اے لا انتہا کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھنے والے مجھ عاجز بے بضاعت کمزور لایعقل پر نظر رحمت کر۔ تیری ادنیٰ توجہ سے بڑے بڑے اہم مسائل جن میں مشہور حکماء کی عقلیں چکر میں آجائیں آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔

CC-0. INFACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سب سے پہلے میور صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا کام زیادہ تر تلوار سے رہا ہے اس سبب سے وہ مذہبی یا ملکی انتظامی معاملات کی تکمیل نہیں کر سکتے تھے۔ یہ اعتراض محض خواب بے بنیاد ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل حضرت مسیح کے ڈھائی تین سالہ خلافت میں اگرچہ جنگیں جاری رہیں۔ لیکن مذہبی اور انتظامی امور کا انصرام اسلام کے پایہ تخت مدینہ میں برابر ہوتا رہا۔

خلیفہ خود مدینے میں رہتے تھے اور سپہ سالار باہر جنگ کرنیکے لئے بھیجدیئے جاتے تھے۔ اس طرز فتوحات کا نام اگر نیم وحشت ہے جیسا میور لکھتا ہے تو دنیا میں کبھی شائستگی نظر نہیں آسکتی۔ یہ بھی غلط ہے کہ طولانی سفروں سے مقاصد دین میں کچھ فرق آسکتا ہے۔ باہمی لڑائیوں نے بھی جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے روایات یا حدیثوں کے جمع کرنیوالوں پر کچھ بھی اثر نہیں ڈالا۔ نہ سلطنت کا کچھ دباؤ تھا اور نہ خاندانوں کی تبدیلی کا۔

رہا یہ کہ وہ نسلیں جو حضور انور کے بعد وصال پیدا ہوئیں زیادہ گرویدہ دکھائی دیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اُن کے دل میں اسقدر بڑھی کہ جہاں کسی مسلمان نے یہ کہا کہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا ہوں وہ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ اس بات کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتی کہ اس غیر معمولی شوق کیوجہ سے حدیثوں کا دریا اُمنڈ پڑا اور مسلمان اندھے ہو گئے۔ اور حدیثوں کے راویوں نے تو دے طوفان بنا کے کھڑے کر دیئے۔

اس بات کا ہم اعتراف کرتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں جعلی بنائی گئیں۔ جس طرح کہ تین سو ستر کے قریب حضرت مسیح کے فرضی حواریوں نے انجیلیں تصنیف کر کے عام آدمیوں میں رواج دی تھیں اور پھر تحقیق ہوتے ہوتے اور چھنتے چھنتے صرف چار حواریوں کی انجیلیں معتبر شمار ہوئیں۔ اسیطرح احادیث بھی موضوع ہوئیں۔ لیکن جب خداوند تعالیٰ نے محقق اور پاکباز مسلمان ایسے پیدا کئے جنھیں کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی قوت تھی اُنھوں نے تمام اسلامی ممالک میں چکر لگا کے کثرت سے احادیث جمع کیں اور ایک گراں بہا تحقیق کے بعد اُس میں سے سچی حدیثوں کا انتخاب کر لیا اور کھری کھوٹی حدیثوں کے جانچنے کا ایسا معیار قائم کر دیا جو قابل وقعت اور اعتبار دونوں ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگر تمام اسلامی فرقوں کی حدیثیں جمع کیجائیں اور اُنکو باہم تطبیق

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دیجائے تو ایک بڑا دفتر احادیث کا صحیح انتخاب ہو سکتا ہے

حضور انور کے حالات۔ صحابہ کی زندگی اور روشن ہدایات میں کچھ بھی اختلاف نہیں ہے۔ جس طرح سنیوں کی کتابوں میں غزوات اور حالات نبی اکرم کا بیان ہے۔ اسیطرح شیعی۔ خارجی اور معتزلیوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ صحابۂ راشدین کی تعریف ہر فرقہ کرتا ہے۔ شیعوں کی معتبر کتب حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی کے محامد و مناقب موجود ہیں۔ اور جو بزرگی ان صحابہ کی سنی تسلیم کرتے ہیں، وہی بزرگی قدیم شیعی علماء نے بھی تسلم کی ہے۔ خارجی بھی اس سے منکر نہیں ہیں۔

مذہبی اصول پر اختلاف احادیث سے کوئی اثر نہیں کیا۔ کیونکہ قرآن مجید ہر گروہ میں مسلم اور بے کم و کاست موجود ہے۔ شیعی بھی اسکو کلام خدا سمجھتے ہیں۔ اور سنی اور خارجی اور معتزلی بھی۔ جو حدیثیں کسی فریق میں ایسی ہیں جن سے قرآن مجید ہم زبان نہیں ہے وہ حدیثیں فی الحقیقت مردود اور جعلی ہیں۔ کل فرقہائے اسلام کی احادیث یکزبان ہو کے اصول کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً پنجوقتہ نماز میں شیعی۔ سنی۔ خارجی اور معتزلی۔ میں کوئی فرق نہیں۔ صدقہ۔ زکوٰۃ وغیرہ میں قریب قریب کل فرقے ہم آہنگی کرتے ہیں۔ حضور انور کی روشن ہدایتیں بے کم و کاست سب میں یکساں چلی آتی ہیں۔ صحابہ کے آثار پر سب کا ایمان ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل انشاء اللہ حضور انور کی سوانح عمری میں موقع بموقع پوری آجائیگی۔

جہاں مسلمانوں کو محبت کی وجہ سے اپنے نبی کے حالات سننے کا شوق تھا وہاں ساتھ ہی ساتھ اُن میں تحقیق کا مادہ بھی موجود تھا۔

میر صاحب نے یہاں ناقابل معافی غلطی کی ہے کہ مسلمانوں کی محبت سے تعرض کر کے انھیں اندھا مقلد بنانا چاہا ہے مگر یہ انکی عمداً حق سے چشم پوشی ہے اگر وہ ایسا خیال کریں۔ مسلمانوں نے اپنے ہادیٔ برحق سے محبت کر کے کچھ جرم نہیں کیا۔ نہ انکی محبت تحقیق کے لیے کبھی مانع ہوئی۔ انکی آزادی تو یہانتک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک معمولی بڑھیا خلیفۂ وقت کو ٹوک دیتی تھی کہ فلاں بات صحیح نہیں ہے۔

اگر مسلمانوں میں آنکھ بند کر کے اسیطرح سننے کا شوق ہوتا تو کیوں ہزاروں بلکہ لاکھوں حدیثیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مردود کردی جاتیں اور کیوں اُن احادیث کو معیار سے جانچا جاتا۔ یہ ایک عظیم بہتان ہے جو مورخ نے مسلمانوں پر لگایا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فاضل مسیحی مورخ کو پیروان دین محمدی کا غیر معمولی عشق دیکھ کے اس لیئے حسد ہوا ہوگا کہ حضرت مسیح کے حواری اپنے خداوند سے بدظن اور اُسکے دشمن تھے اور جس حواری سے آپ بہت محبت فرماتے تھے اُس نے چند پیسوں میں آپ کو فروخت کر کے یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ اور صلیب پر کھچوا دیا۔ اور باقی سب وقت پر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اس قدر حضرت مسیح کو ستایا۔ اور پریشان کیا کہ بیچارے دق ہو ہو کے کہتے تھے "ہٹ جاؤ اے بے ایمانو! میرے پاس سے تم میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تم میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا تو تم پہاڑ سے کہتے سرک جا وہ اپنی جگہ سے سرک جاتا" اپنے خداوند اور اُسکے حواریوں کی یہ کیفیت فاضل مورخ ملاحظہ کر چکا ہے اس لیئے اسکو اس غیر معمولی عشق سے حسد ہوا۔ جو صحابہ یا بعد کی نسلیں اپنے ہادیٔ برحق سے رکھتی تھیں۔

یہ محض غلط اور بے دلیل دعویٰ ہے کہ کسی کی غیر معمولی محبت عیب و صواب دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔ محبت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

ایک تو وہ محبت جو کسی دنیاوی غرض سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ محبت بیشک اندھا بنا دیتی ہے۔ اور کسی کام کا نہیں رکھتی۔

دوسری محبت دینی تعلق سے ہوتی ہے اس محبت میں انسان کا ضمیر روشن رہتا ہے۔ انسان کی قوت مدرکہ اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ حواس خمسہ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ تحقیق کی طرف طبیعت دوڑتی ہے اور احتیاط کی عادت اس قدر پڑ جاتی ہے کہ اپنی بے انتہا عرق ریزی اور تحقیق پر بھی بھروسا نہیں ہوتا اور ہر وقت انسان خائف رہتا ہے۔

مثلاً جب خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے درخواست کی ہے کہ میں آپکی موطا کو کعبہ کے دروازے پر لٹکا دوں اور حکم دیدوں کہ ان ہی احادیث کی پیروی کریں جو اس میں جمع کی گئی ہیں تاکہ ایک ہی قسم کی احادیث کا رواج ہو جائے۔

یہ سنتے ہی امام مالک ڈر گئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ایسا کبھی نکرنا ممکن ہے اور مسلمانوں کے پاس ان سے بھی زیادہ صحیح احادیث موجود ہوں اور اُنکے ترک کرانے کا عذاب مجھے بھگتنا پڑے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دیکھا یہ احتیاط تھی اور یہ خوف تھا۔ اس واقعہ سے ہمارے اس قول کی پوری تصدیق ہو گئی کہ جو محبت اللہ کے واسطے کی جاتی ہے اس میں احتیاط اور خوف اول درجہ کا ہوتا ہے۔ تحقیق میں بے انتہا عرق ریزی کی جاتی ہے لیکن اُس پر تکیہ نہیں کیا جاتا۔ روزمرہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس عشق کے متوالے جنکی نسبت حضرت مولنا روم نے یہ لکھا ہے

این نہ عشق است انیکہ در مردم بود این فساد از خوردن گندم بود

اندھے ہوتے ہیں اور اپنے اندھے پن میں ذلیل و نامراد رہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن کی محبت میں پاکبازی۔ صداقت۔ اور صفائی ہو اُس میں نہ اندھاپن ہوتا ہے اور نہ غلاظت۔ وہ عشق سخت محتاط بنا دیتا ہے اور جب محتاط ہو گئے تو پھر تحقیق حالات مقدم ہے۔

عام طور پر لوگ عشق اور اُسکے نتائج غلط سمجھے ہوئے ہیں۔ اسیطرح میور کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ عشق کے معنے یہ نہیں ہیں جو میور نے اندھی تقلید کے پیرائے میں ظاہر کیئے ہیں عشق کے معنے ہیں اپنی پوری قوت مدرکہ اپنی روشن ضمیری اور اعلیٰ دماغی کو پاک جذبات قلب کے ساتھ ایک نامعلوم امر کی تحقیقات کی طرف متوجہ کر دینا۔ بس عشق کی تعریف سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی رہے نتائج وہ خود بخود وقتاً فوقتاً پیدا ہو جائینگے۔ اور جو انکشافات ظہور میں آتے جائیں گے عشق کی آگ پر تیل پڑتا جائیگا۔ طبیعت مزید تحقیقات کے لیئے آگے بڑھے گی اور ہمیشہ صدہا منازلِ تحقیق طے کرتی رہے گی۔

فاضل مسیحی مورخ نے اپنے خیال میں بات تو بہت بڑی نکالی تھی کہ مسلمانوں کے غیر معمولی عشق نے جو اُنھیں اپنے نبی سے تھا اُسکے منہ پر تحقیق کا دروازہ بند کر دیا مگر کچھ بن آئے بن نہ پڑی اور اُس بیچارے کا یہ اعتراض منہ کے بل آ پڑا۔

اسکے بعد میور صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب فتوحات اسلام کو ترقی ہوئی اور جدید نسلوں کی ضرورتیں بڑھیں تو قرآن مجید ناکافی تصور ہوا اور غل مچگیا کہ قرآنی اُصول کو وسعت دیجائے۔ اور حضور انور اسی سے حکمرانی کرتے تھے اور ابھی تک قرآن ہی علم الٰہی۔ امور سیاسیہ اور قانون کا اصل الاصول تھا۔

یہ بھی محض غلط ہے۔ میور صاحب نے اپنی لاعلمی کیوجہ سے خود دھوکا کھایا ہے یا عمداً اپنی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لاعلمی ظاہر کرکے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے کہ لوگ دھوکے میں آجائیں۔ حضور انور نے معاملات ملکی میں زبردستی قرآن مجید کو دخل نہیں دیا آپ نے ہمیشہ اپنے عاملوں یا گورنروں کو عہدہ پر جاتے وقت یہ ہدایت فرمائی ہے کہ قرآن و حدیث میں جو بات نہ ملے تم اپنی رائے سے مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ اس سے زیادہ آزادی رائے کی قدر اور مذاہب نے کب کی ہے یہی حکم تھا جس نے اسلام میں ہزاروں علما پیدا کر دیئے اور مسلمانوں کے ایک عظیم گروہ نے قیاس اور اجتہاد پر اپنا کلی اعتماد ظاہر کیا۔

اس کے بعد مناسب ہے کہ چند موٹی موٹی باتوں کا بالتفصیل جواب اور بھی دیا جائے اگرچہ ہمنے یہ التزام کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضور انور کے واقعات زندگی کے سلسلہ میں فاضل مسیحی معترض کے ایک ایک اعتراض کا جواب ہو جائے گا لیکن تو بھی تمہید ہی میں مختصر جواب دیدینا کچھ نامناسب نہیں ہے چنانچہ سر ولیم میور لکھتے ہیں "بوڑھے شہزادے کی شہادت پر الخ (دیکھو صفحہ ۲۵ سیرۃ الرسول) یہ محض غلط اور بے سروپا دعوے ہے کہ حضرت علی نے سلطنت کی یک جہتی کو پارہ پارہ کر دیا تھا لڑائی اور باہم خونریزی ہوئی لیکن کسی فریق نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں حدیثیں نہیں پیش کیں بنا صرف اس خونریزی کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی فریق مخالف یہ کہتا تھا کہ حضرت علی کو تخت خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لینا چاہیئے تھا اور حضرت علی یہ فرماتے تھے کہ مجھ میں ابھی اتنی قوت نہیں ہے کہ میں انتقام لیسکوں۔ مگر یہ تعجب سے دیکھا جائے گا کہ دینی لحاظ سے سب باہم متفق تھے اور جب باہم صلح ہوئی ہے تو جھنڈے پر قرآن مجید آویزاں کیا گیا تھا۔ بنی اُمیہ نے حضرت علی کی خلافت کے خلاف کبھی حدیثیں نہیں پیش کیں اور نہ حضرت علی نے کوئی حدیث اپنی تائید میں وصرائی نہ بنی اُمیہ نے احادیث کی کوئی کتاب ترتیب دی اور نہ بنی فاطمہ نے۔ مدت تک خونریزی ہوتی رہی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور پھر آپ کے چند نوجوان خاندانی آدمیوں کی شہادتوں نے جو وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوئیں احادیث نبی کریم پر اپنا مخالف و موافق کچھ اثر نہیں کیا۔ اسلام میں اگر کچھ رخنہ اندازی پڑی بھی تو صرف چند یہودیوں اور آتش پرستوں کی وجہ سے پڑی جنھوں نے بظاہر اپنے کو مسلمان کہا اور وہ در پردہ اپنے مذہب پر قایم رہے۔

رہے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں عبداللہ بن سبا یہودی یمن کا رہنے والا پہلا مفسد ہوا ہے جس نے ابتدا میں غلط روایات بیان کرکے شورش ڈالدی تھی مگر بعد ازاں اس کی خوب گت بنائی گئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور اس کی بیان کردہ روایتوں کا تار تار الگ کر دیا گیا۔ عبداللہ بن سبا یہودی نے سب سے پہلے یہ کارروائی کی کہ چند اپنے ہمخیال آدمی ساتھ لیکے مدینہ میں آیا اور حضرت علی سے یہ کہا آپ ہی مستحق خلافت ہیں اور آپ کے خاندان کے سوا کسی کو بھی خلافت نہیں پہنچ سکتی یہ سنکے حضرت علی بہت افروختہ ہوئے اور آپنے حکم دیدیا کہ عبداللہ بن سبا آیندہ ہمارے سامنے نہ آئے یہ مسلمانوں میں فساد کرانا چاہتا ہی۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہی بدمعاش یہودی حضرت عثمانؓ کے قتل کا باعث ہوا تھا اور اسی نے اس گروہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے کو شیعان علی کہنے لگا۔ حضرت علی کی فوجوں میں چلا گیا اور سپاہ کو بہکانا شروع کیا اور ان کے دلوں میں فریق مخالف کی طرف سے دشمنی کا بیج بو دیا۔ یہ بدنصیب یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمانہ خلافت سے اپنی بدمعاشی دکھا رہا تھا لیکن اس زبردست خلافت میں تو وال نہیں گلی اور اب اس پُر آشوب زمانہ میں اس کو موقع ملگیا۔ اگرچہ ایک دفعہ حضرت علی نے اس یہودی کو اپنے کیمپ میں سے پٹوا کے نکالدیا تھا لیکن یہ بدسرشت برابر اپنی بدمعاشی پر قایم رہا اور اس نے مسلمانوں میں کئی گروہ پیدا کر دیئے۔

جو ملکی لڑائیاں مسلمانوں میں ہوئیں ان سے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑا کیونکہ طرفین ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے تھے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؓ نے اپنے قاتلوں کو بھی مسلمان کہکے پکارا ہی۔ جب ان لڑائیوں سے مذہب پر کچھ اثر نہیں پڑا تو پھر حدیثوں میں تراش خراش کی پیدا ہونے کی کیا ضرورت تھی جتنی جعلی حدیثیں بنیں وہ سب یہودیوں اور آتش پرستوں کی گڑھی ہوئی ہیں جنھیں ہمارے محقق علماء نے مجروح کرکے خارج کر دیا۔

صحابہ کی باہمی مخالفت کی کہانیاں بالکل غلط ہیں ان میں اختلاف خیال ضرور تھا جو لازمہ قانون قدرت ہی مگر اس کو نادان دشمنی پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنیؓ اور شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور کل صحابہ باہم متفق و متحد تھے اور ایک دوسرے پر جان نثار کرتے تھے۔ اس اتفاق سے ثابت ہوتا ہی کہ کبھی کوئی جعلی حدیث نہیں بن سکتی تھی۔ فاضل مسیحی مورخ نے خلفا میں باہم مناقشہ ثابت کرکے فائدہ اٹھانا چاہا ہی مگر وہ اپنی مراد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت علی کا حضرت عمرؓ کی نسبت بعد از وفات تعریفی الفاظ فرمانا۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہی۔

"در کتاب موافقۃ الصحابہ مذکور است کہ علی بن ابی طالب بخانہ عمر بعد از فوت و

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قبل از غسل او در آمدہ گفت ای عمر خدائے عزّ وعلا بر تو رحمت کناد کہ من غیر از تو
ہیچکس را امیدوار نم کہ صحیفۂ اعمال من موافق جریدۂ افعال او باشد تمنائے آں دارم کہ ملاقات
من با حضرت پروردگار مثل ملاقات تو با او باشد وظن من آنست کہ خدائے تعالےٰ
ترا از جمیع خویش وخلیل او یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جدا نہ سازد زیرا کہ من
بسیار از رسول شنیدم کہ می فرمود کہ من و ابوبکر وعمر چنیں کردیم وچنیں رفتیم وتو پیوستہ
در ذکر ثالث ایشاں بودے خدائے عزّ وعلا ترا بیامرزاد پس خطاب کہ با یات
بیّنات او عالم بودے وبغیر از او جل ذکرہ از ہیچکس بیم نداشتے ودر اجرائے حکم جانب
ہیچ احدے ملاحظہ نفرمودے بحق جواد بودے وبباطن بخل می ورزیدے از دنیا فقیر
بودے وبآخرت غنی (روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۵۵)

جب یہ اتحاد اور اتفاق ثابت ہی پھر کوئی وجہ یہ خیال کرنے کی نہیں ہی کہ حدیثیں وضع کی گئی ہوں۔ اور سر ولیم میور نے جو یہ لکھا ہی کہ حضرت عثمان غنی نے حکم دیدیا تھا کہ جو حدیثیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے بیان ہو چکی ہیں اُن کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ بیان کی جائے اگرچہ اس قول کی کہیں سند نہیں ملتی لیکن اس حکم کو یقین کرنے کے بعد بھی ہمارے دعوے میں کوئی کمزوری نہیں پیدا ہوتی۔ عبد اللہ بن سبا اور اس کے مفسد ساتھی موجود تھے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے خلاف سرگوشیاں ہونے لگی تھیں ممکن ہی کہ فریق مخالف نے آپ کی خلافت کے خلاف جعلی حدیثیں بنالی ہوں اور امن میں خلل ڈالنے کے لئے وہ ان جعلی حدیثوں کی شہرت دیتے ہوں اور بات قطعی یہی ہی آپ کا یہ حکم دینا کہ سوائے اُن حدیثوں کے جو پیشتر وظیفہ بیان کر گئے ہیں کوئی حدیث نہ بیان کی جائے اس بات کی شہادت ہی کہ مفسدوں کی فتنہ پردازیاں اعتدال سے بڑھ گئی تھیں۔ یہ تو ماننا پڑیگا کہ ان مفسدوں نے مسلمانوں میں خونریزی بہت کرائی اور اختلاف بھی خوب ڈالا مگر الحمد للہ کہ کوئی اصولی اختلاف وہ اسلام میں پیدا نہ کر سکے جیسا مسیحی فرقوں میں ہی اللہ تعالےٰ نے جو اسلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہی یہ اُسی کا صدقہ ہی کہ ان ملکی لڑائیوں اور مختلف گروہوں کے پیدا ہونے کے بعد بھی اسلام کے اصول میں ذرا بھی اختلاف نہیں آیا۔ قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھتے ہیں۔ نماز کو روزہ کو زکوٰۃ کو فرض جانتے ہیں نبی کو اپنا نجات دہندہ یقین کرتے ہیں خدا کو ایک قادر جانتے ہیں اور اسکو مشکلکشا مانتے ہیں۔ معبودانِ باطل کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کا ایمان ہی کہ سور کا گوشت۔ شراب اور جوا

CC-0. INTACH Kashmir, Digitized by eGangotri Trust

حرام اور فعل شیطان ہے۔ نکاح۔ طلاق اور تمدن کے جو اصول ہیں سب پر کل فرقہ ہائے اسلام کا اتفاق ہے۔ پھر یہ کہنا کہ جعلی حدیثیں بن گئیں اور انہوں نے مسلمانوں میں اختلاف ڈالدیا محض غلط اور لغو ہے۔

اب رہا اختلاف یہ فروعی ہے اسلام کو اس سے کچھ تعلق نہیں یہ سب خیالی اور ملکی جھگڑے ہیں جن سے اسلام بہت دور ہے۔ مثلاً شیعوں اور سنیوں کا جھگڑا کہ حضرت علی بلافصل خلیفہ ہیں یعنی پہلے انہیں خلافت ملنی چاہئے تھی وہ نہ ملی میں کہتا ہوں کہ اسلام کا ان باتوں سے تعلق کیا۔ حضرت علی پہلے خلیفہ ہوتے تو اصول اسلام میں کوئی تبدیلی نہ پیدا ہوتی اور چوتھے خلیفہ ہوئے تو کوئی خرابی نہیں پیدا ہوئی۔ نفس اسلام کو صحابہ کی خلافت سے بحث کیا وہ ملکی معاملات تھے صحابہ کی کثرت رائے سے خلیفہ بنایا جاتا تھا اس میں کیا کسی کا دبنا آتا ہے کہ پہلے حضرت علی کی طرف کثرت رائے کیوں نہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ اور ان کے علاوہ اور ہزاروں صحابہ شہید ہوئے تو پھر اسلام کو ان شہادتوں سے کیا تعلق ہے جبکہ ان شہادتوں سے اسلام کے اصول میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی پھر کیوں ان شہادتوں پر مذہبی رنگ کی افشاں کی جائے ہم اس کے مجاز ہی نہیں ہیں کہ ان شہادتوں کو حق و ناحق کہیں اس کا مجاز خود خداوند تعالیٰ ہے وہ اُن کے رتبے آخرت میں بلند کرے گا کیونکہ ہر متنفس کا معاملہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے۔ اگر صحابہ میں باہم اتفاق تھا تو اُن کے لئے تھا باہمی نا اتفاقی تھی تو ان کے لئے تھی ہم کون کہ ہم اُن کے اتفاق و نا اتفاق سے اپنی کوٹھریوں میں بیٹھ کے بیہودہ نتائج استنباط کیا کریں۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ان امور سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور میں اسی لحاظ سے یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ الحمدللہ اسلام میں اصولی اختلاف نہ اب ہے اور نہ کبھی ہوا۔ اور اصولی اختلاف ہو کیونکہ سکتا تھا جبکہ قرآن مجید ہر فریق اسلام کے آگے کتاب اللہ ہے اور کسی نے اس کے کتاب اللہ ہونے میں کبھی اختلاف نہیں کیا۔ اب میں صحابہ اور تابعین کے اختلاف فروعی کے اسباب بیان کرتا ہوں جس سے بہت صاف طور پر احادیث کا فروعی اختلاف سمجھ میں آجائے گا۔

پہلا باب

صحابہ اور تابعین کے درمیان فروع میں اختلاف ہونے کے اسباب

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ محمود و مسعود میں فقہ مدوّن نہیں ہوئی تھی اور اس زمانہ میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فقہا کی بحث کی طرح احکام میں بحث نہیں تھی کیونکہ فقیہ نہایت کوشش سے ارکان و شرائط و آداب غرض ہر ایک کو جدا جدا دلیل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور اُن فرض کی ہوئی صورتوں پر کلام کرتے ہیں اور جو قابل تعریف ہے اُس کی تعریف بیان کرتے ہیں اور اُن فرض کی ہوئی صورتوں پر کلام کرتے ہیں اور جو قابل حصر ہے اُس کو حصر اور احاطہ کرتے ہیں اور اعلیٰ ہذا القیاس لیکن حضور کے وقت میں یہ بات نہیں تھی آپ وضو فرماتے تھے اور صحابہ بھی اسی طرح وضو کرنے لگتے تھے اس کا ذکر ہی نہ تھا کہ یہ فرض ہے اور یہ مستحب ہے۔ اسی طرح آپ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو دیکھ کے اسی طریقہ سے نماز پڑھنے لگتے تھے۔ حضور انور نے حج کیا اور لوگوں نے حضور کا حج دیکھا پس جسطرح آپ نے حج کیا اسی طرح اُنہوں نے کیا اور حضور کا اکثر حال یہی تھا۔ آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ وضو میں فرض چھ ہیں یا چار ہیں اور آپ نے وضو میں موالات کی بھی کوئی قید نہیں لگائی۔

ایسی چیزیں حضور انور سے لوگ بہت کم دریافت کیا کرتے تھے روحانیت کو ان باتوں سے کیا علاقہ ہے عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی کہ وہ حضور انور کے صحابہ سے بہتر ہو اُنہوں نے تمام عمر میں حضور انور سے صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے تھے یہ سب سائل قرآن مجید میں موجود ہیں۔ عبداللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ اصحاب نبی کریم اس بات کا سوال ہی نکرتے تھے جو اُنہیں فائدہ بخش نہ ہو۔

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جو چیز موجود نہیں تھی اُس کے متعلق کبھی ہم نے حضور انور سے سوال ہی نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص پر لعنت کیا کرتے تھے جو ایسی چیز سے سوال کرے جو موجود نہ ہو۔ قاسم سے جب پے در پے سوالات ہوئے تو انہوں نے جھنجلا کے کہا کہ تم ایسی چیزیں دریافت کرتے ہو جو ہم نہیں پوچھا کرتے تھے اور تم ایسی چیزوں سے کاوش رکھتے ہو جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے اور اگر ہم اُن کو جانتے تو اُن کا چھپانا ہمیں جائز نہ تھا۔

عمر ابن اسحاق نے فرمایا ہے کہ حضور انور کے اصحاب کی طرح میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو سہولت میں زیادہ ہو اُن کے اسلام میں پیچیدگیاں اور مشکلات مطلق نہ تھیں کسی امر میں شدت بالکل نہیں کرتے تھے۔ یہ کل آثار دارمی نے نقل کئے ہیں۔

حضور انور کے دربار میں جب مقدمات پیش ہوتے تھے آپ اُن میں فتوے دیتے تھے جب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ آدمیوں کو نیکی کرتے دیکھتے تھے تو اُن کی تعریف فرماتے تھے اور جب آپ کوئی بُرائی کرتے دیکھتے تھے تو اُس کی مذمت فرماتے تھے اور آپ کا ہر ایک فتویٰ۔ اور ہر ایک فیصلہ اور بُرائی کرنے والے کی مذمت مجمع عام میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جب کسی مسئلہ میں انہیں علم نہ ہوتا تھا تو اور لوگوں سے حضور النور کی حدیث دریافت کرتے تھے مثلاً ایک دفعہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ دادی کے حصّہ دینے کے باب میں میں نے حضور النور سے کچھ نہیں سُنا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد آپ نے لوگوں سے ارشاد کیا کہ کسی نے تم میں سے دادی کے حصّہ دینے کے باب میں کچھ سُنا ہے اس پر مغیرہ بن شعبۃ نے کہا اے خلیفہ برحق حضور النور نے دادی کو چھٹا حصّہ دلوایا ہے آپ نے ارشاد کیا تیرے سوا اے مغیرہ کوئی اور بھی اس بات کو جانتا ہے اس پر محمد بن سلمہ نے کہا مغیرہ سچا ہے۔ پس آپ نے دادی کو چھٹا حصّہ دیا اور قصّہ دیت جنین کے بارے میں حضرت عمر کے سوال کرنے اور حدیث عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف رجوع کرنیکا اور اسی طرح قصّہ مجوس میں حضرت عمر کا اُنکی حدیث کی طرف مائل ہونا اور عبداللہ ابن مسعود کا حدیث معقل بن یسار سے خوش ہونا جبکہ وہ اُن کی رائے کے موافق ہوئی اور قصّہ حضرت عمر کے دروازہ سے ابوموسےٰ کے پھر جانے اور حضرت عمرؓ کی حدیث پوچھنے اور ابوسعید خدری کی شہادت دینے کا غرض ایسی ہی بہت سی روایتیں صحیحین اور سنن میں مروی ہیں۔ غرض یہ ہو کہ حضور النور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی مبارک عادت تھی ہر ایک صحابی نے آپ کی عبادات۔ فتووں اور فیصلوں میں جو کچھ خدا نے انہیں میسر کیا اُن کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور سمجھا اور قرائن کے سبب سے ہر ایک نے وجہ پہچانی۔ پس ان میں سے بعض کو حاجت پر محمول کیا اور بعض کو اباحت پر اور جو علامتیں اور قرینے اُن کے نزدیک پسندیدہ تھے وہ انہوں نے تسلیم کئے۔ پس اختلاف کی بنیاد یہاں سے شروع ہوئی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اختلاف امت مرحومہ کے لئے سبب رحمت تھا اور جو اس وقت ہماری شومئی طالع سے سبب غضب ہو رہا ہے۔

یہ صحابہ اس کے بعد مختلف شہروں میں چلے گئے اور ہر ایک صحابی کسی نہ کسی گروہ کا امام و پیشوا بن گیا۔ چونکہ روز بروز اسلام کو وسعت ہوتی جاتی تھی اس لئے مقدمات بھی نئے نئے پیش ہونے لگے اور اُن میں ان صحابہ کو فتوے دینے پڑے اور ہر ایک نے اپنی یادداشت یا استنباط کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بموجب فتویٰ دیا۔ اگر کسی مقدمہ میں حضور انور کی حدیث نہیں ملی تو اپنی رائے سے فرمودۂ رسول کریم کے موافق اجتہاد کیا۔ اسی طرح روز بروز صحابہ میں باہم اختلاف رائے پیدا ہوتا گیا مگر ساتھ ہی ہر صحابی کی یہ کوشش رہی کہ حضور انور کی موافقت میں جہاں تک ممکن ہو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہو۔

اس وقت ان میں کئی قسم کا اختلاف ہو گیا جس میں ایک قسم یہ ہے کہ ایک صحابی نے کسی معاملہ یا فتوے میں حکم سنا اور دوسرے نے نہیں سنا پس اس نے اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔ اس کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ اس کا اجتہاد حدیث کے موافق ہووے اس کی مثال وہ ہے جس کو نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کے باب میں عبداللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ عورت کا شوہر مر گیا اور اسکے لئے کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور انور کو اس باب میں حکم دیتے ہوئے نہیں دیکھا وہ لوگ چلے گئے مگر پھر آپ کے پاس آئے اور اصرار کیا کہ اس عورت کے متعلق کچھ حکم دیجئے جب آپ پر بہت اصرار کیا گیا تو آپ نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور حکم دیا کہ اس کے لئے مہر مثل سے نہ کم ہو نہ زیادہ اور اس پر عدت واجب ہے اور اس کے لئے میراث ہے اس وقت معقل ابن یسار نے کھڑے ہو کے شہادت دی کہ حضور انور نے ہم میں سے ایک عورت کی نسبت یہی حکم دیا تھا۔ پس عبداللہ ابن مسعود اس سے ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد اس سے زیادہ کبھی خوش نہ ہوئے تھے۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں میں مناظرہ واقع ہو اور حدیث اس طریق اور سند سے ظاہر و ثابت ہووے کہ جس پر ظن غالب نہ ہو پس وہ اپنے اجتہاد سے حدیث کی طرف رجوع کرے اس کی مثال وہ ہے جس کو ائمہ نے روایت کیا ہے کہ ابوہریرہ کا مذہب یہ تھا کہ جب حاجت غسل میں صبح ہو جائے تو روزہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ بعض ازواج پاک نے اُن کے مذہب کے خلاف اُن کو خبر دی اس پر انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کیا۔

تیسری قسم یہ ہے کہ اس کو حدیث پہنچی لیکن نہ اس سند سے کہ جس پر ظن غالب ہو۔ پس اس نے اپنی رائے نہ چھوڑی بلکہ حدیث پر طعن کیا اس کی مثال وہ ہے جس کو اصحاب اصول نے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے عمر ابن خطاب کے حضور شہادت دی کہ مجھے تین طلاقیں دی گئی تھیں اور رسول اللہ نے مجھے نفقہ اور رہنے کا مکان نہیں دلوایا تھا حضرت عمر نے اسکی شہادت رد کی اور فرمایا کہ اس عورت کے قول سے ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے یا جھوٹی ہم کتاب اللہ کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں تین طلاق دی ہوئی عورت کو نفقہ اور رہنے کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مکان دینا چاہئے جب حضرت عائشہ نے فاطمہ کی اس شہادت کو سنا تو فرمایا کہ فاطمہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ خدا سے نہیں ڈرتی اور ایسی شہادت دیتی ہے جس سے آیندہ ہزارہا عورتوں کی حق تلفی ہو۔

دوسری مثال شیخین یعنی بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ عمر ابن الخطاب کا یہ مذہب تھا کہ جس شخص کو حاجت غسل ہو اور پانی نہ ملے تو اس کو تیمم کافی نہیں ہے پس عمار نے آپ کے آگے روایت کی کہ میں سفر میں حضور انور کے ہمراہ تھا مجھے حاجت غسل ہوئی مگر پانی نہ ملا اس لئے میں مٹی میں لوٹا اور پھر حضور انور سے عرض کیا حضور نے فرمایا تجھ کو ایسا کر لینا کافی تھا۔ حضرت عمر نے یہ روایت قبول نہ کی اور اُن کے نزدیک کچھ حجت نہ ہوی۔ یہاں تک کہ یہ حدیث دوسرے طبقوں میں بہت سی سندوں سے مشہور ہو گئی اور طعن کا موجب وہم ضعیف ہو گیا۔ پس دوسرے طبقہ والوں نے اس حدیث پر عمل کیا۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ حدیث اُن کو پہنچی ہی نہیں اس کی مثال مسلم کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نہانے کے وقت عورتوں کو سر کھولنے کا حکم کرتے تھے حضرت عائشہ نے یہ سنکے کہا عبداللہ بن عمر سے تعجب ہے کہ عورتوں کو سر کھولنے کا حکم کرتا ہے یہ حکم کیوں نہیں کرتا کہ سر منڈوا ڈالیں۔ میں نے نہاتے وقت کبھی سر نہیں کھولا اور حضور انور کے سامنے سر پر صرف تین بار پانی ڈال لیا کرتی تھی۔ دوسری مثال وہ ہے جس کو زہری نے نقل کیا ہے کہ ہند کو مستحاضہ کے باب میں حضور انور کی اجازت نہیں پہنچی تھی پس وہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے روتی رہتی تھیں اور ان ہی اقسام میں ایک قسم یہ ہے کہ صحابہ نے حضور انور کو ایک فعل کرتے دیکھا پس اُن میں سے بعض نے اس فعل کو عبادت پر محمول کیا اور بعض نے اباحت پر اس کی مثال وہ ہے کہ جس کو اصحاب اصول نے قصہ تحصیب یعنی منیٰ سے پھر کر وقت ابطح میں اترنے کے باب میں روایت کیا ہے کہ حضور انور ابطح میں اُترے پس ابوہریرہ اور ابن عمر کی یہ رائے ہے کہ یہ اُترنا بطریق عبادت تھا پس انہوں نے سنن حج میں سے اس کو قرار دیا اور حضرت عائشہ اور ابن عباس کی یہ رائے ہے کہ یہ اتفاق تھا سنت نہیں ہے۔ دوسری مثال جمہور کی یہ رائے ہے کہ طواف میں دوڑتے اور اکڑتے چلنا سنت ہے اور عبداللہ ابن عباس کی یہ رائے ہے کہ حضور انور نے محض ایک ہنگامی سبب سے ایسا کیا تھا اور وہ ہنگامی سبب یہ تھا کہ مشرک کہنے لگے تھے کہ اصحاب رسول کو مدینہ کے بخار نے شکستہ اور ضعیف کر دیا ہے اور یہ سنت ہے۔ ان ہی اقسام میں سے اختلاف وہم ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضور انور نے حج کیا اور لوگوں نے آپکو دیکھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پس بعض کی یہ رائے ہوئی آپ متمتع تھے اور بعض کی یہ کہ آپ قارن تھے اور بعض کی یہ کہ مفرد تھے۔
دوسری مثال ابوداؤد روایت کرتا ہے کہ سعید ابن جبیر نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے بیان کیا کہ اے ابوالعباس رسول اللہ کے احرام کے باب میں اصحاب رسول کے مختلف ہونے سے میں متعجب ہوں۔ عبداللہ بن عباس نے جواب دیا کہ مجھے اس کا بخوبی علم ہے حضور انور نے صرف ایک ہی بار حج کیا تھا جس سے اصحاب میں اختلاف پیدا ہوا۔

(یہ بڑی لطیف بحث ہے اگر آپ اسکو غور سے پڑھیئے گا تو اختلاف صحابہ اور مجتہدین کے راز کا پردہ اٹھ جائے گا)

حضور انور حج کے عزم سے نکلے جب ذی الحلیفہ میں آپ دو رکعت نماز پڑھ چکے تو اسی مجلس میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد حج کی نیت کی اور حج کے لئے لبیک کہا پس بہت سی قوموں نے آپ سے اس کو سنا اور اسکو یاد رکھا پھر آپ سوار ہو گئے جب اونٹنی کھڑی ہو گئی پھر آپ نے لبیک کہا اور بہت سی قوموں کو صرف یہی معلوم ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ گروہ گروہ آگے پیچھے آتے تھے۔ جن لوگوں نے اونٹنی پر سوار ہونے سے پہلے آپ کو لبیک کہتے ہوئے سنا انہوں نے اپنا وہی مذہب اختیار کر لیا اور جن لوگوں نے سواری کے بعد آپ کی زبان مبارک سے لبیک سنا اُن کا وہی مذہب ہو گیا پھر حضور انور نے جب بیداء کی بلندی پر قدم رکھ کے لبیک کہا بہت سی قوموں نے اس وقت لبیک کی آواز سنی اور انکا یہ مذہب ہو گیا کہ حضور انور نے صرف بیداء کی بلندی پر چڑھ کے لبیک کہا تھا مگر خدا گواہ ہے کہ مسجد میں نماز کی نیت کے بعد سے جو آپ نے لبیک کہنا شروع کیا تو بیداء کی بلندی تک آپ برابر لبیک کہتے رہے۔

اس کے علاوہ سہو سے بھی اختلاف ہو گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے رجب میں عمرہ کیا یہ سنکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن پر سہو کا حکم لگایا۔

اختلاف ضبط بھی ایک دوسری وجہ ہے جس کی مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے حضور انور سے یہ روایت کیا کہ میت پر اگر اس کے گھر کے لوگ نوحہ کریں تو عذاب کیا جاتا ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم لگایا کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی اصلی وجہ پر ضبط نہیں کیا اس کی اصل کیفیت یہ ہے کہ رسول اللہ کا ایک یہودیہ پر گزر ہوا کہ اس پر گھر والے نوحہ کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تو اس پر نوحہ کر رہے ہیں اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے پس عبداللہ بن عمر نے گمان کیا کہ نوحہ عذاب کا سبب ہے۔ اس کے بعد اختلاف علت حکم میں مختلف ہونے سے بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی مثال جنازہ کے لئے کھڑا ہونا ہے پس بعض کی رائے یہ ہے کہ علت قیام تعظیم ملائکہ ہے پس مومن و کافر دونوں کے لئے عام ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ خوف موت علت ہے پس اس صورت میں بھی دونوں کو شامل ہے اور بعض نے یہ کہا کہ رسول اللہ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا پس آپ اس کو دیکھ کے کھڑے ہو گئے اسوجہ سے کہ آپ نے اس امر کو مکروہ جانا کہ وہ آپ سے بلند ہو جائے تو اس صورت میں کافر کے ساتھ قیام کا مخصوص ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد وجہ اختلاف دو مختلف حدیثوں کے تطبیق دینے میں پیدا ہوتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضور انور نے جنگ خیبر میں متعہ کا حکم دیا تھا مگر پھر اس کو منع فرما دیا۔ پھر جنگ اوطاس میں اجازت دی پھر اسے منع فرما دیا۔ پس عبداللہ بن عباس نے کہا کہ ضرورت کے لئے اجازت تھی اور جب ضرورت جاتی رہی تو منع فرما دیا اور ہمیشہ کیلئے یہی حکم باقی ہے اور جمہور کی یہ رائے تھی کہ اجازت اباحت تھی اور نہی اس کی ناسخ۔

دوسری مثال یہ ہے کہ رسول اللہ نے استنجا کرنے میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا پس ایک قوم کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور منسوخ نہیں ہوا اور جابر نے وفات سے ایک برس پیشتر رسول اللہ کو قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے استنجا کرتے دیکھا پس ان کی یہ رائے ہے کہ آپ کا یہ فعل بھی سابق کا ناسخ ہے اور عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ کو قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا پس عبداللہ بن عمر نے اس حدیث سے ان کے قول کو رد کیا اور ایک قوم نے دونوں روایتوں میں تطبیق دی۔ پس شعبی وغیرہ کی یہ رائے تھی کہ یہ قیود جنگل کے واسطے مخصوص ہیں اور جب انسان بیت الخلا میں ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرنے یا پیٹ کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ کا یہ قول عام ہے اور منسوخ نہیں ہوا اور فعل رسول میں یہ احتمال ہے کہ وہ رسول کی ذات ہی کے ساتھ خاص نہ ہو پس وہ نہ اس قول کا ناسخ ہو سکتا ہے۔ مختصر اب یہاں سے ہر عاقل اور بالغ شخص صحابہ میں اختلاف ہونے کے اسباب کا بخوبی پتہ لگا لیگا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک بات مختلف طور پر کرنے سے حضور انور کا منشا دین میں سہولت پیدا کرنے کا تھا آپنے طہارت یا ایسی ہی اور باتوں کو جزو اسلام قرار نہیں دیا کیونکہ اگر یہ باتیں جزو اسلام ہوتیں تو اُنکے عمل میں صورتوں کا اختلاف نہ ہوتا۔ صحابہ کا ان مسائل میں باہم مختلف ہونا۔ ہزارہا مسائل کے انکشاف کا باعث ہوا اور ہر صحابی کے تابعین میں سے ہر تابعی کو جو کچھ میسّر ہوا ان سے اسی طرح لیا اور حدیث رسول اللہ اور مذہب صحابہ میں سے جو کچھ سُنا اس کو یاد رکھا اور سنا اور جس طرح ممکن ہوا اختلافی مسائل میں تطبیق دی اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی اور اُن کی نگاہوں میں بعض اقوال اگرچہ وہ صحابہ کبار سے منقول تھے ضعیف ہوئے جیسے کہ جو مذہب تیمم جنب کے باب میں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے وہ اُن کے نزدیک بہ سبب اُن احادیث کے کہ عمار اور عمران بن حصین وغیرہ سے مشہور ہیں ضعیف ہوا اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام نے آزادی رائے کی ہمیشہ قدر کی ہے اور عقل کو بیکار نہیں کیا ہے۔

خیال کرنے کی جگہ ہے کہ جب روایتوں اور اُن کی مصلحتوں کو آزادی رائے سے جانچ کیا گیا تو حضرت عمر کی روایت کردہ حدیث یا رائے کو ایک ادنےٰ صحابی کے مقابلہ میں ضعیف قرار دیا گیا بلکہ اس کو بالکل ہی قابل عمل نہ سمجھا اس سے زیادہ آزادی رائے پر دنیا کا اور کوئی مذہب فخر نہیں کرسکتا۔ عیسائیت کی طرح مذہب اسلام خاص کسی شخص کے ذاتی خیالات کا نتیجہ نہیں ہے۔ مثلاً عیسائی مذہب کا دارومدار محض ایک ایسے شخص پر ہے جو ناصری ہے نہ مشرقی بو باس رکھتا ہے بلکہ یورپ کا رہنے والا ہے نہ اس نے حضرت مسیح کو کبھی دیکھا اور اُن کے اقوال کو پڑھا محض ذاتی وجاہت حاصل کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا کہ حضرت مسیح کے اقوال لوگوں کے ذہن سے فراموش ہو چکے تھے اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جسکو نفس عیسویت سے زیادہ تعلق نہیں ہے۔ اس نے فریب اور شراب کو عیسائیت کا اصل الاصول قرار دیا یعنی اس نے حکم دیا کہ اگر انجیل کی اشاعت فریب سے بھی کی جائے تو جائز ہے اور اگر صحت کے لئے تھوڑی سی شراب پی لی جائے تو منع نہیں ہے۔ یہ حضرت پولوس ہیں جن کی یہ کارستانی ہے عقل اور آزادی رائے کا یہی مذہب میں اس قدر بیج مارا گیا ہے کہ کسی کی مجال نہیں جو پولوس مقدس کے خیالات پر ردّ و قدح کرسکے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب اسلام کو ترقی ہوئی تو علماء تابعین میں سے ہر ایک عالم کا مذہب مستقل ہو گیا پس ہر ایک شہر میں امام قایم ہوا جیسے سعید بن المسیب۔ سالم بن عبداللہ۔ ابن عمران کے بعد زہری اور قاضی یحیٰی بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدینہ میں اور عطاء بن رباح مکہ میں اور حسن بصری بصرہ میں اور طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں پس اللہ نے لوگوں کو اُن کے علوم کا تشنہ لب بنا دیا اور وہ اُن کی طرف راغب ہوئے اور ان سے اُنہوں نے حدیث۔ صحابہ کے فتوے اقوال اور خود اُن علماء کے مذاہب اور وہ تحقیقات جو اُنہوں نے خود کی تھی حاصل کی۔ ان سے فتوے دریافت کئے اور ان کے مابین مسایل دائر ہوئے اور اُن کے روبرو مقدمات پیش کئے۔ گئے اور سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی اور جو لوگ اُن کی مثل تھے اُنہوں نے فقہ کے تمام ابواب جمع کئے اور اُن کے پاس ہر ایک باب میں ایسے اصول تھے کہ اُنھوں نے اُن کو سلف سے سنا تھا اور سعید اور اُن کے شاگردوں کا یہ مذہب تھا کہ کہ مدینہ والے فقہ میں سب آدمیوں سے افضل ہیں اور اُن کے مذہب کی اصل حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فتوے اور فیصلے اور عبداللہ بن عمر اور عائشہ اور عبداللہ بن عباس کے فتوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں پس جو کچھ اُن کو میسّر ہوا اس میں سے جمع کیا لیکن آنکھ بند کر کے نہیں مان لیا بلکہ اپنے جمع کئے ہوئے میں تحقیق و تنقید کی پھر کثرت رائے پر خیال تھا جس پر علمائے مدینہ کا اتفاق اور اجماع تھا اس کو تو اُنہوں نے دانتوں میں مضبوط پکڑ لیا اور جس مسئلہ میں اُن کا اختلاف تھا اُس میں کثرت ارباب رائے یا قیاس قوی یا کتاب سنت پر غور کرنے کے بعد جو رائے درست دیکھی اُس پر عمل کیا اور اگر کسی مسئلہ کا جواب نہ پایا تو اُن کے کلام میں سے اس مسئلہ کے جواب کو پیدا کیا اور ایماء اور مقتضائے کلام کی تفتیش کی پس اُن کے پاس ہر ایک باب میں بہت سے مسئلے ہو گئے اور ابراہیم اور اُن کے شاگردوں کی یہ رائے ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور اُن کے شاگرد فقہ میں سب آدمیوں سے افضل ہیں جیسا کہ علقمہ نے مسروق سے کہا کہ کیا عبداللہ بن مسعود سے صحابہ میں کوئی شخص افضل ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اوضاعی سے کہا کہ ابراہیم سالم سے فقہ میں زیادہ ہیں اور اگر فضل صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتا تو میں کہتا کہ علقمہ عبداللہ بن عمر سے فقہ میں زیادہ ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علاوہ علام مدارس تعلیمی کے بغداد۔ قاہرہ۔ طلیطلہ اور قرطبہ وغیرہ بڑے شہروں میں دار العلوم تھے جن میں علمی تحقیقات کے کارخانے۔ رصد خانے عظیم الشان کتب خانے غرض علمی تحقیقات کا پورا ذخیرہ موجود تھا صرف اندلس میں ستر کتب خانے تھے۔

مورخین عرب کے اقوال کے بموجب الحاکم ثانی کے کتب خانہ میں جو قرطبہ میں تھا چھ لاکھ جلدیں تھیں جن میں سے چالیس جلدوں میں صرف فہرست کتب تھی۔ اس کے متعلق کسی نے بہت درست کہا ہے کہ "چار سو برس بعد جب چارلس عاقل نے فرانس کے شاہی کتب خانہ کی بنا ڈالی تو وہ نو سو جلدوں سے زیادہ نہ جمع کر سکا اور ان میں سے کتب مذہبی کی ایک پوری الماری بھی نہ تھی

کتب خانے۔ علمی تحقیقات کے کارخانے اور آلات تعلیم و تحقیق کے لازمی وسایل ہیں۔ لیکن یہ محض وسایل ہی ہیں اور ان کا بہ کار آمد ہونا محض ان کے طریقۂ استعمال پر موقوف ہے۔ ممکن ہے کہ کسی شخص کا دماغ دوسروں کے علوم و فنون سے بھرا ہوا ہو مگر اس میں خود تحقیق یا اختراع کا مادہ ہی نہ ہو اور وہ شاگردی کی حالت سے استادی کی حالت کو پہنچ ہی نہ سکے ان ایجادوں اور اختراعوں سے جن کا ذکر آگے آئے گا معلوم ہوگا کہ عربوں نے اس علم سے جو انھوں نے دوسروں سے اخذ کیا کس قدر کام لیا۔

یہاں ہم محض ان اصول کو بیان کریں گے جن پر انھوں نے اپنی علمی تحقیق کا مدار رکھا۔ یونانیوں کی شاگردی کرنے اور ان کی تصنیفات کو پڑھنے کے بعد انھیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ تجربہ اور مشاہدہ کو عمدہ سے عمدہ کتاب پر ترجیح ہے اگرچہ یہ قول اس وقت ایک قضیہ مسلمہ ہے لیکن پہلے ایسا نہ تھا۔ زمانۂ متوسط کے علما نے ایک ہزار برس کی محنت میں اس مسئلہ کو سمجھا۔ تجربہ اور مشاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل میں تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً بیکن[1]

[1] فرانسس بیکن ایک بہت مشہور انگریزی امیر اور مصنف ہے۔ اسکی تصانیف کثرت سے ہیں اور یہ اس فلسفہ جدید کا جسمیں مشاہدات اور استقرا سے کام لیا جاتا ہے موجد سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ مصنف اور فلسفی ہونے کے اس نے دولت میں بہت بڑی بڑی عہدتیں بھی حاصل کیں اور بالآخر لارڈ چانسلر کے عہدہ پر جو عدالتی عہدات میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے مقرر ہوا۔ سال پیدائش ۱۵۶۱ء سال وفات ۱۶۲۶ء

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تسلیم کرنا چاہئے کہ اس کے موجد عرب تھے۔ کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولڈ[1] جنھوں نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے اب اس امر کے قایل ہیں۔ ہمبولڈ اس لکھنے کے بعد کہ علمی ترقی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان خود اور اپنے ارادہ سے یعنی بذریعہ تجربہ حوادث طبیعہ کو پیدا کر سکے بطور تمثیل لکھتا ہے "عربوں نے یہ درجہ جس سے متقدمین بالکل ناواقف تھے حاصل کر لیا تھا" موسیو سدی یو لکھتے ہیں "دار العلوم بغداد کی تعلیم میں بہت بڑی بات یہ ہے کہ اُسکی طرز استدلال بالکل علمی اصول پر مبنی ہے یعنی معلوم کے ذریعہ سے غیر معلوم کو دریافت کرنا۔ حوادث کا درست مشاہدہ کر کے ان معلولات کے ذریعہ سے علل کو نکالنا۔ اُن ہی قضایا کو ماننا جو تجربہ سے ثابت ہو چکے ہوں یہہ ان اساتذہ کے اصول تحقیق تھے۔ نوی صدی عیسوی کے عربوں کو یہ پُر نتائج طریقہ تحقیق معلوم تھا جو سال ہائے دراز کے بعد ہمارے حال کے محققین کے ہاتھوں میں بڑی بڑی اکتشافات اور ایجادون کا آلہ بن گیا"

عربوں کا طریقہ تحقیق تجربہ مشاہدہ تھا۔ برخلاف اس کے زمانۂ متوسط کے یورپ کا طریقہ اساتذہ کے کلام کو پڑھنا اور اُن ہی کی رایوں کو بار بار بیان کرنا تھا۔ ان دونوں میں بہت ہی اصولی فرق ہے اور بلا اس فرق کو مدِ نظر رکھے ہوئے ہم عربوں کی علمی تحقیقات کی پوری قدر نہیں کر سکتے۔

پس عربوں ہی نے علمی تحقیقات میں تجربہ کو داخل کیا اور ایک زمانۂ دراز تک صرف عرب ہی تھے جو اس طریقہ کی قدر جانتے تھے۔ موسیو ڈیلامبر اپنی تاریخ ہیئت میں لکھتے ہیں "کہ اگر یونانیوں میں بمشکل دو یا تین اجرام سماوی کے مشاہدہ کرنے والے تھے تو عربوں میں برخلاف اس کے بہ کثرت ایسے لوگ موجود تھے۔ یونانیوں میں علم کیمیا کا تجربہ کرنے والا کوئی نہ تھا برخلاف اس کے عربوں میں سینکڑوں تھے"

تجربہ کے طریقہ نے اُن کی تحقیقات میں ایک صحت اور جدّت پیدا کر دی تھی جو اُن اشخاص کی تحقیقات میں نہیں پائی جاتی جو حوادث کو کتابوں ہی میں دیکھتے ہیں البتہ ایک ہی علم یعنی علم فلسفہ میں جس میں تجربہ ممکن نہ تھا وہ محض مقلد رہے۔

---

[1] الگزانڈر ہمبولڈ ایک بہت ہی مشہور جرمنی سیاح اور محقق ہے۔ اس نے "عالم" پر ایک کتاب لکھی جو کل یورپ کی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے سال ولادت ۱۷۶۹ء سال وفات ۱۸۵۹ء۔ مترجم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تجربہ کے ذریعہ سے جس کو اُنھوں نے جاری کیا تھا وہ بہت بڑے اکتشافات اور اختراعات کرنے والے تھے اور جو بیان اُن کی علمی تحقیقات کا ہم نے درج کیا ہے اُس سے معلوم ہوگا کہ اُنھوں نے تین یا چار صدی میں اُس سے بہت زیادہ اکتشافات کئے جو محققین یونان اس سے کہیں زیادہ مدت میں کرنے پائے تھے وہ یونان کا علمی ذخیرہ جس کو مشرقیوں نے عربوں سے پہلے پایا تھا لیکن مدت سے کھو چکے تھے اُسے عربوں نے بالکل بدل کر اپنے اخلاف کو پہنچایا۔

عربوں نے محض اکتشافات ہی کے ذریعہ سے علم کو ترقی نہیں دی بلکہ اُنھوں نے اپنی دار العلوموں اور تصنیفوں کے ذریعہ سے اُس کی اشاعت بھی کی۔ اس خاص امر میں جو فائدہ یورپ کو اُن سے ہوا وہ فی الواقع غیر متناہی ہے۔ ہماری کتاب کے اُس باب میں جہاں عربوں کے علمی اثر کا ذکر ہے معلوم ہوگا کہ چند صدیوں تک اقوام عیسائی کے اُستاد صرف عرب ہی تھے اور محض ان ہی کے ذریعہ سے اُنھیں یونان و روم کے علوم قدیمہ حاصل ہوئے۔ وہ زمانہ بہت ہی قریب کا ہی جب سے عربی کتابوں کے ترجمے یورپی دار العلوموں کی نصاب تعلیمی سے خارج ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کی اس عملی زندگی اور اختراعات پر نظر کرنے کے بعد ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں میں قوت ایجاد کتنی بڑھی ہوئی تھی انھوں نے کبھی آنکھ بند کر کے گزشتہ علماء کے اقوال یا فیصلوں کو نہیں مانا انھوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ ہر کام اور مسئلہ میں عقل کو بیکار کرنا درحقیقت ایک بہت بڑی کفران نعمت ہی۔ حصول علم کا یہ طریقہ کہ فلاں عالم نے یہ کہا ہی اور فلاں عالم یہ کہتا ہی اور اسی پر قناعت کر لینی طالب علم کی بہت بڑی بدقسمتی ہے مگر بدقسمتی سے جب اندھی تقلید کی پٹی مسلمانوں کی آنکھوں پر بندھ گئی اور انھوں نے اپنی عقل کو بیکار کر دیا تو اُس کا خمیازہ یہ اُٹھانا پڑا کہ وہ ہمیشہ کے لئے علم سے بے بہرہ کر دیئے گئے اور تاریکی میں چھوڑ دیئے گئے اُن کی عقلیں سلب کر لی گئیں اُن کے قوائے باطنی میں رعشہ پیدا ہو گیا اور آخر وہ درجہ انسانی سے گر کے بہایم سیرت بن گئے اگر آپ انصاف سے گزشتہ علماء کی معاشرت اور آزادی رائے کا اندازہ کریں گے تو آپکو کھل جائیگا کہ ہمارے کسی مفسر محدث یا فقیہ نے استنباط مسائل اور استخراج نتائج میں کبھی اپنی عقل کو بیکار کر کے بیہودہ تقلید نہیں کی اگر اس اندھی تقلید کا مادہ اُن میں ہوتا تو فقہ کا ایک عظیم دفتر کبھی تیار نہو سکتا آپ خیال فرمایئے کہ بزرگان دین کی پیروی اس صورت سے ہوتی تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ جب حضور انور کی حدیثوں میں اختلاف ہوتا تھا تو لوگ صحابہ کے اقوال کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس بات کو دیکھتے تھے کہ آیا کس صحابی نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے یا اس میں تاویل کی ہے یا انھوں نے اس کے ترک کرنے پر کوئی تصریح کی ہے۔

ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد صحابہ کے اقوال کو تسلیم کرتے تھے مثلاً پانی کے برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کے حدیث کے باب میں امام مالکؒ کا یہ قول ہے کہ یہ حدیث آئی ہے مگر مجھے اسکی حقیقت نہیں معلوم اگر امام مالک میں آزادی رائے اور تحقیق کا مادہ نہ ہوتا تو وہ اس حدیث کی حقیقت کا تذکرہ نکرتے انکی خواہش تھی کہ جو حدیث انکے آگے پیش کی جائے وہ اسکی حقیقت معلوم کرلیں اور جب تک اس کی حقیقت نہ معلوم کرلیں ہرگز اسپر عمل نہ کریں صحابہ اور تابعین میں جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو ہر عالم کے نزدیک اپنے شہر والوں اور اپنے استادوں کا مذہب مختار ہوتا تھا اس لئے کہ وہ ان کے اقوال میں سے صحیح اور غیر صحیح کو خوب پہچانتے تھے اور جو اصول کہ ان اقوال کے مناسب تھے انکو خوب یاد رکھتے تھے اور اُن کا دل اس کے نقل اور تبحر کی طرف زیادہ مایل ہوتا تھا پس مدینہ والوں کے خیال میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ ابن عمر۔ ابن عباس اور زید بن ثابت۔ اور ان کے شاگرد مثلاً سعید بن مسیب کے فیصلے اور فتوے زیادہ معتبر تھے۔ اسلام میں کسی ایک شخص کی رائے کو کبھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا بخاری نے اس باب میں ایک باب منعقد کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس بات پر مکہ اور مدینہ والے علماء متفق ہو جائیں وہ قابل تسلیم ہے اب خیال کرنیکی جگہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ علماء میں باہم سخت دشمنی ہے کسی مسئلہ خاص میں کیونکہ فیصلہ ہوسکتا ہے اگر آپ امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبدالرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے ابراہیم کے اقوال کی تلخیص کریں اور پھر اسکا مقابلہ امام ابوحنیفہ کے مذہب سے کریں تو یہ بات ثابت ہو جائے کہ امام ابوحنیفہ نے اگرچہ اپنے مذہب کی بنیاد ابراہیم کی تحقیق اور اصول پر رکھی ہے لیکن پھر بھی اکثر مقامات میں اُن سے اختلاف کیا ہے پھر امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے امام ابویوسف سب سے زیادہ مشہور ہیں کیونکہ وہ ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ تھے اور صرف انکی وجہ سے عراق۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خراسان اور ماوراء النہر میں امام ابوحنیفہ کا مذہب پھیلا دوسرے شاگرد آپ کے محمد بن حسن تھے جو بہ حیثیت ایک مصنف کے آپ کے کل شاگردوں میں زیادہ قابل اور فاضل مشہور ہیں انھوں نے پہلے امام ابوحنیفہ اور ابویوسف سے فقہ پڑھی پھر مدینہ آکے امام مالک سے موطّا کا درس لیا پھر تحقیق کی طرف رجوع ہوئے اور اپنے اصحاب کے مذہب کے ہر مسئلہ کو موطّا سے مطابق کیا اگر موافق پایا فبہا اور جو موافق نہ پایا اور دیکھا کہ ہمارے اصحاب کے مذہب کی طرف صحابہ اور تابعین کا گروہ گیا ہے تو آپنے صحابہ کا مذہب نہ چھوڑا اور اگر کسی قیاس یا تخریج کو ضعیف پایا اور دیکھا کہ حدیث صحیح جس پر فقہاء نے عمل کیا ہے اس کے مخالف ہے یا اکثر علماء کا عمل اس کے مخالف ہے تو اپنے اصحاب کے مذہب کو فوراً ترک کر دیا اور سلف کے مذاہب میں سے جس مذہب کو ارجح دیکھا اختیار کر لیا ان علماء کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ آنکھیں بند کر کے اپنے اُستاد کی خواہ مخواہ تقلید کریں۔ بکثرت ایسے مسائل موجود ہیں جس میں امام محمد اور ابویوسف نے اپنے اُستاد امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔

غرض امام محمد نے کتابیں تصنیف کیں اور اُن تینوں کی رایوں کو جمع کیا۔ پھر ان تصنیفات کی تلخیص۔ تقریب۔ تخریج۔ تائید اور استدلال کی طرف امام ابوحنیفہ کے اور شاگرد متوجہ ہوئے پھر وہ خراسان اور ماوراء النہر میں متفرق ہو گئے بس اسی کا نام مذہب ابوحنیفہ قرار پایا۔ اب دیکھئے کہ مذہب ابوحنیفہ۔ مذہب ابویوسف اور مذہب محمد ایک شمار کیا گیا حالانکہ وہ دونوں مجتہد مطلق تھے اور ان دونوں کے اصول و فروع میں بہت کچھ مخالفت ہے ان تینوں کے مذہب اصول اور جامع کبیر میں مدوّن کئے گئے ہیں۔ ان دونوں مذہبوں کے ظاہر ہونے اور اصول و فروع کے ترتیب دینے کیوقت امام شافعی پیدا ہوئے اب انھوں نے اگلے اماموں کی رائے کو غور سے دیکھا اور آنکھ بند کر کے اُن کی اندھی تقلید نہیں کی۔ جو خداداد عقل خداوند تعالیٰ نے امام شافعی کو دی تھی اس کو انھوں نے معطل نہیں کیا۔ اور اس بیہودہ خیال کو دور کر دیا کہ ہمارے فلاں بزرگ نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا آپ نے اصول سابقہ کو بطور خود جانچا تو معلوم ہوا کہ بہت سی باتیں ترک کرنے کے قابل ہیں۔ آپ نے اکثر ایسے امور کا تذکرہ کتاب الام میں کیا ہے۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ امام شافعی نے انھیں مرسل اور منقطع دونوں پر عمل کرتے پایا اس سبب سے آپ چوکنے ہوئے اور خیال کیا کہ جب حدیث کی کل سندیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جمع کی جائیں تو یہ بات ظاہر ہوگی کہ بہت سی مرسل حدیثیں محض بے اصل ہیں اور بہت سی مرسل حدیثیں حدیث مسند کے مخالف ہیں اس بات کو امام شافعی نے اچھی طرح سمجھ کے یہ اصول قرار دیا کہ جبتک چند شرطیں کہ وہ کتب اصول میں مذکور ہیں نہ پائی جائیں حدیث مرسل پر عمل کرنا نہ چاہیے۔ اور یہی امام شافعی نے اگلوں کے اقوال میں یہ نقص نکالا کہ مختلف حدیثوں کی تطبیق کے قاعدے ان کے پاس منضبط نہ تھے اس سبب سے اُنکے اجتہادات میں خلل آجاتا تھا پھر امام شافعی نے قواعد تطبیق منضبط کئے اور ان کو کتاب میں جمع کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام شافعی امام محمد کے پاس آئے امام محمد کو دیکھا کہ وہ مدینہ والوں پر اس لئے طعن کرتے تھے کہ یہ لوگ ایک گواہ اور حلف کے ساتھ حکم کر دیتے ہیں امام محمد نے کہا آپ نے دیکھا کہ یہ کیسا ظلم ہے کہ کتاب اللہ پر زیادت کی جاتی ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ آپ پر یہ بات ثابت ہے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادت نہیں ہوتی امام محمد نے کہا ہاں اس پر امام شافعی نے یہ جواب دیا کہ آپ حضور انور کے اس قول کے سبب سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے یہ کیوں کہتے ہیں کہ وارث کے لئے وصیت جایز نہیں ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ موت کے حاضر ہونے کے وقت تمہیں وصیت فرض کی گئی ہے اور اسی قسم کی بہت سی چیزیں پیش کیں پس امام محمد کا کلام منقطع ہوگیا اور اُن ہی میں سے ایک یہ ہے کہ بعض حدیثیں ان علمائے تابعین کو جو مفتی نہیں تھے نہیں پہنچیں پس انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور عمومات کے مطیع ہوئے یا اگلے صحابہ کی پیروی کی پس انھوں نے اس کے مطابق فتوے دیئے۔ پھر اسکے بعد تیسرے طبقہ میں وہ حدیثیں ظاہر ہوئیں اور تیسرے طبقہ والوں نے اس لئے ان پر عمل نہیں کیا کہ وہ اُن کے شہر والوں کے طرز عمل سے مخالف تھیں اور یہی وجہ حدیث میں موجب طعن اور علت سقوط ہے یا یہ سمجھئے کہ وہ حدیثیں تیسرے طبقہ میں بھی ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ اس کے بعد جب اہل حدیث نے حدیثوں کی اسناد جمع کرنے کی تفتیش کی اور جوانب ارض کی طرف سفر کئے اور حاملان علم کا تجسس کیا تو یہ حدیثیں ظاہر ہوئیں۔ بہت سی حدیثیں ایسی موجود ہیں کہ حضور انور سے صرف دو ایک صحابی کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ پس یہ حدیثیں فقہ والوں کو معلوم نہیں ہوئیں ہاں ان کا ظہور حفاظ حدیث کے زمانہ میں جنہوں نے حدیث کی سندیں جمع کیں ہوا اور بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ ان کو مثلاً اہل بصرہ ہی روایت کرتے ہیں اور باقی اطراف عالم ان سے لاعلم ہیں۔ غرض امام شافعی نے یہ بات بیان کی کہ علماء صحابہ اور تابعین کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی کہ وہ

CC-0. INTACH Kashmir Digitized by eGangotri Trust

ہر مسئلہ میں حدیث کو ڈھونڈھتے تھے۔ جب حدیث نہیں ملتی تھی تو دلیل کی کسی اور قسم پر عمل کر لیتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب حدیث معلوم ہو جاتی تھی تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ کے حدیث ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کا حدیث پر عمل نکرنا موجب طعن نہیں ہے ہاں اُس وقت کہ علت طعن بیان کر دیں۔ اسکی مثال قلیتین کی حدیث ہے کہ وہ صحیح حدیث ہے اور بہت سی اسناد سے روایت کی گئی ہے اور اکثر سندیں ولید بن کثیر کی طرف رجوع ہوتی ہیں اور وہ محمد جعفر بن زبیر سے روایت کرتا ہے یا محمد بن عباد بن جعفر کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کرتا ہے اور وہ دونوں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں پھر اس کے بعد سندیں متفرق ہو گئیں۔

اور یہ دونوں شخص اگرچہ ثقہ لوگوں میں سے ہیں لیکن مفتیوں اور اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جو مشہور تھے پس یہ حدیث سعید بن مسیب کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئی اور نہ زہری کے زمانہ میں اس کا پتہ تھا۔ اور مالکیہ اور حنفیہ اسپر نہیں چلے اور اس پر عمل نہ کیا اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا۔

آپ اس بحث کو جو بہت مفید اور بڑی تحقیق و تفحص سے لکھی جا رہی ہے خوب غور سے پڑھئے اور اگر ممکن ہو تو اس کے مطالب کو اپنے خیال میں رکھئے تاکہ آپ کو مجتہدوں کے اختلاف کے اسباب اور اصلی وجہ معلوم ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اختلاف منافی اسلام نہیں ہے۔ جیسا کہ عام جُہلا سمجھتے ہیں۔ شافعی ہو یا مالکی۔ حنبلی ہو یا حنفی سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اصول سب کے ایک ہی ہیں اور اس اختلاف سے چونکہ معاملات دین میں کوئی خلل نہیں پڑتا اس لئے اس بات کو ذہن نشین کر لیجے کہ اس فروعی اختلاف سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ آمین بالجہر یا سورۂ فاتحہ خلفِ امام یا رفع یدین وغیرہ وغیرہ مسایل میں جو اختلافات پیدا ہوئے ان کے اسباب وہی ہیں جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس لئے عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے اماموں کے اقوال پر خاص ان معاملات میں عمل کریں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔

اب ملاحظہ کیجے کہ حدیث خیار جو بہت سی اسناد سے روایت کی گئی ہے اور اس حدیث پر صحابہ میں سے ابن عمر اور ابو ہریرہ نے عمل کیا ہے اور فقہائے سبعہ اور ان کے اقران پر یہ حدیث ظاہر نہیں ہوئی اسواسطے وہ خیار مجلس کے قائل نہیں ہوئے پس امام مالک اور ابو حنیفہ نے اس کو حدیث میں موجب طعن جانا اور امام شافعی نے اس پر عمل کیا۔ اب بتائیے کہ امام شافعی کا مقلد کیونکر ملزم بن سکتا ہے۔ یا فقہائے سبعہ میں سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک فقیہ کا مقلد کیونکر قصوروار ٹھیر سکتا ہے۔ دونوں گروہوں کے پاس معقول وجوہات موجود ہیں اور اس لئے دونوں گروہ حق پر ہیں۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ چاروں مجتہدوں کے مقلد حق پر ہیں اور ان میں کوئی گروہ ناحق پر نہیں ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ امام شافعی کے زمانہ میں صحابہ کے اقوال جمع کئے گئے پھر ان کی بہت کثرت ہوگئی اور پھر وہ باہم متفرق اور مختلف ہوگئے مگر یہ بات دیکھنے کی ہے اور امام شافعی کی مذاق تحقیق پر دلالت کرتی ہے کہ امام شافعی کو جب بکثرت اقوال صحابہ دستیاب ہوئے تو آپ نے آنکھ بند کرکے انھیں تسلیم نہیں کیا بلکہ بطور خود ان میں تحقیق کی اور جانچا تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے بہت سے اقوال احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں کیونکہ ان کو وہ حدیثیں نہیں پہنچی تھیں اور امام شافعی نے یہ بھی تحقیق کیا کہ ایسی صورۃ میں سلف ہمیشہ حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے پس ایسی حالت میں انھوں نے صحابہ کے اقوال کو بالکل ترک کر دیا تھا۔

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ صحابہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں جس طرح ہم سے غلطی کا ہونا ممکن ہے اسی طرح صحابہ بھی غلطی سے بری نہیں ہیں۔ بس یہی خیال تھا جس نے مسلمانوں میں تحقیق کا مذاق پیدا کر دیا تھا۔ جو شخص پیدا ہوتا تھا اس کی تمام عمر یہ خواہش رہتی تھی کہ کسی طرح میں بھی تحقیق کروں اور کوئی ایسی بات پیدا کروں کہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔

انھوں نے مثل موجودہ نسل اسلام کے اپنے قوائے باطنی کو معطل نہیں کر دیا تھا اور نہ اپنے علم کا انحصار محض اپنے سلف کی تحقیق پر رکھا تھا۔ اگر ہم اتنا علم حاصل کر لیں کہ لاکھوں علماء کے اقوال ازبر ہوں تو بھی یہ قابلیت محض فضول ہے جب تک ذاتی تحقیق کا مادہ نہ ہو اور بطور خود یہ ثابت نکر سکیں کہ ان اقوال میں مادہ تحقیق اور صداقت کتنا ہے۔ آنکھ بند کرکے ہرگز کسی کے قول کو تسلیم نہ کیجے امام شافعی کے فیصلہ کو دیکھئے کہ صحابہ جب ہماری طرح سے آدمی تھے پھر ہم کیوں آنکھ بند کرکے ان کے اقوال کو مان لیں۔ آپ ہرگز اس کی پروانہ کیجے کہ آپ کے مرشد کا یہ کلام ہے آپ کا اہم عقیدہ ہو کہ یہ کہتا ہے اس بات کو بالائے طاق رکھئے اور اپنی عقل۔ فہم اور جوہر ضمیر کو بیکار کرکے کفران نعمت نہ کیجے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں خدا نے اپنی رحمت کسی خاص زمانہ کے لئے مخصوص نہیں کی ہے۔ آپ کیوں اس رحمت سے محروم ہوتے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust.

اور اُنھیں میں سے ایک بات بھی ہی کہ امام شافعیؒ نے فقہا میں سے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ رائے کو جسے شرع نے جائز نہیں قرار دیا ہی اور قیاس کو جو شرع سے ثابت ہی کیس میں ملا دیتے ہیں اور ان دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے اور اپنے طور پر اُنھوں نے اس کا نام استحسان رکھ چھوڑا ہے عضدی نے شرح مختصر الاصول میں لکھا ہی کہ امام شافعیؒ نے استحسان کرنے والوں کو سخت حقارت سے دیکھا ہی اور لکھا ہی کہ جو شخص استحسان کرتا ہی بجائے خود شارع بننا چاہتا ہی اس کی مثال یہ ہی کہ یتیم کا رشد یعنی دانشمند ہو جانا ایک پوشیدہ امر ہے مگر اُنھوں نے پچیس ۲۵ برس کی عمر قرار دی کہ جب یتیم کی عمر پچیس ۲۵ برس کی ہو جائے تو اس کا مال اُس کے سپرد کر دیا جائے اسکو استحسان کہتے ہیں اور قیاس یہ تھا کہ اس کا مال اس کے تفویض نہ کیا جائے

غرض یہ ہی کہ جب امام شافعی نے آزادانہ طور پر گزشتہ فقہا کی رائے میں کمزوری دیکھی تو اُنھوں نے ایک جدید فقہ کی بنیاد ڈالی اور اُس کے نئے اصول قایم کئے اور فروع نکالے کتابیں تصنیف کیں ٹھیک ٹھیک مسئلے بیان کئے اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا اکثر فقہاء کا امام شافعی پر اتفاق ہو گیا اُنھوں نے امام موصوف کی کتابوں کا اختصار کیا اور شرحیں لکھیں پھر وہ مختلف شہروں میں متفرق ہو گئے۔ اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ آیا استخراج مسائل اور آزادی رائے کا دروازہ خداوند تعم کی طرف سے بند کر دیا گیا یا مسلمانوں نے بطور خود اپنے اُوپر بند کر لیا اگر مسلمانوں میں علم قایم رہتا اور آزادی رائے کی قدر ہوتی تو ہر زمانہ میں امام اعظم امام شافعی جیسے ہزار ہا علما پیدا ہو جاتے مگر بدقسمتی سے اندھی تقلید نے رہا سہا مسلمانوں کا کچومر نکال دیا اور اُنکو کسی گھر کا نہ رکھا جو قوم اپنے بزرگوں کے اقوال پر فریفتہ ہو گی وہ کبھی قدم آگے نہیں بڑھا سکتی۔

ہمنے اب تک جو کچھ لکھا اُس سے ناظر کے لئے اختلافی اسباب کا سمجھنا بالکل کافی ہی اور ہماری اس کل بحث کو غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ آسانی سے نکل سکتا ہی کہ مسلمانوں کا باہمی اختلاف زمانہ کا مقتضی تھا اور یہی بنیاد ہی روایتوں میں اختلاف ہونیکی اب ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات شروع کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہم یہ التزام کریں گے کہ حالات لکھتے وقت ساتھ ساتھ معترضوں کے جواب بھی دیے جائیں خداوند تعالےٰ ہمیں توفیق دے اور ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہوں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تیسرا باب

حضور انور کی پیدائش

اور

بچپن

حضور انور کی پیدائش کی کوئی ٹھیک تاریخ نہیں معلوم اس معاملہ میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے مگر اندازاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول سال فیل میں پیدا ہوئے یعنی حاکم یمن کے مکہ پر حملہ کرنے کے ایک مہینہ اور بیس دن بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔ عیسوی تاریخ ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان کی گئی ہے وہ معجزات کہ جو آپ کی پیدائش سے دنیا پر ظاہر ہوئے حضرت آمنہ کی زبانی مفصلہ ذیل بیان کئے جاتے ہیں۔

آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک ہولناک آواز سنی جس سے میرے تن بدن میں رعشہ پڑ گیا کہ اتنے میں ایک سفید پرند آیا اور اس نے اپنے بازو میرے سینہ پر رکھے جس سے مجھے تسکین ہو گئی پھر مجھے پیاس کی شدت معلوم ہوئی کہ اتنے میں ایک نامعلوم ہاتھ نے ایک پیالہ ایک شے کا بھر کے مجھے دیا وہ چیز دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی پھر آسمان سے آوازیں آنے لگیں اور چاروں طرف قدموں کی آہٹ مسموع ہوئی مگر کوئی شخص مجھے دکھائی نہیں دیا۔ پھر ایک چادر آسمان سے بچھائی گئی اس نے مجھے ڈھانک لیا بہشت بریں کے چند پرند آئے اور انھوں نے میرے پیٹ کے دونوں پہلوؤں پر اپنے بازو رگڑے جس سے درد کی تکلیف کم ہو گئی۔

جوں ہی محمد (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کا دنیا میں ظہور ہوا آپ فوراً سجدہ میں گر پڑے اور اپنی امت کی مغفرت کی دعا مانگی اس کے علاوہ چھ معجزے اور بھی بیان کئے جاتے ہیں اول یہ ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی سلمانی ہو رہی تھی۔ دوسرے آپ نے صاف آواز میں اسلام کی حقیقت بیان کی۔ تیسرے آپ کے شانہ مبارک پر نبوت کی مہر ثبت تھی۔ چوتھے تین آدمی آسمان سے اترے انکے چہرے مثل آفتاب کے درخشاں تھے انکے پاس ریشم کے رومال اور چادریں تھیں انھوں نے سات دفع آپ کو دھویا اور آپکو برکت دی اور آپکو شہنشاہ مخلوق انسان کے الفاظ سے خطاب کیا غرض

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس قسم کے اور بھی معجزے ہیں مثلاً کتاب الواقدی۔ اور ہشامی میں لکھا ہے کہ دنیا میں آپ کا ظہور ہوتے ہی شام اور ایران میں ایک نور ساری ہو گیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایران کے آتشکدے بجھ گئے اور بت اوندھے ہو گئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

ہمارے دوست سر ولیم میور صاحب نے ان روایتوں پر بڑا قہقہہ اڑایا ہے مگر ہم کوئی ثبوت انکے غلط ہونیکا نہیں رکھتے۔ جو باتیں بیان کی گئی ہیں انکو بیانے بعد ازاں اپنی آنکھوں سے دیکھا بیشک شام اور ایران میں اسلام پھیلتے ہی انصاف اور خدا پرستی کا نور ساری ہو گیا اور بت پرستی اور ظلم کی تاریکی جاتی رہی آتشکدے سرد ہو گئے اور کسریٰ کے محل کا نہ صرف کنگورہ بلکہ تمام عمارتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں بت اوندھے ہو گئے یعنی اپنی جگہ سے گرا دیئے گئے آسمان سے مخلوق پر برکتیں نازل ہونے لگیں۔

حضور انور کا پیدا ہوتے ہی بارگاہ خداوندی میں سجدہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ کی پیدائش خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے ضامن تھی اگر یہ روایتیں حضرت بی بی آمنہ کی زبان سے بیان ہوئی ہیں صحیح تسلیم کر لی جائیں تو اس شخص سے زیادہ کون روشن ضمیر ہو سکتا ہے جس کے آگے زمانہ آئندہ کے واقعات کا کامل نقشہ ہو بہو کھنچ گیا ہو۔ میور یا اس کے اور ہمخیالوں نے ناحق اعتراض کی تکلیف برداشت کی۔ مسلمانوں کا دارومدار ان روایتوں پر نہیں ہے اُن کے ہاں جزا حد کی اسقدر وقعت نہیں ہے بایں ہمہ اگر ان روایتوں کو لغو کہانیوں سے تعبیر نہ کیا جائے اور ان پر توجہ کی جائے تو ان میں حضور انور کے آئندہ واقعات زندگی اور آپ کی کامیابیاں چھپی ہوئی ہیں دراصل کوئی بڑا عالی دماغ شخص تھا جس نے یہ روایتیں بیان کیں اس نے اصل پوچھو تو حضور انور کی آئندہ زندگی کا فوٹو کھینچ کے دکھایا ہے اور یہ ایسی بدیہی بات ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا سر ولیم میور یا اس کے ہمخیالوں پر افسوس ہے اُنھوں نے حضرت مسیح کے معجزات کو (جو خلاف قانون قدرت اور قیاس ہیں) تو آنکھ بند کر کے قبول کر لیا اور شافع روز محشر کے معجزوں پر حرف زنی کی۔

حضور انور کے پیدا ہوتے ہی حضرت بی بی آمنہ نے عبد المطلب کے پاس خوش خبری بھیجی کہ تمہارے ہاں پوتا پیدا ہوا ہے جس وقت قاصد خبر لیکر پہنچا ہے عبد المطلب کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے اور اُن کے گرد اُن کے بیٹے اور قبائل کے سردار حاضر تھے جوں ہی عبد المطلب نے یہ خبر سنی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے فوراً اُٹھ بیٹھے اور سیدھے بی بی آمنہ کے پاس آئے۔ بی بی آمنہ کو جو کچھ دکھائی دیا تھا اُنھوں نے حرف بہ حرف کہہ سنایا۔ عبد المطلب بچہ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور آپ کا نام محمدؐ رکھا گیا۔

مکہ کی عالی خاندان عورتوں میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو خود دودھ نہیں پلایا کرتی تھیں بلکہ اناؤں کو بلاکے دودھ پلواتی تھیں یا اناؤں کے حوالہ اپنے بچوں کو کر دیتی تھیں اس سے بچہ کو دوہرا دوہرا فائدہ ہوتا تھا کہ دودھ بھی پیتا اور پرورش بھی پاتا۔

اسی قاعدہ کے مطابق حضور انور کو بھی بی بی آمنہ نے ایک بدوی عورت کے حوالہ کر دیا۔ یہہ بدوی عورت آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی جس نے امیر حمزہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ آپ نے اور آپکی بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے اناکے ساتھ سلوک کیا۔ اسکو کپڑے دیا کرتیں اور جب وہ آتی تو اسکی بہت خاطر و مدارات کی جاتی۔

۷ھ ہجری میں جب آپ خیبر سے مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اپنی اناکی وفات کی خبر کو سنا۔ بہت ہی افسوس ہوا آپ نے فوراً اس کے بیٹے اور اپنے ہمشیر کو مدینہ بلوانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن معلوم ہوا کہ اُس کا انتقال ہوچکا ہے۔ اور اب کوئی اُسکی اولاد نہیں رہی۔

چند روز تک تو ابولہب کی لونڈی نے آپ کو دودھ پلایا کہ اسی اثنار میں قبیلہ بنی سعد کا ایک گروہ مکہ میں پہنچا اس کے ساتھ دس عورتیں تھیں جنھوں نے مکہ والوں کے بچوں کو دودھ پلانے کی درخواست کی چنانچہ انھیں بچے مل گئے صرف حلیمہ باقی رہیں اور انھوں نے بڑی دقت سے ہمارے ہادی برحق کو دودھ پلانے کے لئے حاصل کرلیا۔

آپ کا شیر خوارگی کا زمانہ قبیلہ بنی سعد میں حلیمہ اور اس کے خاوند کے ساتھ بسر ہوا دو برس کے بعد حلیمہ حضور انور کو اپنے ساتھ گھر پر لیگئی۔ حضرت بی بی آمنہ اپنے بچہ کی صحت اور بشاشی دیکھ کے اسقدر خوش ہوئیں کہ جب ہمارے نجات دہندہ کو حلیمہ دوبارہ مکہ میں لیکر آئی تو حضرت بی بی آمنہ نے یہ فرمایا تو اُسے پھر واپس صحرا میں لیجا مجھے ڈر لگتا ہے کہ مکہ کی بُری آب ہوا میرے بچہ کی صحت پر اثر نہ کرے۔ حلیمہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنے قبیلہ میں واپس لیکر چلی گئی۔ جب دو برس اور گزر گئے تو یکایک ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور وہ یہ ہے کہ جب آپ کی چار برس کی عمر ہوئی تو آپ ایک روز صبح کے وقت اور بچوں کے ساتھ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صحرا میں کھیل رہے تھے کہ یکایک دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور آپ کو اٹھا لیا اور ایک علیحدہ مقام پر لیجا کے آپکا پہلو چاک کیا اور پانی اور برف سے سونے کے طشت کے اندر پیٹ کی چیزوں کو اچھی طرح سے دھو دیا پھر دیکھا کہ آپ میں ایک ہزار آدمیوں کے مجموعی وزن سے زیادہ بوجھ ہو گیا تھا اسپر جب فرشتہ دوبارہ آپ کو وزن کرنے لگا تو دوسرے فرشتہ نے یہ کہا کہ دوبارہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ایکے وزن کیا گیا تو آپ اپنی کل قوم کے مجموعی وزن سے بڑھ جائیں گے۔ (واقدی)

اس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے سورۂ الم نشرح میں اگرچہ اس واقعہ کو وضاحت سے بیان نہیں کیا گیا لیکن اس بات کو صاف طور پر کھولدیا ہے کہ شافع روز محشر کا سینہ معرفت سے بھر دیا گیا تھا۔ جو روایتیں سینہ چاک ہونے کی نسبت کتب واقدی وغیرہ میں درج ہیں اُن کے طرز بیان میں صرف فرق ہے مگر مطلب وہی ہے جو خداوند تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الم نشرح لک صدرک الخ۔ (ترجمہ)

(اے نبی) کیا ہمنے تمھارا سینہ (اپنی معرفت کے لئے) کشادہ نہیں کر دیا اور تم سے تمھارے (گناہوں کے) بوجھ کو دور کر دیا جس نے تمھاری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہمنے (تمھاری دلداری کے لئے) تمھارا ذکر بلند کر دیا پس بیشک (یاد رکھو کہ) دشواری کے ساتھ آسانی ہے بیشک دشواری کیساتھ آسانی ہے پس جب تم (اپنے کاروبار سے) فارغ ہو تو (ہماری عبادت میں) محنت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف دل لگاؤ۔

اس سورۃ کو غور سے پڑھنے کے بعد سینہ کی چاک ہونے اور ایسے چاک ہونے کا جس چاک کا مفہوم عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہیں بھی اشارہ نہیں ہے جو واقدی یا دوسرے راویوں نے نقل کیا ہے وہ بھی غلط نہیں معلوم ہوتا صرف ہماری سمجھ کا قصور ہے کہ ہمنے اسے غلط سمجھ لیا۔

سر ولیم میور یا اُس کے اور ہمخیال معترضوں کی یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ فرشتے جب کہ جسم نہیں رکھتے تو اُن کے پاس جسم دار چیزوں کا ہونا عقل کے خلاف ہے وہ نور کے بنے ہوئے ہیں اُن کے پاس طشت اور چھری بھی نور کی ہوگی اور اُس نور کی چھری سے چاک کرنے کے بعد بھی دوسرے ہوں گے غلط استدلال کرنا اور اپنے اُسی استدلال سے دوسرے مذہب پر نکتہ چینی کرنا یورپی مصنفوں نگاروں کا شیوہ ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس سورۃ میں خداوند تعالیٰ نے حضور انور کے گناہوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مگر اس کے معنے یہ نہیں ہیں جو عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں۔ خیال میں آسکتا ہے کہ معصوم بچے سے جو ابھی شکم مادر سے عالم ظہور میں آیا ہو کیا گناہ ہو سکتے ہیں اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ جنے پیدا ہوتے ہی کل انسانی کمزوریوں کو تمہاری ذات میں سلب کر دیا اور تمہیں کامل انسان بنا دیا الم نشرح سے اوپر سورۃ والضحیٰ میں اپنے احسانات خداوند تعالیٰ نے اپنے محترم نبی کو جتائے ہیں اور اس بات کو بتایا ہے کہ اللہ نے تمکو یتیم پایا اور تم کو اپنی رحمت میں جگہ دی اسی طرح کل بچپن کے حالات اور انعامات یاد دلا کے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جنے محمد (صلعم) کو ایک کامل انسان بنا کے دنیا میں بھیجا۔

سینہ کشادہ ہونے کے واقعہ کے بعد انا کے خاوند کو خوف معلوم ہوا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اس بچہ کو لیجا اور اس کی ماں کو دے آچنانچہ وہ بھاگی ہوئی حضرت بی بی آمنہ کے پاس آئی اور یہ سارا ماجرا بیان کیا یہ سنتے ہی حضرت بی بی آمنہ نے فرمایا "افتخوفت علیہ الشیطان" یعنی کیا تجھے خوف ہوا کہ ایک شیطان نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا جس بچہ کی پیدائش میں مافوق الفطرۃ باتوں کا ظہور ہوا ہو اس بچہ پر کیونکر شیطان قبضہ کر سکتا ہے۔ حضرت بی بی آمنہ چونکہ اس قوم سے تعلق رکھتی تھیں جہاں اس قسم کے حادثات طبیعیہ کو شیطانی کاموں پر محمول کیا جاتا تھا اس لئے اُن کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل گیا اس روایت میں بھی اختلاف ہے۔ ہشامی اور واقدی دونوں آپس میں مختلف ہیں۔ ہشامی تو لکھتا ہے کہ حلیمہ پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے حضور انور کے دوبارہ لیجانے سے انکار کیا۔ مگر واقدی اس کے خلاف ہے وہ لکھتا ہے کہ حلیمہ دوبارہ حضور انور کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اصل یہ ہے کہ ان واقعات کی نسبت کوئی مستقل رائے قائم نہیں ہو سکتی اور حضور انور کا یہ زمانہ زندگی ایسی ہی نامعلوم حالت میں گزرا ہے جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پندرہ سال گمنامی میں بسر ہوئے۔

ایک اور مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب حلیمہ اور اس کے خاوند نے حضور انور کی یہ کیفیت دیکھی چونکہ وہ لوگ اوہام باطلہ میں پھنسے ہوئے تھے انھیں خوف معلوم ہونے لگا اس لئے انھوں نے ارادہ کر لیا کہ اس بچہ سے نجات حاصل کریں۔ حلیمہ دوڑی ہوئی بی بی آمنہ کے پاس حضور انور کو لائی اور کل واقعات بیان کئے۔ بی بی آمنہ نے اسے تسکین دی اور کہا کہ اس قسم کے حادثات سے

CC-0. In Public Domain. Panini Kanya Maha Vidyalaya Collection. Digitized by eGangotri Trust

تجھے ڈرنا نہ چاہیے تو میرے بچہ کو پھر لیجا اور پرورش کر حلیمہ کو چونکہ حضور انور سے بہت محبت ہو گئی تھی اس لئے وہ پھر آپ کو اپنے گھر لیگئی لیکن جب آپ کی پانچ سال کی عمر ہوئی تو ایسی علامتوں کا ظہور ہوا جن سے حلیمہ بہت خوفزدہ ہوئی اور اب کے اس نے ارادہ کر لیا کہ اس بچہ کو اسکی ماں کے حوالہ کر دیا جائے جب وہ حضور انور کو مکہ لیکر آئی تو راستہ میں آپ گم ہو گئے حلیمہ بہت گھبرائی کہ یہ کیا غضب ہوا سارے میں ڈھونڈھتی پھری لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ لگا ناچار وہ آپ کے دادا عبد المطلب کے پاس آئی اور کہا کہ یہ واقعہ گزرا ہے عبد المطلب نے اپنا ایک بیٹا حضور انور کو تلاش کرنے کے لئے اس کے ساتھ کر دیا جب دونوں نے مل کے تلاش کیا تو آپ کو بالائی مکہ پر پھرتے ہوئے دیکھا پھر دونوں شخص حضور انور کو وہاں سے لے آئے اور آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔

ہشامی اس بات سے انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حلیمہ عبد المطلب کے پاس نہیں آئی تھی بلکہ جس شخص نے آپ کو تلاش کیا وہ مشہور ورقہ تھا مگر عبد المطلب کو حضور انور کے گم ہو جانیکی خبر ہو ضرور گئی تھی کیونکہ انھوں نے کعبہ کے ایک بت سے منت مانی تھی کہ اگر میرا پوتا مل گیا تو میں یہ نذر چڑھاؤنگا۔

حضور انور نے اپنی عمر کا چھٹا سال اپنی والدہ کی آغوش محبت میں بسر کیا بی بی آمنہ ایک سال تک مکہ میں رہیں پھر آپ مدینہ روانہ ہوئیں تاکہ ننیال کے لوگوں سے آپکو ملائیں چنانچہ آپ اپنی لونڈی اُمِّ ایمن کو لیکر اور دو اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں جب آپ مدینہ پہنچیں تو آپ نے اس گھر میں قیام کیا جہاں آپ کے شوہر کی وفات ہوئی تھی آپ کی روشن ضمیری۔ عالی دماغی اور تیز ذہنی کی اولیٰ علامت یہ ہے کہ جب آپ سینتالیس سال کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے ہیں تو آپ نے اس گھر کو پہچان لیا اور یہ فرمایا اس مقام پر میں کھیلا کرتا تھا یہاں میری والدہ مجھے لیکے اُتری تھیں اور خاص اس مقام پر میری والدہ کی قبر ہے۔

ایک مہینہ کے بعد حضرت بی بی آمنہ واپس مکہ روانہ ہوئیں مگر ابھی آپ نے نصف راستہ طے کیا ہوگا کہ آپ یکایک بیمار ہو گئیں اور آپ کا انتقال ہو گیا حضور انور کی یہ مظلومانہ حالت دیکھ کے سنگدل سے سنگدل کے بھی آنسو نکل پڑتے ہیں آپ کی پیدائش سے دو مہینے قبل آپ کے نوجوان باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور گویا آپ نے یتیم بن کے دنیا میں ظہور کیا تھا۔ مگر جب آپکی چھ برس کی عمر ہوئی اور آپ میں ماں کو ماں سمجھنے اور شفقت مادری کے محسوس کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی تو اسوقت جب آپ صرف اپنی

CC-0. INFLIBNET Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مہربان ماں اور گھر کی ایک لونڈی کے ساتھ مدینہ کی دشوار گزار راہوں میں سفر کر رہے تھے سنگلاخ چٹانوں اور بے آب و گیاہ صحرا میں آپ کی والدہ کا بیماری سے تڑپ کر جان دینے نے اس مقدس اور پاک دل پر کس قدر صدمہ دیا ہوگا اس تاریخ سے گویا دوہری یتیمی کا تمغہ آپکو پہنایا گیا آپ تنہا بے یار و مددگار انھیں سنگلاخ چٹانوں میں لق و دق صحراؤں اور دشوار گزار راستوں میں ہوکے پُر نم آنکھوں کے ساتھ مکہ میں پہنچے۔

یہ مختصر واقعات ہیں آپکی پیدائش۔ پرورش اور حادثات سماویہ کے آپ کے والد ماجد اسوقت مدینہ میں آرام فرما رہے تھے اور آپکی والدہ ماجدہ دارالنابغہ میں پڑی سوتی تھیں۔ جسوقت اُم ایمن اس دوہرے یتیم بچہ کو لیکے مکہ میں آئی ہے تو پہلے سیدھی عبدالمطلب کے پاس گئی۔ جوں ہی شیخ نے اپنے پوتے کو دیکھا فوراً گود میں لیلیا مگر جب اس جانکاہ حادثہ کی خبر سنی تو زار زار رونے لگے اور آپکی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے۔

آپ حضور انور کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے بیداری اور خواب میں بار بار آپکے پاس جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ آپکی زبان سے یہ نکل جاتا تھا کہ اے محمدؐ تو ایک دن ضرور حاکم اور سردار بنے گا۔ سنا ہے کہ اسی عرصہ میں ایک کاہن نے عربوں کے ایک مجمع میں بیان کیا کہ اس بچہ کو قتل کر ڈالو کیونکہ یہ بڑا ہو کے تم سب پر قابو پالیگا یہ آواز عبدالمطلب کے کان تک بھی پہنچ گئی تھی اس لیے وہ اپنے پوتے کی اور بھی خبر گیری کرتے تھے۔

جب آپ کی سات برس کی عمر ہوئی تو قبیلہ بنی میح کا ایک گروہ مکہ میں آیا یہ بات مشہور تھی کہ یہ لوگ قیافہ میں بہت مہارت رکھتے ہیں وہ سب لوگ عبدالمطلب سے آکے ملے اور کہا کہ اس بچہ کی جہاں تک ممکن ہو خوب حفاظت کرنا کیونکہ ہمنے مقام ابراہیم میں اس بچہ کے قدم کی مشابہت اور کوئی قدم نہیں دیکھا عبدالمطلب یہ سنکے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے ابوطالب کو بلاکے کہا سُن یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور اُم ایمن کو بھی تاکید کی کہ اُسکی پوری نگرانی کیا کر۔

پے درپے کچھ ایسے واقعات کا ظہور ہوا کہ عبدالمطلب کے خیال میں اور بھی قوت پیدا ہوتی گئی اور آپ کو یہ یقین ہوگیا کہ میرا پوتا قطعی ایک دن قوم کا سردار ہوگا۔ آپ صرف اس خیال سے کہ خدا کی برکت کا ہاتھ اس کے سر پر ہے حضور انور کو بارش کے لئے دعا مانگوانے لے گئے قوم کے اور بھی بہت سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لوگ ساتھ تھے خدا کی شان آپ نے جس وقت اپنے ننھے ننھے مقدس ہاتھوں کو بارگاہ ایزدی کی طرف پھیلا کے یہ کہا ہے اے تمام دنیا کے مالک مینھہ برسا تاکہ ہماری زندگی ہو جائے فوراً بارش ہونی شروع ہوئی اور جل تھل بھر گئے۔

عرب کے مورخوں نے رقیہ بنت ابی صیفی عبد المطلب کی بھتیجی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ چند سال سے مکہ اور مضافات مکہ میں ایسا قحط پڑ رہا تھا کہ غلہ کا نام و نشان نہ رہا تھا جب فاقہ اور مصیبت کی حد ہو گئی تو میں نے خواب میں دیکھا اور بیداری میں بھی یہ آواز سنی کہ اے قریشیوں آخر الزماں پیغمبر کا ظہور ہو گیا ہے یہ وہی پیغمبر ہے جسکی وجہ سے تم عیش کرو گے بارش ہو گی تمھیں روزی دی جائیگی اس کی صورت و شکل یہ ہے اور اس حسب و نسب کا ہے تم اسے کوہ ابو قبیس پر لیجاؤ اور جسوقت وہ بارش کی دعا کرے تو سب ملکر آمین کہو ہم اس کی دعا قبول کرینگے اور مینھہ برسا دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قریش زندہ ہو گئے۔ جسوقت قوم قریش کو معلوم ہوا کہ محض اس بچہ کی برکت سے بارش ہوئی ہے تو ان سب آدمیوں نے عبد المطلب کو آکے مبارکباد دی اور عبد اللہ بن جدعان اور شہاب بن مغیرہ نے عبد المطلب سے خطاب کر کے کہا کہ اے ابو البطحا یہ نعمت عظمیٰ جو تجھے حاصل ہوئی ہے مبارک ہو۔

اس وقت عبد المطلب کی عمر ۸۰ برس کی تھی آپ نے جس شفقت سے حضور انور کو پرورش کیا ایسا آپ نے کسی بیٹے کو بھی نہیں پالا جب آپ کعبہ میں غالیچہ پر بیٹھتے تھے چونکہ آپ قریشیوں کے سردار تھے اس لئے بپاس ادب بڑے بڑے عرب اور آپ کے بیٹے سنت علیحدہ ہو کے بیٹھتے تھے مگر حضور انور ہمیشہ پہلو بہ پہلو نشست فرمایا کرتے تھے ایکدن کثرت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ اسی طرح اپنے دادا کا پہلو دبا کے جا بیٹھے آپ کے چچاؤں یعنی عبد المطلب کے بیٹوں کو یہ برا معلوم ہوا انھوں نے چاہا کہ ہم محمدؐ کو وہاں سے ہٹا دیں مگر عبد المطلب نے اپنے بیٹوں کو منع کیا اور کہا اس سے ہرگز نہ بولو جو کچھ یہ کرتا ہے کرنے دو اس کے پاس بیٹھنے سے میرے دل کو تسکین ہوتی ہے اب بھی حضور انور کو ام ایمن پرورش کرتی تھیں مگر آپ اسکے پاس ٹھہرتے بہت کم تھے اور جہاں آپ نے اپنے دادا کو دیکھا تنہا پایا فوراً جا کے پاس جا بیٹھے۔

عبد المطلب کی وفات | ان کی شفقت کا سایہ ایک عرصہ تک اٹھ چکا تھا باپ کی مہربانی کی نظریں اس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یتیم مقدس بچہ نے کبھی دیکھی نہ تھیں دادا جو اس غیر معمولی محبت سے پیش آتا تھا وہ بھی عنقریب جدا ہونے کو ہے یکایک بیاسی برس کی عمر میں عبد المطلب کا انتقال ہو گیا آپ کے وفات کے ۵۷۸ بعد از مسیح سمجھنی چاہئیے اس مقدس یتیم بچہ کو اپنے دادا کی وفات سے اس قدر صدمہ ہوا کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی جس وقت عبد المطلب کی وفات ہونے لگی ہے تو انھوں نے اپنے بیٹے ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اپنے اس یتیم پوتے کو میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ دیکھ کسی صورت سے اسکی دل شکنی نہ کیجیو یہ بے مادر و پدر ہے اور کوئی اس کا سرپرست نہیں تو اس پر شفقت کیجیو اور نہایت اخلاق اور محبت سے اسکو پالیو اور تربیت دیجیو۔ دیکھ کبھی کسی بات سے اس کا دل میلا نہ ہو۔ ابو طالب نے اس وصیت کو سنا اور اسپر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔

عبد المطلب کی وفات سے ہاشم کے خاندان کا کوئی سردار نہ رہا جو عظمت اور قوت آپ کو حاصل تھی وہ یکایک دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ بنی ہاشم کا پہلو کسی قدر کمزور ہو گیا تھا اس لئے ابو سفیان کے باپ کی وقعت زیادہ بڑھ گئی عبد المطلب کے صاحبزادے زبیر۔ ابو طالب۔ ابو لہب۔ عباس اور حمزہ زندہ تھے مگر حارث کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضور انور کے پدر بزرگوار عبد اللہ اور ان کے بھائی ابو طالب ایک ہی ماں کے بطن سے تھے اس وقت عباس اور حمزہ بہت چھوٹے چھوٹے تھے اگر اس خاندان میں کچھ وجاہت حاصل تھی تو ابو طالب کو تھی کیونکہ زبیر اگرچہ ان سے بڑے تھے لیکن مفلسی کی وجہ سے وہ اس معزز سرداری کے فرائض کو انجام نہیں دے سکتے تھے اس لئے سب نے ملکے ابو طالب کو خاندان کا سردار تسلیم کیا تو بھی سقائی حرم بننے کا عہدہ صرف اس خاندان میں رہا باقی حاجیوں کے کھانے پینے کے سامان کرنیکا انتظام دوسرے گروہ کے ہاتھ میں آگیا جس کا سردار نوفل پسر عبد مناف تھا۔

عباس بجائے خود دولتمند تھے اور چاہ زمزم کی نگرانی انھیں کے سپرد رہی اور جب اسلام کا ظہور ہوا ہے تو زمزم کو حضرت عباس کے خاندان نے حضور انور کے حوالہ کر دیا حضرت عباس اپنی قوم میں کچھ کم وجیہ نہیں تھے آپ بڑے زبردست دل و دماغ کے شخص تھے ان کے مقابلہ میں ابو طالب اگرچہ تمام شریفانہ جوہر ان میں موجود تھے مگر بعض اوقات ناداری کی وجہ سے ان سے اکثر امور کی سربراہی نہ ہو سکتی تھی اس صورت سے رفتہ رفتہ بنی ہاشم کی قوت اور عظمت کا منزل اور فریق مقابل کی برتری قوم میں تسلیم ہوتی گئی جبتک

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور نے مکہ کو فتح نہ کر لیا یہاں کی حکومت یا سرداری میں یکسوئی پیدا نہ ہوئی۔

ابو طالب نے اپنے یتیم بھتیجے کی سرپرستی اسی محبت اور دلجوئی سے کی جس کی وصیت عبد المطلب کر گئے تھے۔ ابو طالب کے خاندان کے لئے حضور انور کا قدم ایسا مبارک ثابت ہوا کہ مفلسی کی بلا دور ہو گئی۔ ابو طالب اپنے بھتیجے کو مثل عبد المطلب کے اپنے ساتھ لیکے سویا کرتے تھے اپنے ساتھ بٹھا کے کھانا کھلاتے تھے اور جہاں آپ جاتے تھے آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ جبتک حضور انور خورد سالی کی نا یوسانہ حالت میں رہے محبت میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا اگر حضور انور کے والد ماجد بھی زندہ ہوتے تو اس سے زیادہ محبت سے پرورش نکر سکتے تھے۔

حضور انور کا پہلا سفر

جب حضور انور کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو آپ کو سفر شام پیش آیا ابو طالب کا قافلہ تجارت کے لئے شام کی طرف جانے کو تیار ہوا ابو طالب کی یہ مرضی ہوئی کہ اپنے بھتیجے کو مکہ چھوڑ جاؤں تاکہ سفر کی مصیبتوں سے آپ امین رہیں جسوقت ابو طالب اونٹ پر سوار ہوئے ہیں حضور انور کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے آپ نے ابو طالب کے اونٹ کی نکیل پکڑ کے کہا میرے نہ ماں ہے نہ باپ آپ مجھ کو مکہ میں کس پر چھوڑ جاتے ہیں سنکر ابو طالب رونے لگے اور قسم کھا کے کہا کہ میں قطعی اپنے بھتیجے کو ساتھ لیچلوں گا مجھے اسکی مفارقت گوارا نہیں ہو سکتی دوسری روایت یہ ہے کہ جب ابو طالب اونٹ پر سوار ہو کے روانہ ہونے لگے حضور انور کی مبارک آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور روتے روتے آپ کی ہچکی بندھ گئی ابو طالب نے یہ دیکھ کے پوچھا کہ بیٹا تم اس لئے روتے ہو کہ میں تمھیں اپنے ساتھ نہیں لے چلتا۔ کہا ہاں۔ چچا جان ابو طالب بھی بھر آئے اور قسم کھائی۔ واللہ لا افارقک ابدا۔ غرض ابو طالب اپنے بھتیجے کو لیکے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ منازل طے کرنیکے بعد ایک راہب کے صومعہ میں پہنچے یہ راہب بہت بڑا نصرانی فاضل تھا آسمانی کتابوں کا بھی علم خوب رکھتا تھا اور اس راہب کا نام بحیرا تھا جس قریہ میں یہ رہتا تھا اس کا نام کفر تھا اکثر راہب بوقت فرصت یہاں آکے عبادت کیا کرتے تھے مسلمان مورخوں نے اس سفر کے متعلق بہت سے معجزات کا بھی بیان کیا ہے جن پر ہمارے دوست نصاریٰ نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ غور سے پڑھنے کے بعد نکتہ چینی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ بحیرا نے خاتم النبیین کی جو علامتیں اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں وہ ہو بہو حضور انور میں دیکھ لیں اس لئے وہ آپ کے آگے سجدہ میں گر پڑا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسری روایت یہ ہے کہ جب قافلہ اس کے صومعہ کے قریب پہنچا تو اسے یکایک یہ آوازیں سنائی دیں کہ السلام علیک یا رسول اللہ وہ گھبرا کے اپنے صومعہ سے باہر نکلا تو دیکھا کہ شجر و حجر سے یہ آوازیں پیدا ہو رہی ہیں۔ تیسری روایت یہ ہے کہ جب اس موضع میں قافلہ پہنچا تو ابو طالب حضور انور کو ساتھ لیکے ایک درخت کے نیچے آ بیٹھے فوراً سیاہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کرنیکے لئے نمودار ہوا اور وہ درخت جس کے نیچے آپ تشریف رکھتے تھے سرسبز ہو گیا جب بحیرا نے یہ صورت دیکھی اور اسے معلوم ہو گیا کہ حضرت رسالت مآب یہاں تشریف رکھتے ہیں اس نے سارے قافلہ کے لئے کھانا تیار کرا کے اپنے آدمیوں کے ہاتھ دعوت کا پیغام دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ امیر غریب رئیس فقیر سب کی میرے ہاں دعوت ہے قریشیوں نے راہب کی دعوت قبول کر لی اور کل قریش وقت مقررہ پر راہب کے صومعہ میں آئے راہب نے اپنے مہمانوں کو بغور دیکھا تو انہیں حضور انور کو نہ پایا وہ پریشان ہو کے اپنے صومعہ کی چھت پر گیا اور اس نے چاروں طرف دیکھ کے معلوم کیا کہ حضور اس درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں اور اسی طرح ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ فگن ہے راہب نیچے اتر آیا اور اپنے مہمانوں سے کہا کہ آپ میں سے کوئی شخص رہ گیا ہے یا سب چلے آئے قریشیوں نے جواب دیا ہم صرف ایک بچہ کو بال کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں راہب نے کہا کہ اگر اسے بھی بلا لیا جائے تو بہت اچھا ہو

صد سفرہ دشمن بنہد طالب مقصود تا لوکہ بیکے دوست بیاید بضیافت

غرض آپ کے چچا درخت کے نیچے سے جا کے آپکو لے آئے جس وقت حضور انور نے راہب کے صومعہ میں قدم رکھا راہب نے از سر تا پا قدم حضور انور کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھا اور جو علامتیں خاتم المرسلین کی آسمانی کتابوں میں دیکھی تھیں وہ سب آپ میں پائیں بڑی محبت اور دلجوئی سے حضور کو بٹھایا جب قریش کھانا کھا کے فارغ ہوئے تو ان سب کو بحیرا نے رخصت کیا مگر ابو طالب کو آنکھ کے اشارہ سے ٹھیرا لیا جب سب باہر چلے گئے تو یہ کہنے لگا کہ یہ لڑکا آپ کا کون ہے ابو طالب نے جواب دیا کہ میرا بیٹا ہے بحیرا یہ سن کے کچھ سکوت میں ہوا لیکن سوچ سوچ کے یہ کہنے لگا کہ نہیں علامتیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ آپ کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اس پر ابو طالب نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے یہ میرا بھتیجہ ہے راہب نے کہا تم نے سچ کہا اس کے بعد بحیرا آزمایش اور امتحان اور مزید تعریف و ایقان کے لئے حضور انور کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں آپکو لات و عزیٰ کی قسم دیکے کہتا ہوں جو کچھ میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سوال کروں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا حضور انور نے خفا ہو کے کہا کہ مجھے ہرگز لات وعزیٰ کی قسم نہ دے میں اُن کا سخت مخالف ہوں اور اپنی قوم کا اُنھیں دشمن سمجھتا ہوں اس پر راہب نے کہا من اللہ سالتک" اور اس کے بعد کچھ آپ کے حالات دریافت کئے آپ نے ٹھیک ٹھیک جواب سب کے دیئے پھر راہب نے آپ کی مبارک آنکھوں کی طرف دیکھا اور ابو طالب سے دریافت کیا کہ آنکھ کا یہ رنگ روز پیدائش سے چلا آتا ہے یا اس میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہے ابو طالب نے کہا کہ کچھ تبدیلی نہیں ہوئی پھر راہب نے مزید اطمینان کے لئے ابو طالب سے یہ درخواست کی کہ میں آپ کے شانے دیکھنا چاہتا ہوں حضور انور نے محض شرم کی وجہ سے اپنے مبارک شانوں کو برہنہ کرنے سے انکار کیا مگر راہب برابر اصرار کرتا گیا اور ابو طالب نے بھی اس کی سفارش کی جب اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضور انور نے اپنے دونوں مبارک شانوں کو کھولدیا دو شانوں کے بیچ میں راہب نے مہر نبوت ثبت دیکھی مارے خوف کے کانپنے لگا اور بیساختہ اس کی زبان سے یہ نکل گیا" ہذا سید العالمین وہذا الذی یبعث اللہ رحمۃ للعالمین" جب قریشوں کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ بحیرا نے محمدؐ کی کچھ بہت ہی قدر و منزلت کی بحیرا نے ابو طالب سے کان میں کہا کہ آخر الزماں پیغمبر یہی ہے اسکی شریعت کا بچھونا تمام عالم میں بچھ جائیگا اور اس کا متین دین کل ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیگا میری صلاح یہ ہے کہ آپ انھیں شام نہ لیجائیں کہ یہودیوں کو آپ کے ساتھ سخت دشمنی ہے اگر انھیں معلوم ہو گیا کہ آپ منظر موعود ہیں شاید آپکو کچھ تکلیف پہنچائیں۔

اس بات سے ابو طالب کو خوف ہوا اور وہ اپنے تجارتی سامان کو مصر میں فروخت کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ ابو طالب نے حضور انور کو مکہ روانہ کر دیا اور آپ تجارت کے لئے شام چلے گئے اس کے علاوہ مورخوں نے ایک اور روایت یہ نقل کی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ روم سے روانہ ہوا تاکہ حضور انور کو قتل کر ڈالیں اتفاق سے وہ یہودی بھی عین اس وقت کہ جب بحیرا کے ہاں قریشوں کی دعوت ہو رہی تھی اس جگہ آپہنچا اور وہ کل یہودی بحیرا ہی کے مکان میں آکے اترے شب کو یہودیوں نے بحیرا سے کہا کہ ہمنے اپنی آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آج کے دن محمدؐ قریشوں کے کارروان کے ساتھ خاص اس جگہ قیام کریں گے ہم ان کے قتل کرنے کے ارادہ سے یہاں آئے ہیں تو ہمیں پورا پتہ دے کہ آیا اس قافلہ کے ساتھ محمدؐ ہیں یا نہیں بحیرا نے جواب دیا کہ اگر وہ شخص وہی ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس کی صفات کی کتب سماوی شہادت دے رہی ہیں تو اس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور اگر وہ نہیں ہے تو پھر اس کے قتل کرنے سے کیا فائدہ جب یہودیوں نے ایسی معقول بات سنی تو آپ کے قتل سے ہاتھ اُٹھایا۔

پھر مورخوں کا یہ بیان ہے کہ اس سفر کے بعد ابو طالب کبھی حضور انور کو اپنے ساتھ کسی سفر میں نہیں لے گئے مگر بعض مورخ یہ لکھتے ہیں کہ ۱۷ برس کی عمر میں ابو طالب نے عباس بن عبد المطلب یا زبیر بن عبد المطلب کی التجا پر حضور انور کو سفر میں ساتھ کر کے یمن بھیجدیا تھا اس سفر میں بھی جو جو خوارق عادات حضور سے سرزد ہوئیں وہ مورخوں نے بیان کئی ہیں اسی سال ہرمز بن نوشیرواں سلطنت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی آنکھوں میں زہر کی سلائی پھیر دی گئی اور جب حضور انور کی ۱۹ سال کی عمر ہوئی تو خسرو پرویز اپنے باپ ہرمز کی جگہ تخت نشین ہوا ۲۰ سال کی عمر میں ابو بکر صدیق حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدس کی ملازمت میں ملک شام میں تجارت کے لئے روانہ ہوئے اس سفر میں اور بھی بہت سے لوگ حضور انور کے ہمرکاب تھے جب یہ قافلہ منزل پر پہنچا تو حضور انور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکر صدیق آپ کے واسطے کھانا لینے کے لئے اس گاؤں کے راہب بحیرا نامی کے پاس گئے راہب نے دریافت کیا کہ وہ شخص جو درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے کون ہے ابو بکر صدیق نے جواب دیا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہے بحیرا نے کہا یقیناً وہ پیغمبر ہے اور خاتم الرسل ہے میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد سوا پیغمبر آخر الزماں کے کوئی شخص اس درخت کے نیچے نہیں بیٹھنے کا یہ سنتے ہی ابو بکر صدیق کے دل میں حضور انور کے نبوت کی صداقت کے نقش ہو گئے۔

اکثر مورخین کی یہ رائے ہے کہ یہ سفر وہی سفر ہے کہ حضور انور نے ابو طالب کے ہمراہ کیا تھا اسکی تفصیل یہ ہے کہ قریش اس وقت ایک دوسرے پر ظلم کرنے لگے تھے جب ظلم حد سے گزر گیا تو مظلوموں کے مدد دی کے لئے زبیر بن عبد المطلب اور عبد بن جدعان نے قریشوں کے بتوں کو جمع کر کے آپس میں قسم کھائی کہ جہاں تک ہو سکے گا کمزوروں پر ظلم نہونے دیں گے۔ اس واقعہ یعنی قسم کھانے سے چند روز پہلے حضور انور پر نزول ملائکہ ہونے لگا تھا ایک دن حضور انور اپنے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ چچا جان دو تین شب سے تین چار آدمی میرے پاس آتے ہیں اور میری طرف دیکھکر آپس میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس کے ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا مجھے اس بات سے سخت ہراسانی ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابو طالب نے کہا نہیں ہراسان ہونیکی کوئی بات نہیں ہے جو کچھ ہوگا اُسکا ظہور دیکھ لیں گے۔

پھر ایک دن حضور انور ابو طالب کے پاس تشریف لائے اور کہا چچا جان آج تو عجب صورت نظر آئی کہ وہی تین شخص میرے پاس آئے اور مجھپر حملہ کیا اور پھر مجھ ہی میں غائب ہو گئے جس سے مجھے ایک گونہ راحت حاصل ہوئی یہ سنکر ابو طالب یہ سمجھے کہ آپ کو کوئی بیماری ہو گئی ہے اس لئے حضور انور کو ساتھ لیکے ایک کاہن طبیب کے پاس آئے اور اس سے ساری کیفیت بیان کی اُس نے حضور انور کی نبض کو دیکھا اور ساتھ ہی سینہ اور بازوؤں کا بھی امتحان کیا جوں ہی اس کی نظر مُہر نبوت پر پڑی فوراً بول اُٹھا کہ اے ابو طالب یہ لڑکا تمام عیبوں سے پاک ہے اور اس پر شیطان کا وسوسہ نہیں چلسکتا جو لوگ کہ اُس کے پاس آتے ہیں وہ فرشتے ہیں اور اُن کا آنا محض اس غرض سے ہے کہ نبوت کے لئے اس کے حال کی تفتیش کریں اگر یہودیوں کو اسکی خبر ہو گئی تو وہ ضرور اسے قتل کر ڈالیں گے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضور انور نے یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مکان کی چھت کو کھول کے اس میں دو آدمیوں نے چاندی کی سیڑھی لگائی ہے اور اس سیڑھی پر سے نیچے اُتر کے میرے پاس آئے ایک شخص ذرا دور فاصلہ پر بیٹھا اور ایک میرے پاس پہلو میں بیٹھ گیا۔ اور اُس نے میرا پہلو چاک کر کے میرا دل نکال لیا اور یہ کہا کہ مرد صالح اور پیغمبر کا کیا اچھا دل ہے اور پھر اُس دل کو لیکے میرے پہلو میں رکھدیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

یہ روایتیں ہیں حضور انور کے بچپن اور سفر کے متعلق جو ہمنے اوپر نقل کی ہیں۔ سر ولیم میور اور اُن کے ہمخیال دوسرے یورپی مصنفوں نے بھی ان روایتوں کو سخت لغو اور بیہودہ بیان کیا ہے میور نے تو نہایت کرختگی سے یہ لکھدیا کہ مسلمان مورخوں نے ایسی لغو روایتیں اپنی کتابوں میں درج کر کے اپنا اعتبار ایسا کھو دیا کہ اُن کی اور روایتوں پر بھی شک ہو گیا میور یا اس کے ہمخیالوں کی یہہ بہت بڑی زیادتی ہے اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ یہ روایتیں بالکل غلط ہیں تو بھی انجیلوں کی بہت سی مافوق الفطرۃ باتوں سے کم درجہ ہیں۔ انجیلوں کا یہ فتوے دینا کہ دولتمند کبھی جنت میں جانے ہی کے نہیں کل کی روزی کی فکر نکرو حضرت مسیح نے کوڑھی اور اندھوں کو دم کر کے تندرست کر دیا یا حضرت مسیح زندہ مجسم آسمان پر چلے گئے یہ روایتیں اپنی نوعیت میں حضور انور کے سفر کے حالات کی روایتوں سے اگر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علوم جدیدہ کی عقل کو کام میں لایا جائے تو کئی درجہ ناممکن الوقوع اور بدرجہا لغو اور مہمل ہیں۔

جو روایتیں حضور انور کے سفر وغیرہ کی نسبت اُوپر درج ہوئی ہیں اُن پر کچھ اسلام کا دارومدار نہیں ہے اور نہ صحیح حدیثوں میں اس بات کی تشریح کی گئی ہے کہ حضور انور نے اپنے بچپن اور سفر کے حالات خود بیان فرمائے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ روایتیں اس پر بھی بذات خود وزن رکھتی ہیں۔ مورخوں نے ایک اولوالعزم پیغمبر اور عظیم الشان مصلح کی وجاہت پر اس قسم کی روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ بارفع نظروں کے خیال میں اُن میں سے کوئی بات بھی غلط نہیں ہوسکتی بیشک یہودیوں کی آسمانی کتابوں میں ایک آنیوالے پیغمبر کی بشارت موجود ہے اور یہودیوں کی ابتدا سے یہ خواہش تھی کہ جو پیغمبر ہو ہمارے ہی گروہ میں سے ہو وہ یہ سننا گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ دوسرے غیر قبیلہ میں سے کوئی شخص پیدا ہوا اور اُس میں پیغمبروں کے سے اوصاف پائے جاتے ہوں یا وہ پیغمبری کا دعویٰ کرے اور ساتھ ہی یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ اس زمانہ میں صدہا صحرا نشین راہب مختلف قسم کی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے اور اُن کی پیشین گوئیوں پر ایک گروہ کثیر کا ایمان تھا۔

اگر کسی صحرا نشین راہب نے حضور انور کے چہرۂ مبارک کو دیکھ کے جس میں ایک غیر معمولی تمکنت اور وجاہت پائی جاتی تھی اس بات کی پیشین گوئی کردی ہو کہ آپ آیندہ نبی ہونگے یا آپ کے پاکیزہ خیالات اور غیر معمولی صداقت کو دیکھ کے یہ حکم لگایا ہو کہ جس پیغمبر کی پیشین گوئی یہودیوں کی آسمانی کتابوں میں درج ہے وہ پیغمبر آپ ہی ہیں اور یہ بات سنکے یہودی آپکو ایذا پہنچانے کے لئے آمادہ ہوگئے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اب رہا اس بات میں اختلاف کہ حضور انور سفر میں کب کب گئے اور کس کس کے ساتھ گئے یہ بہت ہی معمولی بات ہے جبکہ قریشوں میں کوئی دفتر یا تاریخ نویسی کا کوئی ایسا سلسلہ جسمیں قافلوں کے سفروں کا حال درج ہو موجود نہ تھا نہ حضور انور نے اپنے بچپن اور سفر کے حالات مفصل طور پر صحابہ سے بیان فرمائے پھر کونسی تعجب کی بات ہے کہ جو واقعات تیس سو برس کے بعد قلمبند کئے جائیں اُن میں خاص ایسے معاملات پر اختلاف پیدا ہو جائے چونکہ حضور انور تمام دنیا کے مصلح اور وہ بھی آخری مصلح بن کے دنیا کے سامنے پیش ہوئے تھے اس لئے مورخین عرب کا فرض ہوا کہ ان غیر معمولی اوصاف رکھنے والے کامل انسان کے واقعات بچپن جب قلمبند کریں تو ایسے واقعات کا بیان کریں جو مافوق الفطرۃ ہوں یا کم سے کم معمولی شخص کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زندگی سے اُن میں ضرور امتیاز پیدا ہو۔ سر ولیم میور کا یہ لکھنا کہ عرب مورخوں نے ایسی باتیں لکھکر اپنا اعتبار کھو دیا محض تعصبانہ اور لغو ہے ایک غیر معمولی نفس یا ایک عظیم الشان مصلح یا ایک اولوالعزم سردار کے حالات زندگی خواہ بچپن کے ہوں یا جوانی کے یا بڑھاپے کے ضرور معمولی آدمیوں کے واقعات زندگی سے ممیز ہوں گے ہمنے لندن بلکہ یورپ کے بہت سے ناموروں کے حالات دیکھے ہیں جن کا بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا معمولی آدمیوں کے واقعات زندگی سے بالکل ممتاز ثابت کیا گیا ہے۔

اب رہی دوسری بحث کہ آیا حضرت بی بی آمنہ کو عالم بیداری یا خواب میں اس قسم کی غیر معمولی صورتیں دکھائی دیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اسکی سند مسلمانوں کی معتبر کتابوں سے نہیں ملتی اور نہ اس کا اسلام کا دارومدار ہے۔ یہ یا اس قسم کی اور روایتیں محض اس وجہ سے بنائی گئی ہیں تاکہ حضور انور کا ظہور غیر معمولی طور پر دکھایا جائے اور آپ کے معتقدوں نے محض اس خیال سے کہ حضور انور سرور کائنات محبوب خدا ہیں اس لئے آپ کا ہر فعل خواہ پیدائش سے تعلق رکھتا ہو خواہ بچپن اور بڑھاپے۔ تعلیم یا تلقین سے اور آدمیوں بلکہ گزشتہ انبیاء سے ان میں کچھ امتیاز ضرور پیدا کیا جائے یہ کوئی بڑا جرم مسلمانوں نے نہیں کیا جبکہ ان کے معتمد علماء ایسی روایتوں کو وثوق کے ساتھ نہیں بیان کرتے پھر کیوں خواہ مخواہ معمولی مورخوں یا غیر معتبر راویوں کے خیالات پر یورپی محقق قہقہہ اڑاتے ہیں۔ یہ نرا تعصب اور بے علمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اب دوسرا پہلو ان روایتوں کا یہ ہے کہ ہم اُن سب کو عیسائیوں کے مقابلہ میں صحیح تسلیم کر لیں پھر دیکھیں کہ ہمارے عیسائی دوست اس کا کیا جواب دیتے ہیں جبکہ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح ؑ کی پیدائش اس سے بھی زیادہ مافوق الفطرۃ طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱ آیت ۱۸ - ۲۵ - اور باب ۲ اخیر تک"

باب ۱ آیت ۱۸ - اب یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو اُن کے اکٹھے آنے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ ۱۹ - تب اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور نہ چاہا کہ اُسے تشہیر کرے ارادہ کیا کہ اُسے چپکے سے چھوڑ دے۔ ۲۰ - وہ ان باتوں کے سوچ ہی میں تھا کہ دیکھو خداوند کے ایک فرشتہ نے اس پر خواب میں ظاہر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہوکے کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے مت ڈر کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے سو روح القدس سے ہی۔ ۲۱۔ اور وہ بیٹا جنیگی اور تو اس کا نام یسوع رکھے گا۔ کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے بچائیگا۔ ۲۲۔ یہ سب کچھ ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو کہ۔ ۲۳۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اس کا نام عمانوئیل رکھیں گے جس کا ترجمہ یہ ہی خدا ہمارے ساتھ۔ ۲۴۔ تب یوسف نے سوتے سے اٹھکر جیسا خداوند کے فرشتہ نے اُسے فرمایا تھا کیا اور اپنی جورو کو اپنے ہاں لے آیا۔ ۲۵۔ پر اس کو نہ جانا جبتک کہ وہ اپنا پلوٹھا بیٹا نہ جنی اور اس نے اُسکا نام یسوع رکھا۔

باب ۲ آیت ۱۔ اور جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے وقت یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسیوں نے پورب سے یروسلم میں آکے۔ ۲۔ کہا کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا سو کہاں ہی کہ ہم نے پورب میں اس کا ستارہ دیکھا اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں۔ ۳۔ جب ہیرودیس بادشاہ نے یہ سُنا تب وہ اور اس کے ساتھ تمام یروسلم گھبرایا۔ ۴۔ تب اُس نے سب سردار کاہنوں اور قوم کے فقیہوں کو جمع کرکے ان سے پوچھا کہ مسیح کہاں پیدا ہوگا۔ ۵۔ انھوں نے اس سے کہا یہودیہ کے بیت لحم میں کیونکہ نبی کی معرفت یوں لکھا ہی کہ۔ ۶۔ اے بیت لحم یہوداہ کی سرزمین تو یہوداہ کے سرداروں میں ہرگز کمترین نہیں ہی کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری قوم اسرائیل کی رعایت کرے گا۔ ۷۔ تب ہیرودیس نے مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر ان سے تحقیق کی کہ وہ ستارہ کب دکھلائی دیا۔ ۸۔ اور انھیں یہ کہکے بیت لحم میں بھیجا کہ جاکر اس لڑکے کی بابت خوب دریافت کرو اور جب اُسے پاؤ مجھے خبر دو کہ میں بھی جاکے اُسے سجدہ کروں۔ ۹۔ وے بادشاہ سے یہ سُنکے روانہ ہوئے اور دیکھو وہ ستارہ جو انھوں نے پورب میں دیکھا تھا ان کے آگے آگے چلتا تھا اور اس جگہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا جاکے ٹھیرا۔ ۱۰۔ وے اس ستارہ کو دیکھ کے بہت ہی خوش ہوئے۔

۱۱۔ اور اُس گھر میں پہنچکر اُس لڑکے کو اُسکی ماں مریم کے ساتھ پایا اور اس کے آگے گرکے اُسے سجدہ کیا اور اپنی جھولیاں کھول کے سونا اور لوبان اور مُر اُسے نذر گزرانا۔ ۱۲۔ اور خواب میں آگاہی پاکے کہ ہیرودیس کے پاس پھر نہ جائیں وے دوسری راہ سے اپنے ملک کو پھرے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

۱۳۔ جب وے روانہ ہوئے تو دیکھو خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکے کہا اُٹھ اُس لڑکے اور اُس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور وہاں رہ جب تک میں تجھے خبر نہ دوں کیونکہ ہیرودیس اس لڑکے کو ڈھونڈھنے لگا کہ مار ڈالے۔ ۱۴۔ تب وہ اُٹھ کے رات ہی کو لڑکے اور اُس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو روانہ ہوا۔ ۱۵۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہاں رہا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو کہ میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا۔

۱۶۔ جب ہیرودیس نے دیکھا کہ اُس نے مجوسیوں سے فریب کھایا تھا تو نہایت غصہ ہوا اور لوگوں کو بھیجکر بیت لحم اور اُس کی ساری سرحدوں کے سب لڑکوں کو جو دو برس کے اور اُس سے چھوٹے تھے اُس وقت کے موافق کہ اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کی تھی قتل کروایا۔ ۱۷۔ تب وہ جو یرمیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہوا کہ۔ ۱۸۔ رامہ میں ایک آواز سننے میں آئی ہے نالہ اور رونے اور بڑے ماتم کی کہ راخل اپنے لڑکوں پر روتی اور تسلی نہیں چاہتی اس لئے کہ وے نہیں ہیں۔

۱۹۔ جب ہیرودیس مر گیا تو دیکھو خداوند کے فرشتہ نے مصر میں خواب میں یوسف کو دکھلائی دیکے ۲۰۔ کہا اُٹھ اور اُس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر اسرائیل کے ملک میں جا کیونکہ جو اُس لڑکے کی جان کے خواہاں تھے مر گئے۔ ۲۱۔ تب وہ اُٹھا اور اُس لڑکے اور اُس کی ماں کو ساتھ لیکے اسرائیل کے ملک میں آیا۔ ۲۲۔ مگر جب سُنا کہ آرخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی جگہ یہودیہ پر بادشاہت کرتا ہے تو وہاں جانے سے ڈرا اور خواب میں آگاہی پا کر جلیل کی اطراف میں روانہ ہوا۔ ۲۳۔ اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا کے رہا کہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا۔

اب فرمائیے کہ ان واقعات میں جو بعید از فہم ہیں کونسی شاخ زعفران لگی ہوئی ہے کہ ہم حضور انور کے واقعات پیدائش تو تسلیم نکریں اور حضرت مسیح علیہ السّلام کی یہ دور از قیاس باتیں مان لیں۔ کہاں ہیں سر ولیم میور اور اُن کے ہمخیال جو ان باتوں کا ہمیں جواب دیں کہ اس وقت دو نبیوں کے واقعات پیدائش وغیرہ ہماری آنکھوں کے آگے موجود ہیں اور دونوں مافوق الفطرۃ رنگ میں رنگے ہوئے ہیں کس کو مانیں اور کس کو نہ مانیں۔

حضرت مسیح کی اس قسم کی پیدائش جو انجیل میں لکھی گئی ہے ایسے شرمناک طریقہ پر ہوئی ہے کہ خود حضرت مسیح کے باپ کو بھی شبہہ ہوا اور وہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا اور اس شرمناک امر کی اُس نے شہرت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دینی نہ چاہی کیونکہ وہ راستباز تھا۔ وہ تو خدا بیچارے فرشتہ کا بھلا کرے کہ اس نے یوسف نجار کو خواب میں آکے سمجھایا کہ تو اپنی جورو پر شبہہ کیوں کرتا ہے اس کو اپنے گھر میں لے آ کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے وہ روح القدس ہے۔ یوسف بڑھئی یہ خواب دیکھ کے بی بی مریم کو اپنے گھر میں لے تو آیا مگر پھر بھی اس کی طرف التفات نہ کیا اور رہا بیچارہ پریشان یہاں تک کہ مریم اپنا پلوٹھا بیٹا جنی۔

اب عیسائی خیال کریں کہ ان کے خداوند کی ایسی پیدائش ہے جس سے ان کے خداوند کا باپ یوسف بڑھئی ہمیشہ پریشان رہا اور اس بیچارہ کو اس پریشانی اور شرم سے نجات نہیں ملی۔ پھر مجوسیوں کا پورب میں ستارہ کو دیکھنا اور یروسلم میں آکے دریافت کرنا کہ یہودیوں کا بادشاہ کہاں ہے ہم نے پورب میں اسکا ستارہ دیکھا اور اب اس کو سجدہ کرنے آئے ہیں۔

بھلا انصاف سے خیال تو کرو کہ یہ کیسے بے جوڑ واقعات ہیں۔ مجوسیوں کا ستارہ کو دیکھنا جبکہ اور لاکھوں ستارہ آسمان پر موجود ہیں اور پھر اس ستارہ سے یہ مطلب سمجھ لینا کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوگیا یروسلم میں چلکے اس کو سجدہ کرو ایک ایسا غلط استدلال اور لغو بیان ہے کہ کوئی شخص بشرطیکہ اسپر عقیدہ کا بھوت نہ چڑھا ہوا ہو کبھی یقین نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد ہیرودیس شاہ کو پہلے تو حضرت مسیح کا معتقد بنایا ہے کیونکہ اس نے تلاش میں آدمی روانہ کئے تھے کہ بیت لحم میں اس کو جاکے ڈھونڈیں اور مجھے خبر کریں تاکہ میں بھی اس کو جاکے سجدہ کروں اور پھر اسی بادشاہ کو حضرت مسیح کا دشمن بنادیا اور فرشتہ سے یوسف بڑھئی کو یہ کہلایا کہ تو اس لڑکے یعنی مسیح کو لیکے مصر روانہ ہوجا کیونکہ ہیرودیس اس کے قتل کرنے کی فکر کر رہا ہے۔

پھر حضرت مسیح کی پیدائش کو خونی جامہ پہنایا گیا ہے یعنی صرف ان کی وجہ سے بیت لحم اور اس کی سارے سرحدوں کے شیر خوار بچوں کو جو دو برس کے اور اس سے چھوٹے تھے قتل کروڈالا گیا ہے کیا ایک شخص کی پیدائش سے جبکہ معصوم شیر خوار بچے ماؤں کی گودیوں میں ذبح کردیئے گئے خوفناک کوئی پیدائش اس سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ اف کیسی خونی پیدائش اور اثر ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنی شیر خوارگی کی ہی حالت میں تھے کہ بہت سے بچوں کا خون ہوگیا۔ یہ آثار ہیں عیسائیوں کے خداوند کی پیدائش کے اور نئی بات ملاحظہ ہو کہ ہیرودیس نے جب لوگوں کو مسیح کی تلاش میں بھیجا تو جو ستارہ انھوں نے دیکھا تھا وہ ساتھ ساتھ چلنے لگا اور بیت لحم میں ان کے ساتھ ساتھ چلا آیا۔ یہ بھی وہی مثل ہوئی کہ ہمارے ہاں چھوٹے بچے گھروں میں یہ کھیلا کرتے ہیں کہ ایک بچہ ایک دالان سے دوسرے دالان میں جاتا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے کہ دیکھو چاند میرے ساتھ چل رہا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس قسم کی باتیں دنیا میں کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں کہ ستارہ ساتھ ساتھ چلے اور پورب سے چند آدمیوں کے ساتھ بیت لحم آکے پہنچے۔

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہر مذہب نے اس قسم کی مافوق الفطرۃ باتیں تسلیم کرلی ہیں مگر افسوس اس وقت ہوتا ہے کہ جب ایک مذہب والا ایسی ہی باتوں پر دوسرے مذہب والے پر اعتراض کرے اور خوش ہو کہ میں نے بڑا تیر مارا۔ سر ولیم میور یا اُن کے دوست اسپرنگر عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر تعجب یہ ہے کہ جو باتیں اُن کے مذہب میں مسلّم ہیں ان ہی باتوں پر وہ دوسرے مذہب کو اچھا نہیں سمجھتے۔ حضرت مسیح اور اُنکے باپ یا حواریوں کے پاس فرشتوں کا مجسم آنا قبول کرتے ہیں لیکن اس بات سے ناراض ہیں کہ محمد عربی فخر دوجہاں کے پاس خدا کے احکام لیکے کیوں فرشتے آتے ہیں۔ اگر سر ولیم میور یا اُن کے دوست اسپرنگر صاحب حضرت مسیح کی پیدائش کا حال غور سے انجیلوں میں پڑھ لیتے تو انھیں بھولے سے بھی اُن واقعات پر اعتراض کرنیکا موقع نہ ملتا جو حضور انور کی پیدائش۔ بچپن اور سفر کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔

چوتھا باب

حضور انور کے حالات چودہ سال کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک

ہر سال بماہ ذیقعدہ تمام عربی قبائل طائف اور نخلہ کے بیچ میں بمقام عکاظ جمع ہوتے تھے اور یہ گویا ایک بہت بڑا مذہبی میلہ مکہ میں لگتا تھا ہر قسم کے عطریات۔ لوبان۔ عنبر اور مشک وغیرہ دور دور سے سوداگر لاتے تھے اور اس میلہ میں آکے فروخت کرتے تھے۔ ہر قسم کا جواہر اور تمام قسم کے ملبوسات اور مویشی وغیرہ کی خوب گرم بازاری سے تجارت ہوتی تھی۔

ساتھ ہی اس کے ایک بڑی بات اس میلے میں یہ بھی ہوتی تھی کہ عرب کے بہت بڑے بڑے سربرآوردہ شاعر مجالس میں اپنے اپنے قصائد پڑھا کرتے تھے اور امراء یا شیوخ قبائل کی طرف سے اُن کو داد کے ساتھ عمدہ اشعار پر انعامات بھی دیئے جاتے تھے۔ سبعہ معلقات اسی میلہ کی بہت بڑی یادگار ہے۔ چونکہ اس نظم کے مصنف کو اس بات کا بہت بڑا غرہ تھا کہ مجھ سے بہتر نظم دوسرا شخص موزوں نہیں کرسکتا اس لئے اس نے کعبہ کے دروازہ پر اپنے ان قصائد کو آویزاں کردیا تھا اس کے علاوہ اور بھی شاعر اپنی اپنی نظمیں محض مقابلہ کے لئے آویزاں کیا کرتے تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ مہینہ جس میں یہ میلہ ہوا کرتا تھا عربوں میں بہت مبارک گنا جاتا تھا کسی قسم کی لڑائی کسی قسم کا جھگڑا اور فساد کوئی قبیلہ دوسرے قبیلہ سے نہیں کرتا تھا صدیوں کا عناد اور نفرت یہاں آکے ختم ہو جاتی تھی اور اس قانون کی تمام قبائل کو یکساں پابندی کرنا پڑتی تھی اس وقت عرب کے دو قبائل میں باہم کشش پیدا ہو رہی تھی ایک قبیلہ بنی ہوازن اور دوسرا قریش کا تھا بنی ہوازن کا مسکن مکہ اور طائف کے بیچ میں تھا قریش زیادہ تر مکہ میں رہتے تھے ہوازن نے اس مقدس قانون کو کہ جس کا عمل درآمد تمام ملک میں ہو رہا تھا یک لخت توڑ دیا یعنی قریش کے ایک شاعر نے جس نے اپنے خاندان کی اپنی نظم میں تعریف کی تھی خواہ مخواہ چھیڑ خوانی کر کے اس پر حملہ کیا اور اسے خوب مارا یہ بات دیکھکر تمام قریشوں میں آگ لگ گئی اور ایک موقع پر طرفین میں تلواریں کھنچ گئیں اگر قبائل کے شیوخ بیچ میں پڑ کے طرفین کو ٹھنڈا نہ کرتے تو عام جنگ ہو جانی لازمی تھی اس لحاظ سے چونکہ بنی ہوازن والوں نے مقدس مہینہ کا احترام نہیں کیا اور انھوں نے حرم کی ہتک کی تھی اس سے انکو فجار کہتے ہیں۔

ہنگامی صلح اس صورت سے ہوئی تھی کہ دونوں قبائل کے شیوخ نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ دونوں فریق اپنے اپنے ہتیار امانتاً قریشوں کے ایک سردار کے پاس رکھوا دیں چنانچہ یہ انتظام ہو گیا اور دونوں فریق ٹھنڈے پڑ گئے یہ صلح کئی سال تک قایم رہی مگر اتفاق سے بنی ہوازن کا ایک قافلہ کچھ تجارتی سامان لیکر آتا تھا قریشوں نے اس قافلہ پر حملہ کر کے سردار قافلہ کو مار ڈالا اس حملہ اور قتل سے عام جنگ کے بنیاد پڑ گئی سردار ہوازن کے قتل ہونے کے ساتھ ہی عکاظ میں آگ کی طرح سے یہ خبر پہنچ گئی۔ بنی ہوازن کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے مکہ پر حملہ کیا قریش بھاگ کے حرم میں جمع ہو گئے۔ بنی ہوازن نے مقام کی حرمت کا خیال نہ کیا اور لڑائی شروع کر دی مدت تک قریش اور ہوازن میں لڑائیاں ہوتی رہیں چار برس کی جنگ و جدل کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے صلح کا پیغام بھیجا اور دونوں قبائل میں صلح ہو گئی شروط صلح میں ایک شرط یہ تھی کہ جتنے آدمی بنی ہوازن کے مارے گئے ہیں اُن کا خوں بہا ادا کریں۔

جب قریش بنی ہوازن سے لڑ رہے تھے تو ان کا ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ ایک ایک سردار کی ماتحتی میں لڑنے نکلتا تھا۔ عبد شمس اور نوفل کی اولاد کا سپاہ سالار حرب بن امیہ تھا بنی ہاشم بھی زبیر کی ماتحتی میں موجود تھے مگر انھوں نے جنگ میں کچھ زبردست پیلو نہیں اختیار کیا تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بیان کیا گیا ہے کہ ان لڑائیوں میں سے ایک لڑائی میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حضور انور بھی موجود تھے اگرچہ اس وقت آپکی عمر پوری بیس سال کی تھی لیکن آپ قتال میں شریک نہیں ہوئے نہ آپ نے مسلح ہونا بہتر جانا کیونکہ قدرتی طور پر انسانی خونریزی سے نفرت تھی اور اسی لئے زمانہ وفات تک آپ نے کبھی جنگ کی ابتدا نہیں کی اور جب تک آپ مجبور نہ کر دیئے گئے آپ نے کسی پر حملہ نہیں کیا۔

بعض مورخوں کے بیان کے بموجب بنی ہوازن کی جنگ میں آپ نے صرف اس قدر کیا تھا کہ جو تیر مخالف مارتے تھے ان کو آپ جمع کر کر کے اپنے چچاؤں کو دیتے جاتے تھے۔

سر ولیم میور اور ان کے ہمخیال انگریزی مورخ یہ تحریر کرتے ہیں کہ عکاظ کے میلے میں چونکہ ہر مذہب اور ملت کے لوگ شریک ہوتے تھے اس لئے آنحضرتؐ کو سب کے عقائد اور معاشرت کے جانچنے کا موقع ملا تھا یہاں نجران کے عیسائیوں کا بشپ بھی تھا جس نے مسیحی عقائد کے متعلق بارہا وعظ کہے تھے اور وہ عقائد جو نجران کے بشپ نے مسیحی عقائد کے مطابق بیان کئے تھے قریشیوں کے بت پرستی کے خیالات سے بدرجہا بہتر اور صاف تھے چونکہ آنحضرتؐ کے خیال میں عالم طفلی ہی سے یہ بات پڑ گئی تھی کہ بت پرستی ایک نہایت ہی لغو چیز ہے۔ اور لات عزیٰ محض بیکار بت ہیں جن کی پرستش سے سوائے اوقات ضائع ہونے کے اور کچھ نہیں حاصل ہوتا آپ نے بشپ کی تقریر کو بہت غور سے سنا ہوگا اور اسی تقریر کی وجہ سے آپ کے دل میں جدید مذہب قائم کرنے کا خیال پیدا ہو گیا ہوگا۔

اس کے بعد میور افسوس کرتا ہے کہ اگر اس زمانہ میں عیسائیوں کی معاشرت درست ہوتی اور ان کے خیالات اصلی انجیل کے سے خیالات ہوتے تو ضرور آنحضرت عرب مسیحی مذہب کے ایک زبردست مصلح اور پیشوا بن جاتے مگر نفس انیوں کی غیر معتدل معاشرت نے آپکے دل میں اُن کی طرف سے نفرت پیدا کر دی اور اسی وجہ سے آپ ایک جدید مذہب کے بنیاد ڈالنے کے لئے مجبور ہوئے

سر ولیم میور کی ان خام خیالیوں کی داد کیا تو یورپ کے ناتجربہ کار ناظرین دیں گے یا ہندوستان میں گرجاؤں کی محدود چار دیواریوں سے مرحبا کی صدائیں بلند ہوں گی مگر محقق اور بالغ نظروں کے خیال میں فاضل میور کی یہ خام خیالیاں چائنہ و خانوں کی گپوں سے زیادہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وقعت نہیں رکھتیں۔

سر ولیم میور کا فرض تھا کہ وہ پہلے کسی معتبر تاریخ کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کرتا کہ نجران کا کوئی بشپ اس میلے میں آنکر شریک ہوا تھا اور اس نے طائف سے لیکر مکہ تک کس مقام پر اپنے ڈنڈے ڈیرے ڈال کے وعظ کہے تھے جب میور اس بات کو ثابت کر لیگا تو اسے یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ حضور انور اس کے وعظ میں کئے بار شریک ہوئے تھے آیا آپ تنہا جاتے تھے یا اپنے چچاؤں کے ساتھ مگر اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ میور اور اس کے ہمخیال اگر ایڑی چوٹی کا بھی زور لگالیں گے جب بھی ان دونوں باتوں میں سے ایک کو ثابت نہیں کر سکتے۔

ہم اس رمز کو سمجھ گئے کہ اس نے اپنے خداوند مسیح کے مقابلہ میں یہ بات بنائی ہے جس طرح اُن کے خداوند حضرت یحییٰ کے وعظوں میں جاتے بتاتے اور نصیحت کی باتیں سنتے سنتے خود جوش میں بھر کے منادی کرنے لگے اور آسمانی بادشاہت کا راگ گانے لگے تھے اسی طرح وہ اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لئے حضور انور کے سر یہ بات تھوپتا ہے کہ آپ کو جو یہ مذہبی جوش پیدا ہو گیا وہ کسی بشپ کے وعظ کا اثر تھا حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیلی حالت کو غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ کہ "آسمان کی بادشاہت قریب ہے حضرت مسیح نے یحییٰ یا یوحنا سے اڑایا تھا اور یہ اصل میں اُن ہی کی ایجاد ہے جیسا کہ انجیل متی باب ۳ میں لکھا ہے۔

"اُن دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے ۲۔ اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے ۳۔ کہ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی نے یہ کہہ کے کیا کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ کو درست کرو اس کے راستوں کو سیدھا بناؤ۔ ۴۔ اس یوحنا کی پوشاک اونٹ کے بالوں کی تھی اور چمڑے کا کمربند اُس کی کمر میں تھا اور ٹڈی اور جنگلی شہد اس کی خوراک تھی۔ ۵۔ تب یروسلم اور سارے یہودیہ اور یردن کے سب آس پاس کے رہنے والے اُس پاس چلے آئے۔ ۶۔ اور انھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یردن میں اُس سے بپتسمہ پایا۔

۷۔ پر جب اُس نے دیکھا کہ بہت سے فریسی اور صدوقی بپتسمہ پانے کو اُس پاس آئے ہیں تو اُنھیں کہا کہ اے سانپوں کے بچو تمھیں آنے والے غضب سے بھاگنا کس نے سکھایا۔ ۸۔ پس توبہ کے لایق پھل پاؤ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

۹- اور اپنے دل میں ایسا کہنے کا خیال مت کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا انھیں پتھروں سے ابرہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ ۱۰- اور درختوں کی جڑ پر اب کلہاڑا رکھا ہے پس ہر ایک درخت جو اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ ۱۱- میں تمھیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے کہ میں اسکی جوتیاں اٹھانے کے لایق نہیں وہ تمھیں روح قدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا۔ ۱۲- اس کا سوپ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کریگا اور اپنے گیہوں کو کھتے میں جمع کریگا پر بھوسے کو اس آگ میں جو بجھ کر نہیں بجھتی جلا دیگا۔

۱۳- تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا تاکہ اس سے بپتسمہ پاوے ۱۴- پر یوحنا نے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ ۱۵- یسوع نے جواب میں اس سے کہا اب ہونے دے کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یوں ہی سب راستبازی پوری کریں تب اس نے ہونے دیا۔ ۱۶- اور یسوع بپتسمہ پاکے وہیں پانی سے نکل کے اوپر آیا اور دیکھو کہ اس کے لئے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ ۱۷- اور دیکھو کہ آسمان سے ایک آواز یہ کہتی آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔

حضور انور کا ابتدائی زمانہ نہایت خاموشی اور سکوت سے بسر ہوا جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے پندرہ سال کے واقعات زندگی نامعلوم ہیں اسی طرح حضور انور رسول خدا کے حالات زندگی ابتدائی زمانہ کے نہیں بیان کئے گئے ہیں۔

آپ بچپن میں مکہ کے پہاڑوں پر بکریوں کو چرایا کرتے تھے اور صبح سے شام تک اس کام کی انجام دہی کرتے تھے جو موسے اور داؤد نے نبوت سے پہلے کئے تھے۔ بکریوں اور بھیڑوں کا ریوڑ چرانے کا طریقہ مکہ میں کچھ ایسا رائج تھا کہ امیر و غریب سب اس کام کو کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر خلیفہ ہونے کے بعد بھی بوقت فرصت ریوڑ چرانے نکل جایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے سرداران قریش کے بچے آزادی سے بھیڑ بکری چراتے تھے اور اہل مکہ کے تمدن کا جزو اعظم اس کو خیال کر رکھا تھا۔ مگر سر ولیم میور کا گاڑھا دوست اسپرنگر حضور انور کے ریوڑ چرانے سے سخت ناراض ہے وہ کہتا ہے کہ جب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

محمدؐ میں زندگی کے اعلیٰ فرائض کے انجام دہی کی قابلیت نہ تھی اسی وجہ سے وہ ایک ایسا ادنےٰ درجہ کا کام کرتے تھے۔ اسپر نگر کی یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ کونسے ایسے کام تھے جو حضور انور نے نہیں کئے۔ نبوت کے اعلان کا وقت ابھی نہیں آیا تھا اس لئے اس سے پہلے خداوند تعالےٰ کی یہی مرضی تھی کہ آپ زندگی کے کل مدارج کم و بیش طے کرلیں چنانچہ ریوڑ آپ نے چرائے اپنے چچا کی بکریوں کا دودھ آپ نے دھویا۔ جنگ میں تیر سمیٹنے کا کام آپ نے دیا۔ صلح آپ نے کرائی۔ تجارت آپ نے کی۔ سفر آپ نے کئے غرض اس زمانہ کی محدود زندگی کے جتنے مدارج تھے سب آپ نے طے کر لئے تھے۔ پھر ان کاموں کے ختم ہونے کے بعد آپ نے اس عظیم الشان کام کی تیاریاں کیں جو آپ کو ملنے والا تھا اور جس کے لئے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔

ایسے بیہودہ اعتراضات جو عیسائی مورخوں نے حضور انور کی زندگی پر کئے ہیں انکی فطرت ایسی کمزور ہے کہ اگر ذرا ان میں تراش خراش کی جائے تو وہ اوندھے منہ گر پڑیں۔ یہ نادان مورخ جس پر یورپ کو بہت بڑا گھمنڈ ہے حضور انور کو ناقابل بتاتا ہے کیا ناقابلیت کی یہی دلیل ہے کہ آناً فاناً میں ہوا کا رخ ادھر سے ادھر پھیر دیا اور قدیمی مذاہب کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بڑی بڑی زبردست سلطنتیں قائم کردیں۔ اگر لیاقت کا دارومدار اس پر ہے کہ تمام عمر منادی کرنے اور تکالیف اٹھانے کے بعد بہ مشکل چند مچھوے نیم مرید ہوئے اور ان میں سے بھی ایک مچھوے نے چند روپے لیکر اپنے پیر کو پکڑوا دیا اور اس مظلوم نوجوان کو سولی دلوادی تو بیشک بات ٹھیک ہے اس قابلیت کے مقابلہ میں حضور انور ضرور ناقابل تھے۔ بدنصیب متعصب مورخ اپنے گریبان میں تو منہ ڈالتے نہیں جو کچھ جی میں آتا ہے اناپ شناپ لکھ مارتے ہیں۔

حضور انور کا بچپن ایسا ستھرا ہوا اور پاکیزہ تھا اور آپ کی صداقت ایسی مشہور ہوگئی کہ لوگ آپ کو الامین کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔ آپ کی راستبازی اور صفائی قلب۔ آپ کا صبر اور تحمل اور سیر چشمی۔ آپ کی غیر معمولی فرمانبرداری جو آپ اپنے چچا ابوطالب کی کرتے تھے۔ مکہ میں تبرک طریقہ سے دیکھی جاتی تھی۔

ابوطالب کی حالت اس وقت معاش کی وجہ سے بہت تنگ ہوگئی تھی اور آپ اپنے کنبہ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضور انور کی عمر اس وقت پورے پچیس سال کی تھی ایک دن ابوطالب نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے بھتیجے سے یہ کہا "محمدؐ جیسا کہ تم جانتے ہو میں ایک قلیل معاش کا شخص ہوں اور یہ وقت مجھ پر برا گزر رہا ہے اب اس وقت تیرے ہی قبیلہ کا ایک کارواں شام کو روانہ ہونے والا ہے اور خدیجہ بنت خویلد کو اپنا تجارتی مال فروخت کرنے کے لئے ایک شخص کی تلاش ہے اگر تم درخواست کرو تو خدیجہ تمھاری خدمات منظور کرے گی"۔ حضور انور نے جواب دیا جو آپکی مرضی ہو مجھے اس میں کچھ عذر نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی ابو طالب خدیجہ کے پاس گئے اور کہا کیا تم میرے بھتیجہ محمدؐ کو اپنے تجارتی سامان کے ساتھ شام بھیجنا منظور کرتی ہو۔ یہ سنکے خدیجہ نے منظور کر لیا مگر دوسری روایت یہ ہے اور غالباً یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ابو طالب نے قلت مال اور کثرت عیال کی حضور خواجہ عالم میں شکایت کی اور کہا کہ خدیجہ بنت خویلد اپنا مال مضاربہ کے ساتھ لوگوں کو فروخت کرنے کے لئے دیتی ہے (فقہاء نے اس شرکت مضاربہ کے معنی نفع میں نصف نصف کی شرکت کے بیان کئے ہیں۔ اور اس قسم کی شرکت کو جائز بتایا ہے) اگر آپ خدیجہ سے درخواست کریں تو وہ آپ کی درخواست فوراً منظور کر لے گی اور چونکہ آپکی امانت اور دیانت داری مشہور آفاق ہو رہی ہے تو اسکی توجہ آپ کی طرف فوراً مبذول ہو جائے گی۔ اس کا جواب حضور انور نے یہ دیا "تقبلها وترسل اليه في ذلك" ابو طالب نے کہا مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس عرصہ میں دوسرا شخص تجویز نہ ہو جائے۔ باہم اسی طرح کی چچا بھتیجوں میں گفتگو ہوتی رہی کہ اس کی خبر خدیجہ کو پہنچی اس خاتون نے فوراً پیغام بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کا ارادہ تجارت کرنے کا ہے اگر یہ امر صحیح ہے تو محض اس وجہ سے کہ آپ میں حسن گفتاری۔ حسن کرداری۔ وفور امانت و کمال دیانت کی صفات ہیں میں بہ نسبت اور لوگوں کے آپ کو مضاعف دونگی۔ حضور انور نے اپنے چچا سے جا کے بیان کیا کہ خدیجہ نے یہ پیغام بھیجا ہے ابو طالب بہت خوش ہوئے اور بے ساختہ اُن کی زبان سے یہ نکل گیا۔ "ان هذا الرزق ساقه الله اليك" یعنی یہ رزق ہے جو خدائے تعالیٰ نے تمھیں ارزانی فرمایا ہے۔ غرض کل باتیں تجارت کے متعلق طے ہو گئیں۔ خدیجہ نے اپنا غلام میسرہ آپ کی خدمت کے لئے دیا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ وہ شخص خزیمہ بن حکیم تھا جو خدیجہ کا قریبی تھا اور حضور انور کے ساتھ کیا گیا تھا۔

یہ قافلہ سیدھا مصر کی طرف روانہ ہوا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ایک اونٹ پر خزیمہ اور حضور انور سوار تھے تھوڑی دور چلنے کے بعد اونٹ کے پیر رہ گئے اور وہ چل نہ سکا خزیمہ نے کہا کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یا محمد اونٹ تو چل نہیں سکتا اب کیا کیا جائے آپ یہ سنکے نیچے اترآئے اور اونٹ کے پیر پکڑ کے خداوند تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اتنے میں اونٹ کے پیر کھل گئے اور وہ چلنے لگا عرب کے مورخ لکھتے ہیں اونٹ بار نبوت کا متحمل نہ ہوسکتا تھا۔ مورخوں کا یہ لکھنا غلط نہیں ہے بے شک آپ نبی ہونے والے تھے اور آپ میں وہ کل جوہر موجود تھے جو ایک نبی کی ذات میں ہونے چاہئیں۔ اونٹ کی ٹانگیں نبوت کے بوجھ سے بیکار ہو جانی کچھ تعجب کی بات نہیں ہے جن لوگوں کو مسمریزم آتا ہے وہ اگر چاہیں تو ایک شخص پر صرف اپنے ہاتھ کے ذریعہ سے کئی من بوجھ ڈال سکتے ہیں۔ اب سمجھ لینا چاہئے کہ مسمریزم جو ایک کسبی چیز ہے اور نبوت کی روحانی قوت سے اس کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے پھر یہ کونسی حیرت کی بات ہے کہ بار نبوت کا اونٹ متحمل نہ ہوسکے اور چلتے چلتے اس کی ٹانگیں رہ جائیں۔ اگرچہ یہ روایت مسلمان محدثوں نے زیادہ معتبر نہیں تسلیم کی اور نہ کوئی جلیل القدر صحابی اس کا راوی ہے نہ اس روایت پر مسلمانوں کے کسی مذہبی رکن کا دار مدار ہے تو بھی اگر تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیں تو ہمارے خیال میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔

جس وقت خدیجہ نے یہ بات دیکھی تو بے ساختہ اس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ محمد آئندہ عظیم شان پیدا کریں گے۔ جب حضور انور حدود مصر میں پہنچے تو ایک نسطور راہب کی خانقاہ کے پاس آپ نے قیام فرمایا۔ اس راہب کو نسطور کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ جب کارواں نے یہاں قیام کیا تو حضور انور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہ درخت فوراً سرسبز و شاداب ہو گیا اور حضور انور پر سایہ کر لیا نسطور نے جب یہ حال دیکھا تو سناٹے میں آگیا اپنی خانقاہ سے باہر نکلا اور حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا میں آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دیکے کہتا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے۔ یہ الفاظ سنکے حضور انور کو بہت برا معلوم ہوا حضور انور نے ارشاد کیا دور ہو میرے آگے سے اے بد نصیب شخص مجھے اس سے زیادہ کوئی بات ناگوار نہیں معلوم ہوتی نسطور کے پاس ایک لکھا ہوا حریر کا ٹکڑا تھا اثنار گفتگو میں کبھی وہ اس لکھے ہوئے ٹکڑے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضور انور کے چہرہ مبارک پر نظر کرتا تھا۔ کچھ دیر وہ یوں ہی کرتا رہا۔ اس کے بعد بے ساختہ اسکے منہ سے نکل گیا کہ اس خدا کی قسم جس نے مسیح پر انجیل نازل کی یہ تو وہی ہے جسکی پیشین گوئی کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ خدیجہ بہت غور سے ان سب باتوں کو دیکھ رہا تھا کیونکہ قدرتی طور پر حضور انور کی محبت اس کے دل میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جاگزین تھی اسے خوف ہوا کہ نسطور کی طبیعت میں کچھ برائی نہ ہو اور وہ حضور انور پر حملہ کرنیکی غرض سے نہ آیا ہو یہ سوچتے ہی اس نے تلوار نکالی اپنے قافلہ والوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا نسطور مارے خوف کے اپنی خانقاہ میں بھاگ گیا اور چھت پر چڑھ کے قافلہ والوں کو آواز دیکے کہا کہ تم مجھسے کیوں ڈرتے ہو تم سے زیادہ عزیز کوئی قافلہ آج تک یہاں نہیں آیا جو شخص درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس میں کل علامتیں پیغمبری کی موجود ہیں یہ بیشک پیغمبر خدا ہے اور خاتم المرسلین ہے پارہ حریر میں جو علامتیں لکھی ہوئی ہیں وہ اس میں سب پائی جاتی ہیں اس مقدس شخص کی اطاعت میں نجات ہے اور اس کی مخالفت سبب ہلاکت ہے۔

اس کے بعد اس نے خزیمہ سے پوچھا کہ تیرا تعلق آپ کے ساتھ کیا ہے اس نے کہا کہ میں حضور کا خادم ہوں اور پھر ساری حکایت اونٹ کے پیر رہ جانے کی اور پھر آپ کے ہاتھ رکھنے سے چل نکلنے کی ساری بیان کر دی۔

راہب نے کہا میں ایک بھید کی بات تجھ سے کہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تو اس کو اپنے ہی تک رکھے گا خزیمہ نے جواب دیا کہ میں قسم کھاتا ہوں کسی سے وہ بات نہیں کہنے کا اس پر راہب نے اس سے کہا کہ اس حریر کے ٹکڑے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص ان تمام ملکوں پر غلبہ پالے گا۔ اور کل لوگوں پر اس کو فتح حاصل ہوگی۔ اور کوئی شخص یا کوئی گروہ اس کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہونیکا اور چونکہ لوگ اس کی بزرگی کو نہ پہچانیں گے اس لئے اسکے مخالف ہو جائیں گے۔ اور سب سے زیادہ دشمنی اس سے یہودی کرینگے اس لئے یہودیوں کی شر سے خوف کرنا چاہئے۔ خزیمہ نے بہت غور سے ان باتوں کو سنا اور حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ میں چند ایسی صفتیں پاتا ہوں جو آج تک کسی دوسرے شخص میں میں نے نہیں دیکھیں اور میرا خیال ہے کہ پیغمبر موعود کہ تھا ان میں سے مبعوث ہوگا وہ تو ہی ہے میں خلقت کو تیرا عاشق زار پاتا ہوں اور میں تیرے دوستوں کو عزیز رکھتا ہوں اور اب میری نگاہ میں تیرے دشمن میرے دشمن ہیں۔

کہتے ہیں کہ اثناء سفر میں حضور انور کو ایک یہودی سے مباحثہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ یہودی نے کوئی سوال حضور انور سے کرنا چاہا۔ اس نے سب سے پہلے حضور کو لات و عزیٰ کی قسم دی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور نے ارشاد کیا کہ تو مجھے لات و عزیٰ کی قسم کیوں دیتا ہے ان کی تو یہ کیفیت ہے۔ کہ جب میں ان کے پاس سے ہو کر گزرتا ہوں مجھے ایسی سخت نفرت ہے کہ میں ان کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتا ہوں یہودی نے کہا بیشک آپ حق پر ہیں اور ایسے شخص سے جو حق پر ہو۔ مجھے مباحثہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر اس نے خزیمہ سے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر ہے جس کی صفات ہمارے علماء نے توریت میں دیکھی ہے۔

غرض جب تجارت کا مال حسب دلخواہ فروخت ہو گیا تو حضور انور نے اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔ منزلوں کو طے کرنے کے بعد عین اس وقت حضور انور مکہ میں پہنچے۔ کہ جب بہت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی آپ کے سر مبارک پر اس تیز دھوپ میں قدرتی طور پر ایک پرند سایہ کئے ہوئے تھا۔ خدیجہ بہت سی مکہ کی عورتوں کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھی ہوئی کھڑکی میں سے قافلہ کو آتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ انھیں یہ حال دیکھ کر تعجب ہوا۔ ادھر خزیمہ نے سفر کی ساری کیفیت اور راہب کا بیان بی بی خدیجہ سے دوہرایا۔

یہ خاتون نہایت عقلمند تھی اس نے حضور انور سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ بی بی خدیجہ کی فطانت اور خوش کلامی اور دولتمندی کی وجہ سے بڑے بڑے عرب کے سردار شادی کرنا چاہتے تھے مگر آج تک اس خاتون اعظم نے کسی کی طرف توجہ نہیں کی تھی حالانکہ شادی کی درخواست کرنے والے بہت سے دولتمند عرب تھے مگر یکساں سب سے انکار کر دیا جاتا تھا مگر حضور انور کے حالات غیر معمولی و دیانت داری نے اس کے دل میں ایسا گھر کیا کہ اس نے خود ایک عورت نفیسہ نامی کے ہاتھ حضور انور کے پاس پیغام بھیجا۔ یہ عورت بھی نہایت ہی عقلمند اور ہوشیار تھی پیغام لیکر سیدھی حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور نہایت دانائی اور ہوشیاری سے عرض کیا کہ بی بی خدیجہ حضور سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔ کیا حضور اس درخواست کو منظور فرماتے ہیں۔ حضور نے کچھ دیر تامل کیا اور معمولی گفتگو کے بعد اپنی رضامندی ظاہر فرمائی یہ سنکر نفیسہ خوشی خوشی بی بی خدیجہ کے پاس آئی۔ اور کہا مبارک ہو۔ حضور انور نے تمھیں منظور کر لیا ہے۔ غرض شادی کی تاریخ ٹھیر گئی اور حضور انور اپنے چچا حضرت ابو طالب اور دوسرے چچاؤں کی ہمراہی میں عین وقت مقررہ پر بی بی خدیجہ کے مکان پر تشریف

CC-0. JNAC Kashmir. Digitized by eGangotri

لائے۔ ابن نعمان بی بی خدیجہ کا چچا عمرو بن اسد اور ورقہ ابن نوفل اور علمائے نصاریٰ میں سے چند لوگ موجود تھے۔

ابو طالب نے نہایت فصاحت و بلاغت سے اس مجلس میں خطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "حمد و سپاس اس خدا کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمیں ابراہیم اور اسمٰعیل کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور حرم کا پیشوا بنایا اور اس گھر کو کہ خلق اللہ کا مطاف ہے ہمارے لئے امن کی جگہ بنائی۔ اما بعد میرا بھتیجہ محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب ایسا مرد ہے کہ اگر اس کا مقابلہ کسی دوسرے نوجوان قریش سے کیا جائے۔ تو فضیلت اسی کو حاصل ہوگی اگرچہ وہ دولتمند نہیں ہے تو اس کی ہمیں پرواہ نہیں کیونکہ مال شرافت۔ دیانت۔ درایت اور بزرگی کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور محمد وہ شخص ہے کہ جو کچھ اس کو میرے ساتھ قرابت ہے۔ وہ تم سب لوگوں کو معلوم ہے۔ اب اس وقت وہ خدیجہ بنت خویلد کو اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے ..... خدا کی قسم کہ محمدؐ کو بڑا مرتبہ اور بزرگی درپیش ہے۔ یہ کہکر ابو طالب نے اپنے خطبہ کو ختم کیا اس کے بعد ورقہ ابن نوفل نے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ جس میں پہلے خدا کی حمد کی گئی۔ اور اس کے بعد ابو طالب کے بیانات کی تائید کی اور کہا کہ میں خدیجہ کو بعوض مہر چار سو مثقال طلا محمدؐ کی زوجیت میں دیتا ہوں اس وقت ابو طالب نے ورقہ سے کہا۔ کہ اس خطبہ میں خدیجہ کا چچا عمرو بن اسد تیرے ساتھ شریک ہو۔ تو مناسب ہے۔ چنانچہ ورقہ نے اپنے ساتھ عمرو بن اسد کو کر لیا۔ اس نے بھی وہی الفاظ دوہرائے جو ورقہ نے کہے تھے۔ بکثرت مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت خدیجہ کا باپ زندہ نہ تھا۔ غرض جب نکاح ہو گیا تو خدیجہ نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا کہ دف بجائیں اور گائیں۔ چنانچہ انھوں نے شادی کی خوشی میں دف بجائے اور خوب جلسہ کیا۔

مہر میں مورخوں کا اختلاف ہے بعض کا یہ بیان ہے کہ خدیجہ کے مہر میں بیس اونٹنیاں دی گئی تھیں۔ اور بعض مورخ یہ لکھتے ہیں کہ چار سو مثقال طلا کا مہر بندھا تھا اور بعض مورخ مہر کی رقم کی مقدار پانسو درہم بیان کرتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر میں نہ صرف نقد رقم دی گئی تھی۔ بلکہ اونٹنیاں بھی ضرور دی گئی تھیں۔ سر ولیم میور نے کہیں سے نکاح کے متعلق

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک جھوٹی اور جعلی روایت نقل کرکے بہت کچھ چھپکا اور وہ روایت یہ ہے کہ "خدیجہ نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف حضور انور سے شادی کرنی چاہی تھی اور جس وقت نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ اس نے ایک گائے ذبح کی اور اپنے باپ کی دعوت کی۔ اور دعوت میں اُس کو خوب شراب پلادی۔ جب وہ نشہ میں چور ہوگیا تو اسی وقت آنحضرت کو نکاح کے لئے بلا بھیجا۔ خدیجہ کے باپ نے نشہ کی حالت میں اپنی بیٹی اپنی وکالت سے آنحضرتؐ کی زوجیت میں دیدی۔ مگر جب اُسے ہوش آیا تو اس نے اپنے چاروں طرف نظر کی اور کہا گائے کا ذبح ہونا اور دعوت کا ہونا اور برات کا یہاں بیٹھنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے بیان کیا گیا کہ محمدؐ تیرے داماد ہیں اور تو نے ابھی اپنی بیٹی ان کی زوجیت میں دیدی۔ یہ سنتے ہی خدیجہ کا باپ مارے غصہ کے کانپنے لگا۔ اور اس نے کہا کہ میں ہرگز ایک معمولی لڑکے کو اپنی ایسی بیٹی جس کے خواستگار بڑے بڑے عرب کے رئیس ہیں نہیں دینے کا۔ اس بات پر حضور انور کے چچاؤں کو غصہ آیا اور انھوں نے نہایت درشت لہجہ میں یہ جواب دیا کہ ہم نے اس کی خود خواہش نہیں کی تھی۔ خود تیری بیٹی خدیجہ کی تحریک سے یہ شادی ہوئی ہے۔ غرض طرفین سے اس قدر تیزی برتی گئی کہ تلواریں کھچ گئیں مگر یکایک خدیجہ کا بوڑھا باپ ٹھنڈا پڑ گیا اور باہم مصالحت ہوگئی۔

یہ جھوٹی اور بے ہودہ روایت میور نے بہت خوش ہوکر اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مسیحی مورخ کی معراج تحقیق اسقدر ہی۔ جہاں وہ بڑے بڑے معتبر اور مستند روایتوں کو وحشی فسانہ لکھتا ہے وہاں اس کو اس بے بنیاد قصہ کے لکھنے میں شرم نہیں آئی۔ اس کے انصاف تحقیق اور فضیلت کی پوری قلعی کھل گئی اور اس روایت کے نقل کرنے سے یہ بھی ہوگیا کہ اس سے زیادہ کوئی متعصب مورخ شاید انگلستان میں نہ ہو۔ تمام واقعات جو تاریخوں میں مذکور ہیں اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ روایت محض گھڑی ہوئی ہے۔ حضرت بی بی خدیجہ بذاتِ خود دولتمند مشہور تھیں اور وہ خود بنفس نفیس تاجروں سے لین دین کیا کرتی تھیں کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ ان کے معاملات میں ان کے باپ خویلد نے دخل دیا ہو نہ حضور انور کے ساتھ جو معاملہ تجارت کا ہوا اس میں خویلد کا کہیں ذکر آیا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدیجہ نہایت خود مختارانہ طور پر زندگی بسر کرتی تھیں اور مثل اپنی عرب بہنوں کے انھیں شوہر کے انتخاب میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آزادی حاصل تھی۔ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ بہت سے امیر قریشوں نے بی بی خدیجہ سے اپنی شادی کی درخواست کی تھی اور انھوں نے اپنے اختیار سے اس کو نامنظور کر دیا تھا۔ یہی روایت خود سر ولیم میور نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ شوہر کے انتخاب کرنے کا اختیار بالکل بی بی خدیجہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ یہ بات دیکھنے کی ہے۔ کہ خدیجہ نے اپنے باپ کو صرف اس غرض سے شراب پلائی تھی کہ وہ بیہوشی کے عالم میں مجھے محمد کی زوجیت میں دینا قبول کر لے چنانچہ ان کا کرتب چل گیا اور خویلد نے بیہوشی میں حضور انور کو اپنی داماد ی میں قبول کر لیا۔ شراب کی نوعیت سمجھ میں نہیں آتی۔ جس کا نشہ تھوڑی دیر میں اُتر گیا۔ جب شراب کے نشہ کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے خویلد کو بالکل اندھا کر دیا تھا اور وہ نہ آدمیوں کو پہچان سکتا تھا اور نہ جو کچھ کہتا تھا اس کو سمجھ سکتا تھا۔ پھر ایسا سخت نشہ چند منٹ میں کیسے اُتر گیا۔ سر ولیم میور باوجودیکہ شراب خوار قوم میں سے ہیں اور انھیں شراب کے نشہ کی پوری کیفیت معلوم ہوگی اور وہ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ شراب کا زیادہ نشہ سارے سارے دن بھی نہیں اُترتا پھر کیوں انھوں نے اس بے بنیاد قصہ کو اپنی کتاب میں درج کر کے ناظرین سے اپنا مضحکہ اُڑایا۔ کیا اسی پر تمام لندن کے مورخ جنھوں نے مسلمانوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ فخر کرتے ہیں کیونکہ جس انگریزی مورخ کی تاریخ کو اُٹھا کر دیکھو اس میں سر ولیم میور کی کتاب کے حوالے ضرور ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم میں اسلامی واقعات کا علم کس درجہ گھٹا ہوا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ولیم کے اس اندھیر کو دیکھئے کہ یکایک گرم زبانی کے بعد تلواریں کھچوا دیں اور پھر آناً فاناً میں مصالحت کرا دی۔ اگر ہم خویلد کو زندہ اور ایسے موقع پر نشہ کی حالت میں بھی تسلیم کر لیں تو اور اس کے رشتہ داروں اور ساتھیوں نے تو شراب نہ پی تھی جبکہ خویلد کا دوسرا بھائی نکاح میں موجود تھا جس نے خطبہ پڑھا اور نکاح میں شریک ہوا وہ کہہ سکتا تھا میرے بھائی کے ساتھ یہ بدعت ہوئی ہے ذرا تامل کیا جائے اور جب تک دو ایک روز میں وہ صحیح و سالم نہ ہو جائے نکاح نہ بندھنا چاہئے جب ان لوگوں کی رضامندی سے نکاح ہوا پھر ہوشیار ہونے کے بعد انھوں نے خویلد کو حمزہ یا عباس حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں سے ضد بحث کیوں کرنے دی اور کیوں نہیں روکا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غرض اس لغو اور نہایت بودے واقعہ پر جس قدر غور کیا جائے گا اس کی لغویت ثابت ہوتی جائے گی۔ اصل واقعہ وہی ہے جو ہم نے نکاح کے متعلق بیان کیا ہے اور قریب قریب کل مورخ مثلاً ابن ہشام۔ ابن اسحٰق اور طبری اس کے ساتھ ہمزبانی کر رہے ہیں۔ طبری اور واقدی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ عمرو ابن سعد بی بی خدیجہ کے چچا نے خطبہ پڑھا اور اس وقت خویلد خدیجہ کا باپ نہ تھا کیونکہ اس واقعہ سے پہلے خویلد کا انتقال ہو چکا تھا مگر میور کو اس پر اطمینان نہیں ہے وہ کہتا ہے اور روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ خویلد زندہ تھا اور اس نے اپنی بیٹی کے نکاح کا خود خطبہ پڑھا لیکن اس کا بیان ہے کہ خویلد کے مرنے کی روایت گھڑی گئی ہے تاکہ اس کا شراب پینا اور نکاح کی مخالفت کرنا ثابت نہ ہو۔ اور میور یہ بھی لکھتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے شراب کی دکانیں مکہ کے بازاروں میں عام طور پر کھلی ہوئی تھیں۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ شراب کی دکانوں سے اس واقعہ کو کیا نسبت کیا خویلد نے کسی دکان پر بیٹھ کے شراب پی تھی کہ دکانوں کی ایجاد میور کو کرنی پڑی۔ میور نے طبری۔ واقدی۔ ابن ہشام اور ابن اسحٰق کی تکذیب تو کر دی لیکن اس تکذیب کے لئے کوئی دلیل نہیں پیش کی اس سے زیادہ تحکم اور ہو نہیں سکتا۔ اس طرح تو ہر شخص کو مجاز ہے کہ بلا دلیل دنیا کے کل واقعات کو جھٹلا دے یہ باتیں ذی ہوش آدمیوں کی نہیں ہیں۔

شادی ہونے کے وقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور حضرت بی بی خدیجہ کی چالیس برس تک پہنچ گئی تھی۔ عمر کی اس نامناسبت سے بھی جس سلوک اور محبت سے حضور انور نے اپنی بی بی کے ساتھ زندگی بسر کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی کا نام نہیں لیا آپ کی محبت کی ادنیٰ دلیل یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کی یہ بی بی آپ پر ایمان لائیں۔ آپ سے بہتر شوہر آج تک کوئی دیکھنے میں نہیں آیا۔ سوائے ابراہیم کے اور کل بچے بی بی خدیجۃ الکبریٰ سے ہوئے اس زمانہ نکاح سے وحی نازل ہونے تک آپ کے حالات پر زیادہ بحث نہیں ہوئی ہے۔ سوائے بعض واقعات کے جن کا ذکر نیچے کیا جاتا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کعبہ کی تعمیر

جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری ۳۵ سال کی عمر ہوئی تو کعبہ کی تعمیر کا خیال قریشوں میں پیدا ہوا اور انھوں نے متفق ہو کے کعبہ کو ڈھا دیا اور دوبارہ اُسکی تعمیر شروع کی۔ دیواریں پہلے کی نسبت بہت بلند بنائیں اور چھتیں بھی نہایت مضبوط تعمیر کیں کعبہ کے منہدم کرنے اور دوبارہ تعمیر کرنے کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔ اول تو یہ کہ دیواریں قد آدم سے زیادہ نہ تھیں اور ساتھ ہی کوئی چھت بھی نہ تھی جس سے ایک محفوظ مکان کی صورت بنجاتی ایک بار پانی کی رو ایسی آئی تھی جس نے دیواروں میں سوراخ کر دیا تھا بلکہ دیواروں سے بھی پانی گزر گیا تھا جب پانی کی یہ کیفیت ہوئی تو قریشوں کو خوف معلوم ہوا مبادا پانی آگے بڑھے اور خانہ کعبہ ڈھے اس لئے بلند مضبوط دیواروں کے بنانے کی ضرورت پڑی۔

دوسری وجہ مورخوں نے یہ لکھی ہے کہ خانہ کعبہ میں ایک کنواں بنا رکھا تھا اور اس میں کل مال و متاع اور مقدس چیزیں رہا کرتی تھیں۔ ایک دن رات کو چند بدمعاش دیواروں سے پھلانگ کے چلے آئے اور کل مال چرا کے لیگئے بیچارے قریش بہت پریشان ہوئے اور اب انھوں نے نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر کرنی چاہی۔

اسی اثنا میں انھوں نے سنا کہ رومی سے ایک جہاز جدہ میں آکے ٹوٹ گیا ہے اس لئے وہ وہیں کھڑا ہوا ہے اس میں اعلیٰ درجہ کے معمار ہیں جو کہیں بلائے ہوئے جاتے تھے چنانچہ سرداران قریش کا ایک گروہ ولید بن مغیرہ کی سرکردگی میں جدہ آیا اور ان لوگوں سے التجا کی کہ ہمارے ساتھ مکہ چلکے ہمیں کعبہ کی تعمیر میں مدد دی جائے۔ چنانچہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور مکہ آکے کعبہ کی تعمیر میں مشغول ہوئے۔ قریش پتھر جمع کرتے جاتے تھے اور رومی کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے حضور اقدس کو آپ کے چچا عباس نے پتھر اُٹھانے کے لئے کہا آپ بھی اس کام میں مصروف ہو گئے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے جن سے ایک دن تمام دنیا کو آپ نے اُٹھا لیا پتھر ڈھونے شروع کیے۔ مگر قریشوں نے ایک یہ بات کی کہ کعبہ کی چار جہات کو چار قبایل میں تقسیم کر دیا اور جسکی باقاعدہ تقسیم قرعہ سے اس طرح عمل میں آئی رکن حجر الاسود سے رکن عراقی تک عبد مناف و بنی زہرہ کے حصہ میں آئی اور رکن عراقی سے رکن شامی تک بنی اسد بن عبد العزیٰ و بنی عبد الدار

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مقرر ہوئے اور رکن شامی سے رکن یمانی تک بنی تیم نامزد ہوئے اور رکن یمانی سے حجر الاسود تک بنی سہم و بنی عزیٰ متعین کئے گئے۔ جب دیوار بنتے بنتے اتنی بلند ہوئی کہ حجر اسود تک پہنچی تو قریشیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور ہر قبیلہ نے یہ چاہا کہ یہ مبارک پتھر ہم میں سے کوئی شخص نصب کرے۔ تو تو میں میں ہوتے ہوتے مقاتلہ کی نوبت پہنچی۔ پھر بڑی ردوکد کے بعد یہ فیصلہ پایا کہ جو شخص اول باب بنی شیبہ میں سے ہو کے نکلے وہی اس مقدس پتھر کو نصب کرے اور پھر کوئی اس سے اختلاف نہ کرے۔ جب یہ فیصلہ ہو چکا تو سب سے پہلے حضور انور صلعم اس دروازے میں داخل ہوئے جوں ہی قریشیوں نے یہ سنا مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے اور بیساختہ ان کی زبان سے یہ نکل گیا کہ محمد امین دروازہ میں داخل ہو گئے ہیں اب ہمیں انکی اطاعت واجب ہے جو کچھ وہ فرمائیں گے اس معاملہ میں ہمیں انکار نہیں ہونے کا۔ حضور انور سے عرض کیا کہ ہم میں یہ بات طے پائی تھی آپ نے سنتے ہی اپنی مبارک چادر زمین پر بچھا دی اور سنگ اسود کو اٹھا کے اس کی جگہ نصب کر دیا۔

اس کے اٹھانے کی روایت یہ بیان ہوئی ہے کہ حضور انور نے پہلے سنگ اسود کو اپنی چادر پر رکھا اور حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں سے ایک ایک شخص آئے اور چادر کے کونے پکڑ کے اٹھائے چنانچہ حکم ہوتے ہی عبداللہ بن شیبہ و ابو رفعہ و ابو حذیفہ بن مغیرہ و عدی بن قیس خدمت میں حاضر ہوئے حضور انور نے اشارہ سے فرمایا کہ چادر کے کونوں کو پکڑو سب نے حکم کی تعمیل کی اور حضور انور کے ارشاد کے مطابق اس پتھر کو اٹھا کے اسکی جگہ پر قایم کر دیا۔

یہ بڑا کام جس سے خونریزی کا اندیشہ تھا حضور انور کے مبارک ہاتھوں سے بسہولت انجام پا گیا۔ تعمیر کعبہ برابر ہو رہی تھی جب کعبہ کی دیواریں بیس گز کے قریب بلند ہو گئیں تو ان پر چھ ستونوں کے سہارے پر چھت پائی گئی جس طرز سے کہ کعبہ تعمیر کیا گیا یہ طرز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بالکل مخالف تھی اس لئے حضور انور نے ایک بار حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ سے فرمایا تھا۔

"لولا ان قومک حدیث عہد بالکفر لنقضت بالکعبۃ ورددتہا"
"الی قواعد ابراہیم وجعلت لہا بابا شرقیا و بابا غربیا"

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس حدیث کی بنا پر عبداللہ بن زبیر نے اپنے زمانہ حکومت میں قریشوں کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا کے حضور انور کے منشا کے مطابق طرز ابراہیم علیہ السلام پر اس کی تعمیر کر دی تھی لیکن جب حجاج بن یوسف عبدالملک مروانی خلیفہ کے گورنر کو ابن زبیر پر فتح حاصل ہوئی تو اس نے خلیفہ کے حکم سے کعبہ سہ بارہ منہدم کر کے پہلی صورت پر تعمیر کر دیا۔ مگر جب خلیفہ ہارون الرشید کی خلافت ہوئی تو انھوں نے چاہا کہ مروانی عمارت کو ڈھا کے کعبہ کو اسی طرح بنا دوں جس کی حضور انور نے خواہش ظاہر فرمائی تھی اور جو ابن زبیر نے بنوایا تھا۔ اس امر میں خلیفہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا امام مالک نے کہا اے امیر المومنین کعبہ کو اس کی حالت پر رہنے دے کیونکہ اگر یہ توڑنے پھوڑنے کا سلسلہ جاری رہا تو خانہ خدا بازیچہ طفلاں بنجائے گا اور جدید خلیفہ ہوگا وہ اپنے خیال کے مطابق اس کی تعمیر کرتا رہے گا۔ خلیفہ یہ سنکے دم بخود ہو گیا اور اس نے کعبہ کو توڑنے اور دوبارہ بنانے کا پھر خیال نہ کیا۔

حضرت ابوطالب کی بسر و سامانی

اتفاق سے ابوطالب کی تجارت میں کچھ ٹوٹا آگیا اور اُن کی حالت ایسی خراب ہو گئی کہ وہ اپنے بچوں کی کافی طور پر پرورش نہ کر سکے چونکہ آپ کا خاندان بہت وسیع تھا اس لئے ایسی حالت میں انھیں سخت دقت ہوئی کہ وہ کیونکر اپنے اتنے بڑے کنبہ کو پرورش کر سکتے حضور انور رسول خدا سے آپ کی یہ مصیبت چھپی ہوئی نہیں تھی آپ نے اپنے فطری رحم اور طبعی مہربانی سے اس بات کی کوشش کی کہ کسی طرح اپنے مہربان چچا کو خرچ کے بار سے ایک حد تک نجات دی جائے چنانچہ حضرت رسالت مآب اپنے دوسرے چچا حضرت عباس کے پاس گئے اور فرمایا اے چچا آپ کے بھائی ابوطالب پر کنبہ کا بہت بوجھ ہے اس وقت مناسب ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے میں اور آپ دونوں ملکر اُن کے پاس چلیں اور اُن سے درخواست کریں کہ وہ اپنے بچوں کے لئے ہماری مدد قبول کریں ایک بچہ میں اپنی نگرانی میں لونگا اور ایک بچہ کو آپ پرورش کیجئے گا یہ سنکر عباس راضی ہو گئے اور حضور انور کے ساتھ ابوطالب کے پاس گئے اور اپنی خواہش ظاہر کی اسپر ابوطالب نے جواب دیا کہ صرف عاقل اور طالب کو اپنے ساتھ رکھوں گا باقی بچوں کا تمھیں اختیار ہے۔ چنانچہ سرور کائنات نے حضرت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علی کو اپنے ساتھ لے لیا اور آپ کے چچا حضرت عباس نے جعفر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ طالب کی نسبت مورخوں کا اختلاف ہے بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس صرف اُن کا بچہ عاقل ہی تھا طالب کا ذکر کسی تاریخ میں مفصل طور پر نہیں ملتا صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ مشرکین مکہ کے جبر سے طالب جنگ بدر میں بت پرستوں کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑا تھا حضرت علی کی عمر اسوقت پانچ چھ سال کی تھی سرور کائنات نے آپ کو بچوں کی طرح سے پرورش کیا اور آپ ایسی ہی محبت کرتے تھے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے حضرت علی کو بھی سرور کائنات سے ایسا ہی اُنس تھا اور آپ مثل اپنے مہربان باپ کے حضور انور کو سمجھتے تھے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں حضرت علی کی پیدائش بیان کی گئی ہے یعنی آپ ۶۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۶۶۱ء میں آپ کی شہادت ہوگئی اس لحاظ سے آپ کی عمر اُنسٹھ یا ساٹھ برس کی ہوتی ہے مگر بعض راویوں نے آپ کی عمر ۶۳ برس کی بیان کی ہے اس صورت سے آپ کا سال پیدائش ۶۰۰ء یا ۶۰۱ء ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد ایک لڑکا زید نامی حضور انور کے پاس آیا زید ایک غلام تھا جو بی بی خدیجہ نے حضور انور کو خدمت کے لئے دیا تھا یہ غلام اگرچہ نہایت بدصورت اور پستہ قد تھا مگر اپنی وفاداری نمک حلالی اور قابلیت خدمت گزاری کی وجہ سے سرور کائنات کے دل میں اس نے اپنی طرف سے محبت پیدا کر دی تھی زید حارثہ کا بیٹا تھا اور اس کا تعلق قبیلے سے بھی ہوتا تھا اتفاق سے قبیلہ بنی کلب کا ایک گروہ مکہ میں حج کی غرض سے آیا اُس نے زید کو پہچان لیا کہ یہ حارثہ کا بیٹا ہے چنانچہ جب وہ اپنے وطن واپس گئے تو انھوں نے حارثہ سے جا کر کہا کہ ہم تیرے بیٹے کو بہت اچھی حالت میں دیکھ کر آئے ہیں وہ محمد بن عبداللہ کے پاس رہتا ہے اور وہ اُس سے بہت محبت کرتے ہیں حارثہ اپنے بیٹے کی جدائی کے صدمہ میں گھلا جاتا تھا اور تلاش کرتے کرتے تنگ آ گیا تھا چنانچہ وہ مکہ میں آیا اور اس نے بطور فدیہ کے ایک بہت بڑی رقم حضور انور کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ حضور یہ رقم قبول فرمالیں اور میرے بچہ کو آزاد کر دیں سرور کائنات نے یہ سنتے ہی زید کو بلایا اور ارشاد کیا کہ میری طرف سے تو بالکل آزاد ہے خواہ اپنے باپ کے ساتھ چلا جا یا میرے پاس رہ۔ زید نے نہایت جوش اور دلی وفاداری کے ساتھ یہ جواب دیا کہ میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا میں اپنا ماں باپ حضور ہی کو سمجھتا ہوں۔ غلام کی اس غیر معمولی محبت اور وفاداری پر حضور سرور کائنات بے انتہا خوش ہوئے اس لڑکے نے سرور کائنات کو اپنا باپ کہا تھا اسی طرح حضور انور نے محض اس کی محبت کو مدنظر رکھ کے یہ فرمایا کہ بے شک میں تجھے اپنے بیٹے کے برابر سمجھتا ہوں اور تو میرا بیٹا ہے یہ عام دستور ہے کہ ہر غیر شخص کا بچہ اگر اس کے چال چلن درست ہوں اور اس میں صلاحیت موجود ہو تو جس شخص سے اسکو تعلق ہوگا اور لڑکا اس کو اپنا باپ کہکر پکارے گا تو وہ بھی اسے اپنا بیٹا کہنے لگے گا اسکی نظیریں اب بھی اس زمانہ میں ہزاروں موجود ہیں کہ لوگ اپنے غلام کو جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنا بیٹا کہکر پکارتے ہیں اس بیٹا کہنے سے اصلی بیٹا کسی صورت سے مقصود نہیں ہوتا۔

سر ولیم میور نے اس واقعہ کی نسبت اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جب زید نے سرور کائنات کو اپنا ماں اور باپ کہا تو سرور کائنات اس بچہ کی وفاداری سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ اسی وقت زید کو اپنے ساتھ کعبہ میں سنگ اسود کے قریب لے گئے اور یہ فرمایا کہ اے لوگو جو تم یہاں موجود ہو اس بات کے گواہ رہنا کہ زید میرا بیٹا ہے میں اس کا وارث ہوں گا اور یہ میرا وارث ہوگا۔"

ہمیں اس روایت سے بالکل اختلاف ہے اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے صحیح بخاری یا اور کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ الفاظ نہیں نظر پڑے وارث ہونے سے کیا غرض جبکہ ایک صحیح حدیث موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال اور سامان کا کوئی وارث نہیں ہوتا پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ضعیف بلکہ غلط روایت میور نے کس بنا پر اپنی کتاب میں درج کر دی اور یہ حدیث نہ صرف سینوں کی کتابوں میں ہے بلکہ شیعی علماء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری کتاب الفرائض میں یہہ حدیث نقل کرتے ہیں۔" عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن عثمان الی ابی بکر یسئلنہ میراثھن فقالت عائشۃ الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ انتہی۔ (ترجمہ)

عروہ (بن زبیر) عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج نے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یہ ارادہ کیا کہ عثمان کو ابوبکر کے پاس بھیجیں اور میراث ان سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

طلب کریں عائشہ بولیں کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہم (کسی کو اپنا) وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ (مال) چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

پھر شیعوں کی معتبر کتاب اصول کا باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء میں حضرت امام جعفر صادق کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے "عن ابی عبداللہ ؑ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالت ان الانبیاء لم یورثوا درہماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثہم"۔ (ترجمہ)

ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام فرماتے ہیں کہ علماء انبیا کے وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ انبیاء نے (کسی کو) درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف اپنی احادیث کا وارث بنایا ہے۔ اصول کافی کی یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ہم نے داؤد کا سلیمان کو وارث بنایا۔ یہ وراثت علم کی وراثت سے مراد ہے مال سے کچھ تعلق نہیں دوسرے یہ بات دیکھنے کی ہے کہ یہ جو میور نے نقل کیا ہے کہ سرور کائنات نے یہ فرمایا کہ میں تیرا وارث ہوں اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے کہ آیا باپ کس صورت سے وارث ہو سکتا ہے جبکہ بیٹے کی اپنی اولاد قانوناً اپنے باپ کے مال کی وارث ہو سکتی ہے دنیا میں آجتک کسی باپ نے اپنے بیٹے سے یہ نہ کہا ہوگا کہ میں تیرا وارث ہوں ہاں اگر وارث کے مجازی معنی شفقت کرنے والا یا سرپرست یا نگراں حال لئے جائیں تو بیشک ایک حد تک صحیح ہو سکتے ہیں۔

ہمارے دوست سر ولیم میور ہمیشہ ایسی ضعیف روایتوں کی تلاش میں رہتے ہیں جن کے ذریعہ سے انھیں اسلام پر حملہ کرنے کا موقع ملے کتاب لکھنے میں انھیں اس بات کی جستجو نہیں ہوئی کہ کوئی غیر معمولی معتبر اور ضعیف روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتے بڑے افسوس کی بات ہے کہ انھوں نے محض دور از کار کہانیوں کو اپنی کتاب میں درج کر دیا مگر ان معتبر روایتوں کو بالکل پس پشت ڈال دیا جن سے ان کی مطلب برآری نہیں ہوتی تھی اب ہم اس کے متعلق کہ زید کے باپ کے آنے پر مکہ میں حضور انور کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا صحیح اور معتبر حدیثیں درج کرتے ہیں جن سے میور کے کذب اور بہتان کی قلعی کھل جائیگی۔

صحیح بخاری نے تو باب مناقب میں صرف اس قدر لکھا ہے "زید بن حارثہ مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال ابراء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت اخونا ومولانا"۔ اس کی مفصل کیفیت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور توضیح کرمانی فتح الباری شرح صحیح البخاری اور عمدۃ القاری میں یہ لکھی ہے "زید بن حارثہ کان من بنی کلب خرجت به امه تزور قومها فاتفق غاره فیهم فاحتملوا زیدا وفدوا به الی سوق عکاظ فعرضوه علی البیع فاشتراه حکیم بن حزام لعمته خدیجة بار بعمائة درهم فلما تزوجها النبی صلی الله علیه وسلم وهبته له فحضر ابوه حارثة فخیر النبی صلی الله علیه وسلم بین المقام عنده والرجوع الیهم فاختار رسول الله صلی الله علیه وسلم علی اباه وسماه رسول الله صلی الله علیه وسلم وزوجه ام ایمن بولدت اسامة ومن فضائل ان الله سماه فی القرآن وقتل فی غزوته امیر الجیش۔

اس روایت میں کہیں بھی سوائے معمولی باتوں کے کہ زید بن حارثہ بنی کلب میں سے تھا اور اپنی ماں کے ساتھ چلا آرہا تھا کہ رستہ میں پکڑا گیا اور پھر عکاظ کے بازار میں آکے فروخت ہوا اور اس کو حکیم بن حزام حضرت بی بی خدیجہ کے بھتیجے نے خرید کے اپنی پھوپھی کو دیدیا پھر حضرت سرور کائنات نے اس کا نکاح ام ایمن کے ساتھ کر دیا اس کے بعد اس کا باپ حارثہ مکہ میں آیا اور اس وقت حضور انور نے زید کو آزادی دیدی کہ خواہ یہاں رہ یا اپنے باپ کے ساتھ چلا جائے زید نے منظور نہیں کیا۔ اس کی بیوی ام ایمن کے ہاں اسامہ پیدا ہوا اور سپاہ سالاری کی حالت میں غزوہ موتہ میں شہید ہوا کہاں ہیں وہ الفاظ جو میور نے ادھر اُدھر سے اپنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ روایتیں سینکڑوں ضعیف اور جعلی ہیں لیکن محقق کا تو یہ فرض ہے کہ بطور خود ان کو تحقیق کرے اور سوائے معتبر اور مستند کتابوں کے معمولی قصہ کہانیوں کی کتابوں پر نظر نہ ڈالے۔

اس کے بعد ہم صحیح بخاری کے الفاظ کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخی اور مولا کا لفظ زید کی نسبت استعمال کیا ہے اس حدیث میں بھی ابن کا لفظ نہیں ہے نہ قرآن مجید میں ابن کا لفظ آیا ہے۔ خدا معلوم یہ غلط روایت اتنی مشہور کیوں ہو گئی اور کس طرح زید کو ابن محمد کہنے لگے۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور سرور کائنات نے اپنے کو تمام مسلمانوں کا باپ کہا ہے اس لحاظ سے زید بھی بیٹا ہوا ورنہ اس کے علاوہ اور کوئی خصوصیت زید میں نہ تھی۔

اب رہا بتنے کرنا صحیح احادیث میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے جس طرح صدہا جعلی حدیثیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بن گئی تھیں اُن میں ایسی بھی کوئی غلط روایت ہوگی جس کو اپنے مطلب کا دیکھ کے مخالفوں نے چمکا دیا۔ ہم زید کے معاملہ کی نسبت موقع پر بالتفصیل بحث کریں گے یہاں اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب زید کی عمر میں بھی مورخوں کا اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ زید جب حضور سرور کائنات کی خدمت میں رہنے لگا ہے تو بہت چھوٹا تھا بعض کا یہ بیان ہے کہ وہ خاصہ جوان تھا کیونکہ اسکی شادی ام ایمن سے ہوگئی تھی۔ عیسائی مورخ یہ لکھتے ہیں کہ زید جوان تھا اور اسکو عیسائیوں کا مذہبی علم بہت تھا اور نصاریٰ کے مذہب کی تعلیم سرور کائنات نے زید سے پائی تھی۔ فاضل اسپرنگر تو اس قدر بڑھے کہ انھوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ مسلمان مورخوں نے زید کی عمر جو چھوٹی بتائی ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ کسی کو یہ بدگمانی نہو کہ نصاریٰ کی مذہبی کتابوں کی تعلیم سرور کائنات کو زید دیا کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ جن مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ زید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس برس چھوٹا تھا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بہتر روایت انگریزی مورخوں کے خیال میں یہ آئی ہے کہ جب ۸ھ ہجری میں زید شہید ہوا ہے تو اس کی عمر ۵۵ سال کی تھی اس لحاظ سے وہ چھ برس حضور سرور کائنات سے چھوٹا تھا۔

میور صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب عربوں نے قافلہ کو لوٹا اور زید کو گرفتار کیا ہے زید بچہ نہیں تھا کیونکہ ایسا چھوٹا بچہ اپنی ماں یا خاندان کے ساتھ سفر میں نہیں نکل سکتا تھا ان واقعات کو نظر کرتے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب خدیجۃ الکبریٰ نے زید کو لیا ہے اسکی عمر بیس سال سے کم نہ تھی۔ پھر میور لکھتا ہے کہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حکیم شام سے چند غلام لایا تھا جب وہ اپنی پھوپھی خدیجہ کے پاس آیا تو اس نے کل غلام پیش کر دیئے کہ جو تم آپ چاہیں ان میں سے پسند کر لیں خدیجہ نے زید کو پسند کیا تھا۔

اس بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضور سرور کائنات نے نصرانی عقائد کا حکم زید سے حاصل کیا تھا یہ خیالی پلاؤ جو عیسائی مورخوں نے پکایا ہے ان کی محض خام خیالی ہے۔ زید کے عالم ہونے کی نسبت کسی مسلمان مورخ اشارہ تک نہیں کیا نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی طے کے قبیلہ میں علوم کا اس قدر عروج تھا کہ معمولی چھوکرے بھی عالم بنجاتے تھے۔ مسلمان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو اپنے ہادی برحق کو اُمّی کہتے ہیں عیسائی اس سے برافروختہ ہیں اور وہ اسی کے متعلق بہت کچھ اُلٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں مگر کوئی بات ان کی چلتی نہیں۔ اس قسم کی باتیں بازاری گپیں ہیں جنھیں واقعات سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

ایک یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ اس زمانہ میں نہ کتابوں کی اشاعت کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ باقاعدہ کوئی تعلیم گاہ تھی بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک وحشی قبیلہ کا بچہ بچہ ایسا تعلیم یافتہ ہو کر وہ دوسروں کو سکھا سکے۔ اس زمانہ میں حالانکہ تعلیم کا پورا عروج ہے اور اشاعت اناجیل کی یہ کیفیت ہے کہ عیسائیوں کے ہاتھوں سے گزر کے پنساریوں کی دوکانوں میں اُن کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور ان کی پڑیاں بندھتی ہیں کوئی کرشتان ہمیں ایسا آج تک نظر نہیں آیا جس کو اناجیل پر پورا عبور ہو اور وہ کل عقائد مسیحت کسی کو تعلیم کر سکے۔ اسپرنگر نے تو بہت زور مارا لیکن بیچارہ ثابت نکر سکا کہ فخر دوجہاں کا معلم زید غلام تھا۔

اب دوسرا حملہ ورقہ کو آڑ بنا کے کیا گیا ہے جو نصرانیت کا ایک عالم مشہور ہے اور بیان کیا ہے کہ نصرانی اصول کی تعلیم اسی نے سرور کائنات کو دی تھی۔ چنانچہ سر ولیم میور چند مسلمان مورخوں کے اقوال ورقہ کے عالم ہونے کی نسبت بیان کرتا ہے۔ (وہو ہذا)

ابن ہشام لکھتا ہے "فاستحکم فی النصرانیۃ واتبع الکتب من اہلہا حتی علم علما من اہل الکتاب"۔ پھر طبری لکھتا ہے "وقد کان تنصر واتبع الکتب حتی ادرک فکان فیما طلب من ذلک انہ کاین لہذہ الامۃ نبی من بنی اسمٰعیل" یعنی نصرانیۃ قبول کر کے اس نے نصرانیوں کی کتابوں کو مطالعہ کیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا اس نے کتابوں میں یہ بھی دیکھا تھا کہ بنی اسمٰعیل میں سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔

ان روایتوں کے نقل کرنے کا نتیجہ اور مطلب سمجھ میں نہیں آتا کل مسلمان مورخ یکزبان ہیں کہ ورقہ کو انجیل و تورات کا بہت بڑا علم تھا اور اس نے ان الہامی کتابوں میں حضور انور سرور کائنات کے مبعوث ہونے کی خبر دیکھی تھی اس لئے وہ ایسے نبی کا راستہ دیکھ رہا تھا جب حضور انور نبی ہوئے اور آپ پر وحی نازل ہوئی تو ورقہ نے سب سے پہلے حضور کی تصدیق اور آرزو کی کہ اگر میں زیادہ زندہ رہوں تو ضرور حضور کے مخالفوں سے دوش بدوش

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جنگ کروں گا اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ جو فرشتہ وحی لیکے نازل ہوا جبرئیل ہے اور یہی فرشتہ ہے جو موسےٰ اور ابراہیم کے پاس وحی لیکے آیا تھا۔ یہ ساری باتیں تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں مگر ان روایتوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ورقہ کسی وقت حضور سرور کائنات کو عقائد نصرانیت کی تعلیم بھی دیا کرتا تھا جب وہ یہ شہادت دے چکا کہ الہامی کتابوں میں جس نبی کی بشارت دی گئی ہے وہ تو ہی ہے پھر ایسی صورت میں تعلیم کرنا کیسا دوسرے ورقہ نابینا اور ایک ضعیف شخص تھا جو چند روز کے بعد انتقال کر گیا کیا اس نے چند روز میں نصرانیوں کے کل عقائد کی سرور کائنات کو تعلیم دیدی تھی یا چند عقائد کی ثبوت سے پہلے بھی (چونکہ وہ بی بی خدیجہ کی طرف سے آپ کا رشتہ دار تھا آپ اکثر ملا کرتے تھے) یا نبوت کے بعد ورقہ کو حضور سرور کائنات کا شرف حضوری حاصل ہوا تھا۔ غرض سر ولیم میور اور اسپرنگر اس کوشش میں بھی بالکل کامیاب نہیں ہوئے۔

ہم کئی بار یہ لکھ چکے ہیں کہ عیسائی مورخ ملحد بن کے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں اگر وہ اعتراض کرتے وقت عیسائی بنے رہیں تو اس قسم کے مہمل اعتراضات بھی ان کی زبان سے نہ نکلیں۔ کہیں زید کو آسمان پر چڑھایا ہے کہ وہ سچے مذہب ابراہیم کی تلاش میں عراق عرب اور شام میں پھرتا رہا اور کہیں ابن ربیعہ سے اس کی گفتگو کا حال لکھا ہے اور طبری کا حوالہ دیدیا ہے اگرچہ میور خود بھی طبری کی اس روایت کی تردید کرتا ہے اور یہ روایت نقل کر کے قدیم مسلمان مورخوں پر سُنہ آیا ہے پھر بھی یہ بات دیکھنے کی ہے کہ میور جیسے ہوشیار اور تعلیم یافتہ شخص نے یہ دور از کار باتیں لکھ کے کیوں اپنی کتاب کے صفحے برباد کئے۔

یہ قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید فلاں فلاں آدمیوں نے بنایا ہے اور جو واقعات اس میں درج ہیں انھیں فلاں شخص نے سرور کائنات کو بتایا تھا۔ یہ باتیں چانڈو خانہ کی گپوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پانچواں باب

سرور کائنات کی عمر کا چالیسواں سال

آغاز نبوت

ابتدا سے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا تھا یہودیوں کا یہ عقیدہ چلا آتا تھا کہ ضرور ہم میں مسیح پیدا ہوگا اور ان کے اس خیال کا اثر تمام ان بت پرست قوموں پر بھی پڑ گیا تھا کہ جن سے روزمرہ ان کے تجارتی اور تمدنی تعلقات رہتے تھے یہ بت پرست قومیں بھی مثل یہودیوں کے اس بات کا خیال کرنے لگی تھیں کہ ہم میں ایک ہدایت کرنے والا ضرور پیدا ہوگا اور اس کے پیدا ہونے کا بہت بیتابی سے انتظار کیا جا رہا تھا یہودیوں کے تعلقات مکہ اور مدینہ کے بت پرست قوموں سے انتہا درجہ بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ خاص یثرب میں جس کا نام بعد ازاں مدینۃ النبی رکھا گیا کئی بستیاں یہودیوں کی موجود تھیں اور قریب قریب یہودیوں کا تمام یثرب پر پورا قبضہ تھا اگرچہ عربوں کے دوسرے قبائل بھی یثرب میں بستے تھے لیکن اقتدار یہودیوں ہی کو حاصل تھا انھوں نے وہاں مستقل گڑھیاں بنا رکھی تھیں بہت سی زمینوں میں کھجور وغیرہ کی کاشت کیا کرتے تھے اگرچہ اس وقت کوئی خاص حکومت یثرب میں نہیں تھی اور نہ فوجداری اور دیوانی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے عدالتیں قائم تھیں تو بھی ان معاملات کا فیصلہ جن میں تنازع ہوتا تھا یہودی قبائل کے سرغنہ اور دوسرے عربی قبائل کے سردار ملکے کر دیا کرتے تھے یہ قوم دراصل مثل مہاجنوں کے تھی ان کے ہاں سودی روپیہ دینے اور تجارت کرنے کا بھی طریقہ جاری تھا اسی وجہ سے مکہ کے بت پرست عربوں سے لین دین اور تجارت اور آمد و رفت برابر جاری رہتی تھی اس میل جول نے ایک بہت بڑا اثر بت پرستوں کی معاشرت پر ڈالا تھا ساتھ ہی یہودیوں میں پیشین گوئی کرنے والے بھی اکثر موجود تھے اور انکی پیشین گوئیاں نہ صرف یہودی ہی شوق سے سنتے تھے بلکہ بت پرست عرب بھی بڑی وقعت سے پیشین گوئیوں کو گوش گذار کیا کرتے تھے۔

جب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت۔ راستبازی اور دیانت کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بہت کچھ غل مچا تو بعض بعض یہودیوں اور عربوں کی نظریں آپ کی طرف اُٹھنے لگیں اور یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ جس نبی کی پیشین گوئی کی جاتی ہے چونکہ اس کی کل صفتیں آپ میں پائی جاتی ہیں ممکن ہے کہ وہ نبی آپ ہی ہوں چنانچہ سلمہ کی روایت کی بموجب ایک دن مجلس بنی عبدالاشہل میں احبار یہود میں سے ایک جری بعثت قیامت اور حساب کا ذکر کر رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا کہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس کا ثبوت کیا ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے تم ثبوت نہ پوچھو عنقریب حرم میں سے ایک پیغمبر مبعوث ہوگا وہ تمہارے آگے میرے اس قول کی صداقت کر دے گا انھوں نے دریافت کیا اس کی بعثت کا زمانہ کونسا ہوگا سلمہ کہتے ہیں کہ اس جری نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ غلام اس پیغمبر کی ملازمت کا شرف حاصل کرے گا اور اتنی عمر کو پہنچے گا کہ اُس آنے والے پیغمبر کی خدمت بجا لائے۔ سلمہ کہتے ہیں جب سے میں نے جری کی زبان سے یہ سُنا دن اور رات انتظار میں رہنے لگا کہ کب وہ پیغمبر مبعوث ہو اور کب میں اس کا شرف ملازمت حاصل کروں جب حضور انور کا ظہور ہوا اور سلمہ مشرف باسلام ہوا تو فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جری کی چادر پکڑ لی اور اس سے کہا کہ خود تو نے ہی تو بشارت دی تھی کہ ایسا ایک نبی پیدا ہوگا اور جب وہ نبی پیدا ہو گیا تو تو کیوں نہیں ان پر ایمان لاتا یہ سنکر اس یہودی نے یہ کہا کہ جن کی میں نے تجھے بشارت دی تھی یہ وہ نبی نہیں ہیں یہ سنکر سلمہ چپکے ہو رہے اور خیال کیا کہ ایک نابینا جب شمع کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو روشنی کا کیا قصور ہے۔

اگرچہ شمع دیں دودے ندارد ؎ چو چشم اعمیٰ بود سودے ندارد

عاصم بن عمر و انصاری کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کے مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل کتاب کی اور ہماری دشمنی تھی اور اسی وجہ سے باہم جدال و قتال رہا کرتا تھا اور وہ بطور وعید یہ کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے ہم اس کے ساتھ ہو کے تم سے جنگ کریں گے اور پھر تمھیں تمھاری دشمنی کا جو تم ہمارے ساتھ رکھتے ہو پورا مزا چکھائیں گے۔ چنانچہ جب حضور فخر المرسلین کی دعوت اسلام ہم تک پہنچی تو ہمارا سارا قبیلہ ایمان لے آیا مگر اس جماعت نے انکار کیا اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے کفر کی تاریکی میں پڑے رہے۔

قبیلہ بنی قریظہ کے ایک بوڑھے شخص نے بیان کیا کہ ہمارے اسلام لانے کا یہ سبب ہے کہ ہم اور قبیلہ بنی ذہیل ایک جگہ مکہ میں رہتے تھے ایک دن یہودیوں کا ایک پیشوا بعثت سے دس برس پہلے ہم میں آیا اتفاقاً وہ آتے ہی بیمار پڑ گیا اور جب اس کی حالت مرنے کے قریب پہنچی تو اس نے اپنے سب قوم والوں کو جمع کر کے یہ کہا کہ میں اپنے وطن کو چھوڑ کے اس اجنبی ملک میں اس لئے آن کے رہا ہوں کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اور اس مبارک شہر میں ہجرت فرما کے یہاں دائمی قیام فرمائے گا میرا آنا محض اسی وجہ سے ہوا تھا کہ میں اسکی ملازمت کا شرف حاصل کروں اور اس کے مبارک قدموں پر اپنی جان نثار کر دوں مگر افسوس ہے کہ زمانہ نے میرا ساتھ نہیں دیا اور یہ آرزو میرے دل کی دل ہی میں رہی مگر میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ جب اس نبی کا ظہور ہو اور وہ اس شہر میں قدم رنجہ فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لے آنا اور ہرگز اس کی مخالفت نکرنا اس کی دوستی دین اور دنیا کی بہبودی کا باعث ہوگی اور اسکی مخالفت برباد کر دے گی یہ کہکے وہ آرزومند بوڑھا دنیا سے چل بسا۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے بعد بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو دو شخص اس وقت موجود تھے جنھوں نے اس بوڑھے کی وصیت کو سنا تھا انھوں نے باہم کہا کہ یہ تو وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت بنی ذہیل کے بوڑھے نے دی تھی ہم قلعہ سے فوراً باہر نکل آئے اور ہم نے حضرت رسالت مآب کے دست مبارک پر بیعت کر کے حضور کی غلامی کا فخر حاصل کیا جب سے ہمارا مال اور ہمارے بال بچے محفوظ ہیں۔

طلحہ بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں بصرہ کے بازار میں کچھ خرید و فروخت کر رہا تھا کہ ایک راہب اس طرف سے گزرا اور اس نے یہ دریافت کیا کہ حرم کا رہنے والا کوئی شخص یہاں ہے میں نے جواب دیا کہ میں حرم کا رہنے والا ہوں اور ابھی کعبہ سے آیا ہوں اس راہب نے کہا کیا کعبہ میں احمد کا ظہور ہو گیا میں نے اس سے پوچھا احمد کون شخص ہے راہب نے کہا احمد پسر عبد اللہ بن عبد المطلب سے میری غرض ہے وہ اسی مہینہ میں مبعوث ہوگا اور وہی

۱۵

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خاتم النبیین ہے اور اس کا ظہور حرم سے ہوگا اور پھر اس زمین میں ہجرت کرے گا کہ اس جگہ کے پتھر سفید رنگ کے ہوں گے اور اس کی مٹی شور ہوگی اور وہاں کھجوروں کے بہت سے درخت ہونگے۔

طلحہ کہتے ہیں کہ اس راہب کی یہ باتیں میرے دل میں گھر کر گئیں جب میں مکہ واپس آیا تو میں نے اس بات کی تلاش کی کہ آیا میری غیر حاضری میں کوئی نئی بات یہاں پیدا ہوئی یا نہیں لوگوں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعوے کیا ہے اور ابو بکر بن ابی قحافہ ان پر ایمان لے آئے ہیں میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کر دیا حضرت صدیق اکبر نے مجھے ساری باتیں سمجھائیں اور میں سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بنی قشم اپنے بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ اپنی بہبودی وغیرہ کے متعلق اس بت سے التجا کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک آواز آئی کہ اے لوگوں تم جو بتوں کے آگے اپنی فریاد لے جاتے ہو اور ان سے دادرسی اور دادری چاہتے ہو یہ تمھاری جہالت اور غفلت ہے جب تمھارے آگے نور چمک رہا ہے پھر تم نے کیوں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور وہ نور اس پیغمبر کا ہے کہ جو بنی آدم کا سردار ہے اور قبیلہ بنی ہاشم میں بلند مرتبہ ہے۔ اور وہ نبی بن کے مکہ میں ظاہر ہوا ہے اس کی کوشش ہے کہ کفر کو اسلام کے ساتھ بدل دوں حق تعالے نے اسے بزرگ بنایا ہے وہ شائستہ پیشوا ہے۔ اور قابل رہنما ہے۔ اس غیبی آواز کے الفاظ کچھ ایسے آہستہ آہستہ کانوں میں سنائی دیتے تھے کہ میں نے انھیں ازبر کر لیا یہ آواز سنکے وہ کل لوگ اٹھ کے چلے گئے تین دن کے بعد میں نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور دعوت اسلام کا حال سنا۔

ابو ہریرہ سے لوگوں نے پوچھا کیا تم بھی بت کی خدمت کیا کرتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ ہاں مگر حضرت رسالت مآب فخر دو جہاں کی برکت نے اس شقاوت سے مجھے نجات دیدی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دن ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا اور پوچھا کہ ایک شخص سواد بن قارب نامی یمن کا رہنے والا نہایت ہی ہوشیار اور ذہین شخص ہے جنات میں سے اس کے ایک ہمزاد نے اسے اطلاع دی ہے کہ عنقریب ایک آخر الزماں پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے یہ سنتے ہی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سواد کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ تو وہی شخص ہے جس کے ایک جن ہمزادہ نے کسی پیغمبر کے ظاہر ہونے کی خبر دی ہے اس نے کہا کوئی جن میرا ہمزاد نہیں ہے مگر یہ خبر بالکل صحیح ہے فاروق اعظم نے اس سے کہا کہ پھر یہ تو بتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور تجھے کیونکر اسکا علم ہوا سواد نے کہا کہ میں ایک شب سوتا تھا کسی شخص نے میرا پیر ہلا کے مجھے جگایا اور کہا کہ اُٹھ کہ بنی ہاشم میں سے ایک رسول پیدا ہوا ہے اور وہ خدا کی طرف خلقت کو بلا رہا ہے اور اس نے خدا کی پرستش کی شمع روشن کردی ہے یہ کہکر اس غیب کے آدمی نے میرے آگے چند شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے جو یہاں فارسی کی نظم میں لکھے جاتے ہیں۔

شگفتی در دلم از جنیان ست — کہ راہ کعبہ شاں مقصود جانست
بداں چوں جن کہ از نیکاں نباشند — پری و آدمی یکساں نباشند
ہمہ راہ ہدایت گشتہ طالب — کہ تا بر گمرہاں کردند غالب
تو نیز از سوئے پیغمبر شتابی — ہر آں کامے کہ می جوئی بیابی

سواد کہنے لگا کہ میں نے ان باتوں کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور میں نے اس شخص سے کہا کہ بھائی مجھے سونے دے میں کل رات سے جاگا ہوا ہوں کیوں مجھے پریشان کرتا ہے چنانچہ وہ شخص چلا گیا دوسری شب پھر اسی طرح آیا اور وہی باتیں مجھ سے کیں جو پہلے کر گیا تھا میں نے پھر اس کی باتوں پر کچھ خیال نہیں کیا وہ اس وقت چلا گیا اور تیسری شب سہ بارہ میرے پاس آیا اور پھر اس نے وہی باتیں کیں آخر اسلام کی محبت میرے دل میں جگہ پکڑ گئی میں فوراً حضور نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ میری باتیں سنیں اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپکی خدمت میں حاضر تھے اُنھوں نے مجھے پاس بلایا جب میں قریب چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اور آگے آ میں اس قدر قریب ہوا کہ میرے دونوں زانوں حضور انور صلی اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علیہ وسلم کے زانوؤں سے مل گئے اور میں نے پھر کل کیفیت حضور نبوی میں عرض کردی جسکی باتوں کو بعض مورخین اسلام نے نظم میں تحریر کیا ہے جس عربی نظم کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا گیا ہے۔

بتحقیق دیدم یکے خواب دوش — کہ می گفت در گوش جانم سروش
کہ آمد رسولی باہل زمیں ✤ — ز قوم لوئی بن غالب یقیں
شب دیگر آمد ہمیں راز گفت — سوم شب بیکایک دگر راز گفت
چو تحقیق گشت آں سخن در زماں — بجاں آمدم سوئے حضرت دواں
گواہی دہم من کہ ایزد یکیست — پرستش جز اورا سزاوار نیست
رسولے باست زرحماں توئی ✤ — گرامی ترین رسولاں توئی ✤
مرا رہ نمائے امام سبل — بامر شریعت ز جز و ز کل
ازاں روئے گشتم ترا من مطیع — کہ تا روز حشرم تو باشی شفیع

یہ سنتے ہی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے اور میرے اسلام لانے پر سب نے اظہار مسرت کیا جوں ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت سُنی سوا دکو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ میری دلی آرزو یہ تھی کہ میں یہ ساری کیفیت خاص تیری زبان سے گوش گزار کروں۔ فقط

اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جو مختلف تاریخوں میں ہمیں ملتی ہیں ان روایتوں پر اسلام کی صداقت یا اصول کا کچھ دار و مدار نہیں ہے ہر شخص کو اختیار ہے کہ خواہ ان روایتوں کو سچ سمجھے یا غلط مگر یہ بات ماننی پڑے گی کہ آخر الزماں نبی کے پیدا ہونے کا خیال نہ صرف یہودیوں میں بلکہ عرب کے بت پرستوں میں بھی پایا جاتا ہے جسکو ہم بہ وضاحت گزشتہ صفحوں میں ثابت کر چکے ہیں۔

اس قسم کے خیالات جو ہمیشہ ہر قوم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ہرگز قابل نفرت نہیں ہیں انسانی طبائع کا یہ خاصہ ہے کہ اشد ضرورت کے وقت ایک مددگار کی تلاش ہوتی ہے اور دل خود چاہتا ہے کہ ان مصائب اور خرابیوں کا دور کرنے والا کوئی پیدا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو جائے چونکہ اس زمانہ میں تمدن کی خرابی اخلاق کی زبونی اور بتوں کی پرستش کی انتہا ہو گئی تھی اس لئے زمانہ خود چاہتا تھا کہ ایک مصلح پیدا ہو جو ان تمام بداعمالیوں کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے حضور انور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا۔

آپ زمانہ نبوت سے پہلے اکثر اوقات غارِ حرا میں تشریف لیجا کر خدائے واحد مطلق کی عبادت کیا کرتے تھے اور بعض اوقات رات رات بھر وہیں گزار دیا کرتے تھے غار حرا مکہ معظمہ سے دو یا تین میل جانب شمال واقع ہے کبھی کبھی آپ کے ہمرکاب آپ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰ بھی جایا کرتی تھیں۔ ابن ہشام اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں "حضرت رسالت مآب کی یہ عادت تھی کہ آپ سال میں ایک مہینہ غارِ حرا میں جا کے عبادت کیا کرتے تھے۔ قریشوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ وہ خاص خاص دنوں میں اس مقام میں جاتے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اسی طرح حضور انور بھی غار حرا میں تشریف لیجاتے اور غریبوں اور بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور جب آپ اپنی عبادت کا وقت پورا کر چکتے تو وہاں سے واپس آکے سات بار کعبہ کا طواف کرتے اور اکثر آپ کا یہ دورہ رمضان میں ہوتا تھا بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ عبدالمطلب نے یہ بات ایجاد کی تھی کہ جب رمضان کا چاند ہوتا تو یہ بزرگ قریش خدا کی عبادت میں اپنا سارا مہینہ غار حرا میں گزار دیتا تھا مگر طبری نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ قریشوں میں جو لوگ اعلیٰ درجہ کے زاہد اور پرہیزگار ہوتے تھے وہ ماہِ رجب میں تنہا عبادت کرنے کے لئے غار حرا چلے جاتے تھے اور ہاشمیوں کا گروہ اس طریقۂ عبادت کا بہت پابند تھا غرض ہر خاندان یا قبیلہ نے اس مقام پر اپنی علیحدہ علیحدہ عبادت گاہیں بنا رکھی تھیں جہاں وہ لوگ تنہا بیٹھ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے سر ولیم میور کو ان روایتوں پر شبہہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ طبری کے عربی نسخہ میں عربی قبائل کے متعلق میں نے کوئی بات لکھی ہوئی نہیں دیکھی بہرحال ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے کہ اسلام سے پیشتر عربوں کا یہ طریقہ تھا یا نہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا میں عبادت کے لئے جانا بالکل صحیح ہے اور جس کا ثبوت تواتر سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہوتا ہے آپ جب وہاں تشریف لیجاتے تھے تو اپنے ساتھ کئی دن کا کھانا بھی رکھ لیتے تھے اور جب تک وہ کھانا کفایت کرتا تھا اسوقت تک وہاں رہتے تھے اس کے بعد پھر اپنے مکان چلے آتے تھے اور یہاں سے دوبارہ تازہ کھانا لیکے تشریف لیجاتے تھے۔ طبری کلاں صفحہ ۹۰ میں یہ ساری حالات درج ہیں۔

حضرت بی بی خدیجہ بعض اوقات حضور انور کے اس طرح کئی کئی روز غار حرا میں تنہا بیٹھے رہنے سے سخت پریشان ہو جاتی تھیں۔ وہ پریشانی اس لئے تھی کہ آپ کو کوئی آسیب نہ پہنچے۔ اسی لئے جب طبیعت زیادہ پریشان ہوتی تھی تو آپ کے ہمراہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے غار حرا میں چلی جاتی تھیں۔

اس غار کے مشرق اور جنوب کی طرف بلند بلند پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہو لیکن شمال اور مغرب کی طرف کھلا ہوا میدان ہے اس کے اطراف کی مجموعی صورت ایسی خوفناک ہے کہ دل دہل جاتا ہے جہاں تک نظر کام کرتی ہے سبز گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا بنجر سیاہ اور بھوری پہاڑیاں اور سفید ریتیلی وادیاں ہر طرف دکھائی دیتی ہیں۔

اس سنسان غیر آباد اور خوفناک سلسلۂ کوہ کے غار میں حضور انور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے اور آپ اس عظیم الشان مہمان کی تیاری فرما رہے تھے جو خالق کون و مکان کی طرف سے آنے والا تھا قوم کی حالت کی زبوں اور تمدن کی ابتری مذہب کی خرابی کا اثر آپ کے معصوم دل پر پڑ رہا تھا آپ ہمیشہ اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی صورت سے قوم کی حالت درست ہو جائے اور بت پرستی عرب کی سرزمین سے مٹ جائے جب سے آپ سفر شام میں تشریف لے گئے تھے اس وقت سے آپ قوم اور ملک کی بری حالت دیکھ کے مغموم رہتے تھے آخر چاند نے غار حرا سے کھیت کیا اور نبوت کے روشن آفتاب کی کرنیں چاروں طرف پڑنے لگیں۔

اے ذات تو از صفاتِ ما پاک	کنہ تو بروں زحد ادراک
آدم بتو شد مکرم از نہ	پیداست مقام ذرہ خاک
از مہر تو ہر سفیدہ دم چرخ	در ائہ نیلگوں زند چاک

CC-0. JNTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پروردۂ ابر رحمت تست ✤ ہمچوں گل و لالہ خار و خاشاک
در صیدگہ دلاورانت ارواح قدس شکار فتراک
راہیست پُر از خطر رہ عشق آنجا ہمہ رہ زناں بے باک
بے بدرقۂ عنایت تو نتواں شد ازیں رہ خطرناک
یارب بہ کمال آنکہ دارد بر کسوت جاں طراز لولاک
کز جام صفا و خم وحدت در بزم مجرّدان چالاک
آں بادہ حوالہ کن بہ جامے
کز وصمت ہستیش کند پاک

چھٹا باب ۶

تکمیل نبوۃ

آخر خداوند تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور نبوۃ کے چاند نے غار حرا سے ایک مدت کے بعد کھیت کیا اور عالم کا نجات دہندہ دنیا کے آگے پیش ہوا۔ کفر کی ظلمت فوراً دور ہوگئی اور خدا پرستی کی آوازیں مشرق و مغرب جنوب و شمال گونجنے لگیں۔

صحیح بخاری شریف میں نزول وحی کی کیفیت مفصلہ ذیل احادیث میں اس طرح درج کی گئی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے بخاری شریف کی احادیث نقل کردیں تاکہ نزول وحی کی پوری کیفیت صحیح احادیث سے معلوم ہو جائے اس کے بعد ہم معتبر تاریخوں سے مضامین نقل کریں گے۔

پہلی حدیث۔ حدثنا یحیی بن بکر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلہا حتی جاء الحق وھو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فی غار حراء فجاء الملک فقال اقرأ قال ما انا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد
ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما أنا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی
فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی
خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم فرجع بها رسول الله صلی الله علیه وسلم
یرجف فؤاده فدخل علی خدیجة بنت خویلد فقال زملونی زملونی فزملوه حتی ذهب عنه الروع
فقال لخدیجة واخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجة کلا والله ما یخزیک الله
ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق
فانطلقت به خدیجة حتی اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزی ابن عم خدیجة
وکان امرأ قد تنصر فی الجاهلیه وکان یکتب الکتاب العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة
ما شاء الله ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی فقالت له خدیجة یا ابن عم اسمع من ابن اخیک
فقال له ورقة یا ابن اخی ماذا تری فاخبره رسول الله صلی الله علیه وسلم خبر ما رای فقال له
ورقة هذا الناموس الذی نزل الله علی موسی یا لیتنی فیها جذعا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک
قومک فقال رسول الله صلی الله علی وسلم او مخرجی هم قال نعم لم یات رجل قط بمثل ما جئت
به الا عودی وان یدرکنی یومک انصرک نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی

ترجمہ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے (روایت ہے) کہ انھوں نے کہا سب سے پہلے وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے پس جو خواب آپ دیکھتے تھے وہ (صاف صاف) صبح کی روشنی کے مثل ظاہر ہو جاتا تھا پھر (خدا کی طرف سے) خلوت آپ کے نزدیک محبوب بنادی گئی اور آپ غار حرا میں خلوت فرمایا کرتے تھے اور وہاں آپ تحنث کیا کرتے تھے تحنث کئی رات (لگاتار) عبادت کرنا ہے اس کے کہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آئے۔ اور آپ اس کے لئے زاد راہ (ہمراہ) لیجایا کرتے تھے پھر (جب وہ ختم ہو جاتا تو) خدیجہ کے پاس لوٹ کر آتے اور اسی قدر زادہ راہ لیجاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی آگئی اور آپ غار "حرا" میں تھے یعنی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے (آپ سے) کہا کہ پڑھو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں پھر فرشتہ نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے (زور سے) دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے تو میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر فرشتہ نے مجھے پکڑ لیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور (زور سے) دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے تو میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے مجھے پھر پکڑ لیا اور دوسری بار مجھے (زور سے) دبایا پھر مجھے زور سے دبایا اور کہا کہ اقرأ باسم ربك اپنے پروردگار کے نام (کی برکت) سے پڑھو جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا اور (یقین کرو کہ) تمہارا پروردگار بڑا بزرگ ہے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس واقعہ کے سبب سے (مارے خوف کے) ہلنے لگا اور آپ خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور (وہاں لوگوں سے) کہا کہ مجھے کمل اڑھا دو مجھے کمل اڑھا دو تو اُن لوگوں نے آپکو کمل اڑھا دیا یہاں تک کہ (جب) آپ کے دل سے خوف جاتا رہا تو آپ نے خدیجہ سے سب حال (جو غار میں گزرا تھا) بیان کرکے کہا کہ بلاشبہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے خدیجہ بولیں کہ (آپ کو اس قسم کا خیال کرنا) ہرگز نہیں (چاہئے) خدا کی قسم اللہ آپکو کبھی پریشان نکریگا یقیناً آپ قرابت کی پاسداری کرتے ہیں اور (خدا کی راہ میں) تکلیف اُٹھاتے ہیں اور محتاج کو مال دیتے ہیں اور مہمانداری کرتے ہیں اور مصائب میں (لوگوں کی) مدد کرتے ہیں پھر خدیجہ آپ کو لیکر چلیں اور ورقہ بن نوفل اپنے چچا کے بیٹے کے پاس آپ کو لائیں اور ورقہ ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے یعنی جسقدر اللہ کو منظور ہوتا تھا انجیل کو عبرانی میں لکھا کرتا تھا اور بڑا بوڑھا آدمی تھا کہ بینائی جاچکی تھی تو اس سے خدیجہ نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے (انکا حال) سنو ورقہ بولے کہ اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا اُن سے بیان کردیا تو ورقہ نے آپ سے کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے جسے اللہ نے موسےٰ پر نازل کیا تھا اے کاش میں اس (زمانہ) میں (جب آپ نبی ہونگے) جوان ہوتا اے کاش میں (اُسوقت تک) زندہ ہی رہتا جبکہ آپ کو آپکی قوم (مکہ سے) نکالیگی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سنکر بہت تعجب) فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکالیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں جس شخص نے آپ کی جیسے بات بیان کی اس سے (ہمیشہ) دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ (کی نبوت) کا زمانہ ملگیا تو میں آپ کی بہت زبردست مدد کرونگا مگر چند ہی روز میں ورقہ کی وفات ہوگئی اور وحی (کی آمد چند روز کے لئے) سُست ہوگئی۔

دوسری حدیث۔ قال ابن شهاب واخبرنی ابو سلمة بن عبد الرحمٰن ان جابر بن عبد الله الانصاری قال وهو يحدث عن فترة الوحی فقال فی حدیثه بینا انا امشی اذ سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاءنی بحرا جالس علی کرسی بین السماء والارض

فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی فانزل اللہ تعالیٰ یا ایھا المدثر قم فانذر الی قولہ والرجز فاھجر فحمی الوحی وتتابع تابعہ عبد اللہ بن یوسف وابو صالح وتابعہ ھلال بن رداد عن الزھری وقال یونس ومعمر بوادرہ۔ ترجمہ۔ زہری کہتے ہیں مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن انصاری نے اور انھوں نے جابر سے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام وحی کے بند ہو جانیکا حال بیان کرنے لگے تو اسی بیان میں (یہ بھی) فرمایا کہ (ایک دن) اس حال میں کہ میں چلا جا رہا تھا یکایک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے اپنی نظر اٹھائی تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا ایک کرسی پر آسمان و زمین کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہے میں اس (کے دیکھنے) سے ڈر گیا پھر لوٹ آیا تو میں نے (گھر میں آکر) کہا کہ مجھے کمل اڑھا دو مجھے کمل اڑھا دو پھر (اسی حال میں) اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یا ایھا المدثر یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ کھڑا ہو۔ اور (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرا اور اپنے پروردگار کی بزرگی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی (یعنی بتوں کی پرستش) کو چھوڑ دے پھر وحی (کی آمد خوب) گرم ہو گئی اور لگاتار آنے لگی۔

تیسری حدیث۔ حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو عوانۃ قال حدثنا موسیٰ بن ابی عائشۃ قال حدثنا سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل شدۃ وکان مما یحرک شفتیہ فقال ابن عباس فانا احرکھما لکم کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرکھما وقال سعید انا احرکھما کما رأیت ابن عباس یحرکھما فحرک شفتیہ فانزل اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ قال جمعہ لک صدرک وتقرأہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ قال فاستمع لہ وانصت ثم ان علینا بیانہ ثم ان علینا ان تقرأہ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک اذا اتاہ جبریل استمع فاذا انطلق جبریل قرأہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قرأہ

ترجمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے کلام ولا تحرک (کی تفسیر) میں منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (قرآن کے) نازل ہونے سے سخت محنت اٹھاتے تھے اور ازاں جملہ یہ تھا کہ آپ اپنے دونوں ہونٹ (جلد جلد) ہلاتے تھے (تاکہ وحی یاد ہو جائے) ابن عباس نے (سعید سے) کہا کہ میں اپنے ہونٹوں کو تمہارے (سمجھانے کے) لئے اسی طرح حرکت دیتا ہوں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور سعید نے (سوئے سے) کہا کہ میں (تمہارے سمجھانے کے لئے) اپنے ہونٹوں کو اس طرح حرکت دیتا ہوں جسطرح میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا تھا پھر سعید نے اپنے ہونٹوں کو ہلا (کے بتلا) یا (الغرض آنحضرت علیہ السلام کی یہ حالت دیکھکر) اللہ پاک نے یہ آیتیں اُتاریں لا تحرک الخ ترجمہ۔ اے محمد قرآن کو جلد یاد کرنیکے لئے اس کے ساتھ تم اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کرو یقیناً اس کا جمع کردینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں یعنی قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کردینا اور اس کو تمہارا پڑھنا پھر جس وقت ہم اسکو پڑھ چکیں تو تم اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یعنی اسکو سنو اور چپ رہو پھر یقیناً اس (کے مطلب) کا ہمارے ذمے ہے پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے یہ کہ (تمہیں یاد ہو جائے تاکہ) تم اسکو پڑھو پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کی) اسکے بعد (یہ حالت ہوگئی کہ) جب آپ کے پاس جبریل (کلام الٰہی لیکر) آتے تھے تو آپ سنتے تھے پھر جب جبریل چلے جاتے تو اُس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پڑھتے جس طرح جبریل نے اسکو (آپ کے سامنے) پڑھا تھا۔

اس کے علاوہ مختلف تاریخوں میں نزول وحی کے حالات جو کچھ لکھے ہیں وہ بجنسہ اختصار کے طور پر درج کرتے ہیں اسکے بعد کل مطالب کی توضیح کریں گے۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر کا اٹھواں سال تھا جب خداوند تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی دے کے آپ کے پاس بھیجا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا ساتویں تاریخ اور پیر کا دن تھا۔ کہ یکایک جبرئیل کوہ حرا پر ظاہر ہوئے اور سورۂ اقراء کے پڑھنے کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی پھر اپنی پلکیں زمین پر رگڑیں جس سے پانی کا چشمہ بہنے لگا اس سے جبرئیل نے خود بھی وضو کیا اور سرور دو عالم کو بھی وضو کرایا اور حضور فخر المرسلین کو نماز کی تعلیم کی۔

بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ختمی پناہ غار حرا میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریل آدمی کی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اقراء حضرت رسالت مآب نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر حضرت جبرئیل نے سرور کائنات کو گلے لگا کے بھینچا جس سے رسالت پناہی کو بہت تکلیف ہوئی اور پھر کہا اقراء رسالت پناہی نے اس کا بھی وہی جواب دیا۔ پھر حضرت مقدس نبوی کو بھینچا اور اب کے بھی آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ غرض تین بار

CC-0. JMAEH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایسا ہی ہوا آخر چوتھی دفعہ جبرئیل نے یہ پڑھا "اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم"
ایک عالم کا یہ مذہب ہے کہ اول بار بغلگیر ہونے سے ذات ہمایوں میں نفس امارہ کی برائیوں کو کھو دیا اور وہ دوبارہ بغلگیر ہونے میں نفس لوامہ کی برائیاں آپ کے جسد مبارک سے دور ہوگئیں اور تیسری بار بغلگیر ہونے سے قلب میں خداوند تعالیٰ کے وحی کے نقوش قبول کرنیکی قابلیت پیدا ہوگئی پھر یہی فاضل لکھتا ہے کہ حضرت مقدس نبوی کا دل اگرچہ پہلے ہی سے بالکل صاف اور دنیا کی کدورتوں سے پاک تھا لیکن خلقت انسانیت اور مماثلت بشریت سے جو باتیں ممکن ہوسکتی تھیں ان سے بھی سرور دو عالم کو منزہ کر دیا۔

عروس حضرت قرآں نقاب انگہ برانداز د کہ دار الملک معنی را مجرد بیند از غوغا

اکثر مورخین بکزبان ہوکے یہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت رسالت پناہی نے اپنا یہ حال مشاہدہ کیا تو آپ کو گمان ہوا کہ کہیں صفات ناملایم مثل کہانت و جنون کے تو پیدا نہیں ہوگئیں اس خیال سے حضرت رسالت پناہی کوہ حرا کی طرف چلے تاکہ وہاں سے اپنے کو نیچے پھینکدیں جب حضرت سرور کائنات پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک آواز آئی یا محمد یا محمد سرور دو عالم نے غور آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو جبرئیل کو آدمی کی صورت میں دیکھا کہ اس کے دونوں قدم افق پر رکھے ہوئے ہیں اور وہ یہ کہہ رہا ہے "یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل" جس طرف سرور کائنات نظر مبارک اٹھاتے تھے یہی آواز گوشگزار ہوتی تھی۔
حضور سرور اسی حالت میں اپنے مکان پر تشریف لائے حضرت بی بی خدیجہ صورت دیکھتے ہی فرمانے لگیں آپ کہاں تشریف فرما تھے۔ میں کئی آدمی آپکی تلاش میں بھیج چکی ہوں لیکن انھیں آپ کا کہیں پتہ نہ لگا۔ رسالت پناہی نے کل کیفیت بیان کردی کہ یہ یہ گزرا اور یہ یہ ہوا اور پھر رسالت پناہی فرمانے لگے "انی اخاف ان اکون کاھنا" بی بی خدیجہ نے یہ سنکے کہا معاذ اللہ خداوند ذوالجلال آپ کے ساتھ سوائے خیر و خوبی کے اور کوئی بات نہیں کریگا مجھے امید ہے اور میں خیال کرتی ہوں کہ رسالت حضرت کو ملی ہے۔ یہ کہکے بی بی خدیجہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ساری کیفیت بیان کی۔ ورقہ بن نوفل

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مستند علمائے نصاریٰ میں سے تھا اور اس کو الہامی کتابوں میں خوب دستگاہ تھی اس نے سنتے ہی اپنی بہن بی بی خدیجہ سے کہا بہن اگر تم سچ کہتی ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسالت ملی ہے اور وہ اس امت کے پیغمبر ہوں گے جبرئیل ناموس اکبر ہی جو موسےٰ اور عیسےٰ پر بھی نازل ہوا تھا۔ یہ سن کے بی بی خدیجہ چلی آئیں۔

اس کے بعد خود حضرت رسالت پناہی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لیگئے اور اپنی زبان مبارک سے کل حالات اور وقوعے بیان فرمائے ورقہ نے سنکے قسم کھائی کہ جبرئیل ناموس اکبر ہے جو موسےٰ کے پاس وحی لایا تھا تو یقیناً اس امت کا پیغمبر بنے گا۔ تجھے قوم کیطرف سے بہت بہت ایذائیں پہنچیں گی تجھے تیری قوم وطن سے بے وطن کرے گی اور تجھ سے مقابلہ کرے گی کاش میں اس زمانہ تک زندہ رہوں ضرور تیری مدد کروں۔ اس تقریر سے حضرت رسالت پناہی مطمئن ہو کے اپنے دولتخانہ پر تشریف لائے۔

ایک دن سرور دو عالم غار حرا میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ پیچھے سے جبرئیل علیہ السلام چلے آئے اور آپ کا پیر ہلایا آپ فوراً سیدھے ہو کے بیٹھ گئے اور چاروں طرف نظر کی مگر کسیکو بھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ اسی طرح تکیہ لگا کے بیٹھ گئے۔ پھر دوبارہ جبرئیل نے پیر ہلایا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھو آپ اٹھ کھڑے ہوئے ایک شخص کو رسالت پناہی نے دیکھا کہ آگے آگے باہر کی طرف چلنے لگا سرور دو عالم بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے جب صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے بیچ میں پہنچے وہ شخص کھڑا ہو گیا اس کا سر آسمان تک پہنچتا تھا اور اسکے بالوں نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا تھا۔ اسکی دو آنکھوں کے بیچ میں کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ حضرت رسالت پناہی کو اس شکل و صورت پر ڈر معلوم ہوا۔ فرمایا رحمک اللہ تو کون ہے کہ میں نے اس سے پہلے اتنی جسامت کا اور نیک کسیکو نہیں دیکھا اس شخص نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور روح الامین ہوں کہ کل نبیوں اور مرسلین کے پاس نازل ہوتا رہا ہوں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ حضرت مقدس نبوی نے فرمایا کہ کیا پڑھوں اس لئے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل نے اس کے بعد ایک حریر جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اپنے پروں میں سے نکالا اور آپ کے روئے مبارک پر وہ کپڑا اڑھا کے بغل گیر ہوا اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس قدر بھیچا کہ آپ بیہوش ہو کے گرنے کو تھے کہ اس نے چھوڑ دیا اور کپڑا آگے کر کے پھر یہی کہا کہ اسکو پڑھو حضرت ختمی پناہی نے وہی پہلا عذر کیا جبرئیل نے بار ثانی پھر آپ کو گلے لگا کے بھیچا اور رسالت پناہی کی وہی کیفیت ہو گئی غرض تین بار یہی کیفیت ہوئی چوتھی دفعہ جبرئیل نے کہا" اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت رسالت مآب سے حضرت جبریل نے کہا کہ اقراء چونکہ آنحضرت کو حد سے زیادہ تکلیف پہنچ رہی تھی آپ نے موت کی تمنا کی تاکہ دوبارہ بغل گیری کی تکلیف برداشت نہ کریں اسی اثنا میں حضرت جبریل نے زمین پر پیر مارا اور اس سے پانی کا چشمہ بہنے لگا حضرت جبریل نے اس پانی سے وضو کیا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وضو کرایا پھر حضرت جبریل نماز پڑھنے کے لئے آگے کھڑے ہوئے اور ان کی اقتدا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کی نماز کی صرف دو رکعتیں پڑھی گئیں اور گویا آج کی تاریخ سے فخر دو عالم پر نماز فرض ہوئی اور جب تک پانچ وقت کی نماز کا حکم نہ ہوا آپ صرف دو رکعتیں نماز کی پڑھتے رہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام غائب ہو گئے حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لائے گھر پر پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے دروازہ کھولا حضرت رسالت مآب کی صورت دیکھتے ہی خاتون اعظم نے معانقہ کیا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کہ اس وقت آپ کے روئے مبارک پر ایسا نور چمک رہا ہے کہ میں نے اس کا مثل کبھی نہیں دیکھا اور ایسی خوشبو آپ میں سے آرہی ہے کہ جو میں نے کبھی نہیں سونگھی آپ اپنا حال مجھ سے بیان فرمائیں حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری کیفیت بیان فرمادی یہ سنکر حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے عرض کیا کہ خدائے عزوعلا نے آپ کو گرامی کیا ہے آپ کسی مکان میں تشریف رکھیں اور جب حضرت جبریل آپ پر منکشف ہوں تو آپ اس کی اطلاع مجھے ضرور کر دیں آپ نے خاتون اعظم کی اس درخواست کو قبول فرمالیا چنانچہ جب حضرت جبریل منکشف ہوئے تو حضرت رسالت مآب نے خاتون اعظم کو اطلاع دی اس پر بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے حضرت رسالت

CC-0. NTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مآب کو اپنے بائیں زانو کی طرف بٹھا کے دریافت کیا کہ آیا اب بھی آپ جبریل کو دیکھتے ہیں آپ نے ارشاد کیا کہ ہاں پھر اپنے سیدھے زانو کی طرف بھی بٹھا کے اسی طرح پوچھا آپ نے اسی طرح جواب دیا پھر بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی چادر آپ کو اُڑھا دی اور صرف سر مبارک کھول دیا اور پھر دریافت کیا کہ آیا اب بھی آپ جبریل کو دیکھتے ہیں آپ نے ارشاد کیا کہ نہیں بی بی خدیجۃ الکبریٰ نے عرض کیا آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ یہ فرشتہ تھا جو حضور خداوندی میں گرامی اور مقدس ہے۔

اس کے بعد بی بی خدیجۃ الکبریٰ سرور کائنات کو گھر میں چھوڑ کے ورقہ کے پاس گئیں۔ یہ وہ شخص تھا جو ایک زمانہ سے نصرانی ہو گیا تھا پہلے بُت پرست تھا اور قریشیوں میں ملا ہوا تھا لیکن بعد ازاں نصرانیت قبول کر کے اس نے گزشتہ الہامی کتابوں میں بڑی قابلیت پیدا کر لی تھی۔ جب بی بی خدیجۃ الکبریٰ ورقہ کے پاس پہنچیں تو یہ دریافت فرمایا۔ "اے میرے چچا کے بیٹے مجھ سے جبریل کا کچھ بیان کرو ورقہ نے اس کے جواب میں یہ کہا" قدوس قدوس جس شہر میں خدا پرستی کا نام و نشان بھی نہیں ہے وہاں جبریل کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے۔ خاتون اعظم نے فرمایا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کا یہ بیان ہے کہ مجھ پر جبرئیل نازل ہوتے ہیں ورقہ نے جواب دیا کہ اگر جبرئیل زمین پر نازل ہونے لگیں گے تو انتہا درجہ کی خیر و برکت پیدا ہو جائے گی۔ وہ ناموس اکبر ہیں حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوتے تھے اور خدا کی وحی پہنچاتے تھے" خاتون اعظم نے پھر ارشاد کیا مجھے اس بات کی خبر کرو کہ آیا توریت و انجیل میں ایسی کوئی پیشین گوئی بھی ہے کہ اس زمانہ میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوگا اور وہ پیغمبر یتیم و فقیر ہوگا اور خدائے عز و علا اس کو غنی بنا دے گا اس سے بہتر حسب میں کوئی نہیں نکلنے کا ورقہ نے جواب دیا" ہاں ان صفتوں کے علاوہ اور صفتیں بھی اس میں ہوں گی۔ منجملہ اور صفات کے ایک صفت یہ ہوگی کہ مثل عیسےٰ کے پانی پر چلیگا۔ مُردے اُس سے باتیں کریں گے جس طرح حضرت عیسےٰ سے کرتے تھے۔ پتھر اُس کو سلام کریں گے درخت اُس کی نبوۃ پر گواہی دیں گے"۔

ان سب باتوں کے بعد ورقہ نے یہ کہا ذرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اُن کی زبان (مبارک) سے اُن کی پوری کیفیت سنوں۔ خاتون اعظم اپنے چچازاد بھائی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ورقہ کے پاس سے چلی آئیں اور حضرت مقدس نبوی کی خدمت میں عرض کردی کہ ورقہ کے پاس تشریف لیجائیں چنانچہ آپ ورقہ کے پاس آئے اور ساری کیفیت بیان کردی یہ سُنکے ورقہ نے تین دفعہ یہ کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو مژدہ ہو کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جنکے قدوم کی حضرت عیسے (علیہ السلام) نے بشارت دی ہے اور فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک پیغمبر ہوگا اور اسکا نام احمد ہوگا اور فرشتہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسے پر بھی نازل ہوا تھا وہی آپ پر بھی نازل ہوا ہے۔ یہ کہہ کے ورقہ آگے کی طرف جھکا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی اور مقدس پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کیا آپ عنقریب بت پرستی کے مٹانے کے لئے مامور ہوں گے کاش میں اُس زمانہ تک زندہ رہتا کہ جب آپکی قوم آپکو وطن سے بے وطن کرے گی تو میں ضرور آپ کے سینہ سپر ہوتا۔ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیا میری قوم مجھے وطن سے باہر کردیگی ورقہ نے جواب دیا بیشک کوئی شخص ایسا نہیں رہنے کا جو آپ کا دشمن نہ ہو۔ یہ سنکے ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوکے اپنے گھر چلے آئے۔

تھوڑی مدت بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا افسوس ہے بیچارہ زمانہ دعوت میں موجود نہیں رہا حضرت سرور کائنات نے فرمایا ہے "لقد رایت القصر فی الجنۃ علیہ ثیاب خضر لانہ امن بی تصدقنی" اس حدیث میں قس سے مراد ورقہ ہیں جن کے جنتی ہونیکی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ورقہ بن نوفل کو اس میں شک نہیں کہ اس بات کی بڑی آرزو تھی کہ میں اپنا خون آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گراؤں اور حضرت ختمی پناہ کی مدد کروں اس آرزو سے معلوم ہوتا ہے کہ ورقہ حضرت سرور کائنات پر ایمان لے آئے تھے چونکہ زمانہ دعوت آپ کو نصیب نہیں ہوا اس لئے حسب قاعدہ انھوں نے بیعت نہیں کی لیکن اُن کے مسلمان ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ عام طور پر پہلا ایمان لانے والا حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو قرار دیا ہے مگر ہمارے خیال میں اگر ورقہ ابن نوفل کو کہا جائے تو نادرست نہیں مگر محض اس لحاظ سے کہ آغاز دعوت میں سب سے پہلے خاتون اعظم یعنی بی بی خدیجۃ الکبریٰ شریک ہوئی تھیں اس لئے پہلا اسلام لانیوالا اُن ہی کو کہا جاتا ہے یہ بات بھی چنداں ناواجب نہیں ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ بی بی خدیجہ ورقہ سے باتیں کرنے کے بعد عداس راہب کے پاس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تشریف لے گئیں۔ یہ راہب ایک معمر شخص تھا وہ بی بی خدیجہ کی صورت دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور دریافت کیا آپ میرے پاس کس لئے تشریف لائی ہیں۔ بی بی خدیجہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبریل کا کچھ حال بیان کرو یہ سنتے ہی عداس نے سجدہ کیا اور قدوس قدوس کہنے لگا اور اس نے بھی خاتون اعظم کو وہی جواب دیا جو ورقہ نے دیا تھا یعنی جس شہر میں معبود برحق کی پرستش نہیں کیجاتی وہاں آپ جبریل کا ذکر کیوں کرتی ہیں۔ حضرت بی بی خدیجہ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا مگر دوبارہ بھی یہی فرمایا کہ مجھے جبریل کے متعلق کوئی خبر دو۔ عداس نے جواب دیا بخدا میں آپ سے جبریل کی بابت کچھ بیان نہ کروں گا جب تک آپ یہ نہ فرمائیں گی کہ جبریل کے متعلق دریافت کرنے کی وجہ کیا ہے۔ خاتون اعظم نے فرمایا کہ مجھے کہدینے میں تو کچھ عذر نہیں ہے مگر شرط یہ ہے کہ تم میری باتوں کی خبر کسیکو نہ کرنا اور جو کچھ میں کہوں اسکو اپنے ہی تک رکھنا۔ عداس نے یہ سُنکے عہد کیا کہ میں اس کا کسی سے بھی ذکر نہیں کرنے کا یہ سُنکے بی بی خدیجہ نے یہ ارشاد کیا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ جبریل مجھپر نازل ہوئے ہیں۔ عداس نے جواب دیا جبریل ناموس اکبر ہے اور وہ موسیٰ اور عیسےٰ علیہما السّلام پر بھی نازل ہوئے تھے اور وحی لاتے تھے اگر یہاں وہ نازل ہوں تو اس ملک عظیم میں خیر پیدا ہو جائے لیکن ای (بی بی) خدیجہ مجھے شک ہے کہ شاید جنون یا شیطان کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ حالت ہو گئی ہو تو میری یہ کتاب اُن کے پاس لیجا کہ وہ اس کی زیارت کریں جب وہ زیارت کرلیں گے تو شیطان وغیرہ کے آسیب سے اُن کو نجات مل جائے گی۔ اگر اس کی یہ حالت رحمانی ہو گی تو کتاب کی زیارت سے اُن کو کوئی مضرت نہیں پہنچنے کی غرض اس کتاب سے کھل جائیگی کہ جو حالت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر طاری ہی وہ رحمانی ہے یا شیطانی حضرت خاتون اعظم وہ کتاب عداس کے پاس سے لیکے حضرت ختمی پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جس وقت وہ کتاب سرور دو عالم کے آگے پیش کی گئی تو حضرت جبریل نے سورۂ مبارک "ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمت ربک بمجنون" سرور دو عالم کے آگے پڑھی۔ یہ علامتیں دیکھکے خاتون اعظم مارے خوشی کے پھولی نہیں سمائیں اور اسی خوشی میں سرور کائنات سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ اُٹھئے تاکہ ہم دونوں عداس کے پاس چلیں۔ حضرت رسالت مآب اُٹھ بیٹھے اور بی بی خدیجہ کے ساتھ عداس کے پاس آئے۔ عداس نے حضرت ختمی پناہ کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے پاس بٹھایا اور اجازت کے بعد آپکی پشت مبارک سے جامہ سرکایا اور دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوۃ کی زیارت کی۔ مہر نبوۃ دیکھتے ہی عداس اُسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور دیر کے بعد سجدہ سے سر اُٹھا کے کہا قدوس قدوس ای محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ جس پیغمبر کی موسےٰ اور عیسےٰ (علیہما السلام) نے بشارت دی تھی وہ تو ہی ہے خدا کی قسم اس زمانہ میں جب آپ خلایق کی دعوت کریں گے اگر میں زندہ رہا تو آپ کے آگے ہو کے مخالفوں سے لڑوں گا پھر عداس دریافت کرنے لگا یا نبی اللہ آپکو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہے آپ نے ارشاد کیا نہیں۔ اسپر عداس بولا کہ عنقریب خلایق کے لئے آپ مامور کئے جائیں گے۔ لوگ آپ کی تکذیب کرینگے اور حضرت ایسی آکے واقع ہوگی کہ آپ کو اس شہر سے ہجرت کرنی پڑے گی اور ملائکہ سے آپ کو مدد پہنچے گی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب جبریل نے سورۂ اقرا حضرت ختمی پناہی پر پڑھی اور بعد ختم سورۃ آپ غائب ہوگئے تو سرور کائنات اپنے گھر میں تشریف لائے اور بی بی خدیجۃ الکبریٰ سے ارشاد کیا زملونی و دثرونی یعنی کوئی چیز مجھے اڑھاؤ اس وقت آپ کے دونوں کندھے کانپ رہے تھے۔ بی بی خدیجہ نے یہ سنتے ہی ایک چادر حضرت سرور کائنات کو اُڑھادی تھوڑی دیر کے بعد آپ کو تسکین ہوگئی۔ دوسری روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت مقدس نبوی بعد نزول وحی اپنے گھر تشریف لائے تو بی بی خدیجہ سے یہ فرمایا کہ مجھے اپنے نفس سے ڈر لگتا ہے خاتون اعظم نے جواب دیا خداوند تعالیٰ آپ کو اندوہناک نہیں بنانے کا کیونکہ آپ رحم مجسم ہیں صادق الوعد ہیں اور کنبہ کا بار اُٹھائے ہوئے ہیں اور ضیافت کی شرطیں آپ بجا لاتے ہیں اور خلایق کو نزول مصائب کے وقت مدد دیتے ہیں۔ یہ کہکے خاتون اعظم ورقہ کے پاس تشریف لیگئی تھیں جس کی کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے۔

ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار نزول وحی وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے بعد سلسلۂ وحی بہت عرصہ تک منقطع رہا اس وجہ سے حضرت مقدس نبوی بہت محزون اور ملول رہتے تھے اور آپ کے رنج کی انتہا یہاں تک ہوگئی تھی کہ رسالت مآب نے کئی بار ارادہ کیا کہ پہاڑ پر سے اپنے گرا دیں مگر جب ایسا ارادہ کیا جبریل آسمان سے اُترے اور کہا "ای محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

CC-0. NMAC Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ پیغمبر خدا ہیں ہائیں ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس جملہ سے حضور فخر دو عالم کو کس قدر تسکین ہو جاتی تھی۔ اور پھر آپ مطمئن ہو کے اپنے گھر واپس تشریف لے آتے تھے۔

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فوت وحی کے زمانہ میں ایک دن میں رستہ میں جا رہا تھا کہ ایک آواز آسمان سے آئی میں نے نظر اٹھا کے دیکھا کہ وہ فرشتہ جو غار حرا میں مجھ پر نازل ہوا تھا آسمان میں کے بیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے یہ دیکھ کے مجھے خوف اور وحشت ہوئی میں سیدھا اپنے گھر میں آیا اور میں نے یہ کہا زملونی دو زملونی یعنی مجھے کپڑا اوڑھا دو اس پر حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ "یا ایھا المدثر قم فانذر" یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ اور (اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے) ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاک کو چھوڑ دے اور زیادتی کی خواہش میں احسان نہ کر اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کر آخر تک۔

ساتواں باب

قبول

تقدیم اسلام

جب تکمیل نبوۃ ہو چکی اور نزول وحی کا آغاز مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا۔ تو اب دعوت اسلام کی ابتدا ہوئی۔ اگرچہ ابھی تک دعوت اسلام عام نہیں ہوئی تھی تو بھی نزول وحی کا بیان اور

---

۱۵ اصل میں وحی وہ چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتوں میں کھل جاتی ہے اور یہ بات کئی طرح پر ہوتی ہے

اول یہ کہ خدا سے اس کا پیغام سنا جائے۔

دوسرے یہ کہ خدا کا فرشتہ اپنی صورت میں آئے اور پیغام پہنچائے۔

تیسرے یہ کہ خدا کا فرشتہ آدمی کی صورت میں آئے اور پیغام پہنچائے۔

چوتھے یہ کہ صرف بذریعہ آواز کے بغیر کسی مشاہدہ کے پیغام الٰہی پہنچائے۔

پانچویں یہ کہ خدا کی طرف سے دل میں خدا کا پیغام ڈالا جائے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم کی کیفیت کا پورے طور پر بیان ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ حضرت سرور دو عالم نے دعوت اسلام شروع کر دی چونکہ یہ مسلمہ اور فطری اصول ہے کہ اصلاح گر ہمیشہ

چھٹے یہ کہ خواب میں یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الٰہی معلوم ہو۔

وحی کی پہلی چار قسموں کو جب انبیاء کے سوا اور لوگوں پر اترے "تحدیث" کہتے ہیں۔ اور پانچویں قسم کو "الہام" اور چھٹی قسم کو مشاہدات یا مکاشفات کے نام سے پکارتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہر مقام پر وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وحی غیر انبیا پر بھی نازل ہوتی ہے اسی وجہ سے علماء نے وحی کی قسمیں بنائیں اور انبیا اور غیر انبیا کی وحی کو مختلف ناموں سے نامزد کیا ہے۔ اگرچہ علمائے کرام کا یہ فعل نکتہ چینی کے قابل نہیں ہے لیکن میں ان سے اتفاق نہیں کرتا اور نہ میں اس امر کا قایل ہوں کہ غیر نبی پر بھی وحی نازل ہو سکتی ہے۔ وحی درحقیقت وہ پیغام ہے جو خدا کی طرف سے دل میں ڈالا جائے اور اس پیغام میں اوامر و نواہی کے احکام مضمر ہوں اور ایسے پیغام میں کہیں غلطی نہ ہو اور نہ وہ ایسا پیغام ہو جس میں چند روز کے بعد تغیر و تبدیل کی ضرورت ہو۔ نہ ایسا پیغام ہو کہ انسان اس جیسا بنا سکے۔ خداوند تعالیٰ نے جہاں غیر نبی کے لئے وحی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہاں اس کے مقابل میں "انزلنا" کا لفظ قرآن مجید کے لئے فرمایا ہے۔ اس سے کلی امتیاز نبی اور غیر نبی کی وحی میں ہو گیا۔ ایک تو یہ امر کہ ہم نے اُسے وحی کی کہ یہ کر اور یہ نہ کر اور ایک یہ بات کہ ہم نے قرآن نازل کیا جس کی مثل تمام دنیا نہیں بنا سکتی۔ ہم پہلے قرآن مجید کے اُن مقامات کو نقل کرتے ہیں جن میں وحی غیر نبی پر آئی ہے پھر ہم بتائیں گے کہ اس لفظ وحی سے کیا مراد ہے۔ آدمی تو آدمی شہد کی مکھیوں کے پاس وحی کے آنے کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے "واوحی ربک الی النحل"۔ پھر آسمانوں کو وحی بھیجی گئی ہے۔ "واوحی فی کل سماء" اب اس سے ایک عاقل شخص کیا سمجھ سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھیوں کے پاس وحی بھیجی کہ تم اپنے چھتے پہاڑوں میں بناؤ یا ہم نے آسمانوں میں وحی بھیجی بظاہر ان معنی کو دیکھ کے ایک ناواقف شخص اچھل پڑے گا کہ جب خدا انسان تو انسان جانوروں اور وہ بھی ادنے مکھیوں کے پاس وحی بھیجتا ہے تو پیغمبر اور نبی کی اس میں خصوصیت ہی کیا رہی اور ہم کس صورت سے صرف اس وحی کی وجہ سے ایک کو تمام دنیا کی رحمت اور ہدایت مانیں اور دوسرے کو معمولی خیال کریں۔ ایسے خیال کا آنا ممکن ہے مگر دراصل یہ بات نہیں ہے وحی کے معنی "فطرت" کے ہیں اور شہد کی مکھیاں اور آسمانوں میں وحی بھیجنے کے مقصود کو اس طرح بیان کرنیکا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

شروع ہوتی ہے اس لئے دعوت اسلام اور قبول اسلام کی ابتدا بھی گھر ہی سے ہوئی۔
بیوی سے زیادہ شوہر کے رازوں کو کوئی نہیں جانتا۔ بیوی سمجھتی ہے کہ اخلاق۔ صدق وصفا

ایک بہت گہرا پہلو ہے جسے بہت غور کے بعد انسان سمجھ سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ بندہ کے دل پر اپنی قدرت جلال اور مطلق العنانی کے ثبوت کے نقش کندہ کرتا ہے اور اپنا قادر مطلق ہونا بتاتا ہے کہ انسان غیر خدا کی پرستش سے باز آئے اور سمجھے کہ ہم بڑے سے بڑے اور ادنے سے ادنے معاملہ میں اختیار رکھتے ہیں اور بغیر ہماری مرضی کے کچھ نہیں ہوتا حتی کہ شہد کی مکھیاں بھی بغیر ہمارے حکم اور ہماری مرضی کے اپنا چھتہ نہیں بنا سکتیں یا با الفاظ دیگر ہم نے ہی اُن کی فطرت یہ پیدا کی ہے کہ وہ پہاڑوں میں چھتہ بنائیں۔ آسمانوں کے پاس وحی بھیجنے کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے حکم کی زنجیروں میں تمام آسمان جکڑے ہوئے ہیں ہم اُن پر حکمرانی کرتے ہیں اور ہماری خدائی اُن کی ہستی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ ہمارے خیال میں اس وحی کے معنی اگر ہو سکتے ہیں تو یہ ہیں اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اسکے علاوہ مکھیوں پر وحی بھیجنے کا اور کیا منشائے باری تعالیٰ ہو سکتا ہے۔

اب وہ آیتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں مقدس لوگوں پر وحی آنے کا ثبوت ملتا ہے پوری آیتیں نقل کرنے کے بعد ہم اُسپر بحث کریں گے۔

سورۃ القصص آیت ۷ "واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین" یعنی اور ہم نے وحی بھیجی موسےٰ کی ماں کو کہ اُسے دودھ پلایا پھر جب تجھے ڈر ہو اُس کا ڈال دے اُسکو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور غم کھا ہم تیری طرف اُسے پھر پہنچا دیں گے اور اُسے رسولوں میں سے کریں گے۔

حضرت موسیٰ کی والدہ نبی نہ تھیں مگر اس آیت سے اُن پر وحی آنا ثابت ہوتا ہے۔ پھر سورۂ کہف میں فرماتا ہے۔ سورہ کہف آیت ۸۷ "قلنا یذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا" یعنی اے ذوالقرنین یا لوگوں کو تکلیف دے یا اُن میں خوبی رکھ۔

پھر سورۂ مریم میں فرماتا ہے۔ سورۂ مریم آیت ۱۶ الغایت ۲۲ "واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا۔ قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا قالت انی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور پرہیز گاری - جذبات دلی اور دماغی قابلیت میں اس کا شوہر کس درجہ کی وسعت رکھتا ہی اس کے خیالات کیا ہیں اس کی طرز معاشرت کیسی ہی اور یہ در اصل کیا ہی - اس لئے سب سے

تکون لی غلمٌ ولم یمسسنی بشرٌ ولم اک بغیا قال کذٰلک قال ربک ھو علیّ ھین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا" یعنی اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کے ایک شرقی رُخ جگہہ جا بیٹھیں اور لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا تو ہم نے اپنی روح القدس انکے پاس بھیجی وہ اچھے بھلے آدمی کی شکل بنکے اُن کے سامنے آکھڑی ہوئی وہ (اُسے دیکھکر) کہنے لگیں اگر تم پرہیز گار ہو تو میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتی ہوں (کہ میرے آگے سے ہٹ جاؤ) (روح القدس) بولی میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور) اس لئے (آیا ہوں) کہ تمہیں (ایک) پاک طینت لڑکا دوں وہ بولیں میرے ہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ کبھی میں بدکار رہی (روح القدس نے) کہا (جیسا میں کہتا ہوں) ایسا ہی (ہوگا) وہ ہم پر آسان ہے اور ہم اسے اپنی قدرت کی لوگوں میں ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں - یہ بات ہمارے ہاں سے فیصلہ پا چکی ہی -

پھر سورۂ آل عمران میں فرماتا ہی - سورۂ آل عمران آیت ۴۵ "اذ قالت الملئکۃ یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسے ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین" یعنی جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا ہے دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت اور مقربوں میں سے -

پھر سورۃ المائدہ آیت ۱۱۱ میں فرماتا ہی "واذ اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی وبرسولی قالوا اٰمنا واشھد بانا مسلمون" یعنی اور جب میں نے حواریین کے پاس وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر یقین لاؤ بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ ہم مسلمان ہیں -

ان کل آیتوں سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ غیر نبی کے پاس بھی وحی آتی ہے یہانتک کہ روح القدس یا حضرت جبریل انسان کی صورت بن کے بی بی مریم کے پاس آئے حالانکہ وہ نبی نہ تھیں - ہم ملائکہ کی بحث میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ روح القدس یا حضرت جبرائیل کی خصوصیت انبیا کے لئے نہیں ہے بلکہ روح القدس یا جبرائیل کی تائید ہر نیک بندہ کے ساتھ ہوتی ہی اور یہ خیال کہ دنیا پر روح القدس یا جبرائیل کا آنا بند ہو گیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہلے لازمی تھا کہ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ حضرت سرور کائنات اپنے شوہر پر ایمان لائیں اگر ایسا اتفاق پڑتا کہ آپ کی بی بی سب سے پہلے ایمان نہ لاتیں تو یہ سمجھا جاتا کہ آپ

محض غلط ہے بغیر روح القدس کی تائید کے ایک لحہ بھی انتظام دنیا اور نظام کائنات قایم نہیں رہ سکتا۔ یہ عادت خداوندی ہے کہ اس نے اپنے نیک بندوں سے روح القدس کی تائید کا وعدہ فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہادیٔ برحق حضور انور احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے نیک افراد کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے بھی فضیلت دی ہے۔

اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ مذکورہ آیتوں میں جو وحی کا لفظ آیا ہے اس کے کیا معنی ہیں اور ہم اخیر لفظ وحی کا ایک خاص مفہوم کیونکر سمجھیں اور اس کی نسبت ہمارا کیا عقیدہ ہو۔

پہلی آیت میں خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے خطاب کیا ہے کہ تو اسے یعنی موسےٰ کو دریا میں ڈال اور خوف نہ کر ہم اسے رسول بنائیں گے۔ ایسی نازک حالت جو حضرت موسیٰ کی ماں کی تھی اس میں طرح طرح کے خیال آنے لازمی تھے انھیں اپنی مصیبت زدہ حالت اور اپنے بچہ کی ہلاکت کے خیال نے ضرور اس طرف رہنمائی کی ہوگی کہ وہ خدا سے دعا مانگیں اور ایسی دعا کا جو کچھ اثر ان کے دل پر پیدا ہو وہ سوائے اس کے ہو نہیں سکتا کہ خدائے تعالیٰ مجھے اور میرے بچہ کو ایسی نازک حالت میں بچا سکتا ہے۔ یہ خیال در حقیقت ایک القا ہے جو ہمیشہ نیک بندوں کے دل میں آیا کرتا ہے۔ اپنی تمام عقلمندیوں اور ہوشیاریوں پر بھروسہ نہ کر کے ہر وقت اپنے کل کاموں کی باگ خدا کے ہاتھ میں دینے کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے خالق کو قادر مطلق تصور کرتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام اختیارات جزو کل کے اسی کو ہیں اسی خیال سے یکایک تسکین ہوتی ہے اور پھر اسی تسکین کو خداوند تعالیٰ وحی یا القا یا الہام سے تعبیر کرتا ہے۔ اس میں بھی اس کا جلال اور لازوال قدرت کا نقشہ کھنچتا ہے۔ اور یہی منشائے باری تعالیٰ ہے کہ وہ ہر پہلو سے اپنی عظمت اور اپنی قدرت کا اظہار کرے تاکہ انسان ظاہری طاقتوں پر کسی قسم کا اعتماد نہ کرے اور ناسمجھ لوگوں کی طرح خدا کی کسی مخلوق کو اپنا معبود نہ بنالے۔

اس میں شک نہیں کہ وحی اور القا اور الہام میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ مگر ہاں ان کے مدارج ضرور ہیں۔ اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی معصوم و برحق کا مرتبہ وہ اعلیٰ ہے کہ کسی کو میسر نہیں ہوا حضرت مریم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چونکہ اپنے واجب الاحترام شوہر سے کما حقہ واقف تھیں اور اصلی رازدار تھیں اور اسپر آپ ایمان نہ لائیں تو ضرور آپ نے کوئی فی اپنے معزز شوہر میں دیکھی ہوگی مگر اس اتفاق کے

پاس روح القدس کا آنا اور بشارت دینا صرف ایک عارضی وقت کے لئے تھا۔ اور ہمارے ہادی برحق کے پاس روح القدس کا شب و روز رہنا مداومت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی سادے اور خام فہم الفاظ میں بالکل یہی مثال ہو سکتی ہے کہ بادشاہ کا لفظ اُس حکمراں پر بھی صادق آسکتا ہے جو ایک چھوٹے سے صوبہ کا مالک ہو اور اُس حکمران پر بھی اُس کا اطلاق ہو سکتا ہے جس کی عملداری بہت وسیع ہو۔ بادشاہ تو دونوں ہی ہیں مگر مرتبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ایک سلطان اعظم ہر وقت اپنے ایک مصاحب سے بات چیت اور مشورے میں سرگرم رہتا ہے اور کبھی ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ وہ ایک عام سپاہی سے بھی بات کر لیتا ہے۔ ہمکلام ہونے کی تو ایک ہی حالت ہوئی مگر کلام میں فرق ہے۔ اسی طرح اُس وحی میں فرق ہے جو غیر نبی کو بھیجی جاتی ہے اور اس وحی میں فرق ہے جو نبی کو بھیجی جاتی ہے اگرچہ لفظ وحی کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔

وحی جس کے معنی ہم نے فطرت کے لکھے ہیں ایک ایسی چیز ہے جس کا ظہور ہر لمحہ دُنیا بلکہ تمام کائنات میں ہوتا رہتا ہے۔ یقیناً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابر کو وحی ہوتی ہے کہ تو برس اور وہ برس جاتا ہے۔ ہوا کو وحی کی جاتی ہے کہ تو چل اور وہ چلنے لگتی ہے۔ پانی کو وحی بھیجی جاتی ہے کہ تو بہ کے دریا میں جا مل اور وہ جا ملتا ہے۔ درخت کو وحی ہوتی ہے کہ تو میوہ دے اور وہ میوہ دینے لگتا ہے۔ انتظام کی جن زنجیروں سے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام کائنات کو جکڑا ہے اُن زنجیروں کا نام جس طرح فطرت ہو سکتا ہے اُسی طرح وحی اسی طرح القا اور اسی طرح الہام اور اسی طرح حکم خدا۔ اگر غور سے دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ سب مترادف الفاظ ہیں اور ان کے معنی اور مفہوم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔

خدا نے کائنات کو پیدا کیا اور اس کے لئے قوانین بنائے جنہیں قوانین قدرت کہتے ہیں اور ایسے قوانین بنائے کہ جب تک کائنات کا وجود ہے وہ قوانین بدل نہیں سکتے۔ اس نے ہر امر میں ایک سبب رکھا ہے اور اس کے قوانین کا عام اصول یہ ہے کہ بغیر سبب کے کوئی چیز حادث نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے شایاں ہے اور اُس ذات پاک وحدہٗ لاشریک کو سزاوار ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے اور ادنےٰ سے ادنےٰ کام کی نسبت اپنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

طلاف آپ کا سب سے پہلے ایمان نے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی اور جو کچھ حضرت رسالت مآب نے ارشاد کیا تھا وہ سب سچ تھا اور

ساتھ کرے اور اس کی اس نسبت کرنے کی غایت بہت بڑی یہ ہے کہ نافہم انسان اس کی مخلوق کو خالق حقیقی نہ سمجھنے لگے۔ اور ہوا پانی یا چاند و سورج کو اپنا معبود نہ بنالے۔ حضرت موسیٰ کا نہ ڈوبنا جب وہ شیر خوارگی کی حالت میں تھے اس نے اپنی طرف اسی لئے منسوب کیا ہے تاکہ کم عقل پانی میں کوئی ایسی قوت نہ تسلیم کر لیں جو حقیقی خالق کے لئے شایاں ہے۔ فرمایا ہم نے موسیٰ کی ماں سے کہا تھا کہ تو اسے دریا میں ڈالدے اور کچھ خوف نہ کھا۔ یہ ساری باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ کام تو سب قوانین قدرت یا لوح محفوظ کے نوشتہ کے مطابق ہوتے ہیں مگر خداوند تعالیٰ ہر فعل کی نسبت اپنے ساتھ کرتا ہے۔ اور اس نسبت کرنے سے انسان کو یہ بہت بڑا فائدہ ہوا کہ وہ خالق اور غیر خالق میں تمیز کرنے لگا اور دراصل یہی مدعائے قوانین قدرت ہے اس کی لازوال قدرت کی ریشہ دوانی کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہو رہی ہے۔ ہر لحہ کا تغیر و تبدل صاف طور پر گواہی دیتا ہے کہ خالق مطلق اپنی وحی کے ذریعہ سے یہ سب کام لیتا ہے۔ دنیا میں تبدیل ہیئت کا نام فنا ہے مگر ایک گہری نظر سے اگر دیکھو تو یہ بات نہیں ہے۔ فنا ہونے کا خاص وقت جو مقرر ہو چکا ہے اور جس کا ہمیں علم نہیں کہ کب ہوگا۔ فنا تو اسی وقت ہوگی۔ اب تو تبدیل ہیئت ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ تبدیل ہیئت وحی بغیر کبھی ممکن نہیں۔ درخت کو وحی ہوتی ہے کہ تو اپنے گل پتے گرا دے وہ گرا دیتا ہے۔ پتوں کو وحی ہوتی ہے کہ تم خاک میں مل جاؤ وہ مل جاتے ہیں۔ پھر اس خاک کو وحی ہوتی ہے کہ تو دوبارہ درختوں کو یا آدمی کی طاقت دے اور پھر درختوں کو وحی ہوتی ہے کہ تمہیں خوراک پہنچ چکی۔ اب تم سبز پتے اور پھل دو۔ چنانچہ وہ پتے اور پھل دیتے ہیں۔

ہر شے میں اس کا حکم موجود ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ بغیر اس کے حکم یعنی قوانین قدرت کے پتہ تک نہیں ہلتا اور ہلے کیونکر وہاں تو عظیم کرموں سے لگا کے ایک ایسے ذرہ تک جو خوردبین سے بمشکل نظر آتے ہیں قوانین کی لڑیاں پڑی ہوئی ہیں اور روز ازل یعنی ابتدا سے جو قاعدہ اُن کے لئے مقرر کر دیا ہے اُس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ اگر تجاوز کر جائیں تو یقیناً تمام کائنات کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ جو بات ہوتی ہے ان ہی قوانین کے دائرہ میں۔ اور جس عجیب سے عجیب چیز کا ظہور ہوتا ہے وہ بھی اُن ہی قوانین کے دائرہ میں۔

CC-0. NVACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اب اس میں خفیف سے شبہہ کرنے کی بھی گنجایش نہیں رہی - یہ پہلو ذرا توجہ کرنے کے قابل ہی جس سے آیندہ قابل قبول نتائج پیدا ہوں گے -

معمولی آنکھ جب عجیب حادثہ دیکھتی ہے تو اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اتفاق سے ایسا ظہور میں آیا مگر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ قوانین قدرت یا لوح محفوظ میں اتفاق کا لفظ ہی سرے سے نہیں ہے - ہم جانتے ہیں اور آہیں اس کا علم ہے کہ کتاب فطرت کی الف بے تے کا بھی پورا علم ابھی تک ہمیں نہیں ہے تو بھی اس یقین کرنے کی وجہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے مطابق ہوتا ہے جو کتاب فطرت میں لکھا ہوا ہے -

ہمارا یہ عقیدہ ہے اور اسلام اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وحی کی خصوصیت درحقیقت انبیا کیلئے نہیں ہے ہاں اس کے مدارج میں فرق ہے جسے ہم واضح طور پر اوپر بیان کر چکے ہیں - وحی ہر شخص اور ہر چیز اور ہر جاندار اور ہر بیجان حتےٰ کہ ذرہ کو بھی ہوتی ہے مگر فرق ہے تو صرف مدارج کا - ہمارے علمائے کرام نے ایسی وحی ہیں جو انبیا کو ہوتی ہے اور ایسی وحی میں جو غیر انبیا کو ہوتی ہے ناموں سے فرق بیان کیا ہے یعنی انکے جدا جدا نام رکھے ہیں اور اس کا مطلب یہی ہے کہ اصل چیز کو ایک سمجھ کے ان کے صفات میں ہم فرق کر سکیں - چنانچہ مشکوۃ کے باب مناقب میں یہ حدیث آئی ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فانہ عمر" یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم سے پہلے امتوں میں الہام والے لوگ تھے پھر اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے - اس حدیث سے حضرت عمر کا صاحب الہام یا صاحب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے - جو بات کہ اس حدیث میں غور کرنیکی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ خصوصیت کیوں کی گئی - جبکہ اوروں کا بھی قوانین قدرت کے مطابق صاحب وحی ہونا لازمی ہے - سبب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اکثر مقولے بالکل وحی سے مطابقت کھاتے تھے اور خاص خاص کام جو حضرت عمر سے سرزد ہوئے اور خاص معاملات میں آپ کی رائیں بالکل انہی احکام کے مطابق ہو جاتی تھیں جو بعد ازاں خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھے - اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدیاد محبت سے ایسا فرمادیا - کہ میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہے جسے الہام ہوتا ہے - ان الفاظ سے اگر بغور انکو دیکھا جائے تو صرف حضرت عمر ہی کی خصوصیت نہیں پیدا ہوتی کیونکہ ان الفاظ سے ایک طرح کی اعلیٰ درجہ کی صفت پائی جاتی ہے - مثلاً ماں کہہ سکتی ہے کہ میری دستگیری

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو اگرچہ رسالت مآب سے محبت ضرور تھی جیسی کہ شوہر پرست بی بیوں کو اپنے شوہروں سے ہوا کرتی ہے لیکن کسی قسم کی خوشامد نہیں تھی۔ بی بی خدیجہ جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا

کرنے میں میرے بیٹوں میں سے اگر کوئی ہے تو احمد ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوئے کہ باقیندہ بیٹے کبھی اپنی ماں سے کوئی سلوک ہی نہیں کرتے نہیں سلوک تو ضرور کرتے ہیں ہاں صرف زیادتی اور کمی کا تفاوت ہے۔ ہمارا یہ مذہب ہے کہ ہر صحابی اور ہر مسلمان صاحب الہام یعنی صاحب وحی ہے مگر ہاں الہام اور وحی کے مدارج میں ضرور فرق ہے جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ وحی صرف انبیا ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ اور مقدس لوگوں پر بھی نازل ہوتی ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ پانچویں قسم کو جب نبی پر نازل ہوتی ہے کبھی "نفث فی الروع" بھی کہتے ہیں اور جب نبی کے سوا اور کسی مقدس کو ہوتی ہے تو اس کو "سکینہ" کہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت رسالت مآب کا ارشاد ہے۔ مشکوۃ فی باب التوکل والصبر "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس نفث فی روعی" اور دوسرے دعوے کی شہادت یہ حدیث ہے "مشکوۃ فی باب مناقب عمر" ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر وقلبہ"۔ یعنی سکینہ عمر کی زبان سے اور دل سے بولتی ہے۔

ملائکہ کی بحث میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت رسالت مآب کو وحی القا ہوتی تھی اور کبھی روح القدس اپنے ظلی وجود سے آکے وحی القا کرتی تھی۔ مذکورہ صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہو گیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک روح القدس نے ڈالا میرے دل میں۔

اسلام نے ان مسلوں میں جنکو یہود و نصاریٰ نہیں سمجھے تھے ایک بہت معقول فیصلہ کیا ہے اور یہ الزام جو مسلمانوں پر لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس قسم کے کل مضامین یہودیوں یا نصرانیوں سے لیلئے ہیں سراسر اتہام ہے۔ یہودی یا نصرانیوں کو خواب میں بھی یہ باتیں نہ سوجھی تھیں جو اسلام نے بتائیں وہ ایسے باریک مضامین کیونکر پیدا کرتے۔ وہ کیا جانتے تھے کہ قوانین قدرت کیا چیز ہیں اور آیا مذہب کسے کہتے ہیں۔ مذہب کے یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے کہ وہ اول سے اخیر تک بدیہی باتوں سے مخالفت کرے اور خداوند کریم کے ان قوانین کو توڑے جو روز ازل سے مقرر ہو چکے ہیں اور کل نظام کائنات کا دارومدار صرف ان ہی پر ہے مگر مذہب کی شان یہ ہے کہ اس کے تمام اصول قوانین قدرت کے ہو بہو مطابق ہوں اور کبھی ان کی مطابقت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ دولتمند بھی تھیں۔ عالی خاندان کی بھی تھیں اور حسین بھی تھیں بلکہ مزید براں آپ نے ہمیشہ اپنے عزیز شوہر کی دستگیری کی اور اپنا روپیہ حضرت رسالت پناہی کی آسائش میں قربان کر دیا۔

علمائے کرام نے اپنے طور پر وحی کی جو کچھ تقسیم کی ہے وہ نہایت مناسب تقسیم ہے۔ اگرچہ اُس کی تشریح انہوں نے نہیں کی۔ وحی کی نسبت یہ یقین کہ نبی غیر نبی حتی کہ ملہموں کو بھی ہوتی ہے بالکل یہ اصول قوانین قدرت کے مطابق ہے اگر قرآن مجید میں صرف انبیا ہی پر وحی کی قید لگائی جاتی تو ہم سمجھتے کہ فطرت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ وحی کا عام ہونا انبیا علیہم السلام کی برترین شان میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا۔ جبکہ مدارج کا بیّن تفاوت موجود ہے۔ اسکی مثال بالکل یہ ہے کہ ایک بادشاہ کے وزیر سے لگا کے چار روپے کے سائیس تک سب ملازم ہیں اور ملازمت کا اطلاق سب پر برابر ہوتا ہے۔ مگر کیا وزیر کے رتبہ کو کوئی ادنےٰ شخص پہنچ سکتا ہے؟ یہ کبھی بھی خیال نہیں ہو سکتا۔ ہمارا جو عقیدہ اور مذہب ہے وہ یہ ہے کہ گزشتہ انبیا کی وحی میں اور ہمارے شافع روز محشر یعنی پیغمبر برحق حضور انور خیر البشر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ ہمارے واجب التوقیر علماء بھی اس طرف گئے ہیں مگر انھوں نے وضاحت سے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی۔ جتنے انبیا کو وحی آئی وہ سب معناً تھی یعنی الفاظ خداوندی نہ ہوتے تھے۔ بلکہ مفہوم ربانی تھا جسے انبیا اپنی زبان میں بیان کر دیتے تھے۔ اور فخر انبیا قریشی نبی پر جو وحی نازل ہوئی اس کے الفاظ اور اسکا مفہوم سب ربانی تھا اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہمارے نبی معصوم خود ایک مجسم وحی تھے۔ اور آپ میں سے ہر وقت۔ ہر گھڑی اور ہر لمحہ صدہا چشمے وحی کے اُبلا کرتے تھے۔ آپ ہی کی ذات کو دنیا میں یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ آپ کی ذات صدہا وحیوں کی بازگشت تھی آپ کا ہر بُنِ مو ایک فوارہ تھا ربانی وحیوں کا روح القدس جب آپ کی پاک زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئی تھی۔ پھر آپ کو خاص طور پر وحی کے نازل ہونے کا انتظار کرنے کی فطرت کیوں تکلیف دیتی۔ ہمارا یہ ایمان ہے آپ پشتِ پدر سے بنی بن کے جدا ہوئے۔ آپ شکمِ مادر میں جب آئے ہیں تو نبی تھے آپ کا ظہور جب دنیا میں ہوا ہے تو حالت نبوت میں۔ اگرچہ پہلو کے چاک ہونے اور آلایش نکالنے کی روایت صحیح تسلیم کی جاتی ہے اور حدیث کی مستند کتاب میں درج ہے مگر ہم اسے تسلیم نہیں کرتے اور خبر احاد کے زمرہ میں رکھ کے اسکی طرف سے توجہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارا تو یقین ہے اور قرآن جا بجا سے ہماری تائید کرتا ہے کہ آپ پیدا ہوئے روح القدس کی گود میں آپ پاک اور معصوم تھے اور تمام وہ پاکیاں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایسی حالت میں یہ یقین کیا جاسکتا ہی کہ آپ نے ساری باتیں نہایت تحقیق کیں اور کل معاملات کو سمجھنے کے بعد اسلام قبول کیا ورقہ وغیرہ لوگوں کے پاس بار بار جانا اور اُن سے

اور تقدس جو فطرت بخش سکتی تہی اول دن سے آپ کو مل چکی تھیں۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا کہ فرشتہ آتا آپ کا پہلو چاک کرتا اور آپ کے دل میں نور بھرتا خدا جانتا ہے اُس ذات اطہر، ربا کہ اس امر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اُسکی معصومیت کا مرتبہ اس قسم کی باتوں سے بہت اعلیٰ تہا۔ روح القدس۔ وحی۔ الہام یہ سب اُسکے پاک خون میں آمیز ہو رہے تھے۔ وہ کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوا اور اپنے کمال انسانی کو ظاہر کرکے ہماری آنکھوں سے چھپ گیا۔ مگر اب بہی وہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ایسا ساتھ ہے کہ جاں کندنی کی سخت ترین حالت میں اس کا نام مبارک لے لینا ہم اپنی نجات کا باعث جانتے ہیں۔

فطرت کی کتاب کو آنکھیں کھول کے دیکھو اور کچھ دیر اس کا مطالعہ کرو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ ایک قوت ہے جو عظیم الشان کُرّوں سے لگاکے ذرّہ تک کو اپنی زنجیر میں باندھے ہوئے ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ فطرت کی جو قوت آفتاب کے کُرّے میں خرچ ہوتی ہے آیا وہی ذرّہ میں بہی صرف میں آتی ہی؟ اس کا جواب بآسانی ایک بچہ بہی دے سکتا ہے۔ کہ اس میں اتنا ہی تفاوت ہے جتنا آفتاب اور ذرّہ میں ہے۔ جب فطرت کے عالم ہی میں مدارج اور مراتب مقرر ہیں تو پھر ہمیں اعتراض کرنے اور نکتہ چینی کرنے کی کوئی بہی گنجایش نہیں ہے عالم فطرت کی سیر اپنے ناظر تفسیر کو تہوڑی دیر کے لئے کرانا چاہتے ہیں تاکہ اُسے فطرت کے آثار چڑہاؤ معلوم ہو جائیں اور وہ سمجھ جائے کہ اس وحی میں جو غیر نبی پر نازل ہوتی تہی اور اس وحی میں جو قریشی نبی پر نازل ہوتی تہی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ عالم فطرت میں ذرّہ سے لگاکے آفتاب تک اور قطرہ سے لگاکے سمندر تک مدارج قایم ہیں اگرچہ وہ ایک ہی مخلوق کیوں نہوں اور سب ایک ہی سلسلہ میں کیوں نہوں اور سب میں ایک ہی زنجیر کیوں نہ پڑی ہو۔

جب ہم اُن زنجیروں پر نظر کرتے ہیں جو ہمارے گرد ہیں تو ہم سرگردان نئی نئی صورتیں دیکھتے ہیں نئے نئے رنگ ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور ہماری نظر اُن امتیاز یہ مدارج پر پڑتی ہے جو فطرت نے اُن میں ودیعت کئے ہیں۔ اُن گوناگوں اشکال کا امتحان اُن کی بناوٹ کی جانچ اور اُن کے استعمال کے طریقے سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اُن کے مدارج اور مراتب جس طرح گوناگوں ہیں اسی طرح انکی فطرت میں زمین آسمان کا فرق ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ساری کیفیت اپنے شوہر کی بیان کرنا اور پھر تحقیق مطالب میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ نے محض محبت شوہری میں از خود رفتہ ہو کے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اچھی طرح

جو چیزیں ہمارے گرد ہیں اور ایسی گرد ہیں کہ اُٹھتے بیٹھتے ہمیں اُن سے مفر نہیں یا بالفاظ دیگر ہماری زندگی کا بالکلیہ دارومدار اُن ہی پر ہے مثلاً ہوا۔ جنگل۔ کھیت۔ پانی۔ طرح طرح کے لاکھوں جانور سب میں وحی یا حکم خدا یا الہام کا سلسلہ قایم ہے یا کل مخلوق اس وحی سے دم بھر کے لئے جدا نہیں ہو سکتی۔ سطح زمین کا ایک بہت بڑا حصہ سبز مخملی گھاس سے فرش زمردین بن رہا ہے۔ اسپر سرسبز پودے اور لاکھوں قسم کے رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی کم عقل سے کم عقل بھی خیال کر سکتا ہے کہ بغیر قانون قدرت یا وحی یا الہام کے یہ اس صورت اور شکل سے ایک لمحہ بھی قایم رہ سکتے ہیں؟ اور آگے بڑھو کے پہاڑوں کو دیکھو۔ تاریک کانوں پر نظر کرو۔ عمیق غاروں میں نگاہ دوڑاؤ۔ سنگلاخ چٹانوں کو ملاحظہ کرو تمہیں ایک ایسا تعجب خیز نظارہ دکھائی دیگا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ کہیں تو یہ چیزیں تمہیں ایک بے قاعدہ صورت میں دکھائی دیں گی جو پریشان اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ہیں اور کہیں تم ایسا باقاعدہ پاؤ گے کہ ششدر ہونے کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اخیر یہ انتظام کس چیز سے ہو رہا ہے اور کس زبردست قوت نے انہیں اپنی زنجیر میں جکڑ رکھا ہے؟ جواب یہی دیا جائیگا کہ قانون قدرت یا حکم خدا یا وحی یا الہام نے؟۔

ایک ایسا ناظر جس نے ان قدرتی چیزوں کو معمولی آنکھ سے دیکھا ہے وہ تو فوراً کہہ اُٹھے گا کہ اس کا سلسلہ نامتناہی ہے اور ان کا شمار کرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ ستاروں کا آسمان پر یا ریت کے ذرّوں کا سمندر کے کنارے پر مگر وہ ناظر جو فطرت کی کتاب تھوڑی بہت دیکھ چکا ہے وہ اُن کی علیحدہ علیحدہ تقسیمیں بتا دیگا اور ان کے مدارج اور خاصیتوں میں صاف فرق پیدا کر کے دکھا دے گا کہ یہ چیزیں کیا ہیں، ان کی ہستی کیا ہے قدرت نے انہیں کیوں پیدا کیا ہے۔ ان چیزوں کی حقیقت نہ پہچاننے نے لوگوں کو دھوکے میں ڈالدیا اور ہزاروں آدمی ان کی پرستش کرنے لگے مگر اسلام نے انہیں آدمی کا خدمت گزار قرار دیا۔ اور انہیں صرف یہی درجہ عطا کیا کہ وہ انسان کے کام کی چیزیں ہیں۔ قرآن تو جا بجا یہی بیان شد و مد سے کرتا ہے مگر ہمارے واجب الاحترام حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے اس فطری مضمون کو جس عمدگی سے دو شعروں میں ادا کیا ہے اس کی تعریف ہم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنا اطمینان کر کے اور شوہر کے رازوں کی واقفیت سے فائدہ اُٹھا کے اسلام قبول کیا۔
اس کے علاوہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ انتہا درجہ قابل۔ روشن ضمیر اور معاملات سمجھنے والی

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار اند
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

اصل میں انسان کی زندگی اتنی تھوڑی ہے کہ وہ بذات خود قدرت کی باریکیوں اور گوناگوں وسعتوں کا پتہ نہیں لگا سکتا۔ پھر بھی اُس نے اپنی محدود دماغی قابلیتوں سے بہت سی چھپی ہوئی باتوں کا پتہ لگا لیا ہے اور انہیں اپنی زندگی کے لئے ایسا کارآمد ثابت کیا ہے کہ بغیر اس کے چارہ ہی نہیں۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ ہر شے میں اس کا جلوہ موجود ہے تو پھر یہ امر کب نکتہ چینی کے قابل ہے کہ اُس نے شہد کی مکھیوں کے پاس وحی بھیجی۔ اس میں شک نہیں کہ جتنے کام ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ اپنی طرف انھیں منسوب کرتا ہے اگرچہ اُس نے ان کے حدوث کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں پھر بھی وہ خالق ہر کام کو اپنی طرف منسوب کرنے کا شایاں ہے حضرت موسےٰ کی ماں کے دل میں اپنے بیٹے کی طرف سے اطمینان پیدا ہو جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم نے اس سے کہا کہ تو نہ غم کھا نہ خوف کھا۔ ہم اسے یعنی تیرے بیٹے کو پیغمبر بنائیں گے۔ یہی کیفیت بی بی مریم کے ساتھ ہوئی جب انہیں اس بات کا خوف ہوا کہ اس طرح بچہ ہونے پر لوگ کیا خیال کریں گے۔ تو فوراً خیالات نے اس امر کی طرف عود کیا کہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے بغیر اس کی مرضی کے پتہ تک نہیں ہلتا۔ چونکہ وہی قادر مطلق ہے جو چاہے کرے۔ اس خیال نے انہیں تسکین دی اور ایسی حالت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی روح القدس کو مریم کے پاس بھیجا کہ وہ اُسے ایک ایسے بیٹے کی بشارت دے۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس ہر وقت اور ہر گھڑی اور ہر لمحہ علیٰ قدر مراتب ذرہ سے لگا کے انسان تک کے ساتھ رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت مریم کے ساتھ بھی تھی اور اسی وجہ سے انہیں یہ قلب مطمئنہ حاصل ہوا جس خدا نے اپنے طرز کلام میں ادا کیا وحی کی جو کچھ حقیقت ہے وہ ہم بتا چکے۔ شریعت نے جس طرح اسے مانا ہے وہ ہم ظاہر کر چکے۔ ہمارے خیال میں صرف اسی قدر لکھنا کافی ہوگا۔ اور اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ تاہم ابھی یہ دیکھنا ہے کہ وحی کے نازل ہونے کے جو طریق محدثین اور مفسرین نے بیان کئے ہیں اس کے کیا معنی ہیں اور وہ کتنے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تھیں کیونکہ وہ ہزار ہا روپے کی تجارت کرتی تھیں معاملہ فہمی میں اُنھیں پوری قابلیت حاصل تھی جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس ہوشیاری اور دانائی کا ایک امر کی

اول وحی بواسطہ جبرئیل

جبرئیل کے معنی خدا کے بندہ کے ہیں مگر زبان شریعت میں اُسے ناموس اکبر بھی کہتے ہیں۔ محدثین نے بیان کیا ہے کہ ناموس اکبر یا روح القدس یا جبرئیل کئی صورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام پہنچاتے تھے کبھی تو جبرئیل کسی خاص شکل میں آکے وحی دیتے تھے۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ اکثر وحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔ ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ کبھی اجنبی کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ بخاری و مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل مسافرانہ صورت نہایت سفید لباس میں ظاہر ہوکے حضرت۔ سالت مآب کے زانو سے زانو ملا کے بیٹھ گئے اور اسلام اور ایمان کے معنی دریافت کرنے لگے۔ آپ کی جواب کے بعد خود ہی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس اجنبی شخص کے سوال اور تصدیق سے بہت ہی تعجب ہوا جب وہ چلے گئے تو حضرت رسالت مآب نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہیں ایمان و اسلام کے معنی سکھانے آئے تھے۔

ایک اور روایت ہے جس میں حضرت جبرئیل کا دو روز نماز پڑھانا بیان ہوا ہے ایک روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت۔ اس روایت کو امام مالکؒ نے نقل کیا ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں لیکن حاصل سب کا یکساں ہے۔ اس لئے ہم نے غیر ضروری سمجھ کے نقل نہیں کیں۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ خبر احاد کو نہ ماننا اسلام میں کچھ خرابی نہیں پیدا کرتا مگر نہیں ہم ہر روایت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس میں ایک حرف کا بھی تغیر و تبدیل نہیں کرنا چاہئے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جبرئیل طرح طرح کی صورتوں میں وحی لیکے تشریف لاتے تھے نہ صرف وحی لیکے بلکہ معمولی باتیں سمجھانے کے لئے بھی آپ کا نزول ہوتا تھا مثلاً مسجد میں معہ جوتوں اپ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت جبرئیل نے فوراً مطلع کیا کہ آپ جوتی اُتار ڈالئے کیچڑ لگی ہوئی ہے۔ آپ نے فوراً جوتی اُتار ڈالی۔ جب صحابہ نے نماز ہی میں آپ کی تقلید کی تو آپ نے سلام پھیر کے فرمایا تم نے جوتیاں کیوں اُتار ڈالیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو دیکھ کے آپ نے فرمایا میری جوتی میں چونکہ کیچڑ لگی ہوئی تھی اس لئے جبرئیل نے مجھے آگاہ کیا میں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تحقیق کے بعد آپکا ایمان لے آنا اسبات کا کافی ثبوت ہے کہ آپکو نہ شوہر کی محبت نے مجبور کیا نہ آپ نے کوئی فریب کھایا کیونکہ اگر محبت کا غلبہ ہوتا تو آپ کو تحقیق کرنیکی کوئی ضرورت داعی

جوتی اتار ڈالی۔ یہ ساری روایتیں جن کی تعداد صدہا سے گزر کے ہزاروں تک پہنچتی ہے بالکل صحیح ہیں۔ ہر لمحہ ہر کام کے لئے خواہ وہ کتنا ہی ادنے کیوں نہو حضرت جبرئیل کا آنا یعنی رکھتا ہو کہ آپ میں جبرائیل یا ناموس اکبر یا روح القدس کی آمیزش ہو گئی تھی۔ اور آپ کی ذات مطہر و مقدس کی روح القدس لازم ملزوم بن گئی تھی۔ آپ کا روح القدس میں استغراق بلکہ مجسم روح القدس ہو جانا یہ معنی پیدا کرتا ہو کہ بعض وقتا ایک نیا شخص آپ کو مجسم روح القدس معلوم ہوتی ہو اور آپ کی زبردست توجہ یا خیال کا صحابہ پر وہ اثر پڑتا ہو کہ وہ بھی آپ کو آدمی کی صورت میں دیکھ لیتے ہوں سمریزم گویا اس درجہ تیقن کی جو انبیاء کو حاصل تھا الف بے تے ہے۔ اور یہ علم کوئی برا نہیں ہے اگر اس سے کوئی برا کام نہ لیا جائے تو بہت سی مفید باتیں اس سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ سلب مرض بآسانی ہو سکتا ہے۔ بغیر دیکھے کسی کتاب کو پڑھ لینا کچھ بات ہی نہیں ہے۔ جس شخص کو اس فن میں غلبہ ہو جاتا ہے اسے مشکل نہیں ہے کہ جس چیز کا خیال کرے وہ اس کے آگے مجسم آکے کھڑی ہو جائے اور اس سے باتیں کرے۔ اس کی باتوں کا جواب دے اور خود اس سے سوال کرے۔ ہمارے نبی معصوم کی شان اس سے بھی بہت بلند ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں کہ بعض اوقات غلبۂ روحانیت کی وجہ سے روح القدس آپ کو مجسم دکھائی دیتی تھی اور چونکہ صحابہ بھی روح القدس کی تائید میں تھے۔ اس لئے انہیں بھی نظر آجانا کچھ بات نہیں۔ کون ہے جو نبوت اور اس کے راز سے ذرہ بھر بھی واقفیت رکھتا ہے۔ کون ہے جس نے ان تعلقات کو پہچانا ہے جو مخلوق بندہ اور خالق کے درمیان قائم ہیں۔ معمولی باتوں کو لمبے چوڑے الفاظ میں بیان کرنا اور اسی سے اپنے تئیں برحق کی تعریف سمجھ لینی سخت غلطی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کی شان اگرچہ وہ ہماری طرح پیدا ہوئے ہماری طرح پرورش پائی کھایا پیا طرح بڑے ہوئے۔ پھر بھی وہ امتیاز یہ مرتبہ رکھتی ہی جس کی بلندی پر ہمارا خیال نہیں جا سکتا۔ وہ کائنات کا لب لباب روح القدس کے مجسم آنے یا جبرائیل کی تعلیم سے بہت بالا ہے۔ وہ خود ہی روح القدس ہے۔ خود ہی ناموس اکبر ہے۔ خود ہی جبرائیل ہے اور خود ہی میکائیل ہے۔ یہ اسکی صفتیں ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ نام گنائے ہیں ورنہ یہ کل صفتیں اس ذات میں ہیں جسے محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہوتی نہ آپ اِدھر اُدھر جانیکی تکلیف برداشت کرتیں یہ بات سمجھنے اور غور کرنیکی ہو اور جس قدر آپ پر توجہ کی جائیگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقتِ نبوت معلوم ہوگی۔

خدا کی خاص صفتیں ہیں جو اس نے محمد عربی میں ودیعت کی تھیں۔ کوئی انھیں نہ سمجھے اور ان کے الگ الگ معنی لگائے یہ اسکی خوش فہمی ہے۔

کہاں ہے یہ تاثیر کسی نام میں (اگرچہ بہت سے پیغمبر گزر گئے اور بہت سے فرشتوں کا بیان کیا گیا) اب بھی وہ نبی اقی اپنے روضۂ مبارک میں سے کروروں بندگان خدا کو کلمۂ توحید پر قایم رکھے ہوئے ہے۔ اور اب بھی اس کے مبارک نام میں حرارت زندگی اور قوت باقی ہے۔ اب بھی میدان جنگ میں اسکا پُرجلال نام تیغ وسناں کا کام دیتا ہے۔ اے معصوم ہاشمی نبی تیری بزرگی بہت بڑی ہو تو بلاشک کامل انسان کی صورت میں پیدا ہوا۔ تو اپنا ثانی آپ ہی ہے ابھی تک ہم تیرے عالی مرتبہ کو نہیں پہچان سکے ہم اپنی محدود عقلوں اور اپنی بساط کے موافق تیری صفات کی جستجو کرتے ہیں مگر جیسا کہ چاہئے ہم انہیں نہیں پاتے۔

دوم وحی بواسطۂ آواز

کبھی جرس کے مانند آپ کو ایک آواز سنائی دیتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں ہے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ حالت آپ پر نہایت شاق گزرتی تھی۔ خود نبی معصوم و برحق نے اس آواز کی اصلی حقیقت بیان نہیں فرمائی ہاں علمائے کرام نے اپنی اپنی عقل کے مطابق اس کی کئی وجہیں بیان کی ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ فرشتوں کے پروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ بعض کہتے ہیں متنبہ کرنے کے لئے پہلے سے آواز آجاتی تھی وغیرہ وغیرہ۔

جب خود اس آواز کی کیفیت آنحضرت سے منقول نہیں تو مجبوراً علما نے اپنی طرف سے رائے لگادی مگر پھر بھی وہ اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ جب انسان کسی خیال میں غرق ہوتا ہے تو اُسے اُسی رنگ کی نئی نئی آوازیں سنائی دیتیں اور شکلیں نظر آتی ہیں۔ جنکو وہ سنتا اور دیکھتا تو ہے مگر ان کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ غلبۂ روحانیت یا غلبۂ روح القدس کی وجہ سے آپ کی ظاہری حالت میں تغیر ہوجانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ حالت آپ پر شاق گزرتی ہو دیکھنے والے تو شاید یہی سمجھتے ہوں مگر وہاں دایمی راحت اور ایک اعلیٰ درجہ کا قلب مطمئن حاصل ہوتا تھا۔ اور خداوند تعالیٰ کی لازوال قوتوں کا پورا اندازہ کرکے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ایمان لائے۔ معترضین نے اس ایمان لانے کو وقعت کی نظروں سے نہیں دیکھا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت

کرکے اس سے لذت روحانی حاصل کی جاتی ہے۔ ایک جرس کی آواز کیا ہم کہتے ہیں برق و بلو کی آوازیں بھی کلام خدا بنجاتی ہیں۔ ہوا اور بجلی کی آوازیں سمجھنے والوں کے نزدیک کلام خدا ہیں بے شک ان کے ذریعہ سے خدا اپنے خاص بندوں سے باتیں کرتا ہے۔

جس نے اس کا زخم کھایا ہے اسے معلوم ہے مہ تیغ ابرو کی صفت گھایل سے پوچھا چاہئے

موسےٰ سے کوئی پوچھے کہ تمہیں طور کے پہاڑ پر کیا معلوم ہوا تھا جہاں سے انہوں نے خداوند تعالےٰ سے باتیں کی تھیں وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ مصرع "قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی" نہیں جان سکتے وہ لوگ جو اس کوچہ سے واقف نہیں ہیں۔ نہیں سمجھ سکتے وہ لوگ جنہوں نے معرفت اور حقیقت کو نہیں جانا۔ ظاہر بیں ان الفاظ کے اور باتوں کے کچھ معنی لگاتے ہیں اور ہم ان کے کچھ معنی سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں بے شک آوازیں آتی تھیں اور حقیقت میں وہ آوازیں خدا کی تھیں جو اپنے بندہ سے باتیں کرتا تھا۔ بجلی کی آواز بھی اسے پیغام پہنچاتی تھی۔ بادل کی گرج اس کے لئے نئی ہدایتیں لاتی تھی اور وہ آوازیں جو اس کے دل سے اٹھتی تھیں اور جن سے اس کی ظاہری حالت میں تغیر آجاتا تھا وہ بھی خدا ہی کی طرف سے تھیں۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا۔ پھرنا۔ باتیں کرنا سب وحی کے ذریعہ سے انجام پاتا تھا۔ اس نظر سے ہر آواز جو روحانیت کے پورے غلبہ میں اسے مسموع ہوتی ہے خدا کی طرف سے تھی اور بلاشک خدا اس سے خود کلام کرتا تھا۔ یہ وہ عجیب معارف و دقایق ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اپنے معبود برحق کے حکم کی تعمیل کی ہے ہمیں اس نے اسی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔ اس کا ہاتھ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے اور اس کی روح القدس کی تائید ہمارے شامل حال ہے۔ ہمیں اسی کی مرضی پر جینا۔ اور ہم اسی کی مرضی پر کام کرنا اور اسی کی مرضی پر مرنا پسند ہے۔ دعا ہے کہ روح القدس ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے اور ہم اسی کے سایہ اور اسی کی سرپرستی میں عظیم الشان کام انجام دیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صغیر سن تھے اور صغیر سنی کی کوئی بات قابل وقعت نہیں ہوتی اور بالخصوص ایمان کے مقابلہ میں تو اور بھی اس کی زیادہ کم وقعتی ثابت ہوتی ہے۔ مگر نہیں یہ بات نہیں ہے بچہ بچہ میں فرق ہی

سوم وحی بواسطہ تجلیات ربانی

محدثین نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت بیداری میں وحی نازل ہوتی تھی اور اسکی یہ حالت ہوتی تھی کہ تجلیات ربانی سے آنکھوں میں وہ نور اور قوت پیدا ہو جاتی تھی کہ آپ عالم ملکوت کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ اس صورت سے کل اسرار غیبی آپ پر عیاں ہو جاتے تھے جیسا نماز کسوف میں یہ بات آپ کو پیش آئی تھی۔

یہ بھی بالکل صحیح ہے ہم یہ تو نہیں مانتے کہ صرف نماز کسوف ہی میں آپ پر تجلیات ربانی نے اپنا جلوہ کیا تھا اور اوقات ایسا نہیں ہوتا تھا بلکہ جو ہمارا یقین اور ایمان ہے وہ یہ ہے کہ کتاب فطرت ہر وقت آپ کے آگے کھلی رہتی تھی۔ اور جسے آپ اول سے اخیر تک دیکھ بھی چکے تھے۔ تجلیات ربانی یعنی روح القدس آپ کی ہمدم و ہمقرین رہتی تھی۔ وجہ کیا کہ ہم ان سب باتوں پر تجلیات ربانی کا ایک خاص وقت مقرر کریں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پیدا ہونے کے وقت سے وصال کے وقت تک ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ آپ تجلیات ربانی کے بازگشت نہ بنے رہے ہوں اور آپ پر اسرار غیبی نہ عیاں ہوتے ہوں۔ قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا بروقت ضرورت نزول اس امر کی خاص دلیل ہے کہ آپ کبھی تجلیات ربانی یا روح القدس یا جبرائیل کی مجالست سے علیحدہ نہیں ہوئے اور یہ کیوں کر ہو سکتا تھا جب آپ ایک عظیم الشان فرض کی انجام دہی کے لئے پیدا ہوں۔ جب آپ پر دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ بلکہ کل دنیا کی اصلاح موقوف ہو جب آپ پر توحید کی اشاعت منحصر ہو ایسے بڑے اہم فرض کی کامیابی کے ساتھ انجام دینے کے لئے تمام ربانی تجلیوں کا ہجوم چاہئے۔ کیونکہ ایسے بڑے کام روح القدس کی پوری تائید اور پوری ہمقرینی ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ لوگوں کی طبیعت میں ایک ایسا زندہ اثر پیدا کرنا جو صدہا برس گزرنے کے بعد ویسا ہی پر زور رہے بغیر ربانی امداد اور روح القدس کی کامل تائید کے ناممکن سے بھی زیادہ ناممکن ہے۔

اگرچہ آپ انسان تھے مگر کامل انسان تھے اور کامل انسان کی جو صفت ہوتی ہے وہ آپ کی مقدس ذات میں ودیعت ہوئی تھی۔ آپ فطرۃ اللہ کو بخوبی سمجھ سکتے تھے اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ انسان کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ میں خداداد ذہانت اور فہم و فراست صغیر سنی ہی میں اول درجہ کی تھی اور آپ میں ایمان لانے یا مسلمان ہونے کے وقت کفر و اسلام کے تمیز کرنے کا ادراک بخوبی پایا جاتا تھا

پیدا کرنیکی کیا غایت ہے۔ جو خداوند تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمادیا ہے کہ ہم نے جن اور انس کو محض عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ ایک بڑا پُر معنی جملہ ہے جس کی تفسیر ابھی تک پورے طور سے کسی مفسر سے نہیں ہوئی ہم نے وحی کے نازل ہونے کے طریق سے مطلق اختلاف نہیں کیا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ انہوں نے کئی پہلو وحی کے نازل ہونے کے پیدا کئے ہیں۔ اور ہم سب پہلوؤں سے صرف ایک ہی مراد لیتے ہیں۔ ہیں سب کے ایک ہی معنی اور سب کا ایک ہی مفہوم جس طرح چاہے سمجھیں اور جس طرح چاہے یقین کریں۔ نزول وحی کی بعض حالتوں کو محدثین علما نے ایک ہی وقت میں قید کر دیا ہے ہم صرف اس سے اختلاف رکھتے ہیں اور ہمارا یہ خیال ہے کہ پیغام خدا ایک ہی صورت سے نازل ہونا چاہئے۔ وقتاً فوقتاً اس کی نئی صورتیں پیدا ہونا کوئی مصلحت نہیں رکھتا۔ ایک ہی خدا ایک ہی پیغام اور ایک ہی رسول اور پھر بار بار نئی صورتوں کا پیغام پہنچنے میں پیدا ہونا خلاف عقل ہے۔

خداوند اپنی ہر ارذل ترین مخلوق سے باتیں کرتا ہے اور اپنی گفتگو یا کلام کا طریقہ ہر ایک کے ساتھ اس نے علیحدہ مقرر کر رکھا ہے اس سے بھی تجاوز نہیں ہو سکتا۔ وہ پیغمبروں سے بھی باتیں کرتا ہے وہ ایک فاسق فاجر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ کیڑوں سے بھی گفتگو کرتا ہے مگر ہر ایک سے اُسکے ہمکلام ہونیکا ایک نیا قاعدہ ہے اور اس سے تجاوز ممکن نہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی روح القدس اُفق پر اپنے بڑے پروں سے دکھائی دیتی تھی اور اس صورت سے پیغام باری تعالیٰ پہنچاتی تھی اور کبھی وحیہ کلبی کی صورت میں نمودار ہوتی تھی اور کبھی آواز بن کے سُنائی دیتی تھی اور کبھی برق و رعد کا لباس پہنکر ظاہر ہوتی تھی اور کبھی نور بن کے آنکھوں کے سامنے چکرانے لگتی تھی۔ یہ ساری باتیں دراصل اوپری ہیں۔ جن کو نزول وحی کے راز سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ پھر بھی اگر ہم اُن کل صورتوں کو تسلیم بھی کر لیں تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح پانی کے فوارے میں آفتاب کی کرنیں مختلف رنگ پیدا کر دیتی ہیں اسی طرح وحی کے اس چشمہ میں جو ہر وقت قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جوش زن رہتا تھا۔ تجلیات ربانی کی شعاعیں اس جوش زن چشمہ میں مختلف صورتیں اور رنگ پیدا کر دیتی تھیں جن کی کُنہ کو سوائے اس ذات کے جس کے دل میں یہ چشمہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسلام مثل مذہب تثلیث کے ایسا پیچیدہ مذہب نہیں تھا کہ نہ سمجھانے والا سمجھ سکے اور نہ سمجھنے والے کی عقل میں آئے صرف ایک خالق پر ایمان لانا اور حضور انور کو پیغمبر آخرالزمان ماننا

وحی اُترتا تھا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ نہ وہ خود اسکی اصلی کیفیت الفاظ میں بیان کرسکتا تھا۔ انسانی زبان کے الفاظ محدود اور وہ حالت اور اس کی کیفیت غیر محدود پھر کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا کہ ثمہ برابر بھی اس کا راز ادا ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ تمثیلوں میں بیان فرماتے تھے۔ کبھی اسے آواز برق و رعد کی تمثیل میں بیان فرمایا اور کبھی آدمی کی صورت کی تمثیل دی۔ کبھی تجلیات ربانی کی مثال دے کے سمجھایا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ ان تمثیلوں کی بھی آپ کو ضرورت نہ تھی کیونکہ ان تمثیلوں کو بھی سمجھانا محالات سے تھا۔ نہ خداوند تعالیٰ نے آپ کا یہ فرض مقرر کیا تھا کہ صحابہ کو وحی کے نازل ہونے کی کیفیت سمجھائیں بلکہ جس لئے آپ مبعوث ہوئے تھے وہ صرف اتنا کام تھا کہ آپ وحی بیان فرمائیں اور بس۔ کبھی زبردستی نہیں کی گئی کہ خدا کا حکم جبراً مانو اور اس پر عمل کرو۔ اسکی تائید خود کلام پاک میں موجود ہے جہاں یہ ارشاد ہوا ہے کہ "دین میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے"۔ کلام کی یہی خوبی ہے کہ وہ خود بخود دل میں گھر کرتا جائے۔ اور اس کے نقش بغیر کسی کوشش کے از خود دل میں بیٹھتے جائیں۔ آپ کی تعلیم کا طریقہ اس قدر احسن اور نرم تھا کہ دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ قرآن مجید سے بھی خود اس کی شہادت ملتی ہے جہاں فرمایا ہے۔ "نصیحت احسن اور نرم طریقہ سے کی جائے"۔ یہ ساری باتیں اس امر کا پورا ثبوت ہیں کہ وحی جس کے لفظی معنی نرم بات کے ہیں ایک ایسا راز باری تعالیٰ تھا جسکی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔ تمثیلوں میں بیان کرنے سے اگر کوئی نتیجہ ہو سکتا ہے تو صرف یہ ہے کہ عام طور پر لوگ وحی کی وقعت کریں اور صاحب وحی کو ایک عظیم الشان مرتبہ والا سمجھیں۔ مگر جن کی نظر نہایت گہرائی میں جاتی ہے اور جو قوانین قدرت کا اصلی منشا سمجھتے ہیں جنہیں نبوت اور اس کے راز کا اوپری علم بھی ہے اور جو محمدؐ اور خدا کے تعلقات سے واقف ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ نزول وحی کے طریقے تمثیل میں سمجھانے سے نہ کوئی مطلب حل ہوتا ہے نہ نزول وحی کا راز سربستہ کھلتا ہے۔ ایک نفیس کھانا میزبان نے پکا کے رکھا مہمان کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ کھانا بھی کھاتا جائے اور اس کی ترکیب دریافت کرنے کی میزبان کو تکلیف دے۔ صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا کھانا اچھا ہے یا نہیں اور عموماً اسی کی تعریف ہوتی ہے کہ کھانا اچھا پکا ہے۔ اس سے بحث نہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مسلمان ہونے کے لئے کافی ضمانت تھا۔ اور یہ سونی بات حضرت علی بن ابی طالب اچھی طرح سمجھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسری صفت جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے

کہ کیونکر پکایا گیا۔ مال پکانے والے کا نام بتانا یا دریافت کرنا کچھ ایسی نازیبا بات نہیں ہے۔ اسیطرح ہمیں وحی کی بابت فیصلہ کرنا چاہیئے۔ صرف اتنا ہی فرما دینا کافی تھا کہ یہ کلام خدا ہے اور مجھ پر نازل ہوا ہے اس میں یہ اوامر ہیں اور یہ نواہی ہیں۔ اس کی حقیقت بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ مجھ پر وحی نازل ہونے کا یہ طریقہ ہے اور میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ اگر کل حدیثوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری صورت دیکھ کے یہ ساری باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی خاص وقت میں آپ نے کچھ فرما دیا بھی ہو مگر آپ کا وہ فرمانا محض تمثیلی خیال کیا جائے گا۔ حقیقت سے اُسے کچھ سروکار نہیں ہونے کا۔ جب راحت درد کھٹاس مٹھاس کی کیفیت بیان کرنے میں ہمیں تمثیلی الفاظ لانے پڑتے ہیں تو نزول وحی کی کیفیت ہم سے ان محدود الفاظ میں کیونکر بیان ہو سکے گی۔ جو کچھ ہم جان سکتے ہیں وہ اسی قدر ہے جتنا خدا نے ہمیں آگاہ کیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے "قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ"۔ یعنی کہہ جو کوئی روح القدس کا دشمن ہوا کرے مگر اس نے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کے حکم سے اُتارا ہے"۔ اس آیت سے صاف طور پر بغیر کسی مجاز اور تاویل کے یہ پایا جاتا ہے کہ خود آپ ہی کے قلب مبارک سے وحی کا چشمہ اُبلتا تھا اس لئے کہ روح القدس نے آپ کے دل پر خدا کی طرف سے قرآن القا کیا تھا۔ اور ایک آیت سے اس کی تشریح اور بھی واضح طور پر ہو گئی۔ جہاں خداوند رب العرش ارشاد کرتا ہے "یلقی الروح من امرہ علی من یشاء"۔ یعنی خدا روح القدس کو جس میں چاہے القا کرتا ہے۔ یا خدا روح القدس کو جس کے پاس چاہتا ہے بھیج دیتا ہے اس سے یہ بات تو نہیں پیدا ہوتی کہ خدا کا فرشتہ آدمی کی صورت میں آ کے بلفظہ قرآن سناتا تھا۔ بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے حکم سے روح القدس کلام خدا کو دل میں القا کر دیتی تھی۔ آگے آنے والی آیتیں اور بھی صاف ہیں جن سے تمام شبہے جو عوام الناس کو ہو رہے ہیں دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ آیتیں یہ ہیں۔

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

احسان پرستی کی آپ میں تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر بہت بڑا احسان کیا تھا ہی اور مثل اپنے بچوں کے آپ کی پرورش کی تھی۔ اور آپ کو اس قحط اور مصیبت سے نجات دی

ولقد راٰہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطن رجیم فاین تذھبون" یعنی یہ قرآن اُس رسول کریم (یعنی روح القدس) کا کلام ہے جو صاحب قوت اور خدا کے نزدیک معزز اور امین ہے اور تمہارا نبی (محمد) کچھ دیوانہ نہیں (کہ اپنے خیالات کو مجنون کی طرح روح القدس اور وحی سمجھ جائے) اور اُس نے روح القدس کو (اس کی صورت اصلیہ پر) افق پر دیکھا ہے اور وہ غیب کی باتوں میں بخیل نہیں اور یہ قرآن شیطان کا قول نہیں پس تمہارا خیال کدھر جاتا ہے (جو ایسی بدگمانیاں کرتے ہو)۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس شروع پیدائش سے آپ کی ہمقرین تھی اور آپ کی ذات اقدس و اطہر کے ساتھ مل کے شیر و شکر ہو گئی تھی۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں روح القدس کی تائید سے ہوتا تھا یا بالفاظ دیگر آپ میں روح القدس بولتی تھی۔ روح القدس کو افق پر دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ایک مجسم چیز افق پر ایک بار دکھائی دی اور پھر غائب ہو گئی بلکہ روح القدس کی اصلیت کو بلندی پر دیکھنے کے یہ معنی ہیں کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی روح القدس آپ کی ہمقرین بنائی گئی تھی۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ روح القدس کی تائید سے کوئی خالی نہیں ہے اور یہ بھی ہم نے لکھا تھا کہ بقدر مراتب روح القدس کی تائید ہوتی ہے اس کی اس آیت سے شہادت مل گئی۔ افق پر روح القدس کو دیکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ کی ذات میں جو روح القدس ودیعت ہوئی تھی وہ اعلیٰ درجہ کی اور بلند تھی۔ یہ ہماری خوش فہمی ہے کہ ہم حضرت جبرئیل کا ایک جسم قرار دے کے افق پر کھڑا کریں اور اُن کے بڑے بڑے پر بیان کریں اور اُن کی صورت ایک ایسے خوفناک دیو کی بیان کریں جو ہمارے مشرقی قصہ نویسوں نے زیادہ تر اپنے فسانوں میں لکھی ہے۔ ایک کامل نور کامل ہدایت کو ایک ہیبت ناک جسم میں مقید کرنا یہ ہمارے بعض علماء کرام کا شیوہ ہے جس سے ہم بدقسمتی سے اتفاق نہیں کرتے۔

رب العرش کا یہ فرمانا کہ جو کچھ محمد کی زبان سے نکلتا ہے روح القدس کا کلام ہے جو صاحب قوت بھی ہے اور ہماری نظر میں امین بھی ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ روح القدس آپ کی ذات اقدس و اطہر میں بولتی تھی اور اس قدر وابستہ ہو گئی تھی کہ جو کلام آپکی زبان مبارک سے سرزد ہوتا تھا اُسمیں

جس میں ابو طالب آپ کے چچا پھنسے ہوئے تھے۔ اس احسان پرستی کی صفت یقیناً آپ کی ذات میں موجود تھی اور آپکا اپنے محسن کے ساتھ ہمزبان ہونا اس کا کافی ثبوت ہو کہ آپ میں احسان

روح القدس کی تائید ضروری تھی۔

پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "قل نزلہ الروح القدس من ربک بالحق" یعنی تو کہہ اس قرآن کو تیرے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس نے اُتارا ہے" اس میں شک کرنا اور اسکی صداقت میں کلام کرنا سخت نافہمی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو کچھ روح القدس کی طرف سے نازل ہوا وہ حق ہے اور سوائے صداقت کے اس میں کچھ بھی نہیں۔ وحی اور اس کے نازل ہونیکی حقیقت بیان بالا سے بخوبی واضح ہو گئی ہو گی۔ زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہو گا کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ کہاں تک منشائے باری تعالیٰ کے موافق ہے اور اس کا تطابق ایک حد تک علوم جدیدہ کے اصولِ مسلمہ سے ہوتا ہے۔ توانین قدرت شاہد ہیں کہ اسلام سے زیادہ صاف اور سمجھ میں آجانے والا مذہب دنیا میں کوئی نہیں۔ یونانی فلسفہ کی کسوٹی پر پرکھا تو اسے سچا پایا اور اب علوم جدیدہ کی سلطنت ہے انہوں نے ہر طرح سے پرکھا مگر کوئی نقص نہیں دیکھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عقل سلیم اور آزاد رائے ہونی چاہیے۔ تعصب اندھا کر دیتا ہے اور پھر حق و ناحق میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسلام نے تو صاف طور پر بتا دیا کہ فرشتہ کسے کہتے ہیں۔ نزول ملائکہ کے کیا معنی ہیں۔ الہام اور وحی کی کیا حقیقت ہے۔ مگر یہودی اور عیسائی اس گہرائی میں نہیں پہنچے۔ انہوں نے فرشتوں کا ایک خارجی وجود قایم کیا ہے۔ مثل انسان کے فرشتے آتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں۔ مثل انسان کے جو پیغام سناتے ہیں اس میں آواز بھی ہوتی ہے اور الفاظ بھی ہوتے ہیں اور پھر جسم خاکی سے وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ یہ خیالات افریقیہ کی وحشی اقوام کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ اسلام جیسے مہذب اور شائستہ مذہب کو ان سے کچھ علاقہ نہیں یہی وجہ ہے کہ یورپ میں عیسائیت مٹتی جاتی ہے اور اس کا دائرہ اسقدر تنگ ہوتا جاتا ہے کہ یورپ میں سوائے قومیت کے عیسائیت کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔

قرآن مجید اس شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا جس نے تقلید کا جامہ پہن لیا ہے۔ یا تعصب نے اسکی عقل کو بیکار کر دیا ہے۔ قرآن میں معجزہ یہی ہے کہ ہر شخص کی فہم کے مطابق وہ جواب دیتا ہے اور اس کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اننے کا وہ کتنا موجد تھا۔ یہ ممکن ہے کہ آپ نے شریعۃ غرا اور اسرار الٰہی کو اپنے اغاز اسلام میں نہ پہچانا ہو اور آپ کا اسلام لانا مثل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہو۔

اطمینان کر دیتا ہے جس قدر گہری نظر کرتے جاؤ گے نئے نئے مطالب حل ہوتے جائیں گے۔ اور وہ وہ باریکیاں نکلیں گی جو دیدہ ور نہ شنید۔ یہ بات اور ہے کہ ہم اپنے خیال میں کسی خاص شخص پر ایمان لے آئیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے بس وہی خدا کا کلام ہے دوسرا اس سے اچھی بات ہی کہے تو ماننا کفر ہے ایسی طبیعت اور ایسے خیالات کا علاج سوائے افسوس اور خاموشی کے ہو نہیں سکتا۔ غیر جانبدارانہ طور پر توریت اور اناجیل کو قرآن سے مقابلہ کرو۔ تو ایک عظیم فرق پاؤ گے۔ توریت اور انجیل کی سب باتیں مافوق الفطرت ملیں گی جنہیں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ قرآن مجید کی تمام باتیں قوانین قدرت کے مطابق پائی جائیں گی جن کو اس کے خلاف کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا اور جس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس نے منہ کی کھائی اور سخت خفت اٹھائی۔ وحی اور الہام کے کیسے ادق مضمون تھے مگر قرآن مجید نے ایسے حل کئے کہ ایک حکیم سے لگا کے ایک بچہ تک سمجھ لے اور کبھی کوئی نکتہ چینی پیدا ہی نہ ہو سکے۔ قرآن کی تعلیم بالکل صاف اور سیدھی ہے۔ پڑھنے والے اگر پیچیدگی میں پڑ کے کچھ کا کچھ سمجھ جائیں تو انکی عقل کا قصور ہے۔ اس کی بالکل یہی مثال ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔۔۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

یہاں تک تو ہم نے وحی کے اقسام اور حقیقت بیان کی اب ہم دوسرے پہلو پر بحث کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ قرآن مجید کو کس وحی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور احادیث نبویہ کو کس وحی سے۔ یہ بحث ہمارے علمائے کرام کی بہت دلچسپ ہے۔ مگر اس بحث کا ایسے شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے جو تقلید پرستی کرتا ہو اور اس کے دین اور دینی عقل کا دارومدار صرف ایک ہی عالم کے خیالات پر ہو۔ ہاں جسے فہم سلیم عطا ہوئی ہے اور جو اپنی عقل سے کچھ بھی کام لینا جانتا ہے۔ وہ ہماری بحث کو سمجھے گا بھی اس سے لطف بھی اٹھائے گا اور ممکن ہے کہ اسے کچھ فائدہ بھی ہو۔ چنانچہ وہ

بحث یہ ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جب آپ جوان ہوئے یا سن شعور کو پہنچے تو آپ نے شریعت کے رازوں کا پورا پتہ لگا لیا تھا اور آپ نہ صرف حافظ قرآن مجید تھے بلکہ مطالب خداوندی پر

وحی متلو اور وحی غیر متلو

وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو یعنی قرآن مجید اور ایک وحی غیر متلو یعنی حدیث قدسی یا سنت۔ یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کا کوئی کلام روح القدس کی آمیزش سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے دل میں القا ہوتا تھا اسے وحی کہتے ہیں تو ضرور ہوا کہ وہ صحیح حدیثیں جو آپ نے بیان فرمائی ہیں روح القدس کی تائید سے خالی نہوں۔ چونکہ ان احادیث کا طرز کلام قرآن کے طرز بیان سے مطلق مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لئے اس پر اگرچہ وحی کا اطلاق کیا گیا لیکن اس میں اور قرآن میں فرق کرنے کے لئے جدا جدا نام ٹھہرا دیئے۔ ایک کو وحی متلو اور دوسرے کو وحی غیر متلو یعنی سنت اور حدیث قدسی کہا۔ اب یہہ بحث نہایت پیچیدہ ہے کہ جب اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ روح القدس دم بھر آپ سے جدا نہیں ہوتی تھی اور ہر وقت آپ کی زبان سے بولتی تھی۔ غرض جو کلام آپ فرماتے ہے وہ وحی سے خالی نہیں ہوتا تھا اور پھر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے علم ادب میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اگر کسی طول طویل حدیث میں ایک چھوٹا سا جملہ بھی قرآن مجید کا آجاتا ہے تو بالکل علیحدہ معلوم ہوتا ہے اور قرآنی الفاظ کی صورت سے چسپاں ہی نہیں ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیثیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہیں وہ بالمعنی روایت ہوتی ہیں یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ علماء کا ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہے۔ الفاظ رسول خدا احمد عربی کے نہیں ہوتے اگرچہ مطلب کچھ نہ کچھ ہونا ممکن ہے۔ چونکہ الفاظ غیروں کے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کے علم ادب اور احادیث کے علم ادب میں فرق ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضور انور نے تمام زندگی میں جتنی باتیں کیں یا جتنے الفاظ زبان سے نکالے وہ سب اسی شان اور اسی عظمت کے تھے جیسے قرآن کے ہیں کیونکہ روح القدس کا قلب پر کامل غلبہ اسی وقت ہوتا تھا جب قرآن کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تھی اور یہ بات انسانی حالت سے بعید نہیں ہے معمولی انسانی حالت پر غور کرو ایک تو وہ الفاظ ہیں جو اس کے قلم سے نکلتے ہیں اور ایک وہ الفاظ ہیں جو اس کی زبان سے نکلتے ہیں دونوں کے علم ادب اور شان میں بہت بڑا فرق ہو گا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پورا عبور رکھتے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبض صحبت اور پھر دلی محبت اور ساتھ ہی حضرت بی بی

کبھی ممکن نہیں کہ ہماری وہ تحریر جو ہم نے ایک تنہا کمرے میں خاموشی سے لکھی ہے ہماری اُس تقریر سے مطابق ہو جائے جو ہم نے زبانی مجمع عام میں کی ہے۔ لاکھ کچھ ہمیں بولنے کی مشق ہو پھر بھی بہت بڑا فرق ہوگا یہ مثال اگرچہ بہت ادنےٰ مثال ہے پھر بھی اس سے کچھ نہ کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔

اب ایک بحث بڑی دلچسپ ہم کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وحی کا رنگ حضرت رسالت مآب تک یکساں رہا یا کچھ بدلا گیا۔ قرآن مجید سے تو صریح طور پر یہ نہیں پایا جاتا کہ پہلے وحی کا رنگ اور تھا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدل گیا۔ مگر ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور جس کا اشارہ ہم پہلے بھی کر آئے ہیں لیکن اب اسے بالتفصیل لکھتے ہیں۔ انبیا پر جو وحی پہلے نازل ہوتی تھی وہ دراصل اُس القا کا (جو خدا کی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے دل میں ہوتا تھا کبھی کبھی جب ضرورت ہوتی تھی) مفہوم بیان کر دیتے تھے۔ روح القدس کے الفاظ سے کچھ غرض نہ ہوتی تھی۔ تورات اور اناجیل میں خدا کو متکلم کہیں نہیں بنایا گیا ہے مگر قرآن مجید میں خدا ہر جگہ متکلم بنایا گیا ہے۔ بعض بادری اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کے متکلم بنانے سے ایک قسم کا تصنع مراد ہے کہ لوگ عقیدہ لے آئیں اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ یہ درحقیقت کلام خدا ہی ہے۔ یہ اعتراض اگر بغور دیکھا جائے تو زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ پہلے وحی کیونکر القا ہوتی تھی اس لئے کہ تورات اور اناجیل حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے کئی صدی بعد لکھی گئی ہیں۔ جس طرح مسلمانوں نے حدیثیں جمع کی ہیں اسی طرح تورات و اناجیل کے قصص جمع ہوئے پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو احادیث کی جمع و تنقید اور تورات و اناجیل کی جمع و تنقید میں بہت بڑا بل ہے۔ ہمارے ہاں اسماء الرجال گویا صحیح اور غیر صحیح پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ مگر تورات و اناجیل کے اقوال پرکھنے کی کوئی کسوٹی اسوقت تک ایجاد نہیں ہوئی ہمیں یہاں اس بحث سے کچھ سروکار نہیں۔ صرف دکھانا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسےٰ جو کلام خدا فرماتے تھے اگر اُسی وقت لکھ لیا جاتا تو ضرور اُس پر غور کیا جاتا اور جب کلام خدا صدہا برس کے بعد لکھا گیا تو اُس میں کلام ربانی کی شان ہی کیونکر پائی جا سکتی ہے۔ ہم اس بحث کے بعد یہ کہتے ہیں جو کچھ علمائے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فاطمۃ الزہرا کا آپ کے نکاح میں آنا یہ ساری باتیں ایسی تھیں جن سے آپ کا مبارک سینہ شریعۃ مصطفوی کے رازوں سے منقش ہو رہا تھا۔ آپ برگزیدۂ خدا تھے اور ان پاک نفوس

ہمارے کا خیال ہے وہ صحیح ہے جیسا کہ میوسو براور لیافان صاحب لکھتے ہیں" روح القدس نے جبکی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے اُن کے لئے کوئی زبان نہیں ٹھہرادی تھی بلکہ اس نے اُنکے دلوں میں صرف مطلب سمجھا دیا اور غلطی میں پڑنے سے بچا لیا اور ہر ایک کو اختیار دیا کہ اپنے محاورہ اور عبارت میں اس کو ادا کرے اور جیسے ہم اُن پاک لوگوں کی فیاضی اور مزاج کے موافق اُن کی کتابوں میں فرق پاتے ہیں اسی طرح وہ شخص جو اصل زبان سے ماہر ہوگا۔ متی۔ لوقا۔ پال اور یوحنا کی محاورہ میں فرق پائے گا۔ اگر روح القدس حواریوں کو عبارت بتا دیتی تو یہ بات ہرگز نہ ہوتی بلکہ اس حالت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا محاورہ علیحدہ ہوتا" اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس نے ایک تو کلام ربانی حواریوں اور انجیل نویسوں کے دل میں القا کیا۔ دوسرے یہ بھی ہدایت کر دی کہ اپنے محاورہ کے مطابق اسے بیان کرنا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر روح القدس چاہتی بھی جب بھی صدی ڈیڑھ صدی کی گزشتہ باتوں کا حواریوں اور انجیل نویسوں میں القا نہیں کر سکتی تھی۔ غرض عیسائیوں کا یہ عقیدہ معلوم ہو گیا کہ بطور مضمون کے وحی القا ہوئی تھی۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انبیا علیہم السلام کو بھی بطور مضمون کے وحی القا ہوتی تھی یا بطور عبارت اور الفاظ کے اگر سابق الذکر کو مان لیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور انبیا سے بہت اعلیٰ ہے کہ روح القدس کلام خدا آپ میں القا بھی کرتی تھی اور اس کی عبارت بھی بتا دیتی تھی اور اگر آخر الذکر کو مانیں تو پادری صاحب کا طریقہ وحی بدلنے کا اعتراض قایم نہیں رہتا۔

اس کے بعد اگر ہم بفرض محال یہ تسلیم کر لیں کہ سوائے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے کل انبیا کو وحی بطور مضمون کے القا ہوتی تھی اور روح القدس کے ذریعہ سے انہیں الفاظ اور عبارت نہیں بتائی جاتی تھی اور پھر اخیر میں یہ طریقہ بدل دیا گیا تو اس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ جب خدا کی حجت پوری ہوئی اور اس نے دیکھ لیا کہ لوگوں نے چونکہ خدا کے الفاظ نہ دیکھے تھے بہت کچھ اس میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ اور جس نے جو کچھ چاہا گھٹا بڑھا دیا اور اس اثنا میں سلسلۂ نبوت برابر جاری تھا اور اخیر میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہیں آپ کا شمار ہے جنھیں خداوند تعالےٰ نے اپنے کام کے لئے چن لیا ہو۔ معرفت کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے اور آج اسلامی دنیا بڑی تعظیم سے آپ کا نام لیتی ہے۔ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا

نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کو تھا اس لئے یہ حکمت تھی کہ روح القدس مضمون کے ساتھ عبارت بھی القا کرے تاکہ پھر پیدایش کا سان وگمان بھی نہ رہے سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ اگر مضمون ہی مضمون القا ہوتا اور وہ بدلا جاتا (کیونکہ مضمون کا بدلا جانا نئے نئے الفاظ میں ڈھلکے اور نئے نئے خادروں میں آکے لازمی ہے) تو پیرا در کسی نبی کے آنے کی ضرورت رائی ہوتی تاکہ وہ بتائے کہ کلام خدا میں یہ یہ تحریف ہوئی تھی۔ اور جب خدا کو سلسلۂ نبوت ہمارے معصوم و برق نبی پر ختم کرنا تھا تو ساتھ ہی یہ بھی لازمہ حکمت تھا کہ وحی کے القا ہونیکی طرز بھی بدل دی جاتی، اور بجائے مضمون کے وحی عبارت میں نازل ہوتی اور ہر ہر لفظ پر مُہر خدا لگائی جاتی اور کل کلام خدا کی طرف منسوب کیا جاتا اور اس کی شان تمام عنصر کلاموں سے بالکل علیحدہ ہوتی اور اس کا ایک ایک لفظ مثل روشن چاند کے ہوتا جو آسمان پر ستاروں میں الگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ جواب ہے عیسائیوں کے اعتراض کا جو وہ بڑے زور شور سے طریقہ وحی اسلامیہ پر کرتے ہیں۔ روح القدس نے کلام کا القا بلفظہٖ کیا اور لفظ بلفظ حضرت رسالت مآب نے لوگوں کو پڑھ کے سُنایا۔ اب معلوم ہوا کہ وحی متلو اس وحی کو کہتے ہیں جس کے الفاظ بھی خدا سے ہی ہوں اور وحی غیر متلو وہ ہے جو بطور مضمون کے روح القدس کے ذریعہ سے القا ہوتی ہو۔ وحی غیر متلو کا درجہ وحی متلو سے ادنےٰ ہے۔ اسی بناء پر مسلمان مفخر انبیا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے ہیں۔

اب اس کج بحثی کا تو کوئی جواب نہیں کہ طریقہ القائے وحی کی تبدیلی تکذیب نبوت پر اس لئے دلالت کرتی ہے کہ خدا کو اپنا قدیمی قاعدہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کج بحثی کا الزامی جواب یہ ہو سکتا ہے کہ خدا کو خلاف عادت کیا ضرور تھا جیسا کہ عیسائیوں کا دین ایمان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے مر کے زندہ ہوئے اور پھر معہ جسم آسمان پر اُٹھائے گئے اس خلاف عادت امر کے کرنے کی خدا کو ضرورت کیا تھی اب جو جواب پادری صاحب اس کا دیں گے وہی جواب مسلمان طریقہ وحی کی تبدیلی کی نسبت دیدیں گے۔

جو کچھ ہمنے وحی کی بابت مختصر بحث کی ہے ہمارا خیال ہے کہ ناظرین کی تسکین کیلئے بہت کافی ہوگی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گروہ جو پنجاب اور مسقط میں آباد ہے اور جس کو خوارج کہتے ہیں آپ کو اچھا نہیں سمجھتا لیکن یہ اچھا نہ سمجھنا آپ کی ارفع و اعلیٰ شان میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد زید بن حارث ایمان لایا۔ اور یہ وہی آزاد کردہ غلام تھا جسکی بابت پچھلے صفحوں میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ زید کا ایمان لانا بھی حضور انور کی صداقت نبوۃ کی روشن دلیل ہے کیونکہ زید مدت سے حضور انور کی خدمت میں رہتا تھا اور خود پڑھا لکھا بھی تھا اُسے مذہب نصاریٰ سے پوری واقفیت تھی اور وہ انجیل و توریت کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا ایسے شخص کا ایمان لے آنا جو اندرونی معاشرت سے واقف بھی ہو اور زمانہ کے مطابق پڑھا لکھا بھی ہو صدق دلی سے بہت بڑی بات ہے۔ جتنے بڑے بڑے پیغمبر یا مصلحان قوم ہوئے ان کے گھر والوں نے کبھی اُن کی متابعت نہیں کی مگر حضور انور کی ذات اطہر و اقدس کے ساتھ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ آپ پر آپ کے گھر والے جن میں آپ رہا کرتے تھے ایمان لے آئے۔

اس روحانی فلسفہ کو جہاں تک نظر غور سے دیکھا جائے گا شریعۃ الٰہی کے مربوط راز کھلتے چلے جائیں گے اور ایک متجسس نظر کے آگے روحانی بزرگیوں کا اُمم جمع کر دیں گے۔ تعصب کا تو کچھ ٹھکانا نہیں جو حق و ناحق میں تمیز ہی نہیں کرنے دیتا مگر انصاف ہمیشہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر کے دکھا دیتا ہے۔

وہ اس تمام بحث کو بغور پڑھ کے سمجھ جائے گا کہ ہمارے نبی معصوم و برحق خود مجسم وحی تھے۔ آپ کے مبارک دل میں ہر وقت وحی کے چشمے روح القدس کے ذریعہ سے اُبلتے تھے۔ آپ درحقیقت نہیں بولتے تھے بلکہ روح القدس بولتی تھی۔ آپ دراصل کلام نہیں کرتے تھے بلکہ روح القدس کلام کرتی تھی۔ قرآن مجید خود اس امر کی شہادت ہے کہ اُس کا ایک ایک لفظ روح القدس کی آمیزش سے خالی نہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے دنیا کے کل مذاہب سے کنارہ کر لو اور پھر غیر طرفدارانہ قرآن پر غور کرو تو تمہیں ایک سخت حیرت انگیز نقشہ دکھائی دے گا۔ یہ کتاب جیسی پُر اثر ہے ویسی ہی ایک زندگی جاوید اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کے ایک ایک جملہ میں ایک زندہ روح ہے جس کی قوت تیرہ سو برس سے جوں کی توں باقی ہے۔ زمانے بدل گئے۔ مذاق بدل گئے۔ خیالات بدل

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زید بن حارث کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایمان لانا ایمان لانا ہے اور ہم اسی لئے کہہ سکتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر ایمان لائے۔ آپ خود سردار تھے اور ایک امتیازیہ وجاہت آپ کو حاصل تھی۔ بالغ نظر تھے اور تجربہ کار ایک ہی شہر کی گلیوں میں آپ اپنے ہادی برحق کے ساتھ مدتوں پھرے اور بڑے ہوئے۔ آپ سلسلۂ آسمانی کو سمجھتے تھے اور آپ واقف تھے کہ نبی کس کو کہتے ہیں اور خداوند تعالےٰ سے اسکے کیا تعلقات ہوتے ہیں۔ قوم کی حالت سے آپ بخوبی واقف تھے اور آپ جانتے تھے کہ اسوقت ربانی مصلح کے ظہور کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے یہ صفت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی اور پھر آپ نے بلا خوف و ترس علی الاعلان آپ کی نبوت کی صداقت کی اور خاندانی تمدن معاشرۃ اور مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔

ان چاروں پاک نفوس کے ایمان لانے کے متعلق محققوں نے خوب پسندیدہ تقسیم کی ہے اور وہ یہ ہے یعنی اول جس شخص نے حضرت سید ابرار کا اقرار کیا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہ تھے اور سب سے پہلے جس شخص نے حضور انور پر شیفتگی ظاہر کی وہ زید بن حارث تھا۔ اور جس شخص نے سب سے پہلے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اب رہیں حضرت بی بی خدیجہ اُن کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

بدل گئے مگر اُس کے الفاظ اب بہی ایک ہی جگہہ قایم ہیں۔ اور کسی جرأت نہیں ہوسکتی کہ ذرا بہی سوء ادبی سے اُسکی طرف دیکہہ لے۔ جو مسلمان نہایت آزاد خیال ہیں اور اگرچہ وہ نام کے مسلمان ہیں مگر جب اُن کے قول کے مقابلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ قرآن مجید میں یہ فرماتا ہے تو پھر اُن میں دم زدن کا یارا نہیں ہوتا اور وہ اپنی سلامتی خاموشی میں دیکہتے ہیں۔ ایک نظر سے تو مسیحی دنیا کو دیکہو جہاں انجیل حکومت کر رہی ہے۔ اور ایک نظر سے اسلامی دنیا کو دیکہو جہاں قرآن حکومت کرتا ہے تو تمہیں بہت بڑا فرق معلوم ہوگا۔ انجیل کی حکومت بوسیدہ دکہائی دیگی اور ہر جگہہ طوائف الملوکی یعنی مذہب سے علاوہ علوم جدیدہ کی سلطنت معلوم ہوگی اور جب ادہر غور کروگے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ قرآن کی حکومت میں اب بہی دم خم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب یہ چاروں پاک نفوس ایمان لاچکے تو ان کے انفاس متبرکہ کے فیض سے حضرت عثمان بن عفان - زبیر بن العوام - طلحہ بن عبید اللہ - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف - جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں حضرت ختمی پناہ کی مجلس میں آ کے کلمہ طیبہ پڑھا -

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے نے ایک سنسناہٹ سرداران قریش کے خون میں پیدا کردی اور سب کے دلوں میں گدگدی سے پیدا ہونے لگی کہ جب ابوبکر جیسا سردار لطیب خاطر ایمان لے آیا تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اصول اسلام کو انصاف سے غور نکریں چنانچہ بہت سے بڑے بڑے سرداروں نے صدیق اکبر کے مسلمان ہوتے ہی جانچنا شروع کیا اور سب سے پہلے ان فکر کرنے والوں میں ابوعبیدہ جراح و ابوسلمہ مخزومی - عثمان بن مظعون ارقم بن الارقم سید الثقلین کی خدمت مبارک میں حاضر ہوکے شرف باسلام ہوئے ان کے بعد عمار بن یاسر اور اس کی والدہ سمیہ - عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب - سعد بن نفیل ابن ام عمرو بلال و صہیب - جناب بن ارت - عبداللہ مسعود الہذیلی - عامر بن فہیرہ - حیس بن حذافہ - خالد بن سعید العاص - عباس بن ربیعہ - عبداللہ بن مخش الاسدی غرض اسیطرح صدہا اور ہزار ہا مرد اور عورتیں یکے بادیگرے ایمان لے آئے اور دین اسلام قبول کرنے والوں کا ہجوم اس قدر ہوا کہ آسمان سے یہ ندا آئی -

"اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا
فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا"

باقی ہے - اور جو رعب اس کا ایک غریب شخص پر ہے وہی شہنشاہ بحر و بر پر ہے - ہر لفظ میں ایک زندہ روح - حرارت اور قوت پائی جاتی ہے اور اس کا سبب اگر معلوم ہوتا ہے تو صرف یہ کہ یہ وحی متلو ہے اور انجیل وحی غیر متلو یعنی اس کے الفاظ بھی روح القدس کے الفاظ ہیں اور انجیل کے الفاظ روح القدس کے الفاظ نہیں ہیں -

اے ابنیا کے سچے محسن تیری شان برتر و اعلیٰ ہے تجھ میں ہر وقت روح القدس بولتی ہے بے شک تیرا کلام روح القدس کا کلام ہے - اب بھی روح القدس اس میں اسی روحانیت سے موجود ہے - اور جس وقت تیری کتاب پڑھی جاتی ہے - بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس بول رہی ہے -

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یعنی جب اللہ کی مدد آگئی اور لوگوں کو تم نے دیکھ لیا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ بے وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

یہ کامیابی جس میں زندگی تھی اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور بھی بہت سے پیغمبروں کے کارنامے ہمارے آگے موجود ہیں لیکن مقابلہ کے بعد ہماری زبان سے یہی نکلتا ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوۃ۔ تلقین۔ وعظ و پند اور آپ پر ایمان لانے کی کیفیت ہم انجیلوں میں پڑھ چکے ہیں۔ اس بے باپ معصوم بچہ پر اصل میں تو ایک شخص بھی ایمان نہ لایا تھا اور جن کا ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے وہ نفس الامر اس بے باپ کے بچہ کے دشمن تھے کیونکہ انہوں نے اس بے پدر نوجوان کو ایسا دق کیا تھا کہ آخر بیچارہ گالیاں دینے اور کوسنے لگا تھا یہ سب لوگ ذلیل اور رذیل پیشہ دونوں ہی تھے اور آخر چند پیسوں پر انہوں نے روحانی نوجوان کو بہلا پھسلا کے صلیب پر چڑھوا دیا۔ کوڑے کھلوائے۔ لعنت کرائی منہ پر تھکوایا اور کانٹوں کا تاج سر پر رکھوا کے اِدھر اُدھر چلتے بنے بالخیر شما بسلامت بیچارے مسیح ایک روحانی نوجوان تھے انھیں زمانہ کا تجربہ نہ تھا کہ وہ ماہی گیروں کی للو چپو میں آگئے ورنہ انھیں یہ نازک وقت نہ دیکھنا پڑتا جسکی کرب میں نہایت دردناک لہجہ کے ساتھ انہوں نے یہ دعا کی تھی

اے ہادی برحق تو اب بھی ہم میں وعظ فرماتا معلوم ہوتا ہے۔ جب تیری کتاب پڑھی جاتی ہے تو تیری موجودگی کا نقشہ ہماری آنکھوں کے آگے کھچ جاتا ہے۔ کچھ تو ہے جس کا یہ اثر ہے۔ اور کوئی بات تو ہے جس نے ایک ہی رسی میں سب کو جکڑ رکھا ہے

اے قریشی نبی تیری ہی کتاب کی رہنمائی سے تجھے پا سکتے ہیں اور تیری ہی ہدایت سے ہم منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اختلافات نے اگرچہ مسلمانوں کو گھیر لیا ہے مگر تیرا اور تیری کتاب کا اے امی نبی ہر فرقہ وہی احترام کرتا ہے۔ تیری روشن کتاب کی ایک چھوٹی سی آیت چشم زدن میں ہزارہا اختلافات کو مٹا دیتی ہے کیوں نہ ہو تو رب العرش کا سچا پیغمبر ہے اور تیری کتاب روح القدس کی تائید سے ترتیب دی گئی ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ اگر ہو سکے تو تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے یہ پیالہ جدا کر لیا جائے مگر۔

کون سنتا ہے فغانِ درویش فقہ درویش بجانِ درویش

بہتیرا چیخے اور پکارے اور شور مچا دیا "ایلی ایلی لما سبقتانی" (اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) مگر یہودیوں نے ایک نہ سنی اور دونوں ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک کے صلیب پر لٹکا دیا۔ پھر وہاں سے وہ آسمان پر چلے گئے تو اور کوئی انھیں قبر میں رکھے جانے کے بعد چرا کے لیگیا تو اس سے ہمیں کچھ بحث نہیں۔

مسیحی یورپی مورخ جب اسلام کے خلاف اُن کی طبائع میں جوش اُٹھتا ہے تو فخر دو جہاں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقدس و اطہر شان میں جو چاہتے ہیں درشت سے درشت الفاظ استعمال کرنے میں باک نہیں کرتے مگر اپنے بے باپ کے خداوند حضرت مسیح کی طرف سے آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لیتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔ جس نامہذبانہ طرز سے حضور سرور عالم پر حملے کئے جاتے ہیں کیا ہم حملہ کرنے والوں کے پیشواؤں کی نسبت ان سے زیادہ سخت الفاظ استعمال نہیں کر سکتے مگر ہم ایسی باتوں کو خلاف شان سمجھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جو ایسے کمزور اخلاق کے مصنف ہوں ان سے ہمدردی کرنی چاہئے اور ان کے حق میں دعا کرنی چاہئے کہ خداوند تعالیٰ انھیں اس لاعلاج مرض سے نجات دے اور ان کے دلوں میں انصاف پیدا کرے اور انھیں چشم بینا بخشے وہ بھلے برے میں تمیز کر سکیں۔

آٹھواں باب

اول بیعت کرنے والے اصحاب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ فلاں فلاں صحابہ نے سب سے پہلے بیعت کی لیکن اس باب میں ہم ہر صحابی کی بیعت پر ذرا تفصیل سے بحث کریں گے۔ ہشامی صفحہ ۱۳ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں "خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اس سے رسول کریم کو بہت تسکین و خوشی ہوگئی۔ کیونکہ منکرین کے انکار اور لوگوں کی مخالفت سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب حضرت ختمی پناہ مغموم ہوتے تھے تو بی بی خدیجۃ الکبریٰ آپ کو تسکین دیکے آپ کی ہمت بندھواتی تھیں۔ اور آپ کی نبوت کا اعتراف کرتی تھیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے بی بی خدیجہ کو یہ خوشخبری دی تھی کہ تم جنت میں جاؤ گی جہاں ایک محل موتیوں کا ہوگا۔ جہاں محنت و مشقت کچھ نہیں ہوگی۔ بعض مسیحی مورخوں نے اس روایت کو طعن سے اپنی کتاب میں درج کیا ہے مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا درج کرنا عبث ہے جبکہ حضرت مسیح نے جنت میں اپنے دوستوں کو دائیں ہاتھ کی طرف بٹھا کے انگور کا شربت پلانے کی بشارت دی ہے۔ اور ڈیروں میں ان کے آنسو پوچھے ہیں۔ پھر ایسا رکیک اعتراض کرنے یا طعن کرنے سے کیا فائدہ ہے آپ کا آنحضرت پر ایمان لانا عجیب و غریب راز اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ایمان لانا دوسری بات ہے لیکن ایمان لانے کے بعد نبوۃ کے کاموں میں مدد کرنا یہ دوسری بات ہے۔ آپ کی زیرکی۔ ہوشیاری۔ روشن ضمیری اور قابلیت نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ لائق اور بہادر بی بی سے شوہر کو کس قدر مدد ملتی ہے اور ایسی حالت میں جب کوئی بھی آپ کا غمگسار نہ تھا حضرت بی بی خدیجہ کی ڈھارس نے کس قدر سہارا دے رکھا تھا۔

اس زمانہ میں جبکہ تمدن کی مختلف ممالک میں گرم بازاری ہو رہی تھی اور سلطنت مشرقی رومۃ الکبریٰ اور ایران میں تمدن نے قتل مار دیا تھا ایک خاتون بھی ایسی نہ تھی جو اس تاریک خطہ میں پیدا ہو گئی اور جس کو اسلام نے فخر خواتین عالم بنا دیا۔ زن و شوئی کے عجیب و غریب تعلقات کا پتہ حضرت بی بی خدیجہ کے برتاؤ سے ملتا ہے آپ نے حضور انور سے نیک برتاؤ کر کے بتا دیا کہ بیبیوں کو اپنے شوہروں سے کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ قریشوں کی سنگین مخالفت میں اس خاتون اعظم کا سینہ سپر ہونا اور مخالفین کے طعن و تشنیع پر پروا نکر نیکی ہدایت کرنی اور اپنے کام پر مستقل رہنے کی ہمت دینی اور اپنا کل مال و متاع محض اپنے معصوم شوہر کی راحت و آسائش پر قربان کرنے پر تیار رہنا یہ معمولی باتیں نہیں ہیں جن پر توجہ ہی نہ کی جائے یہ راز واقعی سمجھ میں تو نہیں آتا لیکن اس راز کی برابر تفتیش کی جائے تو بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں اور دنیا کی بیبیوں کو نیک برتاؤ کرنے کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زید بن حارث

زید اس وقت بالکل آزاد تھا اور حضور انور کو زید سے ایسی محبت تھی کہ آپ بیٹا کہکے بات کرتے تھے۔ اگرچہ زید حضور انور کے خاندان کا کوئی رکن نہ تھا لیکن جو تعلق الفت قایم ہو چکا تھا وہ مثل کنبہ والوں کے تھا۔ ہشامی نے اپنی کتاب صفحہ ۶۶ میں تحریر کیا ہے کہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد زید جو حضرت رسالت پناہی پر دل وجان سے فریفتہ تھا ایمان لے آیا۔ اور اسکو حضور انور کی صداقت نبوۃ کی ایک زبردست شہادت سمجھنا چاہیئے۔

حضرت علی ابن ابی طالب

اس وقت حضرت علی کی عمر ۱۳ یا ۱۴ برس کی ہو گئی تھی اور جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں آپ میں خداداد ذہانت اور روشن ضمیری قابل تعریف تھی۔ اور اسی ذہانت اور زیرکی نے آج کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی عزت قایم کر رکھی ہے۔ اگرچہ آپ میں غیر معمولی جرأت اور شجاعت تھی لیکن آپ میں خود اپنے جذبات پر قبضہ کرنے کی قوۃ بھی بڑھی ہوئی تھی۔ ہم گزشتہ صفحات میں شاید ذکر کر چکے ہیں کہ محض اس تباہی کے وقت جب قحط میں حضرت ابو طالب پر آگئی تھی حضور انور نے اخراجات خانگی سے سبکدوش کرنے کے لئے ابو طالب سے حضرت علی کو لیلیا اور حضرت عباس کو جعفر کے سپرد کر دیا اور عقیل اپنے والد کے پاس رہا۔

کہتے ہیں حضرت علی کی دس سال کی عمر تھی جب آپ نے حضور انور اور حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضرت علی نے دریافت کیا کہ اے محمد یہ کیا کام تم کر رہے ہو حضور انور نے جواب دیا کہ یہ وہ دین ہے جو خدا کو پسند ہے اور میں تجھے اس دین کی طرف بلاتا ہوں اور ایسے خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں سنتے ہی اسی دن ایمان لے آیا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ میں خود کوئی کام اپنے طور پر نہیں کر سکتا جب تک ابو طالب سے دریافت نہ کر لوں مگر حضور انور نے یہ پسند نکیا کہ اسیدن یہ بات مشہور ہو جائے آپ نے ارشاد کیا۔

"یا علی ان لم تسلم فاکتم علی بکتمی تلک اللیل فالقی اللہ فی قلبہ الاسلام"

اسی طرح جب حضرت علی کے دل میں خود بخود خدا کی طرف سے اسلام کی محبت پیدا ہوئی تو آپ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسرے روز حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو کے یہ عرض کیا "ماذا عرضت علی" حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات کی گواہی دینی کہ خدا ایک ہے اور لات وعزیٰ سے نفرت کرنی اور ارتداد سے پرہیز کرنا۔ اس کے بعد حضرت علی نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ حضرت مقدس نبی پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی منگل کو مسلمان ہوئے اور اپنا حال اپنے والد ابو طالب سے پوشیدہ رکھتے تھے اور زوایائے شعاب میں حضور رسالت پناہی کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

ایک دن ابو طالب کسی کام کو حضور انور کے پاس آئے دیکھا کہ وہ مکان پر نہیں ہیں پھر آپ اپنے مکان پر آئے۔ اپنی بیوی یا حضرت علی کی والدہ فاطمہ سے دریافت کیا تمہیں بھی کچھ معلوم ہے کہ علی کہاں چلا گیا۔ فاطمہ نے جواب دیا کہ آج کل وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ بہت رہتا ہے۔ ڈر یہ ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دے اور پھر ہمیں منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ میرا بچہ ایسے امور میں ضرور مجھ سے مشورہ لیگا اور بغیر میری مرضی کے کچھ نہیں کرنے کا۔ یہ کہکے ابو طالب پھر ڈھونڈنے کے لئے باہر چلے آئے۔ ایک گھاٹی میں پہنچے تو دیکھا حضرت رسالت پناہی عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں اور علی پاس کھڑے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ جوں ہی ان کی نگاہ اپنے باپ پر پڑی خوف کے مارے گر پڑے۔ ابو طالب پاس آئے اور حضور انور سے جہاں سے استفسار کیا کہ یہ کیا دین ہے۔ حضرت ختمی پناہی نے ارشاد کیا کہ یہ وہ دین ہے جو خداوند تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اسی کے اظہار کے لئے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجتا ہے اب میں اے چچا آپ سے کہتا ہوں کہ آپ بطیب خاطر دین اسلام قبول کر لیں۔ ابو طالب نے کہا میرا نفس قبول نہیں کرتا کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دوں اور کیش بت پرستی اور عبد المطلب کے مذہب سے دست بردار ہو جاؤں۔ لیکن اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جو کام تم نے شروع کیا ہے اس پر قایم رہنا تاکہ میں مدۃ العمر تمہاری مدد کرتا رہوں اور کسی دشمن کا قابو تم پر نہ چلنے دوں اور دشمنوں کی شرارت سے تمہاری حفاظت کروں جس مہم پر کہ تم بھیجے گئے ہو خداوند تعالیٰ اس کو پورا کر دے۔ یہ کہکے پھر اپنے صاحبزادہ حضرت کی طرف نظر کر کے کہا اے علی تجھے کچھ خوف نہیں کہ تو نے اپنے چچا کے بیٹے کا دین قبول کر لیا خداوند تعالیٰ تم دونوں کا نگہبان ہو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ کہکے خوشی خوشی ابوطالب اپنے گھر چلے آئے اپنے شوہر کو دیکھتے ہی فاطمہ بنت اسد حضرت علی کی والدہ نے دریافت کیا کیوں ڈھونڈنے گئے تھے علی تو ابوطالب نے کہا کہ تمہیں علی سے کچھ کام ہے۔ فاطمہ والدہ علی نے جواب دیا کہ میری لونڈی نے دیکھا کہ فلاں مقام پر محمدؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ کیا تجھے گوارا ہے کہ محمدؐ کے ساتھ رہکے وہ بالکل برباد ہوجائے۔ ابوطالب نے جواب دیا تم خاموش رہو اور علی سے دست بردار ہوجاؤ واللہ کہ وہ حق کہے۔ اگر عبدالمطلب کے دین چھوڑنے پر میرا نفس نارضامندی ظاہر نکرتا تو میں قطعی مسلمان ہوجاتا۔

ورقہ بن نوفل

اس فاضل کے متعلق ہمارے گزشتہ صفحوں میں بحث ہوچکی ہے۔ یہ مسیحی فاضل حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کا چچا تھا اور اسی نے حضور انور کی رسالت پر تصدیق کی تھی اور بے تابانہ یہہ کہا تھا کہ کاش میں اس زمانہ تک زندہ رہوں کہ جب آپکی قوم آپ پر ظلم کرے گی تو میں ضرور آپ کے سینہ سپر ہوں۔ مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ورقہ تبلیغ رسالت کے بعد ایمان لے آئے تھے اور اس وقت زندہ تھے بس آپ کی اسی قدر سرگزشت ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور انور کے نکاح سے پہلے آپ کی وفات ہوگئی تھی وہ سخت غلطی پر ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق کا قوم قریش کی دوسری شاخ سے تعلق تھا اور آپ اسی حصہ شہر میں رہتے تھے جس میں حضرت بی بی خدیجہ سکونت رکھتی تھیں۔ آپ حضور انور کے پہلے سے دوست تھے اور جب شادی کے بعد حضور پیغمبر خدا بی بی خدیجہ کے پاس آکے رہے تو اور بھی اتحاد بڑھ گیا تھا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق کے ایمان لانے کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں اور یہ عجیب نیک فال تھی کہ یہ خاتون اعظم جو اپنے بزرگ باپ کے اسلام لانے کے بعد پیدا ہوئی ایک دن ام المومنین بنے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق اپنی نرم دلی۔ فیاضی اور دولتمندی میں بہت مشہور تھے۔ آپ اول درجہ کے مہمان نواز بھی تھے اور آپ کے مکان پر اکثر سرداران قریش کا مجمع رہتا تھا آپ کی تجارت خوب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چلتی تھی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمان ہونے کے وقت آپ کے پاس علاوہ سامان کے چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔ آپ کے کلام میں شیرینی اور معاشرت میں سادگی تھی۔ ابن حمدان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ زید بن حارثہ کے مسلمان ہونے کے بعد ایک دن حضرت صدیق راستہ میں حضور انور سے ملے اور عرض کیا اے محمد میں نے سنا ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کی نفی کرتے ہیں اور ہمارے عقلا کو نادان کہتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کی تکفیر کا فتوے دیتے ہیں۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ ای ابا بکر میں رسول خدا ہوں اور خداوند تعالیٰ کے احکام پہنچانے والا ہوں۔ میں تمہیں اس خالق کی پرستش کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور قادر ذوالجلال کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ بات حق ہے۔ اس کے بعد دو ایک آیتیں قرآن مجید کی پڑھ کے سنائیں یہ سنتے ہی حضرت صدیق ایمان لے آئے۔ اور مقصی میں قاسم بن محمد سے نقل کیا ہے کہ حضور انور نے حضرت صدیق کی نسبت یہ فرمایا۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ عندہ کبوۃ و تردد و نظرات الا ابا بکر فانہ لم یتلعثم ای بان یتوقف فی قبول ایمانہ"

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں حضرت صدیق مکارم اخلاق۔ محاسن اعمال۔ پسندیدہ خصائل اور ستودہ صفات میں بہت مشہور و معروف تھے۔ اور مہمانداری کے لوازم اور ضیافت کی شرائط میں تمام مکہ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اسی لئے تمام قریش آپ سے محبت کرتے تھے اور اکثر آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور بڑے بڑے کاموں میں آپ کی صائب رائے لیتے اور اس پر کاربند ہوتے تھے۔ ہر شخص آپ کے ثاقب فکر سے استعانت چاہتا تھا۔ آپ بایں ہمہ فن انساب اور تاریخ میں بھی پوری لیاقت رکھتے تھے آپ کے اسلام لاتے ہی ایک غیر معمولی تحریک صنادید عرب اور اکابر قریش میں پیدا ہو گئی۔ آپ ہی کی کوشش سے بعد ازاں بڑے بڑے قریشی سردار مسلمان ہوئے اور آپ نے اسلام کی وہ خدمت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ میں تمام انسانی بزرگیاں روز ازل سے ودیعت ہوئی تھیں۔ آپ کا فیصلہ نہایت دھیما اور باوقار ہوتا تھا۔ آپ جس وقت باتیں کرتے تھے تو یہ جی چاہتا تھا کہ آپ کی باتیں سنے جائیے آپ کی صورت و شکل پاکیزہ اور شریفانہ تھی۔ تمام مکہ آپ کو آنکھوں پر بٹھاتا تھا اور بڑے بڑے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سردار آپ کی تعظیم کرنا اپنا قومی شعار سمجھتے تھے۔ آپ کا اسلام قبول کرنا تاریخ میں ایک نامور واقعہ شمار ہوتا ہے آپ کے مسلمان ہوتے ہی پانچ آدمیوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ انہیں سب سے پہلے سعد ایمان لائے جو حضرت بی بی آمنہ کے بھتیجے تھے۔ واقدی ہشام اور طبری کے بیان کے مطابق حضرت سعد کا یہ قول ہے کہ جوں ہی میں نے یہ سنا کہ ابوبکر ایمان لے آئے ہیں میرا دل بھی اسلام کی طرف از خود رجوع ہو گیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ ابوبکر جیسا فہیم و عقیل شخص بغیر سمجھے بوجھے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ ان کا ایمان لانا اس بات کی کافی علامت ہے کہ اسلام حق ہے۔ سعد اس وقت سولہ یا سترہ برس کے تھے۔

زبیر بن العوام

ان کے بعد زبیر بن العوام نے اسلام قبول کیا آپ بھی نوجوان تھے اور حضرت بی بی خدیجہ کے بھتیجے اور آپ کے والد خویلد کے پوتے تھے۔ اور آپ حضرت رسالت پناہی کے دادا عبدالمطلب کے نواسے تھے۔ آپ چونسٹھ یا اڑسٹھ برس کی عمر میں ۳۶ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ آپ پہلے گوشت بیچا کرتے تھے اور آپ کے والد غلہ کی تجارت کرتے تھے۔ مگر بعض مورخ کہتے ہیں کہ آپ کپڑے سیا کرتے تھے۔

طلحہ بن عبداللہ

ان کے بعد مشہور و معروف طلحہ ایمان لائے جو بعد ازاں ایک مشہور جنگ آور اسلام میں ثابت ہوئے آپ بھی قوم قریش سے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق کے رشتہ دار تھے۔ آپ جنگ جمل میں شہید ہوئے اسوقت آپ کی عمر ۶۲ یا ۶۴ سال کی تھی۔ آپ کی عمر اسلام قبول کرنے کیوقت ۱۵ یا ۱۶ سال کی تھی۔ واقدی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے صدق و کذب کا وہ خود جواب دہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب طلحہ کاروان کے ساتھ ایک مقام پر پہنچے تو ایک راہب نے دریافت کیا کہ کیا احمد مبعوث ہو گئے طلحہ نے تعجب سے دریافت کیا کہ کون احمد۔ اس نے کہا کہ عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کے پوتے۔ طلحہ نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں۔ راہب بولا کہ یہی مہینہ اُن کے مبعوث ہونے کا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت طلحہ کو تاب نہ رہی آپ فوراً مکہ واپس آئے یہاں آکے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضور انور نے رسول خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور آپ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تبلیغ اسلام شروع کردی ہے حضرت ابوبکر ہی آپ پر ایمان لے آئے ہیں یہ سنتے ہی اسلام قبول کرنے کا جوش آپ کے دل میں اُٹھا آپ حضرت صدیق اکبر کے ساتھ حضرت رسالت پناہی کے حضور میں حاضر ہوئے اور بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ اس روایت پر فاضل مسیحی مورخ سر ولیم میور نے بہت کچھ عقل آرائی کی ہے اور اپنی حسب عادت ان واقعات پر اپنی رائے اور خیال سے بھی کام لیا ہے۔ آپ اپنی کتاب (صفحہ ۱۰۵ جلد ۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے طلحہ نے بت پرستی کی برائی بعض راہبوں سے سُنی ہوگی اس لئے اس نے اسلام قبول کرلیا۔ ہم اس خیال اور رائے سے انکار کرکے اپنے فاضل مسیحی مورخ کو ناراض نہیں کرتے ایسا ہونا اُن کے خیال کے مطابق بیشک ناممکن نہیں ہے مگر جب ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ عیسائیت اسلام کے لئے راستہ صاف کرتی رہی ہے اور اب بھی کر رہی ہے پھر ہمیں اپنے فاضل دوست کی رائے مان لینے سے کوئی انکار نہیں ہے۔ جبتک کوئی شخص عیسائی نہیں ہوتا ہمیں اس کی طرف سے بالکل مایوسی رہتی ہے اور جہاں وہ عیسائی ہوا بس ہمیں امید بندھ جاتی ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور مسلمان ہو جائے گا۔ کاش ایسے راہب عیسائیوں میں اب بھی پیدا ہو جائیں جن کے وعظ و پند کا یہ اثر ہو کہ لوگ مسلمان ہونے لگیں تو پھر ہمیں اس سے زیادہ اور چاہئے کیا۔

دوسرا پہلو سر ولیم میور کو جواب دینے کا یہ ہے کہ جب واقعات ماضیہ ایسے خیالات کی مطلق تائید نہیں کرتے تو فاضل مسیحی مورخ کو ایسے خیالات پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ جب راہب کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ طلحہ کو بت پرستی سے نفرت ہو گئی تو انھیں طبع انسانی کے لحاظ سے اپنے ہی محسن کا مذہب جس نے بت پرستی سے نفرت دلائی تھی قبول کرلینا تھا حالانکہ وہ انھوں نے نہیں کیا۔

چوتھا پہلو یہ ہے کہ آیا علاوہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اور صحابہ کو بھی بت پرستی کی برائی راہبوں ہی نے کی تھی یا یہ خصوصیت طلحہ ہی کو حاصل تھی۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت یوحنا کے وعظوں کا اثر حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر جو غیر معمولی ہوا تھا اور اسی اثر سے متاثر ہو کے آپ آسمانی بادشاہت کی منادی کرنے لگے تھے۔ ہمارا دوست

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فاضل مورخ یہی سمجھتا ہے کہ اسیطرح حضرت ختمی پناہی کے صحابہ پر بھی اور معاذ اللہ خود حضرت رسالت مآب پر بھی اسی قسم کے اثر ہوئے تھے۔ یہ واقعی ہمارے دوست کی خوش فہمی ہے جو وہ ایسی ایسی دور از کار باتیں لکھ کے اپنی قابلیت کو بھی دھبہ لگاتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان

حضرت طلحہ کے بعد حضرت عثمان بن عفان مشرف باسلام ہوئے۔ آپ ہی اسلام کے تیسرے خلیفہ ہیں آپ کی دولتمندی اور سیر چشمی مشہور ہے۔ اگرچہ آپ خاندان بنی امیہ میں سے ہیں۔ لیکن عبد المطلب حضور رسالت پناہی کے دادا کے نواسہ ہیں۔ یعنی ماں کی طرف سے آپ حضور رسالت پناہی کے بہت قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس وقت حضرت عثمان کی عمر جب آپ نے اسلام قبول کیا ہے تیس یا ۳۵ سال کی تھی۔ واقدی نے آپ کے اسلام لانیکے متعلق یہ لکھا ہے کہ ایک دن آپ طلحہ اور زبیر کے ساتھ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیغمبر خدا نے آپ کے آگے اصول اسلام بیان کئے اور چند آیتیں قرآن مجید کی پڑھ کے سنائیں چنانچہ آپ نے فوراً اسلام قبول کیا اور حضور رسالت پناہی کے زمرۂ صحابہ میں داخل ہوئے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شام گیا تھا وہاں سے واپس آتے وقت ایک منزل پر ہم نے قیام کیا۔ میں اپنی جائے قیام پر سو رہا تھا کہ اتنے میں مجھے ایک آواز آئی کہ اے سونے والے اٹھ یقیناً احمد کا ظہور مکہ میں ہو چکا ہے چنانچہ میں آواز سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت عثمان کا ایمان لانا تھا کہ اُن پر شدید مظالم توڑے جانے لگے۔ ان کے چچا الحکم امیہ کے پوتے نے اُن کی مشکیں کس دیں اور کہا "کیا تو نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر نیا مذہب اختیار کر لیا ہے میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جب تک تو جدید دین سے تائب نہ ہو جائیگا میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑنے کا۔ حضرت عثمان غنی نے فرمایا" خدا کی قسم میں اس مذہب کو نہیں چھوڑنے کا" جب الحکم نے دیکھا کہ بھتیجا اپنے عقیدہ میں ایسا مضبوط ہے تو ناچار ہو کے انھوں نے چھوڑ دیا۔ (کتاب الواقدی صفحہ ۱۸۹)

آخر میں حضرت عثمان کی کنیت ابو عبد اللہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ رسول خدا کی صاحبزادی بی بی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رقیہ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا تھا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا اس وجہ سے آپ کو ابو عبداللہ لوگ کہنے لگے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ چھ سال کی عمر میں کسی پرندے نے اس بچہ کی آنکھ کو پھوڑ ڈالا جس سے یہ بچہ بیمار ہوا اور ۴ھ ہجری نبوی میں عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔

خود حضرت عثمان ۳۶ھ ہجری میں ۷۵ یا بیاسی برس کی عمر میں شہید ہوئے۔

عبدالرحمن

حضرت عثمان کے بعد عبدالرحمن ایمان لائے۔ آپ قبیلۂ بنی زہرہ میں سے تھے اور آپ کے والد کا نام عوف تھا۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے اور آپ بھی مثل حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے دولتمند تاجر تھے۔ چونکہ ان سب کا پیشہ ایک تھا اس لئے باہمی موانست آپس میں خوب تھی مگر سب وجیہ۔ عالم اور معاملہ فہم تھے اس لئے خیال نہیں ہو سکتا کہ ناسمجھی سے کوئی بات کی گئی ہو جیسا حضرت مسیح کے معتقد مچھوؤں نے اندھا دھند اپنا فرضی عقیدہ حضرت بے باپ کے پیغمبر مسیح پر ظاہر کر دیا تھا۔

جب حضرت عبدالرحمن مسلمان ہو چکے تو آپ اپنے ساتھ چار اور آدمیوں کو بھی مشرف باسلام کرانے حضور ختمی پناہی کے پاس لے گئے۔ ان میں سے ایک عبیدہ حضور انور کا چچازاد بھائی حارث کا بیٹا۔ ابوسلمہ۔ ابوعبیدہ پسر الجرح۔ عثمان پسر مظعون۔ آخر الذکر کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اس نے مسلمان ہونے سے کچھ عرصہ پہلے شراب چھوڑ دی تھی برکتوں کی شعاعیں پہلے سے نور افگن تھیں نہ صرف عثمان پر بلکہ اس کے کل خاندان پر۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جن بردوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ کی رقمیں دیدیکے چھوڑوایا تھا ان میں سب سے پہلے غلام حضرت بلال ہیں۔ جو ایک حبشی لونڈی کے بطن سے ہیں۔ آپ کی صورت حبشیوں کی سی تھی۔ گھونگر والے بال۔ لمبا قد۔ زبردست ہاتھ پیر۔ سیاہ رنگت اور حبشیوں کے سے خال وخط تھے۔ حضور انور نے اس غلام پر شفقت کی خداوند تعالیٰ کی برکت نازل ہوئی اور پھر یہ غلام بجائے بلال کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہلانے لگا اور آج کروڑوں مسلمان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ کو بہت تعظیم سے یاد کرتے ہیں۔ آپ اسلام میں پہلے مؤذن سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے فدیہ دیکے اس کے ظالم آقا سے بلال کو رہائی دلوائی تھی اور اپنے گلہ چرانے کے لئے رکھ لیا تھا۔

عبداللہ ابن مسعود

آپ حضرت ابوبکر صدیق کی بیوی کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور حضرت عائشہ کی والدہ کے غلام تھے۔ آپ کا قد چھوٹا تھا۔ لیکن آپ وجاہت میں زیادہ بھاری بھرکم تھے۔ آپ اکثر اوقات مدینہ منورہ میں حضور انور کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ آپ مثل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ تیم میں سے تھے۔ آپ اس قدر گھنگھنے تھے کہ بعض نے آپکو بونا لکھا ہے۔ آن کے بعد اور بہت سے غلام شرف باسلام ہوئے۔ اسپرنگر ایک یورپی مورخ لکھتا ہے کہ مکہ کے غلاموں میں مسلمان ہونے کا اس قدر جوش پھیلا کہ ناچار عبداللہ ابن جدعان نے جس کے پاس سو غلام تھے مکہ سے دور کے فاصلہ پر کل غلام روانہ کر دیئے مبادا یہ سب مسلمان نہو جائیں سنا ہے کہ ان غلاموں نے کوشش کی کہ ہم مسلمان ہو جائیں اور اس کوشش میں دو غلام بھی شہید ہو گئے۔ مگر تحقیقی سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ کون کون غلام شہید ہوا تھا۔

بیس آدمی سب سے پہلے شرف باسلام ہوئے مگر کتاب الواقدی میں ان کی تعداد تینتیس بیان کی گئی ہے یعنی واقدی نے ۱۳ اور زیادہ کئے ہیں ان تیرہ میں نوجوان سعد تھا جس کی ستر برس سے زیادہ عمر میں ۵۱ھ ہجری میں وفات ہو گئی۔ سعد کی بیوی فاطمہ اور اس کا بھائی زید بن خطاب یہ لوگ بھی ابتدائی مسلمانوں میں تھے۔ ان نئے مسلموں میں ابوحذیفہ پسر عتبہ کا شمار بھی کیا جاتا ہے جو ابوسفیان کا خسر تھا۔ پھر ارقم مسلمان ہوا جس نے ایک نامور حصہ اسلام کی تاریخ میں لیا۔

ان کے علاوہ ان اصحاب کے بال بچے بھی ایمان لے آئے جس سے مسلمانوں کی ایک معقول تعداد ہو گئی۔ جس کی فہرست ابن ہشام نے اپنی تاریخ (صفحہ ۶۸) میں دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ فاطمہ زوجہ سعد۔ اسمہ اور عائشہ حضرت صدیق کی صاحبزادیاں۔ اسمہ زوجہ عیاش ابن ربیعہ۔ اسمہ زوجہ حضرت جعفر طیار۔ فاطمہ زوجہ حاتب۔ رملہ زوجہ مطلب ابن ازہر۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آمنہ زوجہ خالد۔ ان کے علاوہ اور بھی خواتین نے اسلام قبول کیا مگر اُن کا نام ابن ہشام سے رہ گیا ہے۔

اُس زمانہ میں عورتیں بہت آزاد تھیں اور وہ مردوں کے ساتھ عامّہ کاموں میں حصّہ لیتی تھیں اُن کا قبول اسلام کچھ اُن کے شوہروں اور بھائیوں کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بطور خود سمجھ کے اور خیال کر کے مسلمان ہوئی تھیں۔ یہ اسلام کی صداقت تھی کہ جسوقت پھیلنے پر آیا دھوپ کی طرح بڑھتا چلا گیا اور اب بھی اسکی رفتار اسی طرح تیزی کے ساتھ چلی جاتی ہے۔

یہ بات ضرور دیکھنے کی ہے کہ سب سے پہلے گھر والے پھر سرداران قریش اور پھر وجیہ ناجر اور بڑی بڑی خواتین ایمان لائیں کسی نبی کو یہ دن نصیب نہیں ہوا۔ دیکھنے اور پڑھنے سے تو یہ بات محض ایک معمولی معلوم ہوگی لیکن غور کرنے سے ایک حیرت انگیز منظر آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ ہم نے تو ایسا تعجب خیز واقعہ دنیا کی تاریخ میں بھی نہیں دیکھا کہ ایک شخص دعوے کرے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھپر جبرئیل فرشتہ کی معرفت قرآن نازل ہوتا ہے تم میری اطاعت کرو۔ یہ الفاظ ایسے تحکمانہ ہیں کہ شاید ناواقف تو جھجک بھی جائے اور گردن جھکادے مگر وہ بزرگ رشتہ دار جن کے سامنے آپ پیدا ہوئے اور جن کی آنکھوں کے آگے آپ نے پرورش پائی۔ بچپن کا سارا زمانہ اُن کی گودیوں میں کاٹا۔ ان کے سامنے بکریاں چرائیں اور دودھ دھویا پھر کیوں اس لئے وہی بزرگ دست بستہ حاضر ہوئے اور اپنے بچّہ کے اتنے بڑے دعوے کی صداقت کی۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ نبی اپنے شہر میں نبی نہیں کہلایا جاسکتا قانون زمانہ کے مطابق تو صحیح ہے کہ اپنے شہر میں کچھ عزت نہیں ہوتی۔ ہندی مثل ہے "گھر کی مرغی دال برابر" کوئی شخص ایسے شخص کی زیادہ وقعت نہیں کرتا جسکو وہ شب و روز اپنے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور رہتے دیکھتا ہو۔ اردو کے بعض شعرانے بھی یہی مضمون باندھا ہے۔

اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک ۔۔۔ لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کے

بلاشبہہ حضرت مسیح بے باپ کے فرزند کے اس قول کی تصدیق کرنی پڑتی ہے کہ وطن میں کبھی کسی کی عزت نہیں ہوتی ایمان لانا یا معتقد ہونا یا اپنا تن من دھن حوالہ کر دینا یہ تو بات ہی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسری ہی اس کا ذکر کسی تاریخ میں آجتک نہیں دیکہا۔

اور پیغمبروں کو جانے دو حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کو لو ان کے معتقدوں کی کیا حالت تھی اور اُن بیچاروں پر اپنے معتقدوں کی وجہ سے کیا کیا مصائب ٹوٹتے تھے۔ حضرت مسیح کا تو اُن کی زندگی میں ایک شخص نے بہی یقین نہیں کیا تھا۔ کل ذلیل اور شریف یا چھوٹے بڑے شاگرد اپنے نبی کو ستاتے اور شب و روز پریشان رکھتے تھے اور ایسے ایسے الحادی۔ خشک اور ماندہ سوالات کرتے تھے کہ حضرت مسیح سخت غصہ ہو ہو کے آخر گالیاں دینے لگتے تھے مثلاً جیسا انھوں نے اکثر اپنا غیظ و غضب اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو تم اس پہاڑ سے کہتے اپنی جگہہ سے سرک جا وہ سرک جاتا۔ اگر تم ایماندار ہو تو سانپوں کو ہاتھ میں لینے کے بعد بھی وہ تمھیں نہ کاٹ سکیں گے۔ کہیں حضرت مسیح نے خفا ہو کے اپنے نیک ہونے سے بھی انکار کیا ہے جہاں ایک شاگرد کو دھتکارا ہے کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ یہ ساری باتیں سخت مایوسی پر دلالت کرتی ہیں جب انسان زیادہ مایوس ہو جاتا ہے تو وہ جل جل کے اپنی سب باتوں سے انکار کر دیتا ہے۔

جو پیغمبر اولوالعزم کہلاتے ہیں اگر ان کے مریدوں کی حالت دیکہی جائے تو سخت تعجب ہوتا ہے۔ کبہی ماننے والوں نے اُن کی جیسی کہ چاہئے تعظیم نہیں کی۔ نہ اُن کی باتوں کو کان لگا کے سنا۔ گوسالہ پرستی کی جگر خراش داستانیں حضرت موسےٰ کے زمانہ کی اب تک کانوں میں گونج رہی ہیں۔ کہ حضرت موسےٰ کی چند روزہ غیر موجودگی نے اُن کی کیا نوبت کر دی تہی۔ خیر حضرت موسےٰ کے قصے تو بہت پرانے ہو گئے اور اُن کے ماننے والے ایسے صفحہ ہستی سے مٹے کہ اب اُن کا دھندلا سایہ رہگیا ہے (مراد یہودیوں سے ہے) یہی وجہ ہے کہ اُن کے حالات کو فروغ دینے والا اب کوئی نہیں ہے ہاں قرآن مجید اور تورات میں اُن کے قصے موجود ہیں لیکن یہ قصے ایمان کی بنیاد نہیں قرار دیئے گئے ہیں بلکہ قرآن مجید میں تو محض مسلمانوں کی عبرت کے لئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب رہے حضرت مسیح یا بے باپ کے فرزند جن کا اوپر ذکر ہوا ہی بہت کچہہ معروف و مشہور نبی ہیں اور دو ہزار برس سے اُن کی ایک سی فرضی پرستش چلی آتی ہے۔

نصارےٰ کو ابتدا سے سکھا دیا گیا ہے کہ صرف یسوع کہدینا نصرانیت کے لئے کافی ہے اور اسی سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابدی نجات حاصل ہے۔ چنانچہ تمام مسیحی دنیا میں ابتدا ہی سے یہی کیفیت ہے۔ نہ حضرت مسیح کے اقوال اور ہدایتوں کو کسی نے سنا اور نہ کسی صدی میں کسی زمانہ میں ایک یسوع کے نام لینے والے نے اس پر عمل کیا۔ زندگی میں اس بے باپ کے فرزند کی کچھہ نہ چلی آسمان پر رخصت ہونے کے بعد بھی اس بے باپ کے فرزند کی اصلی توقیر میں کچھہ زیادتی نہیں ہوئی کسی شخص کی اصلی تعظیم یہ ہے کہ اس کے احکام مانے جائیں اور اس کی ہدایتوں پر عملدرآمد کیا جائے اور جب کسی ایک حکم کو بھی کبھی نہ مانا جائے پھر بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ اسکی اصلی تعظیم ہو رہی ہے یا فرضی۔

دنیا میں عیسائی مذہب کی طرح ایسا کوئی مذہب بھی نہوگا جو اندر سے خالی خولی ہو یا مثل سراب کے دور سے چمکتا ہو کہ جب قریب جاکے دیکھا تو دہوکا ہی کہایا۔ ہمارے خیال میں کوئی فاضل عیسائی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ ایک شخص دو ہزار برس میں ایسا گزرا ہو جس نے حضرت مسیح کی ہدایات پر عمل کیا ہو کل پر نہ سہی ¼ یا ⅛ حصہ ہی پر۔ جب حضرت مسیح کی توقیر کی یہ کیفیت ہے تو سمجھہ میں آسکتا ہے کہ اس مذہب سے زیادہ کوئی ہوائی اور فرضی مذہب ایسا نہوگا جس کے بانی کا اعزاز سچے دل سے کسی نے نہ کیا ہو۔ اسکے مقابلہ میں فخر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھا جائے کہ جو لوگ پہلے مسلمان ہوئے تھے وہ سب ادنےٰ درجہ کے نہ تھے۔ سوائے چند غلاموں کے باقی کل سردار ان قریش تھے اور مکہ میں ان کو وجیہ مانا جاتا تھا۔ دولتمند بھی تھے تجارت بھی کرتے تھے۔ عالم اور صائب رائے بھی تھے اور سب سے زیادہ یہ کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں میں تھے جس کا بار بار ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ بات کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی اور یہ ساری بزرگیاں قدرت نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازل سے جمع کر رکھی تھیں۔ یقیناً آپ کے یہی شایاں ہے۔" بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود	السلام ای تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود
السلام اے آنکہ تا از جبہۂ آدم نتافت	نور پاکش کس نبرد از قدسیاں او را سجود
السلام اے آنکہ رنگ ظلمت کفر و نفاق	صیقل تیغ تو از آئینۂ گیتی زدود
السلام اے آنکہ نامد در ہمہ کون و مکان	تیز بینان را بجز نور تو در چشم شہود
السلام اے آنکہ بہر فرش راہت یافت دہر	اطلسی را کش ز شب کردند تار از زور بود

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

السلام اے آنکہ ابواب شفاعت روز حشر
جز کلید لطف تو بر خلق نتواند کشود

السلام اے آنکہ تا بودم درین محنت سرائے
در سرم سودائے و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت میفرستم ہر دم ای فخر کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام
بر دست این بار با پشت دوتا آوردہ ام

چشم رحمت بر کشا موی سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

آن نمیگویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو براہ آوردہ ام

عجز و بیخویشی و درویشی و دلریشی و درد
این ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام

دیو رہ زن در کمین نفس و ہوا اعدائے دین
زین ہمہ با سایہ لطف پناہ آوردہ ام

گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام

بستہ ام بر یکدگر نخلے ز خارستان طبع
سوئے فردوس برین مشتی گیاہ آوردہ ام

دولتم این بس کہ بعد از محنت رنج و دراز
بر حریم آستانت می نہم روئے نیاز

یا رسول اللہ نمیگویم کہ مہمان توام
یا فقیر طعمہ جوئے از ریزہ خوان توام

بر لب افتادہ زبان گر کین سگ ام تشنہ جان
آرزومند نمی از بحر احسان توام

گر ندارم افسر شاہی بسر این بسکہ ہست
گردن تسلیم زیر طوق فرمان توام

مسند عزت نہم بر صدر ایوان قبول
گر نیاید سنگ رو از دست دربان توام

شد گلستان از خوی رخسار تو خاک حجاز
من ببوئے گشتہ خرسند از گلستان توام

وارہان از گفت و گوئے زاغ طبعانم کہ من
عندلیب مدح گو مرغ ثنا خوان توام

دفتریست دارم سیاہ از معصیت بیچارہ من
گر شفاعت نامہ ناید ز دیوان توام

چون بود عز شفاعت را حمائے بس تیغ
آل و اصحاب ترا پیش تو می آرم شفیع

حق آنانی کہ عمری در ہوایت بودہ اند
وین زمان در ساحت قرب تو خوش آسودہ اند

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حق آنانے کہ راہی را کہ خود پیمودہ
پائی از سر ساختہ ایشاں پیمودہ اند

حق آنانے کہ از راہ ضلالت خلق را
جز بصورت شارع شرع تورہ ننمودہ اند

کز گدائے بے نوا جامی عنایت وا نگیر
کشت عنان دل ز کف نفس و ہوا بربودہ اند

از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز
بر دل و جانش کہ از بوث گناہ آلودہ اند

کحل بینایش دہ زین درکہ عمری زین ہوس
مردمان چشم او خون جگر پالودہ اند

کن قبول او را طفیل آنکساں کز جست و جوئے
ہم تن و ہم جاں براہت سودہ و آسودہ اند

باشد از یمن قبولت فارغ از خلد و جحیم
بر صراط سنت و شرع تو ماند مستقیم

پہلی جلد ختم ہو گئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول

یعنی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح عمری

دوسری جلد

مرتبہ میرزا حیرت مترجم قرآن مجید و مصنف

مقدمہ تفسیر الفرقان وغیرہ وغیرہ

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۴ء مطابق ۱۲ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۱ ہجری

مطبوعہ کرزن پریس دہلی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول

یعنی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح عمری

دوسری جلد

پہلا باب

مخالفت کی آگ

جب اسلام کی اشاعۃ شروع ہوئی اور لوگ جوق جوق اسلام قبول کرنے لگے تو مشرکین مکہ چونکے کہ اُن کے دستی خداؤں کی بے حرمتی کا زمانہ شروع ہو گیا اور اُن کا آبائی مذہب تنزل پذیر ہونے لگا اس خیال سے اُن کے دل میں مسلمانوں اور جدید مذہب کی طرف سے سخت غصہ پیدا ہوا اور آپ وہ دستی خداؤں کی حفاظت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے بجائے اِس کے کہ اُن کے آبائی معبود اُن کی حفاظت کرتے خود اُنھیں اُن کی حفاظت کرنی پڑی اور چونکہ اُن کی قوۃ زیادہ تھی اس لئے اُنھوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ نومسلموں کی جماعۃ کو کچل ڈالیں اور اُن پر اس قدر سختیاں توڑیں کہ پھر دوسروں کو مسلمان بننے کی ہمت نہ پڑے۔ مخالفت کی ایک آگ تھی جو اس کونہ سے اُس کونہ تک بھڑک اُٹھی اور کل مشرک مرد و زن اِن مٹھی بھر مسلمانوں کو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ یہ وقت واقعی بہت سخت آزمایش کا تھا اور اس وقت خداوند تعالیٰ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ حق کو تمام دنیا کی مشتملہ قوۃ بھی نہیں روک سکتی اور جس امر کا تقدیر الٰہی روز ازل سے فیصلہ کر چکی ہو وہ ہو کے رہتا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زمانہ نبوۃ کو تین چار سال گزر چکے تھے اور ابھی تک علانیہ تلقین دین اسلام نہ کی گئی تھی۔ مگر اب وہ وقت نہیں رہا تھا۔ اس بات کا موقع آگیا تھا کہ آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت دلیری سے عام لوگوں کے سامنے احکام خدا لیکے پیش ہوں اور انھیں اُن کے فاسد عقائد پر تنبیہ کر کے راہ مستقیم کی طرف توجہ دلائیں۔

ابھی تک جو کچھ حضور انور نے کیا تھا بالکل خفیہ تھا اور ابھی تک جس قدر مسلمان ہوئے تھے نہایت خاموشی سے مسلمان ہوئے تھے مگر جب تلقین مذہب کا فوارہ نبوت کے قلب سے اُچھلنے لگا تو آسمان سے روح القدس کے ذریعہ سے یہ ندا آئی "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین"۔ اس آسمانی آواز کی گرج کرۂ باد میں بھر گئی۔ نبوۃ کی صبح صادق کا نور مبارک حجرہ سے طلوع ہوا۔ اور حضور انور بڑی سرگرمی سے تن تنہا خداوند تعالیٰ کے سرکش بندوں کے سامنے پیش ہوئے جو ایک برگزیدہ خدا کے نیک کاموں پر دانت پیس رہے تھے اور اُن کی تاریک آنکھوں میں دین حق کی مخالفت کے لال لال ڈورے چمک رہے تھے۔

اس کے بعد اور ایک آسمانی آواز آئی اور وہ یہ تھی "واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین"۔ یہ آواز قلب نبوۃ پر محیط ہو گئی اور حضرت خاتم الانبیاء وسید اصفیا کوہ صفا پر تشریف لیگئے۔ غول کے غول حضرت ختمی پناہی کے ہمرکاب تھے اور حضور کو دیکھ کے یہ الفاظ کہتے جاتے تھے "عبد المطلب کے خاندان کا ایک شخص جاتا ہے تاکہ خدا کی باتیں لوگوں کو سنائے" جب کل لوگ جمع ہو گئے تو حضرت رسالت پناہی نے یہ فرمایا اے معشر قریش قوم اگر میں تمہیں اس امر کی خبر دوں کہ ایک لشکر اس عقبہ کے پیچھے تاک لگائے ہوئے کھڑا ہے اور یہ خبر میں تمہیں تاخت کرنا چاہتا ہے کیا تم اس خبر میں میری تصدیق کرو گے اور مجھے جھوٹا تو نہ سمجھو گے قریش نے جواب دیا کہ تم جھوٹے نہیں ہو اور آج تک جھوٹ کی تہمت تم پر نہیں لگائی گئی سوائے راستی اور صدق کے ہمنے آپ سے کوئی بات مشاہدہ نہیں کی یہ سنکے حبیب ملک منان اور رحمت عالمیان نے فرمایا کہ میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اس پر ابولہب آپ کے چچا اور عبد المطلب کے بیٹے نے یہ جواب دیا "تبا لک سائر الیوم ھذا جمعتنا" روایت ہے کہ سورۂ "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی۔ جس میں ابولہب کی سخت کلامی کا جواب ہے۔ اور جس کا مضمون یہ ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ (خود بھی)
ہلاک ہو جائے نہ اُس کا مال اُس کے کام آئے گا اور نہ اُس
کے اعمال عنقریب وہ شعلہ دار آگ میں پڑے گا اور اُسکی
عورت (بھی) جو لکڑیوں کی اُٹھانے والی ہو اُسکی گردن
میں چھوارے کی چھال کی رسّی ہو گی۔

بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت مقدس نبوی کوہ صفا پر تشریف لیگئے اور آل قریش جمع ہو گئے تو آپ نے روئے مبارک لوگوں کی طرف کر کے یہ فرمایا۔

ھل عرفتمونی بالکذب فیکم قالوا لا قال فاعلموا ان اللہ
بعثنی الیکم رسولاً و قرأ علیھم یا ایھا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

یعنی کیا تم نے مجھے اپنے درمیان میں جھوٹ بولنے کے ساتھ (موصوف)
جانا ہے۔ بولے کہ نہیں آپ نے فرمایا تو یقین کرو کہ بے شک اللہ نے مجھے
تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور آپ نے اُن کے سامنے یہہ آیت
پڑھی کہ اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں

اس پر ابولہب نے یہ کہا کہ میرے بھائی کا بیٹا (معاذ اللہ) دیوانہ ہو گیا ہے تم لوگ اسکی بات نہ سنو۔ یہ سنتے ہی لوگ متفرّق ہو گئے اس پر سورہ تبت یداہ ابی لہب نازل ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ لوگ حضرت ابو طالب سے کہتے جاتے تھے آپ نے اپنے بھتیجے کی کارروائی دیکھ لی وہ سب پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور سب کی بزرگی لینا چاہتا ہے اور یہ عبدالمطلب کے بیٹے کا فرزند ہے کہ آسمان کی خبر دیتا ہے اور عالم بالا کے مقیم اس کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ بس گویا اسی پُر جوش وعظ سے جس میں اصنام قریش کو بے حقیقت اور لاشے محض ثابت کیا گیا تھا مخالفت بلکہ تلخ تر دشمنی کی ابتدا ہوئی۔ کوہ صفا سے گویا علانیہ تبلیغ کا آغاز ہوا اور اسی مقدس پہاڑ سے اسلام کی عمارت کی بنیاد پڑ گئی۔ اسلام میں پہاڑ کی سی صلابت کا ہونا قدرۃً لازمی قرار پایا اور کل چشمے اسی کوہ صفا سے آئندہ نکلے جنہوں نے مشرق و مغرب سبکو سیراب کر دیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ ایک بار کوہ صفا پر ظاہر ہو چکے اور کلمہ حق قریش کے آگے بیان فرما دیا تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ اپنے ہموطنوں اور رشتہ داروں کی مخالفت سے چپکے ہو بیٹھتے۔ حق کا نور چمک چکا تھا اور توحید کی بت پرستی کی آگ بائے تخت مکہ میں لگ چکی تھی اب اسکا بجھنا محال عقل تھا۔

آپ بازاروں میں علی الاعلان یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر فلاح چاہتے ہو تو پڑھو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپکو اپنے مخالفین کی کچھ پروانہ تھی اور آپ کی غیر معمولی آمادگی سے یہ پایا جاتا تھا کہ حضور انور ہی کی ذات سے ایک دن زمانہ ادھر سے اُدھر پھر جائے گا۔

ابتدائی مخالفت تو ابولہب اور عقبہ بن معیط سے ہوئی سب سے پہلے یہی حضور انور کے تلخ تر دشمن بن گئے اور ایسے دشمن بنے کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کے حضور کے پیچھے ہو لئے۔ ان کے دل میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی۔ اپنے بتوں کی عزت ریزی کے خیال نے جہاں اُن کی آنکھوں میں تیرہ و تار کر دیا۔ یہ دونوں شرارت پیشہ اشخاص نہ صرف زبانی مخالفت کرتے تھے بلکہ ہاتھ پیروں سے بھی انہیں عذر نہ تھا۔ غلاظت۔ اونٹ کی اوجھڑیاں اور کانٹے حضور پر پھینکتے تھے مگر انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس خس و خاشاک سے تبلیغ اسلام کا دریا نہیں رک سکتا۔ جب یہ اشرار رسالت پناہی کو بہت دق کرتے تھے تو بیساختہ اس شہنشاہ بحر و بر اور خیر الانام کی زبان مبارک سے محض بتقاضائے انسانیت اور ہمدردی یہ کلمے نکل جاتے تھے "اے بنی عبد مناف یہی ہمسائیگی ہے جو تم میرے ساتھ برت رہے ہو"

طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے رسول اللہ کو سوق ذی المجاز میں دیکھا کہ آپ بلند آواز سے یہ فرما رہے تھے کہ لوگو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تاکہ تمھاری فلاح ہو یہ سنکے ایک شخص آپ کے پیچھے لپکا اور ایک پتھر حضور انور کی پیٹھ پر مار کے کہا "کہ اس کذاب کی باتوں کو ہرگز نہ سننا" (معاذ اللہ) میں نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے جو لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا ہے جواب ملا محمد بن عبداللہ ہے پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے جو اسے پتھر مار رہا ہے کہا اس کا چچا عبدالعزیز یعنی ابولہب ہے۔

اَقَارِبُ کَالْعَقَارِبِ فِی الْاِیْذَاءِ ۔۔۔ فَلَا تَفْرَحْ بِعَمٍّ وَّبِخَالٍ

عزیز لوگ تکلیف دینے میں مثل بچھوؤں کے ہیں ۔۔۔ پس تو چچا یا ماموں پر مست اترا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فَكَمْ عَمٍّ يَكُوْنُ الْعَمُّ مِنْهُ وَكَمْ خَالٍ عَنِ الْاِحْسَانِ خَالِ

اسلئے کہ بہت سے چچا ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے رنج پہنچتا ہے اور بہت سے ماموں ایسے ہوتے ہیں جو احسان سے خالی ہیں

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی اچھے اچھے جری آدمیوں کا کلیجہ پانی ہو جاتا ہے۔ ابھی مخالفت کا آغاز ہی تھا جس میں راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ پتھر اور گالیاں کھانی اس شخص کے دل پر زیادہ اثر کرتی ہیں جو سچا ہو اور محض مخلوق کی بھلائی کا خیال رکھتا ہو۔

مسلمانوں اور مشرکین مکہ کی لڑائی

قریش نہ صرف حضور انور ہی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں پر بھی دانت پیس رہے تھے اور سب نے ارادہ کر لیا تھا کہ جہاں مسلمان کو پاؤ مارو۔ ایک دن سعد چند مسلمانوں کے ساتھ مکہ کی ایک قریب پہاڑی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ چند ہمسایہ قریشوں کا وہاں گزر ہوا۔ مشرک دیکھتے ہی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے خوب مشت مشت ہوتی رہی اور لکڑی چلتی رہی یہاں تک کہ سعد نے اونٹ کی ہڈی سے ایک مشرک قریش کا سر پھوڑ ڈالا۔ آخر مخالف بھاگ گئے اور مسلمان اپنے گھر چلے آئے۔ اس روایت کو ابن ہشام نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۷۰ میں اور طبری نے صفحہ ۱۱۴۱ میں تحریر کیا ہے مگر واقدی خاموش ہے۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ سعد کون سا شخص ہے آیا سعد ابن ابی وقاص فاتح میدان قادسیہ ہے یا کوئی اور سعد ہے۔ کیونکہ فاتح قادسیہ تو بعد میں مسلمان ہوا تھا غالباً یہ کوئی اور سعد ہے جس کا نام و پتہ درج نہیں کیا گیا۔ اور اگر درج کیا گیا ہے تو اس کے باپ کے نام لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ واقدی نے سرے سے یہ روایت ہی بیان نہیں کی جس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکل سکتا کہ واقدی کے بیان نہ کرنے سے اس روایت کو غیر معتبر ٹھیرایا جائے بلکہ یہ بات ضرور ہے کہ ابن ہشام اور طبری سے نام میں ضرور غلطی ہوئی ہے۔

ارقم کا گھر

حج بیت اللہ کا زمانہ قریب آگیا اور ہزاروں عرب جوق جوق مکہ معظمہ میں آنے لگے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سخت بے چینی ہوئی کہ سر راہ کوئی مکان ایسی حفاظت کا مل جائے کہ وعظ بھی اچھی طرح ہو سکے اور لوگ مسلمان بھی اس سے ہوں۔ آپ نے اکثر لوگوں سے کہا کہ مجھے کوئی جگہ ایسی قدم ٹکانے کو دیدی جائے جہاں میں دعوۃ اسلام کروں مگر کوئی نہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سنتا تھا بلکہ الٹا مخالفت کرتے تھے آخر صفا کی بلندی پر ارقم[1] کے مکان میں حضور اللہ نے قیام فرمایا جو حضور کے مکان کے جانب جنوب اور کعبہ کے مشرق میں واقع تھا۔ اس لئے جو حج کرنے والے

[1] اس کی نسبت واقدی یہ لکھتا ہے۔ وکانت دار بمکۃ علی الصفا وھی الدار التی کان النبی فیھا فی اول الاسلام وفیھا دعا الناس الی الاسلام واسلم فیھا قوم کثیر۔ یعنی ارقم کا گھر (جو صفا پر (واقع) تھا یہی وہ گھر تھا (جہاں) حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آغاز اسلام میں قیام کیا تھا یہاں آپ نے دعوت اسلام فرمائی اور ایک گروہ کثیر لوگوں کا مسلمان ہوا تھا۔ (صفحہ ۴۲۶) پھر واقدی لکھتا ہے "ودعیت دار الارقم دار الاسلام والتصدیق بھا الارقم علی ولدہ فقرات نسخہ صدقہ الارقم بن ابی الارقم بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما قضی الارقم فی ربعہ ما جاز الصفا فما حرمہ بمکانھا من الحرام لا تباع ولا تورث"۔ یعنی ارقم کا گھر اسلام کا گھر مشہور ہو گیا تھا۔ اور ارقم نے اس گھر کو خدا کے نام پر وقف کر دیا تھا اور اپنے بچوں کے لئے اس کو مصدق بنا گیا تھا۔ (خود واقدی نے بچشم خود اس دستاویز کو دیکھا ہے جو ارقم نے اس کے گھر کے وقف ہونے کی نسبت لکھی تھی چنانچہ وہ دستاویز یہ ہے) اللہ رحمن اور رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ میرا یہ گھر جو صفا پر واقع ہے اسلام کے نیک کام کے لئے میں نے وقف کیا نہ یہ بیچا جائے گا اور نہ وراثت میں تقسیم ہوگا۔ اسپر ہشام ابن العاص کی شہادت ہے۔

مگر اسپر بھی ارقم کی اولاد ابو جعفر کی خلافت تک اسپر قابض رہی کبھی کرایہ لیتی رہی اور کبھی خود رہی جب حسن کے پوتے محمد نے مدینہ میں بغاوت کی تو عبید اللہ ارقم کے بڑے پوتے نے اس کی طرفداری میں تلوار اٹھائی لڑائی ہونے کے بعد محمد کو شکست ملی اور ابو جعفر نے اسکو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ایک خط عبد اللہ کو بھیجا جسکی عمر اس وقت اسی برس سے تجاوز کر گئی تھی جس کا یہ مضمون تھا کہ اگر تو ارقم کا گھر میرے ہاتھ فروخت کر ڈالیگا تو میں تیرا قصور معاف کر دوں گا۔ عبد اللہ نے انکار کیا اور جواب لکھا کہ یہ گھر وقف ہے اس لئے وقف شدہ چیز فروخت نہیں ہو سکتی۔ خلیفہ ابو جعفر نے اس کا جواب الجواب لکھا اخیر لڑائی قتال کے بعد عبد اللہ نے اپنا حصہ سترہ ہزار دینار کو فروخت کر ڈالا اسی طرح اس کی دیکھا دیکھی اور حصہ داروں اور وارثوں نے اپنے اپنے حصے ابو جعفر خلیفہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالے (بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۸)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صفا اور مروہ میں جاتے تھے وہ ضرور اس مکان کے سامنے ہو کے گزرتے تھے اور انھیں حضور انور کی زبان مبارک سے خداوند تعالیٰ کے مقدس الفاظ سننے کا موقع ملتا تھا۔ قرآن مجید کی آیتیں حضور انور سر آنے والے کو پڑھ کے سناتے تھے اور پھر اصول اسلام کی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد جب وہ مسلمان ہو جاتا تھا تو خاموشی سے اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

قبیلہ خطاب کے چار شخص جن میں حضرت فاروق اعظم[۵] بھی تھے سب سے پہلے اس مقام محمود میں مسلمان ہوئے موسےٰ ابن عمر ہاشم کے پڑپوتے کے مسلمان ہونے کی روایت بہت دلچسپ ہے اور اس واقعہ نے کچھ عرصہ تک اسلام قبول کرنے والوں کی راہ میں مزاحمت پیدا کر دی تھی۔ اس نو مسلم کی بیوی عبید اللہ کی بہن تھی۔ جب یہ شخص یعنی موسےٰ ابن عمر مسلمان ہو گیا تو اپنے خاندان کے

[۵] فاروق اعظم کے مسلمان ہونے کی کیفیت قرآن مجید کے ایک حیرت انگیز معجزہ کی شہادت دیتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں ایک خاص زندہ معجزہ ہے جسکی نظیر اور الہامی کتب میں نہیں ملتی کیونکہ اور الہامی کتب کے مقابلہ میں صرف قرآن مجید ہی ایک آسمانی کتاب ہے جو اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ میرے الفاظ بھی خدا ہی کی طرف سے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) اس کل مقدس مکان کو خرید کر ابو جعفر نے اپنی حرم یعنی موسےٰ اور ہارون کی ماں کو یہ مکان بخش دیا جس نے اس مکان کو بڑی وسعت دی۔ اور آخر میں یہ مکان اسی حرم کے نام سے مشہور ہو گیا حضور انور نے اس مکان کا انتخاب محض اس لئے کیا تھا کہ کچھ تو قریشوں کی آزار رسانی سے نجات ملتی تھی اور کچھ تنہائی اور موقع اس قسم کا تھا کہ نہ زیادہ مجمع ہو سکتا تھا اور نہ مخالف اپنے جور و تعدی کا ہاتھ وہاں تک پہنچا سکتے تھے اور سب سے زیادہ یہ کہ دعوت اسلام بہت سہولت سے ہوتی تھی۔ علاوہ اور لوگوں کے جو یہاں آکے مسلمان ہوئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنھوں نے اسی مکان میں شرف اسلام حاصل کیا۔ تبلیغ رسالت کا چھٹا سال ختم ہو چکا تھا جب آپ شرف باسلام ہوئے ہیں۔ چالیس مسلمان مرد اس مکان میں رہتے تھے اور ان کا باہر نکلنا اور پھرنا بند تھا مگر جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو آپ جرأت اور شجاعت سے خود بھی باہر نکلے اور انھیں بھی نکال لائے اور اب مسلمان اس تاریخ سے مکہ کی شاہراہوں میں علانیہ پھرنے لگے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خوف سے اس نے کچھ عرصہ تک اپنا جدید مذہب ظاہر نہیں کیا کیونکہ اس کی ماں اور اس کے کل دور و نزدیک کے رشتہ دار حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف تھے۔ اس بیچارہ نے ہر چند اپنے مذہب کو چھپایا لیکن آخر یہ بات کب چھپ سکتی ہے۔

نہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا

جب اسکی ماں اور کل رشتہ داروں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص مسلمان ہوگیا ہے تو انھوں نے اُسے پکڑ لیا اور اُسپر سختیاں توڑنی شروع کیں مگر اسلام کی محبت کی آگ دل میں بھڑک چکی تھی وہ کبھی ان سختیوں اور جسمانی تکالیف کے عرق سے بجھنے والی نہ تھی "آتش عشق تیز تر گردد" کا مضمون تھا۔ آخر بہزار مشکل کسی ترکیب سے ستم رسیدہ موسےٰ نے اپنی جان بچائی اور ان مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر گیا جو حبشہ چلے گئے تھے۔ جب یہ نیک دل حبشہ سے واپس آیا تو حضور انور نے اپنی نبوۃ کے اخیر زمانہ میں اسکو اور صحابہ کے ساتھ نومسلموں کی تعلیم و تلقین کے لئے مدینہ میں مقرر کر دیا تھا۔ جب یہ ایک جماعت واعظین کے ساتھ مکہ معظمہ آیا اور اس کی ماں کو خبر ہوئی تو اُس نے کہلا کے بھیجا "آہ میرے نافرمانبردار فرزند تو ایسے شہر میں داخل ہو جہاں تیری ماں رہتی ہو اور پھر تو اس سے پہلے ملنے نہ آئے"۔ اس دلدادہ اور سچے عاشق رسولؐ نے یہ جواب دیا "میری ماں سے کہدو کہ میں رسول مقبول کے گھر کے سوا اور کسی گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا" اس کے بعد حضور انور کی اجازت سے وہ اپنی ماں سے ملنے آیا جس نے اس کی طرف خطاب کر کے کہا "اے بیٹا تجھے کیا ہو گیا تو نے یہ حالت اپنی کیوں بنالی ہے"۔ بیٹے نے جواب دیا "میں خدا کے برحق نبی اور سچے اسلام کے رستہ چلتا ہوں"۔ ماں نے آہ سرد بھر کے جواب دیا "اے بیٹا جو مصیبتیں کہ سفر حبشہ اور یثرب میں رہکے تو اُٹھا چکا ہے کیا اسی سے تیرا دل مطمئن ہے اور تجھے تیرے اعمال کا ابھی سزا نہیں ملی ہے۔ بیٹا یہ سمجھا کہ شاید ماں مجھے پھر مثل سابق کے قید کرنا چاہتی ہے۔ نہایت مستعد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) کہ میرے الفاظ بھی خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ قصہ مختصر اشہری کی روایت کے موجب حضرت فاروق اعظم کے مسلمان ہونے کی یہ کیفیت ہے کہ جب آیۂ انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون نازل ہوئی اور عام طور پر قریشوں میں اس کا غل مچا تو ابو جہل نے قریشوں کا ایک جلسہ منعقد کیا اور اس جلسہ میں خود یہ بیان کرنے کھڑا ہوا کہ اے لوگو محمدؐ نے طعن کی زبان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو کے جواب دیا اماں جان کیا تم مجھ پر جبر کرکے میرے دین سے دست بردار کرانا چاہتی ہو اگر میرے
ہمارے اور تمہارے خداؤں پر کھولی ہے اور تمہارے عقلمندوں کو علانیہ بیوقوف کہتا ہے اور
اسکا بیان ہے کہ تمہارے باپ دادا اور تمہارے معبود دوزخ کے ایندھن ہیں اب تم آگاہ
ہو جاؤ کہ جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردے گا اس کو میں ہزار ناقہ احمر اور ایک ہزار
اوقیہ سونا دوں گا دوسری روایت کے بموجب اس نے سو سرخ اونٹ سیاہ آنکھ والے
اور ہزار اوقیہ چاندی دینے کا وعدہ کیا یہ سنکر اس مجلس میں سے حضرت عمر بن خطاب اٹھ کھڑے
ہوئے اور کہا اے ابا الحکم جو تو وعدہ کر رہا ہے اسکی ضمانت کیا ہے ابوجہل نے جواب دیا کہ جب
میں بے تاخیر تسلیم کرتا ہوں اور اتنے آدمیوں کے سامنے بیان کر رہا ہوں پھر اور ضمانت کی کیا
ضرورت ہے حضرت عمر نے کہا میں لات عزیٰ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تیرا دل اور زبان یکساں
ہے اس پر ابوجہل نے بھی قسم کھائی اور کہا بلاشک میں اپنے قول میں سچا ہوں۔ پھر حضرت عمر اسکو
اطمینان دینے کے لئے خانہ کعبہ میں لے گئے اور قریشوں کے سب سے بڑے بت ہبل نامی کے آگے
جاکے حسب طریقہ قریش اسکو اس معاملہ پر گواہ کیا اس کے بعد حضرت عمر تلوار ننگی کرکے
حضور انور کے قتل کرنے کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں نعیم بن عبداللہ حضرت عمر سے
ملے اور دو چار باتیں کرنے کے بعد کہا کہ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی سعید بن زید مسلمان
ہو گیا ہے دوسری روایت میں یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاص حضرت عمر سے راستے میں ملا
اور دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو کہا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے جاتا ہوں سعد
نے کہا کہ تجھے بنی عبد مناف کا خوف نہیں ہے تو محمد کو قتل کرکے کس طرح بے خوف رہ سکتا ہے
حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں قتل تو کر دوں کہ جس سے مذہب قریش میں ایک تبدیلی
واقع ہو رہی ہے اسکے بعد دیکھا جائیگا سعد نے کہا کہ پہلے تم مجھ سے تو دو دو ہاتھ کر لو اسکے بعد
حضور انور کے قتل کرنے کی جرات کرنا یہ سنتے ہی حضرت عمر کو غصہ آگیا اور ادھر سعد نے بھی
تلوار کھینچ لی اسوقت مسلمانوں کی حالت بہت ہی نازک تھی وہ مشرکین قریش کے مارے ادھر
ادھر چھپتے پھرتے تھے جب بالکل تلوار چلنے کو ہوئی تو سعد نے کہا کہ تم مجھ سے کیوں لڑتے ہو پہلے
اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کرو جو مسلمان ہو گئے ہیں تاکہ تمہاری دلیری معلوم ہو حضرت عمر نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گرفتار کرنے کا پھر خیال ہوا تو یہ سمجھ لینا جس نے مجھیر ہاتھ ڈالا میں سب سے پہلے اسکی گردن اڑا دونگا
کہا کہ اسکا ثبوت کیا ہے سعد نے جواب دیا کہ ادنے ثبوت تو یہ ہے کہ تمہارا ذبیحہ وہ نہیں
کہا تے یہ سنتے ہی حضرت عمر سعد کو چھوڑ کے اپنی بہن کے گھر کی طرف گئے اتفاق سے
اس وقت سعد بن زید اور اسکی بیوی اور خباب بن ارث کی بہن گھر میں موجود تھیں اور سورہ
طٰہٰ پڑھ رہی تھیں حضرت عمر کو دیکھتے ہی انہوں نے لکھی ہوئی سورہ طٰہٰ کو چھپا لیا حضرت
عمر نے کہا کہ تم کیا پڑھ رہی تھیں انہوں نے کہا کہ ہم تو باہم باتیں کر رہے تھے پھر حضرت عمر نے
ایک دنبہ اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے بہن سے کہا کہ اسکو پکاؤ جب وہ پک کے تیار ہو گیا تو کہا آؤ
ہم ملکر کھائیں بہن نے اور گھر کے باقی لوگوں نے انکار کر دیا اسپر حضرت عمر کو سعد ابن وقاص
کا کہنا یقین آگیا اور آپکو اسقدر غصہ آیا کہ اپنے بہنوئی کی ڈاڑھی پکڑ کے زمین پر گرا دیا اور سینے
پر چڑھ بیٹھے بہن نے اپنے شوہر کو چھڑانا چاہا حضرت عمر نے بہن کو ایسا تھپڑ مارا کہ منہ لہولہان
ہو گیا اسپر بہن نے کہا کہ تو ہم پر اسلئے ظلم کر رہا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں حضرت عمر نے کہا ہاں
اسپر ان کی بہن کو جوش آیا اور کہا ہاں ہم دونو مسلمان ہیں بیشک ہم مسلمان ہیں اور تیرے اس
جور و ظلم پر بھی ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جو تیرا جی چاہے کر اور اپنے کرنے
میں کچھ کسر نہ رکھیو ہم کبھی بھی دین اسلام کو نہیں چھوڑنے کے حضرت عمر نے اپنی بہن کو خون آلود
دیکھا تو آپکے دل میں ایک رقت سی پیدا ہو گئی آپ اپنے بہنوئی کی چھاتی پر سے اتر آئے اور علیحدہ
بیٹھ کے کہا کہ وہ صحیفہ جو تم پڑھ رہی تھیں مجھے دکھاؤ بہن نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ سوائے
پاک آدمیوں کے اسنے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا تم اٹھو اور نہاؤ جب تم نہا لوگے تو میں تمہارے
ہاتھ میں دیدوں گی حضرت عمر یہ سنکے نہانے کے لئے باہر گئے اتنے میں خباب کوٹھری میں چھپی
ہوئی باہر نکل آئی اور حضرت عمر کی بہن سے کہا کہ تو کافر کے ہاتھ میں صحیفہ قرآنی دیتی ہے
حضرت عمر کی بہن نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ بھائی مسلمان ہو جائیں گے اتنے میں حضرت عمر نہا
دھو کر گھر میں آئے بہن نے وہ صحیفہ آپکے ہاتھ میں دیدیا پڑھتے پڑھتے جب اس آیہ پر
پہونچے کہ مافی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثری تو بیساختہ حضرت عمر کی
زبان سے یہ نکل گیا کہ جو شخص یہ بات سنے گا اسے کبھی یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ غیر خدا کی پرستش

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس کا جواب ماں نے یہ دیا۔

کرے۔ اور جب پڑھتے پڑھتے اس آیۃ پر پہنچے کہ ان ھی الا قول فانہ یعلم السر و اخفی اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ تو کل شبہات رفع ہو گئے اور آپ کا سینہ انوار اسلام سے منور ہو گیا آپ نے فوراً کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جب خباب بن ارث نے دیکھا کہ حضرت عمر مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ کوٹھڑی سے نکل آئے اور کہا اے عمر تجھے بشارت ہو کہ حضور انور کی دعا تیرے حق میں قبول ہو گئی کل شب کو آپ فرما رہے تھے اللھم اعز الاسلام بابی جہل بن ھشام او بعمر بن الخطاب حضرت عمر نے خباب سے کہا تو تم مجھے رسول کریم کے پاس لیچلو چنانچہ دونو حضور انور کے مکان پر پہنچے دروازہ بند تھا۔ صحابہ میں سے ایک صحابی نے ایک مقام سے حضرت عمر کو برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے دروازہ کے پاس کھڑا دیکھا اور یہ کیفیت کل لوگوں سے بیان کر دی کسی کو خوف کے مارے دروازہ کھولنے کی جرات نہیں ہوئی۔ حضرت حمزہ نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ حکم دیں تو دروازہ کھول دیا جائے اگر عمر خیر سے آئے ہیں تو فبہا ورنہ اس تلوار سے اسکی گردن اڑا دوں گا۔ حکم ہوا کہ دروازہ کھول دو جوں ہی حضور انور نے حضرت عمر کی صورت دیکھی آپ استقبال کے لئے اٹھے۔

گر در رہ عاشقی قدم راست نہی
معشوقہ بادل قدست پیش آید

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت مقدس نبوی نے فاروق اعظم کا بازو پکڑ کے ہلایا اور فرمایا۔ کہ اے عمر کیا اگر صلح کے ساتھ آیا ہے تو میں تجھ سے ہاتھ اٹھاؤں اور اگر جنگ کے لئے آیا ہے تو تلوار میان سے نکال جائے۔ حضرت عمر کے تن پر لرزہ پڑ گیا آپ نے اسی کپکپاتے لہجہ میں یہ کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت عمر نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا حضور رسالت پناہی نے تکبیر کہی اور صحابہ نے بھی بآواز بلند شوق بشاشت سے تکبیر کہی اور اتنا غل مچا کہ قریشیوں کے مکانوں میں اسکی آواز پہنچی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ مناسب نہیں ہے کہ مشرک تو علانیہ لات و عزیٰ کی پرستش کریں اور مسلمان گھروں میں چھپے ہوئے خالق کون و مکاں کی عبادت کریں۔ حضور اس سچے ملت کا اظہار فرمائیں حضور ختمی پناہی نے منظور فرمایا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اب تو میرے آگے سے چلا جا۔ یہ کہکے ماں رونے لگی۔ بیٹے نے چلتے ہوئے کہا ای مادر مہربان محض محبت کی وجہ سے میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کو ایک جان اور اس کے صادق رسول پر ایمان لا۔ بدنصیب ماں بولی چمکتے ہوئے ستاروں کی قسم میں تیرے دین میں داخل ہوکے اپنے کو بیوقوف نہیں بناتی۔ اور میں تازیست اپنے عقاید پر ثابت و برقرار رہوں گی۔

اس کے بعد ایک اور نوجوان قوم قریش سے شرف باسلام ہوئے۔ ان کا نام طلاب تھا اور یہ رشتہ میں حضور انور کے ماموں ہوتے تھے ارقم کے گھر میں آکے مشرف باسلام ہوئے اور پھر اپنی ماں سے کہا کہ میں خدا اور اس کے برگزیدہ رسول پر ایمان لے آیا۔ ماں نے جواب دیا بیٹا تو نے بہت اچھا کیا خدا تجھے یہ برگزیدہ دین مبارک کرے۔ خدا کی قسم اگر مجھ میں مثل مردوں کے قوۃ ہوتی تو میں پیغمبر آخر الزماں کی مدد کرتی اور اس ذات اطہر و اقدس کو حوادث زمانہ سے بچاتی۔ نوجوان بیٹے نے کہا اے مادر مہربان جب تیرے خیالات ہیں پھر تجھے کونسی بات علانیہ اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے جبکہ تیرا بھائی حمزہ مسلمان ہوچکا ہے۔ ماں نے جواب دیا کہ یہ تو سچ ہے مگر میں اپنی بہنوں کا انتظار کر رہی ہوں۔ اخیر یہی ہوا یہ نیک بخت خاتون مسلمان ہوگئی اور اس نے جو کچھ اسلام کی مدد کی وہ تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھی ہوئی ہے۔

نو مسلم غلام

حضور انور کو ارقم کے مکان میں رہتے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ چند غلام مشرف باسلام ہوئے ایک ان میں سے حضرموت کا رہنے والا عیائی تھا۔ اور دوسرا ابو فکیہا کے نام سے مشہور تھا لیکن دونوں کی وفات سنہ ہجری کے آغاز پر یا اس سے پہلے ہوچکی تھی۔ اسکی بیٹی فکیہا نامی کی شادی حباب ایک نو مسلم سے ہوئی تھی جو شخص حبش کے مہاجرین میں شریک تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) اور سب ملکے باہر نکلے کہ خانہ کعبہ کا طواف کریں حضور کے داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق تھے اور بائیں پر حمزہ و علی۔ حضرت حمزہ تلوار حمائل کئے ہوئے کبھی آگے ہوجاتے تھے اور کبھی حضرت عمر اور کل صحابہ پیچھے پیچھے تھے۔ ادھر قریش مجروعین بیٹھے ہوئے اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ جب حضرت ختمی پناہی کا سر لیکے آتے ہونگے مگر جب انکی نظر یں حضرت عمر پر پڑیں جو شاداں و فرحاں آگے آگے برہنہ تلوار کے ساتھ آرہے تھے دریافت کیا ای عمر تمہارے پیچھے کون ہے۔ کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ یاد رکھنا اگر تم میں سے کسی نے بھی خلاف دب کوئی حرکت کی تو تلوار سے اسکی گردن اڑا دونگا۔ شرف حیران ہوگئے کہ عمر کو بھیجا کس لئے تھا اور آپ آئے کس صورت سے۔ حضرت عمر پر مشرک دوڑ پڑے آپنے حوالی کعبہ سے سبکو دھکے دے کے نکال دیا۔ حضور انور نے بیت اللہ میں داخل ہوکے نماز پڑھی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ان کے بعد صہیب پسر سنان مشرف باسلام ہوا۔ یہ شخص یونانی الاصل موصل کا رہنے والا تھا جو عراق عرب کا ایک قصبہ ہے۔ اور اس کا باپ یا چچا حکومت کسریٰ کی طرف سے آبلہ کا گورنر تھا۔ ایک یونانی

ص۱ اس مسئلہ میں بھی سر ولیم میور نے غلطی کی ہے۔ صہیب کو وہ اپنی سخت غلطی سے معلم بتاتا ہے اور اس آیت کا شان نزول" ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین (سورۂ نحل پارہ ۱۴) ترجمہ اور بے شک یقیناً ہم جانتے ہیں کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اس (نبی) کو ایک بشر (قرآنی چار تن) سکھاتا ہے (حالانکہ) جس کی طرف یہ (سکھا دینے کا) خیال کرتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان ہے۔

حضرت صہیب کو لکھتا ہے حالانکہ تفسیر فتح البیان میں یہ لکھا ہے۔ وقد اختلف اھل العلم فی تعیین ھذا البشر الذی زعموا علیہ ما زعموا فقیل ھو غلام المغیرۃ و اسمہ جبر وکان نصرانیا حدادا رومیا فاسلم وکان قریش اذا سمعوا من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبار القرون الاولی مع کونہ امیا قالوا انما یعلمہ جبر وقیل اسمہ عایش او یعیش عبد لبنی الحضرمی وکان یقرأ الکتاب الاعجمیۃ وقیل غلام لبنی عامر بن لوی وقیل عنوا سلمان الفارسی وقیل عنوا نصرانیا بمکۃ اسمہ بلعام وکان یقرأ التوراۃ وقیل عنوا رجلا نصرانیا کان اسمہ ابا میسرۃ یتکلم بالرومیۃ وفی روایۃ اسمہ عداس وقیل اراد وا بالبشر غلامین اسم احدھما یسار والاخر جبر۔ ترجمہ۔ اہل علم نے اس شخص کی تعیین میں جس پر مشرکین نے یہ خیال کیا تھا اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فاکہ بن مغیرہ کا غلام تھا اس کا نام جبر تھا اور وہ نصرانی لوہار تھا روم کا باشندہ اسلام لے آیا تھا اور قریش جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باوجود آپ کے امی ہونے کے گزشتہ زمانہ کی خبریں سنتے تو کہتے کہ یہ بات جبر انہیں تعلیم کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عایش یا یعیش تھا بنی حضرمی کا غلام اور وہ عجمی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں وہ بنی عامر بن لوی کا غلام تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلمان فارسی کی طرف سے اشارہ کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ مکہ کے ایک نصرانی کی طرف اشارہ ہے جس کا نام بلعام تھا وہ توریت پڑھا کرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک نصرانی شخص کی طرف اشارہ ہے جس کا نام ابو میسرہ تھا وہ رومی زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ اسکا نام عداس تھا اور بعض کہتے ہیں کہ دو آدمی مراد ہیں دونوں غلام تھے ایک کا نام یسار تھا دوسرے کا نام جبر تھا (جلد ۵ صفحہ ۷۷ و ۷۸)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ڈاکوؤں کے دستے نے عراق عرب پر تاخت کی اور صہیب کو شام اور اس کے بعد قسطنطنیہ لیگیا پھر اس کے بعد گردش زمانہ سے وہ قبیلہ بنی کلب کے ہاتھ پڑا اور اس قبیلہ نے مکہ میں لاکے اُسے عبداللہ ابن جدعان کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ جس نے خریداری کے بعد اس کو آزاد کردیا مگر تو بھی اپنی حفاظت میں رکھنے کی ذمہ داری کی۔

یہ نہایت خوبصورت اور سرخ و سفید رنگت کا تھا جس سے اس کا شمالی باشندہ ہونا پایا جاتا تھا عربی ٹوٹی پھوٹی بولتا تھا مگر یونانی خوب جانتا تھا۔ تجارت سے اس نے بکثرت روپیہ جمع کرلیا تھا۔ اسی اثنا میں یہ مسلمان ہوگیا۔ عبداللہ کی زندگی میں تو اس سے کوئی آنکھ نہ ملا سکا لیکن اس کے مربی عبداللہ کی وفات پر مشرکین عرب بہت سخت تکلیف دینے لگے۔

سر ولیم میور صاحب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی شخص سے عیسائیت کے متعلق آنحضرت نے بہت کچھ علم حاصل کیا مگر کوئی سند پیش نہیں کرتے۔ جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے کہ اعتراضات کرنے اور الزام رکھنے کے لئے وہ خیالی باتیں گڑھ لیتے ہیں۔ اسیطرح یہاں بھی اپنے خیالات کی روانی انھوں نے دکھادی۔

جب حضور انور ہجرت کرنے لگے اور آپ کے ساتھ لوگوں نے ہجرت کا سامان کیا تو اہل مکہ نے صہیب کو ہجرت کرنے سے روکنا چاہا لیکن صہیب نے یہ کہا اگر تم مجھے جانے دو تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) مخالفوں کا قاعدہ ہے کہ الزام قایم کرنے کے لئے وہ باتیں ایجاد کرتے ہیں جو بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں، ان مختلف غلاموں کے اسلام لانے سے انہیں اور کوئی الزام تو بن نہ آیا یہی بات بنادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے دین مسیح کی بابت دریافت کرتے ہیں اس کا جواب قرآن مجید میں بہت معقول دیا گیا کہ قرآن تو صاف زبان عربی میں ہے اور وہ لوگ جنکی طرف اشارہ ہے عجمی ہیں پھر کیونکر ایک نہیں وہ آدمی سمجھ سکتا ہے کہ عجمی ایسی شستہ عربی لکھ سکیگا جس کے لکھنے میں اہل زبان بھی قاصر ہیں۔ مگر ہمیں تو یہاں یہ بحث ہے کہ سر ولیم میور نے کیوں صرف صہیب پر اتنا زور دیا جبکہ اس کا نام بھی سوائے اور ناموں کے کسی معتبر تفسیر میں نظر نہیں پڑا۔ یہ اسکی تحقیق ہے جس پر اس کے روشن دماغ محقق اہل وطن آنکھ بند کرکے ہوئے ہیں اور انہیں میور کے بیانات میں ردوقدح کرنے کا یارا نہیں ہوا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میں یہ کل سامان تمہارے حوالہ کر دیتا ہوں۔ حضور انور نے سنکے فرمایا صہیب نے کیا خوب سودا کیا ہے"

دوسرا آزاد کردہ غلام عمار تھا جو صہیب کے ساتھ ارقم کے مکان میں آکے حضرت باسلام ہوا تھا۔ اس کا باپ یاسر یمن کا رہنے والا تھا اور اسکی ماں سمیہ اور اس کا بھائی عبداللہ بھی مسلمان ہو گئے تھے وہ

جب حضرت صہیب مکہ سے ہجرت کرنے لگے تو اہل مکہ نے صہیب سے یہ کہا" تو ایک مفلس اور گداگر بن کے یہاں آیا لیکن ہمارے ساتھ رہکے تیری حالت بدل گئی اور اب تو موجود ترقی پہ پہنچ گیا اور اتنا بڑا دولتمند ہو گیا اب تو مع سامان و اسباب کے ہم سے جدا ہوتا ہے۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہونے کا۔ اس پر حضرت صہیب عاشق رسول مقبول نے جواب دیا اگر میں اپنی کل دولت یہاں چھوڑ دوں پھر تم مجھے جانے دو گے۔ اہل مکہ نے کہا ہاں۔ چنانچہ اس نے اپنا کل مال و متاع اُن کے سپرد کر دیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت صہیب رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کرنے لگے اور اونٹ پر مکہ سے بہت دور نکل گئے تو مشرکین قریش نے تعاقب کر کے انھیں جا لیا انھوں نے اپنے اونٹ کو اُن کی طرف پھیر کے کہا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو چلے جاؤ ورنہ ایک ایک کو تیروں سے چھید دوں گا اور جب تیر ترکش میں ہو چکیں گے تو پھر شمشیر آبدار سے خبر لوں گا۔ چونکہ حضرت صہیب اعلیٰ درجہ کے تیر انداز مشہور تھے اس لئے قریش خوف کے مارے واپس چلے گئے اور مزید مزاحمت نہیں کی۔

صہیب کی طبیعت میں مذاق بھی تھا۔ جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ سے آئے تو کھجوروں کا موسم تھا آپ بہت بھوکے اور تھکے ہوئے تھے کھجوریں خوب پیٹ بھر کے کھائیں۔ کہیں ایک آنکھ آپ کی دُکھنے آگئی جب آپ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد کیا تم نے کھجوریں کیوں کھائیں کہ تمہاری ایک آنکھ دکھنے آگئی جب انھوں نے تمہیں نقصان کیا تو اب نہ کھانا۔ اس پر حضرت صہیب نے جواب دیا "حضور میں اب کبھی ان کھجوروں کو دُکھتی ہوئی آنکھ کے جبڑے سے نہیں کھانے کا بلکہ اس جبڑے سے کھاؤں گا جس کی آنکھ اچھی ہے۔ یہ سُن کے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسکرانے لگے۔ صہیب ستر سال کی عمر میں ہو کے ۳۳ ہجری میں فوت ہوئے اور آپ مدینہ کے گورستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روپیہ کیوں خرچ کرتا ہے یہ تیری بہت مدد نہیں کر سکتے اگر تو یہی روپیہ یہاں کے اعلیٰ درجہ کے خاندانی لوگوں میں صرف کرے تو ان سے تجھے کتنی مدد مل سکتی ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے والد کو یہ جواب دیا کہ جو کچھ میرا مدعا دل میں ڈالتا ہے وہی میں کرتا ہوں۔

ان کے علاوہ پانچ اور اصحاب ہیں جن پر بھی اسی طرح سے سختیاں کی گئی ہیں مثلاً عامر بن فہیرہ ابو فقیہا صہیب اور عمار کے والدین (کاتب الواقدی صفحہ ۲۲۷)

جن لوگوں پر اتنی سختیاں کی گئیں اور پھر بھی وہ اپنے دین پر قائم رہے۔ حضور انور نے ان کی تعریف کی اور ڈھارس بندھوائی۔ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر عمار پر ہوا حضور کی صورت دیکھکر عمار رونے لگے۔ حضور نے دریافت کیا کیوں کیا بات ہے عمار نے عرض کیا یا رسول اللہ جب تک میں آپ کو برا بھلا نہ کہوں اور مشرکین کے دستی خداؤں کی تعریف نہ کروں گا ظالم مجھے خلاصی نہ دیں گے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد کیا تو اپنے دل کی کیفیت بیان کر کہ تیرا دل کیا کہتا ہے عمار نے عرض کیا کہ دل اسی طرح دین خدا پر قائم ہے اور ویسا ہی زبردست ہے تو آپ نے ارشاد کیا مشرکین کو سختیاں اور ظلم کرنے دے اور تو کلمہ طیبہ پڑھے جا۔

حضور انور اس وقت اپنے چچا ابو طالب کی حفاظت میں تھے اگرچہ آپ نے دین اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی قریشوں کے مقابلہ میں اپنے عزیز بھتیجے کی حفاظت اور حمایت مستعدی سے کر رہے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور وہ لوگ جو مکہ کے زبردست قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ذاتی آسیب سے بچے ہوئے تھے اور کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ان میں سے ایک شخص پر بھی ہاتھ ڈال سکتا۔

جب مظالم کی انتہا ہو چکی اور پانی سر سے گزر چکا اور حضور انور نے ملاحظہ فرمایا کہ قریشوں کے ظلم روز بروز بڑھتے جاتے ہیں تو آپ نے اپنے اصحاب کی دوسری جگہ ہجرت کرنے اور پناہ لینے کا حکم دیا مغرب کی جانب انگشت مبارک اٹھا کے ارشاد کیا کہ تم اس طرف ملک میں چلے جاؤ جہاں تمہارے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور وہاں اسوقت تک رہو جب خداوند تعالیٰ اپنی مرضی سے تمہارے آگے رستہ کھولدے۔ اس زمانہ میں اہل مکہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ملک حبش سے اچھی طرح واقف تھے کیونکہ عرب کا سامان تجارت بہت کثرت سے حبش کے بازاروں میں جاکے فروخت ہوتا تھا اور شاہِ حبش کو عرب نجاشی کہا کرتے تھے۔ رجب کے مہینے میں مطابق ماہِ نومبر اور حضور انور کی نبوت کے پانچویں سال گیارہ آدمی کچھ سوار کچھ پاپیادہ اور چار اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بندر شعیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ شعیبہ مکہ کا قدیم بندر تھا اور جدّہ سے اس کا بہت تھوڑا فاصلہ تھا۔ جس وقت مہاجرین بندر شعیبہ پر پہنچے تو دو کشتیاں تیار تھیں ان پر سوار ہو گئے اور حبش چلے آئے۔ اہل مکہ نے ان لوگوں کا تعاقب کیا تھا لیکن یہ اُن کی زد سے نکل چکے تھے حبش میں مہاجرین کا زمانہ بہ اطمینان بسر ہوا۔

اس پہلی ہجرت کے بعد سورۂ والنجم نازل ہوئی اس سورۃ کے نازل ہوتے ہی حضور انور حرم میں تشریف لائے تاکہ مشرکین قریش کے مجمع میں پڑھ کے سنائیں اس سے پہلے مصلحت اندیشی کی وجہ سے آپ علانیہ وعظ نہ فرماتے تھے جب آپ نے بھری مجلس میں یہ سورۃ پڑھنی شروع کی تو ایک مشرک شیطان نے بجائے آیۃ "افرایتم اللات ومنات الثالثۃ الاخریٰ" کی جگہ یہ عبارت بنا کے کہ "تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" قریشوں سے جاکے بیان کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ اسکا اشارہ بھی اس ذات اقدس واطہر کی طرف نہیں ہوا تھا۔ بیوقوف قریش یہ سمجھے کہ یہ کلمہ حضور انور ہی کی زبان سے نکلا ہے مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اور اتفاق ایسا کہ حضور انور نے سورۂ والنجم ختم کرنے کے بعد خدا وحدہ لاشریک کو سجدہ کیا کل مشرک اپنی غلط فہمی سے آپ کے ساتھ سجدے میں گر پڑے مگر ولید جو سارے جلسہ میں بڑی عمر کا تھا ایک خاک کی مٹھی اس نے اٹھائی اور اپنی پیشانی کو اس پر ٹکایا مشرک خوشی خوشی اپنی غلط فہمی کے نشہ میں مجلس سے اٹھے اور آپس میں ذکر کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ہمارے خداؤں کی نسبت اچھے الفاظ کا استعمال کیا ہے تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم آپ کو ایذا دینے سے اپنا ہاتھ روک لیں اسکے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ہوئی۔ آپ یہ سنکر بہت ہی غمگین ہوئے کہ ایک شیطان قریش نے یہ غلط فہمی اپنے بھائیوں میں کس طرح پیدا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کردی جسوقت حضور انور اپنے مکان پر تشریف لائے تو فوراً یہ آیۃ نازل ہوئی۔" وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ واللہ علیم حکیم" قریش کو اس خبر کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرائے اور انھوں نے کہا کہ ہم نے جو اس بات کا عہد کیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مخالفت نہیں کرنے کے وہ عہد ہم نے توڑ ڈالا۔ اب ہم کھلم کھلا پھر اسی طرح آزار پہنچائیں گے۔

سورۂ والنجم اور اس کی ایک آیۃ میں ایک شریر قریش کے چند جملے شریک کر دینے کا اصل واقعہ یہ ہے جو ہم نے بیان کیا جس کو یسیحی معترضوں نے بہت رنگ آمیزی کر کے بیان کیا ہے اور جسکی حقیقت دراصل کچھ بھی نہیں۔

مشرکین قریش کا تعاقب

غرض جب مظلوم مسلمان ہجرت کر کے حبش چلے گئے تو عمرو عاص اور عمار بن ولید اور بہت سے قریش مسلمانوں کے تعاقب میں حبش پہنچے اور وزرائے سلطنت کو تحفہ تحائف دیکے اس بات پر راضی کر دیا کہ وہ انہیں شاہ حبش کے دربار میں پیش کر دے چنانچہ یہ قریش شاہ حبش کے دربار میں حاضر کیئے گئے اور ان سب نے ملکی رسم کے بموجب شاہ حبش کو سجدہ کیا اور تحفے پیش کیئے اور عرض کیا کہ ہمارے گروہ میں سے چند نوجوانوں نے ایک ایسا دین اختیار کیا ہے جو تیرے اور ہمارے دونوں دینوں سے مخالف ہے اور وہ لوگ یہاں تیرے ملک میں آکے مطمئن ہو بیٹھے ہیں۔

اب ہماری التجا یہ ہے کہ ان لوگوں کو تو ہمارے سپرد کر دے تو ہم انھیں اپنے قبیلہ کے پاس لیجائیں۔ ایک وزیر طارقہ نامی جو ان مشرکوں سے رشوت کھا چکا تھا سفارش کرنے لگا کہ بے شک ان لوگوں کا حق ہے کہ وہ پناہ گزیں ان کے سپرد کر دیئے جائیں۔ یہ سنکے نجاشی کو غصہ آیا اور اس نے کہا خدا کی قسم میں ایسا نہیں کرنے کا جس قوم کے لوگوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے میں انھیں کیونکر اپنے گھر سے نکال سکتا ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں انھیں بلاتا ہوں اور ان سے دریافت کرتا ہوں دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چنانچہ ایک چوبدار مسلمانوں کے پاس آیا اور کہا ہمارا بادشاہ تمہیں یاد کرتا ہے مسلمان چلنے پر مستعد ہو گئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اگر اس نے ہمارے دین کے متعلق سوال کیا تو ہم کیا جواب دیں حضرت جعفر طیار حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی اس مجمع میں تھے انھوں نے کہا کہ دین کی نسبت جو خدا اور رسول نے ہمیں بتایا ہے بے کم و کاست وہی کہنا چاہئے اسپر سب مسلمان راضی ہو گئے اور حضرت جعفر کو اپنی طرف سے مختار بنا کے دربار میں آئے اور ملک کی رسم کے مطابق سجدہ نہیں کیا۔

اس پر ایک درباری نے ٹوکا تو حضرت جعفر نے فرمایا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا ہے کہ سوائے خدا کے ہم کسی کو سجدہ نکریں اس لئے ہم نجاشی کو ہرگز سجدہ نہیں کرنے کے۔

یہ سنکے نجاشی کے دلپر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کو سجدہ کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ اور حضرت جعفر طیار سے خطاب کر کے کہا کہ تمہارے ہموطن تمہیں مانگنے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تمہیں اُن کے سپرد کر دوں۔ حضرت جعفر نے جواب دیا ای نجاشی تو ان سے دریافت کر کہ کیا ہم ان کے غلام ہیں جو یہ ہم پر دعوے کرتے ہیں ان سے دریافت کیا گیا تو ان میں سے عمرو نے جواب دیا نہیں نہیں ہرگز نہیں حاشا یہ لوگ آزاد اور قبیلہ ہی بزرگ ہیں پھر حضرت جعفر نے کہا کہ کوئی دیت یعنی خونبہا ان کا ہمارے ذمہ ہے۔ عمرو نے انکار کیا۔ اس پر حضرت جعفر نے کہا کہ پھر یہ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔

جب یہاں تک بات پہنچی تو عمرو عاص نے کہا کہ اے بادشاہ ان لوگوں نے ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے دین سے مخالفت کی ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے نوجوان آدمیوں کے عقیدوں کو خراب کر دیں اسی سبب سے ہماری جماعت میں پریشانی پیدا ہو گئی ہے تو انھیں مجبور کر کہ یہ پھر ہمارا دین اختیار کر لیں اس پر نجاشی نے حضرت جعفر کی طرف خطاب کر کے کہا کہ تم اس کا جواب دو کہ تم کیوں ان لوگوں سے مذہب میں مخالفت کرتے ہو نہ تم نے دین یہود اختیار کیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہ دین نصاریٰ تم اس کا مجھے جواب دو اسپر حضرت جعفر نے فرمایا "ایھا الملک کنا قوما اھل جاھلیۃ نعبد الاصنام ونأکل المیتۃ ونأتی الفواحش ونسیئ الجوار ویأکل القوی منا الضعیف فکنا علی ذلک حتی بعث اللہ الینا رسولا منا نعرف نسبہ وصدقہ وامانتہ وعفافہ فدعانا الی اللہ لنوحدہ ونعبدہ ونخلع ما کنا نعبد نحن وآباءنا من دونہ من الحجارۃ والاوثان وامرنا ان نعبد اللہ وحدہ لا نشرک بہ شیئا وامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام (فعد علیہ امور الاسلام فمنا قال) وامرنا بصدق الحدیث واداء الامانۃ وصلۃ الرحم وحسن الجوار والکف عن المحارم والدماء ونھانا عن الفواحش وقول الزور واکل مال الیتیم وقذف المحصنات فصدقناہ واتبعناہ علی ما جاء بہ من اللہ تعالیٰ فنعبد اللہ تعالیٰ وحدہ ولا نشرک بہ وحرمنا ما حرم اللہ علینا واحللنا ما احل لنا فعدا علینا قومنا فعذبونا وفتنونا عن دیننا لیردونا علی عبادۃ الاوثان من عبادۃ اللہ تعالیٰ وان نستحل ما کنا نستحل من الخبائث لما قھرونا وظلمونا وضیقوا علینا وحالوا بیننا وبین دیننا خرجنا الی بلادک واخترناک علی من سواک ورغبنا فی جوارک ورجونا ان لا نظلم عندک یا ایھا الملک" (ترجمہ) اے بادشاہ ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بت پوجتے تھے۔ مردار گوشت کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں سے بدی پیش آتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا تھا اور ایک مدت سے ہماری یہی حالت چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے ہم ..... ہی میں سے ہمارے پاس ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت۔ نسب۔ راستبازی اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف تھے پس اُس نے ہمکو خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم صرف اسی ایک خدا کو خدا جانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اور اُن بتوں اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں جن کو ہم اور ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اور حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو ذات اور صفات اور استحقاق عبادت میں اُسکے ساتھ شریک نہ کریں اور ہمکو پانچوں وقت نماز پڑھنے اور سال بھر بعد بقیہ مال کا چالیسواں حصہ صدقہ دینے اور بارہ رمضان میں بیماری اور سفر کے سوا روزہ رکھنے کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حکم دیا (پھر ایک ایک کرکے تمام احکام اسلام اُسکے سامنے بیان کئے اور کہا کہ) اُس پیغمبر نے ہمکو سچ بولنے اور امانت کو اس کے مالک کے پاس پہنچا دینے اور قرابت داروں سے رعایت و مروت کرنے اور ہمسایوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کاموں اور خون خرابوں سے بچنے کا حکم دیا اور بدکاریوں اور جھوٹی گواہی دینے اور یتیم ماں باپ کے بچّوں کا مال کھا لینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ پس ہمنے اسکو سچا جانا اور جو احکام خدا کی طرف سے اُس نے پہنچائے اُن سب کی پیروی اختیار کی۔ پس ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی چیز کو کسی بات میں بھی اس کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور جو چیز خدا نے ہمپر حرام کردی ہے اس کو حرام۔ اور جو حلال کردی ہے اُس کو حلال جانتے ہیں۔ پس اسبات پر ہماری قوم دشمن ہوگئی۔ اور طرح طرح سے ہمکو دُکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا کہ خدا کو چھوڑ کر پھر بُت پوجنے لگیں اور جن بُری باتوں اور چیزوں کو ہم پہلے جائز سمجھتے تھے اُن کو جائز جانیں۔ پس جبکہ انھوں نے ہمکو نہایت عاجز کردیا۔ اور طرح طرح کے ظلم کئے اور نہایت تنگ و دق کیا۔ اور ہمارے دین میں ہمارے مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر اور تجھکو اور بادشاہوں کی بہ نسبت اچھا جانکر تیرے مُلک میں چلے آئے۔ اور یہ امید کرکے کہ تیرے ہوتے کوئی شخص ہمپر ظلم نکر سکیگا تیری پناہ اختیار کی۔

یہ سنکے نجاشی بہت متاثر ہوا اور اس نے جعفر طیار سے سفارش کی کہ کیا آپ کوئی سورۃ اس کتاب کی پڑھ کے سنا سکتے ہیں جو آپ کے پیغمبر پر نازل ہورہی ہے۔ حضرت جعفر طیار نے سورہ کٓھٰیٰعٓصٓ پڑھنی شروع کی اور جب آپ اس آیت پر پہنچے "فکلی واشربی وقری عینا فاما ترین من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا" تو نجاشی رونے لگا اور اسکی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اساقفہ جو اپنی اپنی آسمانی کتابیں کھولے ہوئے بیٹھے تھے اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ بے ساختہ نجاشی کی زبان سے یہ نکل گیا "ان ھذا لھو الحق"۔ اور ایک دوسری روایت ہے کہ نجاشی نے قرآن مجید سنکے کہا خدا کی قسم جو کلام موسےٰ پر نازل ہوا تھا اور یہ کلام یکساں معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد شاہ حبش نے عمرو عاص اور عمارہ سے کہا کہ میں ان لوگوں کو کبھی تمھارے سپرد نہیں کرنے کا۔ ام سلمہ کا بیان ہے کہ جب قریش سخت مایوس ہوئے تو عمرو عاص نے ان کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آئندہ پوچھے کہ دل شکستگی کی کوئی وجہ نہیں ہے کل میں پھر نجاشی کے پاس جاؤں گا اور اسکو ایسا مجبور کروں گا کہ وہ ان لوگوں کو قطعی ہمارے حوالہ کردے گا مگر عبداللہ بن ربیعہ نے سر ہلایا اور کہا کہ کامیابی ممکن نہیں معلوم ہوتی کیوں خواہ مخواہ اور ذلت کرنی مگر عمرو عاص نے نہیں مانا اور وہ ضد کا پورا دوسرے زور پھر نجاشی کے دربار میں پہنچا۔ مختلف باتیں ہونے کے بعد عمرو عاص کہنے لگا کہ یہ گروہ جس پر آپ نے اتنی مہربانی کی ہے حضرت عیسےٰ کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتا۔ حضور کا تو عقیدہ ہے کہ عیسےٰ خدا کا بیٹا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ عیسےٰ خدا کا بندہ ہے۔ نجاشی نے یہ سنکے پھر مسلمانوں کو طلب کیا اور سوال کیا کہ عیسےٰ کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر نے جواب دیا کہ جو کچھ خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کی نسبت فیصلہ کیا ہے وہی ہم لوگ بھی کہتے ہیں چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "ھو عبد اللہ ورسولہ وکلمۃ القھا الی مریم وروح منہ"۔ یہ سنتے ہی نجاشی نے جو پارہ زمین سے اٹھائی اور کہا ہم میں اور تم میں کچھ فرق نہیں ہے۔ مرحبا تمھیں اور اس شخص کو جس کے پاس سے تم آئے ہو میں علانیہ شہادت دیتا ہوں کہ بیشک محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق نبی ہیں اور آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسےٰ نے بشارت دی ہے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے انجیل میں آپ کی صفت مشاہدہ کی ہے تم فارغ البال میرے ملک میں رہو کوئی تمھیں آنکھ بھر کے نہیں دیکھ سکتا۔ اور اگر ذرا بھی کسی نے چھیڑ کی تو میں اسے کافی سزا دوں گا۔ وہ اگر مجھے رشوت میں روپیہ بھی دینگے جب بھی میں تم میں سے ایک کو بھی ان کے حوالہ نہیں کرنے کا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس ملک کو بغیر رشوت کے مجھے عنایت کیا ہے۔ میں کبھی رشوت نہیں لینے کا اور نہ تمھارے خلاف کسی کی بات سنوں گا۔ یہ کہکے اس نے اپنے وزرا کو حکم دیا کہ قریشوں کے ہدیہ کی چیزیں واپس کردو۔ ہجرت حبشہ کے متعلق یہ بات فروگزاشت نہیں کیجا سکتی کہ مہاجرین میں سے بعض اشخاص یہ غلط افواہ سنکر کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کرلی ہے تخمیناً تین مہینے بعد مکہ کو واپس چلے آئے تھے۔ مگر قریب پہنچکر جب اس خبر کی غلطی معلوم ہوئی تو بہ مجبوری کوئی مخفی طور پر اور کوئی اپنے کسی رشتہ دار وغیرہ کی پناہ لیکر شہر میں آگیا۔ مگر اکثر ری

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حمیت اسلام و توکل بخدا کہ عثمان بن مظعون کو معاویہ خیال آیا کہ کیا خدائے عزّ و جل کو چھوڑ کر میں ایک ذلیل مشرک کی پناہ لوں۔ پس اس پاک اعتقاد نے فوراً ولید بن مغیرہ کو جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار بنا تھا جا کر کہدیا کہ مجکو تیری پناہ کی حاجت نہیں۔ اس اثنار میں ایک مشہور و معروف شاعر نے جسکا نام لبید تھا ایک روز قریش کے مجمع میں اپنا یہ شعر پڑھا۔ ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ ۔ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

یعنی آگاہ ہو کہ خدا کے سوا ہر ایک شے باطل ہے + اور ہر ایک نعمت بے شبہ زوال پذیر ہے پس عثمان نے پہلے مصرع کو سنکر کہا "صَدَقْتَ" یعنی تو نے سچ کہا۔ مگر جب دوسرا مصرع پڑھا تو کہا "کَذَبْتَ" یعنی تو جھوٹ کہتا ہے۔ نعمائے جنت دائمی اور لازوال ہیں جس سے لبید کو بہت رنج ہوا اور اس نے اہل مجلس کو کہا کہ تمھاری مجالس کا تو یہ ڈھنگ نہ تھا اور نہ تمسخر کرنا ہی تمھاری شان سے تھا۔ پس ان میں سے ایک نے اٹھکر عثمان کے منہ پر ایسے زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ کو سخت صدمہ پہنچا اور ولید نے طنزاً کہا کہ کیوں؟ میری پناہ ترک کرنے کا مزا دیکھا؟ جسکا بزرگوار نے یہ ایمان و ایقان سے بھرا ہوا جواب دیا کہ میری دوسری آنکھ بھی خدا کی راہ میں طمانچہ کھانیکو حاضر ہے اور خدا کے سوا میں کسیکی پناہ کا محتاج نہیں[1] اور اپنے اس نہایت صابرانہ چلن سے اس نصیحت کی تعمیل گویا آنکھوں سے کر دکھائی جو جناب مسیح نے اپنے مریدوں کو کی تھی کہ "ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔

یہ تھا جوش اسلام اور یہ تھی صبر کی قوت جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی ہر مسلمان کے اقوال۔ اعمال اور نشست برخاست جزوی اور کلّی معاشرت سے اسلام کی صداقت تاباں تھی۔ بچے سے لیکے بوڑھے تک اور فقیر سے لیکے دولتمند تک جو ایک دفعہ دائرۂ اسلام میں آگیا اس نے پھر دوسری طرف کا رُخ نہیں کیا۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ (۲۴۴) اور تاریخ ابن اثیر جلد دوم صفحہ (۳۱)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مہاجرین حبشہ کی واپسی

دو مہینے کے بعد حبشہ میں یہ غلط خبر پہنچی کہ حضور انور اور قریش سے مصالحت ہو گئی ہے۔ اس خبر کی دراصل کوئی بھی بنیاد نہ تھی صرف یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور پر حرم کعبہ میں جو ایک بت مست عرب نے طوفان اٹھایا تھا اور قرآن مجید کی عبارت کے ساتھ اپنا ایک جلالات و غرّی کی تعریف کا لا کے لوگوں میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کہا ہے (اور اس کی مفصل بحث ہم گزشتہ صفحوں میں کر چکے ہیں) اور اس سے مشرکین قریش کو ایک گونہ طمانیت ہو گئی تھی اس لئے یہ افواہ حبشہ تک پہنچی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مشرکین قریش میں صلح ہو گئی۔ یہ سنکے سب مہاجرین واپس چلے آئے۔ یہ لوگ ماہ رجب میں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور شعبان المکرم اور رمضان المبارک دو مہینے تک حبشہ میں رہے (حضور انور کی نبوت کا یہ پانچواں سال تھا) مگر جب مکہ کی حدود میں پہنچے تو ایک قافلہ سے جو مکہ سے آرہا تھا انھیں معلوم ہوا کہ صلح کی خبر غلط ہے قریش مثل سابق کے آمادہ پرخاش ہیں۔ ان مہاجرین نے یہ سنکے باہم مشورہ کیا اور آخر یہ طے پایا کہ جب اتنی دور سے آئے ہیں تو اپنے رشتہ داروں سے بھی مل لیں جو کرے سو ہوئی۔ اس خیال سے وہ مکہ کے اندر داخل ہوئے اور انھوں نے یہ بات طے کر لی تھی کہ اگر قریشوں کی مخالفت کی وہی کیفیت رہی تو ہم پھر حبشہ واپس چلے جائیں گے۔ مہاجرین کے احباب اور رشتہ داروں کو اس کی خبر ہو گئی تھی وہ استقبال کے لئے آ گئے تھے اس لئے ہر مہاجر اپنے رشتہ دار یا دوست کے ساتھ داخل مکہ ہوا۔

قریشوں کی سفارت حبشہ کی ناکامی اور مہاجرین کی خاطر مدارات کی خبروں نے مشرکین کے دلوں میں مخالفت اور غیظ و غضب کی نئی روح پھونک دی تھی اور وہ پہلے سے زیادہ ظلم کرنے لگے۔ جب مسلمانوں کی انتہا ہو چکی تو مسلمانوں نے دوبارہ ہجرت کرنی چاہی چھٹے سال نبوت دوسری ہجرت کا آغاز ہوا اور اس کے بعد کم و بیش دو دو چار چار مسلمان سعہ اپنے بیوی بچوں کے روانہ ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کی تعداد سعہ بال بچوں کے ایک سو ایک تک

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہنچ گئی۔ اس میں ۸۳ مرد تھے۔ عورتوں میں گیارہ تو قبیلہ قریش کی تھیں اور سات عورتیں دوسرے عربی قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ مگر چند روز کے بعد ۳۳ مرد آٹھ عورتوں کے ساتھ پھر مکہ واپس چلے آئے ان میں حضرت عثمان غنی اور آپ کی بی بی حضرت رقیہ بھی تھیں۔ اور یہ مہاجر چند روز کے بعد مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ باقی مہاجر کئی سال تک حبشہ ہی میں رہے اور جب تک ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح نہ ہو گیا واپس نہیں آئے۔

(حضرت ابو طالب کو حضور انور کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش)

حضور انور کو اگرچہ ابھی ایسا مجبور نہیں کیا گیا تھا کہ آپ بھی اپنے متبعین کے ساتھ ہجرت کرتے لیکن مخالفوں کی خون آلود آنکھیں آپ پر اٹھنے لگی تھیں اور قریش آمادۂ پیکار ہوتے جاتے تھے۔ حضرت ابو طالب کا قریشوں کو بہت خیال تھا اور وہ اسی لئے آپ پر براہ راست ہاتھ ڈالتے ہوئے جھجکتے تھے۔ اخیر باہم مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ معزز اور بڑی عمر والوں کی ایک سفارت ابو طالب کے پاس جائے اور انھیں آئندہ خطرے سے آگاہ کر دے پھر جو کچھ ہو کیا جائے۔ اس مشورہ ہونے کے بعد چند آدمیوں کی ایک سفارت حضرت ابو طالب کے پاس آئی۔ اس سفارت میں ولید ابن المغیرہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ابو جہل۔ ابو سفیان وغیرہ شریک تھے اور ان لوگوں نے حضرت ابو طالب سے یہ کہا "تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور انھیں ہیچ بتاتا ہے اور ہمیں ہمارے باپ دادوں کو بیوقوف کہتا ہے اب ہم اس سے پورا انتقام لیں گے تجھے صرف اطلاع کرنے آئے ہیں کہ آیا تو اس کا انتظام کر دیتا ہے یا اسی کا ساتھ دیتا ہے" اس کا جواب ابو طالب نے بہت نرم اور اخلاق سے بھرا ہوا دیا۔ جواب سنکے وہ لوگ واپس چلے گئے۔ چند روز کے بعد وہ پھر ابو طالب کے پاس آئے اور اب کے ان کا غصہ بہت بڑھا ہوا تھا اور انھوں نے ابو طالب سے یہ کہا "اب ہم صبر نہیں کر سکتے پانی سر سے گزر چکا ہے ہم سے برا بھلا نہیں سنا جاتا کیا تو اس سے علیحدہ ہو جا یا اسکی حمایت پر کمر بستہ ہو جا اور پھر اس معاملہ کا فیصلہ بہت اچھی طرح ہو جائے گا" یہ کہہ کے وہ واپس چلے گئے اور انھوں نے اس کا کوئی جواب ابو طالب سے سننا نہ چاہا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابو طالب سخت پریشان ہوئے کہ کیا کریں اگر اپنے قبیلہ سے جدا ہوتے ہیں تو ہو نہیں سکتے اور ساتھ ہی محبت یہ گوارا بھی نہیں کرتی کہ اپنے بھتیجے کو تنہا چھوڑ دیں۔ ناچار اسی کشمکش میں انھوں نے حضور انور کو بلایا اور قریشوں کی ساری باتیں دوہرا کے یہ کہا "اب تم اپنے کو بھی اور مجھے بھی بچاؤ اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو مجھ سے اٹھ نہ سکے" یہ جملہ ابو طالب کا بڑا غضبناک تھا اور اس سے صاف پایا جاتا تھا کہ ابو طالب اپنے بھتیجے سے علیحدگی چاہتے ہیں۔ حضور انور کے لئے یہ وقت واقعی بہت نازک تھا کہ آپ کا چچا جس نے ابھی پرورش کی اور ابھی تک حفاظت کرتا رہا اب آپ سے جدا ہوتا ہے اور تنہا آپ کو کثیر تعداد دشمنوں کے مقابلہ میں چھوڑتا ہے اس سخت اور خطرناک موقع پر بھی آپ نے اپنے استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیا اور آپ کے عالی ہمت ارادے جوں کے توں قائم رہے آپ نے نہایت پُرزور لہجہ میں اپنے چچا کو یہ جواب دیا۔

"اگر مشرکین قریش کرہ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ پر اور"
"کرہ ماہتاب کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور یہ کہیں"
"کہ جو کام میں کرتا ہوں اس سے دست بردار ہو جاؤں تو"
"وہ یاد رکھیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کام"
"نہ ہو جائے جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے میں"
"اسی نیک کوشش میں ہلاک ہو جاؤں"

یہ زبردست اور مستحکم الفاظ سنکر ابو طالب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور شفقت جوش میں آگئی پھر آپ زار زار رونے لگے۔ حضور انور کو جو جواب دیکے واپس جاتے تھے بلایا اور کہا "اے میرے بھتیجے مجھ سے ناراض ہو کے نہ جا جو کچھ تیری خواہش ہو کر خدا کی قسم کسی صورت سے بھی میں تجھ سے جدا نہیں ہونے کا۔

حضرت ابو طالب کے پاس مشرکین قریش کی سفارت آنے کے متعلق اور بھی کئی مختلف روایتیں معتبر مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے اور آپ کی زندگی کی امید منقطع ہو گئی تو مشرکین قریش کی ایک جماعت بسترِ مرگ پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابو طالب کے پاس آئی اور کہا کہ ہم ایک فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اگر تمھاری موجودگی میں ہو جائے تو بہتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارا یہ معاہدہ کرادو کہ وہ ہمارے معبودوں کی نسبت سخت الفاظ استعمال نکریں اور نہ ہمارے مذہب پر حملے کریں ہم اس کے مقابل میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اُن کی مخالفت سے دست بردار ہو جائیں گے اور انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دیں گے اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ باہمی بہتری ہی رہیگی اور قبائل میں مخالفت نہ ہوگی۔ یہ سنکے ابو طالب نے حضور انور کو بُلایا اور قریشوں کی اس خواہش کی اطلاع دی۔ اس کا جواب حضور انور نے یہ دیا کہ صرف ایک لفظ ہے اگر تم (قریشوں کی طرف خطاب کرکے) زبان اور دل سے کہنے لگو تو کل عرب اور عجم کو فتح کر سکتے ہو اس پر ابو جہل نے جواب دیا "اگر یہ بات ہے تو ہم ایک لفظ نہیں بلکہ دس لفظ کہنے کے لئے موجود ہیں"۔ یہ سنکے حضور انور نے ارشاد کیا اچھا تو کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور چھوڑ دو جو کچھ تم اس ذات وحدہ لاشریک کے علاوہ پوجتے ہو۔ یہ سنکے وہ غصہ کے مارے کانپ اُٹھے اور انھوں نے نہایت تلخ تر لہجہ میں یہ کہا "کیا تو چاہتا ہے کہ کل معبودوں کے مقابلہ میں صرف ایک ہی معبود پر قناعت کرلیں یہ ایک عجیب بات ہے"۔ یہ کہکے انھوں نے باہم ایک دوسرے سے کہا اس شخص (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات نکرو یہ اپنی بات پر قائم ہے اس سے کوئی معاہدہ ہونا ممکن نہیں چلو اور اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہو ہمارا اس کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا اور ہم اس سے سمجھ لیں گے"۔ یہ کہکے وہ چلتے پھرتے نظر آئے۔ (ہشامی صفحہ ۱۳۶)

اسی کے متعلق ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ جس دن ابو طالب سے یہ جواب و سوال ہوئے تو حضور انور کہیں غائب ہو گئے اور ابو طالب نے ہر جگہہ تلاش کرایا لیکن آپ کا پتہ نہ لگا اس پر ابو طالب سخت پریشان ہوئے اور آپ نے تلاش کرنے کے لئے ہاشمیوں میں سے چند نوجوان آدمیوں کو بھیجا کہ جہاں تک تم سے ممکن ہو تلاش کرو اور آپ کا پتہ لگاؤ۔ یہ گروہ روانہ ہوا اور راستہ میں اُسے پتہ لگا کہ حضور انور صفا کے مکان میں محفوظ موجود ہیں۔ چنانچہ آپ ہاشمیوں کے ساتھ اپنے مکان واپس چلے آئے۔ دوسرے دن ابو طالب کل ہاشمیوں کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جمع کر کے اپنے ساتھ حضور انور کو لیکے کعبہ پہنچے یہاں مشرکین قریش کا ایک گروہ موجود تھا۔ حضور انور کی صورت دیکھتے ہی کل قریشوں نے تلوار نکال لی اور آپ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے اس پر ابو طالب نے جوش میں آکے یہ کہا "خدا کی قسم اگر تم اسے (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو) قتل کر ڈالو گے تو تم میں سے پھر ایک شخص بھی زندہ نہیں رہنے کا اور ہماری تمہاری لڑائی ٹھن جائے گی۔ اور جب تک ہم میں سے ایک گروہ ناپید نہ ہو جائے ہم تلوار کو ہاتھ سے نہیں رکھنے کے۔ ان جوشیلے الفاظ سے قریشوں پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ وہ سب وہاں سے رفو چکر ہو گئے اور کسی کو حضور انور پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں پڑی۔ (کاتب الواقدی صفحہ ۳۸)

یہ روایت کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتی کیونکہ دوسرے معتبر مورخوں نے اسے بیان نہیں کیا اگرچہ ایسا ہونا تعجب انگیز نہیں ہے لیکن اس روایت پر ہمیں زیادہ اعتبار کرنے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

یہ صحیح ہے کہ جب تک ابو طالب زندہ رہے کسی مشرک قریش کو یہ جرأت نہیں پڑی کہ آپ پر تلوار سے حملہ کرتا کیونکہ اس بات کا ضرور خوف تھا کہ ہاشمیوں سے انقطاعی جنگ لڑنی پڑیگی لیکن تو بھی آپ کو ستانے اور پریشان کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔

ابولہب جو آپ کے مکان کے پاس رہتا تھا آپ کا تلخ تر دشمن تھا وہ اکثر آپ پر کوڑے کی اوجھڑیاں نماز پڑھتے وقت پھینک دیتا تھا اور کھانا کھاتے وقت آپ کے کھانے میں ناپاکی ڈال دیتا تھا ایک دن آپ پر کوڑے کی انتڑیاں پھینک دیں ان ناپاک انتڑیوں کا ہار پہنے ہوئے آپ شاہراہ میں نکل آئے اور باآواز بلند کہا کہ ہمسائیگی کا یہی حق ہے کہ ابولہب ادا کر رہا ہے۔ اے عبد مناف کی اولاد کیا تمہارے اخلاق ایسے ردی ہو گئے کہ تمھیں ہمسائیگی کا بھی پاس نہیں رہا۔

دو تین صدی تک حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے مکان کے پاس ایک حجرہ پتھر کا ایسا بنا ہوا دکھائی دیتا تھا جہاں ہمسایوں کی زیادتی اور حملوں سے حضور انور آکے پناہ لیتے تھے (طبری صفحہ ۶۷)

اس کے علاوہ ایک اور روایت میں یہ ہے اگرچہ اسکی سند ضعیف ہے کہ ایک دن قریشوں نے جب آپ کعبہ میں آرہے تھے آپ پر حملہ کیا اور آپ کو لپٹ گئے اور آپ کی دستار مبارک پر ہاتھ ڈالا لیکن حضرت ابوبکر صدیق دلیری سے پاس آکے للکارے۔ افسوس ہے تم لوگوں پر کیا تم ایسے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ میرا مالک ہے۔ یہ ایسا پُر اثر فقرہ تھا کہ قریش حضور انور کو چھوڑ کے چلدیئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر سے خوب لڑائی ہوئی اور آپ کی ریش مبارک کی مشرکین نے سخت توہین کی اور آپ کو لہولہان کر دیا ام کلثوم نے آپ کے سر پر لکڑی کا ایک گہرا زخم دیکھا جس سے خون بہرہا تھا (ہشامی صفحہ ۷۷۔ طبری صفحہ ۱۳۱) چھٹے سال نبوت حضرت امیر حمزہ آپ کے چچا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں میں جان پڑ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق ہم اپنی سیرت کے گزشتہ صفحوں میں لکھ چکے ہیں مگر یہاں حضرت امیر حمزہ کے اسلام لانے کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔

حضرت امیر حمزہ کا مسلمان ہونا

سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب کے ایمان لانے کی کیفیت راویوں نے متفق اللفظ یہ بیان کی ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نواحی کوہ صفا میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل کا اس طرف گزر ہوا اس بدنصیب کے دل میں چونکہ شافع روز محشر کی طرف سے عداوت بھری ہوئی تھی اس لئے اس نے خواہ مخواہ گالیاں دینی شروع کیں مگر حضور انور نے اس کے سب و شتم پر مطلق توجہ نہ فرمائی اور آپ نہایت صبر سے اس کی گالیاں سنتے رہے۔ یہ ساری کیفیت عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی کوہ صفا پر سے دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت امیر حمزہ شکار سے واپس آئے (اور آپ کی یہ عادت تھی کہ شکار زیادہ کھیلا کرتے تھے اور شکار سے واپس آکے طواف کعبہ کیا کرتے تھے) کعبہ میں آئے تو جاریۂ مذکور نے آپ سے یہ سرگزشت بیان کی۔ یہ سنکے حضرت امیر حمزہ کو بہت غصہ آیا اور آپ سیدھے ابوجہل کی طرف روانہ ہوئے اور باواز بلند کہا کہ مجھپر کھانا پینا حرام ہے جب تک میں ابوجہل سے اس کی تعدی اور بدزبانی کا انتقام نہ لوں۔ مگر آپ پہلے حضرت خاتم النبیین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد تمہارا چچا آیا ہے تاکہ تمہارے دشمن سے اس کے مظالم کا بدلہ لے حضور انور نے ارشاد کیا ایسے شخص سے کیوں سروکار رکھتے ہو جس کا نہ کوئی چچا ہے۔ نہ باپ نہ ماں نہ معاون نہ نصیر نہ کارگزار نہ وزیر۔ اسپر امیر حمزہ نے لات و عزیٰ کی قسم کھاکے کہا میں تو صرف آپکی نصرت و معاونت کے لئے آیا ہوں۔ حضور انور نے جواب دیا کہ ای چچا جان حمزہ اگر تم کافروں کو اس قدر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قتل کرو کہ گھٹنوں گھٹنوں خون ہو جائے پھر بھی حضرت احدیت سے دوری رہے گی جب تک تم دل اور زبان سے یہ نہ کہو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ یہ سنکے حضرت امیر حمزہ ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور وہاں سے مجمع قریش میں روانہ ہوئے۔ ابو جہل بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا آپ غصہ میں اس پر جھپٹے اور ایسا حملہ کیا کہ سات جگہ سے اس کا سر پاش پاش ہو گیا۔ اور علانیہ کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ اول ابو جہل کا سر توڑا اور پھر حضور انور کی خدمت میں آکے شرف باسلام ہوئے۔

(ہشامی صفحہ ۷۸۔ طبری صفحہ ۱۲۵۔ کاتب الواقدی صفحہ ۱۷۹)

حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے حضور انور اور جملہ مسلمین بہت خوش ہوئے۔ ان دونوں صحابہ میں جسمانی قوت کے ساتھ درجہ دلیری اور جرأت تھی اور ان کا اثر ان کی بہادری اور بیگانگی کی وجہ سے مکہ میں بہت تھا حضرت حمزہ نے مسلمان ہو کے وہ وہ شجاعت دکھائی کہ اسلامی مورخ یکزبان ہو کے آپ کو شیر خدا کا لقب دیتے ہیں۔ حضرت عمر ایسے پچھتارے جوان تھے کہ جب آپ بھیڑ میں چلتے یا کھڑے ہوتے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں کیونکہ آپ کی گردن کل آدمیوں سے نکلی رہتی تھی۔ نہایت مضبوط ہاتھ پیر کے اور خوشرو جوان تھے آپ کی رنگت سرخ و سفید تھی آپ ابتدا میں بہت تیز مزاج اور غصیلے تھے لیکن قرآن مجید کا کوئی جملہ سنکے آناً فاناً میں آپ کا غصہ فرو ہو جاتا تھا۔ جب آپ شرف باسلام ہوئے ہیں تو آپ کی عمر شریف ۲۶ سال کی تھی آپ جنگ الفجار سے چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور حضور انور کی نبوت کے چھٹے سال ماہ ذالحجہ آپ مسلمان ہوئے۔ کل مورخ یک زبان ہیں کہ اشاعت اسلام آپ ہی کے مسلمان ہونے سے شروع ہوئی اور اسلام کا وعظ علی الاعلان ہونے لگا۔ دنیا میں اسلام پھیلانے کے آپ ہی بہت بڑے موید ہیں اس وقت دنیا کی جو ۱/۲ آبادی میں اسلام پھیلا ہوا ہے یہ سب آپ ہی کا صدقہ ہے۔

آپ کے مسلمان ہونے کے بعد حضور انور نے ارقم کے مکان کو چھوڑ دیا۔ ابھی تک مسلمان چھپ چھپ کے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرتے تھے مگر فاروق اعظم کے مسلمان ہوتے ہی جماعۃ کے ساتھ کعبہ میں اور کعبہ کے باہر ڈھڑا کے سے نمازیں ہونے لگیں (کاتب الواقدی صفحہ ۲۳۲۔ ہشامی صفحات ۱۰۸ و ۱۰۵)۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس سے قریشوں میں مزید بے چینی پیدا ہو گئی اور ان کے غصہ کی آگ اور زیادہ بھڑکنی شروع ہوئی اُن کا غصہ بھی ضرور بنیاد رکھتا تھا اول تو سفارت حبش کی ناکامی نے انھیں جلا کے خاک کر دیا تھا اُن کا ہزار ہا روپیہ کا مال جو بطور تحفہ شاہ حبش کو بھیجا گیا وہ بالکل بیکار رہا دوسرے مسلمانوں کی آؤ بھگت جو انھوں نے نجاشی کے دربار میں دیکھی اس سے اور بھی ان کا دل ٹوٹ گیا۔ انھیں یہ بھی خوف ہوا کہ اگر نجاشی نے فوج سے مسلمانوں کی مدد کی اور مکہ پر قبضہ کر لیا تو لات وعزیٰ کی کیا گت بنے گی دوسرے انھیں یہ دہشت تھی کہ آج تو مسلمانوں کا گروہ بہت کمزور ہے اور جبکہ یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور بااثر شہری مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ قوت پکڑنے پر یہ کہیں کہ پر خود تسلط نہ کر بیٹھیں آخر ان خوفوں سے دہشت کھا کے انھوں نے پہلی ترکیب تو یہ کی کہ تمام تمدنی تعلقات مسلمانوں سے قطع کر لئے۔ لین دین شادی بیاہ آمد و رفت سب چھوڑ دی۔ ابو طالب معہ اپنے بھائیوں کے ابھی تک برابر حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دیئے چلے جاتے تھے (صرف ابو لہب علیحدہ تھا) نہ صرف بھائی بلکہ ہاشم کے خاندان کا بچہ بچہ خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو کچھ نہ کچھ تائید حضور رسالت پناہی کی کرتا رہتا تھا۔ اب بنی ہاشم تو ایک طرف تھے اور باقی عرب قبائل ایک طرف اس صورت سے تمدنی کشمکش دونوں میں پیدا ہوئی۔ آخر ایک دن سوائے بنی ہاشم کے کل قریش کعبہ میں جمع ہوئے۔ ایک طوفان خیز جلسہ میں یہ تجویزیں منظور کی گئیں۔ "کہ نہ ہم بنی ہاشم کی لڑکیوں کو بیاہیں اور نہ اپنی لڑکیاں انھیں دیں نہ اُن کے ہاتھ چیز فروخت کریں اور نہ ان سے خریدیں۔ غرض ہر قسم کا لین دین اور آمد و رفت ان سے مطلقاً بند کر دینی چاہیئے" یہ پانچ شدت تجویزیں لکھ لی گئیں اور سب کی اس پر مُہریں ہو گئیں۔ پھر وہ نوشتہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا یا گیا اور اس طرح ان قبائل کے عہد نامہ کی تکمیل ہوئی۔

یہ خبر سنکے حضرت ابو طالب نے بھی کل بنی ہاشم کو اپنے گھر میں مدعو کیا اور ان سے خطاب کر کے کہا کہ تمھارے بھائی محمد کے خلاف کل قریشوں نے اتفاق کر لیا ہے اب تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا ہم بدل و جان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں اس پر ابو طالب نے خاندان بنی ہاشم کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا جو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ قصیدہ کا مختصر مضمون حضور انور کی شرافت نسبی اور حسن اور عادات و اطوار کے بیان میں ہے اور ساتھ ہی خاندان کے متعلق کچھ تذکرہ ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خدا کی شان دیکھیے جس شخص نے قبائل قریش کا عہد نامہ لکھا تھا کہ بنی ہاشم کے ساتھ داد و ستد بند کر دو اور اسی نے اس عہد نامہ کو کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کیا تھا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا ہشامی نے اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے مگر واقدی لٹکانے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عہد نامہ ہوا اور اسپر مُہریں کی گئیں مگر کعبہ کے دروازہ پر نہیں لٹکایا گیا بلکہ ابوجہل کی حفاظت میں رکھا گیا۔ یہ کچھ بڑا اختلاف نہیں ہے مگر تو بھی واقدی کی روایت کے متعلق کلام ہے کیونکہ اہل مکہ میں یہ دستور تھا کہ ہر ایک ایسی چیز کو جو دوسرے کے مقابلہ میں ہوتی تھی اور جس کا اشتہار دینا مقصود ہوتا تھا کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض قصائد کے آویزاں کرنے سے پایا جاتا ہے اس لئے واقدی کی روایت زیادہ قابل وثوق نہیں معلوم ہوتی۔

بنی ہاشم کی سراسیمگی

لاکھ کچھ بنی ہاشم نے قبایل قریش کے مقابل میں اتحاد قایم کر لیا لیکن پھر بھی وہ سخت خائف تھے کیونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی اور انھیں خوف تھا کہ مبادا کل حجاز ان کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ کل تعلقات کے قطع ہو جانے سے دشمنی اور بھی بڑھ گئی تھی اور بنی ہاشم کو ہر وقت حملہ کا خوف رہنے لگا تھا۔ آخر سب نے متفق ہو کے شعب ابوطالب میں جا کے پناہ لی۔ اس مقام کے چاروں طرف پہاڑ تھے۔ اور مکہ کی مشرقی جانب واقع تھا۔ یہاں سے شہر میں جانے کا راستہ ایسا تنگ تھا کہ ایک اونٹ بہ مشکل نکل سکتا تھا۔

نبوت کے ساتویں سال کے پہلے مہینہ اور پہلی شب میں بنی ہاشم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی گھاٹی میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس وقت عبدالمطلب کے خاندان کے کل لوگ ان کے ہمراہ تھے صرف ابولہب باقی رہ گیا تھا جو فریق مخالف کے ساتھ رہا اور بنی ہاشم کے ساتھ گھاٹی میں نہیں آیا۔ اب تفریق کے معاہدہ پر بہت شدت سے عملدرآمد ہونے لگا۔ بنی ہاشم کے ہاتھ غلہ اور زندگی کی دوسری چیزیں فروخت ہونی فوراً بند کر دی گئیں۔

ان میں اتنی قوت نہ تھی کہ اپنا علیحدہ ایک کارواں بھیج کے دوسری جگہ سے چیزیں خرید لاتے اس کے علاوہ قریشوں نے یہ ظلم کر رکھا تھا کہ باہر سے جو تاجر آتے تھے انھیں منع کر دیتے تھے کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کرنا اور اگر بیچو بھی تو مکنی چوگنی قیمت پر جسے وہ نہ دے سکیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

شعب میں سے ایک بچہ بھی باہر نہیں نکلتا تھا ہاں حج کے دنوں میں جبکہ کوئی جھگڑا فساد نہ ہوتا تھا یہ لوگ باہر آتے تھے اور حضور انور معہ اپنے صحابہ کے آزادی کے ساتھ ادھر ادھر تشریف لیجاتے تھے۔ دو تین سال تک یہی کیفیت رہی اور فریقین کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی۔ آخر ہوتے ہوتے بنی ہاشم کی حالت سخت زبون ہو گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی چیخنے اور رونے کی آوازیں گھاٹی میں سے سنائی دینے لگیں جو بھوک سے اپنی ماؤں کی گودیوں میں تڑپ تڑپ کے بلبلا رہے تھے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو عربوں کے سنگین دل بھی پسیجے اور وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے کہ ان بیچارے بچوں نے کیا قصور کیا جو ان پر اتنی سختی کی جاتی ہے۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو چند قریشوں نے چوری چھپے ان مصیبت زدہ پناہ گیروں کے لئے شعب ابوطالب میں کھانا وغیرہ پہنچانا شروع کیا۔ اور ہشام ابن عمرو نے تو کمال کیا کہ غلہ کا ایک اونٹ بھرا ہوا گھاٹی کے اندر پہنچا دیا۔ اسی طرح حاکم خویلد کے پوتے نے بہت کچھ سامان خورد و نوش بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے لئے وقتاً فوقتاً روانہ کیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حاکم ایک بوری غلہ کی غلام کے سر پر رکھے ہوئے شعب ابوطالب کی طرف جا رہا تھا کہ ابوجہل راستہ میں ملا۔ اور پوچھا یہ غلہ کہاں لیجاتے ہو حاکم کچھ پس و پیش کرنے لگا اسپر ابوجہل نے غضبناک ہو کے کہا یاد رکھنا اگر تم نے ایسی حرکت کی تو تمہیں ہزار آدمیوں کے سامنے تمہیں بے عزت کر دوں گا۔ اتنے میں ابوبختری آ گئے اور انھوں نے بمشکل ابوجہل کو ٹھنڈا کیا اور کہا تو نہیں سمجھتا کہ حاکم اور خدیجہ میں کیا رشتہ ہے قدرتی طور پر اس کا فرض ہے کہ یہ خدیجہ کی مدد کرے۔ کچھ دیر ابوجہل خاموش رہا مگر جب حاکم چلنے لگا تو اسے پھر جذبہ آ گیا وہ حاکم پر دوڑ پڑا دونوں کی چھینا جھپٹی ہونے لگی آخر گھوسے اور لاتیں مار کے ابوجہل کو بھگا دیا۔ اور آپ سامان لیکے چلتا بنا۔ (ہشامی صفحہ ۱۰۹)

اس پناہ گزینی کے زمانہ میں اشاعت اسلام کچھ بھی نہیں ہوئی اور ہو کیوں کر سکتی جبکہ باہر نکلنا اور وعظ و پند سب بند ہو چکی تھی ہاں یہ حضور انور ضرور کیا کرتے تھے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے ان کے آگے روزمرہ وعظ فرما دیا کرتے تھے وہ پاک اور بے لوث نفس اس سختی میں بھی خدا کے کام میں ہمہ تن مصروف تھا اور کوئی لمحہ یاد خدا سے غافل نہ تھا۔ یہ سخت آزمائش کا وقت تھا

(بدر ۱۲ م ۲۵)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ایسا وقت تھا کہ خیال کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ معصوم بچوں کا بھوک کے مارے تڑپنا۔ بیکس عورتوں کا سخت مایوسی کے عالم میں اپنے بے پناہ اور مجبور شوہروں اور بھائیوں پر نظر ڈالنا ایک قہر آلود نقشہ تھا جو آنکھوں کے آگے پھر رہا تھا۔ اس پر بھی آپ کا ثابت قدم رہنا اور اپنا فرض نبوت ادا کرتے رہنا ایک عجیب معاملہ ہے جس کی تہ تک روحانی مبصر پہنچ سکتے ہیں۔

ہاں زمانہ حج میں تلقین نبوت کرنے کے لئے حضور کے آگے میدان کھل جاتا تھا۔ قومی لڑائیاں اور جھگڑے سب بند ہو جاتے تھے دوست دشمن سب ایک ہو جاتے تھے اور کسی شخص میں کسی کی مخالفت کرنے کا یارا نہ ہوتا تھا اس وقت آپ آزادی سے باہر نکلتے اور خوب وعظ فرماتے۔ نئے قبایل مکہ میں آتے تھے آپ انھیں آزادی سے خدا کا کلام سناتے تھے۔ مگر ابوجہل۔ نضر بن الحارث۔ عاص بن وائل۔ عتبہ بن ابی معیط اور اسی طرح اور لوگ ساتھ ساتھ لگے رہتے تھے اور کہتے پھرتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بہکانے میں نہ آنا۔ ابو طالب ہر وقت اپنی شب کی نگرانی میں مصروف رہتے تھے۔ اور انھیں خوف تھا مبادا کسی وقت قریش اندر آکے حملہ کر دیں آپ یہ بھی کرتے تھے کہ جس جگہ حضور انور آرام فرماتے تھے برہنہ تلوار سے شکم پہرہ دیتے تھے کہ کوئی مشرک اندر آکے حملہ نہ کر بیٹھے۔

جب پانی سر سے گزر گیا اور مصیبت انتہا پر پہنچ گئی تو ہشام بن عمرو بن الحارث جس کا باپ اپنی ماں کی طرف سے فضل بن ہاشم بن عبد مناف تھا زہیر بن امیہ مخزومی کے پاس گیا اور کہا کیا انسانیت کا یہی تقاضا ہے کہ تو تو لذیذ لذیذ کھانے کھائے اور خوشگوار ٹھنڈا پانی پیئے اور عیش سے اپنی زندگی بسر کرے اور تیرے بھائی بند فاقوں کی تکلیف سے تڑپیں اور دن رات آہ و زاری میں گزار دیں تجھے تو یہ ہرگز شایاں نہیں ہے۔ زہیر نے جواب دیا میں تنہا عہد نامہ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا ہاں دو شخص اور بھی میرے ساتھ ہو جائیں تو میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اس عہد نامہ کو جو قریش میں ہوا ہے توڑ ڈالوں گا۔ ہشام نے کہا ایک شخص تو موجود ہے۔ زہیر نے کہا وہ کہاں ہے ہشام نے اپنی طرف اشارہ کیا زہیر نے کہا اچھا تیسرے شخص کو اور تلاش کر۔ یہ سنکے ہشام مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تو اس بات سے راضی ہے کہ دو بطن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نبی عبد مناف میں سے تو فاقہ کشی میں ہلاک ہوں اور تو آنکھوں سے دیکھے اور پھر اُن کی مخالفت میں قریشوں کے ساتھ موافقت کیئے جائے۔ مطعم نے جواب دیا کہ میں تنہا کیا کر سکتا ہوں ہشام نے کہا گھبراتا کیوں ہے میں اس کام میں تیرے ساتھ ہوں۔ مطعم نے کہا ایک اور شخص کی بھی ضرورت ہے ہشام بولا کہ زہیر کو بھی اپنے ساتھ سمجھ۔ مطعم نے پھر یہ کہا کہ چوتھا آدمی اور بھی ہونا چاہیئے۔ یہ سنتے ہی ہشام ابو البختری کے پاس آیا اور اسی طرح کے غیرت دلانے والے کلمے اس سے کہے۔ ابو البختری نے دریافت کیا تیرا ہمزبان کون کون ہے۔ ہشام نے سبکے نام گنوا دیئے۔ ابو البختری نے کہا اور کوئی بھی اگر ہمارا شریک ہو جائے تو بہتر ہے۔ ہشام پھر ربیعہ بن اسود بن مطلب بن عبد العزی کے پاس گیا اور اسی قسم کی باتیں کیں۔ ربیعہ نے بھی یہی دریافت کیا کہ اور کوئی بھی ہمارے ساتھ اس معاملہ میں موافق ہے۔ ہشام نے سبکے نام بتا دیئے۔ آخر یہ مشورہ ٹھیرا کہ سبکو سب ایک جگہہ جمع ہوں اور نقض عہد کے لیئے پیمان کریں یہ باتیں کر کے ہشام چلے آئے شب کو پانچوں آدمی جمع ہوئے۔ بہت گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ علی الصباح وثیقہ قاطعہ کو قطع کر دینا چاہیئے۔ زہیر نے کہا کہ قطع کرنے کی ترکیب یہ بہتر ہوگی کہ میں صبح کو مجلس قریش میں یہ ذکر چھیڑوں گا اور پھر تم سب میری مدد کرنا اور فوراً تائید شروع کر دینا۔ یہ مشورہ کر کے سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

علی الصباح طواف کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد زہیر نے قریشوں سے کہا اے اہل مکہ کیا یہ مناسب ہے کہ ہم فارغ البال زندگی بسر کریں۔ لذیذ لذیذ کھانے کھائیں۔ اچھے اچھے کپڑے پہنیں اور عشرت کے قدح اُڑائیں اور ہمارے رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اپنے بال بچوں کے ساتھ عسرت و ملال سے زندگانی گزرانیں اور گرسنگی کی شدت سے ہلاک ہوئے چلے جائیں خدا کی قسم ہم نچنت ہو کے نہیں بیٹھنے کے جبتک اس صحیفہ قاطعہ ظالمہ کے ٹکڑے ٹکڑے نہ اُڑا دینگے۔ زہیر یہ کہہ رہا تھا کہ مسجد الحرام کے گوشہ میں سے ابو جہل لڑکے بولا تو جھوٹا ہے اور صحیفہ کو پارہ پارہ نہیں کر سکتا۔ یہ سنتے ہی ربیعہ بن الاسود بولا واللہ تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے ہم تو اس صحیفہ کی تحریر کے وقت اسکے مضمون سے راضی نہیں تھے۔ پھر ابو البختری نے کہا خدا کی قسم کہ ربیعہ بالکل سچ کہا اسلیئے کہ جو کچھہ صحیفہ میں لکھا گیا ہے ہماری مرضی کے بالکل خلاف ہے۔ اسپر مطعم بن عدی نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہا کہ ربیعہ اور ابوالبختری اپنے اپنے قول میں سچے ہیں اور جو شخص اس کے علاوہ کہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔ پھر ہشام بن عمرو نے اپنے دوستوں کے اقوال کی تصدیق کی پھر تو کیا تھا بہت سے قریش ان کے جانب دار بن گئے۔ ابوجہل یہ کیفیت دیکھ کے گھبرایا اس نے کہا اچھا تو اس کا فیصلہ اسی شب کر لیا جائے۔

معتبر مورخوں کے بیان کے بموجب قریشوں میں اس امر کے متعلق باہم جھگڑا ہو گیا۔ حضرت ابوطالب نے یہ غل و شور شعب میں سے سنا آپ چند رشتہ داروں کے ساتھ قریشوں کے مجمع میں چلے آئے۔ مشرکین قریش یہ سمجھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے دل تنگ ہو کے یہ یہاں آئے ہیں سب نے بہت تعظیم و تکریم کی اور کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قتل کر ڈالنا بہتر ہے کیونکہ ہماری اور تمہاری خیر اسی میں ہے۔ ابوطالب نے جواب دیا میں تو تمہارے پاس ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو صحیفہ ہماری مخالفت میں لکھا گیا ہے اُسے یہاں لے آؤ۔ ابوجہل سمجھا یہ صحیفہ اس لئے منگاتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ کر کے اس جھگڑے کو چکا دیں گے۔ چنانچہ وہ صحیفہ لایا گیا۔ ابوطالب نے اس صحیفہ کے کھلنے سے پہلے یہ کہا کہ ای قوم یہ صحیفہ تمہارا مُہری ہے جواب ملا ہاں ہمارا مُہری ہے۔ ابوطالب کہنے لگے کہ خداوند تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر دی ہے کہ جو کچھ جور و ستم و قطع صلہ رحم کے متعلق اس میں لکھا تھا اسکو تو سب جھینگر چاٹ گئے صرف اس میں خدا کا نام باقی رہ گیا ہے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس خبر میں سچے ہیں تو ان کی تکذیب کرنے سے کیا حاصل اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ خبر صحیح نہیں دی تو میں اُنھیں تمھارے حوالہ کر دیتا ہوں جو تمہارا جی چاہے گا اُن کے ساتھ سلوک کرنا۔ یہ سنکے قریش خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ جب یہ طے پا گیا تو وہ صحیفہ کھولا گیا اس میں سوائے کلمہ باسمک اللّٰھم کے اور کچھ نہ تھا۔ یہ دیکھتے ہی قریش سخت شرمندہ ہوئے اور سب نے اپنے گریبان میں منہ ڈال دیا۔ مگر ابوجہل اس بیّن معجزہ پر بھی اسیطرح مخالفت کئے گیا اور اپنی سرکشی پر تُلا رہا۔ اس کے بعد ابوطالب کعبہ میں آئے اور مشرکین قریش پر لعنت ملامت کی اور کل رشتہ داروں کے ساتھ شعب میں چلے آئے۔ پھر کیا تھا ان پانچ آدمیوں کی بنی آئی جنہوں نے شب کو مشورہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیا تھا۔ مطعم نے اس صحیفہ کو ہاتھ میں لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا ہم تو اول ہی اس سے بیزار تھے۔ صحیفہ کے پارہ پارہ ہوتے ہی مخالف شعب میں آئے اور لوگوں کو اُن کے مکانوں پر جانے کی اجازت دی۔

دوسرا باب ۲

نبوت کے دسویں سال سے ہجرت تک

یعنی

حضور انور کے پچاس سال کی عمر سے تریپن سال کی عمر تک کے حالات

جب قریشوں کے معاہدہ کو دیمک کھا گئی اور قریش شرمندہ ہوئے تو تمدنی تعلقات پھر جوں کے توں بن گئے اور اب حضور انور کے ساتھی بآرام اپنی زندگی گزارنے لگے حضور انور کو بھی گونا اطمینان ہوا کہ بھوکے بچوں کے غل اور شور کی آوازیں بند ہوگئیں۔ مگر قدرت ابھی اس سے بھی زیادہ شدید آزمایش کا سامان کر رہی تھی اور حضور انور عنقریب اس آزمایش میں آنیوالے تھے۔ آپ کی نبوت کا دسواں سال ابھی ختم نہوا تھا کہ آپ کی مددگار۔ سچی رفیق اور چاہتی بی بی کی وفات ہوگئی۔ اور پھر چند ہفتے کے بعد حضرت ابو طالب بھی دنیا سے سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان دونوں کی وفات کی تاریخ میں مورخوں کا اختلاف ہے۔

کاتب الواقدی اپنی کتاب صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں کہ ابو طالب کے ایک مہینہ اور پانچ دن بعد بی بی خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہوا۔ ایک اور مورخ نے بی بی خدیجہ کی وفات کا مہینہ رمضان لکھا ہے۔ (دسمبر ۶۱۹ء) اور ابو طالب کی وفات شوال میں بیان کرتا ہے۔ یورپی مورخ اسپرنگر کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتا ہے پہلے ابو طالب کا انتقال ہوا اور پھر خدیجہ کا۔

کاتب الواقدی میں ابو طالب کے بیمار ہونے کا بیان ہے جو وسط شوال میں ہوئے تھے۔ اور یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ دونوں وفاتیں تیس پینتیس دن کے عرصہ میں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔

بلاشبہہ حضرت بی بی خدیجہ کی وفات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم دل پر بہت صدمہ دیا۔ اس بے نظیر اور محبتی بی بی نے پچیس سال تک حضور انور اپنے شوہر کی معاونت کی اور ہر بات کی تائید کرتی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رہے میں اس وقت کوئی بھی معاون اور مددگار گھر میں نہ رہا تھا۔ زمین سچے ہمدرد سے خالی تھی مگر آسمان پر خالق ارض و سما حضور انور کا حامی موجود تھا۔ حضرت بی بی فاطمہ کی عمر اسوقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ کہ آپ اپنی مادر مہربان سے جدا ہوئیں ایسے مصیبت کے وقت میں ماں کی آغوش محبت سے علیحدہ ہونا ایک قہرناک امر تھا۔ حضور انور نے چاہا کہ حضرت علی سے اپنی پیاری بیٹی کی شادی کردیں۔ وقت وفات بی بی خدیجہ کی عمر ۶۵ سال کی تھی حالانکہ عرب میں کثرت ازدواج کا قاعدہ جاری تھا لیکن حضور نے کبھی بی بی خدیجہ کی زندگی میں دوسرے نکاح کا نام نہیں لیا۔ نہ اسوقت آپ کو دوسرے نکاح کی ضرورت تھی کیونکہ نکاح کرنے کا کوئی سیاسی پہلو نہ تھا مگر بعدازاں جتنے نکاح آپنے کئے وہ سب اصول سیاسیہ پر مبنی تھے۔

حضرت ابوطالب کی اسی سال کی عمر تھی جب آپ کی وفات ہوئی ہے آپ نے بحالت کفر وفات پائی لیکن جس طرح مرتے دم تک آپ نے حضور انور کی مدد کی اس کی مثال دنیا میں نہیں ہے۔ کاتب الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت ابوطالب کی وفات ہونے لگی ہے تو حضور انور آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا چچا جان اب اخیر وقت ہے آپ کلمہ طیبہ اسلام پڑھ لیں۔ اس کا جواب ابوطالب نے یہ دیا کہ میں مسلمان تو کبھی کا ہو گیا ہوتا لیکن اپنے خاندان اور آبائی مذہب کی وجہ سے میں مسلمان نہیں ہوا۔ یہ سنکے آپ خاموش ہو رہے۔ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ کوئی شخص اپنے سچے مربی کو بستر مرگ پر دیکھ کے اپنی حالت میں نہیں رہ سکتا۔ مگر حضور انور کا استقلال اور شجاعت دیکھنی چاہیئے کہ ایسے نازک وقت میں بھی تبلیغ اسلام سے درگزر نہ کی اور آپ اپنا فرض نہایت سرگرمی سے ادا کرتے رہے۔ اس سے زیادہ صداقت کی دلیل اور ہو نہیں سکتی۔

شاباش ہے ابوطالب کو کہ مرتے دم بھی اپنے بھتیجہ کی حفاظت اور حمایت کا خیال نہ چھوڑا۔ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو بلایا اور اس بات کی سفارش کی کہ جہاں تک تم سے ہو سکے میرے بھتیجہ کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا۔ بس یہی سفارش کرتے کرتے آپ کی روح پرواز کر گئی دم نکلتے ہی آپ کے بستر کے گرد شور برپا ہوا حضور انور کی مبارک آنکھوں سے برابر آنسو ٹپک رہے تھے آپ نے اسی رقت کی حالت میں اپنے چچا کے لئے بخشش اور ابدی نجات کی دعا مانگی۔ مگر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روح القدس نے خبر دی کہ آپ کی یہ دعا قبول نہیں ہونے کی کیونکہ ابو طالب کی وفات حالت شرک میں ہوئی ہے۔

جب تک ابو طالب زندہ رہے کسی مشرک قریش کی یہ مجال نہ ہوئی کہ حضور انور پر دست درازی کرتا اگرچہ تکلیف دینے اور ستانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر جان لینے کا خیال کسی کو نہیں آیا۔ اب کوئی ایسا معزز و محترم محافظ نہ رہا تھا کہ آپ کی حفاظت کرتا۔ آپ کی تجہیز و تکفین حضور کی ہدایت کے بموجب حضرت علی نے کی۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ تم اپنے ابا جان کو نہلاؤ۔ اور کفن دو چنانچہ حضرت علی نے تعمیل ارشاد کی اور انھیں ایک کپڑے میں لپیٹ کے دفن کر دیا لیکن یہ روایت کچھ ضعیف سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ سمجھ میں نہیں آتا جس کا اتنا بڑا کنبہ ہو اور جس کے بکثرت بھائی بند موجود ہوں وہاں صرف حضرت علی نہلانے دھلانے اور کفنانے کے لئے چھوڑ دیئے جائیں اور کوئی آکے بات تک نہ پوچھے۔

غرض جب ابو طالب کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو حضور انور اپنی قیام گاہ میں رہنے لگے اور اب آپ نے باہر نکلنا بھی بہت کم کر دیا۔ ابو لہب نے جب یہ دیکھا کہ بھتیجہ کو بہت صدمہ ہے اور اب کوئی اس کا محافظ نہیں رہا تو اس کے دل پر اس کا اثر ہوا وہ بھاگا ہوا حضور انور کے پاس آیا اور کہا "اگرچہ ابو طالب ہم میں نہیں ہیں لیکن تم یہ نہ خیال کرنا کہ کوئی تمہارا محافظ نہیں رہا۔ جس طرح تم ابو طالب کی زندگی میں بے خوف و خطر تھے اب بھی اسی طرح ہو کسی کی مجال نہیں جو تمہاری طرف آنکھ بھر کے بھی دیکھ سکے۔ میں لات و عزیٰ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنے کا" ابو لہب یہ کہکے چلا گیا مگر بعد ازاں مشرکین قریش کے زور سے وہ اپنے وعدہ پر قایم نہیں رہا اور اپنے معصوم بھتیجہ کی اسی طرح مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔

حضور انور کے لئے بہت نازک زمانہ

اب حضور انور کی حالت روز بروز نازک ہوتی گئی۔ اور وہ وقت آگیا کہ کیا تو آپ اپنے دعوے نبوت سے دست بردار ہوں یا قریشوں کے ساتھ دست بدست جنگ کریں۔ اور اس جھگڑے میں کیا تو اسلام بت پرستی کی بیخ و بنیاد اکھیڑ کے پھینک دے یا اسلام مغلوب ہو جائے اگرچہ آپ کے صحابہ ہر وقت آپ پر جان نثار کرنے کے لئے آمادہ تھے لیکن ہزار ہا جنگجو قریشوں کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مقابلہ میں مٹھی بھر آدمی کیا کر سکتے تھے۔ نئے مذہب نے مکہ میں ابھی تک قدم نہیں جمائے تھے بس چار سال گزر چکے تھے کہ امیر حمزہ اور حضرت عمر فاروق کے مسلمان ہونے کے بعد ایک متنفس بھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مایوسیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ایک دیکھنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ بس اسلام اسی چار دیواری میں سر پٹک کے رہ جائیگا۔

اب حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چاروں طرف نظر کی اور اپنی اور اپنے صحابہ کی حالت کو اچھی طرح دیکھا۔ اور سب کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے اخیر یہ رائے طے پائی کہ طائف چلنا چاہئے (اس کا فاصلہ جانب شرق مکہ سے ساٹھ یا ستر میل ہے) شاید مکہ والوں کا دل میری غیر موجودگی میں کچھ پسیجے اور وہ سمجھیں کہ جو اُن کی مخالفت بے بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ جب اہل مکہ نے خدا کے کلام سننے سے انکار کر دیا تو طائف کو کلام خدا کیوں نہ سنایا جائے ممکن ہے کہ وہ ایمان لے آئے۔ یہ زبردست استقلال تھا جو روز ازل سے حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طبیعت میں ودیعت ہوا تھا۔

ابو طالب کے انتقال کو زیادہ سے زیادہ پندرہ روز گزرے تھے کہ حضور انور اپنے غلام زید کو ساتھ لیکے مکہ سے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ اب اس میں اختلاف ہے ہشامی (صفحہ ۱۳۶) اور طبری (صفحہ ۱۴۹) کا تو یہ بیان ہے کہ آپ تنہا طائف تشریف لیگئے تھے لیکن کاتب الواقدی (صفحہ ۲۰۱) لکھتا ہے کہ نہیں آپ کے ہمراہ آپ کا غلام بھی تھا۔ آپ شوال کے آخری دنوں میں روانہ ہوئے تھے۔

حضور انور نے عرفات تک تو زائروں کے راستہ سے سفر طے کیا اور پھر آپ ایران چٹانوں سے نیچے اتر کے قریب قریب پچاس میل بے آب و دانہ صحرا میں قدمزن ہوئے آخر اتنی مسافت طے ہونے کے بعد طائف کے شاداب باغات نظر پڑے جن سے کسی قدر طبیعت کو تازگی ہوئی۔ رستہ میں آپ نے بنی بکر و ائل قبائل کے پاس قیام کرتے گئے اور انھیں سچے دین کی طرف بلاتے گئے مگر ان قبیلوں میں سے ایک متنفس نے بھی اپنی خوش قسمتی کا اظہار نکیا اور سچے دین کی دعوت نہ قبول نہ کی۔ حضور انور اپنا فرض

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پورا کرکے آگے بڑھے اور اہل طائف اور قبیلہ ثقیف کو اسلام کی دعوت دی۔
حضور انور جب طائف پہنچے ہیں تو آپ نے وہاں دس روز قیام فرمایا۔ اکثر لوگ آپ کے پاس چلے آتے تھے مگر دعوت اسلام قبول کرنے میں عذر کرتے تھے۔ آپ انھیں ہر چند نصیحت فرماتے تھے مگر سوائے انکار کے وہاں کچھ نہ تھا اگرچہ لوگ حضور سے ناواقف نہ تھے اور مکہ میں زمانہ حج آپ کے وعظ وغیرہ سن چکے تھے مگر اسلام کی طرف رجوع کرنا اپنے قومی غرور اور عظمت کے منافی خیال کرتے تھے۔ زمانہ دراز سے اہل طائف اور اہل قریش میں کشیدگی چلی آتی تھی۔ اہل طائف کے بت کا نام لات تھا جسکو وہ بڑی قدرت والا جانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اہل قریش کے کل بتوں سے زیادہ قوی ہے۔ اس کشش کی وجہ سے اہل طائف یہ سمجھتے تھے کہ قریش کی قوم کا ایک شخص کیوں ہم سے اطاعت کرانی چاہتا ہے۔ اس لئے انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ ایسے دین کو سلام ہے جس میں قریشوں کی اطاعت کرنی پڑے۔ حضور انور اب بھی مایوس نہیں ہوئے اور آپ رؤساء قبیلہ ثقیف عبد یالیل و مسعود و حبیب عمرو بن عمیر کے بیٹوں کے پاس تشریف لیگئے۔ اور انھیں سمجھایا کہ بت پرستی ایک فضول چیز ہے اسے چھوڑ کے وحدہ لاشریک کی پرستش کرو ان تین بھائیوں نے یہ سنکے اوٹ پٹانگ سوالات کئے ایک نے کہا کہ تجھ سے بہتر خدا تعالیٰ کو کوئی ملا ہی نہیں کہ تجھے نبی بنا کے بھیجا۔ ایک نے کہا کہ کعبہ کو یہاں منگوا دو۔ غرض ایسے ہی لغو اور بے بنیاد سوال جو دنیا کے حرام کار اور بدکار لوگ کیا کرتے ہیں حضور انور سے کئے۔ آپ ان سوالوں کا جواب سوائے خاموشی کے اور کیا دیتے چپ ہو رہے اور انھیں انکی حالت پر چھوڑ دیا (ہشامی صفحہ ۱۳۷)
جب اس کا چرچہ عام ہوا کہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وعظ فرما رہے ہیں تو چند سردارانِ طائف حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عوام میں مخالفت بڑھتی جاتی ہے بہتر یہی ہے کہ آپ کہیں تشریف لیجائیں مبادا آپکو جسم زخم پہنچے۔ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ یہ جملہ آپ کے نازک دل پر کس قدر بااثر ہوا ہوگا۔ ایک مقدس نفس جسے شب و روز اپنی قوم کی اصلاح کے سوا دوسرا خیال نہ ہو اور جس کے صلہ میں ہموطنوں کی طرف سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قشدد اور مظالم کے سوا کچھ نہ ملا ہو جسکے مددگار اور دوست ہمیشہ کی نیند میں سو گئے ہوں اور جس کا کوئی نرہا ہو اور وہ ایسی مجبوریوں کی حالت میں امید بھرے ہوئے دل سے شدید مسافت طے کر کے طایف پہنچا ہو اور یہاں اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہو۔ سمجھنے والا سمجھ سکتا ہو کہ اس وقت دل کی کیا کیفیت ہوگی یا جس پر گزری ہے وہ پورا اندازہ کر سکتا ہے۔

آپ اہل طایف کی یہ باتیں سنکے خاموش ہو رہے اور مکہ واپس چلنے کا ارادہ کیا۔ زید آپکا وفادار غلام آپ کے ساتھ تھا آپ شہر کی شاہراہوں میں سے ہو کے نکلے۔ چند بدمعاش اور ناخدا ترس شہریوں کا گروہ آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ کو بُرا بھلا کہا اور پتھر مارے یہاں تک کہ آپ زخمی ہو گئے آپ کی دونوں مبارک ٹانگوں سے شرشر خون جاری تھا جب پتھر زیادہ برسنے لگے تو زید نے آپ کو بچانا چاہا اس سے زید بھی بہت سخت مجروح ہو گیا۔ کیسا خونی اور دل دہلا دینے والا منظر تھا کہ فخر دو جہاں۔ پیغمبروں کا سردار اور خداوند تعالےٰ کا برگزیدہ صبر اور خاموشی کے ساتھ چلا جا رہا ہے اور خدا کی ناواقف سنگدل مخلوق اُس پر پتھر برسا رہی ہے اور وہ اپنے پروردگار کے راستہ میں لہولہان چل رہا ہو کہیں اُس کے پیروں سے خون جاری ہو اور کہیں اس کی مبارک پیشانی لہولہان ہو رہی ہے مگر شان نبوت دیکھئے کہ دم خم اب بھی وہی ہیں اور دین خدا کا وعظ کہنے کا جوش اب بھی جوں کا توں بنا ہوا ہے۔

ان آوارہ سنگدل بدمعاشوں نے حضور انور کا تین چار میل تک پیچھا کیا۔ اور آپکو اس ریتلے میدان سے باہر کر دیا جو اُن پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے جو شہر کے گرد کھڑی ہوئی ہیں۔ جب آپ اس حد تک پہنچے اور آوارہ گرد بدمعاشوں نے پیچھا چھوڑا تو آپ نے انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ کے یہ دعا مانگی "بار خدایا میں اپنے ضعف قوت کا اعتراف کر کے تیرے ساحت عزت میں شکایت لایا ہوں۔ تیری بارگاہ عظمت میں قلت صبر کی حکایت کرتا ہوں اور اپنی ذلت و خواری کی طرف تیری توجہ مبذول کرتا ہوں اس لئے کہ تو ارحم الراحمین اور ضعیفوں کا پروردگار ہو اور میرا بھی پروردگار ہے۔ مجھے ایسے دوست سے بچائیو جو میری

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صورت دیکھتے ہی ترش رو ہو جاتا ہے اور ایسے دشمن سے جو میرے کاموں پر غلبہ پائے اگر تیری بلا غضب کے ساتھ نہیں ہے تو پھر مجھے کچھ فکر نہیں۔ میں نے تیرے نور اور حفاظت میں پناہ لی ہے تو میری تاریکیوں کو روشن کر دے اور میرے سارے کام سنوار دے۔"

جب انگور کی بیل کے نیچے حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آرام لیا تھا وہاں ایک نہایت بار آور اور شاداب باغ تھا جس کے دو بھائی مالک تھے اور وہ گرمیوں کے موسم میں یہاں آکے رہا کرتے تھے تو اتفاق سے آج کل وہ یہاں آئے ہوئے تھے ایک کا نام عتبہ اور دوسرے کا نام شیبہ تھا وہ ایک بلند مقام سے یہ ساری کیفیت دیکھ رہے تھے کہ کس قدر لوگ آپکو ستا رہے ہیں اور کیسا مجروح کر دیا ہے۔ انھیں سخت شرم آئی اور انھوں نے ایسے ماندہ۔ خستہ۔ بے بس اور مجروح مہمان کے لئے اپنے نصرانی غلام نینوائی عداس نامی کے ہاتھ کچھ تازہ انگور بھیجے۔ جب عداس انگور لیکے حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب پہنچا آپ نے بسم اللہ کہکے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ عداس نے حضور انور کی مبارک صورت کی طرف نظر کر کے کہا کہ یہ کلام اس نواح میں میں نے کسی کی زبان سے نہیں سنا ہے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا مذہب ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا حضور میں نصرانی غلام نینوائی ہوں۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ اسی شہر میں تو ایک نیک مرد یونس بن متی رہتا تھا۔ عداس نے حیران ہو کے پوچھا حضور یونس کو کیا جانیں۔ حضور نے جواب دیا وہ میرا بھائی ہے وہ بھی پیغمبر تھا۔ اور میں بھی پیغمبر ہوں۔ عداس یہ سنتے ہی حضور انور کے قدموں پر گر پڑا۔ عتبہ اور شیبہ یہ تماشہ دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنے غلام کو آواز دی اور کہا کہ یہ شخص (مراد حضور انور) تجھ سے کیا باتیں کر رہا تھا۔ اور تو کیوں اس کے قدموں پر گر پڑا۔ عداس نے اپنے آقا سے کہا کہ اس نیک مرد نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے کہ سوائے انبیا کے اسے اور کوئی نہیں جانتا۔ عتبہ نے کہا تو غلطی پر ہے۔ تیرے دین کو برباد کرنے کے لئے تجھے فریب دیا گیا ہے تو ہرگز اس دھوکے میں نہ آئیو۔ عداس نے بمنت عرض کیا نہیں ایسا نہ کہیے روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ ایسی مقدس ذات پر فریب کا الزام لگانا اپنے کو سخت بلا میں مبتلا کرنا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ سنکے وہ ہنسے اور خاموش ہو رہے۔

حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کچھ آرام لینے کے بعد وہاں سے آگے بڑھے اور نخلہ میں پہنچے یہاں سے مکہ کی مسافت صرف ایک شب کی رہجاتی ہے۔ آپ نے اس آبادی میں قیام کیا۔ شب کو حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز میں آواز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ سات نفر جن یعنیبین کا اس طرف گزر ہوا انھوں نے حضور انور کی آواز سنی ٹھیر گئے اور غور سے سنتے رہے۔ جب حضور انور نماز پڑھ چکے تو وہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بطیب خاطر مشرف باسلام ہوئے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد کیا کہ جب تم اپنی قوم میں جاؤ تو اسے بھی اس ملت بیضا کی دعوت دینا یہ سنکے وہ چلے گئے اور انھوں نے اپنی قوم کے بہت سے افراد کو مسلمان بنایا۔ قرآن مجید میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے۔

حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نخلہ میں چند روز رہنے کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن محض اس خیال سے کہ مکہ میں جانے سے پھر قریش ستائیں گے۔ آپ شمالی راستہ سے نکلکے کوہ حرا پر مقیم ہوئے جو حضور انور کا قدیم مسکن تھا۔ قریشوں کو اس کی خبر ہوگئی تھی کہ طائف نے بھی ہمارے ساتھ کلام خدا سننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پتھروں کی بوچھاڑ کرکے نکالا ہے انھوں نے بھی یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں آئیں تو ہم بھی یہی سلوک کریں گے۔

اور آپ نے ایک شخص کو اخنس بن شریق کے پاس بھیجا کہ میں یہاں آگیا ہوں مجھے امید ہے کہ تو مجھے اپنی حفاظت میں لیگا اور اگر میں کعبہ میں آؤں تو تو میری نگرانی کریگا اخنس نے انکار کر دیا اور روز محشر کی حفاظت سے روگردانی کی۔ وہ شخص مایوس ہو کے چلا آیا اور حضور انور کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے اسی شخص کو پھر سہیل بن عمرو مطعم کے پاس بھیجا۔ مطعم نے حضور کی حفاظت کی حامی بھر لی اور کہلا بھیجا حضور شوق سے تشریف لائیں میں ہر طرح حضور کی مدد کرنے کو موجود ہوں۔ دوسرے دن مطعم ہتیار بند ایک اونٹ پر سوار ہو کے اور اپنے خویش و اقارب کو ہمراہ لیکے مسجد الحرام میں آئے اور باواز بلند یہ کہا "اے قریشیوں میں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی حفاظت میں لیلیا ہے تمھیں آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص آپ کی طرف آنکھ بھر کے نہ دیکھے"۔ ابوجہل یہ سنکے سخت سراسیمہ ہوا اور گھبرا کے بولا "تابعی یا مجیر"۔ مطعم نے کہا ہاں میں مجیر ہوں ابوجہل بولا کہ جس شخص کو تو نے اماں دی ہے ہم بھی اُسے اماں دیتے ہیں اس کے بعد حضور انور مکہ میں تشریف لائے۔ کعبہ میں آکے طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر منزل ہمایوں میں آپ تشریف لے آئے۔

مطعم کی اس فیاضی اور ایمانداری پر مدینہ کے مشہور شاعر نے یہ برجستہ اشعار کہے جو برابر معتبر تاریخوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں۔

الا عینی ابکی سید الناس واسفحی — وان تک قد انزفتہ فاسکبی الدما

ای میری آنکھ آدمیوں کے سردار کو رو اور خوب آنسو بہا — اور اگر تو (روتے روتے) آنسوؤں کو خشک کر چکی ہو تو (بجائے آنسو کے) خون

فلو کان مجد یخلد الدھر واحدا — من الناس ابقی مجدہ الیوم مطعما

پس اگر عزت و جاہ کسی شخص کو (اسکی عمر طبعی سے زیادہ) کچھ زمانہ تک باقی رکھ سکتا ہے تو آج مطعم کو اسکی عزت ضرور باقی رکھتی ہے

اجرت رسول اللہ منھم فاصبحوا — عبیدک ما لبی مھل واحرما

تو نے (ای مطعم) رسول خدا کی مشرکوں سے حفاظت کی — لہذا جبتک حاجی لبیک پکارتے ہیں اور احرام باندھتے ہیں وہ سب تیرے غلام

اسی زمانہ میں حضور انور نے بی بی سودا[1] سے نکاح کیا۔ آپ بیوہ تھیں اور آپ کا شوہر محض اس

---

[1] آپ کے والد کا نام زمعہ اور ماں کا نام شموس بنت قیس تھا آپ کا پہلا نکاح سکران بن عمر سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا عبدالرحمن پیدا ہوا۔ حضرت سودا اور اُن کا لڑکا عبدالرحمن دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ آپ اور آپ کا خاوند اور آپ کا بیٹا مسلمان ہو گیا تو مشرکین عرب نے آپ پر زیادتیاں کرنی اور آپ کو ستانا شروع کیا اور اخیر یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ حبش چلی گئیں۔ آپ کا خاوند صرف اس جرم میں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا قتل کر دیا گیا تھا۔ جب بی بی سودا حبش سے واپس آئیں تو انکی حالت بہت ہی خراب تھی ان پر بڑے بڑے مظالم ہو چکے تھے اور اب انھیں کوئی پناہ دینے والا بھی نہ رہا تھا۔ روایتوں سے اگرچہ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی عمر کتنی تھی لیکن اندازہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جرم میں کہ مسلمان ہوگیا تھا دشمنان خدا کے ہاتھوں شہید ہو چکا تھا۔ سوائے حضور انور کے

اور ٹھیک اندازہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ عمر میں آنحضرت سے بڑی تھیں حضور انور کی عمر جب بی بی سودا سے نکاح کیا ہے پوری پچاس برس کی تھی اور بعد از وفات سرور کائنات ۲۳ھ ہجری میں بی بی سودا کی وفات ہوئی اور وفات کے وقت آپکی عمر ۸۰ سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔

آپ کی نسبت بہت سی مختلف روایتیں مشہور ہیں اور بعض غلط روایتوں کی وجہ سے عام طور پر بہت کچھ دھوکا ہوا ہے۔ مگر ہم اسے بالکل روشنی میں لانا چاہتے ہیں اور انشاء اللہ ہم اس نکاح پر ایک بسیط بحث کریں گے۔ اول تو یہ دیکھنا ضرور ہے کہ حضرت بی بی سودا سے نکاح کرنے کی آنحضرت کو ضرورت ہی کیا تھی جب آپ قریش کی اعلیٰ درجہ کی لڑکیوں سے بلا تکلیف نکاح کر سکتے تھے۔ پچاس سال کی آپ کی عمر ہو چکی تھی اور بی بی سودا کی بھی اتنی عمر تھی یا آپ سے دو ایک برس کچھ بڑی تھی۔ اگر معاذ اللہ یہ نکاح لذائذ نفسانیہ کے لئے ہوا تھا تو ایسا خیال کرنا محض بے بنیاد ہے اور نرا تعصب ہے۔ نہ آپ نے دولت کو دیکھ کے نکاح کیا تھا کیونکہ بی بی سودا آپ مفلس اور ستم رسیدہ تھیں۔ نکاح کرنیکی کوئی غایت ضرور ہوگی اور کوشش کرنے سے اُس کا پتہ لگ جائیگا۔

حضور انور کا ابتدا سے یہ قاعدہ تھا کہ آپ دوسروں کا کام خود کر دیتے تھے مگر آپ کو کسی کا احسان لینا گوارا نہ تھا حضرت انس کی روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ دس برس میں میں نے رسول مقبول کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی آپ نے میری کی آپ کی عادت میں داخل تھا کہ ہر شخص کے کام میں لگ جانا اور غربا اور مساکین کی حتی الامکان سرپرستی کرنا آپ نے اپنی اس رحیم فطرت سے بی بی سودا پر نظر کی اور فرمایا کہ اس نے عورت ہو کے میرے لئے کتنی کتنی سختیاں نہیں۔ گھر سے بے گھر ہوئی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ جو کچھ اور جتنی تھی صرف میری وجہ سے برباد ہوئی۔ اس کا خاوند صرف قبول اسلام کی وجہ سے بہت ہی بے دردی سے ذبح کر ڈالا گیا اور اب یہ محض بے سروسامان اور پریشان ہو کے میرے پاس آئی ہے ایسی حالت میں ہی میں اُسے اپنا ہاتھ نہ دوں تو نبوت کے عائے مقاصد کے خلاف ہے۔ یہ خیال تھا جو حضور انور کے مبارک دل میں پیدا ہوا تھا اور اسی وجہ سے آپ نے صرف اس لئے کہ سودا کے تمام نقصانات اور تکالیف کا اچھا معاوضہ ہو جائے گا خوشی نکاح کر لیا۔ اور خاتم النبیین جیسے رحم مجسم کے لئے ایسے نکاح کی ضرورت بھی تھی۔ آپ کا بچیشت نبی اور وہ بھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور کوئی آپ کا وارث نہ تھا اس لئے انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اس بیوہ کو

جلیل القدر نبی ہونے کے فرض تھا کہ آپ ایسی بے بس - ناچار اور مصیبت زدہ خاتون کی سرپرستی فرمائیں جس نے محض خلوص سے اپنی گزشتہ بداعمالیوں اور بت پرستی سے تائب ہو کے دین خدا اختیار کیا اور حضور انور کے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر محض اسلام کے لئے اس نے تکلیفیں اٹھائیں جلاوطن ہوئی اور عورت ہو کے اسلام سے اُس کا قدم نہیں ڈگمگایا - عاقبت میں تو جو کچھ اس کا معاوضہ عطا وہ ملتا ہی لیکن زندگی میں بھی ایسی شجاع اور نیک دل خاتون کو ضرور صلہ ملنا چاہئے تھا اور وہ صلہ ایسا ہوتا کہ اس سے قیمتی صلہ دنیا میں اور ممکن نہ تھا یعنی وہ خاتم النبیین کی بی بی بنتی اور ام المومنین کا معزز لقب پاتی - اس سے بہتر کوئی صلہ نہیں دے سکتے تھے کیونکہ جو کچھ بے نظیر مردانگی اسلام پر قایم رہنے کی اس خاتون نے دکھائی تھی وہ عجیب و غریب بھی ہے اور اسی مرتبہ کے صلہ کی مستحق بناتی ہے جو حضور انور کی طرف سے اسے عطا ہوا -

اگر حضور انور اپنی زوجیت میں بی بی سودا کو قبول نفرماتے تو انکی عمر اور بے سروسامانی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی ہاتھ نہیں رکھتا اس لئے کہ اول تو وہ پریشانی کا زمانہ تھا مشرکین قریش کے پے در پے حملے ہو رہے تھے اور مسلمان برابر ستائے جا رہے تھے ابھی مسلمانوں کو کچھ قوت اور اطمینان بھی حاصل نہ ہوا تھا اور نہ کوئی مستقل جائے قیام کسی مسلمان کی ہوئی تھی یہ وقت مسلمانوں کی سخت آزمایش کا تھا اور اسی وجہ سے خود نبی کریم کو بھی نکاح کرنے کا خیال نہ تھا اور نہ ابھی تک کوئی فطری ضرورت داعی ہوئی تھی مگر اس حالت میں بھی اور اس زمانہ رستخیز میں بھی آپ نے بحیثیت نبی ہونے کے اپنا فرض سمجھا کہ سودا جیسی مجروح القلب بے بس اور ثابت قدم خاتون کو اپنی زوجیت میں لیں تاکہ اسکی پورے طور پر سرپرستی ہو اور مسلمانوں میں ایسی بے پناہ مستورات کی معاونت کرنے کی ایک زبردست نظیر قائم ہو جائے - آپ نے بی بی سودا سے نکاح کر کے نفس نکاح کی ایک غایت بتا دی اور ظاہر فرما دیا کہ نکاح کی اصلی غرض مستورات کی سرپرستی ہے اور سب سے بڑی بات جو اس نکاح سے پیدا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں کی حمایت کرنے کی روح پھونکی جائے اور وہ مثل دوسری قوموں کے عورتوں کو لاشے محض نہ سمجھیں ہم مقدمہ تفسیر الفرقان بیان کر چکے ہیں کہ عرب ہی نہیں بلکہ دنیا کی کل قوموں میں عورت مثل اثاث البیت کے سمجھی جاتی تھی اور دنیا کی بڑی بڑی متمدن اقوام نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے نکاح میں قبول فرمائیں۔ بی بی سودا خاندان قریش میں سے تھیں لیکن حضور انور سے

کبھی عورتوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کی اور نہ اُن کی خدمات کا کبھی اُنکو صلہ دیا گیا۔ انسانی تمدن میں اُن کی کوئی وقعت نہیں تھی اور اُن سے شل چوپایوں کے برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اب وہ تاریک زمانہ گزر گیا تھا اور عورتوں کی تعظیم اور تکریم ہونے لگی تھی۔ بی بی سودا نہ تو امیرزادی تھیں نہ کچھ ایسی عالی خاندان تھیں اس پر بھی اُنھیں وہ مرتبہ حاصل ہو گیا تھا کہ وہ بڑے بڑے قریش سرداروں کی اور اخیر میں بڑے بڑے تمام سلاطین کی ماں کہلائیں۔ کیا اس سے زیادہ کسی قوم یا کسی مذہب نے عورتوں کو عزت دی؟ اور آجتک کسی ملک میں بھی عورتوں کو اسقدر آسمان پر چڑھایا گیا؟ موجودہ قومیں اس سوال کا جواب خواہ کسی صورت سے دیں لیکن مختلف قوموں کی مذہبی کتابیں اور تواریخ اس کا صاف جواب دیتی ہیں۔

سمجھ میں آگئی ہوگی کہ بی بی سودا سے نکاح کرنے کی کیا غایت اور غرض تھی اور اُسے کس حد تک پورا کیا گیا۔ بی بی سودا کی نسبت بہت سی جھوٹی روایتیں مشہور ہیں اور وہ ایسی لغو ہیں کہ عقل کبھی اُنھیں تسلیم نہیں کر سکتی۔

پہلی روایت تو ایک یہ مشہور ہے کہ جب اُنکے پہلے خاوند مریض ہوئے تو اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور انور نے میری گردن پر پیر رکھدیا آنکھ کھلی تو اپنے مریض خاوند سے یہ خواب بیان کیا اس نے یہ تعبیر دی کہ میرے بعد تو دوسرا نکاح کریگی۔ یہ خواب اور اسکی تعبیر عجیب و غریب ہے۔

عرب میں عام دستور تھا کہ بیوہ عورت فوراً نکاح کر لیتی تھی اور ایک دن بھی خالی نہ رہتی تھی یہ ایک عام رواج تھا اور چونکہ رسم و رواج آگے چل کے قانون بن جاتا ہے اس لئے یہ ایک قانون ہو گیا تھا جسے بعد ازاں اسلام نے اور بھی مضبوط کر دیا۔

بی بی سودا کے شوہر کا یہ تعبیر دینا بھی عبث تھا جبکہ اُسے اپنے ملکی قانون کی پوری خبر تھی اور ساتھ ہی گردن پر پیر رکھنے کی تعبیر بھی ثانی نکاح کی طرح سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب اور اسکی تعبیر اور بی بی سودا کے خاوند کا مریض ہو کے مرجانا ہی غلط ہے۔ جبکہ وہ بالکل صحت کی حالت میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں شہید ہوا تھا۔ دوسرا سب سے زیادہ سنگین اعتراض یہ ہے کہ جب بی بی سودا ضعیف ہو گئیں تو آنحضرت نے اُنھیں طلاق دینی چاہی وہ یہ خبر سنکے یا یہ خیال کر کے کہ پیغمبر خدا طلاق دینی چاہتے ہیں سخت پریشان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خاندان کے لحاظ سے بہت قریب کا تعلق نہ تھا یہ نکاح حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے دو مہینے

ہوئیں اور انھوں نے ایک دن رسول کریم سے کہا کہ میں اپنی باری بخوشی حضرت عائشہ صدیقہ کو دیتی ہوں اے نبی کریم تم مجھے طلاق نہ دو۔ چنانچہ آنحضرت نے یہ منظور فرمایا اور انھیں طلاق نہ دی۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت بی بی سودا کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ مبادا آنحضرتؐ بسبب ضعیفی کے مجھے طلاق دیدیں آپ نے اپنے اس خیال کا اظہار آنحضرت کی خدمت میں اس صورت سے کیا تھا۔ یہ ساری باتیں محض لغو اور بے بنیاد ہیں جس نبی نے محض سرپرستی اور رحمدلی فرما کے آپ کو اس وقت اپنے ہاں پناہ دی جب آپ جوانی کی عمر کاٹ چکی تھیں پھر کب سمجھ میں آسکتا ہے کہ چند ہی روز کے بعد آپ نے آنکھیں پھیر لی ہوں۔ اور ایسی بے پناہ بی بی کو طلاق دیکے نکالدینے کا ارادہ کیا ہو۔ جس شخص کی ایسی طبیعت ہو ہرگز اس کی نصائح کا اثر نہیں ہوسکتا اور ممکن نہیں کہ کبھی کسی کی دل پر اس کی باتیں کوئی نیک خیال پیدا کرسکیں۔ اس قسم کی روایتیں اگرچہ بعض کتب اسلامی میں دیکھی گئی ہیں مگر انھیں قرآن کے مقابلہ میں صحیح سمجھنا اور ان ہی پر تکیہ کرکے بیٹھ رہنا تحقیق اور انصاف کے خلاف ہے۔

اسلامی کتب میں ہزارہا اس قسم کی روایتیں موجود ہیں کہ اگر ان کا انتخاب کیا جائے اور صرف ان ہی کو پیش کیا جائے تو کبھی اُن سے اسلام کا مفہوم نہیں ہوتا کہ جو قرآن پیش کرتا ہے اسلام کی بے نظیر کامیابی جسکی شہادت دیتی ہے۔ ایک عیسائی مصنف اپنے دعوے میں روضۃ الاحباب کو پیش کرتا ہے دوسرا الواقدی کو تیسرا ابوالفدا کو چوتھا طبری کو پانچواں ابن ہشام کو۔ یہ صحیح ہے کہ یہ اسلام کی تاریخیں ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ مسلمانوں کی لکھی ہوئی ہیں لیکن جمہور کا اتفاق ان کتابوں کے مصنفین کی معصومیت پر نہیں ہے اور نہ خدا کی طرف سے انھیں کوئی سند صداقت کی مل گئی ہے نہ ان کتابوں کو اسلام سے کچھ تعلق ہے کیونکہ یہ کتابیں اسلام کے بعد کی تصنیف کی ہوئی ہیں۔ ان میں تحریف کا ہونا بھی ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف سے غلطی ہوئی ہو۔ جب قرآن مجید موجود ہے پھر ہم اسی سے کیوں نہ تحقیق کریں اور کیا وجہ کہ ہم اپنا دارومدار جھوٹی روایات پر رکھیں اسلام پر کیا مقرر ہے دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کا تکیہ اسکے معتقد مصنفوں کی رائے پر ہو۔ سر ولیم میور نے جہاں اسلام پر اور عنایتیں کی ہیں وہاں آپ یہ بھی زور دیتے ہیں کہ الواقدی کو جسے کل مسلمان مصنف کاذب کہہ چکے ہیں

کے بعد ظہور میں آیا تھا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی حضرت بی بی عائشہ رضؓ

مانا جائے اور وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے بہت سی روایتیں اسی سے منتخب کی ہیں۔ خیر یہ اُن کی ذاتی رائے ہے اور انھیں اختیار ہے کہ وہ اپنی رائے خواہ کچھ ہی کیوں نہ رکھیں مگر اسلام میں ان باتوں کی کچھ وقعت ہے اور نہ یہ ذاتی خیالات مسلمانوں کے لئے حجت ہو سکتے ہیں۔

ہمیں بی بی سودا کی اس روایت پر ایک نظر کرنی ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ یہ روایت کیا ہے اور اس کی حقیقت کیونکر ہے مسلمانوں کی صحیح کتابوں میں بھی اس روایت کا ذکر ضرور ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے حضور انور کی ذات پر کیا الزام آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اپنی باری دینے کا خیال آنا اور اُس کی درخواست کرنا یہ حضرت بی بی سودا کی ضعیفی پر دال ہو سکتا ہے یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور نے کبھی اس قسم کا اشارہ کیا یا کسی دوسرے شخص سے کہا کہ میں طلاق دینا چاہتا ہوں حضرت بی بی سودا اگرچہ اسلامی خواتین کی ایک عمدہ نظیر تھیں اور آپ بہت پکی مسلمان تھیں پھر بھی آپ میں موروثی خون کا اثر موجود تھا جو نسلا بعد نسل آپ میں چلا آتا تھا اور وہ خون وہی عربی صفت کا خون تھا جس میں بڑھاپا بیبیوں کو بلاوجہ چھوڑ دینا اور گھر سے نکال دینا ملا ہوا تھا۔ چونکہ آپ کو ام المومنین کا فخر حاصل ہو چکا تھا اور اس فخر کی عزت آپ محسوس کر چکی تھیں اس لئے آپ کے دل میں یکایک یہ خوف گزرا کہیں پیغمبر خدا مجھے طلاق نہ دیدیں اور یہ عزت جو مجھے حاصل ہوئی ہے نہ جاتی رہے۔ اس خوف سے اگر آپ نے رسول خدا کی خدمت میں یہ عرض کر دیا ہو تو کچھ بعید نہیں ہے

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جب سے ادنی درجہ سے یکایک اسے کوئی عزت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سخت پریشانی اور بے مائیگی کے بعد کوئی اطمینان اور وقعت حاصل کر لیتا ہے تو اُسے معمولی طور پر یہ خیال ضرور آیا کرتے ہیں کہیں پھر وہی کیفیت نہ ہو جائے اور ایسی صورت میں کہ اُس عزت پر پہنچنے کی اُسے لیاقت نہیں ہوتی اور اتفاق سے اُسے عالی مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ دل ہی دل میں سہما کرتا ہے حضرت بی بی سودا ابتدا میں ایک مصیبت زدہ خاتون تھیں اور آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی بڑی سختیاں اور پریشانیاں اٹھائی تھیں ادھر اُنا ہیب رسوم کا اثر آپ کے دل و دماغ میں موجود تھا جو صدہا برس سے آپ کی قوم میں چلی آتی تھیں اور چونکہ آپ ضعیف بہت ہو گئی تھیں اور اس ضعیفی کا اثر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سے نکاح ہوا۔ یہ نکاح محض اپنے دلی دوست حضرت صدیق اکبر سے تعلقات بڑھانیکی

آپ کے خیالات پر بخوبی پڑنے لگا تھا اپنے یکایک یہ تصور کیا اور آپ کو ایک خوف سا معلوم ہوا اور آپ نے اپنا دلی اظہار حضور انور کی خدمت میں کر دیا۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کسی صحیح روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے بی بی سودا کی باتوں کا کیا جواب دیا اور آیا آپ نے ان کی اس پریشانی میں کچھ ڈھارس بندھوائی یا نہیں اور پھر آپ کبھی حضرت بی بی سودا کے پاس گئے یا نہیں۔ یا اخیر دم تک ان کی صورت نہیں دیکھی۔ یہ ساری باتیں بہت ہی غور طلب ہیں اور ان پر معمولی توجہ سے ہرگز کام نہیں نکلتا باری سونپنے اور اس باری کی درخواست کو قبول کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے اُن سے زن و شوئی کا تعلق قطع کر دیا تھا اور اخیر تک آپ نے بی بی سودا کی صورت نہیں دیکھی تھی حالانکہ رسول خدا کے اخلاق سے یہ امر بہت ہی بعید ہے۔ جس پاک نفس کی تعلیم کا یہ اثر ہو کہ تیرہ سو برس کے بعد بھی کروڑوں بندگان خدا صرف آپ کے مبارک نام پر جان دینے کو موجود ہوں اور آپ کا نام اُن کے کلیجے ہلا دینے کے لئے عجیب اثر رکھے اسکی نسبت ایسے مہمل خیالات پکانے سخت بے انصافی ہے یہاں سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اگر اس روایت کو بہمہ وجوہ بھی صحیح مان لیا جائے پھر بھی رسول مقبول پر کوئی الزام نہیں عائد ہوتا کیونکہ درخواست کی بی بی سودا نے اپنے موروثی خیالات کے مطابق محض بڑھاپے اور کمزور دل ہونے کی وجہ سے از خود بی بی سودا کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور انھوں نے معمولی طور پر اس کا دفعیہ حضور انور سے ذکر کر کے کر دیا اور ساتھ ہی باری سے دست بردار ہونیکے یہ معنی ہیں کہ میری عمر بڑھاپے کی آگئی ہے میں نے کچھ شوہر کی خواہش کی وجہ سے نکاح نہیں کیا تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ میں حضور انور کی سرپرستی میں آجاؤں اور بس باری دینے کے معنی بھی ہیں کیونکہ بلا درخواست اپنی باری سے دست بردار ہونے کا یہی مطلب ہے جو بیان ہوا ایک پہلو تو یہ تھا جو مجھے بیان کیا اور اس روایت کا دوسرا پہلو اور ہے جس پر ہم بحث کرتے ہیں اور ہم اس قسم کی جتنی روایتیں ہیں خواہ وہ صحیحین میں ہوں یا قرآن مجید میں تواریخ میں ہوں یا تفسیروں میں سب کے ایک ہی معنی لیتے ہیں اور کل روایتوں کا ایک ہی پہلو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں رسول کریم کو ازواج کے معاملہ میں خطاب کیا گیا ہے اصل میں اس خطاب کے اصلی مخاطب مسلمان ہیں۔ عورتوں کا معاملہ چونکہ زیادہ پیچیدہ تھا اور بہت ہی خطرناک صورت پکڑ گیا تھا اس لئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بنا پر کیا گیا تھا اس وقت آپ کی عمر چھ یا سات برس کی تھی لیکن حضور النور کی مبارک

اس کا زیادہ سمجھانا مقصود تھا اور سمجھانے کا عمدہ پیرایہ یہی تھا کہ خود نبی کو مخاطب بنا لیا جائے جب نبی سے خطاب کیا جائے گا تو مسلمانوں پر اس کا بہت اثر پڑے گا اور وہ نہایت کوشش سے اس پر عمل کریں گے۔ اسیطرح جتنی صحیح حدیثیں اس قسم کی آئی ہیں ان میں بھی دور اندیش پیشوایان اسلام نے بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آنحضرت ہی سے نسبت دی ہے تاکہ مومنین کو تنبیہ ہو مثلاً بی بی سودا ہی کے معاملہ سے ایک زبردست تنبیہ مسلمانوں کو نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک بی بی بڑھیا ہو جائے اور تمہاری اور جوان بیبیاں موجود ہوں یا تم نکاح کرو تو اس بڑھیا کو محض بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دینی نہیں چاہئے اور باہم اس کا معاملہ طے ہو جانا لازم ہے جیسا خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا والصلح خیر (سورۂ نساء) یعنی اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے علیحدگی اور بے پروائی کا اندیشہ ہو تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے بعض راوی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بی بی سودا کے لئے نازل ہوئی تھی جب انکے دل میں یہ خوف پیدا ہوا تھا کہ رسول خدا مجھے طلاق نہ دیدیں اور بعض راویوں کا یہ قول ہے کہ اس آیت میں عام حکم ہے اس کا نزول بالخصوص بی بی سودا کے لئے نہیں ہوا تھا بہرحال کچھ ہی کیوں نہ ہو اس آیت سے یہ ضرور پایا جاتا ہے کہ مفارقت کسی عورت سے جائز نہیں ہے اور باہم صلح ہو جانی بہتر ہے۔ اب عورت کے دل میں اپنے خاوند کی طرف سے خوف پیدا ہونا بے بنیاد بھی ہو سکتا ہے اور اسکی معقول وجہ بھی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ خاوند کسی فکر یا کسی خیال کی وجہ سے چند روز تک بی بی سے اپنی معہودہ عادت کے مطابق برتاؤ نکرے اور بی بی کو شبہہ ہو کہ یہ مجھ سے ناراض ہے اور مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ ایسی حالت میں خیالات کی صفائی ضرور ہو جانی چاہئے اور یہی حکم خدائے تعالیٰ کا ہے یا شوہر کو اپنی بی بی کی کوئی بات بری لگی ہو اور وہ کسی وجہ سے نہ کہہ سکتا ہو مگر کشیدہ خاطر رہنے لگے اور عورت کو اپنی خطا کا علم نہ ہو اور وہ دل میں مفارقت کا اندیشہ کرنے لگے تو اس حالت میں بھی صفائی ہو جانی بہتر ہے تاکہ طرفین کے دل سے کدورت نکل جائے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عمر پچاس برس سے کم نہ تھی۔ نکاح سے تین سال کے بعد وداع ہوئی اور اس سے خاندانی

غرض حضرت بی بی سودا کا ایسا معاملہ نہیں ہے جس پر یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو رہا ہے اور بلا وجہ اُسے رنگ چڑھا چڑھا کے بیان کیا جاتا ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ جو روایت سے ثابت ہوتی ہے کہ اُن کے دل میں از خود یہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت بسبب ضعیفی کے مبادا مجھے طلاق دیدیں اور انھوں نے اپنے بے بنیاد شبہہ کو آنحضرت سے عرض کر کے رفع کر لیا۔ بس بات اتنی ہے اور اس میں بعد کوئی اعتراض کے قابل امر نہیں ہے۔

بی بی سودا اگرچہ خاتم النبیین کی بی بی تھیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ میں نبوت کی بھی شان پائی جاتی تھی اور اُن ربانی صفات سے حلو تھیں جو خاص نبیوں کو فطرت کی طرف سے عطا ہوتی ہیں آپ میں علاوہ مورونی خون ہونیکے عورتوں کی وہی فطرت تھی جو روز ازل سے اُنھیں عطا ہوئی ہے اور اسی وجہ سے آپ کے دل میں وہی خیال آیا جو اس عمر رسیدہ بی بی کو آسکتا تھا۔ بڑی حکمت جو آپ کے اس خیال میں مضمر ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اس طرح اپنا اندیشہ ظاہر کر کے اس بات کا نقشہ کھینچ دیا کہ اس زمانہ میں عورتوں سے کیسا شرمناک برتاؤ کیا جاتا تھا اور بیویاں مثل جوتی کے تھیں کہ پرانی ہوئی اور اُتار کے پھینکدی۔ یہی راز تھا جو اس روایت میں مضمر ہے اور جس کا بڑی دقت سے کھوج لگایا گیا ہے۔

جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے اس روایت کو صحیح مان کے لکھا ہے مگر ہماری رائے جہاں تک ہمیں تحقیق ہوا ہے یہ روایت سراسر بناوٹی اور لغو ہے اور رسول کریم کی معاشرت پر ہرگز چسپاں نہیں ہوتی یہ روایت منجملہ اُن لاکھوں غلط روایات کے ہے جو جدید فرقوں نے اسلام میں داخل ہونے پر تراشی ہیں اور کسی اعلیٰ درجہ کے مورخ یا محدث کو واقعات یا احادیث کی تدوین کرتے وقت اس کا خیال نہ رہا ہو اس لئے کہ کسی محدث کسی مفسر کسی مجتہد کو معصوم نہیں تسلیم کیا گیا ہے اور کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ فلاں محدث یا مفسر یا مجتہد معصوم تھا جب اسماء الرجال بنا ہے اور کہری کھوٹی حدیثیں پرکھنے میں آئی ہیں محکم اور قرین قیاس ہے کہ لاکھوں جھوٹی سچی حدیثوں کے انتخاب کے وقت دس بیس پچاس ایسی بھی انتخاب ہو گئی ہوں جنھیں سچا سمجھ لیا ہو اور وہ اخیر میں اُن صحیح کتابوں میں باقی رہ گئی ہوں جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ہمارے اس رائے سے کسیکو بھی انکار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سوائے رسول کریم کے ہم کسی کی معصومیت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تعلقات کے وہ مقاصد جو پہلے خیال کر لئے گئے تھے ظہور میں آئے۔

قائل نہیں ہیں۔ اس کی بابت ہم آیندہ کہیں مفصل بحث کریں گے اور اب بی بی سودا کے حالات کو لکھ کے ختم کرتے ہیں کہ اول تو یہ روایت ہی صریح طور پر لغو ہے خواہ علاوہ قرآن کے کسی کتاب میں کیوں نہو اور اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو ہماری اوپر والی توضیح اسکے لئے کافی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اس خاتونِ اعظم کی نسبت بہت کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں نہ صرف عیسائیوں کی طرف سے بلکہ مسلمانوں کے ایک فریق کی جانب سے بھی بہت کچھ نکتہ چینیاں ہوئی ہیں ہم ان اعتراضوں کی اصلیت پر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں اور ان کی اصلیت کیا ہے۔

مختلف روایتوں کے طوفان بے تمیزی نے غضب ڈھایا ہے اور جب ایک محقق شخص اس ڈھیر میں سے سچی روایتیں منتخب کرنا چاہتا ہے تو اسے سخت دقتیں پڑتی ہیں اور وہ پریشان ہو کے کبھی منہ نوچتا ہے اور کبھی گریبان پھاڑتا ہوا اور پھر غور کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ بڑی کوشش اور دقت کے بعد ہم نے کچھ واقعات کا انتخاب کیا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ ہمارا یہ انتخاب ایک حد تک ناظرِ سیر کا اطمینان کر دیگا۔ حضرت صدیقہ حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادی تھیں اور آپ کی سات سال کی عمر تھی جب رسول کریم سے آپ کا نکاح ہوا تھا اور تین برس کے بعد آپ وداع ہوئی ہیں۔ اس کم عمری کے نکاح پر بعض دریدہ دہن عیسائیوں نے بہت بڑی زبان درازیاں کی ہیں اور محض بازاری الفاظ سے رسول کریم کو یاد کیا ہے مگر ہم نہ اُن الفاظ کو نقل کریں گے اور نہ اُن کا ترکی بترکی جواب دیں گے بلکہ جو طریقہ کہ نہایت شائستگی کا ہمنے اختیار کر لیا ہے اُس سے ہم تجاوز نہیں کریں گے اور انھیں مہذب الفاظ میں کل جوابات آجائیں گے۔

پہلا اعتراض صرف یہ ہے کہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ اس چھوٹی سی عمر کی بچی سے نکاح کرے۔ اس اعتراض کا مطلب نہیں سمجھ میں آیا۔ نکاح کے لئے کوئی عمر خاوند یا بی بی کی آسمانی مقرر کی ہوئی نہیں ہوتی چونکہ یہ دنیا کے معاملات ہیں اس لئے ملکی رسوم کے موافق اُن پر کاربند ہونا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص کا نکاح اپنی عمر سے بہت کم کی لڑکی سے ہوا تو اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہوئے کہ بدنیتی سے نکاح ہوا۔ جب جائز طریقہ مناکحت کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور سخت مایوسی کی حالت میں طائف سے واپس تشریف لا چکے تھے اور یہ مایوسی

بڑھتا گیا پھر اس کے ناجائز ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ عرب چونکہ گرم ملک ہے اس لئے وہاں چھوٹی عمر میں اکثر نکاح ہو جاتے ہیں کچھ عرب ہی پر مقصر نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں عورت و مرد کی عمر میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہر قوم میں ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جنکی عمریں پچاس ساٹھ سے زیادہ تجاوز کی ہوئی ہیں مگر ان کی بیبیوں کی عمر پندرہ سولہ برس سے زیادہ کی نہیں ہے۔ اگر نکاح کرنے میں عمروں کی کوئی قید ہو تو وہ بتانی چاہیئے۔ مثلاً یوسف نجار کی عمر ستر اسی سال کی تھی اور حضرت بی بی مریم عیسائیوں کے فرضی خداوند کی والدہ ماجدہ کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی جب شادی ہوئی ہے کیا ہم اپنی نادانی سے اس شادی کو ناجائز کہیں گے اور کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا کا بڑا حصہ ناجائز شادیوں کا مرتکب گنا جائے۔ یہ عجیب قانون ہے اور غریب اسمتھ لال ہے جس کا سر نہیں۔ رسول کریم بدنیت تھے اس لئے انہوں نے بہت کم عمر کی لڑکی سے نکاح کیا تھا۔ اس سے زیادہ تعصب اور ہو نہیں سکتا کہ بلاوجہ الزام قایم کر دیا اور خوش ہو گئے کہ ہم نے بڑا پایہ مارا۔

اس نکاح کا ایک سیاسی پہلو ہے اور اسے بغور دیکھنا چاہیئے حضرت صدیق اکبر قریشی سردار تھے اور انھیں رسول کریم نے ایک خاص عزت بخشی تھی۔ ہجرت کے وقت بھی انھوں نے رفاقت کی تھی اور حضرت صدیق کی صاحبزادی اپنی جان کا خوف نہ کر کے غار میں ایک وقت کھانا پہنچا آتی تھیں۔ یہ خلوص اور محبت تھی مگر صدیق اکبر کے بہت سے رشتہ دار بھی مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور برابر مخالفانہ کارروائی کئے جاتے تھے حضرت ابوبکر کے خیال میں اس سے بہتر کوئی حکمت نہیں آئی کہ اپنی صاحبزادی کا نکاح رسول کریم سے کر دیں تاکہ رشتہ داروں کے غصہ کی آگ رشتہ ہو جانے کی وجہ سے ٹھنڈی پڑے اور بعد ازاں علانیہ مخالفت نہ ہو سات برس کی عمر میں نکاح کرنے سے یہی بہت بڑی غرض تھی اور فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیق کا خیال بھی صحیح تھا۔ آپ نے اپنے خیال کو پختہ کر کے رسول کریم سے درخواست کی اور عرض کیا کہ میں اپنی چاہتی بیٹی آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ رسول کریم نے قبول فرما لیا۔ یہ ممکن ہے کہ صدیق اکبر نے اس جدید نکاح کے زمانہ اپنے معصوم نبی کو سمجھا ہونگے اور تمام اونچ نیچ بتا دی ہوگی۔ غرض باقاعدہ نکاح ہوا اور تین برس کے بعد حضرت بی بی عائشہ وداع کر دی گئیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کچھ اپنی کامیابی پر نہ تھی بلکہ مخلوق خدا کی تباہی اور بربادی پر تھی تلقین دین خدا کا عزم

اس جدید تعلق نے ایک نئے اتحاد کی اور بنیاد ڈالی اور جو مقاصد کہ اس سے حاصل ہوئے خیال کئے گئے تھے سب آسانی سے حاصل ہو گئے۔ اب یہ باتیں بیان کرنا کہ رسول کریم کو سب بی بیوں سے زیادہ بی بی عائشہ سے بہت محبت تھی اور آپ اُن ہی کے پاس زیادہ رہتے تھے فضول بات ہے ہم بھی کہتے ہیں ہاں محبت تھی اور بہت ہی محبت تھی سخت شرم کی بات ہو کہ خاوند بی بی کی محبت پر بھی نکتہ چینیاں ہوتی ہیں۔ اور ایسے بھی عیب گنا جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ نے اپنی بی بیوں سے محبت کر کے اس کی نظیر قائم کر دی کہ بی بیاں اس لئے نہیں بنائی گئی ہیں کہ اُن سے بحقارت پیش آیا جائے اور انھیں مثل لونڈ جانوروں کے سمجھا جائے اور نفرت سے اُن سے بات کیجائے اور کبھی بخندہ پیشانی اُن سے پیش نہ آیا جائے یہ ساری باتیں دنیا کی تمام متمدن اور غیر متمدن اقوام میں عورتوں کے ساتھ برتی جاتی تھیں اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ..... عورتوں کو اثاث البیت خیال کیا جاتا تھا۔ نیا لے لیا پرانا پھینک دیا۔ آپ نے اس لئے بھی اتنی شادیاں کی تھیں کہ خود برتاؤ کر کے اپنی امت کو بتا دیں کہ کس طرح بی بیوں سے محبت رکھتے ہیں اُن کے فرائض کیا ہیں اور انھیں کیونکر ادا کیا جاتا ہے۔ متعدد بی بیاں ہونے پر بھی سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جاتا ہے اور یکساں سب کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ زبانی نصیحت کا اتنا بڑا اثر نہیں پڑتا جتنا عملی نصیحت کا ہوتا ہے اور آپ کو بحیثیت ایک جلیل القدر نبی ہونے کے لازمی بلکہ ضروری تھا کہ دنیا کی قدیم معاشرت میں آپ نے جو کچھ ترمیمیں کی تھیں وہ خود کر کے دکھا دیں جو کچھ آپ کی ترمیم شدہ معاشرت تھی وہ نہ صرف قریشیوں سے بلکہ یہود و نصاریٰ سے بھی غیر تھی۔ عورتوں کے حقوق کی نگہداشت اس طرح اُن سے محبت کرنا یہ ایک عجیب و غریب سماں تھا جو دنیا تعجب سے دیکھ رہی تھی اور بعد ازاں مسلمانوں کی معاشرت کہ لونڈیاں بیگموں سے زیادہ بڑھ گئیں غیر قوموں میں تعجب سے دیکھی گئی۔

اگر آپ متعدد نکاح نہ کرتے تو مسلمانوں کو عملی طور پر کیونکر سمجھا سکتے تھے کہ بی بیوں سے کیونکر برتاؤ کرنا چاہئے اور اُن کے حقوق اگر متعدد ہوں تو مساوی رکھنا خاوند کا بہت بڑا فرض ہے۔ عیسائی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام۔ کہتے ہیں کہ آپ کو عورتوں سے بہت ہی محبت تھی یہ بھی عجب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بالجزم ان مصائب پر بھی جوں کا توں بنا ہوا تھا۔ آپ کسی اچھے موقع کے انتظار میں تھے کہ

تماشہ کی بات ہی کہ عورتوں سے محبت کرنے کو اس انیسویں صدی کے متمدن زمانہ میں جرم قرار دیا جاتا ہی۔ لاکھ کچھ تہذیب پھیلے اور ہزار کچھ تمدن میں ترقی ہو لیکن ممکن نہیں کہ عیسائیوں کی عورت سے نفرت کرنیکی موروثی عادت ہو جائے۔ انسان کی جو اصلی فطرت ہونی چاہیے اور جسکے بغیر انسان کبھی انسان نہیں بن سکتا اس صفت پر دریدہ دہن معترض حملہ کرتے ہیں اور اُس کا شمار دنیا کے بدترین عیبوں میں کرتے ہیں عیب نمایند ہنرش در نظر ہا کا مضمون ہے۔ یہ صحیح حدیث ہی اور اسکی صداقت میں ذرا بھی شک نہیں ہی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے تین چیزیں مرغوب ہیں۔ نماز۔ خوشبو اور عورت۔ بظاہر اس حدیث سے نفس پرست کچھ ہی خیال کیوں نکریں مگر اس حدیث قدسی میں عورتوں کے اعلیٰ مدارج کا پورا خاکا کھینچدیا اور بتا دیا ہے کہ عورتوں کے کیا درجے ہیں اور ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ دنیا بھر کی اس شرمناک رسم پر کہ عورتوں کو مثل مویشیوں کے خیال کیا جاتا تھا اس حدیث سے ایک بہت بڑا تازیانہ لگا اور تمام قدیم خیالات کی جڑ اکھیڑ کے پھینکدی گئی۔ آپ نے عورتوں کی محبت کو عبادت الٰہی کے پہلو بہ پہلو رکھا ہے اور اس سے زیادہ عورتوں کی تعظیم ممکن نہیں۔ کون اعتراض کر سکتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کی کوئی وقعت نہیں کی گئی۔ اور کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اسلام عورتوں کے حق میں ظالم ثابت ہوا ہے آپ نے عورتوں سے محبت کرنے کا بڑی سرگرمی سے اس وقت اعتراف فرمایا کہ جب عورتوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کی مہیب رسم تمام عرب میں جاری تھی اور تمام قوموں نے عورت کو شیطان کا لقب دیا تھا۔ اس رستخیز اور عورتوں سے انتہا درجہ نفرت کے زمانہ میں عورتوں کی محبت کو عبادت رب الافواج اور خوشبو کے پہلو بہ پہلو رکھدینا ایک زبردست دلیری اور اعلیٰ درجہ کی عورتوں کے مدارج میں ترقی تھی۔ اور انصاف سے نظر کرنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ عورتوں سے محبت اور اُن کا پاس و ادب کرنے کا فخر اسلام سے زیادہ کسی مذہب کو بھی نہیں ہے۔ جو عیسائی مصنف کہ اس غیر معمولی محبت پر حضور انور پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھی حق بجانب ہیں کیونکہ انھیں اپنے آباء و اجداد کی نفرت کا ورثہ ملا ہے اگرچہ بظاہر وہ کیسی ہی باتیں بنائیں لیکن ممکن نہیں کہ دل سے اُس نفرت کو مٹا دیں جو انکے خون میں صدہا سال سے ملی ہوئی ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یکایک حج کا زمانہ شروع ہو گیا یہ وہ زمانہ تھا کہ لڑائی اور فساد سب بند ہو جاتے تھے حضور نے

حضور انور نے زبان مبارک ہی سے نہیں فرمایا کہ مجھے عورتوں سے دلی محبت ہے بلکہ عملی ثبوت بھی اس کا دیدیا اور دنیا کو سکھا دیا کہ عورتوں کی محبت انسانیت اور شرافت کی جزو اعظم ہے اور وہ انسان نہیں ہے کہ جس کے دل میں عورتوں کا پاس و ادب نہ ہو۔

حضور انور کی اس عملی تعلیم کا اثر مسلمانوں پر بیّن طور سے ہوا اور آج دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں نکلے گی جسکے ہاں عورتوں کا اتنا بڑا احترام کیا جاتا ہو جتنا مسلمانوں کے ہاں ہوتا ہے۔ حضور انور کی کل ازواج پاک اُمہات المومنین کے معزز لقب سے ممتاز ہیں اور ہمیشہ مسلمانوں نے اس کا وہی احترام کیا ہے جو اُنکے ساتھ بمقتضائے اصول اسلام ہو سکتا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا حضور انور کی صاحبزادی دنیا کی خاتونوں میں اول درجہ سمجھی جاتی ہیں اور آپ ہی خاتون محشر بھی کہلاتی ہیں یہاں تک آپ کا احترام کیا گیا کہ مسلمانوں نے اپنی اخروی نجات کا دارومدار آپ ہی کی تعظیم پر منحصر کر دیا۔ اسی طرح حضرت بی بی عائشہ کو تدوین اسلام میں بہت بڑا مرتبہ عطا کیا گیا اور احادیث صحیحہ کے بڑے حصہ کی صحت کا دارومدار صرف آپ ہی کی ذات پر موقوف ہے آپ سے صدہا احادیث منقول ہیں اور آپ نے مذہب اسلام کو ایسی مدد دی ہے کہ جبتک دنیا قائم ہے وہ آپ کا ممنون رہیگا۔

حضرت بی بی عائشہ کے مفصل سوانح عمری سے جو ہم آگے لکھیں گے آپ کا علم و فضل آپ کا سیاسی دماغ اور آپ کی سپاہیانہ کارروائیوں کا پورا علم ہو جائیگا اور کافی طور پر اس امر کی صداقت ہو جائیگی کہ اسلام نے عورتوں کو کتنا عروج پر پہنچایا تھا اور اُنکی مردوں کے ساتھ کس حد تک مساوات ہو گئی تھی۔

اس نکاح کی بابت اگر عیسائیوں کا کوئی اعتراض ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ بہت کم عمری میں نکاح ہوا اور بس سوائے اسکے وہ کوئی اعتراض نہیں کرتے یا اُن روایتوں کو نقل کرتے ہیں جو حضرت بی بی عائشہ کی نسبت مشہور ہیں کہ انھوں نے اپنی زبان سے اپنے تعلقات زوجیت کا اظہار کیا اور اُس محبت کو بتایا جو حضور انور آپ سے رکھتے تھے چنانچہ ہم اُن روایتوں کا خلاصہ کر دیتے ہیں جو حضرت بی بی عائشہ کے ساتھ نسبت دی جاتی ہیں اور اُنھیں کو اُن کا قائل بتایا جاتا ہے وہ روایتیں یہ ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ میں پیغمبر خدا کی ساری ازواج میں کئی وجہ سے اچھی ہوں۔ اول آپ کی ساری بی بیوں میں میں ہی بن بیاہی آئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علانیہ وعظ فرمانے شروع کئے اور آپ ایک دن عرفات سے منا میں آکے قیام پذیر ہوئے کیونکہ

دوم میرے ماں باپ مہاجر تھے سوم جب زناکاری کا بہتان لگایا گیا تھا آسمان سے میرے بیگناہ ہونے پر آیت آئی تھی۔ چہارم جب میں بن بیاہی تھی جبرئیل نے میری تصویر پیغمبر خدا کو دکھائی تھی کہ اس سے نکاح کریں اور پیغمبر خدا دونوں ایک برتن میں نہایا کرتے تھے اور کسی بی بی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ ششم شب کو پیغمبر خدا نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے لیٹی رہا کرتی تھی۔ ہفتم کسی بی بی کے ہاں سوتے ہوئے وحی نہیں آئی مگر میرے ہاں سوتے کبھی کبھی وحی بھی آتی تھی۔ ہشتم آپ نے اسوقت وفات پائی جب میرے زانو پر سر مبارک رکھا ہوا تھا نہم جس شب آپنے وفات پائی وہ میرے مکان میں رہنے کی شب تھی۔ دہم میرے ہی حجرے میں آپ مدفون ہوئے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں مشہور ہیں جو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کی جاتی ہیں یعنی آپ فرماتی ہیں جب میرا نکاح ہوا میں چھ سال کی تھی اور جب میں اپنے گھر سے وداع ہوئی میری عمر نو برس کی تھی میرا مہر پانسو درہم کا بندھا تھا وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جو ہمنے عمداً قلم انداز کردی ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ سب کا ایک ہی مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو آپ کے ساتھ سب بی بیوں سے زیادہ خصوصیت تھی۔ اب ہم ان روایتوں کی فطرت پر ایک نظر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان میں صداقت کا کتنا مادہ ہے۔

جہاں تک غور کیا جاتا ہے ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ جبتک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ دوسری ازواج نے آپ کے مقابلہ میں رسول خدا کی محبت کا اظہار کیا تھا ہرگز یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بلاوجہ حضرت عائشہ نے ان رازدارانہ تعلقات کے بیان کرنے میں جو زوجیت سے متعلق تھے اتنی دردسری فرمائی ہو۔ کسی حدیث اور کسی تاریخ اور کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور کے وصال کے بعد خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفہ نے بھی امہات المومنین کی تحریم اور عزت کرنے اور انکے حقوق بحال رکھنے میں کچھ بھی کمی کی ہو یا ان میں کچھ امتیاز قائم کیا ہو۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں کل ازواج پاک سے ادب اور بے انتہا تحریم کا یکساں برتاؤ کیا جاتا تھا سب کی تنخواہوں میں مساوات تھی اور ایک تل برابر فرق بھی کسی سے برتاؤ کرنے میں نہ تھا حضرت بی بی عائشہ کی زیادہ تنخواہ مقرر نہیں ہوئی تھی نہ انھیں کوئی جاگیر بخشی گئی تھی۔ نہ بی بی حفصہ کے ساتھ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لوگ عرفات میں اپنے مذہبی ارکان ختم کرکے منا میں قربانی کرنے کو جمع ہوتے تھے اور جب

کوئی خاص رعایت حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ جب یہ بات نہ تھی اور مساوات اس درجہ قائم تھی پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکہ کسی بی بی نے حضور انور کے ساتھ اپنی خصوصیات کا جبکہ مقابلہ میں اور کوئی مدعی نہ تھا بلا وجہ اظہار کیا یہ ایک گہرا راز ہے جو زیادہ توجہ کا محتاج ہے اور یہ ایک بڑی بات ہے جس کے ذریعہ سے مذکورہ روایتوں کی صداقت اور غیر صداقت معلوم ہو جاتی ہے۔

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جب وہ کسی سرپرست کی وفات کے بعد اپنے حقوق زایل ہوتے ہوئے دیکھتی ہے یا یہ نظر کرتی ہے کہ دوسرا مدعی مقابل میں اپنی خصوصیت کا اظہار کر رہا ہے تو اس وقت او بدا کے اُسے ان تعلقات کا خواہ زبانی ہوں یا تحریر میں آچکے ہوں اظہار کرنا پڑتا ہے جو مرحوم کے ساتھ اُسے تھے اس کا ذکر نہیں کہ اس کے بیان میں صداقت کس قدر ہوتی ہے اور لغویات کتنی اور جب یہ بات نہیں ہے اور کوئی مدعی بھی نہیں کھڑا ہوا ہے اور نہ حقوق زائل ہونیکا اندیشہ ہے پھر نہیں ممکن ہو سکتا کہ وہ بلا وجہ بولنے لگے کہ مجھسے یہ خصوصیت تھی اور یہ گہرا تعلق تھا۔ ایک پہلو تو یہ ہے دوسرا پہلو اُن روایات کا جن کی نسبت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے دی جاتی ہے یہ ہے کہ خیال نہیں ہو سکتا کہ زوجیت کے رازدارانہ تعلقات کا کوئی خاتون علی الاعلان اظہار کرے۔ عورت کی فطرہ میں خواہ وہ کسی ملک کی کیوں نہ ہو شرم کا مادہ ودیعت ہوا ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے خاوند کے رازوں کو بھی کبھی کسی حالت میں دوسروں کے آگے بیان نہیں کرنے کی یہ باتیں جن کا تعلق خاص اپنے نفس سے ہوتا ہے کسی دوسرے شخص کے آگے اُن کا دوہرانا محض فضول ہے اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ جیسی عالمہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ نے زوجیت کے رازوں کا اس طرح اظہار کر دیا تھا سمجھ میں نہیں آتا یہ ہم مانتے ہیں کہ یہ روایتیں اسلامی کتب میں موجود ہیں اور اس کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اُن میں بعض روایات کا پتہ اسلامی کتب صحیح میں بھی ملتا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ان روایتوں کا مفہوم سمجھیں جسکو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس طرح ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کی عزت اور تحریم کا خیال تھا اسی طرح آپ کے بعد علما اور محدثین کو بھی اس کی طرف پوری توجہ تھی چونکہ یہ ترمیم عورتوں کے تمدن میں نئی نئی ہوئی تھی اس لئے علماء اسلام کو خیال تھا کہ مبادا نو مسلم پھر اپنی موروثی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قربانی کر چکتے تھے تو اپنے اپنے گھر واپس چلے جاتے تھے۔ اس ہجوم میں منا کی تنگ گھاٹی کے

عادت پر اُتر آئیں اور عورتوں کو اسی نفرت کی نظر سے دیکھنے لگیں جس نظر سے کہ اُن کے آبا و اجداد یا وہ خود قبل از اسلام دیکھتے تھے اس نظر سے ایسی روایتیں بنائی ہوں جن میں یہ تذکرہ ہو کہ نبی معصوم کس طرح اپنی ازواج پاک سے محبت رکھتے تھے اور آپ نے عام مسلمانوں کو کس طرح عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنیکی عمدہ تعلیم دی ہے۔ ان روایات کے بیان کرنے میں سوائے اس حکمت کے اور کوئی حکمت سمجھ میں نہیں آتی۔ ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کے سادہ خیالات اور سادی معاشرتیں تھیں جو اُن کے دل میں تھا وہ اُنکی زبان پر تھا اور وہ ہرگز یہ نہیں سمجھتے تھے کہ جو اقوال نیک نیتی سے بیان کئے گئے ہیں اُن پر اسطرح نکتہ چینیاں ہوں گی اور یہ طوفان بے تمیزی اُٹھے گا۔ وہ اپنا سا نیک نیت دنیا کو سمجھتے تھے اور انھیں اسلام نے اول ہی روز سے یہ تعلیم ہی نہیں دی تھی کہ بدظنی کو اپنے خیال میں رستہ دیتے ان روایات کی مجموعی صورت پر جب نظر جائے گی تو معلوم ہوگا کہ کسی طور سے بھی انکی نسبت حضرت عائشہ کی ذات کے ساتھ نہیں ہو سکتی اور ممکن نہیں کہ اُنھوں نے بلاوجہ اور بلا سبب اپنی زوجیت کے اندرونی تعلقات کا اس طرح افشا کیا ہو اور اگر ہم اسے صحیح تسلیم کر لیں اور یہ سمجھیں کہ یہ روایتیں کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتیں بیشک جتنے اقوال کہ مشہور کئے جاتے ہیں یہ سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہیں تو ہم اُن روایات کو صحیح سمجھ کے ہر ایک کی توضیح کریں گے تاکہ عام طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ ایک روایت سے بھی کوئی نقص حضور انور یا ام المومنین کی ذات میں نہیں آسکتا۔

جن کے خیالات اس معاملہ میں مذبذب ہیں وہ اور جو ان اقوال پر اعتراض کرتے ہیں وہ ذرا توجہ اور غور سے لاحظہ فرمائیں۔ ہم الزامی جواب دینے پسند نہیں کرتے ہمارے جتنے جواب ہوں گے وہ سب تحقیقی ہونگے ہمیں مطلب کیا کہ دوسرے مذہب میں فلاں فلاں بد تہذیبی کی باتیں ہیں اور یہ یہ نقائص ہیں۔ جب ہم یہ سمجھ چکے کہ اسلام سے بہتر دنیا میں کوئی مذہب نہیں ہے پھر آگے کسی بات کی گنجایش ہی نہیں رہی اگرچہ ہم مانتے ہیں کہ خاص خاص موقعوں پر الزامی جواب دینا لازمی ہو جاتا ہے اور بغیر اس کے چارہ نہیں ہوتا مگر اس موقع پر چنداں الزامی جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے ہماری غرض بحث و مباحثہ میں پڑنے کی نہیں ہے بلکہ ہمارا اصلی منشا اس غلط فہمی کو مٹانے کا ہے جو بعض کوتاہ اندیشوں کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِدھر اُدھر پھر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھ یا سات آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت

وجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی ہیں اور بعض بد تہذیب ناشائستہ کرسٹانوں نے بات کا بتنگڑ بنا کے ان واقعات پر شرمناکی کا ایسا رنگ چڑھایا کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ فرضی خداوند کے ماننے والوں اور پولوسیوں کی بھی اس قدر جرأت ہوئی کہ وہ اس دریدہ دہنی سے فخر رسل پر معترض ہونے لگے اور انھیں اپنے آپے کی کچھ خبر نہ رہی کہ بی بی مریم کو یہودی کیا کہتے ہیں۔ اُن کے فرضی خداوند کی نسبت یہودیوں کی مذہبی انجمن میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے مصنوعی مذہب کی بناکس ناقابل یقین اصول پر ہے۔ بایں ہمہ ہم ان پر کچھ سب وشتم نہیں کرتے بلکہ دعا کرتے ہیں کہ خدا انھیں راہ ہدایت دکھائے۔

اوّل۔ حضرت عائشہ کا یہ فرمانا کہ میں پیغمبر خدا کی کل ازواج میں اچھی ہوں کیا برائی پیدا کرتا ہے۔ یہ مانا کہ سب نبی کی بیبیاں تھیں لیکن یہ تو نہیں کہا جاتا کہ اُن بیبیوں کے خیالات قابلیتیں اور دماغی قوت بھی یکساں تھی۔ چونکہ ایک شخص ہمیشہ کچھ نہ کچھ دوسرے شخص پر فضیلت رکھتا ہے اگر آپ کی ازواج میں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہو گئی تو اس میں عیب کیا نکلتا ہے مگر جو باتیں کہ حضرت بی بی عائشہ سے وجہ فضیلت روایت کی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔ اول کوارپنے میں نکاح ہونا۔ اس میں بھی کچھ غلطی نہیں ہے نہ جھوٹ ہے نہ کوئی افترا ہے یہ صحیح ہے جب رسول مقبول سے نکاح ہوا ہے تو آپ بن بیاہی تھیں معلوم نہیں کہ ایک خاتون کا یہ قول کہ رنڈاپے میں نکاح ہوا یا کوارپنے میں کیوں لایق سرزنش خیال کیا جاتا ہے اگر لفظ کواری کوئی فحش لفظ ہے تو بی بی مریم کے ساتھ کواری مریم عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں کیوں لکھا ہے۔ اور کیوں شب و روز فرضی خداوند کے ماننے والے گرجاؤں میں کواری مریم کا نام جپا کرتے ہیں۔ شب و روز ہر قسم کی گفتگو اور مہذب سے مہذب علم ادب میں کیوں کوارے یا کواری کا لفظ مستعمل ہوا کرتا ہے یہ ساری باتیں محض تعصب کی بنا پر بنائی جاتی ہیں مگر ان کا کذب تو اس قدر عیاں ہے کہ معترض خود دل میں سمجھتا ہو گا کہ میں دیدہ و دانستہ جھوٹ بول رہا ہوں۔

دوسرا فخر حضرت عائشہ کا یہ ہے کہ میرے والدین مہاجر تھے یہ بھی غلط نہیں ہے نہ اس بیان کرنے میں کسی قسم کی برائی عائد ہو سکتی ہے۔ حضرت بی بی عائشہ کا یہ فخر کرنا انتہا درجہ تعلق اسلام پر دال ہے کہ ان کے والدین مہاجر ہیں یعنی انھوں نے اپنا وطن اور اپنے رشتہ دار رسول خدا کے لئے چھوڑ دیئے تھے شاید ہجرت کرنا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تھی - یہ لوگ پردیسی معلوم ہوتے تھے اور مدینہ سے آئے تھے - حضور انور فخر دو جہاں نے اُن سے

عیسائیوں کی نظروں میں اس سے کھٹکتا ہوگا کہ جب حضرت مسیح پر مصیبت آئی ہے تو ایک بھی نہ دکھائی دیا تھا اور جو شب و روز مسیح کے ساتھ مفت کے مال اڑاتے تھے انھوں نے بھی صورت نہیں دکھائی ہے اس لحاظ سے عیسائیوں نے بچی رفاقت اور اس پر فخر کرنے کو آیندہ جرم قرار دیدیا اور وہ اس امر کو سخت معیوب سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی وفاداری یا اپنے والدین کی وفاداری جو ایک سچے محسن کے ساتھ ہوئی ہو فخر کرنے یا اس کا اظہار کرے اس لئے وہ اس فخر کو جو حضرت بی بی عائشہ اپنے والدین کے مہاجر ہونے کا کرتی ہیں سخت حقارت سے دیکھتے ہیں - چونکہ اُنکے فرضی خداوند مسیح کی عملی تعلیم ہے اس لئے وہ بھی قابل معافی ہیں -

تیسرا فخر بی بی عائشہ کا یہ بیان ہوا ہے کہ بہتان عظیم جو میرا اٹھایا گیا تھا خدا وند تعالے نے اسکی تردید کر کے آسمان سے آیت اتاری اس میں شک نہیں کہ اس سے زیادہ اور کیا تقدیس اور بزرگی ہو سکتی ہے کہ آسمان سے کسیکی صداقت کی آیت نازل ہو حضرت بی بی عائشہ پر بہتان قدیم ہونے کے واقعہ کی خواہ کچھ ہی اصلیت کیوں نہ ہو اور مفسرین میں اس کی نسبت خواہ کچھ ہی غلط فہمی کیوں نہ پڑگئی ہو مگر اس وقت ہم اس واقعہ کو اُن ہی معمولی معنوں میں لیکے بیان کرتے ہیں جو عام طور پر سمجھ لئے گئے ہیں کہ جب حضرت عائشہ کے قافلہ سے پیچھے رہجانے پر شبہہ ہوا تو حضرت رسول خدا کو بحیثیت اسکے کہ آپ انسان تھے اور انسانی جذبات اور خیالات سے مملو تھے بدگمانی ہوئی اور چند روز تک باہم کشیدگی رہی اس عرصہ میں حضرت بی بی عائشہ سے درخواست کی گئی کہ وہ توبہ کریں اور معافی مانگیں مگر انھوں نے صاف انکار کیا کہ میں بالکل مقدس اور پاک ہوں اور مجھے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ مسئلہ صحابہ میں بھی پیش ہوا اور کسی نے کچھ سامنے نہ دی کیونکہ یہاں رائے دینے کا کوئی موقع نہ تھا - بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت بھی متردد تھے اور کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا - رسول کریم کی کشیدگی سے صحابہ اور خود حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بزرگ والد حضرت ابوبکر صدیق ناراض تھے مگر حضرت بی بی عائشہ کو کسیکی ناراضی کی مطلق پروا نہ تھی اور وہ اُن بدگمانیوں یا شبہات کا جو لوگوں کو اُن کی طرف ہو گئے تھے بہت دلیری سے مقابلہ کرتی تھیں اور اپنی تقدیس کا پورا پورا خیال رکھتی تھیں چونکہ وہ حق پر تھیں اس لئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ملکے سوال کیا "تم کس قبیلہ کے لوگ ہو"۔ انھوں نے جواب دیا ہم قبیلہ خزرج میں سے ہیں

وہ تنہا دلیری کے ساتھ اپنی صداقت پر قدم جمائے رہیں یہاں تک کہ آسمان سے انکی صداقت کی شہادت نازل ہوئی اور تمام ازواج میں فی الحقیقت یہ فخر حضرت بی بی عائشہ ہی کو ملا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے ان کے لئے آیت نازل کرکے انکی تقدیس کی شہادت دی۔

کسی کے تہمت لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ تہمت لگانے والے سچے ہیں اور جن پر تہمت لگائی گئی ہے وہ ملزم ہیں۔ حضرت بی بی مریم پر یہودی تہمت لگاتے ہیں اگر محض تہمت لگانا کچھ وزن رکھتا ہے تو حضرت بی بی مریم کی عصمت اور تقدیس کی کچھ شہادت نہیں ہے نہ حضرت مسیح کا ایسا کوئی صریح قول موجود ہے جس سے اُس الزام کی تردید ہوتی ہو جو یہودی اُن پر قایم کرتے ہیں ہاں قرآن مجید نے حضرت بی بی مریم کی تقدیس کی کچھ شہادت دی ہے اور بس۔ ایک عیسائی معترض یہ لکھتا ہے کہ سوائے قرآن کی ایک آیت کے اور کوئی ثبوت بی بی عائشہ کی پاک دامنی کا مسلمانوں کے پاس نہیں ہے مگر مشکل یہ ہے کہ حضرت بی بی مریم کی پاکدامنی کی تو ایک بھی شہادت نہیں ہے۔ رہا سوائے قرآنی آیت کے دوسرا ثبوت مسلمانوں کے پاس نہ ہونا یہ کوئی قابل الزام امر نہیں ہے، مسلمانوں کے ہاں قرآن مجید کی دو لفظی شہادت ہزارہا روایتوں اور شہادتوں پر سبقت رکھتی ہے۔ جب قرآن مجید نے شہادت دیدی پھر اُنھیں دوسرے شاہد کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی اور بہ حیثیت اس کے کہ وہ مسلمان تھے وہ قرآن مجید کے مقابلہ پر دوسرا شاہد تلاش بھی نہ کرسکتے تھے۔ بہرحال اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت بی بی عائشہ کا یہ فخر قابل اعتراض نہیں ہے بلکہ اُنھیں جتنا فخر کریں زیبا تھا۔

چوتھا فخر یہ ہے کہ جب میں بن بیاہی تھی جبریل نے رسول خدا کو میری تصویر دکھاکے کہا تھا کہ اس لڑکی سے نکاح کر۔ اگر ہم اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو ہم نہیں خیال کرسکتے کہ اس میں کیا قباحت ہے اور کیوں حضرت جبریل کا تصویر دکھانا ناجائز گنا جاتا ہے۔ تصویر دکھانے سے یہ مطلب صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے حکم سے یہ نکاح ہوا اور اس نکاح میں خاص خاص مصلحتیں اور حکمت عملیاں تھیں جن کا مختصر ذکر ہم اوپر کرآئے ہیں مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی کام بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور نے ارشاد کیا یہودیوں کے گروہ میں سے تم ہو انھوں نے اقرار کیا۔ حضور انور نے

اگر حضرت عائشہ نے یہ روایت بیان کی تو اس کے لفظی معنی کیوں لئے جاتے ہیں اور مجازی معنی سے کیوں روگردانی کی جاتی ہے ہم کہتے ہیں اگر جبریل کے تصویر دکھانے کے معنے حکم خدا کے لیں تو کیا قباحت لازم آتی ہے۔ چلو یہ بھی نہ صحیح اس روایت کے وہی معنی لیتے ہیں جو ظاہر الفاظ سے لئے جاتے ہیں تاہم اس میں اُس وقت بھی نکتہ چینی کو کوئی گنجایش نہیں رہتی جب کہ انجیلوں اور تورات میں ہزاروں لغو اور دور از قیاس اور فحش باتیں بھری ہوئی ہیں ہم کس بنا پر انھیں تسلیم کرتے ہیں اور اس معمولی روایت پر کیوں ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ کا یہ فخر بھی فی الحقیقت بجا و درست تھا۔

پانچواں فخر۔ پیغمبر خدا اور میں ایک برتن میں نہایا کرتے تھے یہ فخر اور کسی بی بی کو حاصل نہیں ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک برتن میں نہانے کے کیا معنی ہیں۔ اگر یورپی تہذیب کا مضمون لیں کہ ایک ٹب میں گھر کا گھر نہاتا ہے اسی میں صابون گھلتا ہے اور ایک بار نہانے کے بعد وہی پانی بہرا رہتا ہے اور پہر اسی میں دوسرے دن غوطہ لگایا جاتا ہے اور اخیر وہ پانی سڑ جاتا ہے پہر کہیں بہ مشکل پھینکا جاتا ہے تو یہ تہذیب عرب میں رائج نہ تھی ہاں یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک برتن سے نہایا جاتا ہو اور یہ کچھ عیب کی بات نہیں ہے ہاں اُس شخص کے لئے فخر کی بات ہے جو مسلمان ہو اور جس برتن سے رسول کریم نے غسل کیا ہو اسی کو وہ استعمال کرے تو اس سے زیادہ فخر اُسے ہو نہیں سکتا اگر فرض کریں کہ حضرت عائشہ نے ایک ہی برتن میں نہانے کا فخر کیا تو اُن کی یہ اعلیٰ درجہ کی ایمان کی نشانی ہے کہ رسول کریم کی ادنےٰ ادنےٰ اہر باتوں کا انھیں کس قدر فخر تھا اور وہ اُسے کس درجہ اپنی عزت اور امتیاز کی نشانی سمجھتی تھیں اس پر اعتراض کرنا اور ان باتوں کا مضحکہ اڑانا یہ نہ صرف عقل سے بعید ہے بلکہ عین انسانیت ہے اس قسم کے بیہودہ اعتراضات اپنے ساتھ کچھ وزن نہیں رکھتے بلکہ ان سے معترض کا سفلہ پن پایا جاتا ہے کیا تماشہ کی بات ہے کہ اس انیسویں صدی میں ایک برتن میں نہانا عیب خیال کیا گیا ہے اور اس امر کو منافی نبوت سمجھا گیا ہے کہ اگر یہ امور صحیح بھی ہوں تو ان سے اتنا نتیجہ نکل سکتا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فرمایا آؤ یہاں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے بہت

کہ عورت و مرد کی اس مغائرت کو کھونے کی تدبیر کی گئی تھی جو مخلوق میں خون کی طرح پیوست ہو گئی تھی اور کسی طرح بھی نہیں نکل سکتی تھی الحمد للہ کہ رسول کریم کو اس میں کامیابی ہوئی۔

چھٹا فخر۔ پیغمبر خدا نماز پڑھتے تھے اور میں آگے بیٹھی رہتی تھی۔ یہ بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے شکر ہے کہ یہ بات تو ثابت ہوئی کہ رسول کریم حضرت بی بی عائشہ جیسی چاہتی بی بی کے ہاں بھی آکے خدا کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور اگر بفرض محال یہ بھی صحیح ہو کہ نماز پڑھتے وقت حضرت عائشہ آگے لیٹی رہتی تھیں تو یہ بھی اپنی امت کے لئے ایک زبردست تعلیم ہے کہ انسان اپنے جذبات دلی کو بالخصوص اس وقت جب اسکی جوان بی بی آگے لیٹی ہوئی ہو کس طرح مغلوب کر کے خدا کی عبادت کر سکتا ہے یہاں گویا انسانی قوت اور دلی جذبات پر غالب آنے کی ایک بے نظیر مثال قایم کی ہے جس کی نظیر دنیا میں ملنی ممکن نہیں۔ اگر ہر بات کو حق سمجھ کے غور کیا جائے گا تو سب میں ایک زبردست تعلیم اور حکمت کا پہلو ضرور ہو گا اگر ہیئے کے پھوٹے اس حکمت کو نہ دیکھیں تو یہ قصور حکمت کا نہیں ہے بلکہ دلی بصارت کا نقص ہے سعدی نے بھی بہت ہی درست کہا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم کا کوئی فعل حکمت اور تعلیم سے خالی نہ تھا۔ آپ کا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ پینا غرض ہر کام میں بالغہ حکمت مضمر تھی اگر آپ نے پچاس برس کی عمر تک دوسرا نکاح نہیں کیا تو یہ بھی اعلیٰ درجہ کی تعلیم تھی کہ مرد جوانی کی عمر میں اپنی سی بڑی بی بی پر کس طرح قانع رہ سکتا ہے متعدد نکاح کئے ان میں بھی بہت بڑی تعلیم تھی کہ انسان کئی کئی بیبیاں کر کے کس طرح مساوات قایم رکھے۔ اور اُسے کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے ایک اعلیٰ درجہ کے برتاؤ کے یہ معنی ہیں کہ ہر بی بی خوش ہو اور یہ سمجھے کہ مجھ ہی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اگر حضرت بی بی عائشہ کے فخر نقل کئے گئے ہیں تو ان کے مقابلہ میں کسی اور بی بی کی شکایتیں بھی درج نہیں ہیں کہ فلاں بی بی کو رسول کریم سے یہ شکایت تھی اور وہ اسوجہ سے ناراض رہتی تھیں ایک قسم کا کھانا ایک قسم کا لباس خوشی ہے تو سب کو برابر مصیبت ہے تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

شوق سے حضور انور کے ارشاد کی تعمیل کی۔ کیونکہ حضور انور کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔ اور

مساوی۔ فاقہ ہے تو سب پر یکساں اگر ایک بی بی کے حجرہ میں چراغ نہیں ہے تو سب کے حجروں میں اندھیرا ہے۔ یہ مساوات تھی اور یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم تھی جو نہ کبھی زمانے نے دیکھی اور نہ کبھی کسی قوم میں پھیلی۔ آنحضرت کی اور بی بیاں بڑی عمر کی تھیں بعض جوانی سے ڈھلی ہوئی بعض ادھیڑ اور بعض بوڑھی مگر حضرت بی بی عائشہ سب میں جوان تھیں اسپر بھی آپ نے یکساں برتاؤ کرکے بتادیا کہ خاوندوں کو اپنی مختلف العمر بی بیوں کے ساتھ کس طرح مساوات رکھنی چاہئے اگر آپ بھی مثل حضرت مسیح کے فرضی کنواریوں کے تذکرہ کرتے رہتے اور دولہ دولہنوں سے مشابہت دیتے رہتے اور عورتوں کی معاشرت میں کوئی عملی اصلاح نہ کرتے تو کیا کیفیت ہوتی اور عورتوں کی حالت کیسی ناگفتہ بہ ہو جاتی۔ نہ انھیں حقوق ملتے نہ انکی عزت کی جاتی نہ ابنیں رحم کیا جاتا وہ اسی طرح مردوں کی خواہشوں کی شکار ہوتیں اور ان کا دادرس ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا۔ الحمد للہ کہ اس وقت تک کروڑوں عورتیں ان حقوق سے فیضیاب ہو چکیں اور کروڑوں فیضیاب ہو رہی ہیں، یہ اسی معاشرت کا پرتو ہے جس پر نا تہذیب دریدہ دہن اعتراض کر رہے ہیں۔

ساتواں فخر۔ پیغمبر خدا پر میرے حجرہ میں وحی نازل ہوتی تھی یا آنحضرت نے میرے زانو پر سر رکھ کے وفات پائی یا آنحضرت میرے حجرہ میں مدفون ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ وحی کا حضرت بی بی عائشہ کے کمرہ میں آنا وہی معنی رکھتا ہے جو ہم نے نماز پڑھنے کے بیان کئے ہیں۔ حضرت جبریل یا روح القدس وحی لاتے تھے جس سے پایا جاتا ہے کہ آپکی مبارک زندگی کا ایک لمحہ بھی تعلیم و تلقین سے خالی نہ ہوتا تھا۔ بی بی کے حجرہ میں جاکے بجائے اسکے کہ آپ آرام کرتے مگر نہیں وہاں بھی لو اپنے معبود سے لگی رہتی تھی اور فی الحقیقت آپ کا کوئی نفس یاد خدا اور اصلاح بنی نوع سے خالی نہ تھا۔ ایک عیسائی کے اعتراض میں لفظ کبھی کبھی کا موجود ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ آپ کے حجرہ میں وحی نازل نہ ہوتی تھی اس میں بھی ایک عجیب بات پائی جاتی ہے اگر ہمیشہ نازل ہوتی تو ایک عادت خیال کی جاتی اور جب کبھی کبھی نازل ہوئی تو اس سے بخوبی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کے دل میں ربانی جذبوں کا ابھار اور آپ کے منور قلب سے وحی کا فوارہ اچھلنا کسی خاص تنہائی میں ہو سکتا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ کے اکثر اشخاص آپ کی بابت سن چکے تھے اور لوگ اس بات کے مشتاق تھے کہ

خاص حجرہ ہی پر کیا مقرر ہو وہ مقام اور وہ شخص جس سے جو مقام تعلق رکھتا ہو وحی نازل ہونے پر جتنا فخر کرے بجا ہو اسی طرح وفات کے وقت حضرت بی بی عائشہ کے زانو پر سر رکھنے کے یہ معنی ہیں تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ عورتوں کا پاس و لحاظ آپ کتنا فرماتے تھے اور آپ کو اس کائنات کی ماں سے کس بلا کی محبت تھی بیشک جس طرح بی بی عائشہ کو ان باتوں پر فخر ہے اسی طرح تمام دنیا کے مسلمانوں کو فخر ہے کہ ہمارے رسول کریم نے متعدد نکاح کر کے تعلقات زن و شوئی کی کیسی تصویر کھینچی ہے۔

یہ ساری باتیں جو بیان ہوئی ہیں ان میں سے بہت سی معتبر کتابوں میں نہیں ہیں۔ جن مسلمان مورخوں نے ان روایات کو نقل کیا ہو وہ مسلمانوں کے ہاں قابل اعتبار نہیں ہیں یہ صحیح ہے کہ حضرت بی بی عائشہ سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں اور زیادہ تر ان میں وہ حدیثیں ہیں جو عورتوں کی رازدارانہ معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً جب عبداللہ بن عمر نے عورتوں کو سر کھول کے نہانے کا حکم دیا تو حضرت بی بی عائشہ بہت ہی ناراض ہوئیں اور فرمایا کہ عبداللہ یہ کیوں نہیں فتویٰ دیتا کہ عورتیں سر ہی منڈا ڈالیں۔ اس قسم کی اصلاحیں عورتوں کی خاص معاشرت میں آپ نے بہت سی فرمائی ہیں حضور انور کی اور ازواج پاک سے بھی بہت سی حدیثیں منقول ہیں مگر ان حدیثوں کی تعداد سب میں زیادہ بڑھی ہوئی ہے جو آپ نے روایت فرمائی ہیں۔ مگر یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ہمارے علما نے کل ان روایتوں کو تسلیم نہیں کر لیا ہے جو حضرت بی بی عائشہ کی طرف منسوب ہیں مثلاً معراج کے بارے میں اس خاتون ام المومنین کا یہ مذہب ہو کہ پیغمبر خدا کو روحانی معراج ہوئی مگر اور علما اس روایت کے خلاف گئے ہیں اور انھوں نے معراج کو بجائے روحانی کے جسمانی مانا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں کہ جو روایتیں آپ کے نام کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں فی الحقیقت وہ سب آپ ہی کی روایت کردہ ہوں جبکہ لاکھوں اقوال کی نسبت رسول کریم کی اظہر و اقدس ذات سے دیدی گئی تو یہ کونسی بڑی بات تھی کہ آپ کی ازواج پاک سے ہزاروں روایتوں کی نسبت دیجاتی ہر راوی کا حدیث کے موضوع کرتے وقت فرض تھا کہ وہ کسی بڑے شخص کا نام لے اور اپنے موضوع اقوال کو اسکی نسبت دے تاکہ سننے والے اس پر اعتراض نہ کریں اور انھیں اس کے یقین کرنے میں کچھ تامل نہو۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چونکہ سیاسی معاملات میں بہت بڑا حصہ لیا ہے اس لئے انکی شہرت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس شخص نے مشرکین میں یہ سراسیمگی پیدا کر رکھی ہے اس سے ملیں اور اس کی باتیں سنیں۔

بہ نسبت اور ازواج پاک کے بہت ہی زیادہ ہو گئی تھی یہی وجہ ہے کہ اکثر اقوال کی آپ کے نام کے ساتھ نسبت دی گئی ہے۔ اکثر آپ پر نئے نئے الزام قائم کئے گئے ہیں حتی کہ آپ کو رسول کریم کا بیگانہ دشمن بنا کے دکھایا گیا ہے (معاذ اللہ) وہ اقوال جو سنیوں کی کتابوں میں آپ کے نام سے مرقوم ہیں ان اقوال سے بہت ہی کم درجہ کے ہیں جو شیعوں کی کتابوں میں آپ کے سر چپکے گئے ہیں۔ پھر خوارج کی کتب میں ان میں بھی صدہا بلکہ ہزارہا اقوال آپ کے نقل ہیں مگر صداقت کی روشنی بہت ہی کم اقوال پر پڑ سکتی ہے جب سے آپ کو ام المومنین کا فخر حاصل ہوا ہے اور جب تک آپ کی وفات ہوئی ہے۔ الزاموں اتہاموں اور ناروا طوفانوں کا ایک دریا ہے جو موجیں مار رہا ہے اور ایک انبار ہے جو کتابوں میں بھرا ہوا ہے۔ اس طوفان بے تمیزی سے پہلو بچانا اور اس لایعنی انبار میں سے صحیح صحیح باتوں کا انتخاب کرنا حقیقت میں بہت بڑا کام رکھتا ہے عیسائی معترضین کو تو ان الزامات کی ہوا میں بھی نہیں لگی ہے جو اس ام المومنین پر مسلمانوں ہی کے ایک فریق نے قائم کئے ہیں۔ وہ روایتیں کہ خود رسول کریم کے زمانہ میں آپ پر تہمت لگائی گئی اور آپ کا ناقہ قافلہ سے بھٹک کے ذرا پیچھے رہ گیا تھا اور پھر آپکی تطہیر کی نسبت وحی نازل ہوئی ایک عجیب بے معنی قیاس ہے جسے بلا وجوہات سنیوں کی معتبر کتابوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے نہ آپ کبھی قافلہ کے پیچھے رہ گئیں نہ آپ پر رسول کریم کے سامنے کوئی تہمت لگائی گئی نہ آپ کی تطہیر کی نسبت کوئی وحی نازل ہوئی یہ ساری باتیں بعد از اں تراشی گئیں ہیں اور انھیں فی الحقیقت صداقت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے ہم ان روایتوں پر جب بالتفصیل بحث کریں گے اور انھیں نفس صداقت کی محک پر رکھ کے پرکھیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت سے ان کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور ساری شرمناک باتیں صرف اس مخالف فریقی کے معاندانہ خیالات کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں میں خلیفۂ ثالث کے وقت سے پیدا ہو گیا اور اسی نے ان مصنوعی روایات کو اسقدر شہرت دی کہ وہ درجۂ تواتر تک پہنچ گئیں اور عام طور پر سب کو اسکا یقین ہونے لگا اگر قرآن مجید بہت سی روایتوں کی تکذیب نکرتا تو اسلام میں اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی اور پھر صحیح واقعات کا پہ مشکل ہی کھوج ملسکتا حضرت بی بی عائشہ کی مثل اور ازواج پاک کے خانگی زندگی نہ تھی کہ انکے حالات قلمبند نہ ہوتے اور بہت سی جھوٹی باتیں انکے نام سے مشہور نہ ہوتیں جتنے مشہور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پھر آپ نے دین الٰہی کے اصول کی انھیں تعلیم دی اور آسمانی نبوت کی ضرورت بتائی

لوگ ہوئے ہیں بشرطیکہ وہ مذہبی بھی ہوں انکے نام سے ہزاروں اقوال ایجاد ہوگئے اور ایسی ہزاروں باتیں موضوع کرلی گئیں جنھیں صداقت سے کوئی سروکار نہیں ہے مثلاً لاکھوں حدیثیں حضور انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے شہرت پاگئیں اگرچہ بعد ازاں انکی تحقیق و تدقیق بے انتہا کی گئی لیکن پھر بھی بہت سی روایتیں ایسی باقی رہ گئیں جن کا کسی طرح بھی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ ابتدائی سنین ہجری میں خلفا کا باہم جھگڑا نئے گروہوں کا پیدا ہونا اور ان میں کشش ہونی روایتوں کے موضوع ہونیکی کافی شہادت ہو سکتی ہے۔ ہزاروں اقوال جو حضرت ابوبکر صدیق کے نام سے بیان کئے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت اُن کے نہیں ہیں اسیطرح نئے نئے اقوال کی ہر خلیفہ اور ام المومنین کے نام سے نسبت دی گئی ہے جن سے واقعی انھیں کچھ بھی سروکار نہیں تھا۔ مصنوعی حکایتوں کا طوفان بے تمیزی برپا ہے اور صداقت پر یہ موضوع اقوال مثل ایک جال کے پھیلے ہوئے ہیں ایک محقق کے لئے صداقت کو اس حال میں سے نکال لینا اگر ناممکن نہیں ہے تو مشکل تو ضرور ہے۔

ان جھوٹی روایتوں کی ایجاد کا باعث دراصل وہ خانہ جنگیاں یا ملکی لڑائیاں ہوئی ہیں جو اغاز سنین ہجری میں بدقسمتی سے مسلمانوں میں پھیل گئی تھیں اور جن کا سلسلہ دراز عرصہ تک رہا اگرچہ زمانے ان لڑائیوں کا خاتمہ کردیا ہے مگر جو نتائج کہ ایسی خانہ جنگیوں سے فطرتاً پیدا ہو سکتے ہیں وہ مسلمانوں کو بہم وجود حاصل ہیں اور صدیوں کا غبار انکے خون میں ایسا آمیز ہوگیا ہے کہ نسلوں پر نسلیں گزری چلی جاتی ہیں مگر اس اثر میں کچھ کمی نہیں آتی اگرچہ اس زہریلے اختلاف میں بھی اسلام کا معجزہ باقی ہے یعنی سب کلمہ توحید پڑھتے ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور اسلام کے دل سے پیرو ہیں مگر پھر بھی اس خطرناک اختلاف نے نہ صرف اخلاقی حالت پر برا اثر کیا ہے بلکہ دنیاوی معاشرت پر بھی کچھ اچھا اثر نہیں کیا یہ مخالفت جو اس وقت ہو رہی ہے یہ صرف اُن اختلافی روایات کی خرابی ہے جو اسلام کے عظیم گروہوں میں لاکھوں پائی جاتی ہیں ان اختلافی روایتوں نے قرآن مجید کے معنی پر بھی اثر ڈالا اور مجبوراً اسکی آیتوں کو ان ہی جھوٹی روایات کا جامہ پہنایا گیا جو مسلمانوں کو بطور ورثہ پہنچی تھیں اس لئے اکثر تفاسیر میں وہ وہ واقعے بیان ہوئے ہیں کہ جن کا کہیں ظہور ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کے کہنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ارشاد کیا کہ اہل مکہ نے کلام خدا سننے سے انکار کر دیا ہے اور ان کے مظالم کی انتہا

اصل ہے بھلا کہاں شام۔ کجا چین اور کجا ایک درخت کا وجود اور کجا اسکی شاخوں کا چین جا کے گرنا یہ ایسی باتیں ہیں جن میں محض شرقی فسانوں کا رنگ پایا جاتا ہے اور کلام الٰہی یا فطرت کی حیاض کو ان بیہودہ باتوں اور خیالی لطیفوں سے کچھ بھی سروکار نہیں۔

یہی وجہ بہت بڑی ہے کہ ہمیں بہت سی روایتوں کی اگرچہ وہ مشہور ہوتے ہوتے تواتر تک پہنچ گئی ہیں تکذیب کرنی پڑی ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ ہمارا یہ جدید قسم کا استدلال آیندہ نسلوں کے لئے مفید ثابت ہوگا تاریخوں میں ہزاروں واقعات بھرے پڑے ہیں ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے ان واقعات کو تسلیم کر لیں اور یہ تحقیق نکریں کہ آیا جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کا تطابق بھی اس زمانہ کی معاشرت سے ہو سکتا ہے اور آیا جس کی نسبت مذکور ہوا ہے اس پر پھبتا بھی ہے یا نہیں اور اسکی معاشرت اسکی شان اور اسکی وضع کے کہاں تک مخالف ہے اور کہاں تک موافق ہے۔

اس کا راوی کون ہے آیا وہ سنی ہوئی لکھتا ہے یا چشم دید بیان کرتا ہے۔ اگر سنی ہوئی کہتا ہے تو اس نے کس شخص سے سنا اور آیا جس شخص نے اس سے بیان کیا ہے اس نے بھی آنکھوں سے دیکھا ہے یا وہ بھی سنی سنائی کہتا ہے۔ اور اگر لکھنے والا چشم دید واقعات لکھ رہا ہے تو یہ دیکھنا فرض ہے کہ وہ کس کی تائید اور کس کی مخالفت میں ہے اور جو واقعات اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ان سے نتیجہ نکالنے میں تو اس نے دھوکا نہیں کھایا غرض جبتک ایسی اور ان جیسی بہت سی باتوں کا نہ خیال کر لیا جائے گا کبھی مختلف تواریخوں میں سے خواہ ہمعصر مورخوں کی ہوں یا بعد کی صحیح واقعات کا انتخاب نہیں ہو سکتا۔ کون ہے جو یہ عرق ریزی کر کے واقعات کا انتخاب کرتا ہے اور کون ہے جس نے انصاف سے کبھی ایسی جاں کاہی کی ہے۔

ہم نے جو اصول واقعات کے جانچنے کے اوپر لکھے ہیں انشاء اللہ ہم ان پر کاربند ہونے کی کوشش کریں گے اور حتی الامکان انھیں نبھائیں گے۔ خدا ہماری مدد کرے اور اس کا ہاتھ ہمارے ساتھ کام کرے۔

ہم سب سے پہلے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے شرمناک واقعہ کو اپنے اصول متعارفہ سے جانچ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو چکی ہو اس لئے یہاں رہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر میں

کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہو زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی ہمعصر شہادت اس واقعہ کی نہیں ہو کہ آپ کارواں سے پیچھے رہ گئی تھیں اور اس وجہ سے آپ پر کچھ شبہ ہوا تھا اور اگر فرض کریں کہ اس واقعہ کی کوئی ہمعصر شہادت ہے بھی تو وہ اس وقت قلمبند نہیں ہوئی تھی بلکہ تیسری صدی ہجری کے آغاز میں یہ واقعہ تحریر میں آیا اور جس وقت یہ واقعہ لکھا گیا وہ زمانہ المامون کی سلطنت کا تھا جو معتزلی تھا اور اسے اس جیسے واقعہ کے لکھے جانے کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ اگرچہ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ لکھنے والوں نے بہ نسبت کہنے والوں کے محض نیک نیتی سے قلمبند کیا اور ان کی نیک نیتی اسی سے عیاں ہو کہ انھوں نے ساتھ ہی آیۂ تطہیر کو بھی قلمبند کر دیا کہ جو اس الزام کے غلط ہونے پر آسمان سے نازل ہوئی تھی پھر بھی وہ انسانی مجبوری کی وجہ سے اس غلطی سے نہیں بچ سکے جو بحیثیت انسان ہونے کے لازمی تھی اور اس سے بچنا کسی طرح بھی ممکن نہ تھا۔ یعنی انھیں تحقیق کے سخت مراحل درپیش تھے اور بہ نسبت ہمارے انھیں صدہا درجہ مشکلات کا سامنا تھا ان پر سلطنت کا بھی کچھ نہ کچھ دباؤ تھا انھیں لاکھوں غلط روایتوں میں سے صحیح روایات کا انتخاب کرنا تھا انھیں لوگوں کے خیالات اور محسوسات کو بھی مدنظر رکھنا تھا۔ انھیں عامۂ خلائق کے اعتقادات پر بھی پوری نظر کرنی تھی اور ان سب مشکلات کی ایک یہ مشکل انھیں درپیش تھی کہ کوئی معیار ابھی تک صحیح اور غیر صحیح روایت کے جانچنے کی انکے پاس نہ تھی پھر بھی جو کچھ انھوں نے کیا وہ معمولی انسان کی طاقت سے باہر کیا اور ایسا کیا جس کی زمانہ تا بقائے اسلام یعنی قیامت داد دے گا۔ چونکہ وہ اسلامی اصول کے مطابق معصوم نہ تھے اس لئے ممکن ہے کہ ان سے کہیں اغلاط رہ گئی ہوں اور وہ انسانی مجبوری کی وجہ سے اس فروگزاشت میں پڑ گئے ہوں جس میں اگر وہ واقف ہوتے تو کبھی بھی نہ پڑتے۔

منجملہ اور واقعات کے جن میں قلمی فروگزاشت ہوئی حضرت صدیقہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے عقل باور نہیں کرتی کہ جو الزام آپ پر لگایا جاتا ہے وہ نبی اور آپ کی نبوت اور پھر ام المومنین کی حالت پر چسپاں ہو۔ جب نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہ الزام اگرچہ ظاہر اطور پر حضرت بی بی عائشہ پر لگایا جاتا ہے مگر اصلی ملزم (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ٹھیرتے ہیں کیونکہ حضرت صدیقہ نے کوئی جرم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ آجاؤں تو تم مجھے مدد دوگے۔ انھوں نے اقرار کیا۔ ان چھ آدمیوں کے نام یہ تھے۔

نہیں کیا تھا۔ کوئی نافرمانی نہیں کی بلکہ اتفاق سے اُن کا اُونٹ پیچھے رہ گیا تھا صرف اونٹ کے پیچھے رہ جانے سے کسی کو کیا حق تھا جو آپ کی طرف بدگمانی کرتا اور خیال میں بھی کوئی برا نتیجہ پیدا کرتا جبکہ کسی نے کوئی شکایت نہیں کی تھی کسی نے کوئی عینی شہادت نہیں دی تھی پھر کیوں اور کس وجہ سے ایسا ہوا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا جلیل القدر نبی شبہ کرنے لگے اور شبہ بھی ایسا کہ دنوں بات نہ کرے اور سخت متردد رہے کہیں اپنے صحابہ سے مشورہ کرے کہ کیا کروں کہیں بی بی عائشہ سے یہ کہے کہ تم توبہ کرو۔ بس معلوم ہو گیا کہ یہ ساری باتیں گھڑی ہوئی ہیں اور انھیں حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے اسی واقعہ کا ایک پہلو اور بھی غور کرنے کے قابل ہے عرب میں مثل ہندوستان کے پردہ نہیں تھا اور نہ عرب کی یہ معاشرت کے خلاف تھا کہ کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ کسی کام کو کہیں چلی جائے تو اس پر شبہہ کیا جائے۔

عورتوں کی حالت مثل مردوں کے آزاد تھی خواہ اُن سے برتاؤ کیسا ہی ہوتا تھا مگر وہ مردوں کے پہلو بہ پہلو ہر جنگ میں جاتی تھیں۔ اپنے خاوندوں بھائیوں اور باپ کے علاوہ کنبہ کے اور مردوں کے ساتھ بھی سفر کرتی تھیں مگر بدگمانی کا خیال بھی کسی کے دل میں نہ آتا تھا۔ مشہور ہے مشرکین عرب نے پے در پے مدینہ منورہ پر حملے کئے ہیں تو مشرکین عرب کی عورتیں برابر فوج کے ساتھ آتی تھیں اور دف بجا بجا کے اپنے سپاہیوں کو جنگ کا جوش دے رہی تھیں اور کوئی شبہہ کرنے والا نہ تھا۔ حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ کا قبل از نکاح بنی معصوم غیر مردوں سے تجارت کے معاملات طے کرنے اور آزادی سے کل کاموں کا انجام دینا اس امر کی شہادت کافی ہے کہ معمولی لین دین اور آمد و رفت میں اُن کے ہاں شبہہ کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ ابولہب کی بی بی کا لکڑیاں لینے کے لئے تنہا جنگل میں جانا اور رسی میں پھنس کے مر جانا عورتوں کی آزادی کے یہ کل واقعات پورے شاہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ پیچھے رہ گئیں اور بہ سبب بھٹک جانے کے کچھ عرصہ تک نہ پہنچ سکیں تو یہ عربوں کی آزادانہ معاشرت اور ملکی رسم کے بموجب اعتراض اور شبہ کی جگہ نہ تھی۔ جب یہ ساری باتیں ایسی بدیہی ہیں پھر کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ معمولی بات پر ایک جلیل القدر پیغمبر شبہ کرتا اور کئی دن تک خود بھی پریشان رہتا اور اپنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسعد بن زرارہ ۔ عوف بن حارث بن عفراء ۔ رافع بن مالک بن عجلان ۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ

صحابہ اور اپنی پیاری بی بی کو بھی پریشان رکھتا۔ ایسے بیہودہ شبہوں کی اسلام میں کوئی بھی وقعت نہیں ہے تمام متواتر تواریخی واقعات جو صحابہ راشدین کے سامنے گزرے اور انھوں نے ایسے امور میں فیصلہ کیا اسکی خاص دلیل ہیں کہ اسلام نے اس قسم کے شبہات کو کبھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ خلافت میں ایک عورت پر زنا کا الزام لگایا گیا اور جو شہادتیں پیش ہوئیں گو وہ بظاہر کافی ثبوت وقوع جرم کا ہو سکتا تھا مگر جبکہ کوئی شہادت وقوع فعل کے متعلق نہ تھی آپ نے عورت و مرد کو بری کر دیا۔ اور فی الحقیقت انصاف بھی یہی چاہتا تھا جب یہاں تک معاملات کی چھان بین ہوتی تھی تو بھلا کب خیال میں آسکتا ہے کہ قافلہ سے بھٹک کے پیچھے رہ جانے پر شبہ کیا گیا اور خواہ مخواہ ایک فرضی معاملہ کو اسقدر طول دیا گیا ہو یہ الزام اور اس قسم کے بہت سے الزام محض معاملات سیاسی کی کشش اور خانہ جنگیوں سے بنائے گئے ہیں ورنہ ایسی باتوں کی کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی۔

جب حضرت بی بی عائشہ کی سوانح عمری پر ایک گہری نظر ڈالی جائے اور ان الزامات کو بھی قبول کر لیا جائے جو آپ پر قائم کئے گئے ہیں پھر بھی آپ کی غیر معمولی فقیہانہ قابلیت اور انتظامی و جنگی لیاقت میں کسی کو بھی شبہ نہیں ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ صرف آپ ہی کے طفیل سے ہزاروں ایسے مسائل کا کھوج ملتا ہے جو عورتوں کے متعلق ہیں اور ایسے مسائل کا سمجھانا ایک مرد کے لئے کسی طرح بھی ممکن نہ تھا۔ جس طرح دنیاوی معاشرت اور تمدن کے بارے میں مردوں کو اصلاح کی بہت ضرورت تھی اسی طرح عورتوں کو بھی اسکی از حد حاجت تھی۔ اور بغیر اس کے پاکی کے مسائل کبھی سمجھ ہی میں نہ آسکتے تھے۔ جب تک آپ زندہ رہیں آپ نے بہت کچھ مسائل جو رسول کریم سے آپ کو معلوم ہو چکے تھے بیان فرمائے اور ملکی معاملات میں بھی آپ نے پورا حصہ لیا۔ آپ نے ہمیشہ امیر معاویہ کے مقابلہ میں حضرت امام حسین شہید کربلا کی بڑی سرگرمی سے تائید فرمائی اور آپ دو بدو امیر معاویہ سے حسنین کے بارے میں لڑی ہیں۔ چنانچہ جب امیر معاویہ مدینہ آئے ہیں اور ایک جلسہ کیا ہے تو وہاں حضرت امام حسین کو بلایا تھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنے بیٹے یزید کی خلافت کا ذکر چھیڑا اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عقبہ بن عامرہ بن مالی - جابر بن عبداللہ بن رباب - جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو انھوں نے

حضرت امام حسین سے درخواست کی آپ اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں آپ نے انکار کیا تو چند شامی سپاہی جو امیر معاویہ کے ہمراہ شام سے آئے تھے اس انکار پر بھڑک اُٹھے اور انھوں نے تلواریں نکال لیں امیر معاویہ نے یہ دیکھ کے سپاہیوں کو ڈانٹا کہ خبردار تلوار نہ نکالنا امام حسین فہمیدہ شخص ہیں سوچ سمجھ کے راضی ہو جائیں گے - چنانچہ اخیر میں امام حسین نے بیعت کی مرضی ظاہر فرمائی - اس جلسہ کی خبر فوراً حضرت عائشہ کو ہوئی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین کی جناب میں شامیوں نے گستاخی کی آپ یہ سن کے مارے غصہ کے کانپ گئیں اور کئی عورتوں کو ساتھ لے کے مسجد نبوی میں آئیں اور امیر معاویہ کو طلب کیا وہ فوراً آئے صورت دیکھتے ہی بہت ہی للکارا اور فوراً تلوار نکال کے کہا میں نے سنا ہے کہ نبی معصوم و برحق کے نواسے سے اس طرح پیش آیا ہے تو نہیں جانتا کہ میں زندہ ہوں تیری ساری امیری کو خاک میں ملا دوں گی - یہ سُن کے معاویہ نے باادب عرض کیا اے ام المومنین کسی نے آپ کو غلط خبر دی ہے میں نے حضرت امام حسین کی ایسی گستاخی کی نہ میں کر سکتا تھا یہ بے شک ہوا کہ بعض غیر محتاط شامیوں نے بیعت کے انکار پر تلوار نکال لی تھی اس لئے یہ خبر اڑی ہے حالانکہ میں نے اُنھیں ڈانٹ دیا - حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ زبردستی بیعت لینے کا تجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے تو جان اگر پھر کوئی ایسی بات ہوئی تو اپنی خیر نہ سمجھیو -

یہ تھا فدائیانہ عشق جو آپ اہلبیت سے رکھتی تھیں اور یہ تھی سپاہیانہ روح جو آپ میں اول روز سے ودیعت ہوئی تھی - آپ کے پرجلال اقوال اور آپ کے زبردست کلمے ابھی تک موجود ہیں - جنگ جمل میں جب بڑا گھمسان کا میدان ہو چکا ہے تو حضرت علی نے آپ کے بھائی کو آپ کے پاس سمجھانے کے لئے بھیجا چنانچہ وہ آئے اور انھوں نے کجاوے پر ہاتھ رکھ کے پاس آ کے کچھ کہنا چاہا تھا آپ چونکہ پردہ میں تشریف رکھتی تھیں اپنے بھائی کی صورت نہیں دیکھ سکیں نہایت دلیری سے بولیں یہ کون ہے جو یہاں تک ہاتھ لے آیا ہے حالانکہ سوائے نبی معصوم کے کسی کا ہاتھ کبھی میری طرف نہیں بڑھا ہے میں تلوار سے اڑا دیتی ہوں نہیں ہاتھ کو ہٹا لے - یہ سنکے آپ کے بھائی نے کہا بہن میں ہوں تم سے علی کا ایک پیغام کہنے آیا ہوں - پھر آپ نے پاس بلا کے وہ پیغام سنا -

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے احباب میں حضور انور کی بابت تذکرہ کیا۔ اور اس طرح تمام مدینہ میں شہرت ہو گئی

اللہ اکبر جس خاتون کا یہ دبدبہ اور یہ جلال ہو اسکی نسبت شبہہ کرنا اور بلا وجہ اس شبہہ کو یقین کا جامہ پہنانا عقل اور انصاف سے کس درجہ بعید ہے۔

آپ کے آگے آنیوالے مختصر سوانح عمری سے پوری کیفیت کھل جائے گی کہ آپ کیا تھیں اور آپ نے اپنی زندگی میں کیا کیا۔ بغیر سوچے سمجھے ایک ایسے واقعہ پر رائے قائم کر دینی جسے تیرہ سو برس گزر چکے ہوں اور پھر اپنی رائے کو صحیح سمجھ کے اُس سے نتیجہ نکال لینا یہ فہمیدہ اشخاص کا کام نہیں ہو سکتا جتنے اعتراضات اسلام کا ایک فریق حضرت بی بی عائشہ پر کر چکا ہے وہ ہمارے پیش نظر ہیں اور جتنی نکتہ چینیاں کہ نو پیدا عیسائیوں اور آریوں نے کی ہیں اُنھیں بھی ہم نے نظر انداز نہیں کیا ہے خوب غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعتراضوں کی بنیاد تقلید۔ ناواقفیت اور موروثی عداوت ہے۔ ورنہ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو سچا ہو اور اصول تاریخ سے اس کا ثبوت ہوتا اور صداقت کی محک پر گھسنے کے بعد وہ کھرا اُترتا ہو

اسلامی فریق نے اگر کچھ اعتراض کئے تھے تو وہ محض کشیدگی کی بنا پر مگر عیسائیوں اور آریوں کے نو پیدا گروہوں نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں بلکہ بعض تو تہذیب سے بھی معرّا ہو گئے اور انھوں نے وہ گالیاں سنائیں کہ العظمۃ للہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زوجہ پاک سے انھیں کا ہیکی دشمنی پڑ گئی اور انھوں نے ناحق بیٹھے بٹھائے کیوں اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ تین میں نہ تیرہ میں مثل لونڈ کے ہینے کے بیچ میں آکودے ہاں اگر حضرت بی بی مریم کی شان میں گستاخی کی جاتی۔ اور یہودیوں کے اقوال بیان کئے جاتے اور ہندوؤں کی دیویوں پر ترے بازی ہوتی یا ان سے کوئی سیاسی تعلق رہتا اور مثل جنگ جمل وغیرہ کے کٹا چھنی ہوئی ہوتی تو ایک بات بھی تھی مگر جب ان میں سے کوئی بات نہیں ہے تو پھر محض ذاتی خباثت کے سوا اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے خوب سمجھ لیا جائے کہ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں ہے جس میں ہزاروں اس قسم کی روایتیں نہ ہوں کہ انھیں ہر شخص اپنے پہلو پر لاکے بہت کچھ اعتراضات نہ کر سکے۔ کسی شخص کی عالم بالا پر پرورش نہیں ہوئی ہے۔ سب اسی دنیا کے رہنے والے میں سب کے ساتھ فروگزاشت اور کمزوری لگی ہوئی ہے اور سب کے ساتھ مرتے دم تک ضرورتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا پھر کتنی حماقت ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس کا ذکر آگے کیا جائے گا ۔ لیکن علی بن ہاشم کی اس معاملہ کی نسبت یہ روایت ہے کہ جب

کہ اپنے گریبان میں منہ تو نہ ڈالا جائے اور دوسروں کو گالیاں دی جائیں۔
ہمارا شیوہ یہ نہیں ہے کہ ہم ناملائم الفاظ زبان سے نکالیں یا الزامی جواب دینے بیٹھ جائیں بلکہ ہمیں بہت ہی صبر سے اُن گالیوں کو سننا چاہیے اور گالیاں دینے والے کی حالت پر افسوس کرنا چاہیے کہ وہ کس تاریکی میں مبتلا ہے اور اسکی اخلاقی حالت حالانکہ وہ اشرف المخلوقات ہو کس درجہ ردی ہو گئی ہے۔ گالی کا جواب گالی بہت آسان ہے کون گالی دینا نہیں جانتا اور کس کو سیر کا جواب سوا سیر اور اینٹ کا جواب پتھر دینا نہیں آتا مگر اس قسم کے ترکی بترکی جواب دینا کچھ خوبی کی بات نہیں ہے انسان کی عین شرافت یہ ہے کہ وہ ایسے شخصوں کے حق میں رب الارباب کی عالی بارگاہ میں دعا کرے اور کبھی اس قسم کی گالیوں سے آزردہ نہو۔ اور خوب یقین کرے کہ آفتاب کی کرنیں میلا ہاتھ لگانے سے میلی نہیں ہوا کرتیں۔ اگر ایک دریا میں سے چند کتے پانی پی لیں اور چند سور اس میں منہ ڈالیں تو وہ دریا ناپاک نہیں ہو جانے کا جس کی شان میں گستاخی کی گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور جن امہات المومنین کو گالیاں دی گئی ہیں ان کی شان ان گالیوں اور الزاموں سے بہت ہی ارفع ہے ان پر سر جھکانے والے کروڑوں موجود ہیں اور اُن کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ ان گالیوں سے اُن کے مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آسکتا جب کہ تیرہ سو برس سے گالیاں دی جا رہی ہیں انکا کچھ نتیجہ نہیں نکلا تو ان نو پیدا عیسائیوں اور آریوں کی گالیوں سے کیا نتیجہ ہوگا سوائے اس کے کہ اخلاق مسیحی اور اخلاق ہنود کا وزن معلوم ہو جائے گا اور بس۔

ہمارا فرض ہے کہ اس دیرینہ غلط فہمی کو مٹائیں جو اسلام کے دونوں فریقوں میں پڑ گئی ہے اور جو فریقین اُسے صحیح سمجھے بیٹھے ہیں۔ یہ محض غلط ہے کہ حضور انور رسول کریم کی ازواج پاک میں کچھ کشمکش تھی یہ محض غلط ہے کہ وہ ایک دوسرے کے تعلق پر رنجیدہ ہوتی تھیں یہ محض غلط ہے کہ آپ نے کوئی راز کی بات اپنی کسی بی بی سے کہی اور اُس نے ظاہر کر دی یہ محض غلط ہے کہ آپ نے کسی کو طلاق دینے کا محض بڑھاپے کی وجہ سے ارادہ کیا ہو یہ محض غلط ہے کہ حضرت بی بی عائشہ پر الزام لگا ہو اور آپ کو ان کی نسبت شبہ ہوا ہو۔ یہ محض غلط ہے کہ حضرت بی بی عائشہ حضرت علی سے اپنی قدیمی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اوس اور خزرج میں لڑائی ہوئی اور اوس کا غلبہ رہا تو ماہ رجب میں اسعد بن زرارہ

دشمنی کی بنا پر لڑی ہوں اور آپ کو اہلبیت سے کچھ عداوت ہو ان کا اور اس قسم کی اور باتوں کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا اگرچہ تاریخوں میں اور فریقین کی معتبر کتابوں میں درج ضرور ہیں مگر ان کے اختلافات سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان میں صداقت کا مادہ مطلق نہیں ہے۔ اب ہم مختصر طور پر حضرت بی بی عائشہ کے سوانح عمری لکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہم ان الزامات کا بھی جواب دیتے جائیں گے جو معترضوں نے آپ پر کئے ہیں۔

آپ سات سال کی عمر کی تھیں جب آپ کا نکاح حضور انور سے ہوا اور تین سال کے بعد آپ اپنے گھر سے رخصت ہو کے حضور انور کے ہاں چلی آئی تھیں۔ آپ کی زندگی کے واقعات کچھ عجیب و غریب ہیں جو جو کچھ تعلقات آپ کے ساتھ حضور انور کو تھے وہ ایسے بدیہی ہیں کہ ان سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ آپ کو رسول کریم کے گھر میں تعلیم ملی تھی اس کا نتیجہ بعد از ان امت نے دیکھا آپکی فقیہانہ قابلیت اور عالی دماغی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو کچھ زندگی تک آپ نے کیا وہ اسلام میں بڑی وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے آپ نے عورتوں کی معاشرت میں ایک بڑی بھاری اصلاح کی اور صحابہ کو بہت سی غلط فہمیوں سے جو عورتوں کے متعلق پڑ گئی تھیں بچا لیا۔ اس میں شبہہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ آپ کو حضور انور کی احادیث پر عبور تھا اور کسیکو کم ہو سکتا ہے آپ کی صداقت اور راستبازی کی ادنیٰ شہادت یہ ہے کہ آپ کی روایتیں سب قبول کر لیتے تھے اور کسیکو بھی انکار کرنے کا یارا نہ تھا۔ آپ کی زندگی کے واقعات نے اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت سے نیا رنگ اختیار کر لیا اور اسی سبب سے ایک فریق کی آپ مورد طعن و تشنیع بنیں لیکن حضور انور کی زندگی ہی میں بہت سی باتیں ایسی پیدا ہو گئی ہیں جنھوں نے ایک سخت غلط فہمی میں لاکھوں مخلوق خدا کو مبتلا کر رکھا ہے اور اسلامی دنیا میں اسی سے ایک عجیب ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔

واقعات جو بیان کئے جاتے ہیں انکی بنیاد دراصل کچھ بھی نہیں ہے نہ انھیں نفس صداقت سے کچھ تعلق ہے مگر ان غلط روایات نے ایسا ذہن جامہ پہن لیا ہے کہ ان کو دلوں سے نسیاً منسیاً کرنا اگرچہ ناممکن تو نہیں ہے مگر مشکل ضرور ہے۔ ایک طرف تو یہ روایتیں بیان کی جاتی ہیں کہ حضرت بی بی عائشہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ذکران بن عبد قیس مکہ میں آئے کہ قریشوں سے اوس کے خلاف مدد مانگیں اور اسعد کی

آنحضرت کو بہت ہی محبت تھی اور دوسری طرف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بی بی عائشہ آنحضرت کی جانی دشمن تھیں لیکن یہ ثابت نہیں کیا گیا ہے کہ دشمنی کے کیا اسباب تھے اور کیوں ایک بی بی جب کہ اس کا خاوند اس پر فدا ہو بلا وجہ اور سبب دشمنی کرے گی اس دشمنی کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ ایسی مہمل اور خلاف قیاس ہیں کہ مطلق سمجھ میں نہیں آتیں اور نہیں کھلتا کہ اخیر ان باتوں کا ظہور کیوں ہوا اور آیا ایسی شرمناک امور حضور انور کے سامنے ہو بھی سکتے تھے یا نہیں۔

ڈہائی پونے تین صدی تک تو باتیں دبی رہیں اور کسی نے کچھ بھی نہ جانا ہاں تیسری صدی کے آغاز میں جب صحیح بخاری کی ترتیب ہوئی ہے تو کچھ سرگوشیاں ہونے لگی تھیں اور کوشش کی جانے لگی تھی کہ اسکے مقابلہ میں ضرور کچھ تصنیف کیا جائے۔ تحریک ہوتی رہی اور اسے پورا پچاس سال کا عرصہ گزر گیا اخیر نصف صدی کے بعد روایتیں بننی شروع ہوئیں اور انھیں زبردستی مخالفت کا جامہ پہنانا شروع کیا مگر سلطنت ایسے خلفا کی تھی جو ایسی صریح غلط باتیں شائع ہونی شاید گوارا نہ کرتے اس لئے ان میں صداقت کا بھی کچھ رنگ دیا گیا اور بعد ازاں ان صحیح اقوال کی ایسی مٹی خراب ہوئی کہ العظمۃ للہ۔ کہیں مقتضائے وقت بتایا گیا اور کہیں مجبوری کا عذر کیا گیا اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ جتنے اقوال درج کئے گئے ہیں وہ فرضی ہیں یا ائمہ نے ظالموں کے ظلم سے ایسا کہدیا ورنہ ہیں یہ سب غلط۔

ان ہی مذبذب اقوال میں سے بہت سے اقوال حضرت بی بی عائشہ کی نسبت بھی ہیں اور نہایت سختی سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر رسول خدا کی کوئی بی بی دشمن تھی تو وہ عائشہ صدیقہ تھیں۔ خیال نہیں ہو سکتا کہ پونے تین صدی کے بعد جبکہ ہزارہا انقلاب ہو چکے ہوں اور سوائے قرآن مجید کے اور کوئی نوشتہ موجود نہ ہو کئی نسلیں بہی اس عرصہ میں گزر گئی ہوں پھر راویوں کو جدید اقوال کہاں سے مل گئے اور انھوں نے ان کی صحت کی کیوں کر تصدیق کر لی۔ پھر مسلمانوں کے ایک گروہ کثیر نے کیوں ان روایتوں سے اختلاف کیا اور کیوں نہیں مجبوراً انھیں تسلیم کرنا پڑا۔

جہانتک ہمارا خیال ہے یہ مخالفت کا مادہ کبہی نہ ابھرتا اگر حضرت بی بی عائشہ کی روایتوں کا انضباط

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوستی چونکہ عتبہ بن ربیعہ سے تھی اس لئے وہ اپنے دوست کے گھر میں اُترا اور اپنے آنیکی

نہ ہوتا چونکہ آپ ملکی معاملات میں بخوبی حصہ لے چکی تھیں اور آپ کا ایک مخالف گروہ خلیفہ ثالث ہی کے وقت سے پیدا ہو گیا تھا اس لئے وہ گروہ ابھی تک موجود تھا جب اُس نے دیکھا کہ احادیث نبوی کا ایک دفتر منضبط ہو گیا ہے تو اُس نے بھی ایک نئے دفتر کے انضباط کی جرأت کی اور اخیر ایک بہت بڑی کتاب تصنیف کر کے ائمہ پاک کے مبارک ناموں سے اُسے مرتب کیا۔ کیونکہ پہلے دفتر میں ائمہ پاک کے اقوال یا اُن کی روایتیں رہ گئی تھیں اور پھر اُن کی اس بُری طرح سے ترتیب دی گئی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو کبھی بھی پسند نہ کرتے۔

ہزاروں الزامات ہیں جو ان ہی فرضی روایتوں کے ذریعہ سے حضرت بی بی عائشہ پر لگائے ہیں مگر اُن الزاموں میں سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ آپ نے ایک راز حضور انور پیغمبر کا افشا کر دیا تھا اس سے آنحضرت کو بہت ہی صدمہ ہوا تھا اور آپ نے ۲۳ روز اپنی کسی بی بی سے بات چیت تک نہیں کی تھی اور اس راز کے افشا کرنے کا ذکر قرآن مجید میں بھی بصراحت آگیا ہے اور مفسرین نے اس راز والی آیت کے عجیب و غریب معنی بیان کئے ہیں جن سے آیت کے نفس مطلب کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ ماریہ قبطیہ حرم رسول کریم اور حضرت بی بی حفصہ اور حضرت بی بی عائشہ کی ایک روایت بنائی ہے اور وہ حکایت گویا اس آیت کی تفسیر بیان کی جاتی ہے۔

یہ حکایت دیکھ کے عیسائیوں کو موقع ہاتھ لگا انھوں نے فوراً اُسے رنگ آمیزی کر کے شائع کر دیا دور از کار توضیحات سے رسول کریم کی شان میں ہزاروں ناملائم الفاظ کہدیئے اور اپنی بزدلانہ فتحمندی پر خوب ہی بغلیں بجائیں۔

مسلمان فی الحقیقت اُس آیت ہی کو نہیں سمجھے اور نہ انھوں نے اس کے اصلی معنوں پر غور کیا اور نہ خدائے تعالیٰ کی مرضی کی اُس میں جستجو کی۔ کسی نے کچھ اُس کے معنی لکھے اور کسی نے کچھ مگر سب نے اکثر بچو تفسیر کے ہے اور محض ایک فرضی قصہ کی بنا پر جو آغاز سنین ہجری سے مشہور چلا آتا تھا سب نے اسی قصہ کو اس آیت کا شان نزول ٹھہرا کے وہ نئے نئے معنی اسے پہنائے ہیں کہ جس کا سر نہ پیر اور عجیب تماشہ کی بات تو ہے کہ ایک ہی قصہ اور اسی میں اختلاف کر کے راوی کچھ بیان کرتا ہے اور کوئی کچھ۔ جب خاص

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پوری کیفیت بیان کی۔ عتبہ نے کہا ایک بات تو یہ ہے کہ ہم میں اور تم میں مسافت زیادہ ہے

ایک ہی واقعہ میں اختلاف ہو پھر کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ واقعہ سچا ہوگا۔
جس آیت پر مفسروں نے مغالطہ کھایا ہے وہ آیت قرآن مجید کی یہ ہے۔ واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ واظہرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما انباھا بہ قالت من انبأک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر یعنی اسوقت جب پیغمبر نے اپنی بعض ازواج سے کوئی بات خفیہ یا راز وارانہ کہی پس اس عورت نے وہ راز افشا کر دیا اور آپ کو خدائے تعالےٰ نے اسکی خبر دیدی اور آپ نے اُن میں سے بعض سے اعراض کیا اور پھر آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تجھے کہاں سے خبر ہوئی آپ نے کہا خدائے علیم نے مجھے خبر دی ہے۔
اس راز سے ایک حکایت بنائی گئی ہے اور وہ ایسی ہی لغو ہے کہ جس کا سر نہ پیر خیر ہم اس حکایت کو تو پیچھے نقل کریں گے۔ پہلے ہم اس آیت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں
اس آیت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی راز کی بات تھی جو آنحضرت نے اپنی کسی بی بی سے کہی تھی اور وہ اس نے نہیں چھپائی اور وہ بات دوسری سے ذکر کر دی اور بس سوائے اسکے اور کوئی بات نہیں ہے اب رہا یہ کہ وہ راز کیا تھا جو ظاہر کر دیا اور وہ ایسا کونسا عظیم امر تھا کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا۔ یہ بات فی الحقیقت غور کرنے کی ہے اور بغیر مزید توجہ کے سمجھ میں نہیں آئیگی۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ رسول کریم کو عورتوں کی اصلاح بھی مردوں کے برابر منظور تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ جو عیب محض مردوں کی ناقدردانی سے عورتوں میں آگئے ہیں وہ جاتے رہیں آپ نے ہزاروں صورتیں ان کی اصلاح کی نکالی تھیں اور خداوند تعالےٰ کی یہ مرضی ٹھیر چکی تھی کہ خاتم النبیین کے ہاتھ سے عورتوں کی اصلاح ہو۔
جن بی بیوں سے آپ نے نکاح کیا تھا اور متعدد نکاح سے آپ کی یہ غرض تھی کہ ان ہی کے ذریعہ سے عورتوں کی اصلاح کا سلسلہ جاری ہوگا وہ بی بیاں اُسی آب وہوا اور ملک کی رہنے والی تھیں جس میں عورتوں کی نفرت کا زہر ملا ہوا تھا اور بات بھی یہ تھی کہ عورتوں کے ظلم سہتے سہتے اخلاق بھی بہت بگڑ گئے تھے اور یہ فطری قاعدہ ہے کہ جب ابتدا سے کسی پر جا و بیجا زیادہ دباؤ ڈالا جائیگا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اگر یہ بات بھی تسلیم نہ کی جائے تو ایک بڑی آفت میں ہم پھنسے ہوئے ہیں اور ہمیں ایک مہم عظیم

تو ضرور اس کے اخلاق میں خرابی پیدا ہو جائے گی ان جیسی عورتوں سے تو آپ کو سابقہ پڑا اور آپ نے اُن ہی کے ذریعہ سے اصلاح کرنی چاہی تو یہ بات اسوقت تک ممکن نہیں ہو سکتی تھی جب تک خود وہ عورتیں تعلیم یافتہ نہو جاتیں یہ ایک بڑا ضروری امر تھا۔ آپ نے انھیں تعلیم دینی شروع کی اور آپ نے ہر پہلو جسمانی معاشرت اور روحانی صفات کا انھیں بتایا کہ رازداری کیسی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور رازداری سے کس قدر فوائد ہیں۔ شوہر اور زوجہ میں اتحاد قائم ہونے اور بی بی کی وقعت شوہر کی نظروں سے ہونے کی پہلی سیڑھی ہی رازداری ہے۔ آپ نے ممکن ہے کوئی معمولی بات فرمائی ہو اور تاکید کر دی ہو کہ دوسری بی بی سے ذکر نہ کرنا اور اس نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ذکر کر دیا ہو اور پھر اس کے راز کے افشا کرنے پر خدائے تعالےٰ کی طرف سے اعتراض نازل ہوا کہ ایسا کرنا زیبا نہ تھا یہ گویا ایک زیردست تعلیم تھی جو مستورات کو دی گئی اور اصل یہ ہے کہ رازداری کی تعلیم سے زیادہ اور کوئی تعلیم ہو بھی نہیں سکتی چونکہ عورتوں کی معاشرت ابتدا سے بہت ہی کمزوری ہو گئی تھی اور اُنکے دل بھی نہایت کمزور تھے اور راز کو افشا کرنیکا عیب اگرچہ مردوں میں زیادہ ہوتا ہے مگر عورتوں کو سہار نہیں ہوتی اور وہ محض اپنی سادہ لوحی سے اپنی ہمجولیوں سے کہدیتی ہیں اور اس سے فساد کا بہت بڑا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے لازم تھا کہ اسکی بابت تاکید کی جاتی اور جس پیرائے میں بیان کیا گیا ہے سوائے اس کے اور کوئی پیرایہ بہتر بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اگر راز کے افشا کرنے پر امہات المومنین کو فہمائش نہ کی جاتی تو اس کا اثر مومنوں کی مستورات پر نہ پڑتا۔ ہر خاتون اسلام سمجھ لیگی کہ جب راز نہ پوشیدہ رکھنے پر ازواج پاک پر یہ خفگی ہوئی تو ہم کس گنتی میں ہیں۔ یہ ایک تازیانہ ہے جو عورتوں کی اس کمزور فطرت پر لگایا گیا ہے جس سے وہ راز کو نہ چھپا سکتی تھیں اور انھیں ضبط نہو سکتا تھا۔ ظاہر النظروں سے دیکھا جائے تو یہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے کے بعد کھلے گا کہ اس سے بڑا عیب انسان میں اور نہیں ہو سکتا کہ ایک کا راز دوسرے سے کھولدے اور منع کرنے پر بھی باز نہ آئے دنیا کے تمام کاموں کا دارومدار محض راز کے پوشیدہ ہونے پر ہے۔ جس کام کا راز چھپا ہوا ہے وہ برابر چلتا رہے گا اور جہاں راز کھلا پھر اُس کا قیام محال ہو جائے گا۔ چھوٹے کاموں سے لیکے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

درپیش ہے جس کی وجہ سے ہم تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔ اسعد نے دریافت کیا کہ وہ کیا بات ہے

سلطنت کے عظیم الشان معاملات تک سب میں راز موجود ہے اور گویا ہر کام کی بنا راز ہی پر سمجھنی چاہئے کل سلطنتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی اپنے رازوں کے پوشیدہ ہونے پر زندہ ہیں اگر کسی سلطنت کا راز کھلجائے تو اسکی بنیادیں ہلجائیں اور پھر وہ سنبھلے بھی نہ سنبھلے۔ یہ ایک بہت بڑی تعلیم تھی جو رسول کریم نے اپنی ازواج پاک کے پردے میں عورتوں کو دی۔ اب یہ کھوج لگانا کہ وہ کیا راز تھا عبث ہے۔ اس راز کے دریافت کرنے میں جبکہ ہمارا کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہیں ہے اور لطف یہ ہے کہ رسول کریم نے بھی بیان نہیں فرمایا پھر کیا ضرور ہے کہ ہم اس میں جد وجہد کریں اور خواہ مخواہ اپنے عزیز وقت کو ضائع کریں۔ اگر فرض کرو ہمیں راز کا کھوج لگ گیا تو کیا فائدہ ہوا نہ کھوج لگا اور ہمنے اپنے قیاس سے خود بخود سمجھ لیا اور وہ نہوا تو ہماری عاقبت خراب ہوئی۔

غور کا مقام ہے کہ نبی کریم کے خانگی معاملات کی جس طرز سے تصویر اتاری گئی ہے وہ انتہا درجہ نازیبا ہے اپنے خانگی حالات کو جب پیغمبر خدا نے خود نہیں بیان فرمایا اور بعد ازاں راویوں نے اپنے اقوال کی صداقت جتانے کے لئے اُن روایتوں کی جن کے حقیقی راوی وہ خود تھے ازواج پاک سے نسبت دی۔ سمجھنے کی بات ہے جب رسول کریم نے مرد ہوکے زن وشوئی کے تعلقات نہیں بیان کئے تو امہات المومنین عورتیں ہوکے کیونکر بیان کرتیں یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ جس امر پر ایک جماعت کا اتفاق ہو وہ ضرور صحیح بھی ہو ہم مانتے تو کہ کم وبیش کل محدثوں۔ مفسروں اور سورخوں نے اختلاف کے ساتھ ان روایتوں کو تسلیم کرلیا ہے جو ازواج پاک کی زبان سے بیان کی گئی ہیں مگر ہم کیا کریں جب کہ ان کا اختلاف خود ان کے سرتاپا غلط ہونیکی شہادت دے رہا ہے۔ مثلاً شیعوں نے جو کچھ حضرت بی بی عائشہ کا حال لکھا ہے اسے ایک سُنّی کیوں نہیں مانتا اور جو کچھ شیعوں نے قلمبند کیا ہے اُسے کیوں نہیں تسلیم کرتا اور جو کچھ خارجی خارجی کہتے ہیں اُسے یہ دونوں فریق کیوں نہیں قبول کرتے اس کا جواب غالباً یہی دیا جائیگا کہ ایک فریق دوسرے فریق کی روایات کو غلط سمجھتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو ذریعہ اُن روایات کا اس نے حاصل کیا ہے وہی سراسر غلط ہی ثبوت ہر فریق کے پاس موجود ہے مگر ایک فریق کا ثبوت دوسرے کے آگے صداقت کی کافی شہادت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً شیعہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت بی بی عائشہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس سے تم ایسے خایف نظر آتے ہو۔ عتبہ نے کہا کہ ایک شخص نے ہم ہی میں سے پیغمبری کا

نبی کریم کی دشمن تھیں اور انھوں نے بی بی حفصہ سے مشورہ کرکے کئی بار رسول کریم کو زہر دینے کا قصد کیا مگر موقع نہ ملنے کی وجہ سے اُن کی آرزو دل کے دل ہی میں رہی۔

سنّی اس واقعہ سے محض انکار کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عایشہ کو رسول کریم سے کیسی محبت تھی۔ اور آپ اُن پر کس قدر مہربان تھے یہاں تک جب آپ پر مرض کا زور ہوا ہے آپ ہی کے مبارک حجرہ میں آپ کو وصال باری تعالیٰ ہوا۔ اب ایک محقق شخص جب ان دو متضاد روایتوں پر نظر کرے گا تو ان سے کیا نتیجہ نکالیگا اور کسکو صحیح اور کسکو غلط بتائیگا۔ اُسے فی الحقیقت بہت ہی بڑی دقت ہوگی اور جب وہ دونوں کے ثبوتوں کو دیکھے گا تو اُسے اور بھی پریشانی ہوگی کہ اس ثبوت کا کیا مطلب سمجھے اور کیا رائے قائم کرے۔ یہی اس وقت ہماری کیفیت ہے اور ہم سخت پریشان ہیں کہ ثبوتوں کو کیونکر تسلیم کرلیں۔ ہر فریق نے اپنا دعویٰ مضبوط کرنے کے لئے خود اُن ہی کی زبانی اقوال بیان کئے ہیں تاکہ سننے والے کو پھر کچھ شبہ ہی نہ رہے اور وہ بے چون وچرا یقین کرلے۔ مگر اس قسم کے اقوال زیادہ تر فریقین کی مخالفت سے پیدا ہوگئے ہیں ورنہ اُن کے مضبوط ہونیکی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ ایسی روایتوں کا دفعۃً دریا برد کردینے کے قابل ہے بلکہ جو ہمارا منشاء ہے وہ یہ ہے کہ صحیح اور اصلی اقوال بھی ضرور ہوں گے مگر غلط واقعات اور صریح اتہامات بہت ہیں جسے عقل کبھی گوارا نہیں کرتی اور ہرگز نہیں خیال آتا کہ کبھی ایسا ہوا ہو اور ایک جلیل القدر نبی ایسا فعل کرے جو محض معمولی آدمی کی وضع کے خلاف ہو مثلاً اسی اوپر والی بحث کے متعلق کہ حضرت بی بی عائشہ نے رسول کریم کا راز افشا کردیا تھا اس کی نسبت مجمع البیان طبرسی میں جو شیعی گروہ کی بڑی معتبر قرآنی تفسیر ہے یہ لکھا ہوا ہے۔ وقیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم الایام بین النساء فلما کان یوم حفصۃ قالت یا رسول اللہ ان لی الی ابی حاجۃ فاذن لی ان اذہب الیہ فاذن لہا فلما خرجت ارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی جاریتہ ماریۃ القبطیۃ ام ابراہیم وقد کان اھداھا المقوقس فادخلہا بیت حفصۃ فرقع علیہا فاتت حفصۃ فوجدت الباب مغلقا فجلست عند الباب فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووجہہ یقطر عرقا فقالت حفصۃ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دعوے کیا ہے وہ علانیہ ہماری قوم کے عقلا کو بے وقوف بتاتا ہے اور ہمارے معبودوں کو

انما اذنت لی من اجل هذا دخلت امتك بيتي ثم وقعت عليها في يومي وعلى فراشي ما رايت في حرمة وحقا قال صلى الله عليه واله وسلم الیس هي جاريتي قد احل الله ذلك لي اسكتي وهي حرام علي التمس بذلك رضاك ولا تخبري بذلك امراة منهن وهو عندك امانة فلما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم نبيت حفصة الجدار الذي بينها وبين عائشة فقالت الا ابشرك ان رسول صلى الله عليه واله وسلم قد حرم عليه امته ماريه وقد اراحنا الله منها واخبرت عائشة بمارات وكانتا متصافيتين متظاهرتين على سائر ازواجه فنزلت "يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك" فاعتزل نساءه تسعة و عشرين يوما وقعد في مشربه ام ابراهيم ماريه حتى نزلت آية التخيير وقيل ان النبي صلى الله عليه واله وسلم خلا يوم عائشة مع جارية القبطية فوقفت حفصة على ذلك فقال لها رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لا تقلي عائشة بذلك وحرم ماريه على نفسه فاعلمت حفصة عائشة واسكتتها اياه فاطلع الله نبيه على ذلك وهو قوله تعالى "واذ اسر النبي الى بعض ازواجه حديثا" يعني حفصة وما حرم ماريه القبطية اخبر حفصة انه يملك من بعده ابو بكر وعمر فعرفها بعض ما افشت من الخبر واعرض عن بعض ان ابا بكر وعمر يملكان بعدي وقريب من ذلك ما رواه العياشي بالاسناد عن عبد الله بن عطاء المكي عن ابي جعفر عليه السلام الا انه زاد في ذلك ان كلواحد منهما حدثت اياها بذلك فعاتبها في امر ماريه وما افشتا عليه من ذلك واعرض ان يعاتبهما في الامر الاخر انتهى یعنی کہتے ہیں کہ رسول کریم نے اپنی راتیں اپنی بی بیوں میں تقسیم کر رکھی تھیں جس دن حضرت بی بی حفصہ کی باری تھی انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنے والد سے کچھ کام ہے اگر حضور انور حکم فرمائیں تو میں ہو آؤں آپ نے اجازت دیدی جب بی بی حفصہ باہر چلی گئیں تو رسول کریم نے اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو جو ابراہیم کی ماں تھی اور جسے مقوقس نے ہدیۃً بھیجا تھا بلوایا۔ وہ آئی اور آپ نے اس سے مقاربت کی پھر حفصہ آگئیں تو انھوں نے دروازہ کو بند

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

برا بھلا کہتا ہو اور ہمارے نوجوانوں کے عقائد کو برباد کر رہا ہے۔ سعد نے پوچھا کہ اس

دیکھا وہ دروازہ سے لگ کے ہو بیٹھیں پھر حضور انور باہر تشریف لائے آپ کے مبارک چہرہ سے پسینہ ٹپک رہا تھا حفصہ نے دیکھتے ہی کہا کہ میرے حجرہ میں تو نے لونڈی سے ایسا فعل کیا اور میرے ہی بستر پر اور تو نے نہ میری حرمت کی اور نہ میرے حق کی طرف خیال رکھا۔ حضور انور نے ارشاد کیا حفصہ تو جانتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے میرے لئے حلال کی ہے مگر تو خاموش رہ کہ میں اسے آئندہ سے اپنے اوپر حرام کر لیتا ہوں۔ میں صرف تیری رضامندی چاہتا ہوں تو اور بی بیوں سے اس کی خبر نہ کیجو یہ بات تیرے پاس امانت ہے۔

جب حضور انور رسول کریم باہر تشریف لائے تو بی بی حفصہ نے حضرت بی بی عائشہ کی دیوار میں ایک سوراخ (یہ دیوار بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کے حجروں کے بیچ میں تھی) کر کے کہا کہ میں تجھے ایک خوشخبری سناتی ہوں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر آئندہ سے حرام کر لیا ہے خدا نے ہمیں اس کے فکر سے نجات دی۔ اس کے علاوہ جو کچھ دیکھا تھا اس کی اطلاع بھی بی بی عائشہ کو دیدی یہ دونوں رسول کریم کی کل ازواج کے مقابل میں باہم بڑی دوست تھیں اور ان میں اتفاق بھی زیادہ تھا۔ پھر آیت نازل ہوئی۔ اے نبی جو چیز خدا نے تجھ پر حلال کر دی ہے وہ تو نے اپنے اوپر حرام کیوں کر دی اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت نے ۲۹ دن اپنی بی بیوں سے صحبت ترک کر دی اور ماریہ قبطیہ ابراہیم کی ماں کے بالاخانہ پر رہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی عائشہ کے حجرہ میں ماریہ قبطیہ سے مقاربت فرما رہے تھے کہ بی بی حفصہ نے دیکھ لیا آنحضرت نے منع فرمایا کہ عائشہ سے اس کا تذکرہ نہ کیجو میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے لیکن بی بی حفصہ نے کہدیا اور بی بی عائشہ سے تاکید کر دی دیکھو یہ بات کھلنے نہ پائے مگر خدائے تعالیٰ نے رسول کریم کو اس پر مطلع کر دیا پھر یہ آیت نازل ہوئی واذا سر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا یعنی حفصہ۔ اور جب ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا تو حفصہ کو اطلاع دی کہ میرے بعد ابوبکر و عمر خلیفہ ہوں گے۔ بعض نے اس سے اعراض کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے جو عیاشی نے باسناد عبداللہ بن عطار المکی ابی جعفر سے روایت کیا ہے کہ دونوں بی بیوں نے اپنے اپنے باپ کو خلافت کی خبر دی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وعدے کرنے والے کا نام کیا ہے۔ عتبہ نے جواب دیا۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اور

اور جوں ہی رسول کریم کو اسکی خبر ہوئی تو آپ نے دونوں پر عتاب فرمایا (ماریہ قبطیہ کے معاملہ میں) چونکہ انھوں نے رسول کریم کا راز افشا کر دیا تھا اس سے آپ نے اعراض کیا وغیرہ وغیرہ یہ روایت ہے جو بیان کی گئی ہے اور یہ واقعہ ہے جو رسول کریم کے سر چسپاں کیا گیا۔ اب ہم اس روایت کی اصلیت پر نظر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس روایت میں صداقت کہاں تک ہے۔ سرسری توجہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ روایت میں جو واقعے نقل ہوئے ہیں وہ کسی صورت سے بھی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتے مثلاً پہلی روایت میں تو یہ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم بی بی حفصہ کے حجرہ میں آئے کیونکہ اس دن انکی باری تھی پھر بی بی حفصہ نے کہا کہ مجھے کچھ کام ہے میں اپنے باپ کے پاس جاتی ہوں۔ خیال نہیں ہو سکتا کہ خاص اسی دن انھیں کوئی کام نکلا ہو کیونکہ نویں یا دسویں دن اُن کی باری آتی تھی اس صورت میں ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اپنی باری کے روز چلی جائیں جبکہ اور دن انھیں ملنے ملانے کے کافی طور پر مل سکتے تھے نہ اس روایت میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو آدمی بھیج کے بلایا ہوتا کہ سمجھا جائے کہ کوئی ضرورت نکل آئی ہوگی اس لئے خاص باری کے دن جانا ضرور ہوا اچھا اسے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ تشریف لے گئیں تو پھر یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ رسول کریم نے ماریہ قبطیہ کو وہاں کیوں بلایا جبکہ ماریہ قبطیہ کا مکان علیحدہ رہنے کا تھا آپ وہاں جا سکتے تھے اور وہ بہت ہی قریب تھا کچھ فاصلہ پر بھی نہ تھا کہ وہاں جانا دشوار ہوتا اور اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ آپ نے اُسے بُلایا اور آپ نے اس کے ساتھ مقاربت بھی کی اور بی بی حفصہ نے دیکھ بھی لیا اور آپ خفا بھی ہوئے تو رسول اللہ نے اس قدر خوف کیوں کھایا اور اچھا یہ بھی فرض کرو کہ آپ کا خوف کھانا لازمی تھا تو پھر اس ارشاد کی کیا ضرورت تھی کہ میں نے آج سے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے تو عائشہ سے اس کا ذکر نہ کیجو۔ حضرت بی بی عائشہ سے اس امر کو چھپانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی جبکہ نہ انکے حجرہ میں ایسا فعل ہوا اور نہ اُن کے باری کے روز ایسا ہوا پھر اُن سے اندیشہ کرنا کیا معنی رکھتا تھا یہ اس قدر بے معنی استدلال ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور خیال ہو سکتا ہے کہ ایسی روایت کا موضح کرنے والا کس قدر عقلمند اور فہمیدہ شخص ہوگا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وہ ہماری قوم میں شریف ترین ہے۔ اسے نے دریافت کیا کہ رسالت پناہی کا مکان

اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ آپ کو حضرت بی بی عائشہ سے کوئی اندیشہ تھا اس لئے آپ نے منع فرمایا تھا تب بھی اس میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں معلوم ہوتی یہ تو کل ازواج اور بالخصوص حضرت بی بی عائشہ کے لئے نہایت خوشی کا موقع تھا کہ ماریہ قبطیہ کو جس سے ابراہیم کے پیدا ہونے کی وجہ سے رسول اللہ کی زیادہ توجہ بیان کی جاتی ہے آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا دوسرے الفاظ میں اُسے چھوڑ دیا۔ مجھ میں نہیں آتا کہ ایسی روایت کے چھپانے سے کیا فائدہ تھا اور کیوں اندیشہ کیا گیا۔ اور پھر آگے قرآن مجید کی آیت لکھی گئی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ جس چیز کو جنے تجھ پر حلال کر دیا ہے تو اُسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتا ہے اور اس آیت کے نازل ہونے یا راز والی آیت کے اُترنے سے آپ ناراض ہو گئے اور ۲۹ روز آپ نے کل ازواج کی یا ان دو بی بیوں کی صورت نہیں دیکھی اور ماریہ قبطیہ کے برآمدہ یا بالاخانہ میں سکونت پذیر رہے یہ بھی عجیب متضاد مضمون ہے جس کا سر نہ پیر پہلے تو آپ کو اس قدر خوف زدہ بنایا کہ جس کی انتہا نہیں یعنی آپ کو یہ خوف ہوا کہ اپنی حرم اپنے اوپر حرام بھی کرلی اور زیادہ خوف طاری ہوا تو یہ وعدہ کرلیا کہ میرے بعد ابوبکر و عمر خلیفہ ہوں گے اور دلیری ہوئی تو اس قدر کہ ۲۹ دن ماریہ قبطیہ کے بالاخانہ میں رہے اور کسی دوسرے سے بات بھی نہ کی اور پھر کسی بی بی کا زہرہ نہ ہوا کہ ایک بات بھی منہ سے نکالتی اور ذرا بھی زبان ہلانی خیال ہو سکتا ہے کہ جب رسول کریم کی جرأت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کسی بی بی کی پروا نہ کرتے تھے اور ایک ہی کے پاس مہینہ بھر گزارتے تھے پھر آپ کو ضرورت کیا تھی کہ آپ بی بی حفصہ سے خوف کھاتے اور ڈر کے مارے اپنی چاہتی ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیتے اور انھیں تسکین دینے اور اپنے سے خوش رکھنے کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو قبل از وقت خلافت سونپ دیتے۔

ایک صورت تو اس روایت کی یہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ بیان ہوئی ہے کہ نہیں بی بی عائشہ کے حجرہ میں ایسا کیا تھا اور بی بی حفصہ نے دیکھ لیا اور آپ نے منع کیا تھا کہ عائشہ سے نہ کہنا اور بی بی حفصہ حجرہ میں تھیں اور بی بی حفصہ نے رسول کریم کو ماریہ قبطیہ کے ساتھ مشغول پایا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہاں ہے۔ عتبہ نے سب پتہ بتا دیا مگر یہ ہدایت کر دی کہ تم نہ اس کے پاس جانا نہ بات کرنا

تو یہ فعل اگر اسے جرم قرار دیا جائے بی بی عائشہ کا کیا تو پھر کیا وجہ تھی کہ رسول کریم بی بی حفصہ سے ڈرے اور کیوں اُنکے خوف سے ماریہ قبطیہ کو اپنے اُوپر حرام کر لیا اور کیوں خلافت کی بشارت دی جبکہ اُن کا کوئی جرم ہی نہیں کیا تھا پھر خوف کھانے کے کیا معنی تھے۔ دوسرے حضرت بی بی عائشہ کی باری کے دن بی بی حفصہ کا ان کے حجرہ میں چلا جانا یہ مطلق سمجھ میں نہیں آتا اور نہ یہ خیال میں آتا ہے کہ بی بی عائشہ حجرہ میں سے نکل کے کہاں گئی تھیں جبکہ اسلام میں پردہ ہو گیا تھا اور قرآن مجید میں صاف آگیا تھا کہ جب نبی کی ازواج سے باتیں کرو تو دروازہ کے باہر ہو کے اور اگر یہ کہیں کہ وہ بھی اپنے باپ کے گھر گئی تھیں تو حضرت ابو بکر کا مکان تو مسجد نبوی سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر تھا ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت بی عائشہ اپنی خاص باری کے دن اپنے باپ کے ہاں چلی گئی ہوں جبکہ وہ ایک ہفتہ میں چاہے جب جا سکتی تھیں اور اگر یہ کہیں کہ وہ روز ان کی باری کا نہ تھا اور رسول اللہ یوں ہی چلے آئے تھے تو بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت بی بی عائشہ کا مکان سنگ مرمر کا محل تھا اور ماریہ قبطیہ کلبا لاخاً بُرا اور رہنے کے قابل نہ تھا اس لئے آپ وہاں تو نہیں رہے اور یہاں ماریہ قبطیہ کو لے کے چلے آئے۔

ان دو مختلف روایتوں کی یہ توضیح ہے جو ہو سکتی ہے۔ خیال نہیں ہو سکتا کہ شیعہ برابر بھی صحیح ہوں جس شخص نے یہ روایتیں موضوع کی ہیں وہ تھا بھی بہت کم عقل کہ اس نے مذکورۂ بالا توضیحات پر ذرا بھی غور نہ کی حضرت ابی جعفر سے اس روایت کا نسبت دینا زیادہ مشکل نہیں ہے جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے لاکھوں موضوع حدیثوں کا پتہ لگتا ہے۔ عباسی ہوں یا مکی شامی ہوں یا مدنی۔ جس نے یہ روایت نقل کی ہے اس میں بُرائے اسلام مطلق نہ تھی۔ اب یہ دیکھنا کہ مجمع البیان طبرسی میں یہ روایت کیونکر نقل ہوئی کیونکہ وہ شیعی مذہب کی ایک معتبر تفسیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں میں وہی مخالفت کی بُو آتی ہے جو ابتدائے سنین ہجری میں بدقسمتی سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں پیدا ہو گئی تھی اور جس کا سلسلہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیونکہ وہ بہت بڑا جادوگر ہے ایسا نہو کہ تجھے فریب نہ دیدے۔ اسعد نے کہا خواہ کچھ ہو ایک بار

ابھی تک جاری ہے اور اسی مخالفت کا سبب تھا کہ آج اسی قسم کی لاکھوں روایتیں جو کبھی بھی صحیح نہیں ہو سکتیں کتابوں میں منضبط ملتی ہیں۔ اول اول مخالفت ملکی تھی مگر بعد ازاں یہی مخالفت مذہبی ہو گئی اور اس سے موضوع روایات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مخالفوں پر تازہ تازہ بہتان اُٹھانا اور انھیں بہر صورت ملزم بنانا بلکہ انھیں شب و روز گالیاں دینا مذہب کا جزو اعظم بن گیا قرآن مجید کی آیتوں کو خاص ایک امر کے لئے مخصوص کرنا اور اپنی موضوع روایت کا مطلب نکالنا یہ تیسری صدی ہجری کے وسط سے شروع ہو گیا تھا۔

کسی روایت کے ساتھ کوئی سند ایسی نہیں بیان کی گئی ہے جسے خواہ مخواہ تسلیم کرنا پڑے اور لطف یہ ہے کہ اکثر روایتیں تمدن عرب کے بھی بالکل خلاف ہیں اور ان میں ایرانی تمدن کا رنگ پایا جاتا ہے کیونکہ اکثر راوی ایرانی نژاد ہیں اور کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ وہ راوی مسلمان بھی تھے یا نہیں۔

عقل شہادت نہیں دیتی کہ حضرت ابی جعفر علیہ السلام اپنے نانا کے خانگی تعلقات عام طور پر بیان کریں گے اور انھیں ذرا بھی حجاب نہ آئیگا۔ ایسی روایتوں سے اسلام کا بھی تو کوئی خاص اصول نہیں نکلتا تھا اور نہ کسی خاص اُلجھے ہوئے مسئلہ کی توضیح ہوتی تھی۔ حضرت ابی جعفر علیہ السلام اس میں شک نہیں کہ اہلبیت کے چراغ تھے اور کاش آپ کی کوئی خاص کتاب یا کوئی نوشتہ ہوتا اس کی صداقت میں پھر کسی طرح بھی کلام نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ سے دوسروں نے جن میں اکثر ایرانی نژاد تھے اور جو مخالفت سے بالکل متاثر ہو رہے تھے یہ روایتیں بیان کی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب بخاریؒ نے کئی لاکھ حدیثوں کا انتخاب کیا ہے تو اس نے اہل بیت کی روایتوں پر زیادہ نظر نہیں کی اس کی وجہ یہی ہے کہ اسے ایسی روایتوں کا ڈھیر ملا جو اہل بیت کی تو نہ تھیں مگر ان کے نام سے رواج پا گئی تھیں اگرچہ اس وقت تک وہ کسی کتاب کی صورت میں منضبط نہ ہوئی تھیں لیکن ان کی اشاعت فریق مخالف میں پورے طور پر ہو گئی تھی اس نے کوشش تو ضرور کی ہو گی کہ ان صحیح روایات کا پتہ لگے جو واقعی ان کی ہو سکتی ہیں مگر ایک مخالف

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایسے شخص کو دیکھنا تو چاہیے عبثہ منع کرتا تھا اور اسعد جانے پر اصرار کر رہا تھا۔ آخر زیادہ

گروہ کی مخالفت کے طوفان بے تمیزی کے آگے اُسکی کوشش کارگر نہیں ہوئی اور اخیر اس دفتر بے پایاں سے اُس نے اپنا پہلو بچایا۔ اور اس الزام کو کہ بخاری نے اہل بیت کی روایتوں سے گریز کی ہے اُس نے اپنے اوپر ہمیشہ کے لیے لینا قبول کیا مگر اپنی کتاب میں زیادہ غلطیوں کا انبار لگانا اچھا نہ جانا۔ اسی بنا پر اُس نے خاندان بنی امیہ کی روایتوں کو نہیں لیا اور اگر دو ایک روایتیں بیان بھی کی ہیں تو وہ بھی معمولی طور پر کیونکہ بنو امیہ میں بھی وہی کشش پائی جاتی تھی جو فریق مخالف میں تھی۔ اور یہ بھی بہت بڑی وجہ ہوئی کہ جب بخاری ترتیب دی گئی ہے بنو امیہ کا خاندان برباد ہو چکا تھا۔ اور بنو عباس کے عروج سلطنت میں بنی امیہ کا نام لینا بہت بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا۔

جب بخاری کی ترتیب ہو چکی ہے تو اسکی پوری نصف صدی بعد ان روایتوں کی ترتیب ہوئی جو مجمع البیان طبرسی اور کلینی وغیرہ کتب میں پائی جاتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ جتنی روایتوں کی ان یا ان جیسی کتب میں ترتیب ہوئی ہے وہ سب کی سب غلط ہوں نہیں بلکہ ان میں بہت سی روایتیں صحیح بھی ہوں گی مگر کوئی محک اُن کے پرکھنے کی ہمارے پاس نہیں ہے۔ اسیطرح سنیوں کی روایتوں کے پرکھنے کا کوئی معیار نہیں ہے تاہم درایت سے ہر ایک روایت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اور جہاں تک ہمارا خیال ہے محقق کو سخت جانکاہی کے بعد بھی کامیابی ضرور ہو سکتی ہے اسماء الرجال کا علم اسقدر ہماری مدد ضرور کر سکتا ہے کہ درایت سے جانچنے میں وہ ہمارا رہنما ہے اور اُن دقتوں کو دور کرے جو ہمیشہ ایسی حالت میں آکے حائل ہو جایا کرتی ہیں اور اگر صرف اسماء الرجال پر تکیہ کر لیں گے تو ہمیں سخت سخت مشکلات کا سامنا ہوگا اور بہر ہمیں اسماء الرجال کے ساتھ تواریخ کا ایک عظیم دفتر ترتیب دینا پڑے گا مثلاً اسماء الرجال نے ایک راوی کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونیکی شہادت دی مگر مشکل تو یہ ہے کہ ہمارے پاس اُس شخص کے کامل سوانح عمری کہاں ہیں جسے ہم ثقہ اور غیر ثقہ کہتے ہیں نہ اُسکے کارنمایاں کی ہمیں خبر ہے اور نہ ہم اُس کے حالات سے کماحقہ واقف ہیں اور نہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قیل وقال کے بعد اسعد نے یہ کہا وہاں میں نہیں جانے کا مگر طواف کعبہ کے لئے ضرور جاؤں گا

بادشاہ کے زمانہ میں تھا معاملات سیاسی کا اس پر کتنا اثر پڑا تھا اور وہ مسلمانوں کے کس گروہ کا مذاق زیادہ رکھتا تھا اس میں شک نہیں کہ علمائے اسلام کے واقعات زندگی بہت کچھ بیان ہوئے ہیں ابن خلکان نے ایک حد تک اس معاملہ میں پوری کامیابی حاصل کی ہے اور کشف الظنون نے علمائے کی تصانیف کی تحقیق میں بڑی حد تک اسلام کی قابل تعریف خدمت انجام دی ہے مگر پھر بھی راوی کے واقعات زندگی سچی تصویر اُتارنے میں ہر مصنف قاصر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ روایتوں میں اسماء الرجال کے مرتب ہونیکے بعد بھی سخت اختلاف رہا ہے۔ کوئی اصلی معیار روایت کے پرکھنے کی نہ شیعہ نکال سکے نہ سنی اور نہ خارجی نہ معتزلی۔ سب ہی اس میں قاصر رہے اور سب ہی نے اس میں ناکامی اُٹھائی۔ اگر واقعی کوئی معیار نکل آتی تو شیعہ سنی کا جھگڑا قطعی اُٹھ جاتا اور فروعی اختلافات جنہوں نے اصول کا جامہ پہن لیا ہے بالکل جاتا رہتا۔ اس تحریر سے میری غرض نہیں ہے کہ روایتوں اور حدیثوں کا سارا دفتر ردی اور ناقابل تسلیم ہے بلکہ میرا منشا اصلی یہ ہے کہ کھری کھوٹی روایتوں کی اتنا چھاننے کے بعد بھی آمیزش چلی آتی ہے اور کسی زمانہ میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ نہیں ہو سکا۔

کسی صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا اور اس طرح منع کیا تھا اور آپ نے یوں فیصلہ کیا تھا اور اس طرح رخصت دی تھی اور اس کے بعد اُس کا یہ قول کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا اور فلاں امر سے ہم کو منع کیا گیا تھا یا صحابی کا یہ کہنا کہ فلاں امر مسنون ہے اور جس نے ایسا کیا اُس نے ابو القاسم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور اس کے بعد اُس صحابی کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اُس سے بظاہر اس حکم کا مرفوع ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس نے علت مدار علیہ حکم کے خیال کرنے میں اپنے اجتہاد کو دخل دیا ہو کہ یہ امر واجب ہے یا مستحب عام ہے یا خاص اور صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے بطور نص کے ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا تھا اور اگر بطور نص کے بھی تسلیم کیا جائے تو یہ ثبوت نہیں ہو سکتا کہ بیشک اس صحابی کا قول ہے جسکے نام سے روایت کیا گیا ہے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ ایک ہی روایت میں جب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چنانچہ وہ گیا اور پہلے مراسم عمرہ میں مشغول ہوا مگر یکایک اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھسے

راویوں کا اختلاف ہوا اور وہ تمام راوی فقاہت حفظ۔ کثرت میں ہم مرتبہ ہوں تو پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اُس اختلافی روایت کے الفاظ آنحضرت ہی کے ہوں۔

عام راوی ہمیشہ روایت میں اصل معنی کا لحاظ کیا کرتے تھے مگر عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ ایک ہی لفظ جب کئی کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ایک ہی چیز کی معمولی شکل بدلنے سے دوسرے الفاظ آجاتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ الفاظ کا سب نے ایک ہی مفہوم سمجھا ہوا اور پھر اس بیان کردہ مفہوم کو سننے والے نے اُن ہی معنی میں لیا ہو جو معنی قائل کے ذہن میں تھے۔ عام طور پر راویوں نے کبھی زوائد اور حواشی کا مطلق خیال نہیں کیا ہے خواہ وہ راوی سنی ہو یا شیعہ خارجی ہوں یا رافضی سب کی ایک ہی کیفیت رہی اور زوائد سے کسی نے بھی پہلو بچانے کی کوشش نہیں کی جب یہ امر مسلمہ ہو گیا تو محدثوں یا احادیث نبویہ کے جانچنے والوں نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ راویوں میں سے جو راوی ثقہ ہوگا اور اس قصہ اور واقعہ سے خوب واقف ہوگا اسی کو اختیار کریں اور اگر ثقہ راوی کے قول میں ضبط کا اہتمام بھی زیادہ ہوگا مثلاً وہ کہتا ہے کہ دثب کا لفظ وارد ہوا ہے قام کا اور "افاض علی جوانا الماء" آیا ہے: اغتسل تو اسے بھی اختیار کرلیں گے اور اگر حدیث کی روایت میں راویوں نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہوگا اور وہ سب رتبہ میں مساوی ہوں گے اور کوئی مرجح نہ ہوگا تو وہ تمام خصوصیتیں مختلف فیہا لغو ہوں گی۔

ہم نے روایتوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ہمارا خیال ہے اس سے کوئی فہمیدہ شخص انکار نہیں کر سکتا ہم اصول سے بحث کرتے ہیں اور ہماری بحث میں کہیں کوئی کمزوری یا خیالی بات نہیں ہونے کی۔ جن روایتوں میں صحابہ کا بہت بڑا اختلاف ہو اور جن روایتوں میں کہ راوی باوجود ثقہ ہونے کے مختلف ہیں سمجھ لو کہ وہ روایتیں ہی سرے سے سراسر لغو ہیں اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی دیکھے جائیں تو معلوم ہو کہ صحابہ آپ کا کس قدر ادب کرتے تھے اور صحابہ نے آپ سے کبھی فرائض کے متعلق بھی کوئی مسئلہ بار بار دریافت نہیں کیا سب باادب حاضر ہوتے تھے اور ارشاد نبوی پر کان لگا کے متوجہ ہو جاتے تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ رسول اللہ کے خانگی امور کے متعلق کچھ دریافت کرتا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زیادہ کوئی اور احمق نہیں ہو سکتا کہ مکہ میں آؤں اور ایسے بڑے شخص کی صورت کو نہ دیکھوں

اور آپ اُس کا جواب دیتے نہ آپ ایسا کر سکتے تھے کہ اپنے ذاتی اور خانگی حالات بلا سبب صحابہ کے آگے بیان فرماتے نہ وہاں کسی مسئلہ پر بحث تھی اور نہ تکرار تھی اور ایک عجیب سادہ مذہب تھا خدا کو ایک مانو اور محمدؐ کو اس کا برحق نبی جانو روز آخرت پر ایمان رکھو نماز پڑھو زکوٰۃ دو سال بھر میں ایک مہینہ روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو تمام عمر میں ایکبار حج بیت اللہ کر آؤ اور بس نہ یہ روایتوں کا طوفان تھا اور نہ فقہی مین میگ نکلتی تھی اور جس طرح بعد ازاں روایتوں کی کثرت ہو گئی اور فقہا کی بحثوں کے ابواب کھل گئے ایک بات بھی نہ تھی راویوں کی تو یہ کیفیت تھی جو ہم نے اوپر مختصراً لکھ بیان کی فقہا کی سن لیجے انھوں نے نئی نئی صورتیں فرض کیں اور اُن ہی مفروضہ صورتوں پر گفتگو کی اور جہاں تک ہوا محض اپنی ذاتی رائے سے انھیں طول دیا اور وہ وہ باریک مسائل نکالے کہ جو کبھی خیال میں بھی نہ آ سکتے تھے۔ چونکہ انھوں نے اپنی ذاتی رائے کو دخل دیا تھا اس لئے اختلاف بھی اسقدر ہے کہ کوئی انقطاعی فیصلہ کسی بات میں معلوم ہی نہیں ہوتا۔

حضور انور کی تعلیم عجیب و غریب تھی۔ وہی لفظ کہنے کا اثر صحابہ پر اسقدر پڑتا تھا کہ وہ معمولی باتوں کے دریافت کرنے میں حضور انور کو ذرا بھی تکلیف نہ دیتے تھے اور بات بھی یہ تھی کہ اس جلیل القدر شہنشاہ کے سامنے کس کی مجال تھی جو کوئی بات بھی بلا ضرورت اور بے ادبی کی نکال سکتا۔ صحابہ اور رسول کریم کا برتاؤ یہ تھا کہ صحابہ جس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اسی طرح آپ بھی کرنے لگتے تھے آنحضرت نے کبھی اسکی تشریح نہیں فرمائی کہ یہ امر رکن ہے اور وہ مستحب ہے اسی طرح حضور انور نماز پڑھتے تھے اور صحابہ جس طرح آپ کو نماز پڑھتا دیکھتے تھے پڑھنے لگتے تھے حضور انور نے حج کیا اور صحابہ نے بھی اسطرح اعمال حج ادا کئے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ حضور انور سے سوال کرتا اور رکن و مستحب کی بابت دریافت کرتا نہ خود آنحضرت کو ان مسائل کے سمجھانیکی کوئی ضرورت تھی یہ ساری باتیں معاشرت سے تعلق رکھتی تھیں اور نفس مذہب سے اُنھیں کچھ بھی تعلق نہ تھا اگرچہ فقہا نے انھیں کھینچ تان کے مذہبی جامہ پہنا دیا ہے مگر بیٹھ اسلام اس سے بالکل بیگانہ ہے اور اس نے ایسی باریکیوں اور بے مزا پیچیدگیوں کو کبھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس نے عربوں میں زلزلہ ڈال رکھا ہے۔ اور بت پرستی خوفزدہ کانپ رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسکی تشریح نہیں فرمائی کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں اور یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کرے اور اس وقت وضو رہے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے الا ماشاء اللہ۔ صحابہ اس قسم کے فضول امور کبھی دریافت ہی نکرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا انھوں نے حضور انور سے وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ ان مسائل میں سے یہ ہیں کہ تجھسے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہدے اس مہینہ میں لڑنا بُرا ہے ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر اور تجھسے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں۔ ویسئلونک عن المحیض

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی اُمور دریافت کرتے تھے جو مفید ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول ہے کہ "امور دریافت نہ کرو جو ابھی ہوئے نہ ہوں اس لئے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ خدا اُس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں۔ قاسم کا قول ہے تم ایسے امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہ دریافت کرتے تھے اور ہم نے ایسے امور کی تفتیش نہیں کی۔ تم وہ امور دریافت کرتے ہو جنکو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم انھیں جانتے تو اُن کا چھپانا کسی طرح بھی جائز نہ تھا۔ عمر بن اسحٰق سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوں اُن کی تعداد اُن سے زیادہ تھی جو مجھسے پہلے گزر چکے تھے میں نے کسی قوم کو ایسا نہیں پایا جس کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن لبر کندی سے روایت ہے اُن سے اس عورت کا حال دریافت کیا جو ایک قوم کے ساتھ مرگئی تھی اُس کا کوئی ولی نہ تھا۔ انھوں نے بیان کیا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمھاری طرح سختی نہیں کیا کرتے تھے نہ تمھارے ان مسائل کو وہ دریافت کرتے تھے۔ (یہ تمام آثار دارمی نے روایت کئے ہیں) دارمی کے ان تمام آثار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس ابتدائی زمانہ میں ہی لوگوں میں غیر ضروری باتوں کے دریافت کرنیکا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اور صحابہ راشدین اس مہلک بیماری کو روکنے کے لئے سخت کارروائی کرتے تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غرض اسعد حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رسم جاہلیت کے بموجب اس نے سلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایسے شخص پر لعنت کرنا کہ جو وہ امور دریافت کرے جو ابھی وقوع میں نہ آئے ہوں اُن غلط روایات کی اشاعت پر ایک تازیانہ ہے جنکی سلسلہ جنبانی شروع ہو گئی تھی۔ سمجھنے کی بات ہے جب خلفا کے وقت میں فضول اور غیر ضروری امور میں جستجو ہونے لگی تھی پھر بعد میں کیا خیال ہو سکتا ہے کہ کیسی آفت برپا ہوئی ہوگی جب تک صحابہ زندہ رہے انھوں نے بہت تشدد سے اس قسم کے خیالات کو روکا اور ہمیشہ ایسے لوگوں کی برائی کی غیر ضروری باتیں دریافت کرتے تھے اور خواہ مخواہ فرضی مسائل میں ردّ و کد ہوتی تھی اور جب صحابہ کی وفات ہو گئی اور کوئی صحابہ زندہ نہیں رہا تو غلط روایات کا طوفان چاروں طرف سے اُٹھا اور وہ مفسد طبائع جو صحابہ کے دباؤ سے رُکی ہوئی تھیں یکایک اُٹھ کھڑی ہوئیں اور انھوں نے اپنے قدیم شوق کو پورا کیا پھر کیا تھا لاکھوں حدیثیں بن گئیں اور ہزاروں غلط روایات کی اُن میں آمیزش دیدی گئی۔

خارجیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ اور آپ کے صاحبزادوں کی نسبت ایسی ایسی روایتیں گھڑیں جن کا سر نہ پیر اور وہ وہ طوفان اُٹھائے کہ العظمۃ للہ یہاں تک کہ آپ کی شان اقدس و اطہر میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کو جزو ایمان قرار دیدیا۔ اسی طرح ایک دوسرا گروہ پیدا ہوا جس نے اُس فریق کے جواب میں اصحاب ثلاثہ پر وہ وہ نا ملائم الزام لگائے کہ مشرقی فسانوں کو بھی پرے بٹھا دیا جو باتیں عقل اور نقل کے بالکل خلاف ہوں اور جو ایک سمجھدار بچہ کی بھی سمجھ میں نہ آئیں وہ اُنکے سر چپکی گئیں اور مبالغہ کی انتہا کو یہاں تک پہنچایا کہ اصحابہ ثلاثہ کی وفات کے بعد اُن کی کیفیت بیان کر دی اور عالم ارواح کے رازوں کو جنھیں کوئی نہیں کھول سکا ہے اپنی فسانہ پسند طبائع کے زور سے آنکھوں سے دکھا دیا۔ اگر کاش اسی پر قناعت کی جاتی کہ اُن کی زندگی ہی کے واقعات بیان کئے جاتے اور خواہ کچھ ہی اُن کی نسبت کیوں نہ کہا جاتا مگر بعد از مرگ کی حالت سے بحث نہ ہوتی تو بھی چنداں شکایت کی بات نہ تھی وہاں تو یہ غضب ہوا کہ جب تک وہ زندہ رہے اُن پر سب و شتم رہا اور جب ان کی وفات ہو گئی تو بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس بات کا تماشا دکھایا کہ اُن پر کیا گزر رہی ہے۔

اگرچہ اصل مطلب سے بہت دور ہٹ گیا ہوں پھر بھی میں نمونتاً ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہ کیا۔ حضور انور نے کہا اسلام علیکم۔ اور پھر فرمایا کہ یہ سلام اہل بہشت کا ہی اور مجھے خبر دی گئی ہے

معلوم ہوگا کہ ہماری روایتوں میں شرقی فسانہ کا رنگ کسقدر ہے اور جن لوگوں نے یہ روایتیں گھڑی ہیں اُن کا دماغ کس قسم کا تھا اور وہ کس فطرت کے تھے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کیگئی ہے یعنی آپ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دن شام کو جو سیر کرنے نکلا تو میرا گزر ایک وادی میں ہوا مَیں نے دور کی ایک پہاڑی میں دھواں اُٹھتا ہوا دیکھا اور پھر میں نے نالہ و بکا کی آوازیں سنیں۔ جب میں قریب گیا تو میں نے سُنا کہ عمر اور ابو بکر پر عذاب نازل ہو رہا ہی اور یہ آگ اُن ہی کے لئے روشن کی گئی ہے اتنے میں مَیں نے اُنھیں ایک جلتی ہوئی پہاڑی پر کودتے ہوئے دیکھا اُن دونوں نے میری صورت دیکھ کے مجھسے طلب آمرزش کی میں نے کہا تمہاری سزا یہی ہے تم اسیطرح رہو" یہ روایتیں ہیں جو نہایت وثوق سے بیان کی جاتی ہیں اور یہ واقعات ہیں جنھیں مثل کلام خدا کے یقین کیا جاتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے کھانے کا طباق چھین لینا اور حضرت جبریل علیہ السلام کا ہزار ہا بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پھیرے کرنا اور بھوکے سے وحی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدینا یہ روایتیں ہیں جو مخالف فریقین میں بنائے مذہب سمجھی جاتی ہیں اور اُن کا منکر یا ان میں شبہہ کرنے والا کافر گنا جاتا ہے۔

روایتوں کا یہ طوفان بے تمیزی تھا جو برپا تھا اور یہ غضب تھا جو اسلامی دنیا میں ہو رہا تھا اس تلخ ترین عداوت پر کب ممکن ہو سکتا ہی کہ جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں ان میں بہ مشکل ایک بھی صحیح نکلے۔ مسلّم ہے کہ ازواج پاک اپنے اُن تعلقات کو بیان کریں جو حضور انور کے ساتھ تھے یا حضور انور اپنے ازواج پاک کے اندرونی تعلقات کا اظہار کریں غلط روایات نے فقہ پر بھی پورا اثر ڈالا کیوں کہ ہر فقیہ اُس وقت کسی مسئلہ میں اپنی طرف سے اجتہاد کرتا تھا جب اُسے کوئی حدیث نہیں ملتی تھی اور جب اُسے کوئی حدیث مل گئی تو پھر وہ اپنی رائے سے دست بردار ہو جاتا تھا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حدیث کے صحیح اور غیر صحیح ہونیکی پرکھ بالکل اُس کی ذاتی تحقیق اور رائے کے ذاتی فیصلہ پر موقوف تھی ایسی بہت سی حدیثوں کا پتہ لگتا ہے جو باہم فقہا میں مختلف فیہ ہیں یعنی ایک فقیہ ان حدیثوں کو صحیح مانتا ہے اور دوسرا غیر صحیح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تحقیق ہر ایک کی نرالی ہی اور ایک

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ اس سے بہتر سلام نہیں ہو سکتا۔ اسعد نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ

مجتہد دوسرے مجتہد کا پابند نہیں ہے۔ اب اگر ان تمام فقہا کی مانی ہوئی حدیثوں کو رسول اللہ کے آگے پیش کر نیکی کوئی صورت نکل آئے تو فی ہزار شکل سے ایک روایت صحیح نکلے گی۔ قرآن کی سادہ تعلیم خود اس بات کی شاہد ہے کہ یہ روایتیں خود تعلیم الٰہی اور کلام الٰہی کی کیسی متناقض آکے واقع ہوئی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے علما محض نیک نیت تھے اور جو کچھ اُنھوں نے کیا وہ اسلام کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کیا اور ایسا کیا کہ اسلام ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا مگر ساتھ ہی انسانی کمزوری اور فروگزاشت کی عادت سے بھی وہ بری نہ تھے اور مسلمانوں کا کوئی فریق اپنے علما کو معصوم نہیں تسلیم کرتا ضرور اُن پر اُن لاکھوں روایات کا اثر پڑا جو عام طور پر اسلامی ممالک میں رائج تھیں اور اگرچہ انھوں نے نہایت نیک نیتی سے حدیثوں کا انتخاب کیا پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ کسر باقی رہ گئی اور جس کسر کو وہ خود تسلیم کرتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ اسلام کے سچے خیر خواہ تھے انھیں انقطاعی یقین اپنی جمع کردہ احادیث پر نہ تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی وہ حکایت مشہور ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے کہا ہے کہ میں موطا کعبہ کے دروازہ پر لٹکا کے عام حکم دیدیتا ہوں کہ کل مسلمان اسی کو پڑھیں اور اسی پر عمل کریں تو آپ نے محض اس فدائیانہ حق کی وجہ سے جو آپ اسلام اور بانئے اسلام سے رکھتے تھے یہ منظور نہیں فرمایا اور کہا اے امیر المومنین ایسا نہ کر ممکن ہے کہ لوگوں کے پاس اس سے صحیح زیادہ احادیث پہنچی ہوں اور وہ اُن پر عمل کرتے ہوں سبا اس کتاب کی اشاعت سے اُنھیں وہ صحیح احادیث ترک کرنی پڑیں۔

یہ شان تھی ہمارے علمائے کرام کی اور یہ نیک نیتی تھی جس کی نظیر کسی قوم کے علما میں ملنی ممکن نہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ انقطاعی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ رسول اللہ کی حدیث ہے کیونکہ آپ نے خود تو رسول کریم کی زبانی کچھ سنا نہ تھا کہ اس پر یقین ہوتا بلکہ آپ کو راویوں کے ذریعہ سے کچھ پہنچا تھا اس لئے آپ کسی صورت سے بھی کسی ایک حدیث کو قطعی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں کہہ سکتے تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کس دین کی دعوت کرتے ہیں حضور نے ارشاد کیا کہ میں تمھیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی

فقہا بھی بسبب اس فطری کمزوری کے جو انسان میں روز ازل سے ودیعت ہوئی ہے بہت سے مقامات پر اپنا پہلو ان غلط روایات سے نہیں بچا سکے۔ مثلاً منی کے مسائل میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں اور اس کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں آپ کی شہادتیں جو حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے نقل کی ہیں کسی طرح بھی پذیرا نہیں ہو سکتیں حضرت بی بی عائشہ کے زمانہ حیات میں بکثرت صحابہ موجود تھے اور جلیل القدر خلفا بھی مدینہ منورہ سے باہر کہیں چلے نہیں گئے تھے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی خلیفہ اور کسی صحابی نے تو منی کی پاکی اور ناپاکی کے مسائل نہیں بیان کئے اور آپ ہی نے اس کے پاک ہونے کی نسبت فیصلہ کیا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ محمود و مسعود میں قرآن مجید میں ازواج پاک کے پردہ کرنے کا صاف حکم آگیا تھا اور منع کر دیا گیا تھا کہ نہ کوئی صحابی دندانا اندر چلا آئے اور نہ کسی بی بی سے بات کرے بلکہ کوئی چیز لینی دینی ہوا کرے تو دروازہ کے باہر کھڑے ہو کے دریافت کر لیا کرے۔ جب قرآن مجید میں یہ حکم آچکا تھا تو بعد وصال رسول کریم اس پر پورا عملدرآمد ہونا بھی لازمی تھا اور بیشک ہوا بھی ضرور پھر خیال نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے یہ ناپاک مسائل پردہ ہی میں حضرت بی بی عائشہ سے دریافت کئے ہوں اور آپ نے اس کا ایسا جواب دیا ہو جو فقہ کی کتب میں موجود ہے اور وہ جواب ایسا ہے کہ اسے نقل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ یہ صحیح کہ فقہا کو ایسے مسائل کی تنقیح کرنے کی ضرورت پڑی ہوگی لیکن انھوں نے اپنی رائے یا اپنے اجتہاد کو قوی بنانے کے لئے ان غلط مشہور شدہ روایتوں میں سے ایک روایت لے کے پیش کر دی ہو جو فریق مخالف ابتدائے سن ہجری سے مشہور کرتا چلا آیا تھا اور انھیں اس روایت کو اپنی تائید میں پیش کرنے میں کوئی قباحت نہ معلوم ہوئی ہو۔ یہ ساری باتیں ممکن ہیں اور قطعی اسی طرح سے ہوئیں اور ہماری وجوہات کو دیکھ کے ہر شخص ہماری تائید کرے گا۔

کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف ہونا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی اور اسی طرح استنباط مسائل میں اختلاف ہونا لازمی تھا مگر حدیثوں کی بنا پر جن فقہی مسائل کا دار و مدار ہے ان میں اختلاف ہونا ضرور اس امر کی دلیل ہے کہ کل روایتوں کو تسلیم کیا گیا تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دعوت دیتا ہوں اور یہ حکم کرتا ہوں کہ کسی چیز کو خداوند تعالےٰ کے ساتھ شریک نہ کرو۔

عام طور پر ایک سخت غلط فہمی چلی آتی ہے اور کم و بیش اسے سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے ۷۲ یا ۷۳ فرقوں کا اسلام میں ظہور ہوا ہے مگر یہ بات ہرگز نہیں ہے قرآن مجید کبھی اختلاف نہیں ڈال سکتا اگر قرآن مجید کی عبارت میں یہ کیفیت ہوتی کہ اس سے ہزارہا معنی پیدا ہوتے تو سب سے پہلے قرآنی مسائل میں صحابہ باہم اختلاف کرتے اور کوئی ایک آیت کے کچھ معنی لگاتا اور کوئی کچھ نہیں مگر جہاں تک تواتر سے پایا جاتا ہے خلفاء راشدین کے زمانہ تک قرآن مجید کے سمجھنے میں مطلق اختلاف نہیں تھا اور سب اسکے اصلی معنی سمجھتے تھے مگر جوں جوں روایتوں یا حدیثوں یا آثار کی کثرت ہوئی قرآن مجید کی آیتوں کے معنی میں اختلاف پیدا ہوگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ کئی فریق ہوگئے اور ان میں کشیدگی یہاں تک بڑھی کہ ایک دوسرے کو جہنمی کہنے لگا۔

کبھی باہم خلفا کی ایسی بحثیں نہیں ہوئیں جس سے یہ معلوم ہو کہ ایک نے قرآن کی آیت کا کچھ مطلب سمجھا اور دوسرے نے کچھ یہ صحیح ہے کہ باہم مسائل میں گفتگو ہوتی تھی اور طرز گفتگو بعض اوقات سخت تیز اور جوش آمیز ہو جاتی تھی مگر خاتمہ کلام پر پھر باہم وہی شیر و شکر ہو جاتے تھے اور ذرا بھی اس جوش کا اثر نہیں رہتا تھا قرآن مجید کی بے تعداد تفاسیر لکھی گئیں اور بہت سی تفسیریں اگرچہ عجیب و غریب ہیں اور قرآن مجید کا اعلیٰ مفہوم ثابت کرتی ہیں مگر سب میں کچھ نہ کچھ رنگ ان روایات کا پایا جاتا ہے جو صحیح ہوں یا غلط۔ عام طور پر مشہور ہوگئیں تھیں مگر بعض تفاسیر تو ایسی ہیں جو سراسر اس رنگ میں رنگی گئی ہیں اور بہت فخر سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں مفسر نے قرآن مجید کی تفسیر احادیث سے کی ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر جس کی بنا بالکل احادیث پر ہے اور فاضل مفسر نے اخیر تک حتی الامکان اسی رنگ کو نبھایا ہے اس میں کسی طرح کا بھی شک نہیں ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر ایک اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا نتیجہ ہے مگر اس بات کا کوئی حلف اٹھا سکتا ہے کہ جن احادیث سے فاضل مفسر نے تفسیر کی ہے وہ اول سے لیکے اخیر تک سب کی سب صحیح ہوں اسی طرح تفسیر اہل بیت ہے جس میں بہت سی روایتیں اور حدیثیں ائمہ معصومین کی زبان مبارک سے بیان ہوئی ہیں مگر کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ آیا ائمہ معصومین کے یہ اقوال ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں اور جو حدیثیں ان کی روایت سے بیان کی جاتی ہیں ان کے راوی وہ فی الحقیقت تھے بھی یا نہیں۔ یہ بڑی دقت ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اپنے بچوں کو قتل نکرو پھر حضور نے سورہ انعام میں سے

جو ہر تفسیر میں پائی جاتی ہے اور یہی پیچیدگی ہے جس کا سلجھانا بڑا کٹھن کام ہے۔

ناظرین تفسیر بخوبی سمجھ گیا ہوگا کہ قرآن مجید کے مطالب سمجھنے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے قرآن مجید کا یہ نقص نہیں ہے بلکہ غلط روایات کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ کاش اختلاف رائے یا اختلاف خیال ہوتا تو اُس کی اصلاح آسان تھی مگر جب حدیث اور روایت کی بنا پر تفسیر کی گئی ہے تو فی الحقیقت اس مشکل کو حل کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔

ہم کہتے ہیں اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر شیعوں۔ سنیوں۔ خوارج اور معتزلیوں کی تفسیروں میں کیوں اختلاف ہے اور کیوں نہیں ایک فریق دوسرے فریق کی تفسیروں کو مانتا۔ وجہ نہ ماننے کی یہی ہے کہ ہر فریق نے قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں زیادہ تر روایات کو دخل دیا ہے اور چونکہ ایک فریق سوائے اپنے راویوں کے دوسرے کو تسلیم نہیں کرتا اسی لئے اس کی قرآنی تفسیر کو بھی نہیں مانتا۔ علمائے اسلام نے ایک یہ بھی حدیث بیان فرمائی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنمی ہے اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ کاش حضرت صدیق اکبرؓ یا حضرت عمر فاروقؓ یا حضرت عثمان غنیؓ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کوئی قرآنی تفسیر ہوتی اور یہ ثابت بھی ہو جاتا کہ چار خلفاء میں سے قطعی ایک خلیفہ کی ہے تو پھر زیادہ چون وچرا کی گنجائش نہیں رہتی اور بیشک اُس وقت ہر مفسر جو اُن کے علاوہ قرآن مجید کی اپنی رائے سے کوئی تفسیر لکھتا تو قطعی جہنمی ہوتا کیونکہ خلفا اپنی تفسیروں میں وہی باتیں درج کرتے جو رسول خدا سے سنی تھیں۔ اور انھیں اور روایات درج کرنے کا خیال بھی نہ آتا اور ایسی حالت میں اُنکی تفسیر پر جرح وقدح کرنا فی الحقیقت سخت خیرہ چشمی اور سوءِ ادبی ہوتی اگرچہ کفر تو جب بھی نہ ہوتا مگر جب یہ بات نہیں ہے اور اُن میں سے ایک خلیفہ کی بھی کوئی قرآنی تفسیر موجود نہیں ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اور کس لئے کسی مفسر کی رائے کو جبکہ وہ نہ معصوم ہے نہ محفوظ ہے نہ اُس پر وحی اُترتی ہے زبردستی تسلیم کیا جائے اور کیوں ہم ایسے شخص کو بددین کہیں جو اُن کی مخالفت کرے۔ جبکہ قرآن مجید کے اصلی مطلب کے جانچنے کا ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی مفسر نے الحمد سے لیکے والناس تک قرآن مجید کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو رسول کریم کا اصلی مفہوم تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چند آیتیں پڑھیں۔ اسعد نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھا اور دل سے مسلمان ہو گیا اور

اس بیان سے یہ کبھی نہیں سمجھا جائے کہ ہمارا منشا کل تفسیروں پر نکتہ چینی کرنے کا ہے اور ہم کل مفسرین کو ناکارہ بتاتے ہیں نہیں یہ ہماری غرض ہرگز نہیں ہے بلکہ جو ہمارا منشا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ مفسروں نے قرآنی دقائق اور نکات کے سمجھانے میں عجیب کمال پیدا کیا ہے تاہم ہر مفسر سے فروگزاشت ضرور ہو گئی ہے کہیں کہیں مروجہ غلط روایات سے متاثر ہو کے اُس نے قرآن مجید کے اصل منشا کے خلاف لکھ دیا ہے اور ایسا ہونا بھی ضرور تھا کیونکہ مفسر بھی اخیر انسان ہی تھے اور انسان کے ساتھ جو کمزوری اور فروگزاشت لگی ہوئی ہے وہ اس کی کمزور فطرت کی وجہ سے ہے ہر انسان کے ساتھ یہ کمزوری لازم و ملزوم ہے اور کوئی فرد بشر اس کمزوری سے بچا ہوا نہیں ہے ہم خیال کرتے ہیں کہ اس بیان سے ہم اپنے مطلب سے بہت دور چلے آئے ہیں اور جو کچھ ہمنے احادیث اور روایات کے بارے میں لکھا ہے غالباً اسی قدر کافی ہوگا چونکہ ہم ایک علیحدہ باب میں اسپر بتفصیل بحث کریں گے اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنا اصلی مطلب شروع کرتے ہیں۔

عام طور پر یہ مشہور کرتے ہیں کہ اہل بیت سے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت سخت عداوت تھی اور اس عداوت کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے فرضی قصے بنا لئے ہیں۔ کوئی شبہہ نہیں کہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا سے بہت محبت رکھتے تھے اور آپ کو نہ صرف اُن سے بلکہ اپنی اور لڑکیوں سے جب تک وہ حیات رہیں غایت درجہ الفت تھی آپ کو اولاد کی بہت ہی آرزو تھی اور بالخصوص اولاد نرینہ کی اور چونکہ آپ کے لڑکے صغیر سنی ہی میں وفات پا گئے تھے اور حضرت بی بی فاطمہ علیہ السلام کے دو بچے حسنین موجود تھے اس لئے آپ ان ہی کو اپنے بچے سمجھتے تھے اور ان سے یہانہ محبت رکھتے تھے اولاد کے شوق میں آپ نے اپنے غلام کو بیٹا بنا لیا تھا اور آپ اُسکو بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپ کا صاحبزادہ ابراہیم اتا کی تاریک کوٹھری میں فوت ہوا ہے اور آپ کو خبر ہوئی ہے تو آپ بہت ہی روئے تھے یہاں تک کہ آپ کی ہچکی بندھ گئی تھی اس پر بعض صحابہ نے بطور تعزیت خدمت اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ آپ اسقدر کیوں زاری فرماتے ہیں جب کہ آپ ہمیں زاری کرنے سے روکتے ہیں تو آپ نے یہ ارشاد کیا کہ دل کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم اہل یثرب اور خزرج سے ہیں اور

تعلقات عجیب و غریب ہیں۔ میں نہیں رو رہا میرا دل رو رہا ہے۔ یا اسی قسم کی دوسری روایت کے مطابق اور الفاظ فرمائے اس سے آپ کی محبت کا جو آپ کو اپنے بچوں کے ساتھ تھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ رستہ چلتے چلتے چھوٹے بچوں کو پیار کرنے لگتے تھے اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور انھیں برکت دیتے تھے۔ جب آپ کی یہ کیفیت تھی تو ظاہر ہے کہ بی بی فاطمہ اور اُن کے بچوں سے آپ کس قدر محبت کرتے ہوں گے۔ آپ حسنین کو کندھے پر چڑھاتے تھے۔ آپ چڈھی پر بٹھاتے تھے اور اُن کے سب ناز اُٹھاتے تھے۔ اس محبت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی ازواج پر کم توجہ تھی حضرت بی بی عائشہ کا حسد اس وقت تو ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ دوسری بی بی پر بہ نسبت اُن کے زیادہ توجہ فرماتے اور اُنھیں آنکھ بھر کے نہ دیکھتے تو تو ایک بات بھی تھی اور جب یہ امر نہ تھا تو کبھی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حضرت بی بی عائشہ اپنی بیٹی سے گو موتیلی ہی سہی جلتیں اور قدرتی دشمن بنجائیں جو کشش کہ بی بی عائشہ اور اہلبیت میں بیان کی جاتی ہے محض فرضی ہے اور ایک صحیح روایت سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا نہ حضرت بی بی فاطمہؓ کی یہ شان تھی کہ وہ اپنی ماں سے جلتی ہوں اور خدا واسطہ انھوں نے ایک پیر باندھ لیا ہو۔

ایک مشہور روایت چلی آتی ہے اور جسے عیسائیوں نے بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت بی بی عائشہ پر الزام لگایا گیا ہے اور آنحضرت نے صحابہ سے مشورہ لیا ہے تو کل صحابہ نے حضرت بی بی عائشہ کی سفارش کی تھی یا رائے دینے سے انکار کیا تھا مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرمایا تھا کہ رسول کیوں اتنا تردد فرماتے ہیں حضور کے لئے اور عورتیں موجود ہیں نکاح کر لیں۔ اس رائے کو دشمنی کی بنا قرار دیا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت بی بی عائشہ میں دشمنی تھی مگر ہمیں اس روایت سے اگر یہ صحیح بھی ہو کوئی وجہ مخالفت نہیں پائی جاتی آپ نے بہت ہی معقول کہا کہ اس قسم کے تردد سے کیا حاصل اور بھی نکاح ہو سکتا ہے اور نبی اگر چاہیں تو عورتیں بہت ہیں اور اگر فرض کر لیں کہ حضرت علی نے دل کا غبار نکالا تو پھر کوئی ایسی صحیح روایت نہیں معلوم ہوتی جسمیں بیان ہو کہ اس رائے سے حضرت بی بی عائشہ ناراض ہوئیں اور انھوں نے اسکے جواب میں یہ بُرا بھلا کہا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہم میں اور ہمارے بھائیوں میں رشتہ اتحاد قطع ہو چکا ہے اگر خداوند تعالیٰ حضور کی برکت سے

جب ان سے ایک بات بھی نہیں ہوئی پھر خواہ مخواہ محض نیک نیتی کے قول کو دشمنی پر محمول کرنے سے کیا فائدہ ہے

اور بھی بہت سے معاملات قلمبند ہوئے ہیں مگر سب کمزور بنیادوں پر قائم کئے گئے ہیں۔ یہ روایات کہ حضرت بی بی عایشہ پر الزام لگا اور اس الزام کی بابت رسول خدا نے صحابہ سے استمزاج لیا سراسر غلط ہے اور ہم اُسکی لغویت دلائل اوپر بیان کر چکے ہیں۔

غور سے دیکھنا چاہئے کہ حضور انور کی بعثت کا کیا منشا تھا اور آپ کن مقاصد کی تکمیل کے لئے بھیجے گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت کے صرف دو مدعا تھے ایک تو توحید خدا کی اشاعت اور دوسرے خدا کی مخلوق میں اتحاد قائم کرنا۔ شرم کی بات ہے مسلمان ہو کے یہ کہیں کہ پیغمبر خدا نہ اوّل مدعا میں کامیاب ہوئے نہ دوسرے میں اور سوائے چند مسلمانوں کے لاکھوں منافق۔ بت پرست۔ دشمن دین و ایمان رہے۔ یہ غلط استدلال ہے جو کبھی پذیرا نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا بدیہی دروغ ہے جس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے دونوں مدعاؤں میں کامیاب ہوئے آپ نے توحید کی اشاعت بھی کامیابی کے ساتھ کی اور آپ نے اتحاد کی رسّی میں بھی مسلمانوں کو جکڑ دیا۔ حضرت علی ہوں یا حضرت فاروق اعظم حضرت بی بی فاطمہ ہوں یا حضرت عائشہ سب آپس میں متحد تھے اور ایک دوسرے سے ذرا بھی مخالفت نہ تھی۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی کو خلیفہ ہونے کی آرزو تھی اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں مگر قوم نے سب سے پہلے حضرت ابو بکر کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ حضرت علی نے جب قوم کی عام رائے اس طرف دیکھی تو بہت خوشی سے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ یہ محض غلط ہے کہ آپ نے چھ مہینے تک بیعت نہ کی اور جب تک حضرت بی بی فاطمہ کی وفات نہ ہوئی آپ بیعت کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اگر بیعت کرنے میں چھ مہینے کا وقفہ ہو جاتا تو بڑا ہی غضب برپا ہوتا اور ہرگز مدینہ منورہ میں امن قائم نہ رہتا اور وہ گروہ حضرت علی کے ساتھ تھا ضرور کچھ نہ کچھ فساد کرتا اور گھر کے اس فساد سے وحشی بدوؤں پر کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اُسامہ کی ماتحتی میں شام مہم روانہ ہو چکی تھی اور جنگ آور مسلمانوں کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہم ہیں پھر رشتہ اتحاد قائم کردے تو پھر حضرت سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہو سکتا۔

تعداد مدینہ میں بہت ہی قلیل تھی۔ جب جرؤں نے حملہ کیا ہے حضرت علی نے اس حملہ کو پسپا کرنے میں بہت ہی مدد دی تھی اور اخیر کل صحابہ نے مل کے اس سخت مہم کو سر کیا تھا جب یہ اتحاد تھا تو خیال نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی نے چھ مہینے بیعت کرنے میں تامل کیا اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی پشت پناہی پر اپنی خلافت کے لئے موقع ڈھونڈا ہو آپ معاملات سلطنت میں بہت فراخی اور دلی توجہ سے حصہ لیتے تھے اور اگرچہ وزارت یا میر منشی کا کام حضرت عمر ہی انجام دیتے مگر حضرت علی کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔

یہ محض غلط ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں باغ فدک کا کوئی جھگڑا نکلا ہو اور حضرت بی بی فاطمہ حضرت صدیق سے لڑی ہوں۔ باغ فدک دراصل کوئی چیز ہی نہ تھا ساری فرضی کہانیاں ہیں جن پر سنی شیعوں نے بہت کچھ بحثیں کی ہیں اور نا معتبر کتابوں کے ورق سیاہ ہیں حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی جائداد نہ تھی نہ خیبر میں نہ فدک میں اگر کچھ خاص کپڑے یا کوئی اونٹ یا زرہ بکتر یا تلوار تھی تو اس کی تقسیم ہونی ممکن نہ تھی آپ کو دنیا کے مال سے کچھ تعلق نہ تھا نہ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں کسی چیز پر قبضہ کیا تھا۔ آپ کل مسلمانوں کے پیشوا ہی نہ تھے بلکہ روحانی باپ تھے اگر آپ کے پاس کچھ تھا بھی تو وہ مسلمانوں کا تھا۔ دوسرے حضرت بی بی فاطمہ خود بہت بڑی سیر چشم خاتون تھیں اگر ہمنے فرض کیا کوئی ایسی جائداد ہوتی اور انھیں کوئی دیتا جب بھی وہ نہ لیتیں انھیں ہرگز دنیا کی طمع نہ تھی۔ آپ پر تین تین وقت کے فاقہ کرکے گزر گئے ہیں اور چوتھے وقت کھانا میسر ہوا ہے اور سائل نے سوال کیا ہے آپ نے فوراً وہ کھانا اس سائل کو دیدیا ہے آپ خود تکلیف میں رہنا پسند کرتی تھیں مگر کسیکو مصیبت زدہ نہ دیکھ سکتی تھیں۔ دنیا آپ کی آنکھوں کے آگے ہیچ تھی آپ کو یہی فخر کافی تھا کہ آپ خاتم النبیین فخر موجودات کی صاحبزادی ہیں آپ نے کبھی حضرت صدیق اکبر سے یہ نہیں کہا کہ ابوبکر تو اپنے باپ کی میراث لے اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ لینے دے آپ حد درجہ عالی ظرف اور مخیر تھیں آپ کی خیرات عرب بھر میں زبان زد تھی۔

اس کے علاوہ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فدک اور خیبر کی جائداد میں خلفا نے تصرف کیا جبکہ خود انکی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اے رسول اللہ ہمنے یہودیوں سے تیرا وصف بہت سنا ہے اور انھوں نے ہی تیرے

حکومت وسیع حصہ زمین پر پھیل گئی تھی۔ ممکن ہے کہ فدک کوئی مقام ہو یا باغ ہو اور خیبر میں آپ نے کوئی خاص قطعہ زمین اپنے لئے اس واسطے مخصوص کر لیا ہو کہ گھر کا خرچ چلے مگر نہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے یہ نہیں پایا جاتا کہ کسی باغ یا جائداد سکنی یا زرعی کی کوئی خاص آمدنی ہو اور آپ اپنے خرچ کے لئے لیتے ہوں حصہ رسد جو مسلمانوں کو پہنچتا تھا اس میں آپ شریک تھے اور بس اور اس کے علاوہ جو چیز زیادہ آتی تھی یا آپ کو زیادہ حصے ملتے تھے وہ آپ نے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیئے تھے حضور کے ہاں ہمیشہ بے وطن آ آ کے مہمان ہوتے تھے اور آپ کا گھر ہمیشہ بے گھروں کے لئے کھلا رہتا تھا آپ نے گیہوں کی روٹی کبھی پیٹ بھر کے نہیں کھائی۔ کھجور اور دودھ جب کبھی میسر آ گیا تو گویا آپ نے بڑا ہی پُر تکلف کھانا کھایا۔ آپ نے بارہا کئی کئی دن تک پیٹ سے پتھر باندھا ہے اور مہینوں آپ کے حجرہ میں اندھیرا رہا ہے جب یہ کیفیت تھی تو کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی باغ فدک یا خیبر کی جائداد سے کوئی مستقل آمدنی تھی اور آپ اس خاص آمدنی کو اپنے خرچ میں لاتے تھے کیسا باغ فدک اور کس کی خیبر کی زمین اگر قیصر و کسریٰ کا ملک ہوتا تو بھی بی بی فاطمہ مسلمانوں پر قربان کر دیتیں وہ بھی تو اخیر جلیل القدر نبی کی صاحبزادی تھیں اُن کی ایسی چھوٹی سی طبیعت نہیں تھی جیسی ہماری ہے اور ہم اپنی تنگ ظرفی سے اس نبی زادی کی طبیعت کو جانچتے ہیں جس سے زیادہ بزرگ جس سے زیادہ فدائی اسلام دنیا نے کسی خاتون کو نہیں دیکھا۔ باغ فدک یا حضرت رسول اللہ کی میراث لینے کا اتنا غل نہیں ہو جتنا اس روایت پر زور دیا جاتا ہے کہ جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی گھر میں چپکے ہو بیٹھے اور حضرت عمر مکان پر گئے حضرت علی کو پکڑا گلے میں رسی ڈالی اور اس طرح گھسیٹتے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس لائے اور پیچھے پیٹتی ہوئیں بی بی فاطمہ بھاگی چلی آئیں وغیرہ وغیرہ یہ روایتیں ہیں جو بدقسمتی سے مسلمانوں کے ایک گروہ میں جاری ہو گئیں اور اس گروہ نے ابتدائے زمانہ سے صرف ان کو اس لئے رواج دیا کہ صحابائے راشدین پر سب و شتم کرنے کا موقع ہاتھ لگے چاہے حضرت علی کی جھوٹی اور دور از قیاس باتوں سے کتنی ہی توہین کیوں نہ ہوتی ہو۔

حضرت علی بذات خود ایک جری اور شجاع شخص تھے مجال نہیں تھی کہ کوئی آنکھ بھر کے بھی دیکھ سکتا آپ جیسے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ظہور کی ہمیں بشارت دی ہے۔ ہم امیدوار ہیں کہ تو ہمارے گھر میں ہجرت کر کے رونق افروز ہو

بہادر تھے اسی قدر غیور بھی تھے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ گلے میں رسّی بھی ڈلوائیں پھر مدت تک نائب میر منشی کا کام بھی انجام دیے جائیں اور شیر و شکر ہو جائیں۔ خدا جانتا ہے کہ یہ ساری باتیں محض لغو ہیں اور پہلے ان باتوں کو یہودیوں نے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور جو نہ صرف خلفاء راشدین اور مسلمانوں کے بلکہ اہلبیت کے جانی دشمن تھے۔ دشمنی سے نراشا تھا اور بعد ازاں انکا اتنا زور ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے ایک فریق نے محض غلط فہمی سے انھیں تسلیم کر لیا اور پھر روایتیں رواج پا گئیں۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر کو خلافت کے کاموں میں مدد دی تھی اسی طرح حضرت عمر کو بھی مدد دی اور آپ اُن کے مدار المہام بن گئے کیونکہ جب عمر بیت المقدس تشریف لیگئے ہیں تو آپ اپنی جگہ خلافت کے فرائض انجام دینے حضرت علی کو چھوڑ گئے تھے۔ جب حضرت عمر بیت المقدس جانے لگے ہیں تو حضرت علی روکتے تھے اور بجانے دیتے تھے مگر جانا بہت ہی ضروری تھا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور حضرت علی نے آپ کے کام کو انجام دیا اسی طرح جب حضرت عثمان غنی کی خلافت ہوئی ہے آپ اسوقت بھی ویسے ہی مشیر بنے تھے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان میں بذات خود اتنی بڑی خلافت کی باگ (جس سے تنگ آ کے حضرت عمر کہا کرتے تھے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی تو میں ہرگز خلافت کا بوجھ نہ اُٹھاتا) نہ سنبھل سکی اور آپ مروان کے ہاتھوں میں پڑ گئے جب حضرت علی نے یہ سانگ دیکھا تو پہلو تہی اُس وقت تک نہیں کی جب تک کئی کئی بار حضرت عثمان کو نہ سمجھا دیا۔ ہاں کوئی کامیابی نہیں دیکھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان ضعیف بہت ہی ہو گئے تھے اور ایسی ضعیفی کی حالت میں اُمور سلطنت کا چلانا سخت دقت تھا۔ بیشک انھیں بہت دھوکے دیئے گئے اور آپ چونکہ معصوم نہ تھے دھوکے میں آ گئے آپ کی ذاتی کوئی خطا نہ تھی اور آپ نے جو کام کیا اپنی طرف سے تو نہایت نیک نیتی سے کیا آپ نے خود خلافت کی خواہش کبھی نہیں کی قوم نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا اور اس لئے مجبوراً آپ نے ضعیفی کی حالت میں خلافت کا بوجھ اُٹھایا یہ صحیح ہے کہ جو آپ کو اپنی خلافت میں کامیابی ہوئی وہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثر تھا جب تک یہ اثر رہا مسلمان برابر فتوحات میں ترقی کرتے گئے مگر جب یہ اثر جاتا رہا فتنے اور فساد پیدا ہو گئے اور ان فتنوں کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیونکہ اہل کتاب نے ہمیں خوشخبری دی ہے کہ ہمارے غریب خانہ میں تو قدم رنجہ فرمائے گا

آخری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو نہایت مظلومانہ شہادت نصیب ہوئی۔ ایسی شہادت جس پر سنگدل سے سنگدل بھی افسوس کریگا اور اس کے آنسو ٹپک پڑیں گے۔ آپ نے فی الحقیقت اُمت محمدی کا تو بھلا ہی کیا اور آپ ہی کی خلافت میں بلاد افریقیہ وغیرہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر آپ کو کیا معلوم تھا کہ آپ ہی کے قریبی رشتہ دار ایک دن آپکی ہلاکت کے باعث ہونگے اگر حضرت عثمان غنی کو یہ معلوم ہوتا کہ مجھے دھوکا دیا جارہا ہے تو آپ ضرور اس کا انتظام فرماتے آپ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ آپ کی وجہ سے اسلام میں فساد پھیلے۔ ہیشہ جو کچھ فساد اُٹھا کوفہ سے اُٹھا۔ ابھی اطمینان سے خلافت ہو رہی تھی کہ کوفیوں میں یہ بحث شروع ہوئی کہ چونکہ حضرت عثمان اپنے ہی رشتہ داروں کو عامل بنا کے بھیجتے ہیں اس لئے انھیں خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔

سعید بن العاص والئے کوفہ کو جب خبر لگی کہ اس طرح کوفی حضرت عثمان کے خلاف چرچہ کر رہے ہیں اس نے فوراً حضرت عثمان کو اس امر کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے سرغناؤں کو امیر معاویہ کے پاس بھیجدیں تاکہ امیر معاویہ ان کے شکوک رفع کردیں۔ چنانچہ والئے کوفہ نے فوراً اُن لوگوں کو معاویہ کے پاس روانہ کردیا۔ معاویہ نے اُن کی بڑی خاطر داری کی اور سمجھایا کہ تم ایسا نکرو ان سے فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے تمہیں کچھہ اسلام کا بھی پاس و لحاظ کرنا چاہیئے یہ سنکے وہ برافروختہ ہوئے اور ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام صعصعہ تھا امیر معاویہ کی عین دربار میں ڈاڑھی پکڑلی واہ رے تحمل اور بردباری کہ امیر معاویہ نے اُف تک نہ کی اور حضرت عثمان غنی کو اُن کی آتش مزاجی کی ساری کیفیت لکھ بھیجی۔

حضرت عثمان نے لکھا کہ ان پر ہرگز سب وشتم نہ کیا جائے بلکہ انھیں واپس سعید بن العاص کے پاس بھیجدیا جائے۔ سعید ابن العاص نے انھیں بہت کچھہ اونچ نیچ کے پہلو سمجھائے اور انھیں بتایا کہ اگر تمہاری ان باتوں سے کوئی فساد ہوگیا تو اسلام میں خونریزی کے تم ذمہ دار ہوگے یہ لوگ بظاہر تو کچھہ دبسے ہوگئے مگر ان کے دلوں میں فتنہ کی آگ جلتی رہی۔ ۳۴ ویں سال ہجری صعید خود حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت عرض کی۔ حضرت عثمان نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ظہور کی ہمیں بشارت دی ہے۔ ہم امیدوار ہیں کہ تو ہمارے گھر میں ہجرت کر کے رونق افروز ہو

بہادر تھے اسی قدر غیور بھی تھے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ گلے میں رسی بھی ڈلوائیں پھر مدت تک نائب میر منشی کا کام بھی انجام دیتے جائیں اور شیر و شکر ہو جائیں۔ خدا جانتا ہے کہ یہ ساری باتیں محض لغو ہیں اور پہلے ان باتوں کو یہودیوں نے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور جو نہ صرف خلفاء راشدین اور مسلمانوں کے بلکہ اہلبیت کے جانی دشمن تھے۔ دشمنی سے نراشا تھا اور بعد ازاں انکا اقتدار زور ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے ایک فریق نے محض غلط فہمی سے انھیں تسلیم کر لیا اور پھر روایتیں رواج پا گئیں۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر کو خلافت کے کاموں میں مدد دی تھی اسی طرح حضرت عمر کو بھی مدد دی اور آپ اُن کے مدار المہام بن گئے کیونکہ جب عمر بیت المقدس تشریف لیگئے ہیں تو آپ اپنی جگہ خلافت کے فرائض انجام دینے حضرت علی کو چھوڑ گئے تھے۔ جب حضرت عمر بیت المقدس جانے لگے ہیں تو حضرت علی روکتے تھے اور نجانے دیتے تھے مگر جانا بہت ہی ضروری تھا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور حضرت علی نے آپ کے کام کو انجام دیا اسی طرح جب حضرت عثمان غنی کی خلافت ہوئی ہے آپ اسوقت بھی ویسے ہی مشیر بنے تھے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان میں بذات خود اتنی بڑی خلافت کی باگ (جس سے تنگ آ کے حضرت عمر کہا کرتے تھے کاش میری ماں مجھے نہ جنتی تو میں ہرگز خلافت کا بوجھ نہ اُٹھاتا) نہ سنبھل سکی اور آپ مروان کے ہاتھوں میں پڑ گئے جب حضرت علی نے یہ سا رنگ دیکھا تو بیلوتہی اُس وقت تک نہیں کی جب تک کئی کئی بار حضرت عثمان کو نہ سمجھا دیا۔ ہاں کوئی کامیابی نہیں دیکھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان ضعیف بہت ہی ہو گئے تھے اور ایسی ضعیفی کی حالت میں اُمور سلطنت کا چلانا سخت دقت تھا۔ بیشک انھیں بہت دھوکے دیئے گئے اور آپ چونکہ معصوم نہ تھے دھوکے میں آ گئے آپ کی ذاتی کوئی خطا نہ تھی اور آپ نے جو کام کیا اپنی طرف سے تو نہایت نیک نیتی سے کیا آپ نے خود خلافت کی خواہش کبھی نہیں کی قوم نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا اور اس لئے مجبوراً آپ نے ضعیفی کی حالت میں خلافت کا بوجھ اُٹھایا یہ صحیح ہے کہ جو آپ کو اپنی خلافت میں کامیابی ہوئی وہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اثر تھا جب تک یہ اثر رہا مسلمان برابر فتوحات میں ترقی کرتے گئے مگر جب یہ اثر جاتا رہا فتنے اور فساد پیدا ہو گئے اور ان فتنوں کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیونکہ اہل کتاب نے ہمیں خوشخبری دی ہے کہ ہمارے غریب خانہ میں تو قدم رنجہ فرمائے گا

آخری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو نہایت مظلومانہ شہادت نصیب ہوئی۔ ایسی شہادت جس پر سنگدل سے سنگدل بھی افسوس کریگا اور اس کے آنسو ٹپک پڑیں گے۔ آپ نے فی الحقیقت اُمت محمدی کا تو بھلا ہی کیا اور آپ ہی کی خلافت میں بلاد افریقیہ وغیرہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر آپ کو کیا معلوم تھا کہ آپ ہی کے قریبی رشتہ دار ایک دن آپکی ہلاکت کے باعث ہونگے اگر حضرت عثمان غنی کو یہ معلوم ہوتا کہ مجھے دھوکا دیا جارہا ہے تو آپ ضرور اس کا انتظام فرماتے آپ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ آپ کی وجہ سے اسلام میں فساد پھیلے۔ ہیشہ جو کچھ فساد اُٹھا کوفہ سے اُٹھا۔ ابھی اطمینان سے خلافت ہو رہی تھی کہ کوفیوں میں یہ بحث شروع ہوئی کہ چونکہ حضرت عثمان اپنے ہی رشتہ داروں کو عامل بنا کے بھیجتے ہیں اس لئے انھیں خلیفہ نہیں ماننا چاہیئے۔

سعید بن العاص والئے کوفہ کو جب خبر لگی کہ اس طرح کوئی حضرت عثمان کے خلاف چرچہ کر رہے ہیں اس نے فوراً حضرت عثمان کو اس امر کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے سرغناؤں کو امیر معاویہ کے پاس بھیجدیں تاکہ امیر معاویہ ان کے شکوک رفع کردیں۔ چنانچہ والئے کوفہ نے فوراً اُن لوگوں کو معاویہ کے پاس روانہ کردیا۔ معاویہ نے اُن کی بڑی خاطر داری کی اور سمجھایا کہ تم ایسا نکرو ان سے فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے تمہیں کچھہ اسلام کا بھی پاس و لحاظ کرنا چاہیئے یہ سنکے وہ برافروختہ ہوئے اور ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام صعصعہ تھا امیر معاویہ کی عین دربار میں ڈاڑھی پکڑلی واہ رے تحمل اور بردباری کہ امیر معاویہ نے اُف تک نہ کی اور حضرت عثمان غنی کو اُن کی آتش مزاجی کی ساری کیفیت لکھ بھیجی۔

حضرت عثمان نے لکھا کہ ان پر ہرگز سب وشتم نہ کیا جائے بلکہ انھیں واپس سعید بن العاص کے پاس بھیجدیا جائے۔ سعید ابن العاص نے انھیں بہت کچھہ اونچ نیچ کے پہلو سمجھائے اور انھیں بتایا کہ اگر تمہاری ان باتوں سے کوئی فساد ہوگیا تو اسلام میں خونریزی کے تم ذمہ دار ہوگے یہ لوگ بظاہر تو کچھہ دبسے ہوگئے مگر ان کے دلوں میں فتنہ کی آگ جلتی رہی۔ ۳۴ ویں سال ہجری صعید خود حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت عرض کی۔ حضرت عثمان نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خدا کا شکر ہے کہ ہمیں تیری قدمبوسی حاصل ہو گئی۔ میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں

فرمایا کہ اخیر وہ لوگ چاہتے کیا ہیں۔ سعید نے عرض کیا کہ وہ ابوموسیٰ اشعری کو چاہتے ہیں۔ آپ نے فوراً ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کا والی بنا دیا۔

اس سے زیادہ آپ اور کیا کر سکتے تھے۔ آپ مسلمانوں کی بہتری چاہتے تھے اور آپ کی کوئی غرض نہ تھی۔ یوں تو اپنے رشتہ داروں سے فطرتاً سب کو محبت ہوتی ہے۔ مگر آپ مسلمانوں کے آگے کسی کی رو رعایت نہ فرماتے تھے۔

کوفیوں کے کہنے سے ابوموسیٰ اشعری بھی حاکم ہو گئے۔ پھر بھی ہر گوشیوں کا دروازہ بند نہ ہوا اور اخیر یہاں تک نوبت پہنچی کہ صحابہ میں سے چند صحابی آپ کے کھلم کھلا مخالف بن گئے۔ ان میں زید ابن ثابت ابورشید السعدی۔ کعب بن مالک اور حسان بن ثابت تھے۔ یہ صحابہ اس قدر مخالف ہوئے کہ جہاد کا فتویٰ دینے پر راضی ہو گئے۔

ہم اُن صحابہ کی شان میں جو حضرت عثمان غنی سے مخالفت ہو گئے تھے کوئی سوء ظنی نہیں رکھتے۔ بلکہ اتنا ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ عام افواہوں نے اُنکے ایسے کان بھرے تھے کہ وہ بلا تحقیق بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور جو الزام انھوں نے حضرت عثمان پر لگائے وہ یہ تھے۔

اوّل حضرت عثمان نے حکم ابن العاص کو جسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلاوطن کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر نے اُسے گھسنے نہ دیا تھا مدینہ میں واپس بلا لیا۔ دوم آپ نے مروان بن الحکم کو پانچواں حصہ افریقیہ کے محصول کا جو پانچ لاکھ دینار سالانہ کی آمدنی تھی دیدیا۔ سوم باغ فدک جو حضرت علی کے خاندان میں چلا آتا تھا چھین کے مروان کو دیدیا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک مروان کی اولاد اس باغ پر قابض رہی۔ یہ الزام ہیں جو آپ پر اسی زمانہ میں قائم ہوئے تھے اور ان الزاموں کا یہاں تک چرچا ہوا تھا کہ عبدالرحمن کندی نے چند اشعار بھی موزوں کر دیئے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے۔ "قسم ہے خدا کی خدائے تعالیٰ نے کوئی امر بے قاعدہ اور لغو نہیں بنایا مگر تو نے (حضرت عثمان غنی کی طرف خطاب) ہمارے واسطے فتنہ پیدا کیا ہے تاکہ اس میں ہماری اور تیری آزمائش کی جائے۔ جو دو خلیفہ پہلے گزرے وہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صرف اپنی قوم کی فتحمندی کی سیر کرنے کے لئے یہاں آیا تھا مگر اس کارساز حقیقی کا لاکھ

ہدایت کا ایک مینار بنا گئے تھے اور کبھی انھوں نے ایک درہم بھی فریب سے نہیں لیا نہ کوئی درہم اپنی خواہش نفس میں صرف کیا۔ تو نے ایک لعین کو اپنی ناک کا بال بنا کے گزشتہ سنت کے خلاف راہ اختیار کی اور پانچواں حصہ جو حق العباد تھا لوگوں کے گلے پر چھری پھیر کے اپنا کیا۔" غرض اس قسم کی آوازیں جن میں خونریزی کی بو آتی تھی چاروں طرف سے آنے لگیں اور ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا۔ اگرچہ مذکورہ بالا اعتراض محض لغو اور بے معنی ہیں اور وہ ایسے سنگین نہیں ہیں جو اتنی بڑی خونریزی کے باعث ہوتے پھر بھی روز بروز ان پر رنگ چڑھتا گیا اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ افسوسناک شہادت کا ظہور ہو گیا۔

اس شہادت کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ کوفہ اور بصرہ اور مصر سے قریب ایکہزار آدمیوں کے مدینہ میں جمع ہوئے اور انھوں نے اپنے اپنے پسند کے خلیفہ بنانے چاہے۔ مصری تو یہ کہتے تھے کہ حضرت علی خلیفہ بنیں اور کوفی حضرت زبیر کو اور اہل بصرہ طلحہ کو امیر المومنین بنانا چاہتے تھے۔ جب پہلا جمعہ ان لوگوں کے داخل ہونے پر آیا تو حضرت عثمان گھر سے باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کے ہمراہ نماز پڑھی جب آپ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا اے لوگو تم جانتے ہو کہ تم جیسے لوگوں پر ہمیشہ رسول خدا نے لعنت کی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب آگ بگولا ہو گئے۔ مدینہ کے بھی بہت سے آدمی ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور لڑائی ہونے لگی۔ طرفین سے پتھر مارے جانے لگے۔ چنانچہ اس طوفان بے تمیزی میں بمشکل چند آدمیوں نے حضرت عثمان کو گھر تک پہنچایا۔ پہلے آپ کے ایک پتھر ایسا سخت لگا کہ آپ بیہوش ہو کے ممبر پر گر پڑے تھے۔ مدینہ کے لوگوں میں سے جنھوں نے مقابلہ کیا تھا وہ یہ تھے سعد بن ابی وقاص حضرت امام حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے صاحبزادے۔ زید بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ۔ حضرت عثمان جب گھر میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے واپس جانے کی بابت کہلا بھیجا۔ چالیس یا پچاس روز تک آپ اپنے گھر میں محصور رہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے اور خوف معلوم ہوا مبادا مدینہ منورہ کی مقدس شاہراہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس سے بھی زیادہ نعمت ہمیں دی آخر کار جب خزرجی مدینہ میں

مسلمانوں کے خون سے تر ہوں آپ سیدھے حضرت عثمان غنی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ مروان کو موقوف کر کے کیوں نہیں فساد کو دفع کرتے۔ حضرت عثمان نے کہا میں فساد نہیں چاہتا مجھے جو کچھ تم تدبیر بتاؤ منظور ہے چنانچہ آپ نے فرمایا اول تو مروان کو میر منشی گری سے موقوف کیجیے دوسرے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر سے معزول کر دیجیے حضرت عثمان نے کہا مجھے بدل منظور ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت علی باہر آئے اور لوگوں کو سمجھایا کہ تمہارے حسب منشاء کام ہو گیا۔ وہ یہ سنتے ہی خوش ہو گئے اور سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

حضرت علی کے جاتے ہی مروان آیا اس نے کہا دیکھیے ایسا نہ کیجیے گا آپ کے لئے بہتر نہ ہوگا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں میں فساد نہیں چاہتا اور علی سے وعدہ کر چکا ہوں اپنے قول سے کبھی نہیں پھرنے کا۔ لاکھ کچھ مروان نے سر پٹکا لیکن حضرت عثمان نے نہ مانا اور فوراً ابن ابی سرح کو موقوف کر دیا۔ اور محمد حضرت ابوبکر کے صاحبزادے کو مصر کا عامل بنا کے روانہ کیا۔ محمد کے ساتھ انصار اور مہاجرین کا بہت بڑا گروہ روانہ ہوا جب یہ کچھ فاصلہ پر پہنچے تو انھوں نے ایک سانڈنی سوار آتے ہوئے دیکھا اس سے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ میں مصر کے حاکم کے پاس جاتا ہوں محمد کے ہمراہیوں نے محمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ عامل تو یہ ہو گئے ہیں اب تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ موجودہ عامل کے پاس مجھے ایک خط پہنچانا ہے۔ یہ سنتے ہی محمد نے اسے گرفتار کر لیا جب اسکی تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمان کا مہری ایک خط ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت محمد تمہارے پاس پہنچے اسے فوراً قتل کر ڈالنا۔ یہ دیکھتے ہی محمد معہ ہمراہیوں کے مدینہ واپس چلے آئے اور کل صحابہ کو جمع کر کے وہ خط دکھایا۔ خط دیکھتے ہی سب کے آگ لگ گئی اور ایک شور و غوغا مچ گیا۔ سب ملکے حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ خط پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مہر بھی میری ہے اور خط بھی میرے منشی کا ہے مگر مجھے اس کا علم نہیں ہے غرض آپ نے قسم کھائی اور بالکل اپنی لاعلمی ثابت کر دی۔ صحابہ کو یقین آگیا اور اب چونکہ مروان ملزم ثابت ہو چکا تھا کل صحابہ نے مروان کو حضرت عثمان سے مانگا مگر آپ دینے پر راضی نہ ہوئے۔ پھر کیا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واپس ہوئے تو انھوں نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور حضور انور کی شمایل کو خلق خدا

بغاوت کی آگ جو چند روز سے دبی ہوئی تھی بھڑک اٹھی اور نئے سرے سے لوگوں نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ جب حضرت عثمان کی جان کے لینے کے درپے ہو گئے اور حضرت علی نے اس خوف کو زیادہ محسوس کیا تو اپنے بڑے بیٹے حسن علیہ السلام کو دروازہ پر کھڑا کر دیا اور حکم دیدیا کہ بیٹا دیکھنا کوئی شخص اندر نہ داخل ہونے پائے اسی طرح حضرت زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اور طلحہ نے اپنے بیٹے محمد کو دروازہ پر پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا۔ لوگوں نے اندر گھس جانا چاہا تینوں صاحبزادوں نے روکا یہاں تک کہ حضرت امام حسنؑ تو اس قدر زخمی ہوئے کہ خون میں نہا گئے تو بھی دروازہ کی راہ سے کسیکو اندر نہیں گھسنے دیا اخیر باغی دیواروں پر چڑھ کے ایک ہمسایہ کے گھر میں جا کودے اور پھر حضرت عثمان کے مکان میں آ گئے۔ ان میں محمد حضرت ابوبکر کے صاحبزادے بھی تھے جوں یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور حضرت عثمان کی طرف بڑھے آپ کے غلاموں نے مقابلہ کیا۔ طرفین کے کچھ لوگ مقتول و مجروح ہوئے اخیر سب سے پہلے محمد پہنچے اور انہوں نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حضرت عثمان نے آبدیدہ ہو کے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ تیرا باپ اس ڈاڑھی کی بڑی توقیر کیا کرتا تھا اور آج تو اسے پکڑ کے گھسیٹتا ہے۔ یہ ایسے پر اثر جملے تھے جنہوں نے جادو کا اثر کیا محمد ڈاڑھی چھوڑ کے پیچھے قدموں ہٹ گئے پھر ایک شخص نے آگے بڑھ کے تلوار کا وار کیا آپ کی بی بی نے تلوار کا وار اپنے ہاتھ سے روکا ان کی انگلیاں اور آدھا ہاتھ کٹ گیا پھر آپ کو شہید کیا۔ جسوقت شہید ہوئے ہیں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور اس دن روزے سے بھی تھے۔ یہ جانکاہ حادثہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کو وقوع میں آیا۔ آپ نے قریب قریب بارہ سال تک خلافت کی آپ کی عمر شہادت کے وقت نوے سال کی تھی۔ تین روز تک آپ دفن نہیں کئے گئے۔ اخیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوشش کر کے آپ کی تجہیز و تکفین کی۔

اب یہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ شروع ہوتی ہے کہ آپ کے بارہ میں کس قدر اختلاف خیال ہے اور مورخ کیا لکھتے ہیں ہم مختلف تاریخوں سے واقعات قلمبند کرتے ہیں اور پھر ان پر رائے دیں گے۔ یہ وہ واقعات ہیں جو ایک حد تک مسلم ہیں اور انھیں کم و بیش سب نے تسلیم کیا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کے آگے بیان کیا۔ خواجہ کونین سید الثقلین کی شہرت تمام یثرب میں ہو گئی اور بعض لوگ

مورخوں کا بیان ہے کہ حضرت عثمان کے محصور ہونے کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج بیت اللہ شریف کرنے گئی ہوئی تھیں کہ اسی اثنا میں آپ کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے۔ جس شخص نے آپ سے یہ روایت بیان کی اس سے آپ نے دریافت کیا کہ مسند خلافت پر کون بیٹھا اس نے جواب دیا کہ علی مرتضیٰ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ اس واقعہ کا حال مکہ کے راستے میں سنا تھا آپ نے فرمایا کہ میں مکہ واپس جاتی ہوں مدینہ اب میرے رہنے کے قابل جگہ نہیں رہی۔ اور یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہوئے اور میں ضرور ان کے خون کا انتقام لوں گی۔ اس پر عبید سلمان نے کہا تعجب ہے اے عائشہ پہلے تو تم یہ کہا کرتی تھیں۔ "اقتلوا النعثل فانہ قد کفر" یہ ہے روایت جو بیان کی گئی ہے جس کا سر نہ پیر۔ اول تو کسی معتبر روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قتل عثمان کی خبر سنتے ہی حضرت بی بی عائشہ نے یہ کہا ہو دوسرے یہ محض غلط ہے کہ رستہ میں آپ کو یہ خبر لگی۔ آپ ابھی تک مکہ معظمہ ہی میں تھیں جب وہ سانحہ ہوا ہے آپ کو سب سے پہلے طلحہ اور زبیر نے یہ خبر دی تھی اور یہ دونوں اگرچہ جلیل القدر صحابہ تھے مگر خلافت کی انکی بھی جراءت تھی اور مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ آپ کے بھی ساتھ تھا۔

جب حضرت عثمان شہید ہو چکے اور دفن ہو چکے تو یہ دونوں حضرت علی کے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ آپ خلیفہ بنیئے۔ حضرت علی نے خلیفہ بننے سے انکار کیا کیونکہ حضرت علی مسلمانوں کی باہمی کشش کو دیکھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ہرگز منظور نہیں ہے تم چاہے جسکو خلیفہ بنا دو جب کوئی خلیفہ ہو جائیگا میں اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا طلحہ نے جواب دیا سوائے آپ کے اب کوئی خلافت کے قابل نہیں ہے آپ انکار نہ کیجے اور بسم اللہ کیجے تاکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں حضرت علی بڑی گفت و شنود کے بعد راضی ہو گئے اور سب سے پہلے طلحہ نے بیعت کی۔ حضرت طلحہ کا ایک ہاتھ جنگ احد میں ٹنڈا ہو گیا تھا جوں ہی حبیب ابن ذویب نے یہ سنا کہ ٹنڈے طلحہ نے بیعت کی تو انھوں نے بیساختہ کہا "انا للہ وانا الیہ راجعون" کیوں کہ اول جس شخص نے بیعت کی وہ ہاتھ کا ٹنڈا ہے اب یہ امر بیعت تمام ہوتا ہوا نہیں معلوم ہوتا یہ کہکر ابن ذویب نے بیعت کی پھر حضرت زبیر نے بیعت کی۔ اگرچہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نور ایمان سے منور ہو کے عامہ خلایق کو دین اسلام کی دعوت کرنے لگے۔ اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے

ابھی تک ایک بڑا گروہ حضرت علی کو خلیفہ بنانے پر راضی نہ تھا مگر پھر بھی کثرت رائے آپ کی طرف تھی اور آپ خلیفہ بن گئے مگر بڑی غلطی جو آپ نے کی وہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت فاروق اعظم کے صاحبزادے عبداللہ کو سزائے موت دینی چاہی کیونکہ انھوں نے اپنی شاہزادہ کو قتل کر دیا تھا حضرت عثمان کے سامنے بھی یہ مقدمہ پیش ہوا تھا چونکہ سوائے علی کرم اللہ وجہہ کے یہ سب کی رائے تھی کہ اسے سزائے موت ضرور دینی چاہئے اور کل صحابہ معہ حضرت عثمان اس کے خلاف تھے اس لئے عبداللہ چھوڑ دیئے گئے تھے اس میں شک نہیں کہ حضرت علی حق پر تھے اور وہ اس بے رورعایت قانون کا عملدرآمد کرتے تھے جو اسلام نے قائم کیا تھا مگر قاتل کے عذر کو بھی سننا ضرور چاہئے تھا اور مصلحت وقت بھی دیکھنی چاہئے تھی۔ بہرحال کچھ ہوا مخالفت کی بنیاد اول تو اس سے قائم ہوئی۔ اور اس سے اور بھی مضبوطی پکڑ گئی کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا حالانکہ وہ لوگ زیادہ تعداد کے نہ تھے اگر چاہتے تو ممکن تھا اور ہرگز فساد نہ ہو سکتا تھا مگر ڈر یہ تھا کہ مبادا زیادہ خونریزی ہو جائے اور مدینہ پر نئے سرے سے مصیبت آ پڑے جو صحابہ آپ پر اصرار کر رہے تھے وہ بھی صحیح تھے اور آپ بھی اپنے خیال میں صحیح تھے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر گھر ہی میں فساد نہ ہوتا تو آپ ضرور قاتلوں سے انتقام لیتے مگر سردست قاتلوں کو گرفتار کرنا اور انھیں سزائے موت دینی خیال میں نہ آئی اور آپ کے خیال میں کسی طرح بھی خامی نہ تھی۔ صدہا آدمیوں کا خون ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ادھر صحابہ کا جوش بڑھ رہا تھا اور جوش بھی بیجا نہ تھا کیونکہ ضعیف اور مقدس خلیفہ واقعی بیگناہ بہت ہی بیدردی سے شہید کیا گیا تھا جب یہ ثابت ہو چکا تھا کہ قصور مروان کا ہے پھر مروان ہی کو پکڑا ہوتا بھلا حضرت عثمان نے کیا بگاڑا تھا کہ بزدلوں نے آپ کو شہید کر دیا ان سے زیادہ بزدل اور کون ہوگا جن کا ہاتھ نوے برس کے بڈھے پر اٹھے۔

غرض جب صحابہ کے پے در پے اصرار کا حضرت علی نے صاف جواب دیا کہ جب تک میں کافی طور پر قوی نہ ہو جاؤں اور انتظام نہ کر لوں حضرت عثمان کے قاتلوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تو صدہا صحابہ ناامید ہو گئے اور انھوں نے علانیہ بیعت کرنے سے انکار کر دیا طلحہ اور زبیر اگرچہ بیعت کر چکے تھے مگر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ آج سے دین اسلام کی بنیاد شرب میں پڑ گئی مگر ہاں اس کہنے میں تامل نہیں ہے کہ ایک

انھوں نے اپنی بیعت واپس لے لی اور وہ بھاگ کے مکہ چلے آئے۔

کہتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر کو جان کا بھی خوف تھا اور انھیں یقین تھا کہ حضرت علی ہمیں قتل کروا ڈالیں گے جب ان دونوں نے حضرت بی بی عائشہ سے ساری کیفیت بیان کی تو انھیں سخت ناگوار گزرا اور انھوں نے کہا کہ علی کا پہلا فرض یہی تھا کہ عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کرتا ابھی طلحہ اور زبیر سے مشورہ ہی ہو رہا تھا کہ عبداللہ بن عامر بصرہ سے آگیا اور یعلی بن امیہ یمن سے اور یہ دونوں بکثرت روپیہ اپنے ساتھ لے لیکے آئے اور پھر باہم مشورہ ہونے لگے۔ حضرت بی بی عائشہ کہنے سننے میں آگئیں اور واقعی بات یہ ہے کہ انھوں نے کسی بدنیتی سے مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ بتقاضائے فطرت انھیں حضرت عثمان کی شہادت کا جوش اس قدر تھا کہ دنیا تاریک ہو رہی تھی۔ وہ صرف حضرت عثمان کے لیئے ہزاروں کی جان قربان کر دینے پر آمادہ تھے اور یہ جوش ان کا اسلامی تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ یہاں مدینہ میں حضرت علی خلیفہ بنائے گئے اور مکہ میں خونریز مشورہ ہونے لگے۔ اخیر حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کر لیا کہ وہ بصرہ چلی چلیں بصرہ میں جانے تک متعدد روایتیں ہیں اور مورخوں میں ایک عجیب اختلاف واقع ہوا ہے ایک روایت تو یہ ہے کہ عبداللہ بن عامر نے درغلا کر آپ سے کہا تھا کہ بصرہ میں میرے ہوا خواہ بہت کثرت سے ہیں وہاں ہمیں کامیابی ہوگی دوسری روایت یہ ہے کہ طلحہ نے کہا تھا کہ بصرہ کا بصرہ میرا معتقد ہے اگر ہم وہاں گئے تو سب ہمارے ساتھ ہو جائیں گے اور ہم بآسانی خون عثمان کا عوض لے سکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ کا ارادہ ہو گیا تو مکہ میں آواز لگا دی گئی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین خون عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے کمربستہ ہوئی ہیں جس شخص کو ام المومنین کا ساتھ دینا ہو وہ آمادہ ہو جائے چنانچہ دو ہزار مسلمان اور مدینہ منورہ کے ہمراہ ہو گئے۔ تیسری روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت بی بی عائشہ ام المومنین ام سلمہ کے پاس آئیں اور ان سے مشورہ لیا کہ میں امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتقام لینا چاہتی ہوں حضرت بی بی ام سلمہ نے سمجھایا یہ تم کیا غضب کرتی ہو حضرت علی کے مقابلہ میں آمادۂ پیکار ہوتی ہو تمہیں وہ حدیث یاد ہے کہ جب رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میری بیبیوں میں سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غیر معمولی تحریک اسلام کی نسبت ضرور پیدا ہو گئی اور لوگ چوکنے سے ہو گئے اور جدید

ایک بی بی باغی ہو گی اور ایک تیز اونٹ پر سوار ہو کے جدال و قتال کریگی تو میں یہ سن کے خوف کے مارے گر پڑی تھی اور میرے اس خوف زدہ ہو کے گرنے پر رسول کریم نے مسکرا کے فرمایا تھا کہ تم کیوں ڈرتی ہو فلاں بی بی ایسا کریگی اشارہ تمہاری طرف تھا دیکھو بچہ! اور اس آفت میں نہ پڑو! علی کا مقابلہ کرتی ہو؟ یہ بات ٹھیک نہیں ہو تعجب ہے عائشہ جسے تم کافر کہتی تھیں اب تم ہی اسے امیر المومنین کہتی ہو یہ سن کے عائشہ ڈر گئیں اور کہا میں اپنا ارادہ عراق عرب جانے کا ترک کرتی ہوں اب کبھی نہ جاؤں گی ام سلمہ تم سچ کہتی ہو۔ جب حضرت عائشہ اپنے جائے قیام پر آئیں اور زبیر کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے صاف کہا کہ اگر تم نہ چلو گی تو میں دیوانہ وار جنگلوں میں نکل جاؤں گا اور پھر کبھی مونہ نہ دکھاؤں گا اور ساتھ ہی میں خودکشی کر لوں گا۔ زبیر حضرت بی بی عائشہ کے بھانجے تھے اور آپ اپنے بھانجے سے محبت بہت کرتی تھیں ناچار راضی ہو گئیں اور ام سلمہ کی نصیحت کا کچھ خیال نہ رہا۔ یہ روایتیں ہیں جو آجکل بچوں بیان کی جاتی ہیں کجا حضرت رسول کریم کی حدیث اور کجا ام سلمہ کا اس حدیث کو دوہرانا۔ یہ سب بے بنیاد اور بنائی ہوئی باتیں ہیں جنھیں صدق سے کوئی بھی علاقہ نہیں۔ حضرت جانتے بھی تھے کہ عائشہ باغی ہو گی اور پھر موانست بھی بڑھاتے جاتے تھے۔ نہ اس وقت ام سلمہ کا مکہ میں موجود ہونے کا ثبوت ہے نہ حضرت بی بی عائشہ کا ان سے مشورہ لینے کا۔ بات صرف یہ ہوئی کہ صحابہ نے حضرت بی بی عائشہ کو ڈرایا کہ اگر تم مدینہ میں گئیں تو علی اچھا سلوک نہیں کرنے کے۔ ہر شخص فطرتاً اپنی عزت چاہتا ہے آپ چونکہ خاتون تھیں یقین آگیا اور آپ بجائے مدینہ کے بصرہ چلی گئیں۔ نہ آپ نے کبھی حضرت عثمان کو کافر کہا نہ آپ کو امور سلطنت میں دخل دینے سے کچھ سروکار تھا۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ آپ نے حضرت عثمان کو کافر کہا تھا تو پھر وقت یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو ایک دن بھی خلافت کیوں نصیب ہوئی۔ حضرت عائشہ رض کا اثر یہ نسبت اور ازواج پاک کے مسلمانوں پر بہت ہی تھا اگر آپ کوئی فی حضرت عثمان میں دیکھتیں تو ضرور عام مسلمانوں پر اس کا اثر پڑتا اور سب برسر خاش اٹھ کھڑے ہوتے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں صف آرا ہونیکی پروا نہ کی تو حضرت عثمان سے برسر پیکار ہونا بہت بڑی بات نہ تھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک ام المومنین مدینہ ہی میں رہے اور خلیفہ وقت کی نسبت کفر کا فتوے دے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مذہب کی باتیں سننے کے لئے طبائع رجوع معلوم ہونے لگیں۔

اور پھر خاموشی کے ساتھ سن لیا جائے نہ حضرت عثمان اپنی بریت کریں اور نہ مسلمان کچھ چون وچرا کریں۔ یہ ساری باتیں خیر القرون اور عقل کے خلاف ہیں اور ہر شخص جس نے کچھ بھی ان واقعات پر غور کی ہو ہرگز ان کی صداقت کی شہادت نہیں دینے کا۔

یہ ساری باتیں محض مضحکہ خیز ہیں صرف اسی قدر صحیح ہے کہ آپ بصرہ تشریف لے گئیں اور وہاں حضرت علی سے جنگ ہوئی جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب حضرت بی بی عائشہ بصرہ پہنچیں تو پہلا حملہ عثمان بن حنیف پر ہوا جس نے خفیف مقابلہ کے بعد شکست کھائی اور قید کر لیا گیا اس کی ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں اکھیڑنے کا قصہ گھڑا ہوا ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنا آپ ایک فوج کثیر کے ساتھ جمعہ آور ہوئے حضرت علی کی فوج کا علمدار محمد ابن حنیفیہ تھا لشکر کے میمنہ پر حضرت امام حسن میسرہ پر حضرت امام حسین رسالہ پر عمار بن یاسر اور پیادہ فوج پر محمد بن ابی بکر الصدیق یعنی بی بی عائشہ کے بھائی تھے۔ کوفہ کا بھی ایک بہت بڑا گروہ آپ کے ہمرکاب تھا مقام خریبہ میں یہ لڑائی ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زبیر کو پیغام بھیجا کہ تم ذرا مجھ سے آکے ملو چنانچہ زبیر آئے تو حضرت علی نے فرمایا تمکو یاد نہیں زبیر کہ تم سے فلاں روز رسول خدا نے کیا کہا تھا کہ علی کو دوست رکھنا اور اب تم مجھ سے لڑتے ہو۔ حضرت زبیر اس کہنے سے بہت ہی متاثر ہوئے اور ارادۂ جنگ ملتوی کر دیا مگر جب وہ اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے آپ کے صاحبزادہ نے کہا کہ تم قسم کو توڑ ڈالو اور اس کا کفارہ دیدو۔ چنانچہ آپ نے عہد شکنی کے کفارہ میں اپنا غلام مکحول نامی آزاد کر دیا اخیر میدان جنگ گرم ہوا اور ایک سخت جنگ کے بعد بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو شکست ہوئی۔ جس اونٹ پر آپ سوار تھیں اس کا نام عسکر تھا وہ بھی جنگ میں مارا گیا اس جنگ میں مقتولین کا شمار دس ہزار کیا جاتا ہے۔ شکست ہونے کے بعد حضرت علی نے محمد بی بی عائشہ کے بھائی کو آپ کے پاس بھیجا اور ہر طرح کی دلجوئی کی اور محمد نے اپنی بہن کو عبداللہ بن خلف کے مکان میں اتارا اور بعد ازاں حضرت علی نے بڑی حفاظت سے اپنے صاحبزادوں کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا۔ اس جنگ میں طلحہ اور زبیر بھی کام آئے جب حضرت علی نے طلحہ کی لاش دیکھی تو بیساختہ رونے لگے اور ان کے جنازہ کی خود نماز پڑھا کے انھیں دفن کر دیا یہ ہے مختصر کیفیت جنگ جمل

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بیعت عقبۂ اولیٰ ۔ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک بعثت سے

اور حضرت بی بی عائشہ کے واقعات زندگی کی ۔ طرفین میں محض ایک غلط فہمی تھی جس سے یہانتک طول کھینچا حضرت علی کسی مصلحت سے حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار نکرتے تھے اور جو لوگ اس میں تساہل کو ناواجب سمجھتے تھے وہ آمادۂ پرخاش ہو گئے تھے یہ ایک رائے کی غلطی تھی اور بس اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اس جنگ میں ہزاروں صحابہ بلاوجہ شہید ہوئے اور اسلام کے لئے یہ ایک افسوسناک مقام تھا مگر غلط فہمی کا کوئی علاج نہ تھا اور اس کا ثمرہ مسلمانوں نے دیکھا اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک بہت کچھ امن رہا اور جو کچھ ترقی مسلمانوں کو ہوئی وہ صرف حضرت عمر ہی کی صائب تدبیری کا نتیجہ تھا ۔ خلافت یا حکمرانی سے مذہب کو کوئی بھی تعلق نہ تھا یہ ایک بادشاہت تھی جسے مذہبی جامہ پہنایا گیا ہے جس طرح کمزور شاہ کی تخت نشینی پر بغاوتیں ہوتی ہیں اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بغاوتیں ہوئیں ۔ لڑائیاں ہوئیں اور خونریزیاں ہوئیں ہمیشہ سے دنیا کا یہی دستور چلا آتا ہے اور اب بھی موجود ہے ۔ مخالفت کی اس میں کوئی بات تو نہیں معلوم ہوتی ۔ حضرت علی اس امر کو خوب جانتے تھے اور آپ نے کبھی ان کو مذہبی جنگیں نہیں خیال فرمائی ہیں دشمن کے جنازہ کی نماز پڑھا کے آپ نے اس کا ثبوت دیدیا کہ یہ مذہبی لڑائی نہ تھی ۔ ہم سب بھائی ہیں اور جب ایک شخص مر چکا ہو اس کے لئے دعائے خیر ہی کرنی چاہئے ۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ جتنی بغاوتیں ہوتی ہیں وہ سب ذاتی دشمنی کی بنا پر نہیں ہوا کرتیں دنیا کی سلطنتوں میں اول روز سے بغاوتوں کا سلسلہ جاری ہے باغی ہرگز اپنے آقا کے دشمن نہیں ہوتے بلکہ اس سے غیر معمولی رعایتیں اور حقوق چاہتے ہیں اور اُسے دینے میں تامل ہوتا ہے اس لئے وہ بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں کامیاب ہو گئے وہ حقوق لے لئے ناکام ہوئے پھر اپنی اسی حالت پر آگئے اور بس اور بی بی عائشہ کی بھی یہی مثال ہے اگرچہ ہم اُنھیں ہرگز باغی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ صرف خون عثمان کے لئے لڑی تھیں اور آپ چند حقوق کی طلبگار تھیں اگر جنگ میں کامیاب ہو جاتیں لے لیتیں ناکام رہیں اپنے گھر جا بیٹھیں نہ کچھ لڑائی تھی نہ جھگڑا تھا ۔

یہ ہیں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوانح عمری جو نہایت اختصار کے طور پر بیان کئے گئے آپ کے واقعات زندگی میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو عجیب ہو اور ساتھ ہی آپ کے شایان بھی نہ ہو ۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بارہویں سال بارہ آدمی مدینہ سے کعبہ کی طواف کی غرض سے مکہ میں آئے۔ اور بمقام عقبہ حضور رسالت پناہی سے شرف ملازمت حاصل کیا۔ اور اُن سب نے سچے دل اور یقین سے بیعت کی۔ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنے کے۔ چوری نہیں کریں گے۔ جھوٹ نہیں بولیں گے اور مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ اور حضور انور کے حکم سے نافرمانی نہیں کرنے کے۔ جب یہ عہد کر چکے تو رسالت پناہی نے ارشاد کیا اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو تمہارے لئے بہشت بریں ہے۔ اور اگر سوائے شرک و کفر کے تمنے ان میں سے کسی چیز کو بھلا دیا تو تمھارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ تمہیں عذاب کرے یا بخشدے۔ اِن بارہ آدمیوں کے یہ نام ہیں۔ سعد بن عبادہ۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف و معاذ پسران عفران۔ رفع بن مالک۔ منذر بن صامت۔ یزید بن ثعلبہ۔ عتبہ بن عامر۔ قطبہ بن عامرہ۔ جدیدہ۔ ابوالہاشم بن تیہان۔ عویم بن اساعدہ۔

روایت ہو کہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیرہ کو اس جماعت کے ساتھ مدینہ بھیجا تاکہ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور شرع شریف کے قواعد بیان کریں۔ مصعب نوجوان صحابی تھے اور اپنے ماں باپ کے بہت ہی نازپروردہ تھے۔ مگر مسلمان ہونے پر اُن کے والدین نے اُن پر بہت سختی کر رکھی تھی اور جب وہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بمقام شعب حاضر ہوتے تھے تو اُنھیں سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ مگر وہ یہ ساری سختیاں

آپ کو یہ غلط فہمی پڑ گئی تھی کہ حضرت علی اقتدار ہونے پر ہی حضرت عثمان کے قاتلوں کو نہیں پکڑتے اور حضرت علی نے اُن کے نہ گرفتار کرنے اور نہ سزا دینے کی کوئی مصلحت سوچ رکھی تھی جسے وہ خود ہی بخوبی سمجھتے تھے۔ حضرت علی کچھ ایسے وقت سے خلیفہ بنے تھے کہ آپ کی شہادت تک برابر خونریزی کا سلسلہ جاری رہا اور اخیر آپ کی جان بھی قبل از وقت اسی میں ضائع ہوئی کیونکہ آئے دن کے فساد اور قتل و غارت سے مسلمان عاجز آ گئے تھے اخیر امیر معاویہ عمر بن العاص اور حضرت علی کو قتل کرڈالنا چاہا کہ خونریزی کا سلسلہ ختم ہو۔ خوش قسمتی سے وہ دونوں تو بچگئے اور حضرت علی شہید کر دیئے گئے۔ حضرت بی بی عائشہ کی وفات ۵۸ھ ہجری میں ہوئی آپ سے دو ہزار سے کچھ اوپر حدیثیں منقول ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خوشی کے ساتھ سہتے تھے اور اُف نہ کرتے تھے۔ غرض جب وہ انصار کے ساتھ مدینہ میں تشریف لائے۔ تو اسعد ابن زرارہ کے گھر میں اُترے۔ اور انھوں نے حسب الارشاد حضرت رسالت پناہی تلقین دین اسلام مدینہ میں شروع کی۔ اہل مدینہ ایمان لانے لگے ایک دن اسعد بن ازرارہ و مصعب بن عمیرہ بنی اظفر اور بنی عبد الاشہل کے محلوں میں گئے۔ ان دونوں محلوں کے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور وعظ سننے کے بعد بہت سے آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ جب یہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچی جو اسعد بن زرارہ کا خالہ زاد بھائی تھا تو وہ سخت برہم ہوا۔ کیونکہ اس قبیلہ کا وہ رئیس اعظم تھا۔ اس نے اُسید بن خضیر کو مخاطب کرکے کہا ابو یامہ یعنی اسعد بن زرارہ ایک عجیب و غریب شخص کو مدینہ میں لایا ہے۔ اور قوم کے ضعیف لوگوں سے وعدے وعید کرکے انھیں ان کے آبائی دین سے برگشتہ کر رہا ہے۔ اگر صلہ رحم مانع نہ ہوتا تو صرف میں ہی اس کے ہم کا خاتمہ کر دینے کو کافی تھا۔ تجھے اب یہ لازم ہے کہ تو جا اور اُسے اس حرکت سے باز رکھ۔ یہ سنتے ہی اُسید مسلح ہو کے ان لوگوں کے پاس آیا۔ اسعد نے اُسے آتا دیکھ کے کہا کہ یہ شخص اشراف اور اخیار قوم میں سے ہے اگر یہ ایمان لے آئے تو بہت سے اس کے ساتھ ضرور ایمان لے آئیں گے۔

غرض اُسید ان لوگوں کے پاس پہنچا تو زہر خندہ کرکے اور غصہ میں بھر کے کہا کہ تم ہماری قوم کے ضعیف لوگوں کو برباد کرنے کیوں آئے ہو اسعد نے جواب دیا ای ابو یحییٰ تو ایک ہوشیار اور عقل مند شخص ہے کچھ دیر تامل کر ہمارے پاس بیٹھ جا اور ہماری سن اگر تیری سمجھ میں آئے تو اُسے مان اور جو امر تجھے مکروہ معلوم ہو ہم اس کا ازالہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اُسید نے کہا بیشک تو نے ٹھیک کہا یہ کہکے اپنے حربہ کو زمین پر رکھ دیا۔

اس کے بعد مصعب نے اِدھر اُدھر کی چند باتیں کرکے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور جب دیکھا کہ اُسید ان سے متاثر ہوا ہے تو اُسے دعوت اسلام دی۔ اُسید کے چہرہ پر بشاشی پیدا ہو گئی اور نور اسلام جلوہ کرنے لگا۔ اس نے بکمال انبساط یہ کہا کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے تو تم اُسے کیونکر مسلمان کرتے ہو۔ مصعب نے کہا کہ تو پہلے غسل کر اور پاک و صاف کپڑے پہن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور کلمہ توحید پڑھ کے نماز کی دو رکعت ادا کر ہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔
اسید نے بڑی خوشی سے مصعب کے حکم کی تعمیل کی اور کلمہ شہادت پڑھا اور کہنے لگا کہ ہماری قوم میں ایک شخص ہے اگر وہ ایمان لے آئے تو پھر کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس سے سرتابی کر سکے یہ کہکے اُٹھ کھڑا ہوا اور سعد بن معاذ کے پاس آیا۔ سعد نے دیکھتے ہی کہا خدا کی قسم جس کام کے لئے اسید کو بھیجا تھا وہ اس نے نہیں کیا۔ اس کا تو رنگ بالکل بدل گیا سعد نے بولا کے دریافت کیا آپ کیا کر کے آئے ہیں۔ اُسید بولا کہ میں نے ان لوگوں پر بہت سختی کی اور انھیں دھمکایا لیکن میں نے یہ سنا کہ ان کی نگاہ تیری طرف ہے اور ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ تیرے پسر خالہ اسعد بن زرارہ کو قتل کر ڈالیں۔ اور تیرے عہد کو توڑ ڈالیں۔ اس کہنے سے مراد یہ تھی کہ سعد بن معاذ ان کے پاس جائے اور اپنے بھائی کی حمایت کرے جب یہ وہاں پہنچے گا تو اسلام کے معجزہ کا اثر اس پر بھی ہو جائے گا اور وہ مسلمان بن جائے گا۔ اُسید کی باتیں سنتے ہی سعد کو غصہ آگیا وہ اسی غضبناک حالت میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اسید کا ہاتھ پکڑ کے کہا ہمارے ساتھ چل۔ اسید بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب یہ دونوں مسلمان گروہ کے قریب پہنچے تو اسعد بن زرارہ کی نظریں سعد بن معاذ پر پڑیں اسعد نے اپنے احباب سے کہا واللہ سعد کے چہرہ سے اس وقت میں اسلام کا نور نکلتا ہوا دیکھتا ہوں اور یہ شخص سید قوم معلوم ہوتا ہے جب وہ مسلمان ہو جائیگا تو کوئی شخص اس سے سرکشی نہیں کرنے کا۔ غرض سعد انکے پاس پہنچا اور جس طرح اُسید نے غصہ کی باتیں کی تھیں اسی طرح اس نے بھی وہی باتیں بنائیں اسعد نے نہایت ہی نرم جواب دیا اور کہا آپ تشریف رکھئے غصہ کی کوئی بات نہیں ہے نرم زبانی اور سہولت سے تمام کام انجام پا سکتے ہیں۔ مصعب نے السلام علیکم کہا اور پھر یہ الفاظ زبان پر لایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" حٰمٓ تنزیل من الرحمن الرحیم۔ ان کلموں نے سعد پر ایسا غیر معمولی اثر کیا کہ اس نے اپنے گھر سے کپڑے منگوائے پھر غسل کیا کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا اس کے بعد صدق دل سے نماز کی دو رکعتیں ادا کیں اور دونوں یعنی اُسید اور سعد بن کے اپنی قوم کے پاس آئے اور سب گھروں میں یہ آواز دی کہ آج پردے کا دن نہیں ہے سب عورتیں مرد بچے باہر نکل آئیں۔ جب سارے قبیلے کے مرد عورتیں اکٹھی ہو گئیں تو سعد نے ان سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خطاب کر کے کہا کہ تم مجھے کیسا جانتے ہو اور تم لوگوں میں میرا کتنا رسوخ ہے سب نے یک زبان ہو کے جواب دیا کہ ہم تجھے اپنے میں بہتر اور بہتر جانتے ہیں اور تیری ہر رائے پر چلنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو کچھ تو حکم کریگا ہم اس پر عمل کریں گے۔ سعد نے کہا سنو اگر تم لوگ خدا پر ایمان نہ لاؤ گے اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرو گے تم سے خطاب کرنا مجھے حرام ہے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس دن قبیلہ بنی عبدالاشہل کے مردوں۔ عورتوں۔ بچوں میں سے ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں رہا تھا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ اسکے بعد مصعب علانیہ مدینہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور لوگ جوق جوق اور فوج فوج مسلمان ہونے شروع ہوئے زیادہ تر قبیلہ اوس اور خزرج کے اشراف مسلمان ہوئے۔ مصعب نے جب اپنی مشن میں پوری کامیابی حاصل کرلی تو خود حضرت مقدس نبوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت عرض کردی۔

مدینہ کی حالت

اسلام کی تحریک جب مدینہ میں پھیلنی شروع ہوئی ہے تو سر ولیم میور تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ کی حالت بہت ہی متزلزل تھی وہ اپنی کتاب سیرۃ النبی صفحہ ۲۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ میں یہودیوں کے بے شمار قبیلے آباد تھے اور یہ چھوٹے چھوٹے قبیلے دو بڑے بڑے گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک کا نام اوس تھا اور دوسرے کا نام خزرج تھا ان دونوں میں اکثر خونریز لڑائیاں رہا کرتی تھیں اور جب یہودی مدینہ کے بت پرستوں سے لڑنے نکلتے تھے تو اکثر انکی زبان پر یہ ہوتا تھا جن الفاظ کو ابن اسحٰق نے بہت سادہ طور پر اس طرح بیان کیا "عنقریب ایک پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے اس کا وقت بہت ہی نزدیک آگیا ہے ہم اسپر ایمان لائیں گے اور پھر تمھیں قتل کریں گے" چنانچہ جب حضور انور نے مکہ میں زائرین مکہ کو تبلیغ اسلام کی تو ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا دیکھو یہ وہی پیغمبر ہے جس سے یہودی ہمیں ڈرایا کرتے ہیں سب سے پہلے ہمیں اسپر ایمان لانا چاہئے۔ میور صاحب تحریر فرماتے ہیں اگرچہ اس روایت میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے مگر بات ہے سچی ہاں یہ سمجھنا چاہئے کہ یہودیوں میں حضرت مسیح

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پیدا ہونے کا ایک عام خیال تھا اور یہ بات کہیں سے تحقیق نہیں ہوئی کہ بت پرستوں اور یہودیوں سے زیادہ میل جول رہتا ہو تو بھی یہودیوں کے ایک عام اثر سے انکار نہیں کیا جاتا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا اثر بہ نسبت عرب کے اور شہروں کے مدینہ کی تمدنی حالت پر بہت تھا مدینہ سے جتنی دور مکہ تھا اس سے نصف فاصلہ پر جنوبی شام کی عیسائی قومیں آباد تھیں حسان عرب کا لاثانی شاعر اکثر اوقات مسیحی غسانی شاہ کے دربار میں جاکے قصیدے پڑھا کرتا تھا اور اس طرح اہل مدینہ کے تعلقات یہودیوں اور نصرانیوں سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ طولانی لڑائیوں سے شہر کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی اور قبیلہ خزرج والے تو بہت ہی ضعیف کر دیئے گئے تھے۔ قبیلہ میں ایک شخص کا قتل ہوا اور پھر کھلم کھلا جنگ ہونے لگی۔ مگر ان دونوں یعنی اوس اور خزرج میں ایک قبیلہ بھی ایسا طاقتور نہ تھا جو سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیتا اور اہل شہر خواہ بت پرست ہوں یا یہودی عجیب حالت بین مذبذبین میں زندگی بسر کرتے تھے۔" یہ ہمارے دوست سر ولیم میور کا استدلال ہو صرف اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام میں درحقیقت کوئی خاص خوبی نہ تھی وہ اہل مدینہ کی حالت ہی ایسی تھی کہ جو نیا مذہب اُن کے آگے پیش کیا جاتا وہ قبول کر لیتے۔ ہم اس کمزور استدلال کو نہیں جانتے یہ میور صاحب کی غلطی ہو۔ اول بات یہ ہو کہ یہودیوں میں ایک آنے والے پیغمبر کا خیال تھا اور وہ بت پرستوں سے لڑتے وقت یہ کہا کرتے تھے کہ ٹھیرو ایک پیغمبر آنے والا ہو پھر ہم اس کی پیروی کر کے تمھیں مزا چکھائیں گے۔ اگر یہودیوں کا یہ مقولہ صحیح ہو تو اس سے زیادہ تصدیق حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا ہو سکتی ہے کہ در و دیوار سے آوازیں نکلنے لگی تھیں اور لوگوں کی زبان زد یہ بات ہوگئی تھی۔ دوسرے یہ بات کہ اسی خوف سے سب سے پہلے بت پرست جو مکہ میں آئے تھے ایمان لائے ایک غلط استدلال اور لغو بحث ہو۔ سب سے پہلے تو ان لوگوں کو ایمان لانا چاہئے تھا جو شب و روز چیختے پھرتے تھے کہ پیغمبر پیدا ہونے والا ہو۔ نہ کہ وہ لوگ جو صرف اپنے دشمنوں کی باتوں کو سنتے تھے مگر اس خیال پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہو کہ طولانی لڑائیوں نے مدینہ کی حالت خراب کر دی تھی اسے ہم مانتے ہیں مگر اس خرابی سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ لوگ اپنا مذہب بھی تبدیل کر دیں۔ صدہا ممالک اب بھی موجود ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جہاں نہ کوئی باقاعدہ گورنمنٹ ہو نہ کوئی انتظام ہو اور جب کوئی زبردست قوم اُن پر حملہ کرتی ہو تو وہ مفتوح تو ضرور ہو جاتے ہیں مگر تحریک در تحریک پر بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑتے ایسی باتوں سے اسلام کے معجزہ میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جب دنیا کی خراب حالت ہو گئی تو خداوند تعالیٰ نے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ورنہ حضور کی بعثت اگر دنیا کی اچھی حالت ہوتی تو زیادہ ضرور نہ تھی۔ اس کے بعد سر ولیم میور مدینہ کی اندرونی حالت کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں مکہ کے سیاسی معاملات اور پیغمبر اسلام کے حالات سے مدینہ کے لوگ ناواقف نہیں تھے قریشوں کے شام والے قافلے یہاں نہ صرف آکے ٹھیرتے تھے بلکہ بعض اوقات اہل مدینہ سے شادی بیاہ بھی کر لیتے تھے خود پیغمبر اسلام اس خاندان کے بطن سے ہیں جس کا تعلق قبیلہ بنی خزرج میں سے تھا ابو قیس مدینہ کا ایک شاعر قریشوں سے اپنی نظم میں یہ کہا کرتا تھا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کے معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرو یہودی بھی پیغمبر اسلام کو اپنی کتب مقدسہ کا پُرجوش مؤید سمجھتے تھے مدینہ کے گروہ کے گروہ سالانہ مکہ کے معابد میں جاتے تھے اگرچہ مسلمان تھوڑے سے ہوتے تھے مگر آپ کو اور آپ کے دعووں کو جانتے سب تھے یہی وجہ اتنی جلدی مسلمان ہو جانے کی ہوئی۔ ایسی کئی شہادتیں موجود ہیں۔ مثلاً جنگ ختم ہونے پر بنی اوس کی ایک سفارت مکہ میں طلب مدد کے لئے آئی اور مکہ میں داخل ہونے پر اُن کے کانوں میں حضور انور کی آواز میں پڑیں کہ اس گروہ میں سے ایک بچہ بیتاب ہو کے کہنے لگا کہ چلکے یہ باتیں سُنیں مگر سفارت کے ایک مُسن شخص نے اس پر ایک مٹھی خاک کی ڈال کے کہا کہ ہمارا کیوں حرج کرتا ہے جس کام کے لئے آئے ہیں اسے کرنے دے اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ (ہشامی صفحہ ۱۴۲۔ طبری صفحہ ۱۵۹) فقط

سر ولیم میور کی تحریر ختم ہوئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ فاضل مسیحی مورخ اس سے کیا نتیجہ نکالنا چاہتا ہے ایسے خیالات اور ایسی معمولی مجبوریاں مذہبی تبدیلی کا کبھی باعث نہیں ہوا کرتیں۔ منطق کی ان کمزور دلیلوں سے اسلام کی سچائی پر دھبہ نہیں آسکتا۔ یہ سارے جلے پھپھولے صرف اس لئے پھوڑے جاتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص بھی ایمان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust .

نہیں لایا اور بس۔

بیعت عقبہ ثانیہ اور مدینہ کی طرف اصحاب سکینہ کی ہجرت

آپ کی مبارک نبوت کا تیرھواں سال تھا کہ حج کا زمانہ شروع ہوا۔ مدینہ سے مشرکوں اور کافروں کا ایک عظیم گروہ حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ میں آیا۔ جب مکہ میں پہنچ گئے تو ان لوگوں میں سے مسلمانوں نے شب کے وقت حضور انور سے بیعت کی۔ کعب بن مالک کا بیان ہے کہ حرم میں پہنچ کے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا شرف حاصل کیا اور حضور انور سے وعدہ کیا کہ دوسری شب ایام التشریق میں ہم لوگ شعب عقبہ میں حاضر ہو کے حضور سے دیر تک شرف ملازمت حاصل کریں گے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے اس وعدہ کو پورا نکر سکے۔ کیونکہ بت پرست تاک میں لگے ہوئے تھے اور ہم بہتیرا چاہتے تھے کہ ان سے چھپ چھپا کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوں مگر ممکن نہیں ہوا۔ آخر تیسری رات متفرق ہو کر اور ایک ایک کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم سب جمع ہو گئے تو حضور انور اپنے چچا عباس کو ساتھ لیکے تشریف فرما ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضور پہلے سے وہاں موجود تھے غرض کہ کعب بن مالک کا بیان ہے کہ ہم سب ستر تن تھے اس میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی تھے اس وقت تک حضرت عباس حضور انور کے چچا مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر چونکہ صاحب تدبیر تھے اس لئے حضور انور آپ کو ساتھ لے آئے تھے تاکہ وہ انصار سے معاہدے کی شرطیں خوش اسلوبی کے ساتھ طے کر لیں جب سب لوگ آ کے بیٹھ گئے تو حضرت عباس نے اس طرح باتیں شروع کیں۔

"اے خزرج کے لوگو تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قرب ہم میں کہاں تک ہے اور وہ اپنی قوم میں اور اپنے خویش و اعزا میں زیادہ محترم ہے اور ہم نے جہاں تک ہمسے ہو سکا دشمنوں کی زد سے آپ کی اب تک حفاظت کی ہے اور اب تک ہم اسی ارادہ پر مستحکم ہیں لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ چاہتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ یہاں سے چلے جائیں اور تمہارے ساتھ محبت کا تعلق پیدا کریں
اگر تم آپ کی یہ استدعا قبول کرو گے تو آپ مدینہ جا سکتے ہیں
مگر یہ شرط ہے کہ تم ہماری طرح دشمنوں سے حفاظت کرنے کا وعدہ
کرو اگر ایسا عہد تم کر لو گے تو آپ قطعی مدینہ روانہ ہو جائیں گے۔
اور اگر یہ بات تم سے ممکن نہ ہو تو صاف جواب دید و تاکہ تمہارا خیال
چھوڑ دیا جائے۔"

کعب نے جواب دیا اے عباس ہم نے تیری باتوں کو سنا اور قبول کیا پھر میں نے حضور انور کی طرف خطاب کر کے کہا کہ آپ خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد کریں کہ آپ ہمسے کیا کیا شرط کرنی چاہتے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت عباس پہلے آپ کے ہمراہ نہیں تھے مگر جب آپ باتیں کرنے لگے تو حضور انور کی آواز مبارک پہچان کے عباس مجلس میں آ گئے اور لوگوں سے خطاب کر کے یہ کہا۔

"اے اوس اور خزرج کے لوگوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
میرے بھتیجے ہیں اور میں تمام مخلوق سے آپ کو زیادہ عزیز سمجھتا ہوں
اگر تم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور آپ پر ایمان لائے ہو اور یہ چاہتے
ہو کہ آپ کو اپنے ہمراہ لے جاؤ تو تم مجھ سے ایک مضبوط عہد کر لو تاکہ
مجھے اطمینان ہو جائے میرا منشا یہ ہے کہ مدینہ جانے پر آپ کو کسی
قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور غربت کی زحمت نہ معلوم ہو کیونکہ یہودی
جو کہ تمہارے ہمسائے ہیں آپ کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں اور میں
ان کے مکر سے بے خوف نہیں ہوں۔"

یہ باتیں سنکے اسعد اور زرارہ کچھ پریشان سے ہو گئے اور اپنی اسی پریشانی میں کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہمیں اس وقت تو رخصت دیجے تاکہ ہم سوچ کے اس کا جواب کہیں کیونکہ ہم خود ابھی نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے آپکی مبارک ذات کو کسی طرح کی تکلیف پہنچے حضور انور نے انھیں رخصت کر دیا۔ چلتے وقت ایک شخص نے ان میں سے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس چیز کی دعوت کی ہے کہ آج اس کا قبول کرنا لوگوں پر دشوار ہے کیونکہ آپ کا حکم ہے کہ ہم اپنے دین کو چھوڑ دیں اور ملتِ اسلام کی متابعت کریں بس یہی بوجھ بہت بڑا ہے ہمنے رغبت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کیا ہے۔ ہم میں اور کل اہل عرب میں جو کچھ تعلقات تھے ان کے قطع کرنے کا آپ نے اشارہ کیا اور ہم نے نہایت خلوص نیت کے ساتھ اسے مان لیا آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت ہم کتنی بڑی مصیبت میں ہیں کہ کل لوگوں سے ہمارا قطع تعلق ہوتا ہے مگر اس مصیبت پر آپ کی محبت غالب ہے ایسی حالت میں اپنے عہد پر وہی شخص قائم رہ سکتا ہے جس کے دل میں خدا کا پاک نور بھر گیا ہو اور وہ تمام دنیا کی مخالفت کی پروا نہ کرے ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے ہم پھر بھی آپ کی پیروی کرتے ہیں اور اس خدا کے ساتھ جو آپ کا اور ہمارا پروردگار ہے مضبوط عہد باندھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ کل ہاتھوں سے زیادہ بلند ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم آپ پر فدا ہو جائیں گے ہم اپنے نفسوں اور اپنے بدنوں کی آپ کے لیے قربانی کریں گے۔ اگر ہم اس عہد کو توڑ ڈالیں جو آپ کے ساتھ کیا ہے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے خدا کے عہد کو توڑ ڈالا یا رسول اللہ ہم اپنے قول میں سچے ہیں۔

اس کے بعد اسعد بن زرارہ نے حضرت عباس کی طرف خطاب کر کے کہا کہ رسولِ مقبول سے پہلے آپ نے جو باتیں کیں اس سے آپ کا مقصد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بھتیجے ہیں اور مخلوق سے زیادہ میں آپ کو عزیز رکھتا ہوں ہم تو اس کا مطلب کچھ نہیں سمجھے مگر ہم جو کچھ کہتے ہیں اُسے آپ سنئے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کی طرف سے راستی کے ساتھ اس کی مخلوق میں بھیجے گئے ہیں۔ آپ دروغ گو نہیں ہیں اور ایسا کلام آپ پر نازل ہوتا ہے کہ کلام بشر سے اُسے کچھ مشابہت نہیں ہے۔ اب یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک ہم آپ سے باقاعدہ عہد نہ کریں آپ کا اطمینان نہیں ہونے کا لہذا ہم آپ سے کہتے ہیں کہ جس طرح چاہیں آپ ہم سے شرطیں کر لیں اور جس قسم کا چاہیں آپ ہم سے عہد لے لیں جب یہاں تک نوبت پہنچی تو حضور انور نے یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ شرط کرتا ہوں کہ تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو اور کسی غیر کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور اپنے لئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صرف یہی عہد کرتا ہوں کہ جتنی حفاظت تم اپنے عزیز و اقارب کی کرتے ہو اسی قدر میری بھی کرو انصار نے یک زبان ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ حضور نے ارشاد فرمایا ہے اسے ہم دل سے مانتے ہیں اور اس پر سر جھکاتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ جب حضرت عباس نے اپنی باتیں ختم کیں تو حضور انور نے اپنی زبان مبارک سے پہلے چند آیتیں قرآن مجید کی پڑھیں قرآن مجید کی آیتیں سنکر انصار بہت ہی متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہم کیا بیعت کریں حضور نے ارشاد کیا کہ میری متابعت اور فرمانبرداری کی بیعت کرو کہ مفلسی اور دولتمندی میں خوف اور امن میں ہم حضور کا ساتھ نہیں چھوڑنے کے اور جن باتوں سے منع کیا جائے گا اسے نہیں کرنے کے اور جن باتوں کا حکم کیا جائے گا اسے دل سے بجا لائیں گے اور سچ بولنے پر کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں کرنے کے جب یہ ساری باتیں ختم ہوئیں تو سب سے پہلے ابو امامہ بن اسعد بن زرارہ نے آپ سے بیعت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے بیعت کرنے والا ابو الہیثم بن التیہان تھا۔ کہتے ہیں اس رات ابو الہیثم نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور یہودیوں میں باہم عہد و پیمان ہو رہے ہیں اگر ہم ان عہدوں کو توڑ ڈالیں اور حضور کے ساتھ مل جائیں اور خداوند تعالیٰ حضور کو فتح دے تو ایسا نہو کہ حضور اپنی قوم کے ساتھ مل جائیں اور ہمیں دشمنوں کے آگے تنہا چھوڑ دیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کہنے سے مسکرائے اور بڑے جوش سے یہ ارشاد کیا۔ "بل الدم الدم والھدم الھدم انتم منی وانا منکم احارب من حاربتم واسلم من سالمتم"۔ لفظ ہدم تحریک دال اور تسکین میم کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس کلمہ سے مراد قبر ہے یا منزل مقصود یہ ہے کہ میری قبر تمہاری قبروں کے پاس ہوگی یا تمہاری منزل میری منزل ہے اور اگر دال کو سکون دیں تو اس لفظ کا مطلب یہ ہوگا کہ فتح کے زمانہ میں قبیلۂ عرب یا کعبہ کی طرف رخ نہ کیا جائے گا غرض جب بیعت کے قواعد مستحکم ہو گئے تو رسول خدا نے نو نقیب خزرج سے اور تین نقیب اوس سے جدا کئے جن کے نام یہ ہیں۔ برائے بن معرور۔ رافع بن حفیر بن مالک بن العجلان۔ سعد بن عبادہ سعد بن خیثمہ۔ سعد بن ربیع بن عبادہ۔ عبادہ بن عبداللہ۔ عمرو بن رواحہ۔ عبداللہ بن حزم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

منذر بن عمیر بن حبیش - وہ نقیب جو قبیلہ اوس میں سے منتخب کئے تھے ان کے نام یہ ہیں -
ابو الہیثم بن الہتان - اسید بن خضیر - رفیع و اسعد بن زرارہ - حضور نے ان سے فرمایا
کہ تم اپنی قوم کے وکیل اور کفیل ہو جس طرح عیسےٰ اپنے حواریوں کے کفیل تھے انھوں نے یکزبان
ہو کے عرض کیا کہ ہاں ہم ہیں اور ہم وکالت اور کفالت کو قبول کرتے ہیں -

روایت ہے کہ بیعت عقبہ کی رات میں عباس یا بن عبادہ یا ابن فضل انصاری نے کہا اے
بنی خزرج تم نے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کی جانتے ہو کہ اسکی غایت
کیا ہے وہ کہنے لگے آپ کہئے انھوں نے کہا کہ اگر تم نے محض روپے کے لالچ سے بیعت کی ہے اور
محض اس خیال سے بیعت کی ہے کہ ابھی تمہارے سردار زندہ و سلامت ہیں تو اس کا نتیجہ یہ
ہوگا کہ جب تمہارے پاس روپیہ نہ رہے گا اور تمہارے سردار مار ڈالے جائیں گے تو تم
حضور سے روگردانی کر لوگے نتیجہ یہ ہوگا کہ تم برباد بھی ہوگے اور ذلیل بھی ہوگے - اور اگر
تمہیں نہ اپنے بال بچوں کا کچھ اندیشہ ہو نہ روپے کا نہ اپنے سرداروں کا اور دل میں یہ پختہ
ارادہ کر لو کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم کبھی حضور کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرینگے
جب تم دل میں ایسے مضبوط ہو جاؤ تو اس وقت سمجھو کہ تمہاری بیعت بیعت ہے اور تم نے
سچا عہد باندھا ہے اور دین و دنیا دونوں میں تمہاری فلاح یقینی ہے سب نے متفق اللفظ یہ
جواب دیا ہمارے چاہے سردار مارے جائیں چاہے ہم پر مصیبت پڑے اور چاہے ہم مفلس ہو جائیں
لیکن حضور کا دامن نہیں چھوڑنے کے - اس کے بعد ان سب نے حضور انور کی طرف خطاب
کر کے کہا یا رسول اللہ جو عہد ہم نے کیا ہے اگر ہم اس پر قائم رہیں تو کیا جزا ہمیں اسکی ملے گی
حضور نے ارشاد کیا کہ بہشت -

یہاں یہ ہو رہا تھا اور وہاں مکہ میں کسی مخبر نے یہ خبر پہنچا دی کہ مدینہ کے لوگ اپنے دین سے
برگشتہ ہو کے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں - اور تم پر حملہ کرنیکا
مشورہ ہو رہا ہے - اسکی خبر حضور انور کو بھی پہنچی اس پر عباس بن عبادہ نے کہا یا رسول اللہ
اس خدا کی قسم جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر تو حکم دے تو ہم اہل منا کے ساتھ
جنگ کریں حضور نے ارشاد کیا کہ جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم اپنی اپنی قیامگاہوں کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واپس چلے جاؤ۔ اور جب تک مکہ میں ہو جنگ کا خیال دل سے بھلا دو حکم ہوتے ہی قبیلہ خزرج اور اوس کے کل آدمی اپنی اپنی قیامگاہوں میں واپس چلے گئے۔

صبح ہوتے ہی مکہ کے آدمی یعنی قریش اہل مدینہ کے پاس آئے اور کہا اے خزرج ہم نے سنا ہے کہ تم ہمارے صاحب یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس رات کو گئے تھے اور ہم نے یہ سنا ہے کہ تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم انھیں اپنے ساتھ مدینہ لے جاؤ اور انھیں جنگ میں مدد دو ہم تم سے قسم کھا کے کہتے ہیں کہ جتنی تمہارے ساتھ جنگ کرنی ہمیں دشوار ہے کسی قبیلہ کے ساتھ نہیں مگر تو بھی ہم تم سے لڑیں گے اور جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے بغیر لڑائی کے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنے کے۔ قبیلۂ خزرج کے ان لوگوں نے جو نہ تو حضور انور کی خدمت میں شب کو حاضر ہوئے تھے نہ انھیں اس واقع کی خبر تھی قریش کے آگے صاف انکار کر دیا اور قسمیں کھائیں کہ ہمیں اسکی بالکل خبر نہیں۔

اس کے بعد قریش عبداللہ ابی سلوک کے پاس گئے اور کہا کہ تیرے قبیلہ کے لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کی ہے اس نے جواب دیا کہ یہ عجیب بات میں نے تم سے سنی میرا تو یہ خیال ہے کہ بغیر میرے مشورے کے میری قوم سے کسی شخص کو ایسی جرأت نہیں ہے کہ کوئی نیا کام کرے یہ بات سنکے قریش عبداللہ کے پاس چلے گئے۔

کعب بن مالک کا بیان ہے کہ جب اہل مکہ کھڑے ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ قریش کے ایک جوان کے پیر میں بہت قیمتی جوتی ہے اس پر میں نے ابو جابر سے کہا کہ تو قوم کا سردار ہو کر اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ ایسی اچھی جوتی تیرے ہاتھ لگ جائے اس جوان نے سنکر وہ جوتی اپنے پیر سے اتار کے میرے آگے پھینکدی اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم دیکے کہتا ہوں کہ یہ جوتی تو پہن لے ابو جابر بولا واللہ تو نے اس جوان کو شرمندہ کر دیا تو اسکی جوتی اسے واپس دیدے کعب نے کہا کہ نہیں میں کبھی نہیں دینے کا کہ یہ شخص مجھے نیک دل معلوم ہوتا ہے۔

اسکے بعد منا سے لوگ تتر بتر ہو کے ادھر ادھر چلے گئے قریشوں کے دل میں ابھی تک اس بات کی کرید باقی تھی کہ بیعت کے متعلق تحقیق کریں چنانچہ جس مخبر نے انھیں اطلاع دی تھی اس نے اس بات کا یقین دلایا کہ یقیناً اہل مدینہ نے بیعت کی تھی اس تحقیق کے بعد قریش

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اہل مدینہ کے پیچھے ہو لئے اور انھوں نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو جا لیا منذر تو ہاتھ پاؤں مار کے میدان سے بھاگ گیا مگر سعد مشرکوں کے پنجہ سے نہ نکل سکا قریش اسکی مشکیں باندھ کے اسے مکہ واپس لائے۔ قریشوں میں جو لوگ صاحب عقل تھے انھوں نے کہا کہ اہل مدینہ سے بگاڑنی نہ چاہئے ہمارا ان کا تجارتی تعلق ہے اس شخص کو چھوڑ دینا چاہئے نہیں ان سے زیادہ نپ جائے گی مگر جوشیلے اور کوتاہ اندیش نوجوان قریشوں نے اس بات کو پسند نہ کیا جماعت کے تجربہ کار لوگوں نے پھر اصرار کیا اور بہت سختی سے کہا کہ نہیں اسے چھوڑ دو چنانچہ قریشوں نے سعد کو چھوڑ دیا۔ سعد مدینہ چلدیئے اب قریشوں نے نئی طرح سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کئے اور جب سختیوں اور ظلم کی انتہا ہو گئی تو ناچار حضور انور نے اپنے صحابہ کو ارشاد کیا کہ تم ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ کچھ لوگ تو جا چکے تھے اور جو باقی تھے وہ یکے بعد دیگرے مدینہ روانہ ہونے شروع ہوئے پہلے جس صحابی نے ہجرت کی انکا نام مصعب بن عمیرہ تھا اور بعض کے قول کے مطابق پہلے ہجرت کرنے والے ابو سلمہ بن عبد الاسید تھے کہ جو ابھی حبش کی ہجرت سے واپس آئے تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تیسرا باب

معراج

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ قطعی طور پر یہ ہو گیا تھا کہ آپ مکہ سے ہجرت فرما کے یثرب روانہ ہو جائیں آپ اپنی خوابگاہ میں آرام فرما رہے تھے کہ آدھی رات کو محض سنسانی اور خاموشی میں جبکہ تمام دنیا آرام کر رہی تھی اور ستارے مقدس فرشتوں کی آنکھیں بن کے اہل زمین کی طرف نظارہ کناں تھے آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرئیل بہت تیزی کے ساتھ اپنے بازو پر بٹھا کے آپکو مدینہ کی راہ سے بیت المقدس لیگئے ہیں جہاں کل گزشتہ پیغمبروں نے سبار کباد دی اور سب نہایت ادب سے آپ کا استقبال کرنیکے لئے آگے بڑھے آپ کو معلوم ہوا کہ بیت المقدس سے میں آسمان کی طرف جا رہا ہوں آپ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف گزرتے ہوئے معلوم ہوئے اخیر آپ نے ملاحظہ کیا کہ میں اپنے خالق کے پاس پہنچ گیا ہوں جہاں خالق سے آپکی باتیں ہوئیں اور اس خلاق اکبر نے حکم کیا کہ تمھاری امت پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی جب آپ صبح کو بیدار ہوئے اور اسوقت آپ ابوطالب کے گھر میں تھے تو شب کی ساری باتیں اور کل واقعات آپکی مبارک نظروں کے آگے گردش کر رہے تھے آپ نے سب سے پہلے ابوطالب کی بیٹی سے یہ تذکرہ کیا اور کہا کہ شب کو میں نے بیت المقدس میں نماز پڑھی وہ سنتے ہی چیخنے لگی خدا کے لئے آپ یہ ذکر کسی سے نہ کیجے گا مخالفوں کو اور ہنسنے کا موقع ملیگا اور وہ مضحکہ اڑائیں گے مگر آپ نے نہ مانا آپ دوسرے آدمیوں سے اس کا تذکرہ کرنیکے لئے حجرہ سے باہر نکلے اور آناً فاناً میں یہ خبر کہ شب کو آپنے آسمانوں کی سیر کی تمام مسلمانوں اور مشرکوں میں پھیل گئی بت پرستوں نے مضحکہ اڑانا شروع کیا اور بڑے بڑے قہقہے مارے مگر سب سے پہلے مسلمانوں میں حضرت صدیق اکبرؓ نے بڑے جوش سے یہ کہا کہ تو سچا ہی اور بیشک تجھے معراج ہوئی اسی وقت حضور انور نے صدیق کہکے پکارا۔ سر ولیم میور مسیحی مورخ اعظم یہ تحریر فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کا آسمان پر جانا اور وہاں سے اتر آنا فسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا افسوس ہی ہمارے مسیحی مورخ نے ایسے سخت الفاظ حضور انور کی معراج کی نسبت استعمال کر کے درپردہ اپنے یسوع مسیح کی معراج پر سخت حملہ کیا ہے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز حضرت مسیح کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واقعات ہیں کہ آپ مرکر زندہ ہوئے اور زندہ ہوکر مجسم آسمان پر چلے گئے اور اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں چاروں انجیلوں میں حضرت مسیح کے ان معجزات کی نسبت قریب قریب ایک ہی بیان ہے کہ آپ کس طرح صلیب دیئے گئے اور پھر صلیب پر مر گئے اور پھر قبر میں دفن کئے گئے اور پھر قبر میں پہنچکے فرشتوں نے آپکو زندہ کیا پھر آپ تین بار اسی روحانی زندگی میں اپنے

حد صلیب پر جب حضرت مسیح چڑھائے گئے تو آپ ایک دردناک آواز میں چلائے اور جاں بحق تسلیم ہوئے اسکی بابت انجیل لوقا باب ۲۳ و ۲۴ میں لکھا ہے۔ اور یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہ کہکے دم چھوڑ دیا۔ اور صوبہ دار نے یہ حال دیکھکے خدا کی تعریف کی اور کہا بیشک یہ آدمی راستباز تھا۔ اور سب لوگ جو یہ تماشہ دیکھنے آئے تھے جب یہہ واقعات دیکھیں چھاتی پیٹتے پھرے۔ اور اس کے سب جان پہچان اور وے عورتیں جو جلیل سے اسکے ساتھ آئی تھیں دور کھڑی ہوکے یہ حال دیکھ رہی تھیں +

اور دیکھو ایک شخص یوسف نام مشیر جو نیک اور راستباز تھا۔ اور وہ انکی صلاح اور کام میں شریک نہوا یہہ یہودیوں کے شہر ارمتیا کا تھا اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا انتظار کرتا تھا۔ اس نے پلاطوس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی۔ اور اسکو اتار کے کتان میں لپیٹا اور ایک قبر میں جو پتھر میں کھدی تھی جہاں کوئی کبھو رکھا نہ گیا تھا رکھا۔ اور وہ تیاری کا دن تھا اور سبت کے دن کی پو پھٹنے لگی۔ اور وے عورتیں بھی جو اس کے ساتھ جلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے چلیں اور قبر کو اور اسکی لاش کو کس طرح رکھی گئی دیکھتی تھیں۔ اور پھر کے خوشبوئیاں اور مرہم تیار کیا لیکن شرع کے موافق سبت کے دن آرام کیا +

اور وے اتوار کے دن تڑکے اُن خوشبوئیوں کو جو تیار کی تھیں لیکے قبر پر آئیں اور ان کے ساتھ کئی اور بھی تھیں اور انھوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکایا ہوا پایا۔ اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی۔ اور ایسا ہوا کہ جب وے اس بات سے حیران تھیں دیکھو دو شخص چمچماتی پوشاک پہنے انکے پاس کھڑے تھے جب وے ڈرتی اور اپنے سر زمین پر جھکاتی تھیں انھوں نے اُن سے کہا تم کیوں زندہ کو مردوں میں ڈھونڈتیاں ہو۔ وہ یہاں نہیں ہے بلکہ اُٹھا ہے یاد کرو کہ ہنوز جب جلیل میں تھا تم سے کیا کہا تھا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور صلیب دیا جائے اور تیسرے دن اُٹھے۔ تب اسکی باتیں انھیں یاد آئیں۔ اور قبر سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مریدوں سے ملے انھیں اپنے جسم کو دیکھا یا کہ اس میں ہڈیاں نہیں ہیں۔ یہ روحانی جسم ہی
جب اس قسم کی مافوق الفطرت باتیں مسیحی مذہب کی جزو اعظم قرار دی گئی ہیں پھر خبر نہیں
مسیحی مورخ سر ولیم میور صاحب بہادر کو کن امورات نے مجبور کیا کہ وہ حضور انور کی معراج پر

پھر کے اُن گیارھوں اور سب باقی لوگوں کو ان سب باتوں کی خبر دی۔ اور مریم مگدلینی اور یوحنا اور مریم
یعقوب کی ماں اور دوسری عورتیں جو ساتھ تھیں انہوں نے رسولوں سے یہہ باتیں کہیں۔ پر انکی باتیں انہیں
کہانی سی سمجھ پڑیں اور اُن کا اعتبار نہ کیا۔ تب پطرس اُٹھکے قبر کی طرف دوڑا اور جھککر دیکھا کہ صرف کفن پڑا ہی
اور اُس ماجرے سے تعجب کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا ✤

اور دیکھو اُسی دن اُن میں سے دو آدمی اُس بستی کی طرف جس کا نام اماوس اور یروسلم سے پونے چار کوس کے
فاصلہ پر ہی جاتے تھے۔ اور اُن سب باتوں کی بابت جو واقع ہوئی تھیں آپسمیں بات چیت کرتے تھے۔ اور ایسا
ہوا کہ جب وے بات چیت اور پوچھ پاچھ کر رہے تھے یسوع آپ نزدیک آکے اُنکے ساتھ چلا۔ لیکن اُن کی
آنکھیں بند ہو گئی تھیں کہ اسکو نہ پہچانا۔ اُس نے اُن سے کہا یہہ کیا باتیں ہیں جو تم راہ میں آپسمیں کرتے جاتے
ہو اور اُداس ہوتے۔ تب ایک نے جس کا نام قلیوپس تھا جواب میں اُسے کہا کہ کیا اکیلا تو ہی یروسلم میں
پردیسی ہے کہ جو کچھ اِن دنوں اس میں ہوا ہی نہیں جانتا۔ اُس نے اُن سے کہا کیا انہوں نے اسے یسوع ناصری
کے ماجرے جو نبی تھا اور خدا اور ساری قوم کے سامنے کام اور کلام میں قدرت والا۔ اور کیونکر سردار کاہن
اور ہمارے سرداروں نے اسکو قتل کے حکم کے لئے حوالہ کیا اور صلیب دی۔ پر ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل
کو مخلصی دینے کو تھا اور ان سب کے سوا آج تیسرا روز ہے کہ یہ واقعات ہوئیں۔ اور ہم میں سے کئی عورتوں نے
بھی ہم کو گھبرا رکھا ہے کہ تڑکے اُسکی قبر پر گئیں اور اسکی لاش کو نہ پاکر آئیں اور کہا کہ ہم نے فرشتوں کی رویت
دیکھی جنہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے۔ اور بعضوں نے ہمارے ساتھیوں میں سے قبر پر جاکے ویسا ہی پایا جیسا کہ ان عورتوں نے کہا
پایا پر اس کو نہ دیکھا۔ تب اُس نے اُن سے کہا کہ اے نادانو اور نبیوں کی ساری باتوں کے ماننے میں سست مزاجو
کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح یہ دُکھ اُٹھاوے اور اپنے جلال میں داخل ہو۔ اور موسیٰ اور سب نبیوں سے شروع کرکے
وہ باتیں جو سب کتابوں میں اُسکے حق میں ہیں اُنکے لئے تفسیر کیں۔ اور وے اُس بستی کے جہاں جاتے تھے نزدیک پہنچے
اور ایسا معلوم پڑا کہ وہ آگے بڑھا چاہتا ہے۔ تب انہوں نے اُسے یہ کہکے روکا کہ ہمارے ساتھ رہ کیونکہ شام ہوا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو درحقیقت کوئی رکن اسلام نہیں ہے یعنی جسپر ایمان نہ رکھنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا کیوں
دریدہ دہنی سے حملہ کرتے ہیں۔

چاہتی ہو اور دن ڈھلا تب وہ بھیتر جاکے انکے ساتھ رہا۔ اور ایسا ہوا کہ جب وہ اُنکے ساتھ کھانے بیٹھتا تھا روٹی
لیکر اُسے متبرک کیا اور توڑ کے انکو دی۔ تب اُنکی آنکھیں کھل گئیں اور اسکو پہچانا اور وہ انکے پاس سے غائب
ہوگیا۔ تب انہوں نے آپسمیں کہا جب راہ میں ہم سے باتیں کرتا اور ہمارے لئے کتابوں کا بھید کھولتا تھا تو
کیا ہم لوگوں کے دل میں جوش نہ ہوا۔ اور اُسی گھڑی اُٹھکر یروسلم کو پھرے اور گیارھوں اور انکے ساتھیوں
کو اکٹھے پایا۔ جو کہتے تھے کہ خداوند سچ مچ اُٹھا اور شمعون کو دکھائی دیا ہے۔ تب اُنھوں نے راہ کا حال بیان کیا اور
یہ کہ کیونکر انہوں نے اسکی روٹی توڑنے میں اُسے پہچانا +

اور وے یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ یسوع آپ اُنکے بیچ میں کھڑا ہوا اور اُن سے کہا تمہیں سلام۔ پر انہوں نے گھبرا کے
اور ڈر کے خیال کیا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں مگر اُس نے ان سے کہا کہ تم کیوں گھبراہٹ میں ہو اور کاہے کو تمہارے
دلوں میں اندیشہ پیدا ہوتے۔ میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو
جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہکے انھیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔ اور جب وے مارے
خوشی کے اعتبار نہ کرتے اور متعجب تھے اس نے ان سے کہا کہ کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ تب انہوں نے
بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتہ اسکو دیا۔ اس نے لیکر انکے سامنے کھایا۔ اور ان سے کہا کہ یہ وے
ہی باتیں ہیں جنہیں میں نے جب کہ تمہارے ساتھ تھا تم سے کہا کہ ضرور ہے کہ سب کچھ جو موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے
نوشتوں اور زبوروں میں میری بابت لکھا ہے پورا ہو۔ تب اُنکے ذہنوں کو کھولا کہ کتابوں کو سمجھیں۔ اور
ان سے کہا کہ یوں لکھا ہے اور یوں ہی ضرور تھا کہ مسیح دُکھ اُٹھاوے اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے۔
اور یروسلم سے لیکے ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اسکے نام سے کیجائے۔ اور تم اِن
باتوں کے گواہ ہو + اور دیکھو میں اپنے باپ کے اُس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن تم جب تک عالم بالا کی
قوت سے ملبس نہو یروسلم شہر میں ٹھہرو + تب وہ انہیں وہاں سے باہر بیت عنیا تک لیگیا اور اپنے ہاتھ
اٹھاکے انہیں برکت دی۔ اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا اُن سے جدا ہوا اور آسمان پر اُٹھایا
گیا۔ اور انہوں نے اسکو سجدہ کیا اور بڑی خوشی سے یروسلم کو پھرے۔ اور ہمیشہ ہیکل میں خدا کی تعریف
اور شکر کرتے رہے + آمین +

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہمارے مذہب میں معراج کے متعلق دو خیالات ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب معراج ایک خواب ہے مگر دوسری روایتوں کے بموجب حضور انور مع جسم آسمان پر تشریف لیگئے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ امور رکن مذہب قرار نہیں دیئے گئے ہیں یہ صرف اعتقادی باتیں ہیں جن پر مسلمان ہونے نہ ہونے کا دارومدار نہیں ہے۔ عیسائیوں نے ناحق نامعقول لفظ استعمال کرکے نصرانیت کی تہذیب کا پردہ اٹھا دیا ہے ہم اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں۔

ہشامی اپنی تاریخ صفحہ ۱۳۰ میں لکھتا ہے کہ جب مشرکوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور انور شب کو بیت المقدس ہو آئے ہیں تو انھوں نے بیت المقدس کی نسبت حضور انور سے مختلف سوالات کئے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ جب میں بیت المقدس جا رہا تھا تو مجھے ایک کارروان ملا جو شام سے آتا تھا اور اس کے ساتھ اتنے اونٹ اتنے آدمی اور یہہ سامان تھا اور جب میں وہاں سے واپس آرہا تھا اس وقت بھی مجھے ایک کارروان سے سابقہ پڑا جس کے ساتھ ایک ظرف میں ڈھکا ہوا پانی تھا اس ظرف کو کھول کے میں نے پانی پیا اور اسے اسی طرح ڈھانک دیا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ دونوں کارروان مکہ میں پہنچے تو انھوں نے حضور انور کی باتوں کی تصدیق کی اس پر نصرانی مورخ سر ولیم میور صاحب بہادر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ صرف بچوں کی سی باتیں ہیں جسے عقل سلیم سے کچھ تعلق نہیں مگر ان کے دوست اسپرینگر صاحب تو اس سے بھی بڑھ گئے ہیں انھوں نے معاذ اللہ حضور انور کی اقدس و اطہر ذات پر فریب کا الزام لگایا وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو زبانی خبروں اور مختلف کتابوں سے بیت المقدس کے جو حالات معلوم ہوئے تھے انھوں نے بیان کر دیئے ہم دونوں مورخ صاحبان کی توجہ یوحنا[1] کے مکاشفات کی طرف مبذول کرتے ہیں جو

---

[1] مکاشفات یوحنا باب ۴ ۔ ۱ بعد اس کے جو میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آسمان پر ایک دروازہ کھلا ہے اور پہلی آواز جو میں نے سنی نرسنگے کی سی تھی جو مجھ سے بولتی تھی اس نے کہا کہ ادھر اوپر آ اور میں تجھے وے باتیں دکھلاؤں گا کہ اس کے بعد ضرور ہوں گی۔ ۲ تب دو ہی میں روح میں شامل ہو گیا پھر

باوجودیکہ حضرت مسیح کا ایک زبردست اور پیارا حواری ہے اس قسم کی مجذوبانہ بڑ ہیں ہانکی ہیں جنہوں نے مشرقی فسانوں کو بھی پرے بٹھا دیا ہے۔ حضور النور کی معراج میں اگر وہ جسم کے ساتھ بھی مانی جائے جب بھی اتنی فسانہ انگیز اور داستان گوؤں کی سی باتیں

کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک تخت دھرا ہے اور اس تخت پر کوئی بیٹھا ہے۔ ۳ اور جو اس پر بیٹھا تھا وہ دیکھنے میں سنگ یشم اور عقیق سا تھا اور ایک دھنک جو دیکھنے میں زمرد سا تھا اس تخت کے گرد تھا۔ ۴ اور اس تخت کے آس پاس چوبیس تخت تھے اور ان تختوں پر میں نے چوبیس بزرگ سفید پوشاک پہنے ہوئے بیٹھے دیکھے اور ان کے سروں پر سونے کے تاج تھے۔ ۵ اور بجلی اور گرج اور آوازیں اس تخت سے نکلتی تھیں اور آگ کے سات چراغ اس تخت کے آگے روشن تھے یہ خدا کی سات روحیں ہیں۔ ۶ اور اس تخت کے آگے شیشہ کا ایک سمندر بلور کی مانند تھا اور تخت کے بیچوں بیچ اور تخت کے گرداگرد چار جاندار تھے جو آگے پیچھے آنکھوں سے بھرے تھے۔ ۷ اور پہلا جاندار ببر کے مانند تھا اور دوسرا جاندار بچھڑے کی مانند اور تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا سا تھا اور چوتھا جاندار اڑتے عقاب کا سا تھا۔ ۸ اور ان چاروں جانداروں میں سے ایک ایک کے چھ چھ پر تھے اور ان کی چاروں طرف اور اندر آنکھیں ہی آنکھیں تھیں اور وے رات دن فراغت نہیں رکھتے مگر کہتے رہتے کہ قدوس قدوس قدوس خداوند خدا قادر مطلق جو تھا اور جو ہے اور جو آنیوالا ہے۔ ۹ اور جب وے جاندار اس کی جو تخت پر بیٹھا ہے اور ابدالآباد زندہ ہے بزرگی اور عزت اور شکرگزاری کرتے ہیں۔ ۱۰ تب وے چوبیس بزرگ اس کے سامنے جو تخت پر بیٹھا ہے گر پڑتے ہیں اور اسکو جو ابدتک زندہ ہے سجدہ کرتے ہیں اور اپنے تاج یہ کہتے ہوئے اس تخت کے آگے ڈال دیتے ہیں۔ ۱۱ کہ اے خداوند تو ہی جلال و عزت اور قدرت کے لایق ہے کیونکہ تو ہی نے ساری چیزیں پیدا کیں اور وے تیری ہی مرضی سے ہیں اور پیدا ہوئی ہیں۔

باب ۵۔ اور میں نے اس کے دہنے ہاتھ میں جو تخت پر بیٹھا تھا ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر لکھی ہوئی اور سات مہروں سے بند تھی۔ ۲ اور میں نے ایک زور آور فرشتے کو دیکھا کہ بلند آواز سے یہ منادی کرتا تھا کہ کون اس لایق ہے کہ اس کتاب کو کھولے اور اس کی مہریں توڑے۔ ۳ پر کسیکو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہیں ہیں مگر یوحنا نے تو غضب ہی ڈھا دیا بوستان خیال کی ساری کہانیاں اس کے آگے گرد ہیں۔ تعجب ہے کہ نصرانی مورخ سر ولیم میور اور اسپرنگر نے ان انکشافات سے

مقدور نہ ہوا نہ آسمان پر نہ زمین پر نہ زمین کے نیچے کہ اس کتاب کو کھولے یا اسے دیکھے۔ ۴ اور میں بہت رویا کہ کوئی اس لایق نہ ٹھہرا کہ کتاب کو کھولے اور پڑھے یا اسے دیکھے۔ ۵ تب ان بزرگوں میں سے ایک نے مجھے کہا کہ مت رو دیکھ وہ ببر جو فرقہ یہوداہ سے ہے اور داؤد کی اصل ہے غالب ہوا ہے کہ اس کتاب کو کھولے اور اس کی ساتوں مہروں کو توڑے۔ ۶ اور میں نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ اس تخت اور جاروں جانداروں کے درمیان اور ان بزرگوں کے بیچ میں ایک برّہ بوں کھڑا ہے کہ گویا ذبح کیا گیا ہے جس کے سات سینگ اور سات آنکھیں تھیں جو خدا کی ساتوں روحیں ہیں اور تمام روئے زمین پر بھیجی گئی ہیں۔ ۷ چنانچہ وہ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ سے جو تخت پر بیٹھا ہے اس کتاب کو لیا۔ ۸ اور جب اس نے کتاب لی تھی تب وے چار جاندار اور چوبیس بزرگ اس برّے کے آگے گر پڑے اور ہر ایک کے ہاتھ میں بربط اور بخور سے بھرے ہوئے سونے کے پیالے تھے یے مقدسوں کی دعائیں ہیں۔ ۹ اور وے ایک نیا راگ یہ کہتے ہو گاتے کہ تو ہی اس لایق ہے کہ اس کتاب کو لیوے اور اس کی مہریں توڑے کیونکہ تو ذبح ہوا اور اپنے لہو سے ہم کو ہر ایک فرقہ اور اہل زبان اور ملک اور قوم میں سے خدا کے واسطے مول لیا۔ ۱۰ اور ہم کو ہمارے خدا کے لئے بادشاہ اور کاہن بنایا اور ہم زمین پر بادشاہت کریں گے۔ ۱۱ پھر میں نے نگاہ کی اور تخت اور ان جانداروں اور بزرگوں کے گرداگرد بہت سے فرشتوں کی آواز سنی جن کا شمار لاکھوں لاکھ اور ہزار ہا ہزار تھا۔ ۱۲ اور بڑی آواز سے کہتے تھے کہ برّہ جو ذبح ہوا اس لایق ہے کہ قدرت اور دولت اور حکمت و طاقت اور عزت و جلال اور برکت پاوے۔ ۱۳ اور میں نے ہر ایک مخلوق کو جو آسمان پر اور زمین پر اور زمین کے نیچے ہے اور ان کو جو سمندر میں ہیں اور ساری چیزوں کو جو ان میں ہیں یہ کہتے سنا کہ اس کے لئے جو تخت پر بیٹھا ہے اور برّے کے لئے برکت اور عزت اور جلال اور قوت ابد تک ہے۔ ۱۴ اور چاروں جاندار آمین بولے۔ اور چوبیس بزرگوں نے گر کے اسے جو ابد تک زندہ ہے سجدہ کیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیوں چشم پوشی کی اور کیوں اسے فریب اور مکر اور بچوں کی سی باتیں نہ کہا حضرت مسیح نے سچ کہا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر تنکا دکھائی دیتا ہے اور دوسری آنکھ کا تنکا شہتیر نظر آتا ہے۔

باب ۶۔ اور جب برّے نے ان مہروں میں سے ایک کو توڑا تب میں نے دیکھا اور ان چاروں جانداروں میں سے ایک کی آواز بادل کے گرجنے کی مانند سنی جو بولا آ اور دیکھ۔ ۲ اور میں نے نظر کی اور دیکھو کہ ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا کمان لئے ہے اور ایک تاج اسے دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتحمند ہونے کو نکلا۔ ۳ اور جب اس نے دوسری مہر توڑی تب میں نے دوسرے جاندار کو یہ کہتے سنا کہ آ اور دیکھ۔ ۴ تب ایک دوسرا سرنگ گھوڑا نکلا اور اس کے سوار کو یہ دیا گیا کہ صلح کو زمین سے چھین لے اور یہ کہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں اور ایک بڑی تلوار اس کو دی گئی۔ ۵ اور جب اس نے تیسری مہر توڑی تب میں نے تیسرے جاندار کو یہ کہتے سنا کہ آ اور دیکھ پھر میں نے نظر کی اور دیکھو کہ ایک مشکی گھوڑا اور جو اس پر سوار تھا ترازو ہاتھ میں لئے ہے۔ ۶ اور میں نے ان چاروں جانداروں کے بیچ میں سے ایک آواز یہ کہتی سنی کہ گیہوں دینار کا سیر بھر اور جَو دینار کے تین سیر پر تیل اور مے کو ضرر مت پہنچا۔ ۷ اور جب اس نے چوتھی مہر توڑی تو میں نے چوتھے جاندار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آ اور دیکھ۔ ۸ پھر میں نے نظر کی اور دیکھو کہ ایک گھوڑا پھیکے رنگ کا اور ایک اس پر سوار ہے جس کا نام موت ہے اور عالم غائب اس کے پیچھے رواں ہے اور انھیں زمین کی چوتھائی پر یہ اختیار دیا گیا کہ وے تلوار اور بھوک اور موت اور زمین کے درندوں سے ہلاک کریں۔ ۹ جب اس نے پانچویں مہر توڑی تو میں نے قربانگاہ کے نیچے ان کی روحوں کو دیکھا جو خدا کے کلام اور اس گواہی کے لئے جو انہوں نے دی تھی مارے گئے۔ ۱۰ اور انہوں نے بلند آواز سے چلّا کے کہا کہ اے مالک پاک اور برحق تو کب تک عدالت نہ کریگا اور زمین کے رہنے والوں سے ہمارے خون کا بدلا نہ لیگا۔ ۱۱ تب اُن میں سے ہر ایک کو سفید پیراہن دیا گیا اور انہیں کیا گیا کہ اور تھوڑی مدت تک صبر کریں جب تک کہ ان کے ہم خدمت اور ان کے بھائی جو ان کی طرح مارے جانے پر تھے تمام ہوں۔ ۱۲ اور میں نے نظر کی کہ جب اس نے چھٹی مہر توڑی اور دیکھو تو بڑا بھونچال آیا اور سورج بالوں کے کمل کی مانند کالا اور چاند لہو سا ہو گیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قرآن مجید میں صرف معراج کے متعلق اس قدر بیان ہوا ہے۔ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ من

۱۳ - اور آسمان کے ستارے اسی طرح زمین پر گر پڑے جسطرح انجیر کے درخت سے اس کے کچے پھل گر جاتے ہیں جب اُسے بڑی آندھی ہلاتی ہے۔ ۱۴ - اور آسمان طومار کی طرح جب آپ سے لپیٹا جائے دھجے ہو گیا اور ہر ایک پہاڑ اور ٹاپو اپنی اپنی جگہ سے ٹل گیا۔ ۱۵ - اور دنیا کے بادشاہوں اور امیروں اور مالداروں اور سپہ سالاروں اور زور والوں اور ہر ایک غلام اور آزاد نے اپنے تئیں غاروں اور پہاڑوں کی چٹانوں کے درمیان چھپایا۔ ۱۶ اور پہاڑوں اور چٹانوں سے یہ کہا کہ ہم پر گر اور ہم کو اس کے چہرے سے جو تخت پر بیٹھا ہے اور برّے کے غضب سے چھپاؤ۔ ۱۷ کیونکہ اس کے قہر کا روز عظیم آپہنچا اب کون ٹھہر سکتا ہے +

۷ باب - اور بعد اس کے میں نے زمین کے چاروں کونوں پر چار فرشتے کھڑے دیکھے کہ زمین پر چاروں ہواؤں کو تھامتے تھے تا نہ ہو وے کہ ہوا زمین یا سمندر یا درخت پر چلے۔ ۲ پھر میں نے ایک اور فرشتے کو پورب سے اٹھتے دیکھا جس کے پاس زندہ خدا کی مہر تھی اور اس نے اُن چاروں فرشتوں سے یہ دیا گیا تھا کہ زمین اور سمندر کو ضرر پہنچاویں بلند آواز سے پکار کر۔ ۳ کہا جب تک کہ ہم اپنے خدا کے بندوں کے ماتھے پر مہر نہ کر لیں تم زمین اور دریا اور درختوں کو ضرر نہ پہنچانا۔ ۴ اور میں نے انکا شمار جنپر مہر کی گئی تھی سنا کہ بنی اسرائیل کے سب فرقوں میں سے ایک سو چوالیس ہزار پر مہر کی گئی ۵ یہوداہ کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ روبن کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ جد کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ ۶ آشر کے فرقے سے بارہ پر مہر کی گئی۔ نفتالی کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی منسی کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ ۷ شمعون کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ لاوی کے فرقہ سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ اشکار کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ ۸ زبلون کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ بنیمین کے فرقے سے بارہ ہزار پر مہر کی گئی۔ ۹ بعد اس کے میں نے نظر کی اور دیکھو کہ ہر ایک قوم اور فرقے اور لوگ اور اہل زبان میں سے ایک بڑی جماعت جسے کوئی شمار نہیں کر سکتا سفید جامہ پہنے اور خرمہ کی ڈالیاں ہاتھوں میں لئے اس تخت کے آگے اور برّے کے حضور کھڑی ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اینتنا انہ ھو السمیع البصیر - ترجمہ - پاکی (بیان کرو) اس (خدا) کی جو اپنے بندے کو

۱۰ اور بلند آواز سے چلا کے یوں کہتی ہے کہ نجات ہمارے خدا کو جو تخت پر بیٹھا اور برّے کو - ۱۱ اور سارے فرشتے تخت اور ان بزرگوں اور اُن چاروں جانداروں کے گرد کھڑے تھے پھر تخت کے آگے اوندھے گر پڑے اور خدا کو سجدہ کیا - ۱۲ اور بولے آمین برکت اور جلال اور دانش اور شکر گزاری اور عزت اور قدرت اور طاقت ابد تک ہمارے خدا کے لئے - آمین - ۱۳ اور ان بزرگوں میں سے ایک نے جواب دیکے مجھ سے پوچھا کہ وے جو سفید جامہ پہنے ہیں کون ہیں اور کہاں سے آئے - ۱۴ اور میں نے اس سے کہا کہ اے خداوند تو جانتا ہے - تب اُس نے مجھے کہا یہ وے ہی ہیں جو بڑی مصیبت میں سے نکل آئے اور انہوں نے اپنے جاموں کو برّے کے لہو سے دھویا اور انہیں سفید کیا - ۱۵ اسی واسطے وے خدا کے تخت کے آگے ہیں اور اس کی ہیکل میں رات دن اسکی بندگی کرتے اور وہ جو تخت پر بیٹھا ہے ان کے درمیان سکونت کریگا - ۱۶ وے پھر بھوکے نہ ہوں گے اور نہ پیاسے اور وے نہ ہوپہ نہ کوئی گرمی اُٹھا دیں گے - ۱۷ کیونکہ برّہ جو تخت کے بیچ و بیچ ہے ان کی گلہ بانی کریگا اور انہیں پانیوں کے زندہ سوتوں پاس پہنچائے گا اور خدا اُن کی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پونچھے گا ✤

باب ۸ - اور جب اس نے ساتویں مہر توڑی تب آسمان میں قریب آدھی گھڑی کی خاموشی تھی - ۲ اور میں نے اُن ساتوں فرشتوں کے جو خدا کے آگے کھڑے تھے دیکھا کہ انہیں سات نرسنگے دیئے گئے - ۳ - پھر ایک اور فرشتہ آیا اور سونے کا بخوردان لئے ہوئے قربانگاہ کے اوپر کھڑا ہوا اور بہت بخور اُسے دیا گیا تاکہ اُسے سارے مقدسوں کی دعاؤں کے ساتھ سونے کی قربانگاہ پر جو تخت کے آگے ہے گزرانے ۴ - اور اس بخور کا دھواں مقدسوں کی دعاؤں میں ملکے فرشتے کے ہاتھ سے خدا کے پاس اوپر گیا - ۵ پھر اس فرشتے نے بخوردان کو لیا اور اس میں قربانگاہ سے آگ لیکے بھری اور زمین پر پھینکی تب آوازیں ہوئیں اور گرج اور بجلی اور بھونچال - ۶ اور اُن سات فرشتوں نے جنکے پاس سات نرسنگے تھے پھونکنے کے لئے آپکو تیار کیا - ۷ اور پہلے فرشتے نے نرسنگا پھونکا تب اولے اور آگ خون آمیز موجود ہوئی - اور زمین پر ڈالی گئی اور تہائی درخت جل گئے اور تمام ہری گھاس جل گئی - ۸ پھر دوسرے فرشتے نے نرسنگا پھونکا تب جیسے ایک بڑا پہاڑ آگ سے جلتا ہوا سمندر میں ڈالا گیا اور سمندر کا تیسرا حصہ لہو ہو گیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک رات مسجد حرام (یعنی کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) کی طرف لیگیا جسکے گرد ہنے

۹ اور مخلوقات کی تہائی جتنے سمندر میں جان رکھتے تھے مر گئے اور جہازوں کا تیسرا حصہ تباہ ہوگیا۔
۱۰ پھر تیسرے فرشتے نے نرسنگا پھونکا تب بڑا ستارہ چراغ سا جلتا ہوا آسمان سے ٹوٹا اور ندیوں اور پانی کے سوتوں کی تہائی پر جا گرا ۱۱ اس ستارے کا نام ناگدونا ہے اور پانیوں کی تہائی ناگدونا ہوگیا اور بہت سے آدمی اُن پانیوں کے سبب سے مر گئے کہ وے کڑوے ہوگئے تھے۔ ۱۲۔ پھر چوتھے فرشتے نے نرسنگا پھونکا تو تہائی سورج اور تہائی چاند اور تہائی ستارے مارے گئے یہاں تک کہ اُن کی تہائی تاریک ہوگئی اور دن کی تہائی اور ویسے ہی رات کی تہائی بھی روشن نہ تھی۔ ۱۳ پھر جو میں نے نظر کی تو ایک فرشتے کو آسمان کے بیچوبیچ اڑتے ہوئے اور بڑی آواز سے یہ کہتے سنا کہ زمین کے رہنے والوں پر ان تین فرشتوں کے نرسنگے کی باقی آوازوں کے سبب جو پھونکنے پر ہیں افسوس افسوس افسوس +

۹ باب۔ اور پانچویں فرشتے نے پھونکا تب میں نے ایک ستارہ آسمان سے زمین پر گرا ہوا دیکھا اور اس کوئے کی کنجی جسکی تھاہ نہیں اُسے دی گئی۔ ۲ اور اس نے اُس کوئے کو جسکی تھاہ نہیں کھولا تو اس کوئے سے بڑے تنور کا سا دھواں اُٹھا اور اس کوئے کے دھوئیں سے سورج اور ہوا تاریک ہوگئی۔ ۳ اور اس دھوئیں سے زمین پر ٹڈیاں نکلیں اور اُنہیں ویسا ہی مقدور دیا گیا جیسا زمین کے بچھوؤں کو ہے۔ ۴ اور انھیں یہ کہا گیا کہ زمین کی گھاس یا کسی سبزی یا کسی درخت کو ضرر نہ پہنچائیں مگر صرف اُن آدمیوں کو جن کے ماتھوں پر خدا کی مہر نہیں۔ ۵ اور انھیں یہ دیا گیا کہ وے اُن کو جان سے نہ ماریں بلکہ یہ کہ وے پانچ مہینوں تک اذیت اُٹھاویں اور ان کی اذیت بچھو کے ڈنک کیسی تھی جب وہ آدمیوں کو مارتا ہے۔ ۶ اور ان دنوں آدمی موت ڈھونڈھیں گے اور اُسے نہ پاویں گے اور مرنے کے مشتاق ہوں گے اور موت اُن سے بھاگے گی۔ ۷ اور ان ٹڈیوں کی صورتیں جنگ گھوڑوں کیسی تھی جو لڑائی کے لئے تیار کئے گئے ہیں اور ان کے سروں پر گویا سونے کے تاج اور اُنکے چہرے آدمیوں کے سے تھے۔ ۸ اور ان کے بال عورتوں کے بالوں کی مانند اور ان کے دانت شیر کے سے تھے۔ ۹ اور اُنکے بکتر لوہے کے بکتروں کی مانند اور ان کے پروں کی آواز رتھوں اور بہت گھوڑوں کی سی آواز جو لڑائی میں دوڑیں۔ ۱۰ اور اُن کی دمیں بچھو کی سی تھیں اور ڈنک اُنکی دموں میں تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

برکت رکھی ہوتا کہ ہم اُسے اپنی (قدرت کی) بعض نشانیاں دکھائیں بے شک وہی (خدا) سننے والا (اور) بینا ہے۔

اور انھیں اختیار دیا کہ پانچ مہینوں تک آدمیوں کو ضرر پہنچاویں۔ ۱۱ اور اس تھاہ کوئے کا فرشتہ ان کے اوپر بادشاہ تھا اس کا نام عبرانی میں ابدون اور یونانی میں اپلیون ہے۔ ۱۲ ایک افسوس گزر گیا دیکھو دو اور افسوس اُن باتوں کے بعد آنیوالے ہیں۔ ۱۳ پھر چھٹے فرشتے نے پھونکا اور میں سونہلی قربانگاہ کے چاروں سینگوں میں سے جو خدا کے حضور ہے ایک آواز سنی ۱۴ جو اُس چھٹے فرشتے سے جس کے پاس نرسنگا تھا کہتی تھی کہ اُن چاروں فرشتوں کو جو فرات کی بڑی ندی پر بندھے ہیں کھولدے۔ ۱۵ پھر وے چاروں فرشتے چھوٹے جو ایک گھڑی اور ایک دن اور ایک مہینے اور ایک برس تک تیار تھے کہ آدمیوں میں سے تہائی کو مار ڈالیں۔ ۱۶ اور فوجوں کے سوار شمار میں بیس کروڑ تھے اور میں نے انکا شمار سنا۔ ۱۷ اور وے گھوڑے اور اُن کے سوار دیکھنے میں مجھے یوں نظر آئے کہ انکے بکتر آگ کے مانند سرخ اور دھوئیں کے مانند نیلے اور گندھک کے مانند پیلے تھے اور انکے گھوڑوں کے سر شیر کے سروں کے مانند اور انکے مونہوں سے آگ اور دھواں اور گندھک نکلتی تھی۔ ۱۸ اور اس آگ اور دھوئیں اور گندھک سے جو انکے مونہ سے نکلتی تھی یعنی ان تینوں آفتوں سے تہائی آدمی مارے گئے۔ ۱۹ کہ اُن گھوڑوں کے مقدور انکے مونہ میں اور اُن کی دُم میں ہیں کیونکہ اُن کی دُمیں سانپوں کی مانند سر رکھتیں اور وے اُن سے ضرر پہنچاتے ہیں۔ ۲۰ اور باقی آدمیوں نے جو اُن آفتوں سے مارے نہ گئے تھے اپنے ہاتھوں کے کاموں سے توبہ نہ کی کہ دیووں اور سونے اور روپے اور پیتل اور پتھر اور لکڑی کی مورتوں کی جو نہ دیکھ اور نہ سن اور نہ چل سکتیں پوجا نہ کریں۔ ۲۱ اور انہوں نے اپنے اُس خون اور جادوگریوں اور زنا اور چوریوں سے جو وے کرتے تھے توبہ نہ کی ✣

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قرآن مجید میں تو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ ابتدائی روایتوں میں تو معراج بغیر جسم کے تسلیم کی گئی ہے مگر بعد کی روایتوں سے پایا جاتا ہے کہ معراج مع جسم کے ہوئی۔ جمہور صحابہ باتفاق اس کے قائل ہیں کہ معراج مع جسم ہوئی تھی چنانچہ معراج کے متعلق صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے حسب ذیل بیان کیا ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک شب حرم کے اندر کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا کہ جبرئیل میرے لئے براق لائے وہ گدھے سے کچھ اونچا اور خچر سے نیچا تھا ایک قدم اس کا اتنی دور جا پڑتا تھا کہ جہاں تک نظر جاسکے میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس میں آیا پس میں نے براق اس جگہ باندھ دیا جہاں اور پیغمبر اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں اس کے اندر گیا اور دو رکعت نماز میں نے وہاں پڑھی پھر میں وہاں سے نکلا تو جبریل میرے لئے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ شراب کا نہیں لیا۔ پھر میں آسمان پر گیا۔ پہلے آسمان پر آدم دوسرے آسمان پر یحییٰ اور عیسیٰ کو۔ تیسرے آسمان پر یوسف کو چوتھے

بآسمان مکاشفات یوحنا۔ پھر میں نے ایک اور زور آور فرشتے کو آسمان سے اترتے دیکھا جو ایک بدلی کو اوڑھے ہے اور اس کے سر پر دھنک تھا اور اس کا چہرہ آفتاب سا اور اس کے پاؤں آگ کے ستونوں کی مانند تھے۔ ۲ اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کتاب کھلی ہوئی تھی اور اس نے اپنا داہنا پاؤں سمندر میں اور بایاں خشکی پر دھرا۔ ۳ اور بڑی آواز سے جیسے شیر گرجتا ہے پکارا اور جب اس نے پکارا تب بادلوں نے گرجنے کی اپنی سات آوازیں دیں۔ ۴ اور جب بادلوں اپنے سات رعدوں کی آوازیں دے چکا تھا تو میں لکھنے پر تھا تب میں نے آسمان سے ایک آواز سنی جو مجھے فرماتی تھی کہ بادلوں کے ان سات رعدوں سے جو بات ہوئی اس پر مہر کر رکھ اور مت لکھ۔ ۵ تب اس فرشتے نے جسے میں نے سمندر اور خشکی پر کھڑا دیکھا اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا۔ ۶ اور اس کی جو ابد تک زندہ ہے جس نے آسمان کو اور جو کچھ اس میں ہے اور زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے اور سمندر کو اور جو کچھ اس میں ہے پیدا کیا قسم کھائی کہ پھر اور مدت نہ ہوگی۔ ۷ بلکہ ساتویں فرشتے کی آواز کے دنوں میں جب وہ پھونکنے پر ہو خدا کا پوشیدہ مطلب جیسا اس نے اپنے خدمت گزار نبیوں کو خوشخبری دی پورا ہوگا۔ ۸ اور اس آواز نے جو میں نے آسمان سے سنی پھر مجھ سے بات کی اور کہا جا وہ چھوٹی کھلی ہوئی کتاب جو اس فرشتے کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آسمان پر ادریس کو پانچویں پر ہارون کو چھٹے پر موسیٰ کو ساتویں پر ابراہیم کو دیکھا۔ پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ گیا وہ ایک بیری کا درخت ہے پتے اس کے ایسے ہیں جیسے ہاتھی کے کان اور پھل اسکے مٹکوں کے برابر اس کے اوپر عجیب عجیب روشنیاں تھیں۔ پھر اللہ نے جو کچھ وحی کی جو کچھ کی۔ اور میری امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ سے یہ حال کہا تو انھوں نے کہا کہ آپ کی امت سے اتنی عبادت نہو سکے گی غرضکہ میں کئی بار حق سبحانہ کے پاس آیا گیا۔ اخیر میں پانچ وقت کی نماز رہ گئی انتہی مختصراً۔ اور روایتوں میں ہے کہ حضرت نے فرمایا میں نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا۔ جنت دوزخ کے حالات کا معائنہ کیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خواجہ دراں پردہ بدید انچہ دید ❊ ❊ وانچہ نباید بزباں ہم نشنید

یہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باتفاق جمہور صحابہ مع بدن کے ہوئی اور روحانی معراج تو بار بار ہوئی جس کا ذکر احادیث میں بار بار آتا ہے۔ اسرا رات کے چلنے کو کہتے ہیں لیلاً کا لفظ اسکے

جو دریا اور خشکی پر ہے ہاتھ میں ہے۔ ۹ تب میں اس فرشتے کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ وہ چھوٹی کتاب مجھ کو دے۔ اس نے مجھے کہا لے اور اسے کھا جا وہ تیرا پیٹ کڑوا کر دے گی پر تیرے مونہ میں شہد سی میٹھی لگے گی۔ ۱۰ تب میں نے وہ چھوٹی کتاب اس فرشتے کے ہاتھ سے لی اور کھا گیا اور وہ میرے مونہ میں شہد کی طرح میٹھی تھی پر جب میں اسے کھا گیا میرا پیٹ کڑوا ہو گیا۔ ۱۱ اور اس نے مجھے کہا ضرور ہے کہ تو بہت سے لوگوں اور قوموں اور اہل زبان اور بادشاہوں کی بات پھر نبوت کرے ❊

۱۱۔ باب۔ اور ایک سرکنڈا جریب کی مانند مجھے دیا گیا اور وہ فرشتہ کھڑا ہو کے کہتا تھا کہ اٹھ اور خدا کی ہیکل اور قربانگاہ اور ان کو جو اس میں عبادت کرتے ہیں اندازہ کر۔ ۲ مگر اس دالان کو جو ہیکل کے باہر ہے چھوڑ دے اور اسے مت ناپ کیونکہ وہ غیر قوموں کو دیا گیا ہے اور وے مقدس شہر کو بیالیس مہینوں تک پامال کریں گی۔ ۳ اور میں نے اپنے دو گواہوں کو اختیار دوں گا اور وے ٹاٹ پہنکر ایکہزار دو سو ساٹھ دن تک نبوت کریں گے۔ ۴ یہ وے دو درخت زیتوں کے اور دو چراغدان ہیں جو زمین کے خدا کے حضور کھڑے ہیں۔ ۵ اور اگر کوئی چاہے کہ انہیں ضرر پہنچائے تو ان کے مونہ سے آگ نکلتی اور انکے دشمنوں کو کھا جاتی ہے سو اگر کوئی چاہے کہ انہیں ضرر پہنچائے تو ضرور ہے کہ وہ اسیطرح مارا جائے۔ ۶ انکو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بعد صرف اس لئے لایا گیا کہ پوری رات اس سیر میں صرف نہ ہوئی تھی بلکہ بہت ہی قلیل حصہ رات کا تھا باقی مباحث اس مقام کے مثلاً اتنے جلد اتنی بڑی مسافت حضرت نے کیونکر طے کی اور آسمان کے اوپر کس طرح گئے اور اس کے علاوہ جو حکما کی طرف سے شبہات وارد ہوئے سب کا جواب امام فخر الدین رازی وغیرہ نے اپنی تفسیر میں بسط سے لکھا ہے۔ صبح کو جب حضرت نے لوگوں سے معراج کی کیفیت بیان کی تو کافروں نے امتحاناً آپ سے بیت المقدس کے راستہ کے حالات پوچھنے شروع کئے آپ فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اچھی طرح یاد نہ رہے تھے تو مجھے سخت تشویش ہوئی یہاں تک کہ اللہ نے میری نظر سے حجاب اُٹھا دیا اور جو جو بات اُنھوں نے پوچھی میں نے فوراً بتا دی۔

اختیار ہو کہ آسمان کو بند کریں کہ اُن کی نبوت کے دنوں میں پانی نہ برسے اور پانیوں پر بھی اختیار رکھتے کہ انہیں لہو بنا ڈالیں اور جب جب چاہیں زمین پر ہر طرح کی آفت لاویں۔ ۷ اور وے جب اپنی گواہی دے چکیں گے تو وہ درندہ جانور جو اتھاہ کوئے سے نکلتا ہے اُن سے لڑیگا اور انپر غالب ہوگا اور انھیں مار ڈالیگا۔ ۸ اور ان کی لاشیں اس بڑے شہر کے بازار میں جو تشبیہ کے طور پر روم اور مصر کہلاتا ہے جہاں ہمارا خداوند بھی صلیب پر کھینچا گیا پڑی رہیں گی۔ ۹ اور لوگوں اور فرقوں اور اہل زبان اور قوموں کے بعضے انکی لاشوں کو ساڑھے تین دن تک دیکھا کریں گے اور ان کی لاشوں کو قبروں میں رکھنے نہ دیں گے۔ ۱۰ اور زمین کے رہنے والے ان پر خوشی و خوری کریں گے اور ایک دوسرے کو سوغاتیں بھیجیں گے کیونکہ اُن دو نبیوں نے زمین کے رہنے والوں کو ستایا تھا۔ ۱۱ اور ساڑھے تین دن کے بعد زندگی کی روح خدا کی طرف سے اُن میں در آئی اور وے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تب جنہوں نے انہیں دیکھا انہیں بڑا خوف آیا۔ ۱۲ اور انہوں نے آسمان سے ایک بڑی آواز سنی جو انھیں کہتی تھی کہ ادھر اوپر آؤ۔ اور وے بادل میں آکے آسمان پر چلے گئے اور ان کے دشمنوں نے انکو دیکھا۔ ۱۳ پھر اُسی گھڑی ایک بڑا بھونچال آیا اور اس شہر کا دسواں حصہ گر گیا اس بھونچال میں سات ہزار آدمی جان سے مارے گئے اور باقی جو تھے ہراساں ہو گئے اور انہوں نے آسمان کے خدا کی بزرگی کی۔ ۱۴ دوسرا افسوس گزر گیا دیکھو تیسرا افسوس جلد آتا ہے۔ ۱۵ اور ساتویں فرشتے نے پھونکا اور آسمان پر بڑی آوازیں یہ کہتی ہوئی آئیں کہ دنیا کی بادشاہتیں ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی ہو گئیں اور وہ ابد تک بادشاہت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ بات دیکھنے اور سمجھنے کی ہے کہ نہ تو قرآن مجید میں اور نہ صحیح احادیث میں ایسا کوئی جملہ بلا حیل سے پایا جاتا ہو کہ حضور انور نے اپنی معراج کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ خاکی جسم کے ساتھ میں آسمان پر گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی تو صاف یہ روایت موجود ہے جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر آئے ہیں کہ آپ کا جسم حجرہ سے غائب نہیں ہوا تھا آپ اپنی روح کے ساتھ آسمان پر گئے تھے۔ حضرت معاویہ کی بھی ایک روایت کا پتہ لگتا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کرنے کا خیال آیا تھا اسی طرح یہ معراج بھی ہوئی۔ کاتب الواقدی۔ اور ہشامی بھی روحانی معراج کی طرف گئے ہیں۔

کرے گا۔ ۱۶ اور جو بیسوں بزرگ جو اپنے اپنے تخت پر خدا کے حضور بیٹھے تھے مونہ کے بل گرے اور خدا کو سجدہ کیا۔ ۱۷ اور بولے کہ اے خداوند خدا قادر مطلق جو ہے اور جو تھا اور جو آنیوالا ہے ہم تیرا شکر کرتے ہیں کیونکہ تو نے اپنی بڑی قدرت اختیار کر لی اور بادشاہت کی۔ ۱۸ اور قومیں غصے ہوئیں اور تیرا قہر آیا اور مردوں کا وقت پہنچا کہ انکی عدالت کیجائے اور کہ تو اپنے خدمتگزار نبیوں اور مقدس لوگوں کو اور ان کو جو تیرے نام سے ڈرتے ہیں کیا چھوٹے کیا بڑے اجر بخشے اور ان کو جو زمین کو خراب کرتے ہیں خراب کرے۔ ۱۹ اور خدا کی ہیکل آسمان میں کھولی گئی اور اس کی ہیکل میں اسکے عہد کا صندوق دیکھنے میں آیا اور بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں اور بھونچال آئے۔ اور بڑے اولے پڑے۔

۱۲ باب اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اس کے پاؤں تلے اور اس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا۔ ۲ اور وہ درد سے چلاتی اور جننے کو تھی اور جننے کو تھی۔ ۳ پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا اور دیکھو ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور اس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا۔ ۴ اور اس کی دم نے آسمان کی تہائی ستارے کھینچے اور انہیں زمین پر ڈالا اور وہ اژدہا اس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا تاکہ جب وہ جنے تو اس کے بچے کو نگل جاوے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہشامی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۳ میں لکھتا ہے کہ جب آپ آسمان سے واپس آئے تو آپ نے اپنے خادم زید سے یہ فرمایا "میں نے جنت میں اپنی چھوٹی بچی کو (جو فوت ہو چکی تھی) اتنا خوش اور خوبصورت دیکھا" جھگڑا صرف یہ ہے کہ آیا یہ معراج وہی معراج ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور جس کا بیان ہم اوپر کر چکے ہیں یا یہ معراج دوسری معراج ہے بہت سے مصنف تو اس پر متفق ہیں کہ یہ معراج وہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یعنی خداوند تعالےٰ اپنے بندہ کو پہلے مکہ معظمہ سے بیت المقدس لیگیا اور پھر بیت المقدس سے آسمان کی طرف۔ مگر کاتب الواقدی اس سے اختلاف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے اول معراج ۱۷ ار رمضان المبارک کو ہوئی اور اس کے چھ مہینے کے بعد ۱۷ ربیع الثانی کو وقوع میں آئی۔
(کاتب الواقدی صفحہ ۴۰)

حضور انور کی معراج پر خواہ جسمانی ہو یا روحانی عیسائی یا یہودی تو قیامت تک اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ جب ان کے مذہب میں بہت سی ناممکن باتیں جزو ایمان بنائی گئی ہیں پھر معراج جیسی معمولی بات پر کہ جو ایک سچے عارف اور محبوب خدا کو دن رات میں صدہا بار ہوتی رہتی ہے کیونکر نکتہ چینی ہو سکتی ہے ساری توریت کو جانے دو صرف حضرت موسےٰ[1] کے پہاڑ پر آگ لینے کے لئے جانے اور وہاں خدا سے باتیں کرنے کو دیکھو اگر یہ وحشیانہ قصے ہیں تو وہ بھی وحشی فسانے ہو سکتے ہیں

[1] یہی باتیں خداوند نے پہاڑ پر آگ کے اور بدلی کے اور بے نہایت تاریکی کے درمیان سے تمہاری ساری جماعت کو بلند آواز سے کہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ اور اس نے ان کو پتھر کی دو لوحوں پر لکھا اور انہیں میرے سپرد کیا۔ اور ایسا ہوا کہ جب تم نے اندھیرے میں سے یہ آواز سنی۔ کیونکہ پہاڑ آگ سے جل رہا تھا۔ تم یعنی تمہارے فرقوں کے سرگروہ اور بزرگ میرے نزدیک آئے اور تم نے کہا کہ دیکھو خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور اپنی بزرگی ہم کو دکھلائی اور ہم نے اس کی آواز آگ میں سے سنی ہم نے آج کے دن دیکھا کہ خداوند آدمی سے باتیں کرتا ہے اور آدمی جیتا بچتا ہے۔ سو اب ہم کس لئے ہلاک ہوویں کہ یہ ایسی بڑی آگ ہمکو بھسم کرے گی اگر ہم خداوند اپنے خدا کی آواز ابکی پھر سنیں گے تو ہم مر ہی جائیں گے۔ کیونکہ سارے بشر میں کون ہے جس نے آگ کے بیچ سے زندہ خدا کے بولنے کی آواز

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک واقعہ ہے اور دو صورتوں سے بیان ہوا ہے۔ انصاف شہادت نہیں دیتا کہ ایک صورت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳:- آواز سنی جیسا ہم نے سنی ہے اور جیتا رہا۔ تو آپ ہی نزدیک جا اور سب جو کچھ خداوند ہمارا خدا فرماوے سن اور جو کچھ خداوند ہمارا خدا تجھکو کہے تو ہم اسے سنیں گے اور اسپر عمل کریں گے۔ اور جس وقت تم نے مجھ سے یہ باتیں کہیں خداوند نے تمہاری آواز سنی تب خداوند نے مجھے فرمایا میں نے ان لوگوں کی آواز اور باتیں جو انھوں نے تجھ سے کہیں سنیں جو کچھ انہوں نے کہا اچھا کہا۔ اے کاش کہ ان کے ایسے دل ہوں کہ وے مجھ سے ڈریں اور ہمیشہ میرے سب حکموں کی محافظت کریں تاکہ ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ابد تک بہتر ہووے۔ جا انہیں کہہ کہ اپنے خیموں کو پھر جاؤ۔ پر تو یہاں مجھ پاس کھڑا رہ اور میں ساری شریعت اور احکام اور حقوق تجھ سے بیان کروں گا جو کہ چاہیئے کہ تو انھیں سکھلائے تاکہ وے اس زمین میں جس کا وارث میں نے انہیں کیا ہے ان پر عمل کریں۔ پس تم خبردار ہو کہ جس طرح خداوند تمہارے خدا نے فرمایا اسی طرح عمل کرو اور دہنے یا بائیں ہاتھ کو نہ مڑو۔ تم ان سب راہوں پر جن کی بابت خداوند تمہارے خدا نے تمہیں فرمایا ہے چلے چلو تاکہ تم زندہ رہو اور تمہارا بھلا ہو اور اس زمین پر جس کے تم وارث ہوگے تمہاری عمر کے دن بہت ہو جاویں۔

پھر چند آیتوں کے بعد یہ لکھا ہے۔ اسوقت خداوند نے مجھے فرمایا کہ اپنے لئے پتھر کی دو تختیاں پہلیوں کے مانند تراش کے بنا اور پہاڑ پر مجھ پاس چڑھ آ اور ایک چوبی صندوق بنا۔ اور میں ان تختیوں پر وہی باتیں لکھوں گا جو پہلی تختیوں پر جنہیں تو نے توڑ ڈالا لکھی تھیں بعد اسکے تم انکو صندوق میں رکھو تب میں نے ششم کی لکڑی کا صندوق بنایا اور پتھر کی دو تختیاں پہلیوں کے مانند تراشیں اور اون دونو تختیوں کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے پہاڑ پر چڑھا۔ اور اس نے ان تختیوں پر پہلے لکھنے کے موافق وہی دس احکام جو خداوند نے پہاڑ پر آگ کے بیچ سے مجمع کے دن تمہیں فرمائے تھے لکھے اور خداوند نے مجھے وے دیں۔ تب میں پھرا اور پہاڑ پر سے اترا اور ان تختیوں کو اس صندوق میں جو میں نے بنایا تھا رکھا چنانچہ وے ہنوز اس میں جیسا کہ خداوند نے مجھے حکم کیا ہے۔

اس کے بعد ملاقات خداوندی کا کتاب خروج باب ۱۹ میں یہ تذکرہ ہوا ہے۔

اور یوں ہوا کہ تیسرے دن صبح کو بادل گرجے اور بجلیاں چمکیں اور پہاڑ پر کالی گھٹا اور اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کو قبول کرلیں اور ایک صورت کو غلط ٹھہرادیں - جو باتیں مسلمانوں کی مستند روایتوں میں

قرنائی کی آواز بہت بلند ہوئی چنانچہ سارے لوگ ڈیروں میں کانپ گئے - اور موسےٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ملادے اور وے پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوئے - اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا کیونکہ خداوند شعلے میں ہو کے اُس پر اُترا اور تنور کا سا دھواں اُس پر سے اُٹھا اور پہاڑ اسرا سر ہل گیا - اور جب قرنائی کی صدا بہت بڑھائی گئی اور بلند سے بلند ہوتی جاتی تھی - موسےٰ نے کلام کیا اور خدا نے اُسے ایک آواز سے جواب دیا - اور خداوند کوہ سینا پہاڑ کی چوٹی پر نازل ہوا اور خداوند نے پہاڑ کی چوٹی پر موسےٰ کو بلایا اور موسیٰ چڑھ گیا اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اُتر جا اور لوگوں کو تاکید کر تا نہ ہووے کہ حدوں کو توڑ کے خداوند کے پاس دیکھنے کو آویں اور بہتیرے اُن میں ہلاک ہو جاویں - اور کاہنوں کو بھی جو خداوند کے نزدیک آتے ہیں کہہ کہ اپنے کو پاک کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ خداوند اُن میں رخنہ ڈالدے - تب موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ لوگ کوہ سینا پر آ نہیں سکتے - کیونکہ تو نے تو ہمیں تاکید کر کے کہا ہے کہ پہاڑ کے لئے حدیں مقرر کر رکھو اور اسکو پاک کرو - خداوند نے اُسے کہا کہ چل نیچے جا اور تجھ کو پھر اوپر آنا ہوگا تو اور ہارون تیرے ساتھ پر کاہن اور لوگ حدیں توڑ کے خداوند پاس اُوپر نہ آویں نہ ہووے کہ اُن میں رخنہ ڈالدے - چنانچہ موسیٰ لوگوں پاس تلے اُترا اور ان سے کلام کیا ؎

پھر خدا نے سب باتیں بولا اور کہا کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے زمین مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا میں ہوں - میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے - تو اپنے لئے کوئی موت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا - تو اُن کے آگے اپنے تئیں مت جھکا - اور نہ اُن کی عبادت کر کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور باپ دادوں کی بدکاریاں ان کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں پر اُن میں سے ہزاروں پر جو مجھے پیار کرتے اور میرے حکموں کو حفظ کرتے ہیں - رحم کرتا ہوں - تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے کیونکہ جو اسکا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اُسے بیگناہ نہ ٹھہرادے گا - تو سبت کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر چھ دن تک تو محنت کر کے اپنے سارے کام کاج کر لیکن ساتواں

معراج کے متعلق بیان ہوئی ہیں اور جو باتیں حضرت موسےٰ کے خداوند تعالےٰ سے گفتگو کرنے کے متعلق توریت میں بیان ہوئی ہیں ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ مگر تعجب ہے کہ مسیحی مورخوں نے حضرت موسےٰ کی ان باتوں سے قطع نظر کر کے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر دریدہ دہنی سے حملہ کیا ہے جس سے مغربی نکتہ چینی کی انصاف پسندی معلوم ہوتی ہے ہمنے حاشیہ میں جو کچھ توریت کتاب استثنا سے نقل کیا ہے اُسے دیکھ کے ایک انصاف پسند طبیعت خود کہہ اُٹھے گی کہ بیشک مغربی مصنفوں کی زیادتی ہے کہ وہ حضور انور کی معراج پر

بقیہ حاشیہ ۱۵۵ - ساتواں دن تیرے خدا کا سبت ہے اس میں کچھ کام نہ کر تو تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیری مواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین دریا اور سب کچھ جو اُن میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اُسے مقدس ٹھہرایا ✣

تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اُس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہووے۔ تو خون مت کر۔ تو زنا مت کر۔ تو چوری مت کر۔ تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اُس کے غلام اور اُسکی لونڈی اور اُسکے بیل اور اُس کے گدھے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر ✣

اور سب لوگوں نے دیکھا کہ بادل گرجے بجلیاں چمکیں قرنائی کی آواز ہوئی پہاڑ سے دھواں اُٹھا اور سب لوگوں نے جب یہ دیکھا تو ہٹے اور دور جا کھڑے رہے۔ تب انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جاویں۔ موسیٰ نے لوگوں کو کہا کہ تم مت ڈرو اس لئے کہ خدا آیا ہے کہ تمہیں امتحان کرے اور تاکہ اُسکا خوف تمہارے سامنے ظاہر ہو کہ تم گناہ نہ کرو۔ تب وہ لوگ دور ہی کھڑے رہے اور موسیٰ کالی بدلی کے جس میں خدا تھا نزدیک گیا ✣

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ تم نے دیکھا میں نے آسمان پر سے تمہارے ساتھ باتیں کیں۔ تم میرے مقابل روپے کے معبود مت بنائیو اور نہ اپنے لئے سونے کے معبود ✣

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خواہ مخواہ حملے کرکے اسی وحشی فسانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ اگر حضرت موسےٰ کے واقعات کو اچھی طرح چھانا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر ایک مغربی زمین کا مصنف تو کجا ایک مشرقی بچہ بھی مسکرا سکتا ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا حضرت موسےٰ کے خیمہ[1] میں آنا اور اُن سے باتیں کرنا مذکور ہے۔ خداوند تعالیٰ نے خیمہ میں آکے حضرت موسےٰ سے کیا مزے مزے کی باتیں کیں اور گنہگاروں کو ڈرایا اور ایسے قہرناک الفاظ استعمال

---

[1] یہ خداوند نے موسےٰ کو فرمایا کہ دیکھ تیرے دن آ پہنچے کہ جن میں تجھے مرنا ہے سو یشوع کو بلا اور تم جماعت کے خیمہ میں آپکو حاضر کرو تاکہ میں اُسے تاکید کروں۔ چنانچہ موسےٰ اور یشوع روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے تئیں جماعت کے خیمے میں حاضر کیا۔ اور خداوند بدلی کے ستون میں ہوکے خیمہ میں نمودار ہوا اور بدلی کا ستون خیمہ کے دروازے پر آکے قائم ہوا۔

تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا دیکھ تو اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہے گا اور اس قوم کے لوگ اُٹھیں گے اور اس سرزمین پر جہاں کے بسنے جاتے ہیں اس کے اجنبی معبودوں کی پیروی کرنے سے زناکار ہو جائیں گے اور مجھ کو چھوڑ دیں گے اور اس عہد کو جو میں نے انکے ساتھ باندھا ہے توڑ دینگے اور اس دن میرا قہر ان پر بھڑکے گا۔ اور میں انھیں چھوڑ دوں گا اور میں اُن سے اپنا مونہ چھپاؤنگا اور وے نگلے جائیں گے اور بہت سی مصیبتیں اور آفتیں اُنپر پڑیں گی۔ چنانچہ وے اُسدن کہیں گے کیا مجھپر یہ بلائیں اسلئے نہیں پڑیں کہ میرا خدا میرے درمیان نہیں۔ اور اُن سب بدیوں کے سبب سے جو انہوں نے کی ہونگی اور اس لئے کہ اجنبی معبودوں کی طرف پھرے ہوں گے میں اس روز اپنا مونہ چھپاؤں گا۔ سو تم یہ گیت اپنے لئے لکھو اور اُسے بنی اسرائیل کو سکھاؤ اور اُسے اُن کے مونہ میں رکھو تاکہ یہ گیت بنی اسرائیل پر میرا گواہ رہے۔ اس لئے کہ جب میں انھیں اس سرزمین میں پہنچاؤں جسکی بابت میں نے انکے باپ دادوں سے قسم کی جسمیں دودھ و شہد بہتا ہے اور وے کھائیں گے اور سیر ہونگے اور موٹے ہو جائیں گے تب وے غیر معبودوں کی طرف پھر جائیں گے اور انکی عبادت کرینگے اور مجھے غصہ دلاویں گے اور میرے عہد کو توڑ ڈالیں گے اور یوں ہوگا کہ جب بہت سی مصیبتیں اور آفتیں اُن پر پڑیں گی تو یہ گیت انکے برخلاف گواہ کی طرح کی گواہی دیگا کہ اسکا سننا اُنکی نسل کے مونہ سے بھلایا نہ جائیگا کیونکہ میں اُن کے خیالوں کو جو وے اسوقت کرتے ہیں اس سے پیشتر کہ میں اس سرزمین میں جسکی بابت میں نے قسم کی پہنچاؤں جانتا ہوں +

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کئے جس سے دل کانپتا ہے معہ جسم کے آسمان پر جانا اور خداوند تعالیٰ کا دیدار نصیب ہونا اس سے زیادہ مشکل نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ دنیا میں آئے حضرت موسےٰ کے ڈیرے میں گھسے اور ان سے باتیں کرے۔ اس کے علاوہ توریت اور انجیل میں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جو معراج سے زیادہ تعجب انگیز ہیں ہم انھیں دوہرانا نہیں چاہتے جس قدر ہم نے توریت اور انجیل میں سے نقل کیا ہے ہم اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔

اب ہم صرف معراج کے متعلق اپنی رائے دیتے ہیں ہماری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ معراج جسم سے ہوئی اور اسکی دلیل یہ ہے کہ انسان اگر خواب میں بھی اپنی ذاتی حالت پر غور کرتا ہے۔ تو اپنے کو معہ جسم کے پاتا ہے۔ یہ مثال اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج پر چسپاں نہیں ہوتی مگر ظاہر بینوں اور دہریوں کے سمجھنے کے لئے اس سے بہتر ہم اور کوئی دلیل نہیں رکھتے آسمانوں کا طے کرنا یا ایک غیر محدود بلندی تک جانا اور خداوند تعالیٰ سے باتیں کرنا اور بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے ملنا یہ مذہب اسلام کے خاص راز ہیں جن کا تعلق معرفت الٰہیہ سے ہے۔ چونکہ اسلام کے ظاہری اصول سے اسے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ عامہ مسلمین کو سمجھنے کے لئے تکلیف دی گئی ہے اس لئے اس کی بابت بحث کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھوں کے آگے کافوری شمع کا جلانا۔ دنیا میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں آپ دہقانیوں یا جاہلوں کو جمع کرکے ابن رشد بوعلی سینا یا مل اور ڈارون کے اصول موضوعہ پر بحث نہیں کرسکتے کیونکہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ایک دیوانہ ایسی بولی بول رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ خدا کی معرفت سمجھنے کے لئے خدا کی محبت اور اپنی راستبازی کی ضرورت ہے اور یہ گویا معرفت کے مکتب کی الف۔ ب۔ ت ہے اگر انسان اپنی پوری قوت اور حواس کے ساتھ معرفت کے مکتب میں پڑھے اور باقاعدہ تعلیم حاصل کرے تو اس کی آنکھوں سے کل پردے جو خداوند تعالیٰ کے رازوں کے آگے پڑے ہوئے ہیں بتدریج اٹھتے چلے جائیں اور وہ ساری باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں آپ خود خیال کرسکتے ہیں کہ اگر آپ مجھ سے یہ خواہش کریں کہ میں آپکو اقلیدس کے مقابلہ کی کوئی شکل سمجھادوں حالانکہ آپ اقلیدس کے اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ سے محض نابلد ہیں تو میں کیونکہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کرسکتا ہوں ایسے موقعہ پر آپ کا مجھپر یہ طعن کرنا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ تم نہیں نہ سمجھا سکے آپ کی پوری جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

"قدر ایں بادہ نہ دانی بخدا تا چشی"

جو لوگ اسلام کے فروعات پر اعتراض کرتے ہیں ان کی بڑی بھاری غلطی ہے انھیں چاہیے کہ اصولِ اسلام پر اعتراض کریں اور جب مطمئن ہو جائیں تو پھر فروعات کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے۔

ہم معراج کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھنے کے جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں ہمارے خیال میں وہی کافی ہے خداوند تعالیٰ ہمارے گناہوں اور خطا کاریوں سے چشم پوشی کرے اور ہم میں حق اور باطل کے تمیز کرنے کی قوت دے آمین۔

تیسرا باب

ہجرت

(مشورہ قتل اور غار ثور)

اس حالت میں کہ مشرکوں کے مظالم روز بروز زیادہ ہوتے جاتے تھے اور بہت سے صحابہ ہجرت کر کے یثرب چلے گئے تھے اور اخیر یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ حضور انور کے پاس سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے کوئی نہ رہا تھا حضور انور نے اسی اثنار میں خواب میں یہ مشاہدہ کیا کہ آپ کو اس سرزمین سے ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے اور ایک غیبی آواز مقام ہجرت کو بتا رہی ہے کہ دو سنگستان کے درمیان نخلستان میں آپکی جائے قیام تجویز کی گئی ہے حضور نے خواب سے بیدار ہو کے اپنے صحابہ سے یہ کیفیت بیان کی جب پانی سر سے گزر چکا اور اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی مکہ میں ٹھہرنا مناسب نہ معلوم ہوا تو آپ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حکم دیں کہ میں بھی مثل اور صحابہ کے یثرب چلا جاؤں حضور نے ارشاد فرمایا میرے صدیق تم ٹھہر جاؤ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہو گیا ہے میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا یہ سنتے ہی حضرت صدیق اکبر خوش ہو گئے اور آپ نے جا کے سفر کی تیاری شروع کی سب سے پہلے آپ نے دو اونٹ بہم پہنچائے ایک حضور انور کے لئے خریدا جس کی چار سو درم قیمت دی اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک اپنے لئے مول لیا یہاں یہ تیاری ہو رہی تھی اور وہاں کل قریشوں میں اس بات کی گفتگو ہو رہی تھی کہ اب وقت آگیا ہے کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروا لا جائے چنانچہ کل قریش باہم مشورہ کرکے دار الندوہ میں جمع ہوئے یہ وہ مقام تھا جہاں بڑے بڑے مشکل کام اور عظیم قضیئے فیصل پاتے تھے۔ ایک دن اس جلسہ کے لئے مقرر کیا اور اس دن ہزارہا قریش حسب معمول آکے جمع ہو گئے جب یہ سب آدمی جمع ہو گئے تو ایک بوڑھا شخص دروازہ پر آکے کھڑا ہوا اور قریشوں سے کہا مجھے بھی اندر آنے کی اجازت دو انھوں نے کہا تو کون ہے اس بوڑھے شخص نے جواب دیا کہ میں نجد کا رہنے والا ہوں میں نے سنا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کچھ مشورہ کرنے یہاں جمع ہوئے ہو۔ اس لئے آیا ہوں کہ شاید میں بھی تمہارے معاملے میں تمھیں کچھ رائے دوں۔ قریشوں نے مشورہ کیا کہ یہ شخص جب کہ کا رہنے والا نہیں ہے تو اس کا ہمارے پاس بیٹھ جانا یا ہمارے جلسہ میں شریک ہونا کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ غرض اس شخص کو اندر بلا کے بٹھا لیا اور بڑی آمادگی اور احتیاط کے ساتھ یہ گفتگو شروع ہوئی۔ یعنے سب سے پہلے ہشام بن عمرو نے کھڑے ہو کے یہ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انھیں کے گھر میں قید کر دینا چاہئے۔ اور ایک سوراخ سے پانی اور کھانا دیتے رہنا چاہئے تاکہ وہ وہیں رہ جائیں اور ان کا وہیں خاتمہ ہو جائے۔ اس پر نجدی بوڑھے نے جو شیطان مجسم تھا یہ کہا کہ نہیں یہ رائے بالکل غلط ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو بہت ہیں اور وہ ہر چہار طرف متفرق ہو گئے ہیں۔ جب انھیں یہ حال معلوم ہوگا وہ سب یہاں آکے جمع ہو جائیں گے۔ پھر بنی ہاشم آپکے ساتھ ملجائیں گے اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکان سے نکال لیں گے اور تم میں اور ان میں بہت بڑی جنگ ہوگی۔ اسپر ابو البختری نے کہا کہ اچھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے نکال دینا چاہئے۔ اس رائے کو شیطان مجسم یعنی نجدی بوڑھے نے پسند نہیں کیا اور کہا کہ یہ رائے ضعیف ہے اس لئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حلاوت نطق اور لطف گفتار اس بلا کی ہے کہ وہ جہاں وعظ کہیں گے ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ کر سکتے ہیں اور اس صورت سے جب ان کے پاس جمعیت ہو جائے گی تو وہ تم پر حملہ کریں گے اور تم پارہ پارہ ہو جاؤ گے۔ قریشوں نے بوڑھے شیطان کی باتوں کی بہت تعریف کی اور کہا کہ بے شک یہ بہت اچھی رائے دیتا ہے اور اب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جلسے میں اس کی تعظیم و تکریم ہونے لگی جب تعظیم و تکریم کا طوفان کم ہوا تو ابوجہل بن ہشام نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک نہایت جلد باز اور دلیر شخص انتخاب کیا جائے اور وہ سب ملکے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جائے قیام پر چلے جائیں اور اندر گھس کے آپ کو قتل کر ڈالیں جب یہ خبر عام طور پر مشتہر ہو جائے گی تو بنو عبد مناف اپنا سر پٹکتے رہ جائیں گے اور ان میں مقابلہ کی تاب نہ رہے گی اور ہم مظفر و منصور ہو جائیں گے اور پھر اس دغدغہ سے خلاصی ہو جائے گی۔ نجدی شیطان نے مرحبا و صد مرحبا کا نعرہ بلند کیا اور کہا بیشک ابوالحکم کی یہ رائے درست اور ٹھیک ہے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ سب اسپر اتفاق کر لیں۔ غرض سب نے اس خونی رائے پر اتفاق کر لیا اور پھر جلسہ برخاست ہو گیا۔ تقدیر الٰہی ان کے اس مشورہ اور ہمہمی پر خندہ زن تھی ادھر یہ مشورہ ہو رہا تھا اور ادھر حضور انور کے قلب مبارک میں وحیوں کا چشمہ ابل رہا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ روح القدس رتی رتی اس خونی جلسے کے حالات آپ کے آگے بیان کر رہی ہے دل کے آئینہ میں سارے عکس پڑ رہے تھے اور وہ مجسم آنکھوں کے آگے کھڑے ہوئے سب باتوں کی شہادت دے رہے تھے اس نورانی وجد اور معرفت کی حالت میں خدا نے اپنے پیغام سے آپکو آگاہ کیا کہ آپ جس جگہ کہ آرام فرماتے ہیں آج شب وہاں آرام نہ کریں اور علی الصباح یثرب کی طرف روانہ ہو جائیں۔

جب رات ہو گئی تو باہمی قرارداد کے بموجب سب مشرکین مکہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کے گرد جمع ہو گئے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ حضور انور سو جائیں تو آپکو شہید کر دیں تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے کہ ہم سب نے ملکے یہ کام کیا ہے۔ حضور انور کو یہ ساری کیفیت معلوم ہو گئی حضور نے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ مشرک میرے قتل کا قصد رکھتے ہیں تو میری چادر اوڑھ لے اور میرے بستر پر لیٹ جا اور کسی قسم کا خیال نہ کر تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے کی علی بن ابی طالب نے حضور انور کے ارشاد کے بموجب عمل کیا۔ آپ حضور کی چادر اوڑھ کے حضور کے بستر پر لیٹ گئے۔ حضرت علی کا اس طرح حضور کے بستر پر لیٹ جانا اور اپنی جان فدا کرنے کا قصد کرنا پکار پکار کے یہ کہہ رہا تھا۔ ؎

سریکہ داشتم انداختم بپائے تو حیف ۔۔۔ کہ نیستم سر دیگر مرا بپائے دگر ✤✤

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سنا گیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے چند اشعار خاص اس موقع کے لئے موزوں فرمائے جن میں سے پہلا شعر یہ ہے۔ ؎

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصا ومن طاف بالبیت العتیق والحجر

غرض جب حضرت علی حضور انور کے بستر پر لیٹ گئے اور آپ کی چادر اوڑھ لی تو پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) مکان کے دروازہ کے باہر نکلے اور مشرکوں کے قریب سے ہو کے گزرے کسی نے آپ کو نہ دیکھا۔ اتفاق سے ایک مشرک کی کہ جو دوسرے راستے سے آرہا تھا حضور پر نظر پڑ گئی مگر تنہا اسے روکنے کی جرأت نہ ہوئی وہ مشرکوں کے پاس بھاگا ہوا آیا اور اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم یہاں جمع کیوں ہو انھوں نے کہا کہ ہم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ شخص ہنسا اور اس نے کہا کہ تم عجب احمق ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس گھر سے کبھی کے نکل گئے یہ لوگ بہت پریشان ہوئے اس نے قسم کھا کے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں وہ اس گھر میں نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے پریشان ہو کے دیوار کے چھید میں سے جھانک کے دیکھا انھیں معلوم ہوا کہ حضور انور کا بستر خالی نہیں ہے یہ دیکھتے ہی وہ خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تو ہیں ہی ہمیں خواہ مخواہ بہکاتا ہے یہ کہہ کے وہ لوگ گھر میں گھس گئے اور جب خوابگاہ کے پاس پہنچے تو ان کے غل و شور سے حضرت علی چونک پڑے کے اٹھ بیٹھے اس وقت انھیں معلوم ہوا کہ جو آدمی نے سچ کہا تھا۔ ان لوگوں نے نہایت تلخ تر لہجہ میں حضرت علی سے دریافت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں حضرت علی نے جواب دیا کہ تم نے مجھے ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا کہ میں تمہیں بتاؤں وہ کہاں گئے۔ مشرک یہ جواب سن کے سخت متحیر اور شرمندہ ہوئے اور جھنجھلا کے ہو کے حضرت علی کو قید کر لیا اسپر ابولہب نے کہا بے وقوفو علی سے مطلب کیا ہے جو اسے قید کرتے ہو اسے چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگو چنانچہ مشرکوں نے حضرت علی کو چھوڑ دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں اپنے باپ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور اس نے میرے باپ کو یہ خبر دی کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) مقدر الراس پہنچ گئے اور اب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

امید نہ تھی کہ پیغمبر خدا ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائیں گے اتنے میں حضور انور آگئے میرے باپ نے صورت دیکھتے ہی کہا میرے والدین آپ پر قربان ہوں کہ آپ نے یہاں قدم رنجہ فرما کے ہمیں اور ہمارے غریب خانہ کو شرف بخشا پھر حضور نے ارشاد کیا کہ میں خاص ایک مصلحت سے تمہارے پاس آیا ہوں مجھے ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے میرے باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ہمرکابی کے لئے حاضر ہوں حضور نے ارشاد کیا اچھا تمہارے گھر میں جو کوئی شخص ہو باہر نکل آئے میرے باپ نے عرض کیا کہ سوائے میری لڑکی عائشہ اور میری بہن کے اور کوئی نہیں ہے حضور انور نے ارشاد کیا پس تو پھر کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب چلنا چاہئے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ یہ اونٹنی حاضر ہے۔ بعض روایتوں میں ہے حضور نے ارشاد کیا مجھ سے اس کی قیمت لیلو اسپر حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ قیمت کی حاجت آپ کیا فرماتے ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرا کل مال و متاع آپ پر تصدق ہے یہ اونٹنی میں نے سو درم میں حضور کے لئے پہلے ہی سے خرید کر لیا ہے حضور کا قبول فرمانا اسکی پوری قیمت کا وصول ہو جانا ہے۔

بعض نے اس اونٹنی کی قیمت حضرت ابوبکر کی زبانی چار سو درم بیان کی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور میری بھوپی نے جلدی جلدی سامان سفر اور توشہ سفر جسقدر ہو سکا مہیا اور تیار کرنا شروع کیا۔ اور جھپاکے سے اتنی جلدی تیار کر دیا کہ حضور انور اور میرے والد بہت خوش ہوئے۔ غرض جب یہ سب سامان تیار ہو چکا تو پیغمبر خدا اور میرے والد غار ثور میں چلے گئے۔

حضور انور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راستہ نہایت سختی۔ محنت اور تکلیف سے پورا کیا آپ نے اپنے مبارک پیروں سے جوتیاں اتار ڈالی تھیں اور آپ برہنہ پا چلتے تھے کہ مشرک آپ کے قدموں کا نشان دیکھ کے آپ کا تعاقب نکریں۔ برہنہ پا چلنے میں آپ کے پیر مجروح ہو گئے اور تلوؤں سے خون بہنے لگا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے حقیقی نجات دہندہ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ سے رہا نہ گیا اور آپ نے نور اشہنشاہ عرب و عجم کو کندھوں پر چڑھا لیا اور اس طرح غار ثور کے درہ پر لیکے پہنچے۔ اور حضور انور کو باہر کھڑا کر کے پہلے آپ غار میں گئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسکو اندر سے خوب صاف کیا اور اس کے کل سوراخوں کو اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کے بند کیا۔ صرف ایک سوراخ رہگیا اس کے لئے جب کپڑا نہ پایا تو اپنا پیر اس سوراخ میں اڑا دیا وہاں ایک زہریلے جانور نے آپ کے پیر میں کاٹ کھایا حالانکہ آپ کو تکلیف بہت ہوئی لیکن آپنے سوراخ سے پیر علیحدہ نہیں کیا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لیگئے اور آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو سخت افسوس کیا اور اپنے خالق حقیقی کے حضور میں دعا کی کہ صدیق اکبرؓ کے پیر کا درد جاتا رہے۔ اللہ نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی اور حضرت صدیق اکبر بالکل اچھے ہوگئے۔ آپنے دعا کے ساتھ اپنا آپ وہاں بھی صدیق اکبر کے پیر میں لگایا تھا جس سے زہر کا اثر فوراً جاتا رہا۔

تریاق در دہان رسول آفرید حق ۔۔۔ صدیق را چو خم بود از زہر جاں گزا

تین دن اور تین رات حضور انور نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں مکڑی نے دروازہ پر جالا بنا لیا تھا اور کبوتر نے گھونسلے کے لئے تنکے جمع کرنے شروع کر دیئے تھے یہ بھی خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت تھی کہ اگر کوئی مشرک ادھر آنکلے تو اس بات کو نہ پہچان سکے کہ اس غار میں کوئی شخص رہتا ہوگا۔ اسوقت مشرکین قریش کی خبریں عبداللہ بن ابی کی معرفت حضور انور کو پہنچتی تھیں۔ عبداللہ بن ابی نہایت ہوشیار اور عقلمند نوجوان تھے وہ دن بھر قریشوں میں رہتے تھے اور شب کو ساری خبریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیتے تھے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے مکہ میں اپنے مکان پر چلے آتے تھے قریش یہ سمجھتے تھے کہ یہ مکہ ہی میں رہتے ہیں۔ اور عامر بن فہیرہ کا یہ کام تھا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور شب کو بکریوں وغیرہ کا دودھ لیکے غار ثور میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ آخر الذکر مسلمان تھے اور برابر حضور انور کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ اور بڑی ہوشیاری سے ہاتھ پاؤں بچا کے کام کرتے تھے۔

تیسرا شخص عبداللہ بن اریقط دیلمی تھا جسے حضرت صدیق اکبر نے اجرت پر ٹھیرا رکھا تھا کہ فلاں روز فلاں وقت وہ دو اونٹ لیکے غار ثور پر چپ چپاتے چلا آئے اسماء ذات النطاقین (حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی) کا بیان ہے کہ جب حضور انور اور میرا باپ ابوبکرؓ کے باہر گئے تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسرے دن بہت سے قریش ہمارے مکان پر آئے میں غل سنکے باہر نکلی انھوں نے دریافت کیا کہ تیرا باپ کہاں ہے میں نے جواب دیا کہ میں کیا جانوں وہ کہاں ہیں اور کہاں چلے گئے ابوجہل نے ایسا تھپڑ میرے کلّہ پر مارا کہ میرے کان کی لو پھٹ گئی اور بندا گر پڑا اور خون بہنے لگا۔ میں چیخ چیخ کے رونے لگی۔ اتنے میں ابوقحافہ نے جو میرا دادا تھا (مگر نابینا ہو گیا تھا) یہ کہا کہ ابوبکر کل مال و متاع اپنے ساتھ لیگیا اور تمھارے لئے ایک پیسہ نہیں چھوڑا۔ اصل بات یہ تھی کہ پانسو درم نقد جمع تھے جو میرے والد چلتے وقت اپنے ساتھ لیگئے تھے۔ یہ سنکے میں چپکی ہو رہی اور میں نے کچھ جواب نہ دیا جب سب قریش چلے گئے تو میں نے اپنے دادا سے کہا فکر کی کوئی بات نہیں ہے ہمارے لئے ہمارے والد کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں جو فلاں جگہ موجود ہے چنانچہ میں اُن کی انگلی پکڑ کے لے گئی اور انھیں ہاتھ سے ٹٹول دادیا۔ وہ دیکھ کے خوش ہوئے اور کہا کہ یہ مال ہمارے گزارہ کے لئے کافی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضور انور غار ثور میں تشریف لیگئے تو دوسرے روز ابوجہل نے مکہ میں یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا تھا کہ اگر کوئی شخص خواہ اونٹ ہو یا اعلیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو گرفتار کر کے لائے گا خواہ زندہ یا مردہ اُسے میں سو اونٹ دوں گا جب تمام اہل مکہ کو یہ خبر معلوم ہوئی بہت سے طاقتور جوان مال کے لالچ میں تلواریں لے لیکے پہاڑوں اور جنگلوں میں حضور انور کو تلاش کرنے لگے اور اپنے ساتھ ایک شخص قائف نامی کو لیلیا جو کسی قدر اس بات سے واقف تھا اور قدموں کی شناخت میں اوّل درجہ کا مشہور تھا چنانچہ وہ شخص نوجوان اور شمشیر بکف عربوں کو اپنے ساتھ لیگیا اور غار ثور کے قریب جا کے کھڑا کر دیا اور کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس جگہ سے آگے نہیں بڑھے ہیں وہ خواہ آسمان پر چلے گئے ہوں یا زمین میں چلے گئے ہوں مگر اس مقام سے ایک انچ بھی آگے بڑھنا ناممکن ہے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ قائف نے صاف طور پر بتا دیا تھا کہ حضور انور اس غار ثور میں ہیں مگر جب مشرکوں نے کبوتر کا گھونسلا اور مکڑی کا جالا غار کے دہانہ پر دیکھا تو انھوں نے کہا قائف تو احمق ہے جو یہاں آدمی کا پتہ بتاتا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک شخص وہاں کھڑا ہوا تھا اس نے کہا تم دیوانے ہو بھلا یہاں بھی کوئی آدمی ہو سکتا ہے کہ وہ کل آیا ہو آج کبوتر نے گھونسلا بنا لیا ہو اور مکڑی نے جالا تن لیا ہو۔ غرض یہ سنکے وہ لوگ ادھر ادھر پھر آگندہ ہو گئے قائف بھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آواز دیتا رہا کہ تم ناحق اِدھر اُدھر جاتے ہو تمہارا مطلوب اس مقام سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ جب اس اصرار در اصرار کی آوازیں حضرت صدیق اکبر کے کان میں پہنچیں تو اپنے نبی کی تقاضائے محبت سے آپ رنجیدہ[1] ہونے لگے اور اسی پریشانی میں آپ کی مبارک زبان سے یہ نکلا کہ یارسول اللہ شرکوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہم صرف دو ہی ہیں حضور انور نے ارشاد کیا ڈرنے اور خوف کرنے کی کوئی بات نہیں ہے ہم دو نہیں ہیں بلکہ تین ہیں ایک خداوند تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ واقعی بہت ہی سخت اور نازک وقت تھا۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضرت صدیق کی یہ گھبراہٹ محض عشقِ رسول

---

[1] غار ثور کا واقعہ جس سے سچا عشق اور سچی محبت تمام دنیا نے تسلیم کر لی ہے مگر یہ دیکھ کے تعجب ہوتا ہے کہ بعض شیعی مورخوں۔ محدثوں اور مفسروں نے اس عشق پر بھی دھبہ لگانا چاہا ہے اور اپنے بیان میں ایسی ناپاک اور بودی منطق سے کام لیا ہے جن کی خوبی اُن ہی کا دل و دماغ خوب جانتا ہوگا۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ ابوبکر سخت بزدل تھے کہ غار میں نالہ و بکا کرنے لگے تھے جب اُنھوں نے کفار مکہ کی آوازیں غار ثور کے باہر سنیں، تو سخت خوف میں آکے رونے لگے۔ پھر دوسرا شیعی فاضل لکھتا ہے کہ ابوبکر کا غار میں ساتھ جانا اور جا کے رونا محض اس غرض سے تھا کہ کفار کہ سنیں اور آکے گرفتار کریں جتنی روایتیں غار میں ساتھ جانے کی بابت لکھی گئی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو ہم نے درج کیا چنانچہ بڑے بڑے شیعی شعرا نے بھی غار کے قصہ کو نظم میں باندھا ہے اور وہ نظم اپنی فصاحت و بلاغت میں ضرور لاثانی ہے ہم اس کی تو ہم داد دیتے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ اصل واقعہ کا خون کیا ہے اور محض سلطنت یا اپنے گروہ کو خوش کرنے کے لئے صدیق کی سچی خدائیت اور بے نظیر عشق کو دشمنی پر محمول کیا ہے بایں ہمہ نظم کے عمدہ ہونے میں شک نہیں ہے اگرچہ واقعہ کی طرف خیال کر کے تو اس نظم پر ہنسی آتی ہے لیکن محض ان روایتوں کی جدت اور نظم کو دیکھ کے بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہے ؎

بس کن حدیث غار کہ عارست نزد عقل آں حزن و بیقراری شیخ معمرم

مگر بعض شیعی روایتوں میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ جب ابوبکر ارشاد نبوی پر آپ کے ساتھ

---

[1] الثانی ای قولہ تعالیٰ ثانی اثنین بیان محال الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیاً و دخول ابی بکر اولاً کما نقل فی السیر۔ انتھی۔ ۱۲

تھی اپنی جان کی کچھ پروانہ تھی اور خیال یہ تھا کہ حضور انور کا بال بیکا نہو۔ مگر شان نبوت یہہ تھی کہ استقلال اور خداوند تعالیٰ پر بھروسہ اپنی پوری قوت پر آگیا تھا اور اس کی حد یہاں تک ہوئی تھی کہ خداوند تعالیٰ آنکھ سے دکھائی دینے لگا تھا۔ مخالف برہنہ تلواریں لئے ہوئے درِ غار پہ کھڑے ہوئے اور موت کی آوازیں سرگوشیاں کر رہی ہوں پھر اطمینان کے ساتھ یہ آواز نکلے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے ایک زبردست بھروسہ کا نقشہ کھینچتا ہے۔ ایک حضرت مسیح تھے کہ مارے

غار میں گئے تو راستہ میں کبھی آگے ہو جاتے تھے اور کبھی پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں حضور انور نے دریافت کیا ابوبکر میں نے تجھے کبھی اس طرح چلتے نہیں دیکھا آج یہ کیا بات ہے جو تو یوں چل رہا ہے ابوبکر نے جواب دیا یا رسول اللہ میں آگے پیچھے دائیں بائیں اس لئے چلتا ہوں کہ تیری کفار مکہ سے نگہبانی کروں اور کوئی مخالف تجھ پر ادھر اُدھر سے نکلکر وار نکرے اور راستہ میں یہ بھی ہوتا تھا کہ جب آنحضرت تھک جاتے تھے تو صدیق اپنے کندھے پر چڑھا لیتے تھے۔

دوسری حکمت عملی کندھے پر چڑھانے کی یہ تھی کہ کفار مکہ قدموں کے نشان دیکھکر اس طرف نہ آنکلیں۔ غرض آپ اور حضور انور غار میں پہنچے پہلے ابوبکر غار میں گھس گئے اور اس کے تمام سوراخوں کو بند کیا اور جو سوراخ ابوبکر کے کپڑوں سے بند نہ ہو سکے ان میں اپنے پیر رکھ دیئے پھر حضور انور کو بلا لیا۔ حضور انور تشریف لائے اور بآرام بیٹھ گئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بچھو نے آپ کے پیر میں کاٹ کھایا حالانکہ حد سے زیادہ تکلیف ہوئی لیکن آپ نے ہوں تک نہ کی مبادا حضور انور کی استراحت میں فرق پڑ جائے۔ اسی اثنار میں حضور انور کی نظر مبارک ابوبکر پر پڑی دیکھا کہ آپ برہنہ ہیں اور بچھو کے ڈنک کی تکلیف سے ایک رنگ آتا ہے اور ایک رنگ جاتا ہے ارشاد کیا "لا تحزن ان اللہ معنا" پھر آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور کہا خدا کی رحمت تجھ پر ہو کہ تو نے میری تصدیق میں مبادرت کی ایسے وقت میں کہ اور لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے تھے اور اس وقت جب چاروں طرف سے مجھ پر حملے ہونے لگے تو تو میرا سینہ سپر ہوا الحمد للہ کہ تیری امداد و رفاقت سے میں نے کل آفتوں سے نجات پائی۔

ابوبکر کے پیر میں بچھو نے صرف اس لئے کاٹا تھا کہ وہ آنحضرت کو غار میں پکڑوانا چاہتے تھے۔ بعض کا یہ قول ہے کہ یہ حزن و ملال محض نامردی کی دلیل تھا۔ بعض شیعی علما کا یہ خیال ہے کہ حزن و ملال مواعید الٰہی کے عدم

خوف کے جان نکلی چلی جاتی تھی اور سوتی کے وقت بھی یہی پکار رہے تھے کہ گھڑی بھر تو یہ پیالہ مجھ سے الگ کر لیا جائے ایک اُن کے صحابہ تھے جنھوں نے چند روپوں میں اپنے نجات دہندہ کو فروخت کر ڈالا تھا

وزیرے چنیں شہریارے چناں

مقابلہ کرنے سے ایک ناقص نبی اور ایک کامل نبی کا فرق معلوم ہو سکتا ہے۔

وثوق پر ہوا تھا اور بھی بہت سے اقوال ہیں جو ہم بسبب طول کے یہاں درج کرنا مناسب نہیں جانتے۔ اختلاف روایات کے جانچنے کے لئے شاید اس واقعہ کے متعلق یہی اقوال کافی ہوں گے۔

بحار میں فاضل مجلسی لکھتا ہے اور یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بیان ہوئی ہے کہ جب آنحضرت نے ہجرت کا تہیہ کر لیا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ حضرت علی کو اپنی جگہ پر چھوڑ دینا چاہئے تو آپ نے جا کے اپنا مافی الضمیر حضرت علی سے کہا کہ میں ہجرت کرنا چاہتا ہوں اور میری مرضی ہے کہ تم میری جگہ لیٹ رہو حضرت علی نے کہا آیا میری اس طرح لیٹنے سے آپ کی جان بچ جائے گی اور آپ کفار سے محفوظ ہو جائیں گے آپ نے فرمایا ہاں یہ ضرور ہو جائے گا۔ غرض آنحضرت علی کو اپنی جگہ سلا کے آپ غار ثور کی طرف چلے گئے۔ جب کفار کو معلوم ہوا کہ محمدؐ نکل گئے تو سخت مایوس ہوئے اور غار کی طرف تلاش کرنے کے لئے روانہ ہوئے حضرت علی کو فکر اور پریشانی ہوئی مبادا آنحضرت پر کوئی حملہ ہو آپ فوراً اٹھے اور غار ثور میں آنحضرت سے آ کے ملے گئے۔

دوسرا فاضل شیعی اس بات سے انکار کرتا ہے کہ حضرت علی غار ثور میں گئے تھے بلکہ وہ یہ روایت بیان کرتا ہے کہ جب کفار مکہ مکان کے اندر گھس آئے اور انھوں نے حضرت علی کو پایا تو بہت برہم ہوئے اور دریافت کیا کہ محمد کہاں گئے حضرت علی نے اپنی لاعلمی بیان کی کفار نے پکڑ کر حضرت علی کو خوب مارا۔

فاضل شوستری محمد بن جریر طبری کے حوالہ سے یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آنحضرت علی سے تنہا مشورہ کر کے غار کی طرف روانہ ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد ابوبکر آئے اور علی سے پوچھا کہ حضرت رسالت مآب کہاں ہیں انہوں نے چپکے سے کہدیا کہ غار ثور کی طرف گئے ہیں ابوبکر بھاگے ہوئے آپ کے پیچھے روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ سے چند قدم فاصلہ پر رہ گئے جب آنحضرت نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی تو آپ یہ سمجھے کہ مجھے کوئی مشرک پکڑنے آیا ہے اور بھی تیز بھاگے کہ رستہ میں ایک پتھر سے آپ کو ٹھوکر لگی اور آپ کی جوتی کا کنارا اکھڑ گیا انگلی میں ایسی ضرب آئی کہ آپ ٹھہر گئے۔ ابوبکر نے آتے ہی جا لیا۔ آپ کی انگلی سے خون شر شر بہ رہا تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور اور حضرت صدیق اکبر کے مکہ سے چلے جانے کے بعد آپ کے اہل و عیال کی کیا حالت رہی اور قریشوں نے ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جہاں تک دیکھا جاتا ہے قریشوں نے کسی قسم کی تکلیف آپ کے بال بچوں کو نہیں دی۔ پہلے پہل حضرت علی (رضی اللہ عنہ) پر خفیف سا جبر کیا تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے لیکن بعد ازاں کسی قسم کا برا برتاؤ نہیں کیا۔

حضور انور کے چلے جانے کے بعد حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تین روز تک مکہ میں رہے آپ روزمرہ حرم میں آتے تھے اور لوگوں کو جمع کر کے ان کا مال و اسباب ان کے حوالہ کر دیتے تھے۔ یہ وہ مال و اسباب تھا جو لوگوں نے حضرت ابو طالب کے پاس امانتاً رکھا تھا۔ غرض تین دن میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے ایک ایک چیز لوگوں کو ان کی دیدی۔ بعد ازاں کسی قسم کی کوئی مخالفت یا کوئی مزاحمت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں کی گئی اور آپ بآرام اور بآزادی مدینہ تشریف لے گئے۔

حضور انور کی صاحبزادی حضرت بی بی زینبؓ بھی ایک عرصہ تک مکہ میں رہیں اور آپ کی دوسری صاحبزادی حضرت بی بی رقیہؓ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اسی عرصہ میں مدینہ میں تشریف لے جا چکی تھیں۔ آپ کی اور دو صاحبزادیاں اُمِّ کلثومؓ اور بی بی فاطمہؓ حضرت بی بی سودہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجہ محترمہ کے ساتھ کئی ہفتے تک مکہ میں رہیں اور حضور انور کی منگیتر حضرت بی بی عائشہؓ اپنی خاندانی مستورات کے ساتھ ایک عرصہ تک مکہ میں قیام پذیر رہیں۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۸۲۔ ہشامی صفحہ ۱۶۷۔ طبری صفحہ ۲۰۰)

حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر صدیقؓ یہ جانتے تھے کہ قریش ہمارے بال بچوں کو محض ایک قومی اعزاز کی وجہ سے کسی قسم کی نہ تکلیف دیں گے اور نہ ان کی کسی قسم کی ذلت گوارا کریں گے یہاں سر ولیم میور نے ایک اعتراض کیا ہے وہ لکھتا ہے۔ جب قریشوں کی یہ کیفیت تھی کہ انھوں نے حضور انور کے بال بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دی تو پھر جو مظالم قریشوں کے حضور انور کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں ان میں مبالغہ ضرور ہے

سر ولیم میور جیسے مورخ کا یہ اعتراض بہت ہی ادنیٰ درجہ کا ہے۔ عربوں کا قاعدہ تھا کہ وہ عورت پر ہاتھ اُٹھانا اپنی شان نامردی کے خلاف سمجھتے تھے انھیں حضور انور کے کنبہ سے کچھ بحث نہ تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خود حضور انور کی موجودگی میں جب آپ مکہ میں تشریف رکھتے تھے آپ کے کنبہ کے کسی شخص کو قریشیوں نے نہ حضور کی طرح سے ستایا اور نہ تکلیف دی

حضرت ابو طالب جنھوں نے حضور انور کو اپنے گھر میں رکھا اور ہر یوم آپ کی حفاظت کی۔ کس قریش نے آپ پر ہاتھ ڈالا اور آپ پر حملہ کیا۔ قریش کو بذاتہ حضور انور سے دشمنی تھی اور وہ اگر آپ کے صحابہ کو تکلیف دیتے تھے تو محض آپ ہی کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکتے تھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے اور بے انتہا ستاتے تھے کہ یہ لوگ حضور انور کی پیروی چھوڑ دیں۔ ان میں بظاہر کوئی خاندانی عداوت نہیں تھی۔ اسلام اور کفر نے انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا۔ اب یہ بات دیکھنے کی ہے کہ جب حضور انور ہی مکہ میں نہ رہے اور مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے تو پھر ان کی صاحبزادیوں سے کیا سروکار رکھا جاتا۔ یہ بات روزمرہ ہماری آنکھوں کے آگے ہوتی رہتی ہے کہ دو خاندانوں کے دو شخصوں میں باہم لڑائی ہے جب تک دونوں مقابلہ میں موجود ہوں تو یہ ضرور ہوگا کہ ایک شخص اپنے مخالف کی وجہ سے اس کے احباب اور اس کے اور رشتہ داروں کو بھی تکلیف دے۔ کیوں کہ ہر حالت میں وہ اس کی تائید کریں گے۔ مگر جب وہ شخص مر جائے گا یا اپنا وطن چھوڑ کے چلا جائیگا تو اس کا مخالف اپنی دشمنی کا وہیں خاتمہ سمجھے گا اور کبھی نئی لڑائی اپنے مخالف کے احباب اور رشتہ داروں سے نہیں کرنے کا تو سر ولیم میور کا یہ اعتراض کہ حضور انور کے چلا آنے کے بعد جب آپ کے بچوں کو تکلیف نہیں دی تو آپ کو بھی نہ ستایا ہوگا ایک لاطائل استدلال اور لغو اجتہاد ہے

حضور انور نے مدینہ پہنچنے پر اپنے خادم زید کو اپنی صاحبزادیوں کو لانے کے لئے مکہ روانہ کیا تھا اور زید کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کا صاحبزادہ عبداللہ بھی اپنی بہنوں اور پھپھیوں کو لینے کے لئے مدینہ سے مکہ روانہ ہوا تھا۔

ایک دردناک منظر

مکہ ایک عرصہ کے لئے خدا کے مبارک کلام کی صداؤں سے خالی ہو چکا ہے وہ مقدس انفاس جو سالہا سال سے اسی پاک سرزمین میں رہتے تھے جن کی اب وجد کی ہڈیاں اسی مقدس زمین میں آمیز ہو چکی تھیں جس شہر کی آب و ہوا نے ان کی پرورش کی تھی جن کو صدیاں اس شہر میں رہتے ہوئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گزر گئی تھیں آج وہ مقدس نفس اپنے اس عزیز اور مقدس وطن سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیئے گئے محض اس جرم میں کہ انھوں نے خدا کے پاک کلام کی منادی کی تھی انسان کی مبتذل حالت سے ترقی کر کے قدوسیوں سے اپنا درجہ بڑھانا چاہا تھا وہ اپنی غنودہ ذلیل بلکہ مردہ قوم کو اوج ترقی پر لانا چاہتے تھے ایک ذلیل اور وحشی قوم کی نظروں میں اس سے زیادہ جرم ان کا اور نہیں ہو سکتا تھا محض اس جرم میں انھوں نے علی الاعلان پکار کے کہا تھا کہ درختوں۔ پتھر کے ڈھیروں اور شیطانوں کی پرستش کرنی خالق ارض وسما کے مقابلہ میں منافی عین انسانیت ہے وہ دختر کشی کی رسم کو روکنا چاہتے تھے۔ غرض انھوں نے کل زمانہ جاہلیت کی رسموں کو مٹانا چاہا تھا مگر فی الحال ان کی بدنصیب اور وحشی قوم اُن کی دلپسند اور خوش آیند نصیحتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تھی اس نے اپنے ہدایت والوں کو تکلیف دی انھیں بھوکا اور پیاسا مارا یہاں تک کہ مرحومین نے کئی کئی بار وطن سے بے وطن ہونے کے لئے سفر کیا اسوقت جب کل مظلوم مسلمان ہجرت کر چکے تو مکہ کے بہت سے مکانات بالکل خالی ہو گئے اُن کی افسردہ حالت اس بات کی شہادت دے رہی تھی کہ یہ مکان اپنے مکینوں کے لئے رو رہے ہیں حالانکہ ان مکانوں میں نہ حس ہے نہ روح ہے بلکہ پتھر اینٹوں اور چونے کا ایک تودا ہیں ان بے جان تودوں کو تو رونا آئے مگر قریشیوں کو جو جاندار بھی ہیں اور اشرف المخلوقات میں بھی داخل ہیں ذرا بھی افسوس نہ ہو دلوں کی سختی حد سے گزر گئی تھی انسانیت اور رحم جو لازم و ملزوم ہیں ان ظاہر صورت انسانوں کی ذات سے کبھی کے نکل چکے تھے مکہ کی مقدس اور محترم حرم کے بڑے دن ابھی اور کچھ باقی تھے اس لئے قضا و قدر فیصلہ کر چکی تھی کہ ایک عرصہ تک اس حرم محترم میں خدا کے کلام کی آواز یں نہیں سنائی دیں گی خدا کو یہی منظور تھا کہ اس کا محبوب اس بے بسانا حالت میں اپنی جان بچا کے غار ثور میں چھپے تاکہ منکروں پر حجت پوری ہو اور پھر کوئی عذر باقی نہ رہے۔ وہ آناً فاناً میں تمام مشرکوں کو غارت بھی کر سکتا تھا اور ہدایت بھی دے سکتا تھا مگر ایسی باتیں اس کے قوانین کے خلاف تھیں اسنے ہر فعل کے صدور کے لئے اسباب مقرر کئے ہیں جو ایسے اسباب ہیں کہ انسان کی ظاہر پرست آنکھ ان کا اچھی طرح کھوج لگا سکتی ہے اس خالق حقیقی کے ہر فعل میں اسکی مخلوق کے لئے انھیں اسباب کی بنا پر ہزاروں سبق پوشیدہ ہیں جنھیں بالغ نظر ہیں اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ضمیمہ جلد اول و دوم

ہجرت سے تیرہ سال پہلے مکہ میں خدا کے کلام کی ایک آواز بھی نہیں آئی تھی اور ایک غیر معمولی سنسانی سارے شہر پر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن اب مکہ کی حالت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ کئی سو آدمیوں کا ایک گروہ بت پرستی سے تائب ہو چکا تھا اور علانیہ رسوم جاہلیت کی حقارت کر چکا تھا اور اس نے بتوں کے بجائے خدائے احد و مطلق کی پرستش اختیار کر لی تھی اور انھوں نے نہایت صدق دلی سے حضور انور کے دعووں کے سلسلہ پر اپنا یقین اور ایمان کر لیا تھا اور علانیہ اپنے گناہوں کے لئے ایک ان دیکھی ذات کے آگے استغفار کرنے لگے تھے جسے نہ انھوں نے دیکھا تھا اور نہ محسوس کیا تھا۔ وہ نہایت سرگرمی سے اس ان دیکھی ذات کے آگے رکوع و سجود کرنے لگے تھے۔ اسی سے دعا مانگتے تھے اور اسی سے طلب مدد کرتے تھے اسی کے نام پر خیرات دیتے تھے اور اسی کے نام پر دوستی اور دشمنی کرتے تھے۔ یعنی محبت تھی تو اللہ کے لئے اور عداوت تھی تو اللہ کے لئے اور یہ انکا ایمان ہو گیا تھا کہ جس ان دیکھی ذات پر ہم ایمان لائے ہیں اس کا علم ایک بڑے سے بڑے کرے سے لگا کے ایک ذرہ تک محیط ہے اور اس سے ایک مچھر کا پر بھی نہیں چھپا ہوا ہے فطرت کی تمام بخششوں میں زندگی کے کل تعلقات میں ذاتی اور عامہ خلایق کے کل معاملات میں انھیں اپنے ان دیکھے خالق کا ہاتھ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ غرض نئی روحانی زندگی میں جس میں وہ سرخوش اور محترم ہوئے تھے وہ اپنے نادیدہ خالق کی مرضی کو تمام دنیا پر حاوی سمجھتے تھے۔ ان کے رونگٹے رونگٹے سے وحدت کے چشمے ابل رہے تھے۔ پتھر سے۔ درخت سے۔ پانی سے۔ آفتاب سے اور چاند ستاروں سے وہ خدا کا نور اور جلوہ آنکھ سے دیکھتے تھے اور اس میں سرمست ہو رہے تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سچے آقا تھے اور اُن کی نئی امیدوں کے حقیقی سرچشمے جنکی وہ سچے دل سے اطاعت کرتے تھے اس عجیب وغریب جنبش سے بہت تھوڑے عرصہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے اگرچہ ان میں قبیلے اور خاندان کی وجہ سے باہم ایک زبردست اتحاد تھا مگر اب بڑی سخت دشمنی آکے پڑگئی تھی ایک گروہ کمزور اور ایک گروہ قوی تھا۔ کمزور گروہ یعنی مسلمان نہایت صبر اور عالی ظرفی سے اپنے ہموطنوں اور بھائیوں کے مظالم سہتے تھے اور اس صبر اور عالی ظرفی نے اُنھیں گمنامی کی تاریکی سے نکال کے دنیا کی نامور اور پُرشان قوم بنا دیا پہلے سو مردوں اور عورتوں نے دین حق قبول کر کے اپنے گھر چھوڑ دیئے تھے اور حبش جا کے پناہ لی تھی کہ جب یہ طوفانِ مخالفت جاتا رہیگا تو پھر اپنے وطن واپس چلے آئیں گے اور اب حضور انور کے ساتھ ایک بڑا گروہ اپنے عزیز وطن اور مقدس معبد سے مدینہ چلا گیا تھا یہ وہ عزیز وطن تھا جسکی نسبت ان کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ بزرگ دنیا میں اور کوئی مقام نہیں ہے۔ حضور انور کا ایک عجیب معجزہ تھا جنکی اطاعت میں انھوں نے سب باتیں گوارہ کرلی تھیں اور وہ حضور انور پر اپنا خون بہانا اپنی اعلیٰ درجہ کی عزت اور راحت سمجھتے تھے۔ مدینہ میں یہودیوں کی صداقت کا بہت بڑا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور ہر مقام پر ایک عام انتظار کا پایا جاتا تھا مگر جب دینِ حق مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا مدینہ پہنچا تو ایک عام شادابی اور تازگی مدینہ والوں کے دماغوں میں پیدا ہو گئی اور اس نئے دین کی معجزانگیز تعلیم نے انھیں یک لخت اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ہمارے دوست سر ولیم میور کو اس زمانہ کے مسلمانوں پر یہودیوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں زیادہ اطمینان نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے یہودی اور عیسائی اخلاق اور عادات کے لحاظ سے مسلمانوں سے بدرجہا بہتر تھے۔ فاضل مورخ کا ایسا لکھنا تاریخ کے صفحوں پر خاک ڈالنا ہے اس کا جواب ہم سوائے اس کے کچھ نہیں دے سکتے کہ اگر ان کی عادتیں اور ان کے اخلاق اچھے ہوتے تو وہ ایک نئے دین سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے تھے۔ ایک چھوٹا سا بداخلاق گروہ کبھی ایک خوش اطوار اور خلیق جماعت پر فتحمندی حاصل نہیں کر سکتا یہ بات قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے باقی اس ثبوت میں کہ اس زمانہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کی کیا حالت تھی کم سے کم مورخ اعظم گبن ہی کی تاریخ دیکھ لینی چاہئے۔ میور صاحب مسلمانوں کی بداخلاقی کی ایک یہ دلیل پیش کرتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ وہ اپنی بی بیوں کو طلاق دینے میں بے انتہا آزاد تھے اور ہر ایک مسلمان کو اجازت تھی کہ علاوہ بی بیوں کے خواہ وہ کتنی ہی لونڈیاں رکھے ایک قصہ عبدالرحمن کا سر ولیم صاحب نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ جب وہ مدینہ آئے تو انھوں نے اپنے دوست سعد کے ہاں قیام کیا اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو اپنے دوست سے کہا کہ میرے پاس بہت دولت ہے میں اس دولت کا ایک حصہ تجھے دیدوں گا اور میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو تجھے اچھی معلوم ہو اس سے تو شادی کر لے چنانچہ عبدالرحمن نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی اور سعد نے بغیر کسی مدد کے معاً اس مطلقہ عورت سے نکاح کر لیا یہ قصہ سر ولیم میور نے اس لئے نقل کیا ہے تاکہ مسلمانوں کی بداخلاقی اس سے ثابت کریں۔ ہم اس کا جواب بفصل طور پر ان شاء اللہ کثرت ازدواج کی بحث میں دیں گے مگر یہاں صرف سر ولیم میور صاحب سے اتنا عرض کرتے ہیں کہ عیسائیوں میں عام دستور تھا کہ سوتیلی ماں کو جورو بنا کے گھر میں ڈال لیا کرتے تھے اس صورت سے تو عیسائیوں کی بداخلاقی زیادہ ہوئی۔ عدت وغیرہ کی نسبت جو انھوں نے اعتراض کیا ہے یہ بھی ان کی نری خام خیالی ہے اس لئے کہ اسوقت تک عدت کے متعلق کوئی حکم آسمان سے نہیں دیا گیا تھا۔

اس سے آگے اپنی دوسری جلد کے اختتام پر سر ولیم میور صاحب نے حضور انور اور حضرت مسیح علیہ السلام کا مقابلہ کیا ہے مگر ہم اپنی دوسری جلد میں یہ ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ ہم انشاء اللہ حضور انور کے سوانح عمری ختم کرنے کے بعد نہ صرف حضرت مسیح سے بلکہ تمام اولوالعزم پیغمبروں اور کل ادیان کے بانیوں سے مقابلہ کر کے دکھائیں گے تاکہ معلوم ہو اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ بیشک حضور انور سب نبیوں کے سردار تھے۔

میں سیرۃ الرسول کی دوسری جلد کو یہیں تمام کرتا ہوں۔ میں نے واقعات کے جمع کرنے میں ہمقدر تحقیق اور کوشش سے کام کیا ہے کہ ایک چھوٹے واقع سے لیکر بڑا واقعہ ایسا نہیں چھوڑا جس کا تعلق حضور انور کی زندگی کے ساتھ ہو۔ میں فخر دو جہاں کے سوانح عمری کو ایسا کامل لکھنا چاہتا ہوں کہ زمانہ دراز تک بلکہ اسوقت تک جب تک اردو زندہ ہے پھر کسی کو کسی جدید سوانح عمری لکھنے کی ضرورت نہ پڑے ممکن ہے کہ یہ سوانح عمری اگر زندگی نے وفا کی تو بیس ۲۰

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پچیس ۲۵ جلدوں میں ختم ہو کیونکہ میں علاوہ سوانح عمری لکھنے کے تمام ان اعتراضات اور نکتہ چینیوں کا جو حضور انور کی ذات اقدس و اطہر پر اور اسلام کی تعلیم پر ہو چکی ہیں جواب دوں گا یورپ سے اعتراضوں کے متعلق جرمنی۔ فرانسیسی اور انگریزی میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور جس قدر کتابیں عیسائیوں آریاؤں کی ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں ان سب کے جواب دیئے جائیں گے۔ اگر روح القدس کے فیض سے اور خداوند تعالےٰ کی توفیق سے یہ عظیم الشان کام مجھ سے بن پڑا اور میری زندگی میں پورا ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا فرض ادا کیا یہ کام حقیقت میں بہت بڑا ہے اور اس میں مجھے ان پاک دعاؤں کی مدد کی ضرورت ہے جو ایک سچا مسلمان صدق دلی سے اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ اپنے معبود برحق کی بارگاہ عالی میں صبح کی پو پھٹنے سے پہلے جبکہ چھوٹے چھوٹے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں انسان کے غل و شور پر غالب رہتی ہیں مانگا کرتا ہے۔

میں نے اس سے پہلے "سیرت محمدیہ" ترتیب دی تھی اگرچہ وہ کتاب بجائے خود پچاس جزو سے کم نہیں ہے مگر درحقیقت وہ میری ابتدائی اور ناکامل تصنیف ہے اور ہزارہا واقعات اس میں نظر انداز ہو گئے ہیں اس لئے مجھے "سیرۃ الرسول" لکھنے کی ضرورت داعی ہوئی تاکہ ایک کامل سوانح عمری حضور انور کی ایسی ترتیب پا جائے کہ کوئی بات جھوٹی یا بڑی ایسی باقی نہ رہ جائے کہ پھر دوسرے شخص کوئی نئی سوانح عمری لکھنے میں تکلیف اٹھانی پڑے مجھے اسکی اشاعت کا اور کوئی ذریعہ سوائے اس کے نہیں معلوم ہوا کہ میں اپنے عزیز اور کثرت الاشاعت اخبار کے ساتھ شائع کروں تاکہ ہر ہفتہ حضور انور کا ذکر خیر ہزارہا مسلمانوں کی زبانوں پر جاری رہے میں نے محض اس خیال سے کہ ایک غریب سے غریب مسلمان بھی اپنے ہادئ برحق کے حالات دیکھ سکے اپنے اتنے بڑے اخبار کی قیمت نصف کر دی ہے جس قیمت میں کاغذ کی بھی پوری قیمت وصول نہیں ہوتی۔ میں اپنے خیال میں اسے ایک بہت بڑی دینی خدمت سمجھتا ہوں اگر خداوند تعالےٰ اور اس کے برحق محبوب نے میری اس خدمت کو قبول کر لیا تو مجھے دنیا میں آنے اور کام کرنے کا پورا صلہ مل گیا۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے محض سچائی اور صدق دلی سے لکھا ہے چونکہ میرا معاملہ براہ راست

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خداوند تعالےٰ سے ہے اس لئے میں اُسی سے دعا کرتا ہوں کہ اے چاند سورج اور
تمام سیاّروں اور ستاروں کے حقیقی مالک اور دنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے
نبیوں کے بھیجنے والے میری اس ادنےٰ خدمت کو جو میں تیرے دین کی کرتا
ہوں درجہ قبولیت عطا کر اور اپنے محبوب کے صدقہ میں میرے
اس ادنےٰ اور سب سے ادنےٰ کام میں برکت دے
اور اپنی روح القدس کا ہاتھ جو تو نے سالہائے
دراز سے میرے سر پر رکھا ہے اُسے
دائم و قائم رکھ۔ آمین
ثم آمین

سیرۃ الرسول کی

دوسری جلد

ختم ہو گئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول

جلد سوم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی بنی ہاشمی و مطلبی شافع روز محشر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کے سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان۔ حیات حمیدۃ

خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن پریس دہلی میں طبع ہوئی

ماہ شوال المکرم ۱۳۲۲ ہجری

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک دردناک منظر ہے کہ حضور انور اپنے عزیز اور مقدس وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑتے ہیں اگرچہ آپ ایک آدھ بار بصورت فاتح یا حاجیوں کی صورت میں ہنگامی طور پر ضرور تشریف لائیں گے لیکن مقدس وطن میں مستقل طور پر آپ کی بود و باش کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اہلِ مکّہ کے جور و تعدّی کا اس سے زیادہ ثبوت اور نہیں ہو سکتا کہ ایک مقدس اور معصوم نفس اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑتا ہے زمانہ کی نیرنگیاں اور اُس کے گوناگوں حالات اس قسم کے ہیں جن کا راز سمجھ میں نہیں آتا کیا وہ زمانہ تھا کہ حضور انور نے اسی سرزمین میں پرورش پائی تھی مکّہ کی شاہراہوں میں آپ پھرتے تھے یہیں آپ پر سب سے پہلے وحی نازل ہوئی یہیں آپ نے اس بات کا اعلان کیا سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور دُنیا کے کل نیک و بد اُمور میں حلال و حرام یا اچھے بُرے کی تمیز کر کے بتا دی تھی مگر قوم ان باتوں سے ایسی برانگیختہ ہوئی کہ اُس نے نہ صرف شفیق ناصح یا ہادی کی ہدایت سننے سے انکار کیا بلکہ یہ بھی گوارا نہ کیا کہ اُن کا شفیق ناصح اپنے وطن میں بھی رہے۔

غرض جب غارِ ثور میں تیسری شب ہوئی تو حسب وعدہ عبد بن اریقط دلیلی اُونٹوں کو غار کے پاس لے آئے اور عامر بن فہیرہ اس موقع میں موجود تھے۔ حضور انور اور حضرت ابوبکر ایک اُونٹ پر سوار ہوئے اور دوسرے اُونٹ پر عبداللہ و عامر بیٹھے اور بہت جلدی ساحلِ آب کے راستے سے مدینہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کی طرف روانہ ہوئے اور جب تک شدت کی دھوپ نہ ہو گئی کسی جگہ قیام نہ کیا آخر سخت گرمی میں ایک مقام پر اُترے اور ایک پتھر کے سایہ میں تکیہ لگا کے بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور انور کے لئے مختصر سا بچھونا وہیں زمین پر کر دیا اور آپ علیحدہ بیٹھ گئے۔ حضور انور نے تھوڑی دیر آرام فرمایا اور آپ کو نیند آ گئی۔ اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر نے ایک گوالئے سے تھوڑا سا دودھ مول لیا اور دودھ کا قدح اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھے رہے۔ جب حضور انور نیند سے جاگے تو آپ نے دودھ کا پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا حضور نے نہایت ہی خوشی سے اپنے صدیق کے ہاتھ سے پیالہ لیکے دودھ پی لیا۔ پھر حضرت صدیق نے عرض کیا کہ سفر کا وقت قریب آگیا ہے حضور تیار ہو جائیں معصوم پیغمبر اُٹھ بیٹھے اور پھر اُونٹوں پر سوار ہو کے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

اس مختصر مگر ہولناک سفر میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جو اکثر معتبر مورخوں نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے اور وہ واقعہ سراقہ بن مالک کا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے۔ سراقہ کا بیان ہے کہ قریشیوں کے قاصد ہمارے قبیلہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ مکہ کے سردار یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا اُن کے صاحب یعنی ابوبکر صدیق کو قتل کر ڈالے اُسے سو اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے میں اسوقت اپنے قبیلہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس بات کو کان لگا کے سُنا کہ اتنے میں ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ میں نے ساحلِ آب کی طرف چند آدمیوں کو اُونٹوں پر جاتے ہوئے دیکھا ہے غالباً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب ہوں گے۔ یہ سنتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو ضرور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب ہوں گے مگر میں نے محض مغالطہ دہی کے طور پر اُن سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے رفیق نہ ہوں گے بلکہ یقیناً فلاں فلاں لوگ ہوں گے جو میرے آگے سے گزر کے گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوم میں ذرا دیر کی اور میں کچھ عرصہ تک بیٹھا رہا۔ پھر میں وہاں سے اُٹھکر اپنے گھر پر آیا اور میں نے حکم کیا کہ میرے گھوڑے پر زین کس دیں۔ فوراً گھوڑا تیار کر دیا گیا۔ میں زمین میں سے نیزہ کو اُٹھا کے گھوڑا دوڑاتا ہوا اس طرف روانہ ہوا۔ جب میں اُن کے قریب پہنچا یکایک میرا گھوڑا چراغ پا ہوا اور میں دھڑام سے نیچے آ پڑا۔ اتفاق سے میرے چوٹ نہیں لگی اس لئے میں جلدی سے اُٹھ بیٹھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی پہلی مہم میں ناکام ہو جاتا تھا تو وہ سہ شاخہ تیر لیکے ان پر کچھ عبارت لکھ دیتا تھا۔ پہلے تیر پر تو یہ عبارت ہوتی تھی امرانی ربانی۔ اور دوسرے تیر پر یہ لکھتا تھا نہانی ربانی اور تیسرے تیر پر اسی طرح سے ایک دوسرا جملہ لکھ دیتا تھا اور تیروں کو جعبہ میں رکھ کے ایک ایک تیر علیحدہ علیحدہ نکالا جاتا تھا۔ اگر اس تیر سے کوئی کام بن جاتا تو دوسرا تیر نکالا جاتا ورنہ پھر کوئی تہمت جدید مہم کے لیئے نہیں کی جاتی۔

غرض میں گھوڑا دوڑاتا ہوا حضور انور کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ آپ کی آواز میرے کان میں آنے لگی۔ اس وقت آپ حضرت ابوبکر صدیق سے باتیں کر رہے تھے ہر چند آپ کو میرے گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں پہنچ گئی تھیں مگر آپ نے مطلق میری طرف التفات نہیں کیا اور حضرت ابوبکر صدیق سے باتیں کرتے رہے۔ میں نے موقع غنیمت جانکے پہلا تیر جعبہ سے نکالا اور میں اسے مارنا چاہتا تھا کہ فوراً میرے گھوڑے کے دو آگے کے پیر زمین میں دھنس گئے اور مجھے کچھ ایسا جھٹکا لگا کہ میں چاروں خانے چت آ رہا اب بھی میں ضرب شدید سے بچ گیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو سنبھل کے بہتیرا مارا کہ وہ اُٹھ کھڑا ہو اور پھر میں اس پر سوار ہو کے حملہ کروں مگر گھوڑے نے جنبش نہ کھائی آخر میں نے پاپیادہ دوسرے تیر کو نکالا اور حضور انور کی طرف مارا مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ اتنے میں مجھے حضرت ابوبکر صدیق کی آواز آئی۔ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کر رہے تھے کہ جب ہم غار ثور سے روانہ ہوئے تو ہماری قوم میں سے ہمیں کسی نے بھی نہ دیکھا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ سراقہ بن مالک نے ہمیں دیکھ لیا تھا جو اب گھوڑا کدا تا ہوا بالکل ہمارے لگ بھگ ہو گیا اور اب وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ حضور انور نے بڑے استقلال سے فرمایا کہ کچھ خوف کی بات نہیں ہے خداوند تعالیٰ مددگار موجود ہے جو ہمیں مخالف کے حملہ سے بچائیگا۔ یہ ایسے پُر اثر جملے تھے جنھوں نے اِدھر صدیق اکبر کے دل کو تسکین دی اور اُدھر حملہ آور کے چھکے چھوٹ گئے معمولی دل و گردہ کے آدمی کا کام نہیں ہے کہ جس نے ایسی پریشان حالت میں وطن چھوڑا ہو اور محض غربت میں بے سروسامانی کی حالت میں صحرانوردی کر رہا ہو اور پھر ایک مخالف عقب سے حملہ کرے اور ایسی نازک حالت میں بھی محض خدا کے بھروسہ کی قوت سے انتہا درجہ کا دلیر ہو۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس کے بعد سراقہ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ صرف ایک دو نیزے کا فرق رہ گیا۔ حضرت صدیق اکبر نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ حملہ آور بالکل قریب آگیا ہے یہ کہکے آپ زار زار رونے لگے۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد کیا میرے صدیق تم کیوں روتے ہو۔ حضرت صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ حضور کے لئے رو رہا ہوں آپ نے فرمایا رونے کی کچھ بات نہیں ہے اسے اپنی پڑ جائے گی اور یہ ہماری بھول جائے گا۔ ادھر یہ لفظ حضور انور کی زبان مبارک سے نکلے اور ادھر سراقہ کے گھوڑے کے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے ہر چند سراقہ نے ٹھوکریں ماریں اور بہتیری کوشش کی لیکن گھوڑے نے جنبش نہ کھائی۔ آخر سخت مایوس اور پریشان ہوکے سراقہ نے غل مچایا کہ جو کچھ مجھ پر مصیبت آئی ہے یہ صرف یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر حملہ کرنے کی وجہ سے آئی آپ دعا فرمائیں۔ کہ میں اس مصیبت سے خلاصی پاؤں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو شخص آپ کے تعاقب میں آرہا ہوگا اسے میں واپس کردوں گا اور میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ میرے جتنے اونٹ اور جتنی بکریاں آپ کو راستے میں ملیں آپ ان پر قبضہ کرلیں اس پر حضور انور نے التفات نہ فرمایا پھر سراقہ نے غل مچایا اور کہا مجھ پر اور میرے بے زبان جانور پر رحم کیجے۔ پس میں اپنی سزا کو پہنچ چکا آپ نے اس وقت اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ ارشاد کیا "اللھم ان کان صادقاً فاطلق فرسہ"۔ فوراً گھوڑے کے پیر زمین سے نکل آئے سراقہ کا بیان ہے کہ جب مجھے اس مصیبت سے نجات مل گئی تو جو کچھ میرا مال و متاع تھا میں نے حضور انور کے آگے پیش کیا کہ یہ چیزیں میں رکھتا ہوں اگر حضور قبول فرمالیں گے تو حضور کی خدمت میں پہنچادوں گا۔ حضور انور نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ تو کسی سے ذکر نہ کیجو جو کچھ تجھ پر گزری ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ ایک امان نامہ مجھے لکھ کے دیدیں۔ حضور انور نے عامر بن فہیرہ سے اشارہ کیا کہ اسے امان نامہ لکھ کے دیدے چنانچہ عامر نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے امان نامہ کے چند لفظ لکھ دیئے میں اسے لیکے واپس چلا آیا راستہ میں جو شخص مجھے ملتا تھا میں اس سے کہہ دیتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں میں خود سرگرداں ہوکے آیا ہوں مجھے دور دور آپ کا پتہ نہیں لگا ہر شخص کو میں راستہ ہی میں سے واپس کردیتا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سراقہ حنین کی لڑائی کے بعد اپنے قبیلہ سے نکلکر حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور منزل جعرانہ میں وہی امان نامہ جو حضور انور نے دیا تھا اپنے ہاتھ میں لیکے عرض کیا یارسول اللہ یہ امان نامہ وہی ہے جو مجھے بخشا گیا تھا۔ اس کے بعد سراقہ مسلمان ہوگئے۔ اسکے علاوہ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ راستہ میں حضور انور کو ام معبد نامکہ بنت خالد خزاعی کے خیمہ کے پاس سے گزرے یہ ایک بڑھیا عورت تھی اور اکثر خیمہ میں رہا کرتی تھی اور اس کا دستور تھا کہ آنے جانے والے مسافروں کو کھانا کھلایا کرتی تھی اور جہاں تک اس سے ممکن ہوتا تھا مسافروں کی خاطر داری کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھی جب حضور اس کے خیمہ میں پہنچے تو اس سے کہا کہ تمھارے پاس کچھ خرمے اور گوشت ہے اس نے نہایت افسردہ دلی سے جواب دیا کہ اب کے بارش نہ ہونے سے کچھ ایسا قحط پڑا ہے کہ میں بالکل مفلس ہوگئی اور میرے پاس کچھ نہ رہا اسکے خیمہ کے ایک کونے میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی حضور انور نے اسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ بکری تو موجود ہے کیا تو ہمیں نہیں دیسکتی اس نے جواب دیا کہ یہ بیچاری بکری بہت ہی کمزور ہے اور محض کمزوری کی وجہ سے یہ گلہ کے ساتھ چرنے بھی نہیں جاسکتی۔ پھر حضور نے ارشاد کیا کہ تیرے پاس کچھ دودھ بھی ہے اس عورت نے عرض کیا کہ جب بکری کی یہ کیفیت ہے تو دودھ کہاں سے آیا حضور انور نے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے تو میں اس کا دودھ دوہ لوں اس عورت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ حضور انور اس بکری کے پاس تشریف لیگئے اور اس کے تھنوں سے دودھ دوہنا شروع کیا خدا کی شان سے دودھ پیدا ہوگیا جو حضور نے خود بھی پیا اپنے اصحاب کو بھی پلایا اور اس عورت کو بھی پلایا اور جو کچھ بچ رہا وہ اسکی برتن میں بھر کے رکھ دیا اور پھر آپ اس عورت سے رخصت ہوکے آگے کی طرف روانہ ہوگئے یہ بات اگرچہ موجودہ مذاق کے بموجب ایک تعجب انگیز معلوم ہوگی لیکن درحقیقت اسمیں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ہے جو لوگ روحانیت اور اسکی قوت اور فطرت انسانی کی عظمت کو جانتے ہیں وہ ہرگز ایسی باتوں کے قبول کرنے میں پس وپیش نہیں کرنے کے۔ ایک کمزور بکری کے تھنوں سے دودھ نکال لینا درحقیقت ایک ملکہ نبوت کے مقابلہ میں کوئی بڑی بات نہیں ہے اسکی شہادت بلکہ عینی شہادت ہم خود دیسکتے ہیں کہ ایک شخص نے جسکو مسمریزم کے علم میں کمال مہارت تھی ہمارے سامنے پانی کو دودھ بنا دیا تھا اور سب حاضرین کو پلا دیا تھا۔ اگرچہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مسمریزم کی بنیاد محض قوت تخیل پر ہے جس سے ایسے ایسے افعال کا صدور ہو جاتا ہے تو پھر
ملکہ نبوت یا اعلیٰ درجہ کی قوت روحانی سے اگر ایسے افعال صادر ہو جائیں تو کوئی تعجب کرنا چاہئے
تیسرا واقعہ بریدہ بن الخصیب الاسلمی کا ہے اسکی نسبت یہ بیان ہوا ہے کہ یہ شخص مکہ سے ساٹھ ستر
آدمیوں کو ہمراہ لیکے حضور انور کی تلاش میں نکلا تھا۔ تلاش کرتے کرتے اس نے ایک مقام پر حضور
انور کو جا لیا جب یہ قریب پہنچا تو حضور انور نے دریافت کیا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ میں بریدہ
بن الخصیب ہوں۔ حضور نے اس پر حضرت صدیق اکبر کی طرف خطاب کر کے ارشاد کیا کہ ہمارا
کام بن گیا۔ اس کے بعد حضور انور نے فرمایا کہ تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جواب دیا کہ ام سلمہ
سے حضور نے ارشاد کیا کہ سلمنا یعنی ہم سلامت رہے۔ پھر دریافت کیا کہ تو کس قوم کا ہے۔
جواب دیا کہ بنی سہم میں سے آپ نے فرمایا خرج سہمک حضور انور کی اس جلالت نطق اور حسن
مقال سے بریدہ سخت متعجب ہوا اور عرض کیا آپ کون ہیں حضور نے ارشاد کیا میں محمد بن عبداللہ
خدا کا رسول ہوں۔ یہ سنتے ہی بریدہ کو غیر معمولی جوش آگیا اور آواز سے پکار کے کہا "اشھد
ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" نہ صرف بریدہ پر بلکہ بریدہ کے کل ساتھیوں
پر کچھ ایسی حالت طاری ہو گئی کہ سب زور زور سے کلمہ پڑھنے لگے اور مسلمان ہو گئے پھر بریدہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ آپ کہاں تشریف لیجاتے ہیں آپ نے فرمایا یثرب۔ بریدہ نے عرض کیا کہ
ایک جھنڈا اور جھنڈے بردار حضور کے ساتھ ضرور ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں اس فرض کے انجام
دینے کے لئے تیار ہوں یہ کہتے ہی بریدہ نے اپنا عمامہ کھولا اور اسے نیزہ پر باندھ لیا اور حضرت
مقدس نبوی کے آگے آگے ہو لئے۔

یہ تین واقعے جو ہم نے اوپر ذکر کئے ہیں ان میں سے پہلے دو مستند روایتوں سے ثابت نہیں ہوتے
مگر ہاں تیسرے اخیر واقعہ کی نسبت اکثر مورخوں کا اتفاق ہے مگر ہم نے محض اس خیال سے
کہ ادنے سے ادنے اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ آپ کے حالات زندگی میں نہ رہ جائے کہیں
تفصیل اور کہیں اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے مگر ہاں ہم یہ ضرور کریں گے کہ ہر روایت کی
نسبت تحقیق کر کے اس کا معتبر اور غیر معتبر ہونا لکھ دیں گے۔

حضور انور نے وہ عام راستہ اختیار کیا تھا جو بحر احمر کے ساحل کے قریب شام کی طرف جاتا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تیسرے دن صبح کو ایک چوتھا واقعہ اور پیش آیا جس پر کل مورخوں کا اتفاق ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ دُور سے آپ کو ایک کارواں آتا ہوا معلوم ہوا۔ جب وہ قافلہ نزدیک آیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے دیکھا کہ انکا قرابتی طلحہ اس قافلہ کا سردار ہے جو تجارت کا مال لیکے شام سے آرہے تھے باہم بہت شوق سے ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو مبارکباد دی۔ طلحہ نے اپنا سامان کھولا اور شام کے بنے ہوئے سفید کپڑے حضور انور اور حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے وہ کپڑے بہت خوشی سے قبول کرلئے کیونکہ ایسے شدید اور ماندہ سفر کے لئے وہ کپڑے بہت موزوں تھے۔ ادھر جب طلحہ نے یہ کہا کہ مدینہ کے لوگ بہت شوق سے آپ کے منتظر ہیں تو حضور انور اور حضرت صدیق اکبرؓ بہت خوش ہوئے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ نے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی مدینہ ساتھ چلوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم پہلے مکہ چلے جاؤ اور پھر وہاں سے ہجرت کرکے مدینہ چلے آنا تاکہ مہاجر کا معزز لقب تمھیں حاصل ہو جائے۔

اس ملاقات کے بعد حضور انور آگے کی طرف روانہ ہوئے پہاڑیوں کو طے کرتے ہوئے گڑھوں اور غاروں کو پھلانگتے ہوئے حضور انور جب مدینہ سے دو دن کے راستہ پر پہنچے تو آپ کا اونٹ بالکل بیکار ہوگیا قبیلہ اسلم کے ایک سردار نے آپ کی خدمت میں ایک تازہ دم اونٹ پیش کیا آپ اس پر سوار ہوکے آگے روانہ ہوئے۔ گرمی کی انتہا درجہ شدت تھی کیونکہ آفتاب بالکل نصف النہار پر آگیا تھا۔ لوئیں اور بادِ صرصر کے طوفان غضب برپا کر رہے تھے اور جب وہ ایک پہاڑ پر سے نیچے اترے تو برہنہ چٹانوں پر سے ایک ایسا طوفان اٹھا جس نے بالکل گرد آباد کر دیا کئی گھنٹے تک آپ اس طوفان میں سخت پریشان رہے۔ طوفان سے نکلنے کے بعد مضافاتِ مدینہ سامنے نظر آنے لگے۔ سبز باغ اور خوشنما پودے اور خرمے کے بار آور درخت آنکھوں میں تازگی پیدا کرنے لگے۔ حضور انور اور حضرت صدیق اکبر اس خوشنما نظارہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ یہ نظارہ ایک ایسے مسافر کے لئے جو بادِ صرصر کے طوفان برہنہ اور پتھریلے چٹانوں اور چٹیل میدانوں سے آیا ہو بہت ہی جاں فزا ہو سکتا ہے۔ نجد کا وسیع میدان جانب جنوب پھیلا ہوا نظر آیا ادھر جانبِ شرق تاریک پہاڑیوں کی نیچی نیچی قطار معلوم ہوئی۔ جانبِ شمال تین یا چار میل کے فاصلہ پر اُحد کی گھاٹی دکھائی دی جس کو ایک بہت بڑا وسطی پہاڑی سلسلہ کہنا چاہیئے اور شہر کے بہت ہی قریب جنوب مشرق کی طرف بہتا ہوا پانی نظر آیا جس نے ساری تکان اور پریشانی کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دور کر دیا۔ اور جوں جوں جانب جنوب بڑھتے گئے نخلستان کا جھنڈ نظر آتا گیا اس کے علاوہ وہ ہرے بھرے کھیت اور ان میں یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے مکانات ایسے بھلے معلوم ہوئے کہ دل کو تازگی سی ہو گئی۔ حضور انور کے دل میں سب سے پہلا خیال یہ آیا تھا کہ میں اس مقام کو دیکھوں جہاں میں صغیر سنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ میں آیا اور وہاں ٹھیرا تھا اور پھر آپ کو یہ بھی خیال تھا کہ دیکھئے مدینہ کے لوگ کلام خدا کے سننے کے شائق ہیں یا نہیں اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں آیا ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ دین خدا کی پوری حمایت کر سکیں گے۔

دوسرا باب

حضور انور کا نزول اجلال یثرب میں

جب سے اہل یثرب نے یہ خبر سنی تھی کہ حضور انور نے مکہ چھوڑ دیا ہے اور مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی ہے تو وہ روزمرہ مدینہ سے نکل کے مکہ کی سڑک پر ایک میل کی دوری پر بیٹھ جاتے تھے اور بڑے بڑے پتھروں کے سایہ میں ٹھیر کے حضور انور کے تشریف لانے کا انتظار کرتے تھے اور جب آفتاب زیادہ چڑھ جاتا تھا اور گرمی کی شدت ہونے لگتی تھی تو بادل ناخواستہ اپنے گھروں کو واپس چلے آتے تھے۔ ایک دن وہ حسب معمول مدینہ سے نکل کے مکہ کی سڑک کی طرف جا کے بیٹھ گئے سامنے بلند ٹیلہ پر ایک یہودی کھڑا ہوا تھا۔ ناگاہ اس کی نظر حضور انور اور آپ کے اصحاب پر پڑ گئی اس نے زور سے غل مچایا کہ اے جماعت جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ قریب آ گیا ہے۔ جب مسلمانوں کو خیر الانام کے آنے کی خبر ہوئی اپنے ہتیار اٹھا کے استقبال کے لئے دوڑے اور پہاڑ کی چوٹی پر حضور انور کا استقبال کیا ایک روایت میں آیا ہے کہ سب لوگ دف بجاتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔

"طلع البدر علینا من بنیات الوداع وجب الشکر علینا
ما دا عی اللہ الداع وایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع"

اور بچے اور لونڈی غلام بھی ان کے ساتھ دف بجاتے تھے اور کہتے تھے اللہ اکبر محمد رسول اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آگئے اور جب قبیلہ عمرو بن عوف نجاری کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگوں کا غول کا غول یہہ گانے لگا تھا۔ نحن جواری من بنی النجاری۔ ومن جند محمد ومن جار۔ حضور انور اُن کے جواب میں یہ فرماتے جاتے تھے کہ خدا جانتا ہے میں تمھارا دوست ہوں۔ غرض حضور کی تشریف آوری سے بچّے بڑے بوڑھے سب کے سب اس قدر خوش ہوئے کہ بیان نہیں کیا جاتا کل مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور دوشنبہ کے روز ۱۲ ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ میں داخل ہوئے تھے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کی کونسی تاریخ تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل یثرب نے باہم یہ مشورہ کیا کہ کونسا مقام حضور کے فروکش ہونے کے لئے موزوں ہوگا کوئی کچھ مقام تجویز کرتا تھا اور کوئی کچھ اس پر حضور نے فرمایا کہ آج رات تو میں بنی النجار میں رہوں گا کیونکہ میرے دادا کے اس قبیلہ کے لوگ ماموں ہیں۔ اس لئے ہاشم بن عبد مناف کی شادی اس قبیلہ کی ایک خاتون سے ہوئی تھی جسکا نام سلمی تھا اور اسی سے عبد المطلب پیدا ہوئے تھے۔ غرض حضور انور نے بعض انصار کو اپنی قدم بوسی کا شرف عنایت فرما کے قوم بنی عمرو بن عوف کی طرف رُخ کیا اور کلثوم ابن الہدیٰ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ یہ شخص عرب کے رئیسوں میں تھا اور مسلمان ہوگیا تھا۔ مگر بعض مورخوں کا بیان ہے کہ پہلے آپ نے کچھ دیر ابو سعد بن خثیمہ کے مکان میں قیام فرمایا تھا اور بعضے متاخرین نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ روایتوں کے اس اختلاف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل قیام تو آپ کا ابن کلثوم بن الہدیٰ کے مکان میں ہوا تھا مگر جب لوگوں کا کثرت سے ہجوم ہونے لگا اور آنا جانا زیادہ ہوا تو حضور انور نے عام جلسہ کے لئے ابو سعد بن خثیمہ کا مکان تجویز کیا تھا کیونکہ یہ مجرد تھے اور اُن کی شادی نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کے گھر میں زنانہ نہ تھا بلکہ وہ گھر سارا مردانہ بن رہا تھا اور یہ مکان محلہ قبا میں تعمیر تھا اسی محلّہ میں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جس کا نام مسجد قبا رکھا گیا یہی وہ مسجد ہے جسکی نسبت خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "لمسجد اسس بنیانہ علی التقوی" الآیہ غرض سب سے پہلی مسجد یہی مسجد قبا ہے جس میں اوّل اوّل نماز پڑھی گئی۔ کہتے ہیں کہ تین دن کے بعد حضرت علی بن ابی طالب بھی محلہ قبا میں حضور انور کے ساتھ آکے مل گئے تھے اور آپ مکہ سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ تک پا پیادہ آئے تھے اور آپ کے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ آپ چار روز تک قبا کے محلہ میں رہ کے پھر مدینہ تشریف لیگئے تھے لیکن بعض مورخوں کا یہہ بیان ہے کہ چودہ یا پندرہ روز کے بعد آپ نے مدینہ کا رُخ کیا تھا اور بعض بیس روز بتاتے ہیں اور ان کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن آپ تن تنہا قبا سے مدینہ تشریف لیگئے تھے۔ یہ مقام جہاں قبا واقع تھا بلندیٔ مدینہ کہلاتا تھا۔ اس بلندیٔ مدینہ پر تین قبائل آباد تھے ایک قبیلہ خیثمہ اور دوسرا یہودیوں کا قبیلہ قریظہ اور نضیر معہ اور چھوٹے چھوٹے قبایل کے آباد تھے۔

(کاتب الواقدی صفحات ۱۰۱۔ اور ۲۸۲)

روایت ہے کہ جب حضور انور مدینہ کے قریب پہنچے ہیں اور لوگوں نے آپکو دیکھا ہی تو پہلے وہ یہ نہ پہچان سکے کہ ان دونوں میں رسولِ خدا کونسے ہیں مگر جب آفتاب کی کرنیں آپ پر چمکیں تو حضرت صدیق اکبر نے آپ کو ایک سایہ کی جگہ میں کر دیا اس وقت لوگوں نے رسولِ خدا کو پہچانا اس لئے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا۔

کاتب الواقدی اپنی تاریخ کے صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو لوگ پہلے سے پہچانتے تھے کیونکہ آپ تجارت کی غرض سے کئی بار شام میں جا چکے تھے۔ غرض مکہ سے مدینہ کا سفر جو معمولی طور پر گیارہ روز میں طے ہوتا ہے حضور انور نے آٹھ روز میں طے کیا اور آپ سنہ ۱ھ مطابق ۲۸ رجون سنہ ۶۲۲ء میں مدینہ میں داخل ہوئے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق دوسرے مقام میں فروکش ہوئے تھے۔ غرض آپنے بروز جمعہ خواہ دس دن یا آٹھ روز یا پندرہ روز یا بیس روز قبا میں قیام فرما کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے مکان میں قیام فرما کے نماز جمعہ ادا کی اور ایک خطبہ پڑھا اور خطبہ میں آپنے یہ بیان فرمایا۔

حمد ہے اُس خالق ارض و سما کی جو تمام کائنات کا مالک ہے۔ میں اُسی سے مدد چاہتا ہوں اور اُسی کی آمرزش طلب کرتا ہوں اور اُسی پر میرا ایمان ہے۔ میں اُس کا دشمن ہوں جو ناسپاس ہے اور شکرِ نعمت نہیں کرتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور سب سے بے نیاز ہے اور میں اُس کا رسول ہوں اُس نے مجھے روشنائی بخشی اور مجھے اپنا کلام دیا۔ کیوں کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

انبیا کو گزرے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا لوگوں میں عقل کم ہو گئی اور گمراہی پھیل گئی۔ قیامت قریب آگئی ہے جو شخص خدا و رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہی راہِ راست پر سمجھا جائے گا اور جو اُن کی نافرمانی کرے گا وہی گمراہ ہوگا۔ پس میں تمھیں خدا پرستی کی وصیت کرتا ہوں جو بہتر مسلمانی میں کوئی اور چیز نہیں ہے ہر ایک کو چاہیئے کہ سلامتی جان اور فیروزی مال کا جویاں رہے۔ تمھیں نیکی کرنی چاہیئے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے تم اپنے خالق کے اعدا کو اپنا دشمن سمجھو اور جو راستہ اُس نے بتایا ہے اُسی پر قدم رکھو کہ اُس نے تمھیں اپنے کام کے لئے چُن لیا ہے اور تمھیں مسلمان بنایا ہے۔ قوت وہی قوت ہے جو خداوند تعالےٰ نے تمھیں بخشی ہے اسکو ہر وقت یاد رکھو اور سمجھ لو کہ دنیا اور آخرت کی خیر اسی میں ہے اور ایسا کام اختیار کرو کہ تمھیں میرے بعد نفع دے اور خدائے تعالیٰ کی توفیق طلب کرو اور جان لو کہ توفیق اسی سے ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ قبا سے یثرب میں تشریف لائے تو اشراف اور رؤساء قبائل نے حضور انور کی اُونٹ کی نکیل پکڑ لی اور ہر ایک سردار نے علیحدہ علیحدہ استدعا کی کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں حضور نے فرمایا کہ تم میرے اُونٹ کی نکیل چھوڑ دو جہاں اسے حکم ہوگا وہ خود چلا جائے گا۔ چنانچہ سب نے نکیل چھوڑ دی وہ اُونٹ اس مقام پر پہنچا جہاں آج کے دن مسجد بنی ہوئی ہے اور خود بخود وہاں جا کے بیٹھ گیا وہ جگہ دو یتیموں کے قبضہ میں تھی ایک کا نام سہل تھا اور دوسرے کا نام سہیل تھا اور یہ دونوں یتیم بچے اسعد بن زرارہ کی سرپرستی میں پرورش پاتے تھے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہماری تو یہی منزل ہے مگر چند انصار نے یک زبان ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے مکان میں کیوں نہیں تشریف لے چلتے۔ اس واقعہ پر سر ولیم میور نے عجیب بے تکی ہانکی ہے اُن کا بیان ہے کہ رسول خدا نے اس لئے کسی کے مکان میں قیام کرنا بہتر نہیں سمجھا تاکہ اُنکا قیام بھی آسمانی حکم سے معلوم ہو۔ اُونٹ کا ایک جگہ ٹھیرنا اسی لئے مسلمانوں کو جتایا کہ وہ یہ سمجھ جائیں کہ آسمانی مرضی پر یہ بات ہوئی ہے اس قسم کے شبہات سر ولیم جیسے محقق مورخ کے شایاں نہیں ہے کیونکہ اگر اسیطرح کے ہر نبی کے ہر قول و فعل پر نکتہ چینی کیجائیگی تو سب سے زیادہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات مورد طعن و تشنیع بن جائے گی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غرض تھوڑی دیر اونٹ وہاں بیٹھ کے پھر آگے بڑھا اور دو تین قدم آگے چلکے پھر وہ بزانو بیٹھ گیا۔ اس پر ابو ایوب انصاری نے حضور انور ختمی پناہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جگہ سے ہماری منزل بہت ہی قریب ہے اگر حضور اجازت دیں تو میں حضور کو اپنے گھر کی طرف لیجاؤں۔ حضور انور نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی اور پھر ابو ایوب اس مبارک خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی اثنا میں انصار میں سے بعض آدمیوں نے یہ درخواست کی کہ اب حضور کا قیام تو ابو ایوب کے مکان میں پایا ہی اگر حضور انور صرف اتنا کریں کہ چلتے ہوئے صرف تھوڑی دیر ہمارے غریب خانہ میں قیام فرمائیں تو ہم پر بڑا احسان کریں۔ حضور انور نے اس پر ارشاد کیا "المرء مع رحلہ"۔

روایت ہے کہ آپ سات مہینے تک ابو ایوب انصاری کے گھر میں مہمان رہے اسی عرصہ میں حضور انور نے اس زمین کو جہاں اونٹنی بیٹھ گئی تھی یتیموں سے خرید لیا چونکہ وہ زمین ناہموار تھی آپ نے حکم دیا کہ اس کو ہموار بنا دیا جائے۔ اس کے بعد ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ مسجد بننی شروع ہوئی۔ منجملہ انصار اور مہاجرین کے خود بھی اینٹیں اور گارا بھر بھر کے ٹوکریوں میں لاتے تھے۔ اور یہ فرماتے جاتے تھے "اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ فارحم الانصار والمھاجرۃ"۔

حضور انور ابو ایوب کے مکان کے نیچے کے حصہ میں قیام پذیر تھے بالا خانہ پر ابو ایوب کے بال بچے رہتے تھے۔ ابو ایوب نے ہر چند عرض کیا کہ حضور بالا خانہ پر تشریف رکھیں لیکن حضور نے نہ مانا۔ اور حضور نے مکان کا نیچے ہی کا حصہ پسند فرمایا یہاں لوگ کثرت سے آنے لگے اور مسلمانوں کے ہر گھر سے حضور انور کے لئے گوشت۔ مکھن۔ روٹی اور دودھ بکثرت آنے لگا اور جب تک حضور انور ابو ایوب کے مکان میں قیام پذیر رہے یہ مہمانداری روز بروز بڑھتی گئی۔

جس زمین کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں جو حضور انور نے یتیموں سے خریدی اور وہاں مسجد بنائی۔ اسکی جغرافیائی حالت یہ ہے۔ یہ زمین گویا بالکل ایک بے وارثی حالت میں پڑی ہوئی تھی اس کے ایک طرف تو کھجور کے درخت لگے ہوئے تھے اور دوسری جانب جنگلی پودے۔ یہاں کبھی تو مردے دفن ہوتے تھے یا اونٹ باندھ دیئے جاتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ دو یتیم بچے اسعد کی سرپرستی میں اس کے مالک تھے۔ اسعد نے حضور انور کے نزول اجلال سے پہلے یہاں ایک چھوٹا سا عبادت خانہ بنا رکھا تھا جہاں وہ وقتاً فوقتاً آکے اُن کھلی ہوئی دیواروں کے نیچے عبادت کیا کرتے تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور نے ان یتیم بچوں کو اپنے پاس بلایا اور اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ تم اپنی یہ زمین میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو انھوں نے نہایت ادب سے نیچی نگاہیں کر کے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ ہم اس کی قیمت نہیں لیتے بلکہ بلا قیمت اسے حضور انور کی خدمت میں نذر گزرانتے ہیں۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ ہم بلا قیمت نہیں لینے کے۔ چنانچہ اس کی قیمت دس دینار ٹھیرے جس پر حضور انور کے حکم سے حضرت صدیق اکبر نے یتیموں کو دس دینار دیدیئے۔

جو مسجد یہاں تعمیر کی گئی اس کے علاوہ دو چھوٹے چھوٹے مکان مسجد کے متصل اور بھی بنائے گئے ایک حضرت بی بی سودا کے لئے اور ایک حضرت بی بی عائشہ کے لئے۔ تمام جھاڑیاں اور کھجور کے بیکار درخت کاٹ ڈالے گئے۔

جس زمانہ میں حضور انور ابو ایوب کے مکان میں قیام پذیر تھے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو ایک اور غلام کے ساتھ مکہ روانہ کیا تاکہ وہ حضور کی بیوی اور بچوں کو لے آئیں۔ دو اونٹ اور پانسو دینار حضور انور نے زید کو دیئے۔ جب زید مکہ میں پہنچے تو ان کی بہت سخت مخالفت کی گئی تو بھی وہ اپنے ارادہ پر قائم رہے اور بالآخر حضرت بی بی سودا آپ کی محترم بیوی اور آپ کی صاحبزادیوں ام کلثوم اور بی بی فاطمہ کو ساتھ لیکے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ام کلثوم ابو لہب کے خاندان میں بیاہی ہوئی تھیں مگر ایک عرصے سے وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو کے اپنے باپ کے گھر میں رہتی تھیں۔ زینب دوسری صاحبزادی اپنے خاوند کے ساتھ مکہ میں قیام پذیر تھیں ان کے خاوند کا نام ابو العاص تھا۔ اور بی بی رقیہ اپنے خاوند حضرت عثمان کے ساتھ مدینہ ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ زید چلتے وقت اپنی ام ایمن اور اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے آئے۔

حضرت زید کے ساتھ حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی حضرت بی بی عائشہ مع حضرت صدیق کی محترم بیوی کے اور کل خاندانی مستورات کے مدینہ روانہ ہو گئیں۔ ان خاتونوں کے ہمراہ حضرت ابو بکر کے صاحبزادے عبد اللہ چلے آئے تھے۔

حضرت صدیق اکبر کے بال بچے مدینہ پہنچ کے منزل ابو ایوب کے قریب ہی مقام میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت بی بی سودا حضور انور اپنے شوہر کے ساتھ ابو ایوب کے مکان میں رہیں۔ یہ وہی بی بی ہیں جو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنے پہلے خاوند کے ہمراہ مکہ سے حبش ہجرت فرما گئی تھیں اور بہ نسبت اور خواتین کے یہ اسلام سے ایک فدائیانہ عشق رکھتی تھیں۔ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد آپ صرف ایک ہی بی بی تین چار سال تک حضور انور کی رہیں۔

مدینہ کا موسم مکہ کی نسبت بہت مختلف تھا۔ گرمیاں اس شدت کی پڑتی تھیں کہ الامان والحفیظ اور لطف یہ ہے کہ شب کو خوب خنکی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح جاڑا بہت شدید پڑتا تھا اور گاہ بگاہ بارش بھی ہوا کرتی تھی اور جاڑے میں مینھ برسنے کے بعد جب کھلتا تھا اور ہوا چلتی تھی تو برفستان کا مزا آنے لگتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ مدینہ کے قرب وجوار میں اکثر بارش ہوتی رہتی تھی جس سے ہر طرف ایک سیرابی نظر آتی تھی۔

مدینہ میں کوئی باقاعدہ نالہ یا ندی نہیں تھی جب بارش زور سے ہوتی تھی تو پانی ایک بڑی جھیل کی صورت شہر کے وسط کھلے میدان میں جنوبی حصہ کی طرف بہنے لگتا تھا۔ اور اس پانی سے مدینہ کے قرب وجوار میں دلدل پیدا ہو جاتی تھی جس کی سیرابی سے چارہ گھاس تو بکثرت پیدا ہوتا تھا مگر خاص موسم میں بخار بہت پھیل جاتا تھا اور اس بخار کا خاصہ یہ تھا کہ اخیر میں ہاتھ موند پر ورم آجاتی تھی اور بعض اوقات یہ ورم مہلک ثابت ہوتی تھی۔ غرض موسم صحت کے لئے اچھا نہ تھا۔

مہاجرین چونکہ مکہ کی خشک ہوا اور خشک زمین کے پروردش پائے ہوئے تھے انہیں مدینہ کی سخت گرمی۔ برسات کی دلدل اور جاڑے کی شدت سے بہت سخت تکلیف پہنچی۔ حضور انور کو تو بخار نہیں آیا لیکن اور صاحبوں کو بخار آنے لگا۔ حضرت صدیق اکبر اور ان کے سارے بال بچے شدید تپ میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسی گھبراہٹ اور بخار کی شدت میں اکثر مہاجرین یہ پکارنے لگا کہ مکہ کی خشک زمین اور خشک ہوا ہماری زندگی کا باعث ہو گیا ہم پھر مکہ واپس جائیں گے۔ جب حضور انور نے اپنے صحابہ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ بہت متاثر ہوئے اور آپ نے قاضی الحاجات کی عالی بارگاہ میں یہ دعا کی "اے ربّ الافواج اور مختلف موسموں اور مزر و بوم کے مالک تو اپنے مہاجرین کے مدینہ ہی میں مکہ کی سی خشک ہوا پیدا کر دے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور کل مہاجر تندرست ہو گئے۔ جب بخار جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی تو اب حضور انور نے یہ چاہا کہ مہاجر اور انصار میں بھائی چارہ قائم ہو اور سب اخوت کی ایک زنجیر میں بندھ جائیں۔ آپ اپنے اس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عالی ارادہ میں کامیاب ہوئے۔ اور آپ نے ایک جدید اتحاد مکیوں اور مدنیوں میں قائم کر دیا۔ آپ نے اس اتحاد کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے یہ فرمایا کہ تم میں سے دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو اپنے سگے بھائی کے برابر قرار دے لے چنانچہ میں عثمان کو اپنا بھائی بناتا ہوں۔ یہ دیکھتے ہی ہر شخص نے مہاجرین میں سے ایک ایک انصار کو اپنا بھائی نامزد کر لیا اس سے ان دونوں کے مقاصد حیات وابستہ ہو گئے۔ اور ہر ایک اپنے بھائی کے مال و متاع کا مالک بن گیا اور یہ بھی قرار پایا کہ مرنے کے بعد بھی ایک بھائی دوسرے بھائی کے مال کا وارث ہو سکتا ہے۔ یہ ایک بے نظیر کامیابی حضور انور کو ہوئی جو کسی نبی کو آدم علیہ السلام سے لیکے عیسےٰ تک نصیب نہ ہوئی تھی۔ بظاہر تو یہ معمولی بات معلوم ہوگی لیکن غور سے دیکھنے کے بعد کیفیت کھلے گی کہ دو لفظوں نے غیر آدمیوں کو کس طرح دو قالب اور ایک جان کر دیا۔ ان الفاظ میں تو برق سے زیادہ تیزی اور شعلہ سے زیادہ چمک تھی جس نے دو خونوں کو کس طرح مختلف آب و ہوا ہونے پر بھی باہم ملا دیا۔ شان تیری قدرت۔ پینتالیس سے پچاس مہاجروں تک انصار سے یہ اتحاد پیدا ہو گیا۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۴۶۔ ہشامی صفحہ ۱۷۹)

واقدی دوسری روایت میں مہاجرین کی تعداد پچاس اور انصار کی تعداد ایک سو پچاس بیان کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ مہاجر مہاجروں کے بھائی بنے تھے اور انصار انصار کے۔ مگر فاضل ہشامی اس سے انکار کرتا ہے اس نے ان جدید بھائیوں کی ایک طولانی فہرست اسم وار بتائی ہے۔ ڈیڑھ سال تک یہ معاہدہ اخوت قائم رہا مگر فتح بدر کے بعد اس معاہدۂ اخوت میں صرف اتنی ترمیم کر دی گئی کہ وراثت کا ذکر اڑا دیا گیا۔ باقی حقوق تو ایک دوسرے پر بھائی بننے کے قایم رہے لیکن ایک بھائی دوسرے بھائی کے مال کا وارث قرار نہیں دیا گیا۔

حضور انور کی سکونت مدینہ پر سب سے پہلی خواہش یہ ہوئی کہ کسی طرح ایک بڑی مسجد تعمیر ہو جائے چنانچہ چھ ہی مہینے میں یہ آرزو پوری ہوئی اور اس زمانہ کے قابل ایک بڑی مسجد بنائی گئی جو چار منزلی تھی اور جس کے ہر حصہ کی وسعت سو ہاتھ سمجھنی چاہیے۔ تین ہاتھ تک تو بنیاد پتھر سے اٹھائی گئی اور باقی دیوار اینٹوں کی تعمیر کی گئی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کڑیاں کھجور کے درخت کی ڈالی گئیں اور چھت کو کھجوروں کے پتوں اور ٹہنیوں سے پاٹ دیا گیا۔ اور قبلہ جانب شمال مقرر کیا گیا۔ نماز کے وقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شمالی دیوار کی طرف کھڑے ہوتے تھے اور آپ کا رُخ بیت المقدس کی طرف ہوتا تھا۔ جانب جنوب قبلہ کے سامنے مسجد کا دروازہ تھا جہاں سے لوگ مسجد کے اندر آتے تھے۔ جب مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف یعنی جانب جنوب بدل گیا تو قبلہ کا یہ رُخ اس مسجد کا موقوف کر دیا گیا تھا۔ دوسرا دروازہ جانب غرب بنایا گیا تھا اور اس دروازہ کا نام باب الرحم رکھا گیا تھا یہی نام اب تک اس دروازہ کا چلا آتا ہے۔ جانب شرق تیسرا دروازہ خاص حضور انور کے لئے مخصوص تھا اس دروازہ کے جانب جنوب اور مسجد کی مشرقی دیواروں کے قریب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج پاک کے حجرے بنے ہوئے تھے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کا حجرہ بالکل جنوب مشرقی گوشہ میں تھا اور اس حجرے کے پیچھے سے مسجد میں راستہ جاتا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت بی بی سودا کا تھا اور اس کے پرے حضرت بی بی رقیہ اور آپ کے شوہر حضرت عثمان اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے حجرے تھے۔ آخر دنوں میں چونکہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی اس لئے بعد ازاں حسب ضرورت اسی سمت میں برابر حجرے بنتے چلے گئے۔ ہر حجرے میں ایک دروازہ رکھا گیا جس سے حضور انور مسجد میں آ سکتے تھے اور یہ دروازہ خاص آپ ہی کے استعمال کے لئے مخصوص تھا۔ اس دروازہ کا نام باب النساء ہے ابھی تک یہ نام دروازہ کا باقی ہے۔ کہتے ہیں کہ یوں تو ہر دروازہ سے عورتیں مسجد میں داخل ہوتی تھیں مگر اس دروازہ کا نام باب النساء اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس میں سے حضور انور کی ازواج پاک کے حجروں میں جانے کا راستہ تھا۔ جانب شمال زمین بالکل کھلی ہوئی تھی وہاں حضور انور کے غریب صحابہ کے لئے جو بے گھر سے تھے جھونپڑے ڈال دیئے جاتے تھے اور وہ وہاں رہتے تھے۔ وہ شب کو مسجد میں آ کے سوتے تھے۔ ان لوگوں کا نام اہل صفا تھا اُن کی تعداد قبیں بیان کی گئی ہے۔ یہ بہت ہی غریب اور بے بضاعت تھے۔ حضور انور ہمیشہ اپنے کھانے کا کچھ حصہ انھیں بھیجا کرتے تھے اور اسی طرح خوش حال مہاجرین اور انصار بھی انھیں کھانا بھیجا کرتے تھے چند

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رہی اور پھر اہل صفا کا نام ہی نام رہ گیا۔

چند روز کے بعد آپ کے بعض صحابہ نے مسجد کے قریب اپنے لئے مکان بنانے شروع کئے بعض مکانوں میں مسجد میں آنے کے دروازے بھی بنائے گئے جیسا کہ روایت ہے۔ حضور انور نے وصال باری تعالیٰ کے وقت سوائے صدیق اکبر کے سب صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیدیا تھا مسجد کے جانب شمال جو عمارتیں بڑھائی گئیں وہ حضور انور کے وصال کے بعد تعمیر ہوئی تھیں۔ موجودہ پختہ عمارت یعنی حضور انور کا روضہ مبارک اس زمانہ کی نسبت تین یا چار ایکڑ زمین پر بنا ہوا ہے حضور انور کی مسجد اگرچہ موجودہ لحاظ سے ایک بہت ہی معمولی درجہ کی عمارت تھی لیکن اپنی عظمت میں وہ تمام دنیا کے شاہی محلات سے زیادہ سمجھی جاتی تھی اس زمانہ میں حضور انور کی کل ضرورتوں کے لئے بہت کافی تھی۔ مذہبی اور سیاسی کل معاملات یہیں طے ہوتے تھے اور یہیں تمام صحابہ اور تمام سفیر جمع ہوتے تھے یہاں حضور انور اور آپ کے صحابہ اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کرتے تھے۔ سب سے پہلے علی الاعلان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کی گئی تھی۔ یہاں آٹھویں روز یعنی جمعہ کو بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ اور آسمانی احکام سامعین کو سنائے جاتے تھے اسی جگہ سے حضور انور نے اپنے سفیر مشرقی شاہوں اور شہنشاہوں کے پاس بھیجے اور ان کی دعوت اسلام کی۔ یہیں حضور انور نو مسلم قبائل کے سرداروں سے ملا کرتے تھے اور یہیں سے جزیرہ نما کی آخری حدود تک حضور انور کے فرمان پر احکام جاری ہوئے تھے اور یہیں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کے مبارک حجرہ میں آپ مدفون ہوئے۔

مدینہ پہنچنے کے سات مہینے کے بعد حضرت بی بی عائشہ صدیقہ اور حضرت بی بی سودا کے حجرے تیار ہوئے تھے۔ جاڑے کے وسط میں حضور انور ابو ایوب کے مکان سے حضرت بی بی سودا کو لیکے اس نئی عمارت میں چلے آئے تھے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت بی بی عائشہ آپ کی ازواج پاک میں داخل ہو کے یہاں تشریف لے آئی تھیں۔

طبری اپنی کتاب (صفحہ ۲۲۱) میں لکھتا ہے کہ حضرت بی بی عائشہ سے حضور انور نے مدینہ پہنچنے سے آٹھ مہینے کے بعد شادی کی تھی۔ وداع حضرت صدیق اکبر کے گھر سے ہوئی تھی۔

غرض تریپن یا چون برس کی عمر میں حضور انور کی زندگی کا ایک نیا دروازہ کھلا۔ عیسائی معترضین کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بیان ہو کہ حضور انور نے اس زمانہ میں کثرت ازدواجی میں قدم رکھا اس کا جواب ہم اپنی کتاب کے دوسرے حصہ میں لکھ چکے ہیں اور یہ دکھا چکے ہیں حضرت بی بی عائشہؓ اور بی بیوں سے شادی کرنے کے کیا اسباب تھے۔ عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت بی بی عائشہ بہت کم عمر تھیں محض غلط اور لغو ہے کسی آسمانی کتاب کا کوئی قانون اس کی شہادت نہیں دیتا کہ چھوٹی عمر میں شادی کرنا ناجائز ہے آپ اگرچہ کم عمر تھیں۔ لیکن اول درجہ کی قابل۔ روشن ضمیر اور عقلمند تھیں سمجھ میں نہیں آتا کہ فاضل مصنف ویل اور سر ولیم میور نے کیوں اس شادی پر اعتراض کیا ہے اگر وہ حضرت مسیح کا نمونہ پیش کریں کہ انھوں نے ایک بھی شادی نہ کی تھی تو یہ اُن کی بڑی بھاری غلطی ہے۔ انجیل کی شہادت کے بموجب تو ان پر سر منڈاتے ہی اولے پڑے ادھر انھوں نے آسمانی پادشاہت کا وعظ کہنا شروع کیا اور اُدھر اُن کی زندگی کا پُر آشوب زمانہ شروع ہوا اور وہ پُر آشوب زمانہ دو ڈھائی سال کے بعد ختم ہو گیا یعنی یہودیوں نے انھیں پکڑ کے صلیب پر چڑھا دیا اور بیچارے بتیس تینتیس برس کی نوجوان عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اگر وہ ستر اسی تک زندہ رہتے تو اس وقت معلوم ہوتا کہ آیا وہ سابق کی الہامی قوانین کو توڑتے یا نہیں غالباً ہرگز نہ توڑتے کیونکہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ آسمان کا ٹل جانا آسان ہے لیکن توریت کے ایک شوشے کا ملنا ناممکن ہے۔ اگرچہ یہ قول یہودیوں کی خوشامد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ نے اپنی عمر میں توریت نہیں دیکھی تھی صرف حضرت یحییٰ کی وعظوں سے کچھ باتیں یاد کر لی تھیں اور جب وعظ کہنے لگے تو وہی باتیں اُلٹ پلٹ کے یہودیوں کے آگے بیان کر دیں۔

سر ولیم میور فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے دوسری شادی کر کے عیسائیت یا نصرانیت کے اصول کو توڑ ڈالا ہمنے جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے انجیل میں کوئی قول حضرت مسیح کا کثرتِ ازدواجی کی ممانعت کے بارہ میں نہیں دیکھا۔ بنی اسرائیل کے اکثر پیغمبر اس رسم کو جائز سمجھتے تھے اور بہت سے پیغمبروں کا پتہ لگتا ہے جن کی بی بیوں کی تعداد درجنوں سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس کا تو خدا کو علم ہے کہ ان پیغمبروں نے ملک کے رواج کے مطابق یا کسی مصلحت سے اتنی شادیاں کی تھیں مگر حضور انور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نکاح کی ایک خاص مصلحت اور غایت ہوتی تھی آپ کے متعدد نکاحوں سے بڑی بڑی دشمن قبیلے جنمیں خاندانی عداوت چلی آتی تھی آپس میں شیر و شکر ہو گئے تھے غرض اس پر مفصل بحث ہم اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں کر چکے ہیں اور اس مسئلہ کو ایسا صاف کر کے دکھا دیا ہے کہ اس میں زیادہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عیسائیوں کی تو عادت ہے کہ جو اعتراض اول دن سے کیا گیا ہے اگرچہ اس کے جواب صدہا ہو چکے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کئے جاتے ہیں اور جب اُن کا جوش مخالفت اُبھرتا ہے اور ولولہ اُٹھتا ہے تو وہ اسی پرانے اعتراض کو پیش کر دیتے ہیں اور گزشتہ جوابات کو نہیں دیکھتے اور نہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

معترضین اسلام کا کوئی اعتراض ایسا نہیں ہے جس کے صدہا جوابات نہ ہو چکے ہوں مگر عیسائیوں نے اُن جوابات سے عمداً چشم پوشی کی ہے اور مثل کولہو کے بیل کے اپنے مرکز کو نہیں چھوڑتے۔ تو بھی ہر قرن میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں کہ ہر ہر پہلو سے جوابات دیتے اور عیسائیوں کو ساکت کرتے رہتے ہیں۔ فقط۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تیسرا باب

وصال

حضور انور کے مدینہ میں داخل ہونے اور یہاں قیام کرنے سے چند گروہوں میں ایک سمجھوتہ ہو گیا اور سب باطمینان اپنا کام کرنے لگے وہ لوگ جو حضور انور کے ساتھ مکہ سے مدینہ آئے تھے یا جنھوں نے محض آپ کی خاطر پہلے ہی اپنا وطن چھوڑ دیا تھا انھیں مہاجرین کے معزز لقب سے پکارا گیا ان مہاجرین کی تعریف خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی کی ہے۔ یہ مہاجرین حضور انور کے دل دادہ اور سچے عاشق تھے جنھوں نے اپنے عزیز گھر اور اپنا مالوفہ وطن صرف حضور انور کے لئے چھوڑ دیا تھا وہ حضور انور کو نہ صرف روحانی پیشوا یا نجات دہندہ سمجھتے تھے بلکہ اپنا اصلی بادشاہ اور حقیقی آقا جانتے تھے جو لوگ مکہ سے وقتاً فوقتاً مدینہ میں داخل ہوتے گئے اُن کے ساتھ مہاجر کا لقب برابر چسپاں ہوتا گیا مگر جب مشرکوں کی عملداری کا خاتمہ ہو گیا ہجرت کا زمانہ بھی ختم ہو گیا۔

اب اُن لوگوں کو دیکھنا چاہیئے جو مدینہ میں حضور انور پر ایمان لائے اُنھوں نے حضور انور سے ایسا معاہدہ کر لیا اور اپنے معاہدہ پر ایسے قائم رہے گویا کہ بالکل ایک خون ہو گئے۔ انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم پر اگر کوئی حملہ ہوا تو حضور انور کی مدد کریں گے اس عہد پر وہ قائم رہے اور حملہ کے وقت مہاجرین کے ساتھ مل کے خوب مردانگی کی داد دیتے رہے۔ اسی لئے ان کا لقب انصار یا مدد دینے والا رکھا گیا۔ اوس اور خزرج کے دیرینہ تعلقات کو انھوں نے بالکل بھلا دیا اور انھوں نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا کہ حضور انور ہمارے روحانی پیشوا ہیں اور جو قوانین حضور انور کی طرف سے نافذ ہوں اُنہیں کی پابندی ہم پر لازم ہے وہ بالکلیہ حضور انور کی مرضی کے تابع ہو گئے اور دیرینہ قضیوں، جھگڑوں اور دشمنی کو بھلا دیا اگرچہ ابتدا میں بعض اوقات صدیوں کی دشمنی کا رنگ ان میں ظاہر ہوتا رہتا تھا لیکن یہ بات تعجب سے دیکھی جائے گی کہ چند روز میں جا کے وہ قدیمی دشمن کس طرح آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے۔ ٹھیک تعداد انصار کی ہمیں نہیں معلوم لیکن جن لوگوں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سب سے پہلے حضور انور سے بیعت کی ہے اُن کی تعداد پچھتر تھی ممکن ہے کہ یہ پچھتر آدمی ایک بہت بڑے قبیلے کے وکیل ہوں مگر مدینہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی اس بات کی شہادت دیتی تھی کہ خاص ایک قوت جاذبہ ہے کہ جو انجان آدمیوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اول اول تو حضور انور کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی کیونکہ عربوں کے تمدن اور معاشرت کے بموجب ہر قبیلہ اپنی جداگانہ زندگی بسر کرتا تھا اور ایک کو دوسرے سے کچھ سروکار نہ تھا اور نہ ابتدا میں کوئی بات ایسی ہوئی تھی کہ مدینہ کے قبائل نئے مسلمانوں کے دشمن ہو جاتے اور انھیں تکلیفیں دیتے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ حضور انور کے احکام کی فرمانبرداری کرتے تھے اور جو لوگ مسلمان نہیں تھے وہ اپنے کاروبار اور اپنے مذہبی عقائد میں سرگرداں تھے اور اپنے دوسرے بھائی سے یا دوسرے قبیلے سے زیادہ سروکار نہ رکھتے تھے مگر تو بھی ان میں ناراضگی پیدا ہوتی چلی تھی اور عام طور پر مخالفت کی آگ اُن کے دلوں میں لگ چکی تھی کیونکہ عبداللہ ابن اُبی جو قبیلہ خزرج کا سردار تھا اور مدینہ کا بہت بڑا رئیس تھا وہ حضور انور کی روز افزوں ترقی سے چوکنا ہو گیا تھا۔ روزمرہ عبداللہ کے پاس لوگ آ کے حضور انور کے حالات بیان کرتے تھے کہ آج حضور انور نے یہ فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے اور آج اتنے آدمیوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے جتایا جاتا تھا کہ اگر کوئی انتظام نہ ہوا تو سارا مدینہ ایک دن مسلمان ہو جائیگا۔ ہشامی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھتا ہے کہ ایک دن حضور انور نے گھوڑے کو کسوایا اور سعد ابن عبیدہ کی عیادت کے لئے آپ سوار ہو کے روانہ ہوئے اور راستے میں آپ نے دیکھا کہ عبداللہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اپنی قوم کے بہت سے آدمیوں سے باتیں کر رہا ہے جب آپ اُدھر سے گزرے تو آپ کے اخلاق کریمانہ نے یہ بات نامناسب خیال کی کہ اس کے پاس سے گزر جائیں اور اس سے کچھ بات چیت نہ کریں۔ چنانچہ آپ نے گھوڑے کو ٹھہرایا اور اُتر پڑے۔ عبداللہ کے پاس جا کے اُسے سلام کیا اور اس کے قریب بیٹھ گئے اور آپ نے چند آیتیں قرآن مجید کی اس کے آگے پڑھیں اور اُسے مسلمان ہونے کی ترغیب دی جب تک آپ قرآن کی آیتیں پڑھتے رہے عبداللہ نہایت خاموشی سے قرآن مجید کو سنتا رہا جب آپ ختم کر چکے تو اُس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تمہاری یہ باتیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سچی ہوں تو اس سے بہتر پھر اور کیا ہو سکتا ہے مگر آپ کے لئے یہی بہتر ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ کے اس قسم کی باتیں کیا کیجے جو آپ کے پاس آئے اسے قرآن سنایئے اور مسلمان ہونے کی ترغیب دیجئے۔ مگر جو شخص آپ کے پاس نہیں آتا نہ آپ کو بلانے کا کوئی پیغام بھیجتا ہے آپکو مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کے پاس آکے اس کو پریشان کریں۔ اس کو تکلیف دیں اور اس کا وقت ضائع کریں۔ ایک شخص آپ کی باتوں کو ناپسند کرتا ہے پھر آپ کو کیوں اسے ایسی باتیں سنانے ہیں۔ حضور انور یہ دل آزار جملے اور یہ خلاف تہذیب جواب سنکے خاموش اٹھ بیٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کے سعد ابن عبادہ کے پاس آئے جہاں آپ کا تشریف لیجانے کا ارادہ تھا اور عبداللہ کی باتوں کی ساری کیفیت بیان کی۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کوئی بات نہیں ہے جو وہ کہتا ہے اسے کہنے دیجے آپ جب خدا کی طرف سے عالم کی رحمت بنا کے بھیجے گئے ہیں اور صرف ہماری ہدایت کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں تو پھر ایسی باتوں کا خیال کرنا نہ چاہئے۔ آپ تلقین اسلام کئے جایئے چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔

سر ولیم میور صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خفت مٹانے کے لئے ایک یہ الزام نئے مسلمانوں پر یہ رکھا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں چونکہ روزمرہ لوگ بکثرت مسلمان ہو رہے تھے اس لئے قدرتاً ان کا سچا ایمان حضور انور یا اسلام پر نہیں تھا وہ بظاہر تو مسلمان ہو جاتے تھے لیکن دل میں حضور انور سے نفرت کرتے تھے اور جب وہ حضور انور سے علیحدہ ہو جاتے تھے تو آزادی سے اپنے اصلی عقائد کا اظہار کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایک غیر ملک کے شخص پر کیوں ایمان لانے لگے اور ہم کیوں اپنی آزادی اس شخص کے ہاتھ بیچنے لگے۔ ان لوگوں کا نام منافقین رکھا گیا ہے۔ یہ سر ولیم میور اور ان کے ہمخیالوں کا نرا اتہام ہی اتہام ہے کوئی شخص مثل حضرت مسیح کے حواریوں کے مسلمان ہو کے اسلام کی طرف سے مشتبہ کبھی نہیں ہوا یہ صفت تو حضرت مسیح کے حواریوں میں ہی تھی کہ جو محض زبانی حضرت مسیح پر ایمان لائے تھے مگر دل سے ان پر یقین نہ رکھتے تھے۔ روزمرہ مختلف سوال کر کر کے انھیں پریشان کر دیا تھا۔ کبھی کہتے تھے کہ ہمیں یہ معجزہ دکھاؤ۔ کبھی کہتے تھے یہ معجزہ دکھاؤ جب ان لوگوں کے سوالات کی بھرمار ہوئی اور ہر وقت معجزے طلب ہونے لگے تو آخر کار حضرت عیسےٰ نے جل کے یہ کہدیا تھا کہ اس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زمانہ کے حرامکار اور بدکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں اسی طرح سر ولیم میور صاحب نے حضرت مسیح کی یہ کمزوری تقسیم کرنے کے لئے حضور انور پر یہ الزام لگایا ہے کہ بہت سے آدمی جو آپ پر ایمان لائے تھے اُن کا ظاہری ایمان تھا اور دل سے آپ پر ایمان نہیں رکھتے تھے قرآن مجید اور صحیح حدیثیں اس بات کا صاف انکار کرتی ہیں یہ لوگ جو حضور انور کے آگے کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے اور اپنے دوستوں کے مجمع میں آکے اسلام کا انکار اور اپنے عقائد کا اصرار کرتے تھے یہ کیا تو یہودیوں کے مخبر تھے جو مسلمانوں کا اندرونی حال دریافت کرنے آتے تھے یا قوم کے اوباش اور بدمعاش لوگ تھے جو محض مذاق اڑانے کے لئے مسلمانوں میں آکے مل جاتے تھے اور پھر اپنے دوستوں میں جاکے مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے پھرتے تھے ان کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور اُن کی شرارت۔ بے ایمانی۔ بددیانتی اور شیطنت کے متعلق خداوند تعالےٰ نے تہدید آمیز احکام نافذ فرمائے ہیں ایسے لوگوں کو سر ولیم میور کا مسلمان کہنا عامۂ خلایق کو سخت دھوکا دہی اور البتہ فریبی ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان منافقوں کا قرآن مجید میں جو کچھ ذکر آیا ہے اُسے نقل کر دیں تاکہ ناظرین اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ لوگ چند منٹ کے لئے بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انھیں مسلمان سمجھنا خواہ مخواہ ایک غلط واقعہ کی تصدیق کرنا ہے چنانچہ قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جو الٓمٓ کے شروع ہی میں بیان ہوا ہے جس کا صرف ترجمہ کر دینا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ (ترجمہ) اور لوگوں میں سے بعض ایسے (بھی) ہیں جو (فقط زبان ہی سے) کہتے ہیں (کہ ہم اللہ پر اور قیامت پر ایمان لائے حالانکہ (درحقیقت) وہ مومن نہیں ہیں بلکہ اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے دھوکا دیتے ہیں۔ اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنے نفسوں کو اور نہیں سمجھتے۔ اُن کے دلوں میں مرض ہے پھر اللہ نے اُن کا (اور) مرض بڑھا دیا۔ اور اس سبب سے (کہ وہ) جھوٹ بولتے تھے۔ اُن کے لئے تکلیف دہ عذاب ہے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو (تو) کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرتے ہیں۔ خبردار ہو (کہ) بیشک وہی ہیں جو فساد ڈالتے ہیں ولیکن سمجھتے نہیں۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا (کہ اور) لوگ ایمان لائے ہیں (تو) کہتے ہیں کیا ہم (اس طرح) ایمان لائیں جیسا کہ بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ خبردار ہو (کہ) بے شک وہی ہیں (جو) احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔ اور یہ لوگ جب ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں (تو) کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (مسلمانوں سے) مسخراپن کرتے ہیں اللہ ہنسی اڑاتا ہے اُن کی اور مہلت دے رکھی ہے انھیں (کہ) اپنے کفر میں غلطاں و پیچاں رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی سو نہ اُن کی (اس) تجارت نے (اُن کو) نفع دیا اور نہ راہِ (ہدایت) پر رہے۔ اُن کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے (مجمع میں) تیز آگ جلائی۔ پس جب (آگ نے) اس کے آس پاس کی چیزوں کو خوب روشن کر دیا (تو خداوند (تعالیٰ) نے اُن کی روشنی بجھا دی اور انھیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا (اب انھیں کچھ) نہیں سوجھتا۔ (یہی لوگ) بہرے (ہیں کہ حق بات سُن نہیں سکتے) گونگے (ہیں کہ زبان سے کلمہ خیر نکال نہیں سکتے) اندھے (ہیں کہ راہ ہدایت نہیں دیکھ سکتے) کہ وہ (کسی صورت سے بھی اپنی گمراہی اور نفاق سے) نہیں باز آئے۔ یا (اُن کی مثال اُن لوگوں کی سی ہے جن پر) آسمان سے مینھ (برسا کہ) جس میں (طرح طرح کی) تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہے موت کے خوف سے بجلی کی کڑک کے مارے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں دے لیتے ہیں۔ اور اللہ منکروں کو (اس طرح) گھیرے ہوئے ہے (کہ اُس کی گرفت سے ذرا بھی نہیں بچ سکتے) قریب ہے کہ بجلی اُن کی بینائیوں کو اُچک لے جائے۔ جب اُن کے آگے (بجلی) چمکتی تو اُس (کی روشنی) میں ٹھٹک ٹھٹک کے چلنے لگتے اور جب اُن پر اندھیرا چھا جاتا تو کھڑے (کے کھڑے) رہ جاتے اور اگر اللہ چاہے (تو یوں بھی) اُن کی سماعت اور اُن کی بصارت کو سلب کر لے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہشامی اپنی تاریخ صفحہ ۱۰۳ میں ابن اسحٰق کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہودی علماء کو بڑی بھاری دشمنی حضور انور سے صرف اس بنا پر تھی کہ پیغمبر ہم میں سے کیوں نہ پیدا ہوا اور اہلِ عرب میں پیغمبر کا کیوں ظہور ہوا۔ ایسے لوگ زیادہ تر اوس اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے باپ دادا کی طرح سے بُت پرستی پر مائل تھے اور سچے ایمان سے نفرت کرتے تھے وہ سچا ایمان جو اسلام نے تلقین کیا تھا یہ لوگ اسلام کو صدمہ پہنچانے کی طرح طرح کی ترکیبیں کرتے تھے منجملہ اُن کی اور ترکیبوں اور تدبیروں کے یہ بھی تھی کہ وہ بظاہر مسلمان ہو جاتے تھے لیکن دل میں حضور انور کے دشمن تھے اور اُلٹی سیدھی باتیں بنا کے آپکو اور دینِ خدا کو بدنام کرتے تھے۔

مدینہ کے نواح میں یہودیوں کے قبایل زیادہ تر آباد تھے اور ان سب کی بالکل مختلف حالت تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سر ولیم میور صاحب در پردہ حضور انور پر یہ نکتہ چینی کرتے ہیں چونکہ یہودیوں کا زور بہت تھا اس لئے حضور انور خصوصیت سے ان کی طرف رجوع تھے۔ اُن کا سا روزہ رکھتے تھے اور بہت سی رسمیں یہودیوں کی لے لی تھیں یہاں تک کہ یہودیوں کے قبلہ کو اپنا قبلہ بنا لیا تھا اور معہ حضور انور کے آپ کے کل صحابہ اپنی پانچ وقت کی نماز یہودیوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے ادا کرتے تھے۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں یہودیوں سے اختلاف ہوتا ہاں صرف اگر تھی تو یہ بات تھی کہ آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور یہ باتیں کر کے انھیں اپنا بنانا چاہتے تھے اور آپ کا دلی منشا یہ تھا کہ یہودیوں سے کامل اتحاد پیدا ہو جائے۔

مدینہ میں پہنچتے ہی چند روز کے بعد آپ نے ان کے کل طریقے اختیار کر لئے تھے کیونکہ آپ نے باہمی رضامندی کا اُن سے معاہدہ کر لیا تھا اور ان کے مذہب اور ملکیت کے برقرار رکھنے پر مہر کر دی تھی میور صاحب کی میٹھے لفظوں میں یہ نکتہ چینی قابلِ التفات نہیں ہے۔ یہودیوں کا مذہب یا اُن کی کتابیں صرف حضور انور نے آسمانی تسلیم نہیں کیں بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے تو بڑے جوش سے یہ فرمایا تھا کہ زمین و آسمان کا ٹل جانا آسان ہے مگر توریت کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلنے کا ہمارے خیال میں اس سے زیادہ اتحاد قائم کرنے کی ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی جبکہ وہ بعض موقعہ پر صریح طور پر توریت کے احکام کی مخالفت کر چکے تھے مگر پھر بھی یہودیوں کے غلبہ سے مغلوب ہو کے انھوں نے مذکورہ بالا قول یہ فرما دیا تھا تو اب ہمارے مسیحی مورخ کی یہ نکتہ چینی کہ حضور انور نے یہودیوں کو قوی دیکھ کے ان کے کل طریقوں پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا محض غلط اور لغو ہے۔ یہودیوں کا مذہب آسمانی تھا۔ یہودیوں کو جو کتاب ملی تھی آسمانی تھی اور ابھی تک اس کتاب میں جو یہودیوں کے پاس تھی کچھ نہ کچھ آسمانی احکام باقی تھے مثلاً روزے رکھنا قربانی کرنا ختنہ کرنا اور یہ وہ احکام تھے جو سب نبی کے بعد دیگرے ان پر عمل کرتے چلے آئے تھے۔ جو عیب کہ سر ولیم ہمارے ہادی برحق اور آقائے نامدار کے سر تھوپتے ہیں وہی الزام اُن کے خداوند مسیح پر بھی عائد ہوتا ہے۔ حضرت مسیح نے کیوں اقرار کیا تھا کہ آسمان کا ٹل جانا آسان ہے مگر توریت کا ایک شوشہ نہیں ٹلنے کا محض اسی لئے کہ وہ آسمانی کتاب مانتے تھے اسی طرح اگر حضور انور نے بھی ان احکام الٰہی کی پابندی کی جن میں خداوند تعالیٰ نے کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ نہیں کی تو اس سے کون سا الزام عاید

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح نے سر ولیم میور جیسے خواہ مخواہ عیب لگانے والوں کی نسبت کیا اچھا کہا ہے جیسا کہ متی باب سات آیت ایک نہایت پانچ میں لکھا ہوا ہے۔

۱۔ عیب نہ لگاؤ کہ تم پر بھی عیب نہ لگایا جاوے۔ ۲۔ کیونکہ جس طرح تم عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جائے گا اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمھارے واسطے ناپا جائے گا۔ ۳۔ اور کیوں اس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے پر اس کانڑی پر جو تیری آنکھ میں ہے نظر نہیں کرتا۔ ۴۔ یا کیونکر تو اپنے بھائی کو کہتا اس تنکے کو جو تیری آنکھ میں ہے لا نکال دوں اور دیکھ خود تیری آنکھ میں کانڑی ہے۔ ۵۔ اے ریاکار پہلے کانڑی کو اپنی آنکھ سے نکال تب اس تنکے کو اپنے بھائی کی آنکھ سے اچھی طرح دیکھ کے نکال سکے گا۔

ابن اسحاق نے وہ معاہدہ نقل کیا ہے جو حضور انور سے اور یہودیوں سے ہوا تھا جس سے مطلق یہ نہیں پایا جاتا کہ حضور انور یہودیوں کی قوت دیکھ کے آپ ان سے زیادہ متحد ہونا چاہتے تھے غرض وہ معاہدہ یہ ہے جو ہم ذیل میں ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عہدنامہ ہے مسلمان قریشوں اور یثرب کے رہنے والوں کے درمیان اور اس شخص کے درمیان جو جب کبھی اس معاہدہ کی شرطوں کا پابند ہونا چاہے کیوں کہ ایمان کے لحاظ سے یقیناً وہ بہ نسبت اور مخلوق خدا کے خاص لوگ ہیں۔ مہاجرین اپنے مختلف گروہوں کے مطابق اگر ان میں کوئی خون ہو جائے گا تو وہ اس کا خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کو عزت کے ساتھ فدیہ دیکے رہائی دلوائیں گے۔ بنی عوف کے لوگ اپنے ذات اور اقوام کے مطابق اسی طرح اس شرط کے پابند ہوں گے جو شخص سرکش ہوگا یا دشمنی یا جھوٹی خبریں مسلمانوں میں مشہور کرے گا تو ہر شخص کا فرض منصبی ہوگا کہ اس کے خلاف ہو جائے خواہ ان میں سے وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو کوئی مسلمان ایک کافر کے قتل پر قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کافر کی ایک مسلمان کے مقابلہ میں تائید کی جائے گی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہودی کا حق ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو مدد دے پھر انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی اور نہ کسی بیرونی حملہ آور کی ان کے خلاف مدد کی جائے گی کوئی غیر مسلم مکہ کے کسی قریش کو اپنے ہاں پناہ نہیں دینے کا اور نہ اپنے مال سے اسکو مدد دے گا جو شخص ایک مسلمان بلا وجہ قتل کر ڈالیگا اس سے قصاص لیا جائے گا اور کل مسلمان قاتل کے خلاف مثل ایک شخص کے سمجھے جائیں گے۔ خدا کی لعنت اور روزِ انصاف میں خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا جو اس قاتل کو مدد دیگا یا اُسے اپنے ہاں پناہ دے گا۔ اور جب مسلمان کسی قوم سے جنگ کریں گے تو یہودیوں کا فرض ہوگا کہ انھیں مدد دیں اور وہ یہودی جو بنی عوف۔ بنی نضیر اور بنی اوس وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں گویا وہ مسلمانوں کے ساتھ قوم واحد سمجھے جائیں گے۔ اگر یہودیوں میں سے کوئی یہودی اس معاہدہ کے خلاف کوئی کارروائی کرے گا تو نہ صرف اُسے بلکہ اُس کے خاندان کو بھی سزا دی جائے گی۔ کوئی شخص بغیر حضور انور کی اجازت کے باہر نہیں جا سکے گا (مطلب صرف یہ ہے کہ مدینہ سے باہر جاتے وقت اطلاع کر دے کہ میں فلاں مقام پر فلاں کام کے لئے جاتا ہوں) یہودی اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہونگے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔ اگر کسی شخص پر حملہ ہوگا تو دوسرے پر اس کی مدد فرض ہوگی۔ جو لوگ اس معاہدہ کے پابند ہوں گے اُنکے لئے مدینہ ایک پاک مقام اور امن کی جگہ سمجھا جائے گا۔ باہر کے لوگ جو شہر والوں کی حفاظت میں ہوں گے ان سے مثل اُن کے محافظوں کے برتاؤ کیا جائے گا۔ نئے سوالات اور شکوک جن سے امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہوگا وہ سب خدا اور اس کے رسول کے آگے فیصلہ کے لئے پیش ہوں گے۔

جو شخص اس عہدنامہ کی شرطوں میں کچھ ترمیم کرے گا وہ ظالم اور بدکار متصور ہوگا۔ فقط ہشامی نے جو یہ معاہدہ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کامل نہیں ہے کیونکہ خود ہشامی لکھتے ہیں کہ میں نے محض اختصار کے طور پر اسے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ میور صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ ابن اسحٰق نے اصلی تحریری معاہدہ سے نقل نہیں کیا بلکہ یادداشت کے طور پر شرطوں کی ترتیب دی ہے ہم اس بات کو قبول کرتے ہیں مگر صرف اپنے فاضل مسیحی مورخ سے اتفاق کرتے ہیں کہ موجودہ چار انجیلیں کسی دستاویز کی نقل ہیں اگر یہ ایک زمانہ دراز کے بعد صرف یادداشت پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہیں لکھی گئیں تو حضرت مسیح کی مہری انجیل کہاں سے آئی جس سے چار حواریوں نے یہ چار ٹکڑے ترتیب دے لئے۔ ابن اسحٰق نے جب معاہدہ کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے تو مثل اناجیل کے یہودیوں نے اس معاہدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور نہ اس کی کسی شرط کو مصنوعی بتایا تھا۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور انور اور یہودیوں کا یہ عہد نامہ نہایت ایماندلری سے ابن اسحٰق نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اگرچہ یہ معاہدہ حضور انور اور یہودیوں میں ہو گیا تھا مگر یہودیوں کی دشمنی پے در پے بڑھتی گئی جبکہ صاف طور پر اعلان دیا گیا کہ جس طرح یہ لوگ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح حضور انور کی شان اور عظمت کو جانتے ہیں مگر تعصب۔ حسد اور دشمنی سے انکار کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں صاف طور پر بنی اسرائیل کی بدعہدی اور بداعمالی کا ذکر آیا تو ان لوگوں کو اور بھی برا معلوم ہوا اور یہ سمجھے کہ ہمارے باپ دادا کو علانیہ گالیاں دی جاتی ہیں۔ وہ حضور انور کی خدمت میں آتے تھے اور محض پریشان کرنے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کرتے تھے مگر حضور انور نہایت اخلاق سے اُن کے مذاق اور اُن کی عقل کے مطابق ان سوالوں کا جواب دیدیتے تھے مثلاً حضور انور کے پاس چند یہودی آئے اور سوال کیا اے ابوالقاسم ہم آپ سے چار باتیں دریافت کرتے ہیں اگرچہ آپ نے ان کا ٹھیک جواب دیدیا تو جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم اس میں آپ کی تصدیق کریں گے حضور انور نے ارشاد کیا کہ جو کچھ تم پوچھو گے میں بتاؤں گا۔ پہلا سوال یہودیوں نے یہ کیا کہ نطفہ تو باپ کا ہوتا ہے بچے ماں کی ہم شکل کیوں پیدا ہوتے ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تمھیں اس بات کا علم ہے کہ مرد کا نطفہ سفید اور غلیظ ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ سُرخ اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ عورت پر غالب ہو گیا تو بچہ باپ کی شکل ہو گا۔ ورنہ اس کے برعکس سمجھ لو۔ یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر یہودیوں نے یہ سوال کیا کہ توریت کے نزول سے پہلے اسرائیل نے کونسی چیز اپنے پر حرام کر لی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اسرائیل کی رگ بہت زیادہ تر شراب۔ اونٹ کا گوشت اور اونٹ کے دودھ پر تھی جب وہ کھاتے کھاتے بیمار ہو گیا اور پھر اس مرض سے نجات پائی توریت کے نزول سے پہلے یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لیں۔ یہودیوں نے کہا بیشک آپ درست فرماتے ہیں۔ پھر یہودیوں نے سوال کیا کہ آپ اپنے خواب کی کچھ کیفیت بیان کیجئے حضور نے ارشاد کیا کہ تم اس مرد کی صفات کیونکر تحقیق کر سکتے ہو جسکی نسبت تمھارا یہ گمان ہو کہ وہ نبی الامی شخص نہیں ہے میرے خواب کی یہ حالت ہو کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ یہودیوں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہا اچھا پھر انھوں نے دریافت کیا آپ کچھ روح الامین کی خبر ہمیں دیں آپ نے فرمایا کہ روح الامین جبرئیل کو کہتے ہیں۔ یہودیوں نے کہا بیشک یہی شخص ہے جو آپ کے پاس خبریں لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے اگر جبرئیل کا واسطہ بیچ میں نہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی متابعت کرتے اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور خود خداوند تعالیٰ نے یہودیوں کے اس بیہودہ سوال کا جواب دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ [1]

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشری للمومنین۔ من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکئل فان اللہ عدو للکفرین۔ ولقد انزلنا الیک ایٰت بینٰت وما یکفر بھا الا الفاسقون۔

یہودیوں کی طرف سے سوال کرنے والا عبداللہ بن صوریہ تھا اور یہی یہودیوں کا بہت بڑا سرغنہ تھا۔ جب یہودیوں کو یہ جواب دیا گیا تو ان کے تن بدن میں مرچیں لگ گئیں اور عبداللہ بن صوریہ معہ اپنے ساتھیوں کے خفا ہو کے چلا گیا۔ ان یہودیوں میں بعض ایسے بھی لوگ تھے جو حضور انور پر پہلے دل سے ایمان لے آئے تھے اور وہ اخیر تک حضور کے جان و مال سے مدد و معاون رہے۔ چنانچہ ان میں سے سب سے بڑے عبداللہ بن سلام ہیں جن کا پایہ یہودی علما میں سب سے بڑا ہوا تھا۔ ان کے مسلمان ہونے کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک دن وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور انور نے ان کے چہرہ کی طرف دیکھا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص دروغگو نہیں ہے بلکہ اسے حقیقت کے راستہ کی تلاش ہے آپ نے ان کی صورت دیکھ کے یہ فرمایا "افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بالسلام" عبداللہ بن سلام یہ سنتے ہی اپنے گھر واپس چلے گئے اور پھر دوبارہ تخلیہ میں حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تین باتیں آپ سے دریافت کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ان تین باتوں کا جواب

[1] کہدو کہ جو جبرئیل کا دشمن ہو (اسے چاہئے کہ دل ہی دل میں گھٹ کے مر جائے) کیونکہ اس نے قرآن کو خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے حالانکہ (قرآن) جو (کتابیں اس سے) پہلے (نازل ہوئیں) ہیں انکی تصدیق کرتا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو بے شک اللہ بھی (ایسے) کافروں کا دشمن ہے۔ اور (اے محمد) البتہ ہم نے تمہارے پاس (ایسی) روشن آیتیں بھیجی ہیں (کہ جن سے) صاف (معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں) اور سرکشوں کے سوا (کوئی) اس کا انکار نہیں کرتا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سوائے ابنیا اور کوئی نہیں دے سکتا آپ یہ فرمایئے کہ سب سے پہلی قیامت کی علامت کیا ہوگی دوسرے یہ فرمایئے کہ اہل بہشت کا پہلا کھانا کیا ہوگا تیسرے یہ بیان کیجے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض بچے کچھ تو اپنے باپ کے مشابہ ہوتے ہیں اور کچھ ماں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ حضور انور نے ارشاد کیا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ قیامت کی پہلی علامت ایک دھوئیں والی آگ ہوگی کہ خلقت کو مشرق سے مغرب تک لیجائے گی اور اہل بہشت کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا اس مچھلی کا جسکی پیٹھ پر زمین ہے۔ تیسرے سوال کا جواب یہ فرمایا کہ اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر کسی قدر غالب ہو جائے گا یا پورا غلبہ پالیگا تو بچہ اپنے باپ یا باپ کے رشتہ داروں کی شکل پر ہوگا۔ دوسری صورت اس کے خلاف تم خود سمجھ سکتے ہو۔ عبداللہ بن سلام نے اپنی عقل کے موافق جب یہ جوابات سنے تو انھیں تسکین ہو گئی اور وہ فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے۔ پھر انھوں نے حضور کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہودیوں کی قوم ایک نہایت ہی جھوٹی قوم ہے اور کسی کو متہم کر دینا اور کسی پر طوفان اٹھا دینا ان کے آگے کوئی بات نہیں ہے مبادا کل وہ مجھ پر کوئی طوفان اٹھا کے میری نسبت آپ کے دل میں شبہہ پیدا کر دیں اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے اس کے کہ انھیں میرے مسلمان ہونے کی خبر ہو آپ میری غیبت میں میری نسبت ان سے دریافت فرمالیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ حضور انور نے یہ بات قبول کرلی اور عبداللہ بن سلام کو ایک مقام میں پوشیدہ کر کے یہودیوں کو بلایا اول آپنے انھیں خداوند تعالےٰ کے عذاب سے ڈرا کے اسلام کی دعوت دی اور پھر عبداللہ بن سلام کا حال دریافت کیا انھوں نے متفق اللفظ یہ بیان کیا کہ وہ شخص ہم سب میں بہتر ہے۔ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤگے یہودیوں نے کہا حاشا خدا اسے اپنی پناہ میں رکھے اور وہ مسلمان نہ ہو۔ حضور انور نے تین بار یہی فرمایا اور یہودیوں نے تینوں دفعہ اس کا جواب یہی دیا۔ آخر حضور انور نے عبداللہ بن سلام کو آواز دے کے باہر بلالیا عبداللہ بن سلام فوراً چھپی ہوئی جگہ سے باہر نکل آئے اور پکار کے کلمہ طیبہ پڑھا۔ یہ دیکھ کے یہودیوں کے آگ لگ گئی اور کہنے لگے کہ یہ نہایت ہی شریر شخص ہے اور کندہ ناتراش ہے۔ اسی وقت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کہتا نہ تھا کہ یہودی بہت ہی دغاباز اور دوسرے پر بہتان باندھنے میں ید طولےٰ رکھتے ہیں اسی وجہ سے میں ان سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خوف کھاتا تھا۔

کتاب الورے میں لکھا ہوا ہے کہ ہجرت کے پہلے سال بنی قریظہ۔ بنی نضیر۔ بنی قینقاع۔ اور غطفان کے یہودی حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ لوگوں کی کس دین سے دعوت کرتے ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت پر اور میں وہ شخص ہوں جس کا ذکر تمہاری توریت میں آیا ہے اور میں وہ ہوں جسکی خبر تمہارے علمانے یہ دی ہے کہ میں مکہ سے ہجرت کرکے اس موضع میں آکے قیام کروں گا اور تمہارے ایک عالم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں خمر کو کبھی استعمال نہیں کرنے کا اور جو صفتیں اس پیغمبر کی بتائی ہیں وہ سب مجھ میں پائی جاتی ہیں یعنی اونٹ پر بیٹھنا۔ کمل اوڑھنا ایک روٹی کے ٹکڑے پر قناعت کرنا دونوں آنکھوں کے بیچ میں سرخی کا ہونا اور دونوں بازوؤں کے بیچ میں نبوت کا ثبت ہونا اور اسکی تلوار کا کندھے پر رہنا اور اس کا نڈر ہونے ہر شخص کے پاس چلا جانا اور اس کا خندہ اور کشیدہ ہونا اور اس کا پیغام اس جگہ پہنچنا جہاں اونٹ اور گھوڑا نہیں پہنچ سکتا غرض یہ کہ کل صفتیں مجھ میں پائی جاتی ہیں انھوں نے جواب دیا کہ بات تو آپ سچ کہتے ہیں کہ یہ سارے وصف توریت میں موجود ہیں اور نشانیاں بھی ہیں مگر ہمیں تو غصہ اس بات سے ہے کہ نبوت اسحٰق کی اولاد سے اسمٰعیل کی اولاد پر کیوں منتقل ہو گئی یہ وجہ ہے جس سے ہماری تمہاری موافقت نہیں ہو سکتی اس کا جواب خداوند تعالیٰ نے حضور انور کی زبان مبارک سے یوں دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اسمٰعیل کی اولاد کو کیوں برکت دی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ "یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العٰلمین۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منہا عدل ولا شفاعۃ ولا ہم ینصرون۔ واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمٰت فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظلمین۔ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی وعہدنا الی ابراہیم واسمٰعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود"

---

[1] ترجمہ۔ اے اولاد یعقوب ہمارے تم وہ احسانات یاد کرو جو ہمنے تمپر کئے اور (منجملہ انکے) یہ کہ ہمنے تمکو سارے عالم پر فوقیت دی۔ اور اس دن (یعنی قیامت کے عذاب) سے ڈرو کہ ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آئے اور نہ کوئی معاوضہ اس سے قبول کیا جائے اور نہ اسکو کوئی سفارش فائدہ دے اور نہ وہ مدد پہنچائی جائیں گے اور (تو اے محمد نبی اسرائیل کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو اُن کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا پھر انھوں نے انکو پورا کر دیا (پھر اسکے بعد خدا جلنے) کہا کہ بیشک ہم تمکو لوگوں کا پیشوا بنانیوالے ہیں (ابراہیم نے) عرض کیا کہ میری اولاد میں سے (بھی پیشوا بنانا) ارشاد ہوا (کہ) ہماری نبوت (تمہاری اولاد میں سے) ظالموں کو نہ ملیگی۔ اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ کہ) جب ہمنے کعبہ کو لوگوں (یعنی حاجیوں) کے لئے زیارت گاہ اور امن کی جگہ بنایا اور (ہم نے سب کو حکم دیدیا کہ) مقام ابراہیم میں نماز پڑھا کرو۔ اور ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیدیا کہ ہمارے گھر (یعنی کعبہ) کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چوتھا باب

پہلے اور دوسرے سنہ ہجری کے واقعات

نماز کے متعلق پہلے کچھ پابندیاں نہ تھیں اگرچہ مکہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھی جاتی تھی لیکن ہر مسلمان جس جگہ چاہتا تھا نماز پڑھ لیتا تھا جماعت کی پابندی نہ تھی مگر مدینہ میں آکے جماعت کی پابندی ہوگئی جب حضور انور مسجد میں ہوتے تھے تو خود نماز پڑھاتے تھے اور اگر آپ کسی وقت موجود نہ ہوئے تو جماعت کا کوئی بڑا شخص امام بن جاتا تھا۔ مسلمان نہایت ہی جوش اور شوق سے نماز ادا کرتے تھے اور نماز کی اہمیت درجہ تاکید تھی اور یہ بات جتادی گئی تھی کہ جو شخص نماز ادا کرنے سے غفلت کرے گا اس نے گویا عالیشان مذہب اسلام کی توہین کی اگرچہ ہر وقت سب مسلمان مسجد میں آکے ایک ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے مگر جمعہ کے روز دوپہر کے بعد کل مسلمان مسجد نبوی میں جمع ہوتے تھے اور حضور انور کی امامت میں نماز پڑھتے تھے۔ نماز جمعہ سے پہلے حضور انور خطبہ پڑھتے تھے اور اس خطبہ سے اسلام کے اصول کو تقویت دیجاتی تھی۔ ابتداء میں یہودیوں کو بھی اجازت تھی کہ وہ مسجد نبوی میں آکے خطبہ سنیں۔ چند روز تک یہودی مسجد میں آتے اور خطبہ سنتے رہے مگر جب انھوں نے شرارت کی اور خطبہ کے بیچ میں الٹی سیدھی باتیں بکنے لگے تو انھیں مسجد سے خارج کردیا گیا اور ممانعت کردی گئی کہ کوئی یہودی مسجد نبوی میں خطبے یا نماز کے وقت قدم نہ رکھے۔

ابتداء میں نماز بیت المقدس کی طرف مونہ کرکے پڑھی جاتی تھی مگر جب یہودیوں نے مسلمانوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ تمھارے پیغمبر کو جب کوئی قبلہ نہ ملا تو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے لگے اسوقت غیرت حق کو حرکت ہوئی اور خداوند تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ بجائے بیت المقدس کے کعبہ کو قبلہ بنایا جائے مدینہ میں پہنچنے سے سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) مہینے کے بعد ماہ رجب قبلہ کی تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی تبدیلی کے بہت بڑے آرزومند تھے چنانچہ ایک دن آپ نے حضرت جبریل کو مخاطب کرکے یہ فرمایا تھا کہ اے جبرئیل کیا خداوند تعالیٰ کسی دن میرے مونہ کو نماز میں یہودیوں کے قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دے گا اس کا جواب حضرت جبرئیل نے یہ دیا تھا کہ میں تو اس کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں آپ خود اس کی عالی بارگاہ میں عرض معروض کیجے وہ آپ کا مونہ دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیگا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چنانچہ ایک روز آپ مسلمانوں کی جماعت کو نماز پڑھا رہے تھے اور اس وقت آپ کا مونہ یہودیوں کے قبلہ کی طرف تھا کہ یکایک آپ کا رُخ بیت المقدس سے جانب جنوب کعبہ کی طرف پھر گیا اسی وقت کل مسلمانوں نے آپ کی اقتدا کی جب یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے مسلمانوں پر طعنہ زنی کی کہ بُت پرستی کا مادّہ ابھی تک مسلمانوں میں باقی ہے کہ انھوں نے اپنا قبلہ بُت پرستوں کے مندر کو بنایا اس کا ذکر قرآن مجید[۵۱] میں بھی آیا ہے اور یہودیوں کی اس نادانی اور ابلہ فریبی کا بیان کیا گیا ہے اور اُس کے شافی جواب دیئے ہیں۔

---

[۵۱] سیقول السفہآء من الناس ما ولہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا ط قل للہ المشرق والمغرب یہدی من یشآء الی صراط مستقیم ۝ وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ط وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ ط وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی اللہ ط وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ط ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ۝ قد نری تقلب وجہک فی السمآء فلنولینک قبلۃ ترضہا ص فول وجہک شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ ط وان الذین اوتوا الکتب لیعلمون انہ الحق من ربہم وما اللہ بغافل عما یعملون ۝

ترجمہ۔ (اے محمد تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے) عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ (آخر جس قبلہ کی طرف وہ پہلے نماز پڑھتے چلے آتے تھے (یعنی بیت المقدس کی طرف) اُس سے کس چیز نے انہیں (کعبہ کی طرف) پھیر دیا۔ (تم انسے) کہدو (کہ ساری زمین) اللہ ہی کے لئے ہے مشرق (کیا) اور مغرب (کیا) جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے (اور جس طرح تمہیں ہم نے قبلہ کے باب میں ہدایت کی) اسیطرح ہم نے تمہیں معتدل اُمت بنایا تاکہ تم (قیامت کے دن جب) لوگوں کے (انکار کی نوبت آئے اور وہ کہیں کہ ہم پر کوئی نبی نہیں بھیجا گیا) مقابلہ میں گواہ بنو (یعنی شہادت دو کہ بیشک بھیجا گیا) اور تمہاری (صداقت کے) رسول گواہ بنیں۔ اور (اے محمد اصل میں تو قبلہ کعبہ ہی ہے) اور اس سے پہلے تم جسطرف (نماز پڑھتے) تھے اسکے قبلہ بنانے سے بس یہ غرض تھی کہ ہمیں ظاہر ہو جائے (کہ) کون رسول کے تابع رہے گا اور کون (نافرمانی کرکے) اپنے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا۔ اور البتہ یہ (بات) ضرور شاق ہے مگر جنہیں اللہ نے ہدایت کی (اُن پر کچھ شاق نہیں ہے) اور خدا تمہارا ایمان ضائع نہیں کرتا بے شک اللہ (تو) لوگوں پر ضرور شفیق (اور) مہربان ہے۔ تحقیق ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف (بار بار) نگاہ اُٹھا کے دیکھنا۔ (اس شوق میں کہ تحویل قبلہ کی وحی کب آتی ہے) پس البتہ جس قبلہ کو تم پسند کرتے ہو ہم اُسی کا حکم دیدیں گے (اچھا) تو تم (اب نمازوں میں) مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا مونہ کیا کرو۔ اور (اے مسلمانو) تم جہاں کہیں (بھی) ہوا کرو پس (نمازوں میں اسی کیطرف اپنے مونہ کیا کرو۔ اور بے شک اہل کتاب (خوب) جانتے ہیں کہ اُن کے رب کی طرف سے یہی (تحویل قبلہ) حق ہے۔ اور جو کچھ وہ (حق پوشی) کرتے ہیں اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور انور رکوع میں دوسری رکعت پڑھ رہے تھے کہ از خود آپ کا مونہ

ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل ایۃ ما تبعوا قبلتک ۚ وما انت بتابع قبلتہم وما بعضہم
بتابع قبلۃ بعض ۚ ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم ۙ انک اذا لمن الظلمین ۝
الذین اٰتینہم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ۘ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم
یعلمون ۝ الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ۝ ولکل وجھۃ ھو موالیھا فاستبقوا
الخیرات ۭ این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علی کل شیء قدیر ۝ ومن حیث خرجت
فول وجھک شطر المسجد الحرام ۭ وانہ للحق من ربک ۭ وما اللہ بغافل عما تعملون ۝ ومن
حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام ۭ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ
لئلا یکون للناس علیکم حجۃ ۭ الا الذین ظلموا منہم ۔ فلا تخشوھم واخشونی ۚ و
لاتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون ۝ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتنا ویزکیکم و
یعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۝ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۝

ترجمہ - اور (اے محمد) اگر تم اہل کتاب کے سامنے ساری دلیلوں کو پیش کروگے (پھر بھی تو وہ) تمہارے قبلہ کو نہ مانیں گے اور تم بھی انکے قبلہ کو ماننے والے نہیں ہو۔ اور (خود اہل کتاب بھی) ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے۔ اور اگر تم اس علم کے بعد جو تمہیں پہنچا ہے ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کروگے تو ضرور اسوقت تم (بھی) بے انصاف ٹھیروگے۔ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب (توریت) دی ہے (انکے علماء) انہیں (یعنی رسول اللہ کو) ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بیشک کچھ لوگ ان میں دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے ہیں۔ جو تمہارا رب کہے حق وہی ہے پھر ہرگز تم شک کرنے والوں (میں) سے نہ ہو۔ اور ہر کسی کے لئے (ایک علیحدہ) سمت ہے کہ جدہر (نمازوں میں) وہ مونہ کرتا ہے (تم اس اختلاف کا بھی خیال نہ کرو) سو نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ (یہ اختلاف صرف اسی عالم تک ہے نہ آخرت میں تو) جہاں کہیں بھی ہوگے خدا تم سب کو (ایک جگہ پکڑ) بلائیگا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور (اے محمد) تم جہاں کہیں جاؤ تو (نماز میں) اپنا مونہ مسجد حرام (ہی) کی طرف کرنا۔ اور یہ (تحویل قبلہ) بیشک برحق ہے تمہارے رب کے حکم سے (ہے) اور تمہاری کاموں سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ اور تم جہاں کہیں جاؤ تو اپنا مونہ (نماز میں) مسجد حرام (ہی) کی طرف کرنا۔ اور (مسلمانو) جہاں کہیں (بھی) ہوا کرو تو اپنا مونہ (نماز میں) مسجد حرام (ہی) کی طرف کیا کرو تاکہ لوگوں کو تم پر (کسی قسم کی) حجت (باقی) نہ رہے۔ مگر جو ان میں سے (ناحق) ہٹ دھرمی کرتے ہیں۔ سو تم اُن سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اور اسواسطے کہ میں تمہیں اپنی نعمت بھرپور دوں اور شاید تم ہدایت پاؤ۔ (یہ احسان بھی اسی قسم کے ہیں) جیسے ہم نے تم میں تم ہی میں کا ایک رسول بھیجا (جو) ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کے سناتا ہے اور تمہاری اصلاح کرتا ہے اور تمہیں کتاب (یعنی قرآن) اور شریعت سکھاتا ہے اور تمہیں (وہ باتیں) سکھاتا ہے جن کی تمہیں خبر نہ تھی۔ تم تو ہماری یاد میں لگے رہو ہم تمہیں یاد رکھیں گے۔ اور ہمارا احسان مانو اور ہماری ناشکری نہ کرو۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کعبہ کی طرف پھر گیا اور آپ کے ساتھ سب مسلمانوں نے اسی طرح اپنا مونہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اس دن سے اس مسجد کا نام ذوالقبلتین رکھا گیا۔ جب قبلہ کی تحویل ہو چکی تو مخالفین نے ہذیان بکنا شروع کیا۔ بعضوں کا تو بیان تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محض حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو ترک کیا ہے بعض کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے وطن کی یاد آ گئی۔ مشرک کہتے تھے کہ ہماری سمجھ میں کوئی وجہ نہیں آتی۔ غرض اسی قسم کی بکواس کی جاتی تھی جس کا نتیجہ سوائے بیہودگی اور کچھ نہ تھا۔ ہمارے خیال میں اس کا جواب فقط یہ ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالےٰ کا عامہ خلایق پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً اس بات کا اظہار کر دینا تھا کہ اسلام نہ صرف حضرت موسےٰ اور عیسےٰ کی عزت کرتا ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی نظروں میں کل پیغمبروں کے آسمانی عقائد کی وہی وقعت ہے کیونکہ حضور انور یہودیوں سے کہہ چکے تھے کہ جس طرح موسیٰ پر تمہارا ایمان ہے اور تم انھیں پیغمبر سمجھتے ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کا بھی ان پر ایمان ہے اور وہ بھی انہیں پیغمبر سمجھتے ہیں لہذا تم اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اس سے زیادہ صداقت اسلام کی اور نہیں ہو سکتی کہ اس نے نہ صرف عملی طور پر گزشتہ پیغمبروں کی تصدیق کی بلکہ ان پر ایمان لانا اسلام کی نشانی قرار دیدی۔ اسوقت تمام دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کے پیرو دوسرے مذاہب کی پیشواؤں پر ایمان لانا اپنا فرض سمجھیں۔ یہودی حضرت مسیح کے منکر ہیں نصرانی حضرت سلیمان کو بت پرست اور حضرت موسےٰ کو گٹھ کٹ اور رہزن سمجھتے ہیں اسی طرح سے ہندوؤں کے صدہا فریق ہیں کہ وہ اپنے مخالف مذہب پر ایمان لانا تو کجا انکی ذرا بھی عزت نہیں کرتے اسلام کی اس صداقت پر بھی اگر اس پر طعنہ زنی کی جائے اور الٹی سیدھی نکتہ چینیاں کر کے اس کے ماننے والوں کا دل دکھایا جائے تو اس سے زیادہ اخلاق کی کمزوری اور نہیں ہو سکتی۔

لہذا مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا بڑا خلق سکھانے والا نہیں پیدا ہوا۔ فی الحقیقت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول صحیح ہے کہ اگر نبی معصوم کا خلق دیکھا چاہو تو قرآن کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید نے جہاں آخر الزمان نبی کی بزرگی کی شہادت دی ہے وہاں اور انبیاء کی بھی عظمت ظاہر کی ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ختنہ

ختنہ اسلام کے اصول میں داخل نہیں ہے صرف یہ ابراہیمی سنت ہے اسی وجہ سے حضور انور نے ختنہ کا حکم دیا ہے ختنہ کی رسم ہزارہا برس سے چلی آتی تھی خود حضرت مسیح کا ختنہ ہوا تھا مگر عیسائیوں نے اس تکلیف کو گوارا نہیں کیا اور فرضی طور پر یہ بات قرار دیکے کہ دل کا ختنہ کرنا چاہیئے ابراہیمی طریقے سے انحراف کیا۔ مسیحی مورخ سر ولیم میور اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ کہیں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضور انور کا ختنہ ہوا تھا مگر ایک روایت میں لکھا ہوا ہے کہ حضور انور مختون پیدا ہوئے تھے اس لئے آپ کو ختنہ کی ضرورت نہیں پڑی اور اگر اس روایت کو صحیح نہ تسلیم کیا جائے تو یہ بات ہو سکتی ہے کہ حضور انور کی فضیلت حضرت مسیح پر خداوند تعالیٰ نے اس بات میں ظاہر کی ہے یعنی حضرت مسیح کا ختنہ ہوا اور اُن کی امت نے اس ختنہ کو غیر ضروری جانکے چھوڑ دیا اور حضور انور کا ختنہ نہیں ہوا اس پر بھی مسلمانوں نے آپ کے اس حکم کی سرگرمی سے تعمیل کی کہ ختنہ کو بجائے سنت ابراہیمی کے اپنی معاشرت کا ایک بڑا جزو سمجھ لیا۔ تمام دنیا میں جس قدر مسلمان ہیں سب اس پر عمل کر رہے ہیں اور آج تک بھی کسی ایسے مسلمان کی نظیر نہیں ملتی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔ حضرت مسیح نے باوجودیکہ خود اس بات کو گوارا کر لیا تھا کہ اُن کا ختنہ کیا جائے تاکہ اُن کے ماننے والے اپنے پیغمبر کی تقلید کر کے ابراہیمی سنت کو قائم رکھیں مگر ایسا نہیں ہوا اور حضرت مسیح کے اور احکام کی طرح عیسائیوں نے اس حکم کو بھی چھپر پر رکھ دیا یہ جواب ہے سر ولیم میور کے اعتراض کا۔

روزۂ عاشورہ

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں دو تین مہینے کے پہنچنے کے بعد عاشورہ کا روزہ خود بھی رکھا اور اپنے صحابہ کو بھی اس روزہ کے رکھنے کا حکم دیا اس کے متعلق طبری اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۳ میں لکھتا ہے کہ جب یہودیوں نے یہ بیان کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری نقل کر رہے ہیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ یہودیوں سے زیادہ حضرت موسےٰ پر ہمارا حق ہے اس لئے ہم اس خوشی میں یہ روزہ رکھتے ہیں کہ جب حضرت موسےٰ کو فرعون کے ہاتھ سے نجات ملی تھی اور اس کا لشکر بحر احمر میں ڈوب گیا تھا اس خوشی میں یہودی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ میور صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے یہودیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا جب انھیں یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بھی روزہ رکھنے لگے۔ ہمارے خیال میں ہمارے مسیحی مورخ کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا عاشورہ کا روزہ اصول اسلام میں نہیں ہوا اور نہ فرائض میں داخل ہے اور نہ سنت موکدہ ہو یہ حضور انور کی اعلیٰ درجہ کی راستبازی اور نبوت کی سچی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے سابق کے پیغمبروں کو اس قدر عظمت دی کہ ان کی اچھی باتیں سن کے خوش ہوئے اور ایک حد تک انکی تقلید کی حضرت موسےٰ کی بزرگی تسلیم کرنے کا اس سے زیادہ اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے یہ سنتے ہی کہ فلاں دن کا روزہ محض حضرت موسےٰ کی فتحیابی کی خوشی میں یہودی رکھتے ہیں آپ نے خود بھی رکھا اور اپنی امت سے بھی رکھوایا مگر اس کے متعلق کوئی تاکید نہیں ہے کہ یہ ہمیشہ رکھا جائے صرف عام آزادی ہے کہ جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ سر ولیم میور صاحب کا یہ خیال بالکل غلط اور بیجا ہے کہ یہودیوں کو ملانے کے لئے اور تعلیم قلوب کرنے کے لئے آنحضرت نے ان کی ساری رسمیں اختیار کر لیں۔ ہم دریافت کرتے ہیں یہودی وہ رسمیں کیا اپنے گھر سے لائے تھے خداوند تعالیٰ نے انھیں بنائی تھیں حسب حالت زمانہ ان میں کچھ ترمیم و تبدیل کر دی گئی اور وہ مسلمانوں میں جاری ہو گئیں حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی بنا پر کہ شریعت موجود تھی کسی نئی شریعت کے ترتیب دینے کی ضرورت نہ سمجھی یہ سب پیغمبر تو آسمان سے بھیجے گئے تھے ایک ہی ان کی تعلیم تھی ایک ہی طریقہ تھا اور ان سب پیغمبروں کے آسمانی ہونے کے یہ دلیل ہے کہ ایک نے دوسرے کی تردید نہیں کی۔

رمضان المبارک

مدینہ میں پہنچنے سے اٹھارہ مہینے کے بعد رمضان میں روزہ رکھنے کی وحی آپ پر نازل ہوئی اب یہ بات دیکھنے کی ہے کہ یہودیوں کے ہاں بھی روزے تھے اور یہودی بھی حکم الٰہی سمجھ کے روزہ رکھتے تھے مگر یہودیوں کے اور مسلمانوں کے روزہ میں بہت بڑا فرق رکھا گیا ہے۔ حکمت اللہ یہ تھی کہ اول حکم ہوا کہ یہودیوں کے سے روزے مسلمان رکھیں یعنی کامل چوبیس گھنٹے تک روزہ رہے اس کے بعد محض اپنے احسان اور انعام ظاہر کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے روزہ کی سختی کی کمی کر دی یعنی بجائے چوبیس گھنٹے کے بارہ گھنٹے قرار دیئے جس کا قرآن مجید میں[1] صاف ذکر آیا ہے اب یہ بات دیکھنی باقی ہے یہ جو خداوند تعالیٰ نے

---

[1] یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۲ ترجمہ۔ مسلمانو! روزہ رکھنا جیسا اگلوں پر فرض کیا گیا تھا ایسا ہی تم پر بھی فرض کیا گیا ہے تاکہ تم اسکی وجہ سے گناہوں سے بچو۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فرمایا ہی کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر ہم نے روزے فرض کئے تھے اسی طرح تم پر فرض کئے گئے پہلے لوگوں سے

ایاما معدودٰت فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ شھر رمضان الذی انزلہ فیہ القرآن ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون ۝ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ۝ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذلک یبین اللہ اٰیٰتہ للناس لعلھم یتقون ۝

ترجمہ (وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ) گنتی کے چند روز (تک) پس جو کوئی (روزہ کے دنوں میں) تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں تو اور دنوں میں (جتنے قضا ہوئے ہیں) گن کر رکھ لے اور جنھیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (اور نہ رکھیں) تو اسکے بدلہ میں ایک فقیر کو کھانا کھلا دیں۔ پس جو شخص (اپنی خوشی سے) نیکی کرے تو یہ اُسکے لئے (اور بھی) اچھا ہی اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو جان لوگے (کہ تمھارے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہر حال اچھا ہی) رمضان کا مہینہ وہ ہی جس میں قرآن نازل کیا گیا (جو) لوگوں کے لئے رہنما ہی اور (جس میں) ہدایت اور بُرے بھلے کی تمیز کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ تو (مسلمانو!) جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پالے تو چاہئے کہ اسمیں روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں (اس کے برابر) گن کے رکھ لے۔ اللہ تم پر نرمی کرنا چاہتا ہی اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور (شمار کرکے رکھنے کا حکم) اس لئے (دیا ہی) کہ (جتنے قضا ہوئے ہیں اُن کی) تعداد تم پوری کرلو اور (قضا رکھنے کا حکم) اس لئے (دیا کہ) تم اللہ کی (اس) ہدایت پر بزرگی بیان کرو اور (سہولت سے یہ غرض ہی) تاکہ تم اللہ کا (اس پر) احسان مانو اور (ہمیشہ) جب میرے بندے تم سے مجھے دریافت کریں (خدا قریب ہے یا بعید اُن سے کہدو) پس بیشک میں قریب ہوں دعا کرنیوالا جب مجھ سے دعا کرتا ہی تو میں اسکی دعا قبول کرلیتا ہوں تو چاہئے کہ میرا حکم (بھی) مانیں۔ اور چاہئے کہ مجھپر ایمان (بھی) لائیں تاکہ وہ نیک راہ پر آئیں۔ روزوں کی راتوں میں اپنی بی بیوں کی پاس جانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہی وہ تمہارا لباس ہیں تم اُنکے لباس ہو جب اللہ نے جانا کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے (اور چوری چھپے بی بیوں کے پاس چلے جاتے تھے) تو تم پر تخفیف کردی اور تمہاری خطا سے درگزر کی پس اب انکے پاس جاؤ اور جو اللہ نے تمہارے لئے (لوح محفوظ میں) لکھدیا ہی (یعنی اولاد اُسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ (صبح کی) سفید دھاری (رات کی) کالی دھاری سے تمہیں صاف نظر آنے لگے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور جب تم مسجد میں اعتکاف بیٹھو تو اُن سے ہمبستر نہ ہونا یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں پس اُنکے قریب بھی نہ جانا اسیطرح اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہی تاکہ وہ (خدا کی نافرمانی سے) بچیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کیا مراد ہے اور یہ روزے کونسے روزے ہیں آیا رمضان کے یا اس کے علاوہ اس کے متعلق سب سے پہلے ہمیں توریت دیکھنی پڑے گی کہ پہلے نبیوں کی امتوں نے یا خود نبیوں نے کونسے روزے رکھے تھے چنانچہ کتاب خروج کے (جو توریت کی دوسری کتاب ہے) باب ۳۴ درس ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کوہ سینا پر تھے تو چالیس دن اور چالیس رات وہاں رہے' اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔ توریت کی کتاب استثنا باب ۹ درس ۹ و ۱۸ و ۲۵ کی تفسیر (ہنری اسکاٹ) میں نہ روٹی کھانے اور نہ پانی پینے کی نسبت لکھا ہے کہ لوگوں معصیت کی وجہ سے موسیٰ نے دوسری دفعہ چالیس دن کا روزہ رکھا تھا۔ اور بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت موسیٰ نے تین مرتبہ چالیس چالیس دن کا روزہ رکھا ہے۔

کتاب لویان کے (جو توریت کی تیسری کتاب ہے) باب ۱۶ درس ۲۹' اور باب ۲۳ درس ۲۷ و ۲۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودیوں پر ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ کے روزے رکھنے کا حکم تھا' اور اس میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس دن روزہ نہ رکھے گا اپنی قوم سے منقطع ہو جائے گا۔ اور اعمال حواریان باب ۲۷ درس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

انجیل لوقا باب ۱۸ درس ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فریسی ہفتہ میں دو دن روزہ رکھا کرتے تھے' ایک پانچویں دن جبکہ حضرت موسےٰ کوہ سینا پر چڑھتے تھے اور ایک دوسرے دن جبکہ اُترتے تھے۔

کتاب زکریا باب ۸ درس ۱۹ سے پایا جاتا ہے کہ یہودی چوتھے مہینے اور پانچویں مہینے اور دسویں مہینے میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ چوتھے مہینے یعنی تموز میں سترھویں تاریخ کو بیت المقدس کی تباہی کے غم میں جو بخت نصر کے ہاتھ سے ہوئی تھی۔ پانچویں مہینے یعنی آب میں نویں تاریخ کو بیت المقدس کے شہر کے جلنے کے غم میں جسکو نبوزردان شاہ بابل کے افسر نے جلایا تھا۔ ساتویں مہینے یعنی تشری کی دسویں تاریخ کو جدلیاہ کے قتل ہونے کے غم میں جو بمقام مصباہ مارا گیا تھا۔ دسویں مہینے یعنی تبرث کی دسویں تاریخ کو بیت المقدس کے غم میں جس روز کہ بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ شروع کیا تھا۔

کتاب اول ملوک باب ۲۱ درس ۹ و کتاب دوم تواریخ ایام باب ۲۰ درس میں ایک دن کا روزہ ہے جسکو ملکہ ایزبل نے اپنے شوہر احاب کی خاطر سے منادی کرا کے مقرر کرایا تھا۔

کتاب قضاۃ باب ۲۰ درس ۲۶ سے ایک اور روزہ کا مقرر ہونا پایا جاتا ہے جبکہ بنی اسرائیل نے قوم بنیامین سے شکست پائی تھی اور بیت المقدس میں آکر فتح کے لیئے دعا مانگی تھی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کتاب اول شموئیل باب ۳۱ درس ۱۳ سے پایا جاتا ہی کہ شاؤل یعنی طالوت کے مرنے کے غم میں سات روزے مقرر ہوئے تھے، جو اسکی ہڈیوں کے دفن کرنے کے بعد رکھے گئے تھے۔

کتاب یوناہ باب ۳ درس ۵ میں ایک اور روزہ کا مقرر ہونا پایا جاتا ہی۔ جبکہ نینویہ کے ایمان لائے تھے۔

کتاب دانیال باب ۱۰ درس ۲ سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت دانیال نے تین ہفتہ تک روزے رکھے تھے

کتاب اول ملوک باب ۱۹ درس ۸ سے معلوم ہوتا ہی کہ جب حضرت الیاس کوہ حوریب کو گئے تھے تو انھوں نے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے۔

علاوہ ان کے اور روزے بھی مثلاً خدا تعالیٰ کی خفگی دور کرنے کے لئے یا اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے، یا کسی بلا یا مصیبت کو ٹالنے کے لیئے، یا کسی ذاتی یا خاندانی امور کے متعلق جس طرح کہ منت وغیرہ کے ایفا میں ہوتا ہی یہودی روزے رکھا کرتے تھے۔

انجیل متی باب ۴ درس ۱-۱۱ و انجیل لوقا باب ۴ درس ۱-۱۳ سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰ نے بھی جبکہ وہ بیابان میں تھے چالیس دن اور رات روزے رکھے تھے۔

علاوہ اس کے انجیل متی کے باب ۲۷ درس ۲۱ سے جس میں یہ لکھا ہی کہ "بجز نماز اور روزہ کے نہیں جاتا ہی" معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں روزہ بعض امور خاص میں اثر بد کے دفع کرنے کا ایک ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔

انجیل متی باب ۹ درس ۱۴ کے مضمون سے عیسائی خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے روزوں کا رکھنا موقوف کر دیا، مگر اسی کے ساتھ اس میں یہ بھی اشارہ ہی کہ بعد حضرت عیسیٰ کے رکھنے ہوں گے قرآن مجید میں زیادہ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ محض روزہ رکھنے کا حکم ہی جس میں کچھ عدد اور وجوہات ظاہر نہیں کئے گئے انجیل اور توریت کی آیتوں سے تو روزہ رکھنے کے وجوہات پائے جاتے ہیں مگر قرآن مجید نے کوئی وجہ قائم نہیں کی صرف اس قدر بتا دیا کہ جس طرح اگلی امتوں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر بھی فرض کئے گئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ انسان کو بدنی تکلیف دینے کی خداوند تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی اور عام طور پر لوگوں کے دل میں یہ خیال کیونکر پیدا ہو گیا کہ خداوند تعالیٰ انسان کی بدنی تکلیف سے خوش ہوتا ہے ہر قوم میں یہ خیال کم و بیش پایا جاتا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہندوؤں میں تو یہ خیال مبالغہ کی اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ لوگ اپنا ہاتھ اوپر تک خشک کر دیتے ہیں اور فاقے کرتے ہیں اور اپنے کو مصیبت میں رکھتے ہیں ستیاسی جنگلوں میں تنہا پڑے رہتے ہیں اور جب بھوک انتہا درجہ ستاتی ہے تو تھوڑی سی بناس پتی کھا لیتے ہیں اور اسی مصیبت ناک حالت میں اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ نصاریٰ اور یہودیوں میں بھی ایسی ہی سخت ریاضتیں موجود تھیں۔ معترض کا یہ اعتراض ہے کہ انسان کی بے وقوفی ہے کہ وہ اپنے اعضا کو تکلیف دیکے خداوند تعالےٰ کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ اسی قسم کا اعتراض علاوہ دہریوں کے بعض آزاد خیال مسلمانوں نے بھی کیا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ وہ شریعت کے اس راز تک نہیں پہنچے انھوں نے بغیر توجہ اور کافی غور کے بدنی ریاضت کے معاملہ میں مثل ہندوؤں کے اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر بھی الزام لگایا ہے۔ حالانکہ قرآن میں خدا اس بات کو صاف کہہ چکا ہے کہ کسی شخص پر اتنا بوجھ نہیں لادا جاتا کہ وہ اسے نہ اٹھا سکے اور دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ فی الحقیقت ہمارے کسی نیک اور بد فعل کا اثر خداوند تعالےٰ کی ازلی اور ابدی ذات تک نہیں پہنچتا جو سامان کئے گئے ہیں محض ہمارے فائدہ کے لئے ہیں روزہ جو ہم پر فرض کیا گیا ہے محض ہماری روحانی قابلیت کے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے سال بھر میں ایک مہینہ امتحان کا آتا ہے اس میں اپنی آنکھوں اپنے کانوں اور اپنے دل کو قابو میں رکھنے کا سبق ہمیں پڑھایا جاتا ہے۔ جو شخص روزے کے ارکان سے واقف نہیں ہے وہ تو اس روزہ کو مثل یہودیوں اور نصاریٰ کے روزوں کے سمجھے گا کہ صرف کھانا پینا موقوف کیا یا کھایا بھی تو نہایت بدمزا اور روزہ ہو گیا حالانکہ اس روزہ کی نوعیت میں اور اسلام کے روزہ نوعیت میں بہت بڑا فرق ہے اسلام کا روزہ محض کھانا پینا بند کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کا روزہ یہ بتاتا ہے کہ آنکھیں بھی روزہ رکھیں یعنی کسی پر بری نظر نہ ڈالیں۔ کان بھی روزہ رکھیں یعنی کسی کی برائی نہ سنیں۔ زبان بھی روزہ رکھے کہ سوائے حق کے دوسرا کلمہ منہ سے نہ نکالے اگر یہ تین باتیں روزہ دار کو حاصل نہیں ہوتیں تو یقیناً وہ مثل اس بیل کے ہے جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو جو نہ پانی پی سکتا ہو نہ چر سکتا ہو ہمیں اس بدنی ریاضت کا حکم ہوا ہے کہ جس سے ہمارا جسم اور روح قوت اور شادابی حاصل کرے اور ہماری اس ریاضت سے خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچے اگر ہم روزہ نہ رکھیں تو ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ بھوک اور پیاس کا کیا اثر ایک انسان کی طبیعت پر ہوتا ہے اور وہ شخص کتنا قابل رحم ہے جسے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سارے دن نہ پانی پینے کو ملا ہو اور نہ روٹی کھانے کو یہ ذریعہ ہے اپنے بھوکے بھائیوں پر رحم کرنیکا اور پیاسوں کو پانی پلانے کا۔ اس کے علاوہ اپنی روحانی قوت یا ضعف کا اندازہ روزہ سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ ایک روزہ دار اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ میں بارہ گھنٹے تک اپنی نفسانی خواہشوں کو روکنے کے لئے کس درجہ کامیاب ہوا اور مجھے کہاں کہاں لغزشیں ہوئیں اور اگر میں اس پر عمل کئے گیا تو میں کس آسانی سے اپنی نفسانی خواہشوں پر قابو پانے کے لئے قوی بن جاؤں گا اب معترض خیال کر سکتا ہے کہ آیا اس ریاضت سے خود ریاضت کرنے والے کو فائدہ پہنچا یا خدا کو۔ روزہ کی صدہا حکمتیں ہیں جو ہم اپنی سیرۃ الرسول کے کسی جلد کے ایک علیحدہ باب میں بیان کریں گے یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیۃ کے متعلق جس میں روزوں کا حکم ہوا ہے علماء کتنا اختلاف کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے روزوں کی آیتوں کے متعلق ایک مفسر کی رائے یہ ہے

ان چاروں مباحثوں کی نسبت جو میری سمجھ ہے وہ یہ ہے کہ (۱) اُن روزوں سے "جو کتب علیکم الصیام" کی آیت میں ہیں رمضان ہی کے روزے مراد ہیں۔ (۲) "من قبلکم" سے اہل کتاب مراد ہیں۔ (۳) اس آیت میں اس بات سے کہ اہل کتاب پر کوئی روزے فرض تھے یا نہ تھے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ (۴) "کما" کے لفظ سے نہ عدد میں تشبیہ مراد ہے نہ مدت میں اور نہ نفس فرضیت میں بلکہ صرف سبب صیام میں تشبیہ مراد ہے۔ زمانہ نزول وحی میں حضرت موسیٰ نے چالیس دن پہاڑ میں اور حضرت عیسیٰ نے چالیس دن بیابان میں بسر کئے۔ توریت اور انجیل دونوں سے پایا جاتا ہے کہ اُن دنوں میں روزہ دار تھے بعد کو اُن کی اُمت نے اُن کی متابعت کے خیال سے اُن دنوں میں ہر سال روزے رکھنے اختیار کئے آنحضرت صلعم نے ماہ رمضان کو جو نزول وحی کا مہینہ تھا کوہ حرا میں بسر کیا، اور آپ بھی اس زمانہ میں روزہ دار تھے۔ پس خدا نے فرمایا کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے یہ متابعت اپنے نبی کے اس زمانہ میں روزے اختیار کئے تھے اسی طرح تم بھی اختیار کرو۔ پس جو سبب کہ اہل کتاب کے روزے اختیار کرنے کا تھا وہی سبب مسلمانوں پر روزوں کے مقرر ہونے کا ہے اور "کما" کے لفظ سے اُسی سبب صیام میں تشبیہ دی گئی ہے۔

مگر میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ان آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ ہے یہ کہنا کہ پہلی آیت میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جن روزوں کا ذکر ہے وہ روزے رمضان کے سوا تھے اور پھر یہ تسلیم کرنا کہ اس کے بعد کی آیت نے جس میں رمضان کے روزوں کا ذکر ہے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ اس رائے کو تسلیم کر کے کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ رمضان ہی کے روزے ہیں، مگر پچھلی آیت سے جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے میں تھا منسوخ ہو گیا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے۔ پچھلی آیت میں جس کو ناسخ قرار دیا جاتا ہے کوئی اشارہ کسی قسم کا پہلی آیت کے حکم کے منسوخ ہونے کا نہیں ہے، صرف قیاساً یہ بات قرار دی جاتی ہے کہ پہلی آیت کے روزے رمضان کے روزوں سے علیحدہ تھے نہ جنکی نسبت قرآن میں بیان ہے کہ وہ کتنے تھے اور کونسے تھے، اور اس قیاس کے قرار دینے کے بعد کہا جاتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا جس میں کچھ بھی اشارہ منسوخ کرنے کا نہیں ہے۔ حدیث پر جو استدلال کیا گیا ہے اول تو اس کی صحت میں کلام ہے، پھر اس بات میں کلام ہے کہ حدیث اور خصوصاً خبر احاد سے قرآن کا حکم منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یا قیاساً یہ بات قرار دی جاتی ہے کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہے وہ وہی رمضان کے روزے ہیں جن کا پچھلی آیت میں ذکر ہے، اور پھر بغیر کسی اشارہ کے کہا جاتا ہے کہ جو اختیار کہ روزہ رکھنے یا فدیہ دینے میں تھا وہ پچھلی آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اگر قرآن میں اس طرح پر ناسخ و منسوخ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے احکام کا منسوخ ہونا اور قائم رہنا صرف لوگوں کے قیاس پر منحصر رہ جاتا ہے جو کسی طرح تسلیم کے لایق نہیں۔

فدیہ دینے کی آیت میں جو حکم ہے وہ منسوخ نہیں ہوا، اور وہ آیت یہ ہے "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون"۔ اس آیت میں جو لفظ "یطیقونہ" کا ہے اس کی اور بھی قرأتیں ہیں، مثلاً "یطوقونہ" یے کے پیش اور واؤ کے تشدید سے، یا یے کے زبر اور طوے اور واؤ دونوں کی تشدید سے، جس کے معنے کسی کام کے تکلیف اٹھا کر ہونے کے ہیں، مگر جو مشہور قرأت ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ فدیہ کا حکم بھی مسافر اور مریض سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ بعض مریض اور مسافر ایسے ہوتے ہیں جو مطلق روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پہلی قسم کے مسافر اور بیمار کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اور دنوں میں روزہ رکھ لیں،

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور دوسری قسم کے مسافر اور بیمار کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں اور چاہیں فدیہ دیدیں۔ مگر یہ معنی صحیح نہیں ہوسکتے کیونکہ "علی الذین" سے بالتخصیص بیمار اور مسافر مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جو رعایت اول قسم کے بیمار اور مسافر کی ہونی چاہئے تھی وہ دوسری قسم کے بیمار اور مسافر کی ہوتی ہے۔

بعض علماء کا یہ قول ہے (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۶۵۰) کہ "یطیقونہ" کے معنی بھی مشکل اور تکلیف سے کسی کام کے انجام ہونے کے ہیں۔ دو لفظ ہیں ایک "وسع" اور ایک "طاقت"۔ "وسع" اُس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کرنے پر آسانی سے اور بغیر تکلیف کے قادر ہو۔ اور "طاقت" اُس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کرنے پر مشکل اور تکلیف اُٹھا کر قادر ہو۔ اور وہ شاذ قرأتیں جن کا اُوپر ذکر کیا ہے اسی مطلب کی تائید کرتی ہیں پس "یطیقونہ" کے معنی "یستصعبونہ" کے ہوں گے۔ جو لوگ کہ روزہ رکھنے کی نہایت تکلیف اور سختی اُٹھا کر طاقت رکھتے ہیں اُنکو اجازت ہے کہ روزہ رکھنے کے بدلے فدیہ دیدیں۔ پس یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اپنے حکم پر بحال ہے۔

بعض علمائے مفسرین نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں مندرج ہے اس بات کو تسلیم کیا ہے مگر یہ بحث پیش کی ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نہایت تکلیف اور سختی اُٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ وہ لوگ وہ ہیں جو بہت بڈھے ہو گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس اپنے مرنے سے پہلے روزہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کو روزہ رکھنے میں سختی اور دشواری معلوم ہوتی تھی اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ بڈھے آدمی کی کیوں قید لگائی ہے۔ قرآن مجید میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جس سے "الذین" سے صرف بڈھا ہی آدمی مخصوص کیا جائے۔ تمام انسان بڈھے ہوں یا جوان اُن کی حالت باعتبار خلقت اور موسم اور ملک کے مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے جوان آدمی بلحاظ اپنی خلقت کے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو روزہ میں بے انتہا تکلیف اور مشقت ہوتی ہے۔ اور بعضے بڈھے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو روزہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ پھر موسم کے اختلاف کے سبب سے بہت اختلاف پڑ جاتا ہے۔ وہی لوگ جو ایک موسم میں نہایت آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں دوسرے موسم میں روزہ رکھنے میں نہایت سختی اور تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ ایک ملک کے لوگ جبکہ دن ایک معتدل مقدار کا ہوتا ہے آسانی سے روزہ رکھیں گے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وہی لوگ جبکہ دن بڑا ہوتا ہی نہایت تکلیف اور سختی روزہ رکھنے میں اُٹھاویں گے۔ بلکہ بعض ملکوں میں کبھی دن اتنا بڑا ہو جاتا ہی کہ انسان کی طاقت سے روزہ رکھنا خارج ہوتا ہی۔ جیسے کہ عرض تسعین میں جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہی اور عرض ستین میں جہاں بعض موسموں میں غروب اور طلوع میں اس قدر فاصلہ ہوتا ہی جس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہی کہ رات ہوتی ہی نہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے ان تمام حالات کے لحاظ سے جو اُس کے علم میں تھے نہایت عمدہ ترتیب سے جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہی یہ حکم دیا ہی کہ "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین"۔ پھر اسکو شخص دون شخص سے مقید کرنا ایک غلطی اور زیادتی علی الکتاب ہی۔

پہلی آیتوں میں جہاں بیمار اور مسافر اور اُن لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کرسکتے ہیں حکم ہی اُن آیتوں کا علانیہ یہ منشاء تھا کہ مریض اور مسافر کو روزے کا نہ رکھنا بہتر ہی۔ مگر اُن لوگوں کی نسبت جو بدشواری روزہ رکھ سکتے تھے یہ منشاء تھا کہ اُن کو روزہ رکھنا بہتر ہی۔ جیسا کہ ان لفظوں سے کہ "وان تصوموا خیر لکم" پایا جاتا ہی۔ اسی منشاء سے پچھلی آیتوں میں جن میں روزوں کو رمضان کے ساتھ مخصوص کیا ہی مریض اور مسافر کا مکرر ذکر کیا۔ اور اُن لوگوں کا جو بدشواری روزہ برداشت کرسکتے تھے ذکر چھوڑ دیا ہی۔ کیونکہ اُن کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر تھا۔

ان تمام بحثوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ پہلی آیت میں جن روزوں کا ذکر ہی وہ رمضان کے روزے ہیں۔ اور کوئی حکم اور کوئی آیت منسوخ نہیں ہی۔ اور تمام آیتوں پر لحاظ کرنے کے بعد روزوں کی نسبت مفصلہ ذیل حکم پائے جاتے ہیں۔

(۱) روزے رمضان کے ہر مسلمان پر لکھے گئے ہیں جسکو شرعی اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔

(۲) روزوں کے رکھنے سے یہ فرض ادا ہوتا ہی۔

(۳) اگر رمضان کے مہینہ میں کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اُس کو روزہ رکھنا نہیں چاہیئے اور اور دنوں میں جبکہ وہ تندرست ہو جائے اور سفر ختم ہو جاوے تو اس کے بدلے روزے رکھدے

(۴) جن لوگوں کو روزہ رکھنے میں زیادہ سختی اور تکلیف ہوتی ہی اور بمشکل روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو اجازت ہی کہ روزوں کے بدلے فدیہ دیدیں۔ مگر اُن کے حق میں فدیہ دینے سے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو لوگ کہ روزہ پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ انسان کی تکلیف کا باعث ہی اور صحت جسمانی کو نہایت مضر ہے۔ اور بعض ملکوں میں اس کا ادا کرنا غیر ممکن ہی اُن کو تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جس ترتیب اور خوبی سے خدا نے روزوں کا حکم دیا ہے وہ نہ تکلیف کا باعث ہی۔ اور نہ صحت جسمانی کو مضر ہے۔ اور نہ خلاف فطرت انسانی ہی۔ اور نہ کسی ملک کے رہنے والوں کے خلاف طاقت ہی۔ ہمارا مذہب یہ ہی کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر بھی ناسخ و منسوخ نہیں ہے اس پر مفصل بحث ہم اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں کر چکے ہیں یہاں صرف یہ بات بتانی ہی کہ اس آیت میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہی اور صفحہ کے صفحہ اس پر سیاہ کر دیئے ہیں مگر نفس قرآن مجید کو غور سے دیکھنے کے بعد تفسیروں کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ان آیات میں متشابہات سے کام نہیں لیا گیا ہے صاف صاف لفظ ہیں اور انھیں ایک پڑھا لکھا شخص بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہی مطلب صرف یہ ہی کہ تم بھی مثل امم سابقہ کے روزے رکھو مگر مرض میں اور سفر میں روزے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اگر تم میں قوت ہو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو باقی بہ نسبت امم سابقہ کے اور آسانیاں تمھیں دی گئی ہیں یعنی آفتاب غروب ہونے پر روزہ کھول لو اور صبح کی پَو پھٹنے تک جو چیز چاہو کھا لو پس سوائے اس کے اور کوئی ذکر نہیں ہی۔ اب یہ بات کہ یہودی یا نصرانی یہ سمجھتے تھے کہ بدنی ریاضت سے یا نفس کشی سے خدا خوش ہوتا ہے اس لئے وہ فاقہ کشی کرتے تھے اور لمبے لمبے روزے رکھتے تھے ممکن ہی کہ یہودی یا نصرانی ایسا خیال کرتے ہوں اور یہ اُن کی غلط فہمی ہو مگر خدا کا منشا تو یہ نہیں تھا کہ جو شخص بدنی ریاضت کر کے اپنے کو ہلاک کر دکھائیں اس سے خوش ہوں گا وہاں تو روزے کا حکم دینے سے مطلب صرف یہ ہی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ انسان تکالیف کے برداشت کرنے کا قوت پیدا کرے اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے کی مشق ہو جائے اور وہ بھوکا اور پیاسا رہ کر بھوکوں اور پیاسوں پر رحم کھائے اور سمجھے کہ بھوک اور پیاس سے یہ تکلیف ہوتی ہی عموماً لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مصائب سہنے کے عادی نہیں ہیں نہ وہ زیادہ چل سکتے ہیں اور نہ پھر سکتے ہیں جب انھیں شہر سے بھاگنے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہ بہت تھوڑی دور جا کے رہ جاتے ہیں اور اپنی جان دے دیتے ہیں مگر جو لوگ ہر قسم کے مصائب سہنے کے عادی ہیں وہ اپنی جان بچا کے خوف کے وقت کوسوں نکل جاتے ہیں۔ فوجیں بہ نسبت شہریوں کے کیوں زیادہ قوی ہیں محض اسی لئے کہ وہ تین تین دن تک بیسیوں میل کا سفر کرنے کے بعد

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بے آب و دانہ جنگ کرتے ہیں اور اُن کو زیادہ تکان غالب نہیں ہوتی۔ بھلا کسی قوی سے قوی شہری کو تو بھوکا پیاسا آٹھ میل دوڑا لیجے اسی وقت گھٹنے ٹیک دیگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ بدنی یا روحانی ریاضت ایک عجیب چیز ہے اور اس سے کسی قسم کا نقصان متصور نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کا مذہب تو ایسا اچھا مذہب ہے کہ اس میں ان انسانی ریاضتوں کی اجازت نہیں دی جو انسان کو انسان نہیں رکھتیں مثلاً پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ جانا اور رفاقت کشی کرنے لگنا یا اپنا کوئی عضو خدا کی یاد میں خشک یا بیکار کر دینا یا خواہ مخواہ چلہ کشی کرنا یا کئی کئی مہینے تک جَو کا پھیکا دلیا پیکے وظیفہ پڑھنا ان میں سے ایک بات کا بھی حکم اسلام نہیں دیتا۔ قرآن مجید نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ جس انسان کی جتنی طاقت ہوگی اسی قدر اسے تکلیف دی جائے گی یا اس پر بوجھ رکھا جائیگا اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسے کام کسی انسان کو نہیں بتائے جائیں گے جو وہ آسانی سے نہ کر سکتا ہو یا ان کے کرنے سے اُس کی جسمانی حالت میں تبدیلی واقع ہو جائے اس حکم سے اسلام کی آسانی پورے طور پر معلوم ہو سکتی ہے۔ اسلام انتہا درجہ کا سہل اور آسان مذہب ہے اس کے احکام بے انتہا نرم اور بے تکلف ہیں اگرچہ بدقسمتی سے جو وہ زمانہ کے مسلمان علما نے اسلام اور اس کے اصول کو لوگوں کے آگے ہوّا بنا کے پیش کر رکھا ہے یہ اُن کی اپنی رائے کی غلطی ہے اس غلطی سے اسلام کی نرمی اور سادگی میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ فقط۔

رمضان کے ختم ہونے کے بعد ایک دن مقرر کیا گیا اور اس کا نام عید الفطر رکھا گیا رمضان کے ختم ہونے کے ایک دن یا دو دن کے بعد حضور انور نے مسلمانوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ آج تمھاری عید کا دن ہے یکم شوال تم غربا کو خیرات تقسیم کرنے کے لئے جو کچھ تمھارے پاس ہو گھر سے لیکے نکلو چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بچے۔ جوان۔ بوڑھے۔ عورتیں کھجوریں جَو غلّہ جو کچھ ان کے پاس ہوا وہ لیکے آئیں یہ دیکھ کے حضور انور نے فرمایا کہ تمھاری یہ خیرات آج کے دن غربا کو بے نیاز کر دے گی اور انھیں اِدھر اُدھر بھیک مانگنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں رہنے کی جب سب لوگوں نے اپنی چیزیں حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ حضور غربا کو تقسیم کر دیں تو پھر سب لوگ حضور کے مصلے کے پاس جمع ہوئے جو مکہ کے راستہ میں شہر کے باہر ایک مقام تھا حضرت زبیر ایک عصا جس پر لوہے کی ایک شام لگی ہوئی تھی اور جسے وہ حبش سے لائے تھے آگے لیکے چلے اور اس مقام پر جاکے انھوں نے اس عصا کو نصب کر دیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور نے عید کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ پڑھا خطبہ ختم ہونے کے بعد سب مسلمان اپنے گھر واپس چلے گئے اور حضور انور نے مسجد میں آکے کل خیرات غریبوں میں تقسیم کر دی جس مقام پر عید کی نماز پڑھائی گئی تھی وہ مقام جہاں مدینہ میں پہنچنے پر حضور انور نے سب سے پہلے نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں آپ اس مقام پر کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (کاتب الواقعی صفحہ ۴۸۰ - طبری صفحہ ۲۴۴)

عید الضحیٰ

عید الفطر کے بعد حضور انور نے عید الضحیٰ یعنی قربانی کے دن کی بنیاد ڈالی تاکہ مکہ کے حج کے دنوں میں جانوروں کی قربانی کی جائے مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ پہلے سال جب حضور انور مدینہ پہنچے ہیں اور وہاں کی سکونت اختیار کی ہے تو مشرکین عرب کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں نے حج نہیں کیا تھا تو عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ قربانی کی یہ رسم بھی آنحضرت نے یہودیوں سے لی تاکہ باہمی دوستی بڑھے اور یہودی اسلام سے مانوس ہو جائیں یہ تقریب ذالحجہ کی دسویں تاریخ قرار پائی۔ عرفات سے واپس آنے کے بعد حضور انور اپنے نماز پڑھنے کے مقام پر پہنچے اس وقت آپ کی خدمت میں دو بکرے پورے سینگ والے پیش کئے گئے آپ نے ایک بکرے کو چھری لیکے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور جس وقت چھری اس کی گردن پر رکھی تو یہ فرمایا "اے میرے خالق میں اپنی تمام امت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تیری توحید اور میری نبوت کی شہادت دی ہے اس بکری کے بچہ کو ذبح کرتا ہوں۔ جب آپ اسے ذبح کر چکے تو دوسرے بکری کے بچہ کو یہ الفاظ فرما کے ذبح کیا کہ میں اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے اسے قربانی کرتا ہوں آخر بکرے کے گوشت کا کچھ حصہ آپ نے خود لیلیا اور کچھ اپنے خاندان میں تقسیم کر دیا اور جو کچھ بچا وہ مساکین کو دیدیا (کاتب الواقدی صفحہ ۴۸۰ - طبری صفحہ ۲۴۴ اور ۳۲۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صرف ایک ہی بکرے کی قربانی کی مگر یہ روایت زیادہ صحیح ہے کہ آپ نے دو بکروں کی قربانی کی۔ مسیحی مورخ لکھتے ہیں کہ یہودی بھی دو جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے ایک اپنے قومی گناہوں کے کفارہ کے لئے اور ایک اپنے معتقدوں کے گناہوں کے کفارہ کے لئے۔ ان کا بیان ہے کہ بعینہٖ آنحضرت نے بھی قربانی میں ان کی تقلید کی حالانکہ یہ اعتراض بالکل بے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور پوچھ ہے کیونکہ یہودیوں اور مسلمانوں کی قربانی کی نوعیت میں بہت بڑا فرق ہے جس کی مختصر بحث ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

قربانی کی رسم دنیا کی ہر قوم میں پائی جاتی ہے توریت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آغاز دنیا سے یہ رسم جاری ہے ہر قوم میں اس کا نیا نیا انداز ہے اور نئی نئی صورت ہے۔ یہودی اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے قربانی کیا کرتے تھے اور پھر وہ اسے آگ میں جلا دیتے تھے۔ گناہوں کے کفارہ کے لئے قربانی کرنے کا غلو اس قدر بڑھا کہ عام طور پر لوگوں کو یہ یقین ہونے لگا کہ آسمان سے ایک بے لو شعلہ کی آگ اترتی ہے اور مقبول قربانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ نصرانیوں کو چونکہ یہودیوں سے سخت دشمنی تھی انھوں نے اس قدیم رسم کو مٹا دیا اور حضرت عیسےٰ کے صلیب پانے پر قربانی کو ترک کر دیا اگرچہ یہ خیال کہ ایک جان کے مارنے سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے نصرانی اپنے دل سے دور نہ کر سکے کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں حضرت عیسےٰ نے صلیب پر جان دیدی اسی طرح یہودی یہ سمجھتے تھے کہ خواہ ہم کیسا ہی گناہ کریں ایک بھیڑ یا بکری کو ذبح کر کے جلا دینا اس گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ حضرت عیسےٰ کا صلیب پانا ہمارے گناہ کے کفارہ کا باعث ہو گیا مگر اسلام نے طرفین کی اس غلطی کو آشکارا کر دیا اور قرآن مجید نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ کسی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا عیسائی اب تک سخت دھوکے میں ہیں جسے وہ قربانی کہتے ہیں اور جو طرز انھوں نے یہودیوں سے اڑائی تھی حضرت مسیح پر اس قربانی کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عیسےٰ اُن کے خیال کے بموجب صلیب پر جان دے کے پھر زندہ ہو گئے تھے اور قربانی کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہ ہو جب زندہ ہو گئی تو پھر وہ قربانی کہاں رہی یہودی تو اپنے گناہوں پر ایک بے زبان جانور کو مار کے قربان کر دیتے تھے مگر عیسائیوں نے اپنے خداوند کے صلیب پانے سے فائدہ اُٹھا کے قیامت تک اپنے گناہوں سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ یہ وحشیانہ خیالات افریقہ کے بادیہ گردوں کے مدت دراز تک رہے ایک شائستہ اور تعلیم یافتہ آدمی خیال کر سکتا ہے کہ ایک نوجوان شخص مظلومانہ اور بے بسانہ حالت میں جبراً قتل کر ڈالا گیا اور اس کے معتقد بجائے رنج اور افسوس کرنے کے اس کی اس دردانگیز موت سے فائدہ اُٹھانا چاہیں یہ کیسا مضحکہ خیز عقیدہ ہے اس زمانہ کے متمدن یورپ نے ان خیالات کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سخت حقارت سے دیکھا ہے مگر چند پادری اور دیسی کرسٹان اب تک اسی لکیر کے فقیر بنے چلے جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کی بے بسانہ موت ہماری نجات کا باعث ہوگئی۔

اسلام کو ایسی مزخرفات سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلام نے ایک جانور کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے مگر چونکہ وہ جان خالق ارض وسما سے تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ حکم دیا کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہہ لیا کرو تاکہ وہ باطل عقائد جو یہودیوں۔ نصرانیوں اور مشرکوں کے ہیں مٹ جائیں۔

کسی جانور کے ذبح کرنے کی نسبت تینوں قوموں کے عقائد نے نہایت خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی قربانی کی کیفیت تو اوپر معلوم ہوچکی اب صرف مشرکوں کی قربانی کی حالت دیکھنی چاہئے کہ یہ لوگ اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے پتھر کے بتوں۔ تصویروں۔ درختوں اور فرضی شیطانوں پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ بت اور درخت اور شیطان اس جانور کا خون پیکے خوش ہوجائیں گے اور ہم پر نظر عنایت رکھیں گے اخلاق کی یہ کمزوری مشرکوں میں بھی مثل نصرانیوں اور یہودیوں کے آگئی تھی اگرچہ تینوں گروہوں کے اصول قربانی علیحدہ علیحدہ تھے مگر نتیجہ سب سے ایک ہی نکلتا تھا اسلام جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ایسی بیہودہ باتوں سے بالکل پاک تھا اسلام نے جس طرح قربانی کا حکم دیا ہے اس کا ذکر ہم اوپر کرچکے ہیں اس سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام نے ایک سادی قربانی کا حکم دیکے کس طرح ناپاک خیالات کی بنیاد کو ڈھایا ہے۔

سورۂ کوثر میں خداوند تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم فرمایا ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے۔

انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھوالابتر[۵۱] اس چھوٹی سی سورۃ میں قربانی کے لئے ایک لفظ آیا ہے اور اس سے پہلے نماز کا حکم دیا گیا ہے یعنی قربانی سے نماز کو مقدم کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو اسی کے نام پر ذبح کیا جائے جس کی نماز پڑھی جاتی ہے اور باقی وہ جانور جو دوسری طرح سے ذبح کئے جاتے ہیں مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہیں پس سوائے اس کے قربانی کے متعلق اور کچھ بیان نہیں کیا گیا کہ آیا یہ گناہوں کا کفارہ ہے یا خدا کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ چونکہ انسان بالطبع گوشت خوار بنایا گیا ہے اور اسے بغیر گوشت خوری کے چارہ نہیں ہے اور اس نے ابتدا سے محض گوشت کھانے کے بہانہ سے صدہا قسم کی

۵۱ ترجمہ۔ (اے نبی) بیشک ہمنے تم کو کوثر عنایت کی ہے پس تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک تمہارا دشمن بیدم ہونے والا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مضر خیالات پیدا کر رکھے تھے اور سب سے زیادہ اس نے ایک جانور کے خون کو اپنے گناہوں کو دور کرنے کے لئے ذریعہ بنا رکھا تھا اس لئے نہایت سادہ طور پر یہ فرمایا گیا ہے۔

بعض روایتوں اور حدیثوں میں اگرچہ اسے بہت ہی طول دیا گیا ہے اور مفسروں نے اس قربانی کو بہت رنگ آمیزی کر کے بیان کیا ہے مگر در اصل قرآن مجید سے وہ رنگ آمیزی ظاہر نہیں ہوتی ملاحظہ فرمایئے کہ ایک لفظ "انحر" آیا ہے جس کے معنی قربانی کرنے کے ہیں اس کی تفسیر جب ذیل کی گئی ہے۔

البدن التی ھی خیار أموال العرب قال محمد بن کعب ان ناسا کانوا یصلون لغیر اللہ و ینحرون لغیر اللہ فامر اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یکون صلاتہ ونحرہ لہ وقال قتادۃ وعطاء وعکرمۃ المراد صلاۃ العید ونحر الاضحیۃ وقال سعید بن جبیر صل ربک صلاۃ الصبح المفروضۃ بجمع وانحر البدن فی منی وقیل النحر وضع الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ حذاء النحر قال محمد بن کعب وقیل ھو ان یرفع یدیہ فی الصلاۃ عند التکبیرۃ الی حذاء نحرہ وقیل ھو ان یستقبل القبلۃ بنحرہ قال الفراء والکلبی وابو الاحوص قال الفراء سمعت بعض العرب یقول منازلنا ای تتقابل نحن ھذا الی نحن ھذا ای قبالتہ وقال ابن الاعرابی ھو انتصاب الرجل فی الصلاۃ باذاء المحراب من قولھم منازلھم تتناظر ای تتقابل وروی عن عطاء انہ قال امرنا ان یستوی بین السجدتین جالسا حتی یبدو نحرہ وقال سلیمان التیمی المعنی وارفع یدیک بالدعاء الی نحرک وظاھر الآیۃ الامر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمطلق الصلاۃ ومطلق النحر وان یجعلھما للہ عزوجل لا لغیرہ وما ورد فی السنۃ من بیان ھذا المطلق بنوع خاص فھو فی حکم المقید لہ عن علی ابن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ السورۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لجبریل ما ھذہ النحرۃ التی امرنی بھا ربی فقال انھا لیست بنحرۃ ولکن یامرک اذا تحامت للصلاۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت راسک من الرکوع فانھا صلاتنا وصلاۃ الملائکۃ الذین ھم فی السموات السبع وان لکل شیء زینۃ وزینۃ الصلاۃ رفع الیدین عند کل تکبیرۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع الیدین من الاستکانۃ التی قال اللہ فما استکانوا لربھم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وما یقتصرعون اخرجہ ابن ابی حاتم والحاکم وابن مردویہ والبیہقی فی سننہ وھو من طریق مقاتل بن حیان عن الاصبغ بن نباتہ عن علی وعن ابن عباس فی الآیۃ قال ان اللہ اوحی الی رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ارفع یدیک حذاء منحرک اذا کبرت الصلاۃ فذالک النحر وعن علی فی الآیۃ قال وضع یدہ الیمنی علی وسط ساعدہ الیسری ثم وضعھما علی صدرہ فی الصلاۃ وعن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثلہ اخرجہ ابو الشیخ والبیہقی فی سننہ وعن ابن عباس ایضاً اذا صلیت فرفعت راسک من الرکوع فاستو قائما وعنہ قال ھو الذبح یوم الاضحیٰ یقول اذبح یوم النحر۔

ترجمہ۔ وانحر اور اونٹ کی قربانی کر کیونکہ عمدہ مال عرب کا یہی اونٹ ہے۔ محمد بن کعب نے کہا کہ لوگ غیر اللہ کی نماز پڑھتے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ تمہاری نماز اور قربانی خالص اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے۔ قتادہ اور عطاء و عکرمہ نے کہا مراد اس سے عید کی نماز اور قربانی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا۔ اور منیٰ میں قربانی کرنا مراد ہے۔ ایک قول محمد بن کعب کا یہ بھی ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے۔ بعض نے (اس سے رفع یدین یعنی) نماز میں وقت تکبیر دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھانا مراد لیا ہے۔ اور فراء۔ کلبی۔ ابو الاحوص نحر کے معنی استقبال قبلہ کے لیتے ہیں۔ دلیل فراء کی یہ ہے کہ عرب جس وقت ایک دوسرے کے مقابل آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو مناحر کہتے ہیں۔ ابن الاعرابی نے کہا محراب کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا نام نحر ہے۔ عرب کے مکانات جب ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں تو وہ منازلہم تناحر کہا کرتے ہیں۔ عطاء سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کا سینہ دکھائی دینے لگے۔ سلیمان تیمی یہ معنے کرتے ہیں کہ دعا میں اپنے دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھاؤ۔ ظاہر اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ آپ نماز پڑھیں قربانی کریں اور احادیث میں اس مطلق کو جو بعض خاص صورتوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تو وہ حکم میں مقید کرنے کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ کوثر نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے پوچھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ نحیرہ جس کا اللہ تعالےٰ مجھے حکم دیتا ہے کیا چیز ہے حضرت جبریل نے فرمایا آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ نماز کو کھڑے ہوں تو وقت تکبیر تحریمہ اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اُٹھاتے ہوئے رفع یدین کریں کیونکہ ہم اور وہ تمام فرشتے جو ساتوں آسمانوں پر رہتے ہیں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے نماز کی زینت رفع یدین ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع یدین عاجزی کی علامت ہے (اور عاجزی نیکی زینت) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "فما استکانوا لربھم وما یتضرعون" یعنی نہ تو انھوں نے عاجزی کی اور نہ زاری کی۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم۔ حاکم۔ ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی کتاب سنن میں نقل کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت میں نحر کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بھیجی کہ جب آپ نماز کے لئے تکبیر کہیں تو دونوں ہاتھ سینہ تک اُٹھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں کلائی پر رکھ کے اُن دونوں کو سینہ پر رکھ لے اور حضرت انس بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح روایت کرتے ہیں یہ حدیث ابو الشیخ اور بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کی ہے۔ ایک روایت ابن عباس سے یہ ہے کہ جب تو نماز پڑھے اور رکوع سے سر اُٹھائے تو سیدھا کھڑا ہو جا۔ اور ایک روایت میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ نحر کے معنی ہیں ذبح کرنا قربانی کے دن اللہ تعالےٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ دن قربانی کے تم ذبح کرو۔ (ترجمہ تمام ہوا)

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ قربانی کا کوئی حکم خصوصیت کے ساتھ قرآن مجید میں نہیں دیا گیا ہے۔ اگرچہ وانحر کے معنے سینہ پر ہاتھ رکھنے کے ضعیف ہیں اور کثرت رائے بھی اسطرف نہیں ہے تو بھی قربانی کا حکم ایک سادگی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اس کا رنگ یہود و نصاریٰ کی قربانی سے بالکل مختلف ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات کا دارومدار بالکل جانور یا انسان کے گلا کٹنے پر ہے جو انتہا درجہ قابل نفرت اور مضحکہ خیز ہے۔ ایک یہودی یہ سمجھتا ہے کہ میں تمام عمر گناہ کرتا رہوں گا اور جب گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنا یا اپنے اوپر سے ٹالنا چاہوں گا تو فوراً ایک بھیڑ کو لے کے آگ میں ڈال دوں گا۔ نصرانی کا یہ خیال ہے کہ یسوع ناصری کو جو نہایت بے بسانہ حالتیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زبردستی یہودیوں نے حلیب دیدیا بس کل خداوند خداوند پکارنے والوں کی نجات ہوگئی لاحول ولاقوۃ۔ یہ ہی مذہب اور یہ ہیں اس کے اصول تمام مسیحی عالم ملکے بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

اذان

ابتدا میں موجودہ اذان کی کوئی صورت پیدا نہوئی تھی۔ نمازوں کے وقت معمولی طور پر پکار دیا جاتا تھا کہ وقت ہوگیا مسلمان نماز میں شریک ہوجائیں۔ مگر بعد ازاں یہودیوں کی قرنا نمازیوں کے بلانے کے لئے استعمال ہوئی۔ بعض کی رائے تھی کہ جس طرح نصاریٰ گھنٹی بجاکے بلاتے ہیں اسی طرح مسلمان گھنٹی کی آواز پر بلائے جائیں۔ مگر حضور انور نے آخر کار دونوں چیزیں ناپسند فرمائیں اور آسمانی حکم کے بموجب اذان جاری کی گئی۔

ہشامی اپنی کتاب صفحہ ۱۸۰ میں اذان کے متعلق حسب ذیل لکھا ہے "کہ اول تو یہودیوں کی قرنا کا حکم دیا گیا جو غالباً یہودیوں کے ابتدائی تعلقات کی وجہ سے دیا گیا تھا مگر پھر یہ قرنا ناپسند ہوئی اور لکڑی کا ایک گھنٹہ بنایا گیا یہ بھی چند روز کے بعد موقوف ہوگیا۔ جب عبداللہ نے خواب میں دیکھا کہ اذان کے لئے ہدایت کی گئی ہے چنانچہ پھر اذان جاری ہوگئی۔ عبداللہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھنٹی لئے جارہا ہے اور عبداللہ نے اس سے گھنٹی خریدنی چاہی تاکہ نمازیوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے کام میں آئے۔ اس شخص نے عبداللہ سے کہا کہ تو گھنٹی کیوں خریدتا ہے میں تجھے نمازیوں کے جمع کرنے کا ایک اس سے بھی بہتر طریقہ بتاتا ہوں دیکھ وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص مسجد میں باآواز بلند یہ پکارے اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

اس سننے کے بعد عبداللہ (جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے) جاگ اٹھے اور سیدھے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضور انور نے خواب کو بہت توجہ اور شوق سنا اور آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ آسمانی حکم ہے لہذا آپ نے اپنے حبشی غلام (حضرت) بلال کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے علاوہ ایک بلند مقام پر کھڑے ہوکے اذان دیں۔ ہشامی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۸۰ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے یہ اذان ایک عورت کے مکان کی چھت پر دی گئی یہ عورت قبیلہ بنی نضیر سے تعلق رکھتی تھی۔ برٹن نے اس کے خلاف لکھا ہے مگر نہ کسی راوی کا نام درج کیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور نہ اپنی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ برٹن کا بیان ہے کہ سب سے پہلے اذاں مسجد کی چھت پر دی گئی تھی۔ اول ہی اول جب بلال اذاں دینے کھڑے ہوئے ہیں تو ابھی اندھیرا ہی تھا اور اسی لئے صبح کی پو پھٹنے کا انتظار کرنے لگے اور جب پو پھٹی تو اذاں دینی شروع کی۔ جس میں یہ الفاظ اور بڑھائے "الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم" یعنی نماز سونے سے بہتر ہے۔ یہ جملے صرف صبح کی اذاں میں دوہرائے جاتے ہیں باقی چاروں وقت کی اذانوں میں نہیں استعمال ہوتے۔ ابھی یہی طریقہ رائج ہے اور اسی طرح اذاں دی جاتی ہے۔

اذاں کی فلاسفی کے متعلق زیادہ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کچھ عجیب حکمت پر مبنی ہے۔ اگر نصاریٰ کی گھنٹی کا رواج اسلام میں ہوتا تو آج سخت پریشانی مساجد میں پیدا ہو جاتی۔ کیونکہ ہر محلہ میں قریب قریب کئی کئی مساجد ہیں۔ جب سب کی گھنٹیاں ایکساں بجتیں تو شور قیامت محلہ میں برپا ہو جاتا اسی طرح اگر قرناء کا یا ڈھول کا استعمال ہوتا تو بھی محلہ والوں کی پریشانی کا باعث تھا اس لئے ہم عبد اللہ خزرجی کے خواب بلکہ الہام کے قربان جس سے یہ معتدل طریقہ نمازیوں کے جمع کرنے کا ایجاد ہوا۔ یہ ہم ضرور کہیں گے کہ ناقوس بجانا یا گھنٹی بجانا اگر ضرورت پڑے تو اب بھی ناجائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں طریقے پہلے رائج تھے اور حضور انور نے اگرچہ نئے طریقہ کو جاری کر دیا لیکن پہلوں کی کوئی ممانعت نہیں فرمائی۔

یہ بات اور بھی دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے ابتدائی طریقہ لوگوں کے جمع کرنے کا جاری رکھا تھا یعنی جب کوئی آسمانی حکم سنانے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا یا جہاد کے لئے مسلمانوں کو بلانا ہوتا تھا تو اسی ابتدائی اعلان سے کام لیا جاتا تھا۔ یہ ساری باتیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام کیسا سادہ۔ نرم اور آزاد مذہب ہے جس میں حسب ضرورت وہ باتیں جائز ہیں جن سے انسان کو سہولتیں ہوں اور وہ بآرام اپنے مذہبی فرائض پورا کرے۔

منبر

مسجد میں جہاں حضور انور خطبہ پڑھنے کھڑے ہوتے تھے کھجور کے درخت کی ایک سیدھی لکڑی نصب کر دی گئی تھی اور آپ خطبہ پڑھتے وقت اسے پکڑ لیا کرتے تھے۔ جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی تو یہ لکڑی یا عصا مسجد کے شمالی کونے سے اکھیڑ کے جنوبی دیوار کے پاس نصب کر دیا گیا تھا۔ اس سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہلے کوئی منبر نہ تھا اور آپ کو جمعہ کے دن چونکہ طولانی خطبہ پڑھنا ہوتا تھا اس لئے یکساں کھڑا رہنا پڑتا تھا اور بعض اوقات آپ تھک جاتے تھے۔ اس کے متعلق آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے ایک صحابی نے کہا اگر حضور انور حکم دیں تو میں ایک ایسا منبر حضور کیلئے تیار کرا دوں جو میں شام میں دیکھ آیا ہوں۔ حضور انور نے منظور کر لیا اور آپ کے لئے ایک منبر تیار کرا لیا گیا۔ اور اس کی تین سیڑھیاں[1] رکھیں۔ ابھی تک یہی دستور چلا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز امام جب خطبہ پڑھتا ہے تو چند سیکنڈ خطبہ کا ایک حصہ ختم کر کے دم لے لیتا ہے اور پھر پڑھنے کھڑا ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلے حضور انور جمعہ کے روز منبر پر بیٹھے۔ آپ نے اپنا مبارک منہ کعبہ کی طرف کر کے زور سے تکبیر کہی یعنی اللہ اکبر کا زور سے نعرہ مارا اور پھر کل مقتدیوں نے اسی پر جوش لہجہ میں اللہ اکبر کی صداؤں سے کرۂ باد کو گونجا دیا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز[2] جمعہ ادا کیں اور سلام

[1] ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ منبر مدینہ کے ایک بڑھئی نے بنایا تھا جو سارے یثرب میں بڑا کاریگر مشہور تھا دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباس نے اپنے غلام سے جو بڑھئی کا کام کرتا تھا یہ منبر بنوا دیا تھا مگر یہ آخری روایت غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت عباس حضور انور کی وفات سے صرف دو مہینے پہلے مدینہ میں آئے تھے منبر بننے کے وقت جب وہ مدینہ میں تھے ہی نہیں پھر بھلا اپنے غلام سے منبر کیوں کر بنواتے۔

[2] جب نمازی وضو سے اور بدن اور مکان اور کپڑے کی نجاست کے پاک کرنے سے فارغ ہو اور ستر یعنی ناف سے لیکر زانو تک کر چکے تو چاہیئے کہ قبلہ رُخ دونوں پاؤں میں کچھ فاصلہ دیکر کھڑا ہو دونوں پاؤں کو آپس میں نہ ملا دے اس طرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور سمجھ پر دلالت کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں صف اور صفن سے منع فرمایا ہے صف تو اس کو کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں ایک ساتھ جوڑ لے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مقیمین فی الاصفاد۔ اور صفن یہ ہے کہ ایک پاؤں پر قعدہ دیکر دوسرے کو ٹیڑھا کر لے جیسا اس آیت میں ہے الصافنات الجیاد یہ صورت تو دونوں پاؤں میں قیام کے وقت قابل لحاظ ہے اور دونوں زانو اور کمر میں یہ لحاظ چاہیئے کہ سیدھے قائم رہیں اور سر کو چاہے سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکا لے اور گردن جھکانا فروتنی کے قریب تر ہے اور نظر کو نیچا رکھنا ہو اور چاہیئے کہ نظر جانماز پر رہے جس پر نماز پڑھتا ہے اور اگر جانماز نہ ہو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف میں لکیر کھینچ لے کہ نگاہ کی مسافت اس سے بھی کم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پھیرنے کے بعد مسلمانوں کیطرف

ہو جاتی ہو اور فکر کو پراگندہ نہیں ہونے دیتی اگر جانماز کے کناروں یا کلیر کی حدود سے نگاہ باہر نکلے تو اُس کو روکنا چاہئے اور اس قیام کو اسی طرح رکوع تک رکھنا چاہئے کہ کسی طرف دھیان نہو۔ یہہ قاعدہ قیام کا ہو جب قیام قبلہ رُخ سیدھا کرے اور ہاتھ پاؤں بھی سب برابر ہوں اسوقت قل اعوذ برب الناس شیطان سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اگر کسی مقتدی کے آجانے کی توقع ہو تو اول اذان کہدے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر میں دل کے اندر نیت کرے اور کہے کہ میں ظہر کے فرض اللہ کے لئے ادا کرتا ہوں اس میں ادا کے لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جاوے گی اور فرض کے کہنے سے نفل سے علیحدگی ہو گی اور ظہر کہنے سے عصر وغیرہ سے فرق ہو جائے گا اور چاہئے کہ ان الفاظ کے معانی دل میں موجود رہیں کہ نیت اسی کو کہتے ہیں الفاظ تو صرف یاد دلانے والے اور ان کے دل میں موجود ہونیکے اسباب ہیں اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب ہونے پائے جب دل میں یہ بات موجود ہو جاوے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں شانوں تک اُٹھائے۔ اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں مقابل دونوں شانوں کے ہوں اور دونوں انگوٹھے مقابل کانوں کی لَو کے اور انگلیوں کے سرے مقابل دونوں کانوں کے ہوں تاکہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں سب کا جامع ہو اور دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ رُخ کرے اور انگلیوں کو کھلا رکھے یعنی نہ بند کرے نہ پھیلانے میں تکلف کرے بلکہ ان کو ان کی طبیعت پر چھوڑ دے اس لئے کہ آثار میں اُن کا پھیلانا اور ملا رکھنا منقول ہو اور یہ صورت دونوں کے درمیان ہو اس جہت سے بھی اولےٰ ہو اور جبکہ ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھیر جاویں تب نیت کا دل میں حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھوں کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کرکے دونوں کو ناف کے اُوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اس طرح کہ داہنا ہاتھ اوپر ہو اور بایاں نیچے تاکہ داہنے کو فضیلت ہو کہ بائیں کے اوپر رہے اور داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ کے ساعد پر پھیلا دے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں کے پہونچے کو پکڑے اور اللہ اکبر کہنا روایتوں میں ہاتھ اُٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہو جسوقت کہ وہ اُٹھ کر ٹھیر جاویں اسوقت بھی آیا ہے اور ان کو باندھنے کے لئے جھکانے کے ساتھ بھی وارد ہو اور ان کل صورتوں میں کچھ حرج نہیں لیکن جھکاتے وقت میں اللہ اکبر کہنا میرے نزدیک

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خطاب کرکے فرمایا کہ اسی طریقہ سے

لائق تر ہے اس لئے کہ یہ کلمہ عقد کا ہے اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت ہے اور یہ صورت ہاتھوں کو جھکانے سے شروع ہوتی ہے اور ان کے باندھنے تک پوری ہوتی ہے اور شروع اللہ اکبر کا الف ہے اور تمامی رہے تو مناسب یہ ہے کہ فعل اور عقد میں مطابقت کا لحاظ کیا جاوے باقی رہا ہاتھوں کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہے اس سے اسقدر مناسبت نہیں جتنی جھکانے کی صورت سے ہے۔ پھر اللہ اکبر کہنے میں اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھاوے اور نہ شانوں کے پیچھے انکو لیجاوے اور نہ داہنے بائیں کو جھٹکے جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ ان کو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکا دے پھر نئے سرے داہنا ہاتھ بائیں پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض روایتوں میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قراءت کا ارادہ کرتے تھے تو داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیتے تھے تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے یہ بہتر ہے اور چاہئے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے ایسا نکلے کہ ہ کے بعد واؤ سی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واؤ پیدا ہو جاتی ہے اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ الیار کہنا پڑ جاوے۔ اور اکبر کی ر کو جزم کرے اسپر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ اکبر کہنے اور اس کے ساتھ کے اعمال کی ہے قرأت پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کے بعد یوں ملا کر پڑھے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اس کے بعد کہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک تاکہ جتنے متفرق امور اخبار میں وارد ہیں سب جمع ہو جاویں اور اگر امام کچھ چپکے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نکرے کہ جس میں نمازی الحمد پڑھ لے تو اسی قدر دعا پر اکتفا کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پاوے تو بعد دعا کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہکر سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدوں اور حرفوں کو پورا پڑھے اور کوشش کرے کہ خارج میں ملنے نہ پاوے اور الحمد کے آخر میں آمین کچھ کھینچکر کہے اور آمین کو ولا الضالین میں نہ ملاوے اور نماز صبح اور مغرب اور عشا میں قرأت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آیندہ نماز جمعہ پڑھتے رہنا

پکار کے پڑھے بشرطیکہ مقتدی نہو اور آہستہ پکار کر کہے پھر ایک سورت یا مقدار تین آیتوں کے خواہ زیادہ کے پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر میں نہ ملاوے بلکہ دونوں میں فاصلہ بمقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز میں طول مفصل پڑھے اور مغرب میں قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشا میں والسماء ذات البروج اور اس کے مثل اور سورتیں پڑھیں اور صبح کی نماز میں سفر کی حالت میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور فجر کی سنتوں اور دوگانہ طواف اور دوگانہ تحیت میں بھی یہی دونوں پڑھے اور قرأت کی انتہا تک کھڑا رہے اور اسی طرح ہاتھ باندھے رہے جیسا اوپر اسکے بیان کیا ہے۔ رکوع اور اسکے لواحق پھر رکوع کرے اور اس میں کئی باتوں کا خیال کرے یعنی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ رکوع میں پہنچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیاں رکوع کے اندر دونوں زانو پر رکھے اور انگلیاں پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول کی جانب قبلہ رخ ہوں اور اپنے گھٹنوں کو سیدھا رکھے انکو پیڑھا نکرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلاوے اور گردن اور سر اور پیٹھ ایک سطح جیسے ہوں کہ نہ سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیوں کو دونوں پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیاں پہلو سے ملی رکھے اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے اور تین بار سے زیادہ سات اور دس بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اٹھے اور دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھاوے اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھا تن کھڑا ہو اور اکہے ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شئی بعد اور اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نمازوں میں طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت میں سجدہ سے پیشتر دعائے قنوت اُن الفاظ سے پڑھے جو احادیث میں مروی ہیں۔ سجدہ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے کو جھکے اور اس گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہے اور بدون رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانوں تک نہ اٹھاوے اور چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے اُن کے بعد دونوں ہاتھ اور آخر کو منہ اور سجدہ میں ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤں کی انگلیاں پھیلی رکھے اور عورت یہ نہ کرے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس وقت آپ کا لباس یہ ہوتا تھا سر پر سے نیچے تک بردہ (یہ یمنی کپڑے کی ہوتی تھی) اس کے
انچل آپ کے دونوں کندھوں پر پڑے رہتے تھے اور جبہ عمانی نفیس کپڑے کا زیادہ لمبا
ہوتا تھا اور کمر میں ایک پٹکا پڑا رہتا تھا عموماً جمعہ یا عیدین کی نماز میں ملا لایا جاتا تھا۔
منبر کی بہت تعریف کی جاتی تھی۔ عموماً بعض معاملات پر جو قسمیں کھائی جاتی تھیں وہ منبر کے

اور سجدے میں پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے اور رانیں جدا جدا ہوں۔ عمدہ پیٹ کو رانوں سے
اور رانوں کو آپس میں ملی ہوئی رکھے اور ہاتھوں کو شانوں کے مقابل زمین پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں
کو پھیلا دے نہیں بلکہ آپس میں سمٹی انگوٹھے کے ملائے اور اگر انگوٹھے کو نہ ملاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اپنے
ہاتھ زمین پر نہ بچھاوے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیاں اٹھی رکھے کہنیاں زمین پر لگانے سے نہی وارد ہے
اور سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور اگر زیادہ دفعہ کہے تو بہتر ہے مگر جس صورت میں کہ امام ہو تین بار
سے زیادہ نہ کہے پھر سجدے سے اٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاوے یعنی اپنا سر تکبیر کہتا ہوا اٹھاوے اور بائیں پاؤں
پر بیٹھکر داہنے قدم کو کھڑا رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے ان کے ملانے میں
تکلف نہ کرے نہ پھیلانے میں مبالغہ کرے اور اس جلسے میں کہے رب اغفرلی وارحمنی واھدنی
واجبرنی وعافنی واعف عنی اور اس جلسہ کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نماز میں بہت نہ بڑھاوے پھر پہلے سجدے
کی طرح دوسرا سجدہ کرے اور اس کے بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسہ استراحت ہر رکعت کے بعد
جس میں التحیات نہ ہوتا ہو پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دیکر اٹھ کھڑا ہو اگر اٹھنے میں کوئی پاؤں آگے نہ بڑھاوے
اور تکبیر کو اتنا بڑھاوے کہ بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک حاوی ہو جاوے یعنی اللہ کی تہ
تو برابر بیٹھنے تک میں ادا ہو اور اکبر کا کاف زمین پر سہارا دیتے وقت نکلے اور را اسوقت پوری ہو کہ آدھا
کھڑا ہو جاوے اور شروع اللہ اکبر کہنا اسوقت سے کرے کہ جب بیٹھنے کے لئے نصف اٹھ چکا ہو تاکہ سارا
اللہ اکبر اس حالت تبدیل میں ہو جاوے قیام اور سجدہ اس سے دونوں خالی رہیں اور یہ صورت تعظیم سے قریب
تر ہو اور دوسری رکعت میں اول کے ہو اس کے شروع میں اعوذ دوبارہ پڑھے۔ التحیات پھر دوسری رکعت کے
بعد اول تشہد پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھنے میں اس طرح
بیٹھے جیسا دو سجدوں کے بیچ میں بیٹھا تھا یعنی بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور داہنا ہاتھ کو
داہنی ران پر رکھے اور اس کی انگلیاں سوائے انگشت شہادت کے بند کرے اور انگوٹھے کے کھلا رکھنے کا بھی کچھ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آگے کھائی جاتی تھیں۔ یہ درحقیقت منبر کی پرستش نہ تھی بلکہ قسم کی عزت تھی کہ پاک مقام میں جاکے کھائی جائے۔ چنانچہ اب بھی جب کوئی سخت معاملہ دو مسلمانوں میں آکے پڑتا ہے تو دونوں اس بات پر رضامند ہوتے ہیں کہ مسجد میں جاکے قسم کھائی جائے اور جب قسم کھائی جاتی ہے تو دونوں میں سے ایک فریق رضامندی کے ساتھ اپنے حقوق یا دعوے سے

مضایقہ نہیں اور صرف داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ کرنا۔ نہ لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات میں بعد درود شریف کے دعائے ماثورہ کو پورا پڑھنا اور اخیر تشہد کا طریق مثل اول تشہد کے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اس میں بائیں چوتڑ پر بیٹھے کیونکہ اب اس کا ارادہ اٹھنے کا نہیں بلکہ ٹھیرا ہوا ہے اور اپنے بائیں پاؤں کو نیچے سے داہنی طرف نکالدے اور داہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار نہو تو پاؤں کے انگوٹھے کا سر قبلہ رُخ رکھے پھر ان سب افعال کے بعد داہنی طرف کو منہ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منہ اتنا پھیرے کہ جو شخص اس کے پیچھے داہنی طرف نماز پڑھتا ہے وہ اس کا داہنا رخسار دیکھ لے پھر بائیں طرف منہ پھیر کر اسی طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے میں نیت نماز سے باہر ہونے کی کرے اور اول سلام میں اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور اسی طرح دوسرے سلام میں نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے بہت کھینچے نہیں کہ سنت اسی طرح ہے یہ صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہوئی اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اس قدر آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے اور امامت کی نیت کرے کہ ثواب ملے اگر نیت نہ کریگا اور مقتدی اس کے پیچھے اقتدا کی نیت سے نماز پڑھ لیں گے تو ان کی نماز درست ہو جاوے گی اور جماعت کا ثواب اسکو ملیگا اور امام شروع نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسا کہ اکیلا پڑھتا ہے اور الحمد اور سورہ دونوں رکعتوں میں صبح کی اور دو پہلی رکعتوں میں مغرب اور عشا کی پکار کر پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا ہے اور جن نمازوں میں قرأت پکار کر پڑھتے ہیں ان میں امام آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی پکار کر آمین کہیں اس سے پیچھے نہ کہیں اور امام الحمد کے بعد کسی قدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہو جاوے اور مقتدی اس حالت خاموشی میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ امام جو وقت قرأت پڑھے اسوقت اسکی قرأت سنیں اور مقتدی جہری نمازوں میں سورہ نہ پڑھے مگر جس صورت میں کہ آواز امام کی نہ سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور امام رکوع سے سر اٹھانے میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دست بردار ہو جاتا ہے۔ سر ولیم میور صاحب نے یہاں بھی چوٹ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہہ دستور بھی آنحضرت نے یہودیوں سے اُڑایا ہے کیونکہ اُن کے ہاں ہیکل میں جا کے قسم کھایا کرتے تھے۔ میور صاحب کا یہ لکھنا تعجب انگیز ہے جبکہ انھیں میور صاحب صاحب کتاب تسلیم کرتے ہیں اور یہ قدرتی بات ہے کہ جو قومیں صاحب کتاب ہونگی ان کی بہت سی باتیں دینیات کے

سمع اللہ لمن حمدہ پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحیں تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات میں اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کہنے کے بعد کچھ اور زیادہ کہے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد پر کفایت کرے اور لوگوں پر اسکو طول نہ دے اور اخیر کی تشہد میں التحیات اور درود کے بعد دعا اتنی نہ بڑھے کہ ان دونوں چیزوں سے زیادہ ہو جاوے اور امام اپنے سلام میں جس طرح قوم کی نیت کرتا ہے مقتدی اپنے سلام میں اُس کے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اس قدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جاویں پھر لوگوں کی طرف اپنا منہ نہ پھیرے اور اگر مردوں کی صف کے پیچھے عورتیں بھی پڑھتی ہوں تب بہتر یہ ہے کہ قبلہ رُخ جما رہے تاکہ عورتیں سامنے نہ پڑیں اور جب تک امام نہ اٹھے مقتدیوں میں سے کوئی نہ اُٹھے امام جدھر سے چاہے پھرے خواہ داہنے ہاتھ کو خواہ بائیں کو اور میرے نزدیک داہنے طرف کو پھرنا پسند ہے اور امام صبح کی قنوت میں خاص اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ اللھم اھدنا کہے بجائے اور قنوت پکار کر پڑھے اور مقتدی آمین کہیں اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اُٹھاویں اور دعا کے ختم پر دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں کہ اس میں ایک حدیث وارد ہے ورنہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ اُٹھائے جاویں جیسے التحیات کے بعد دعا میں نہیں اُٹھاتے۔ منہیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بہت سی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ اوّل دونوں پاؤں کو جوڑ کر کھڑا ہونا۔ دوم ایک پاؤں پر زور دیکر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا۔ سوم اقعا اس کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ دونوں چوتڑوں پر بیٹھکر دونوں زانو کھڑے کر دے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے جس طرح کتا بیٹھتا ہے اور حدیث والوں کے نزدیک اقعا اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ بجز زانوں اور پاؤں کی انگلیوں کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہوا ہو۔ چہارم سدل محدثین کا مذہب یہ ہے کہ سدل اسکو کہتے ہیں کہ اپنی چادر وغیرہ میں لپیٹ کر ہاتھ اندر کرے اور رکوع اور سجدہ اسی طرح کرے ہاتھ باہر نہ نکالے۔ یہ فعل یہودیوں کا تھا کہ اپنی نماز میں کرتے تھے اس لئے اُنکی مشابہت سے منع فرمایا اور کُرتہ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے یعنی رکوع اور سجدہ کُرتے کے اندر ہاتھ کئے ہوئے کرنا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

متعلق ملتی جلتی ضرور ہوں گی۔ ہم تو جب جانیں کہ میور صاحب اس بات کو ثابت کر دیں کہ مسیحی یہودیوں کے ہر بات میں خلاف ہیں۔ یہودی پیروں سے چلتے ہیں عیسائی سر کے بل چلتے ہیں۔ یہودی ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں۔ عیسائی پیروں کی انگلیوں سے کھانا تناول کرتے ہیں۔ یہ سب جاہلانہ نکتہ چینیاں ہیں۔ بہت سی باتیں ان قوموں کی جو صاحب کتاب ہیں ہمیشہ ملتی جلتی رہیں گی۔

نہ چاہیے اور سدل کے معنی بعض یہ کہتے ہیں کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھ لے اور اس کے دونوں پلے داہنے بائیں طرف لٹکا دے بدون آنچل مارنے کے مگر اول معنی سدل بہتر ہیں۔ پنجم کف اسکی صورت یہ ہو کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اٹھا لے اور کف بالوں میں بھی ہوتا ہے یعنی چٹلا باندھ کر نماز پڑھے اور یہ صرف مردوں کے لئے ہے اور حدیث شریف میں ہے "امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء ولا اکف شعیرا ولا ثوبا" اور امام احمدؒ نے تہمد کو کرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہے اور اسکو کف میں داخل سمجھا ہے ششم کہنیوں پر ہاتھ رکھنا۔ ہفتم قیام میں کہنیوں پر اس طرح ہاتھ رکھنا کہ بازو بدن سے علیحدہ رہیں۔ ہشتم موالاۃ یعنی وصل کرنا ایک بات کا دوسری سے اور اس سے نہی امام کے حق میں دو چیزوں سے ہے۔ ایک یہ کہ قرأت اللہ اکبر کہتے ہی شروع کر دے اور دوسرے یہ کہ رکوع کی تکبیر قرأت کے ختم ہوتے ہی کہے اور دوسرے مقتدی کو ہے ایک شروع کی تکبیر امام کی تکبیر میں ملا دینی دوم سلام امام کے ساتھ ملانا اور ایک بات دونوں میں مشترک ہے کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونوں کو جدا جدا کہے۔ نہم دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی اور دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا دونوں سے منع وارد ہے۔ دہم تنگ موزہ پہنکر نماز پڑھنی اس طرح کی باتیں خشوع کو مارتی ہیں اور اسی کے حکم میں ہے بھوک اور پیاس کے ساتھ نماز ادا کرنی اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث سے سمجھی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا جب رات کا کھانا آجاوے اور نماز کی تکبیر ہو تو شروع کرو کھانا مگر اس صورت میں کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لا یدخل احدکم الصلوٰۃ وھو مصطب ولا یصلین احدکم وھو غضبان اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد پہنچاتی ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ سات چیزیں نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہیں۔ نکسر اور نفیذ اور وسوسہ اور جمائی اور خارش اور ادھر اُدھر دیکھنا اور کسی چیز سے کھیلنا اور بعضوں نے بھول اور شک کو اس میں اور زیادہ کیا ہے اور بعض [illegible] کا قول ہے کہ نماز کے اندر چار چیزیں ظلم ہیں ادھر اُدھر تکنا اور مونہ پوچھنا اور کنکروں کو برابر کرنا اور ایسے راستہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور کو ایک سال مدینہ میں آئے ہوئے گزرا تھا کہ اسعد گلے کی بیماری میں بہت سخت مریض ہوئے یہ ان چھ مشہور آدمیوں میں سے تھے جو حضور انور سے سب سے پہلے بمقام منیٰ ملے تھے اور جنھیں حضور انور نے قبیلہ بنی نضیر کا سردار قرار دیا تھا اور انھوں نے اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ جب حضرت مصعب بن عمیر مکہ سے اسلام کی تعلیم کے لئے مدینہ بھیجے گئے تو وہ انھیں کے

یازدہم۔ انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالنا یا چٹکانا۔ دوازدہم۔ مونہ کو چھپانا۔ سیزدہم۔ ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھکر رکوع میں اپنی رانوں کے اندر دے لینا۔ اور بعض صحابہ نے فرمایا ہے کہ ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے پھر اس سے ہمکو منع کر دیا گیا۔ چہاردہم۔ سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنی یا ہاتھوں سے کنکروں کو برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ حاجت نہیں۔ پانزدہم۔ ایک قدم کو اٹھا کر ران پر رکھ لینا۔ شانزدہم۔ قیام میں دیوار سے تکیہ لگانا پس اگر تکیہ اس طرح لگاوے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لیجاوے تو گر پڑے تو ظاہر یہ ہے کہ نماز جاتی رہے گی واللہ اعلم۔ فرائض اور سنتوں کی تمیز جو افعال ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس میں فرض بھی ہیں اور سنتیں اور مستحب اور اولیٰ چیزیں بھی ہیں تاکہ طریق آخرت کا چلنے والا ان سب کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا کہے دیتے ہیں کہ ان افعال میں سے بارہ باتیں فرض ہیں۔ اول نیت۔ دوسری اللہ اکبر کہنا۔ تیسری کھڑا ہونا۔ چوتھی الحمد للہ پڑھنا۔ پانچویں رکوع میں جھکنا اس طرح کہ ہتھیلیاں زانو پر اطمینان کے ساتھ لگ جاویں۔ چھٹی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔ ساتویں اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اس میں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا واجب نہیں۔ آٹھویں سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا بیٹھنا۔ نویں دوسرا سجدہ دسویں اخیر تشہد پڑھنا۔ گیارھویں اخیر تشہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ بارھویں اول سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہیں۔ اور جو باتیں کہ ان بارہ کے سوا ہیں وہ واجب نہیں بلکہ سنتیں اور مستحبات ہیں افعال میں چار باتیں سنت ہیں اول تکبیر احرام میں ہاتھوں کا اٹھانا۔ دوم رکوع کی تکبیر میں۔ سوم قومہ کی تکبیر میں ان کا اٹھانا۔ چہارم تشہد اول کے لئے بیٹھنا۔ باقی اور باتیں جیسے انگلیوں کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتیں رفع یدین کی تابع ہیں اور سرین پر بیٹھنا اور پاؤں کا بچھانا جلسہ کے تابع ہیں اور سر جھکانا اور التفات نکرنا قیام کے تابع ہے اور صورت کو اچھا کرنے اور جلسہ استراحت کو ہمنے افعال کی سنتوں میں شمار نہیں کیا اس لئے کہ یہ دونوں گویا سجدہ سے قیام کے لئے اٹھنے کی خوبی میں داخل ہیں خود اپنی ذات سے مقصود نہیں اور اسی وجہ سے ان کا ذکر بھی جداگانہ نہیں کیا گیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مکان میں اُترے تھے دونوں کی کوشش سے اسلام کی مدینہ میں بہت بڑی اشاعت ہوئی تھی انھیں صحابی نے جب حضور انور مدینہ پہنچے ہیں تو آپ کے اونٹ کی نکیل پکڑی تھی اور آپ کو سبارکباد دی تھی حضور انور آپ کی بیماری پر آزردہ خاطر ہو کے رونے لگے اس پر یہودیوں نے شرارت سے یہ کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوتے تو ضرور اپنے اس دوست کی بیماری کو کھود یتے اس پر حضور انور نے

اور ذکر میں سنتیں یہ ہیں اول شروع کی دعا دوم اعوذ باللہ پڑھنا سوم آمین کہنا کہ سنت موکدہ ہے۔ چہارم قرأت سورت کی۔ پنجم ایک رکن سے دوسرے میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ ششم رکوع اور سجدہ میں تسبیحیں کہنی اور قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ ہفتم اول التحیات اور اس میں درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا۔ ہشتم دعا پچھلے تشہد کے آخر میں۔ نہم دوسرا سلام پھیرنا۔ اور ان چیزوں کو اگرچہ ہمنے سنت میں داخل کر کے لکھا ہے مگر انکے درجات جدا جدا ہیں کیونکہ ان میں سے چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا تدارک سجدہ سہو سے ہوتا ہے۔ اور افعال کی سنتوں میں صرف ایک ہی کا جبر سجدہ سہو سے ہوتا ہے یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے واسطے اس لئے کہ وہ جلسہ نماز کے انتظام کی ترتیب میں تاثیر رکھتا ہے کہ دیکھنے والے اس سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ دو رکعتیں ہیں یا زائد بخلاف رفع یدین کے کہ اس کو انتظام کے تبدیل میں کچھ تاثیر نہیں اسی لئے اسکو بعض اور جزء سے تعبیر کیا گیا اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ اجزا کا جبر سجدۂ سہو سے کیا جاتا ہے مگر ذکروں میں سے بجز تین ذکروں کے اور کوئی سجدہ سہو کا مقتضی نہیں اور وہ تینوں قنوت اور پہلا تشہد اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے بخلاف تکبیر رکوع و سجدہ اور ان کی تسبیحات کے اور قومہ اور جلسہ کے ذکر کے اس لئے کہ رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہے کہ عادت کے خلاف ہے تو اگر ان دونوں میں چپ رہے گا تب بھی مقصود عبادت ان کی صورت سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے درمیان میں ذکر کا نہونا عبادت کی ہیئت کو نہیں بدلتا اور پہلے التحیات کے لئے بیٹھنا ایک فعل عادت کا ہے اسکو جو نماز میں بڑھایا ہے تو صرف تشہد کے لئے زیادہ کیا ہے اگر تشہد اس میں نہوگا تو ظاہر ہے کہ صورت عبادت نہ رہے گی اور دعائے استفتاح اور سورۂ کا چھوڑنا بھی صورت عبادت کے بدلنے میں موثر نہیں کیونکہ قیام اگرچہ فعل عادت کے مطابق ہے مگر الحمد کے اس میں پڑھنے سے عادت سے علیحدہ ہو گیا اسی طرح اخیر تشہد میں کی دعا اور قنوت کا جبر سجدۂ سہو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہے مگر صبح کی نماز میں قیام کا طول اسی قنوت کے سبب سے شروع ہوا ہے تو اس کا حال ایسا ہوا جیسے جلسۂ استراحت کو وہ بھی بڑھانے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ جواب دیا کہ مجھے تو اپنی زندگی پر بھی خدا کی طرف سے قابو نہیں ملا ہے تو پھر میں اپنے ساتھی کی زندگی کیسے بچا سکتا ہوں خداوند تعالیٰ یہودیوں کو برباد کر دے گا جو ایسی باتیں بناتے ہیں۔ یہودیوں کی محض دشمنی کی وجہ تھی کہ وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں بناتے تھے حالانکہ حضرت موسےٰ اور ان سے پہلے پیغمبروں کے حالات دیکھ چکے تھے جن میں سے کوئی پیغمبر نہ اپنے ساتھی کی جان بچا سکا نہ اپنی خدا کی

اور التحیات اس میں پڑھنے سے پہلے تشہد کے لئے جلسہ ہو گیا ہو پس اگر قنوت نہ پڑھا جاوے تو قیام لمبا عادت کے موافق رہ جاویگا جس میں کوئی ذکر واجب نہیں اور لمبے قیام کی قید اس لئے لگادی کہ صبح کے سوا اور نمازیں اس میں داخل نہوں اور ذکر واجب سے خالی ہونے کی قید اس لئے ہے کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہو جاوے اب اگر یہ کہو کہ سنتوں کا فرق فرضوں سے ہو تو سمجھ میں آتا ہے کہ فرض اس کو کہتے ہیں جس کے چھوڑ جانے سے نماز کی درستی بھی جاتی رہے اور سنت کے جانے سے صحت فوت نہیں ہوتی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہے اور سنت پر نہیں ہوتا مگر سنتوں کے آپس میں جدا ہونے اور کم و زیادہ ہونے سے کیا مراد ہے سب سنتوں کا امر استحباب کے طور پر ہے اور کسی کے ترک سے عذاب نہیں ہے اور کرنے پر سب کے ثواب ہوتا ہے تو پھر فرق کیا ہوا پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ثواب اور عذاب اور استحباب میں سب سنتیں مشترک ہیں تو اس سے ان میں فرق دور نہ ہوگا اور ہم اس بات کو ایک مثال سے واضح کئے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان کو جو موجود اور کامل کہتے ہیں تو وہ اسی وجہ سے کہتے ہیں ایک امر باطن کی وجہ سے دوم اعضائے ظاہر کی جہت سے امر باطن تو حیات و روح ہے اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہیں اور ان اعضا میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے نہونے سے انسان نیست ہو جاتا ہے جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضا جن کے عدم سے حیات جاتی رہتی ہے اور بعض اعضا ایسے ہیں کہ ان کے نہونے سے زندگی تو نہیں جاتی مگر زندگی کے مقصود فوت ہو جاتے ہیں جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور بعض اعضا ایسے ہیں کہ ان سے نہ زندگی فوت ہو نہ اس کے مقاصد مگر ان کے نہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہے جیسے بھویں اور ڈاڑھی اور پلکیں اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے ہیں کہ ان سے اصل خوبصورتی نہیں جاتی مگر کمال خوبی کا جاتا رہتا ہے جیسے بھوؤں کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی اور پلکوں کا سیاہ ہونا اور اعضا کا متناسب ہونا اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرض کہ یہ درجات جدا جدا ہیں اسی طرح عبادت بھی ایک صورت ہے کہ شریعت نے اسکو بنایا ہے اور اس صورت کا حاصل کرنا ہمارے لئے عبادت مقرر ہوا ہے اس صورت کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ساری قومیں پیغمبر کی ذات میں ودیعت نہیں کی جاتیں ہمارے دوست میور صاحب نے یہودیوں کے اس قول کو بہت خوش ہو کے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کاش یہودیوں کے وہ اِن اقوال کو بھی لکھ دیتے جو وہ ان کے خداوند مسیح کی نسبت کہتے ہیں۔

حضور انور اکثر اوقات اپنے عزیز صحابی کی عیادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور جو کچھ

روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت اور دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہے جیسا کہ آگے لکھا جاویگا اب اس جگہ اس کے اجزائے ظاہری کا ذکر کر رہے ہیں پس رکوع اور سجدہ اور قیام اور دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہیں کہ اُن کے نہونے سے نماز نہیں ہوتی اور سنتیں جو ہمنے لکھی ہیں یعنی رفع یدین اور شروع کی دعا اور تشہد اول یہ بمنزلہ دونوں ہاتھوں اور آنکھوں اور پاؤں کے ہیں کہ ان کے نہونے سے صحت تو نہیں جاتی جیسے اُن اعضا کے نہونے سے زندگی نہیں جاتی بلکہ آدمی بُری صورت کا ہو جاتا ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص نماز میں اسی قدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست ہو جاوے اور سنتوں کو بجا نہ لاوے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تحفہ بھیجے کہ زندہ تو ہو مگر ہاتھ پاؤں کٹے ہوں۔ اور مستحبات جو سنتوں سے کم درجہ کے ہیں وہ بمنزلہ حُسن کے لوازم کے ہیں جیسے بھویں اور ڈاڑھی اور پلکیں اور رنگ کی خوبی بدن میں ہے۔ اور لطائف آداب یعنی ذکر وغیرہ جو اُن سنتوں میں ہیں تو حُسن کی مکمل تصویر ہیں جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور ڈاڑھی کا گول ہونا وغیرہ ہے۔ حاصل یہ کہ نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہے جس سے تو حضرت شاہنشاہ حقیقی کی جناب میں تقرب چاہتا ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ دُنیا کی قربت کی طلب کے لئے غلام اسکی بارگاہ میں تحفہ بھیجتا ہے اور یہ بڑا تحفہ اللہ عزوجل کے حضور میں پیش ہو کر بڑی پیشی کے دن پھر تجھے ملنا ہے اب تجھے اختیار ہے چاہے اسکی صورت اچھی بنا خواہ بُری۔ اگر اچھی بنا دیگا تو اپنے واسطے اور بُری بنا دیگا تو اپنے واسطے۔ اور تجھ کو یہ نہ چاہئے کہ فقہ کی مہارت میں سے اسی پر بس کرے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرے اور سنت کو سمجھے کہ اُس کا نہ کرنا جائز ہے اور اس خیال سے اسکو چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے آدمی کا وجود نہیں جاتا مگر اُس آدمی کو اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور پر بادشاہ کے ہاں پیش کرنے کے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی یہی حال سنتوں اور مستحبات کے فوت ہونے کا سمجھنا چاہئے کہ جو نماز کہ آدمی اُسکا رکوع اور سجدہ پورا نہ کریگا تو اسکی اول دشمن وہی ہوگی اور کہے گی کہ خدا تعالیٰ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنیکے باب میں ہم احادیث لکھ آئے ہیں انکو دیکھو تاکہ ان باتوں کی وقعت

مریض کی خدمت ہوتی تھی اس کے کرنے میں بھی آپ کو دریغ نہ ہوتا تھا جو علاج کہ اس زمانہ میں عربوں میں رائج تھے وہ سب کئے گئے مگر کسی سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخران کی وفات ہوگئی۔ حضور انور اپنے عزیز کے جنازے کے ساتھ مدفن پر تشریف لے گئے یہ مدفن شہر کے مشرقی سمت کی طرف واقع ہے یہاں جنگلی پودے اور جھاڑیاں بہت سی تھیں اب تک

نماز کے اندر باطنی شرطوں کے ذکر میں جو دل سے متعلق ہیں اس میں ہم اول نماز کا وابستہ ہونا خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کریں گے پھر امور باطنی جن سے نماز کامل ہوتی ہو اور ان کے حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھیں گے پھر ان امور کی تفصیل کریں گے جو ہر رکن میں نماز کے رکنوں میں سے موجود ہونے چاہئیں تاکہ نماز توشۂ آخرت ہو جائے۔ نظر بریں اس میں چار بیان ہیں۔

بیان اول خشوع اور حضور دل کے شرط ہونے میں۔ واضح ہو کہ اس بات کی دلیلیں بہت ہیں نماز کے اندر خشوع اور حضور دل شرط ہو چنانچہ ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہو اقم الصلوٰۃ لذکری الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہو یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہو اور غفلت ذکر کی ضد ہو تو جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے وہ نماز کا برپا رکھنے والا خدائے تعالیٰ کی یاد پر کیسے ہوگا اور ایک جا اور ارشاد فرمایا ہو ولا تکن من الغافلین اس میں بھی کا صیغہ ہو جو بظاہر غفلت کی حرمت پر دلالت کرتا ہو اور فرمایا حتّٰی تعلموا ما تقولون اس میں نشہ والے کو نماز سے منع کرنے کی علت ہو اور یہ علت اس شخص کو بھی عام ہو جو غافل اور وسوسوں میں مستغرق اور دنیاوی فکروں میں ڈوبا ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الصلوٰۃ تمسکن وتواضع اس حدیث میں صلوٰۃ پر الف لام کے داخلی ہونے اور کلمہ انما سے شروع ہونے سے جو تحقیق مابعد اور محو غیر کے لئے آتا ہے حصر ثابت ہو یعنی نماز وہی ہے جس میں مسکنت اور تواضع ہو چنانچہ فقہا نے انما الشفعۃ فیما لم یقسم سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہو اور فرمایا کہ جس شخص کو اسکی نماز برائی اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اسکو خدائے تعالیٰ سے دور ہی بڑھاوے گی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہیں۔ اور فرمایا کہ بہت کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی نماز سے ان کو حصہ صرف رنج و مشقت ہی ہو ان سے بجز غافلوں کے اور کوئی مراد نہیں۔ اور فرمایا کہ بندہ کے لئے اسکی نماز میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ کے مزار کی زیارت کے لئے لوگ جاتے ہیں اور اب تک مزار موجود ہے۔
اتفاق ایسا ہوا کہ حضور النعمہ کے مدینہ پہنچنے سے کئی مہینے بعد تک کسی مسلمان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اس پر یہودی مسلمانوں کو چھیڑتے تھے اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں بانجھ ہو گئی ہیں۔ کوئی بچہ اُن کے ہاں پیدا نہیں ہونے کا۔ اخیر ایک سال سے کچھ اُوپر گزرا تھا۔

اسی قدر ہو جس قدر کوہ سمجھے اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہو چنانچہ حدیث میں یہ مضمون آگیا ہو اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہو گا وہ یقیناً مناجات نہ ہو گی۔ اور اس کا بیان یہ ہو کہ زکوٰۃ بالفرض آدمی غافل ہو جائے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہو اسی طرح روزہ قوتوں کو دبانے والا اور اس خواہش نفس کا توڑنے والا ہو جو شمن خدا تعالیٰ کا آلہ ہو تو کچھ بعید نہیں کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہو تاہم اس کا مقصود حاصل ہو جائے اور یہی حال حج کا ہو کہ اس کے افعال شاق اور سخت ہیں اور ان میں اتنی محنت ہو کہ جس سے امتحان حاصل ہو جاتا ہے خواہ افعال کے ساتھ دل حاضر ہو یا نہ ہو لیکن نماز میں بجز ذکر اور قرأت اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود کے اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ذکر جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہو اس سے خطاب اور ہمکلامی مقصود ہو یا فقط حروف و آواز کا نکلنا زبان کے اعمال کے امتحان کے طور پر منظور ہے جیسے معدہ اور شرمگاہ کا امتحان روزہ میں روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتیں اٹھانے سے اور دل کا امتحان زکوٰۃ نکالنے اور مال محبوب کو جدا کرنے کی مشقت سے ہوتا ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہہ نہیں ذکر سے یہ مقصود ہوتا کہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہو باطل ہو اس لئے کہ غافل پر بندیان سے زبان کا ہلانا بہت سہل ہو پس عمل ہونے کے اعتبار سے ذکر میں کچھ امتحان نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر نطق ہے اور نطق اسی صورت میں ہو گا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا بدون حضور دل کے حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو اور اھدنا الصراط المستقیم زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا سوال ہو گا پس جس صورت میں ذکر سے نرو تنی اور دعا کا ہونا مقصود نہ ہو تو غفلت کے ساتھ زبان ہلانے میں کونسی دقت پڑے گی خصوصاً عادت پڑنے کے بعد تو کچھ بھی دشوار نہ ہو گی بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی قسم کھاوے اور کہے کہ میں فلاں شخص کا شکر کروں گا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ زبیر مہاجر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد بشیر کے ہاں نعمان پیدا ہوا بشیر انصار میں سے تھے۔ سر ولیم میور کہتے ہیں کہ یہودیوں نے جادو کر دیا تھا کہ مسلمانوں کی نسل نہ بڑھے مگر جب سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں اور پڑھی گئیں تو یہودیوں کے جادو کا اثر جاتا رہا اور مسلمانوں کے ہاں بچے پیدا ہونے لگے۔ سر ولیم میور کو جب کسی بات پر

اور اس کی تعریف کروں گا اور اس سے ایک حاجت کا سوال کروں گا پھر یہ باتیں جس قسم کھائی ہے خواب میں اسکی زبان پر جاری ہو جائیں تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ اسکی زبان پر اندھیرے میں جاری ہوں اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اس کا ہونا معلوم نہ ہو اور نہ اسکو دیکھتا ہو تب بھی قسم میں سچا نہ ہوگا اس لئے کہ اسکا کلام اس شخص سے نہیں ہوگا اور نہ اپنے دل کی بات اس کے ساتھ کرے گا جبتک کہ وہ اسکے دل میں حاضر نہ ہوگا پس اگر اسی طرح دن کی روشنی میں یہ کلمات اسکی زبان پر جاری ہوں مگر یہ شخص کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہونے کی وجہ سے ان کلمات سے غافل ہو اور اس کا ارادہ ان کلمات کے بولنے کے وقت اس شخص کے خطاب کرنے کا نہو تب بھی اپنی قسم میں سچا ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ قرأت اور ذکر سے مقصود خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اسکے سامنے تضرع اور دعا ہے اور جس سے خطاب چاہیئے وہ ذات پاک اللہ جل جلالہ کی ہے تو جس صورت میں کہ جانب غفلت اس کے دل پر پڑا ہوا ہوگا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا نہ اس کے سامنے ہوگا تو ظاہر ہے کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور عادت کی وجہ سے اس کی زبان چلتی ہوگی پس ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الٰہی کی تجدید اور عقد ایمان کی پختہ ہونے سے بہت بعد ہوگا۔ یہ حکم قرأت اور ذکر کا ہے غرض کہ نطق میں اس خاصیت کے انکار کرنے کی اور اس کو فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور رکوع اور سجدہ سے یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ آدمی اپنے فعل سے خدائے تعالیٰ کی تعظیم اس سے غافل ہو کر کرتا ہو تو یہ بھی درست ہوگا کہ وہ اپنے فعل سے کسی بت کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے رکھا ہو اور وہ اس بت سے غافل ہو یا کسی دیوار کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے ہے اور اسکو اس سے غفلت ہو۔ اور جب رکوع اور سجدہ تعظیم سے خالی ہوں تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اس میں کچھ اتنی دشواری نہیں جس سے امتحان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اعتراض کرنا اور اس سے حسب منشاء نتیجہ نکالنا ہوتا ہے تو آپ ضعیف سے ضعیف روایت پر بھی تکیہ کرتے ہیں اور پھر اس سے استدلال کرنے میں اُنھیں کچھ باک نہیں رہتا اور جب اپنا مطلب نہیں ہوتا تو کہہ دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ ہم اس انصاف اور ڈپلومیسی (بے ایمانی کی حکمت عملی) کی داد دیتے ہیں کہ بیشک موجودہ زمانہ کے علماء کا یہی وطیرہ ہونا چاہیئے۔

مقصود ہو یا اس کو دین کا رکن کیا جاوے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جاوے اور حج اور تمام عبادات سے مقدم کی جاوے اور خاص اسی کے چھوڑنے سے قتل واجب ہو اور ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اس کے اعمال ظاہری کی جہت سے ہو ہاں اگر مناجات کا مقصود اس پر زائد کیا جاوے تو یہ ایسا امر ہو کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھ کر ہے بلکہ اضحیہ اور قربانی جو خدا تعالیٰ نے نقصان مال کا مجاہدۂ نفس کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسکے باب میں ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اس میں تقویٰ سے وہ وصف مراد ہے جو دل کے اوپر غالب ہو کر اسکو امتثال امر کی موجب ہووے اور وہی مطلوب ہو تو نماز میں وہ کیسے نہ ہوگی اسکے افعال سے تو کچھ غرض ہی نہیں تو معنی کے رو سے یہ روایتیں حضور دل کے شرط ہونے پر دال ہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے جو حضور دل کو نماز کی صحت میں شرط کر دیا اور بدون اس کے نماز کے باطل ہونے کا حکم دیا تو اس میں تم نے سب فقہا کے خلاف کیا کہ انھوں نے حضور دل کو صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ باب العلم میں پہلے گزر چکا ہے کہ فقہا باطن میں تصرف نہیں کرتے اور دل کو چیر کر باطن کا احوال جانیں اور نہ طریق آخرت میں تصرف کریں بلکہ ظاہر دین کے احکام کو اعضا کے ظاہر اعمال پر بنا کرتے ہیں اور ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے ہاں کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت میں کارآمد ہوں تو یہ امر فقہ کے حدود سے باہر ہے علاوہ ازیں بدون حضور دل کے اعمال کے کامل ہو جانے پر اجماع کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو بشر بن حارث سے منقول ہے اس روایت میں کہ ابو طالب مکی نے سفیان ثوری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص خشوع نہ کرے اس کی نماز فاسد ہے۔ اور ایک روایت حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد جاتی ہے اور حضرت معاذ بن جبل سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سورتوں کا آسمان سے نازل ہونا اگر کسی خاص بنیاد پر ہوا کرتا تھا مگر ہر سورت اپنے متعلق حالات کے لئے دائمی اور عام ہوتی تھی اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ صرف ایک ہی خصوصیت اس کے ساتھ ہے مثلاً قرآن مجید کی آخری دو سورتیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے محض یہودیوں کے جادو توڑنے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ مقصد بھی ہو

روایت ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور قصداً پچانے کہ اس کے داہنے اور بائیں کون ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس میں اس کے لئے چھٹا حصہ اور دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا صرف اس قدر لکھا جاتا ہے جسقدر کو اس میں سے سمجھتا ہے۔ اور یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھیرالیا جاتا تو اب اسپر تمسک کیسے نہ کیا جاوے۔ اور عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ بندے کو اس کی نماز میں سے اسی قدر ملے گا جسقدر کہ اس نے اسمیں سے سمجھا ہے انھوں نے حضور دل پر اجماع ہی ٹھیرا دیا اور اس قسم کی باتیں جو پرہیزگار فقہا اور علمائے آخرت سے منقول ہیں وہ خارج از حد شمار ہیں اور حق یہی ہے کہ شرعی دلیلوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اخبار اور آثار سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور دل شرط ہے لیکن فتویٰ کا مقام احکام ظاہری میں خلق کے قصور کے موافق ٹھیرالیا جاتا ہے اس لحاظ سے ممکن نہیں کہ آدمیوں پر تمام نماز میں دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جاوے اس لئے کہ اس سے بجز نہایت تھوڑے لوگوں کے تمام آدمی عاجز ہیں اور جبکہ تمام نماز میں شرط کرنا ممکن نہوا تو چار ناچار اسکو ایسی طرح شرط کرنا پڑا کہ ایک ہی لحظہ کو حضور دل اسپر صادق آوے اور سب لحظوں کی نسبت کر اللہ اکبر کہنے کا لحظہ اس شرط کے لئے انسب تھا اس لئے حکم دینے میں اسی قدر حضور دل پر اکتفا کیا اور باوجود اسکے ہم کو توقع ہے کہ جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے اس کا حال اس شخص کا سا نہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اس لئے کہ غافل نے کچھ تو فعل پر ظاہر میں اقدام کیا اور دل کو ایک لحظہ حاضر کیا اور یہ کیسے نہوگا حالانکہ جو شخص بے وضو بھولے سے نماز پڑھ لے تو اسکی نماز خدائتعالیٰ کے نزدیک باطل ہے مگر اسکو کسی قدر ثواب موافق اس کے فعل اور عذر کے ہوگا لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں غافل کا حال تارک نماز کی نسبت برا نہو کیونکہ جو شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور میں سستی کرے اور کلام غافلوں اور حقارت کرنے والوں کے سے منہ سے نکالے اس کا حال اس شخص کی نسبت برا ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف درجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مگر ان کا مقصد عام ہو اور وہ خبیثوں سے پناہ مانگنے اور خداوند تعالیٰ سے استعانت لینے کی ایک لطیف دعا ہو۔ جو اور الہامی کتب میں نظر نہیں آتی۔

حضور انور کو اندھیرے سے بہت نفرت تھی حجرے میں جب تک کہ چراغ روشن نہ ہو جاتا تھا آپ کو اطمینان نہ ہوتا تھا اس پر مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اندھیرے سے ڈرتے تھے

اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہو تو اب تمکو اسکے بعد احتیاط کرنے خواہ سستی برتنے میں اختیار ہو اور باوجود اس کے فقہا جو نماز کی دہرانی کا حکم غفلت کے ہوتے ہوئے دیتے ہیں ان کے خلاف حکم نہیں دے سکتے اس لئے کہ مفتی کو تو یہ حکم بمجبوری دینا ہی پڑتا ہو جیسے پہلے مذکور ہوا۔ اور جو شخص کہ نماز کے بھید سے واقف ہو اسکو معلوم ہو جاوے کہ غفلت نماز کو مضر ہے مگر چونکہ پہلے ہم علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان میں لکھ آئے ہیں کہ اسرار شریعت میں سے جو منکشف ہوتے ہیں ان کی تصریح کا رفع ایک یہ ہو کہ خلق ان کے فہم سے قاصر ہے لہذا ہم اس بحث سے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس قدر بھی طالب آخرت کے لئے کافی ہو اور جو شخص جدل کرنے والا غوغائی ہے اس سے ہم اب کلام کرنا نہیں چاہتے اور حاصل اس تقریر کا یہ ہو کہ حضور دل کی نماز کی روح ہے اور کم سے کم مقدار جس سے کہ یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل کا ہونا ہو اور اس قدر سے اگر کم ہو گا تو صورت بنا ہی ہو اور جس قدر اس سے زیادہ حضور دل ہو گا اسی قدر روح نماز کے اجزا میں پھیلے گی اور جو زندہ ایسا ہو کہ اسکو حرکت نہ ہو وہ مردہ کے قریب ہو پس جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل ہو اس کی نماز ایسے ہی زندہ کی مثل ہے جس میں حرکت نہ ہو اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ غفلت کے دور کرنے اور حضور دل میسر ہونے میں ہماری اچھی طرح مدد فرماوے۔ دوسرا بیان ان امور باطنی کا جنسے نماز کی زندگی پوری ہوتی ہو۔ واضح ہو کہ ان امور کے لئے بہت سے الفاظ ہیں مگر چھ لفظ ان سبکو جمع کرتے ہیں جن کی تفصیل مع اسباب اور علاج کے ہم آگے لکھتے ہیں ان میں سے اوّل حضور دل ہو اور اس سے ہماری غرض یہ ہو کہ جس کام کو آدمی کر رہا ہو اور جس کلام کو بول رہا ہو اس کے سوا دوسری چیزوں سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونوں کا علم ہو اور ان دونوں کے سوا اور کسی چیز میں فکر جولانی نہ کرتا ہو اور جب آدمی کا فکر جس کام میں وہ لگا ہوا ہو اس سے دوسری طرف نہ جاوے اور اس کام کی یاد دل میں ہو اور اسکی کسی چیز سے غفلت نہو تو حضور دل حاصل ہو۔ دوسری بات فہم ہو یعنی کلام کے معنی کو سمجھنا اور یہ حضور دل کے سوا دوسری بات ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حالانکہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے ہر ہوشیار اور بالغ نظر بغیر روشنی کے کبھی اندھیرے میں رہنا پسند نہیں کرے گا کیونکہ اندھیرے میں انسان کی جان کو صدہا خطرے ہیں اور جان کی حفاظت ہر شخص پر فرض ہے۔ کوئی عقلمند اور باہوش آدمی اپنی جان خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرے گا یہ اعتراض محض مہمل اور بے معنی ہے۔ مخالفین کا دوسرا اعتراض

ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دل لفظوں کے ساتھ حاضر ہوتا ہے ان کے معنوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا تو ہمارا مقصود فہم ہے دل میں معنی لفظ کا علم ہونا ہے اور اس مقام میں لوگ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ معانی قرآن اور تسبیحات کے سمجھنے میں سب لوگ یکساں نہیں ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں ان کو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اس کے دل میں پہلے کبھی نہ گزرے تھے۔ اور اسی وجہ سے نماز فحش اور برائی سے منع کرتا ہے یعنی ایسی باتیں سمجھاتی ہے کہ وہ برائی سے خواہ مخواہ مانع ہوں تیسری بات تعظیم ہو جو حضور دل اور فہم کے علاوہ ہو کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کوئی کلام کرتا ہے اور دل بھی اس کا حاضر ہوتا ہے اور معنی اپنے کلام کے سمجھتا ہے مگر غلام کی تعظیم نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھکر ہے۔ چوتھی ہیئت یہ تعظیم سے بھی بڑھ کر ہے بلکہ ہیئت اس خوف کو کہتے ہیں جس کا منشا تعظیم ہو کیونکہ جسکو بالکل خوف نہ ہو اسکو ہیئت زدہ نہیں کہتے اور نہ بچھو سے اور غلام کی بدخلقی اور دوسری اسی جیسے ادنے چیزوں سے ڈرنے کو ہیئت کہتے ہیں بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیئت کہتے ہیں غرض کہ ہیئت وہی خوف ہے جو اجلال اور تعظیم کی جہت سے پیدا ہو۔ پانچویں رجا اس میں کچھ شک نہیں کہ رجا ان پہلی باتوں کے علاوہ ہے بہت ایسے لوگ ہیں کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے دبدبے سے ڈرتے ہیں مگر اس سے توقع کچھ نہیں رکھتے اور بندے کو چاہئے کہ اپنی نماز سے خدا تعالیٰ کے ثواب کی توقع رکھے جیسے کہ گناہ سے اس کے عذاب کا خوف کرتا ہے۔ چھٹی حیا یہ ان پانچوں سے علیحدہ ہے کیونکہ اس کا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم گزرنا ہے تو تعظیم اور خوف اور رجا ایسے ہو سکتے ہیں جن میں نہ ہو یعنی اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہ ہو تو ظاہر ہے کہ حیا نہ ہوگی۔ غرض کہ ان چھوؤں باتوں سے نماز کی روح پوری ہوتی ہے۔ اب ان کے اسباب کو جدا جدا سنو کہ حضور دل کا سبب ہمت ہوتی ہے اس لئے کہ آدمی کا دل اسکی ہمت کا تابع ہوتا ہے اور ہمت ہم سے متعلق ہے جسکے معنی فکر کے ہیں تو جو بات آدمی کو فکر میں ڈالتی ہے اسی میں دل حاضر ہوتا ہے اور یہ بات آدمی کی سرشت میں ہے کہ فکر والے کام میں خواہ مخواہ حاضر رہتا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ ہے کہ تاریک گھٹا بادلوں کی گڑگڑاہٹ ہوا کے طوفان سے حضور انور بہت ڈرتے تھے حالانکہ یہ بات نہیں ہے آسمان اور کرۂ باد کی یہ حالت دیکھ کے آپ کو قوم عاد اور قوم ثمود کے عذاب یاد آتے تھے جن میں خدا کی نافرمان مخلوق کچل دی گئی تھی وہ پاک مقدس نفس خدا اور اس کی مخلوق کا سچا عاشق مخلوق کی اس بربادی کا خیال کر کے پریشان

اور نماز میں اگر دل حاضر نہو تو بیکار نہ رہے گا بلکہ دنیا کے امور میں سے جس بات میں آدمی کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگا اسی میں دل موجود ہوگا پس نماز میں دل کے حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اسکے کہ ہمت کو نماز کی طرف پھیرا جاوے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھرے گی جب تک یہ ظاہر نہو جاوے کہ غرض مطلوب اسی سے متعلق ہے یعنی اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائدار اور غرض مطلوب ہے اور نماز اس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے پس جب اس بات کو دنیا اور اس کے مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونوں کے مجموعہ سے نماز میں حضور دل حاصل ہوگا - اور جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمھارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اس وقت اسی جیسی بات سوچنے سے دل حاضر ہو جاتا ہے تو اگر شاہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جسکے قبضۂ قدرت میں ملک الموت اور نفع و نقصان ہے تمھارا دل حاضر نہ ہوتا ہو تو اس کا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعیف ہونے کے اور کچھ مت گمان کرنا اور اس صورت میں تمکو اپنے ایمان کے قوی کرنے میں کوشش کرنی چاہئے اور اس کا طریق کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا - اور فہم کا سبب بعد حضور دل کے فکر کا دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہے اور اس کی تدبیر وہی ہے جو دل کے حاضر ہونے کی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ فکر پر متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ مشغول کر دیں ان کے دور کرنیکے لئے مستعد رہنا چاہئے اور اس قسم کے وسوسوں کے دفع کرنے کا علاج یہ ہے کہ ان کا مواد سب قطع کر دے یعنی جن چیزوں کی طرف کہ وسوسے دوڑتے ہوں اُن میں سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جب تک یہ مواد نہ دور ہوگا تب تک وسوسے چلے جاویں گے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو چاہتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اس لئے محبوب چیز کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے اور اسی وجہ سے دیکھتے ہو کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہے اسکی کوئی نماز وسوسوں سے صاف نہیں ہوتی - اور تعظیم دو چیزوں کے جاننے کے سبب سے دل میں پیدا ہوتی ہے - اول خدائے تعالیٰ کے جلال و عظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہے کیونکہ جو شخص معتقد اسکی عظمت کا نہوگا اس کا نفس اسکی عظمت کے سامنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو جاتا تھا بے وقوف یہ سمجھتے تھے کہ آپ طوفان اور ابر سے ڈر گئے۔ میور صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت چونکہ کمزور دل و دماغ کے تھے اس لئے قدرت کی ان نیرنگیوں کا اثر آپ پر بہت پڑتا تھا اور آپ اس سے پناہ مانگنے کے لئے دعا مانگا کرتے تھے حالانکہ یہ بات غلط ہے جو کچھ ہم نے اس واقع کی اوپر توضیح کی ہے وہ قرین قیاس ہی نہیں ہے بلکہ صحیح روایتیں اور حدیثوں سے بھی

دوم نفس کی حقارت اور خست کو پہچاننا اور اسکو بندۂ مسخر مملوک سمجھنا ان دونوں باتوں کے جاننے سے فروتنی اور انکساری اور اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہے جس کو تعظیم کہتے ہیں اور جبتک کہ نفس کی حقارت کی معرفت خدائے تعالیٰ کے جلال کی معرفت سے نہیں ملتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے کی صفت جان لے مگر خشوع اس کو نہو اس وجہ سے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اس کا محتاج ہونا اس کے علم کا ضمیمہ نہیں ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور سطوت اور اسکی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کو جاننے سے پیدا ہوتی ہے یعنی یوں سمجھنے سے کہ اگر خدائے تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو سب کو ہلاک کر دے تو اس کے ملک میں سے ایک ذرہ کم نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ہی وہ باتیں دیکھے جو انبیا اور اولیا پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائیں آتی ہیں باوجودیکہ اُن کے دور کرنے پر قادر ہیں اور زمین کے سلاطین کا حال اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے غرض کہ جتنا اللہ تعالیٰ کا علم آدمی کو زائد ہوگا اتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی .....

..... اور رجا کا سبب یہ ہے کہ آدمی خدائے تعالیٰ کے لطف و کرم اور انعام عمیم اور صنعت کے لطائف کو پہچانے اور نماز کے باعث جو اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کو سچا جانے پس جب وعدہ پر یقین اور اس کے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونوں کے مجموعہ سے بیشک رجا پیدا ہوگی اور حیا اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ عبادت میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور جانے کہ خدا تعالیٰ کا جتنا بڑا حق ہے اسکی بجا آوری سے میں عاجز ہوں اور اس بات کو اپنے نفس کے عیب اور اسکی آفتوں کے پہچاننے اور اس کی قلت اخلاق اور خبث باطن اور سب افعال میں سر دست کے فائدے پر راغب ہونے کو خیال کرنے سے قوت دے اور اس کے ساتھ ہی یہ جانے کہ خدائے تعالیٰ کا جلال کونسی عظمت کا مقتضی ہے اور یہ کہ وہ باطن پر اور دل کے وسوسوں پر خواہ کتنے ہی باریک و خفیہ ہوں مطلع ہے حاصل یہ کہ جب یہ معرفتیں حاصل ہوں گی تو یقیناً ایک حالت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہی ثابت ہوتا ہے ایک حدیث مشکوۃ کی سیور صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے حالانکہ صحیح بخاری جیسی معتبر کتاب کی نسبت تو وہ یہ تحریر کر چکے ہیں کہ اس کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے مگر الزام لگانے کے وقت اُنھوں نے بخاری چھوڑ مشکوۃ کو اپنا پشت پناہ بنا کے آنحضرت کا خوف ظاہر کرنے کیلئے سند پیش کیا ہے اور اس حدیث کے متعلق یہ تحریر کیا ہے یہ بالکل صحیح ہے حالانکہ

پیدا ہوگی جسکو حیا کہتے ہیں۔ ان چھوؤں صفت کے سبب یہ تھے جو مذکور ہوئے پس جس صفت کا طلب کرنا منظور ہو اسکی تدبیر یہی ہے کہ اس کے سبب کو پیدا کرنا چاہئے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے طلاح خود معلوم ہو جاتا ہے۔ اور ان سب سببوں کا رابطہ ایمان و یقین ہے یعنی یہی معرفتیں جن کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ یقینی ہو جاویں کہ اُن میں کسی طرح شک نہ رہے اور دل پر غالب ہو جاویں اور یقین کے معنی شک نہ رہنے اور دل پر مسلط ہونے کے پہلے لکھے جا چکے ہیں اور جس قدر یقین ہوتا ہے اسی قدر دل خشوع کرتا ہے اور اسی جہت سے حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتیں کرتے تھے اور ہم اُن سے باتیں کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ نہ ہم کو جانتے اور نہ ہم اُن کو جانتے۔ اور روایت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ جب تو مجھ کو ذکر کرے تو ایسی طرح ذکر کر کہ اپنے اعضا کو جھاڑ اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے رہ اور جب میرا ذکر کرے تب اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کر لے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو ذلیل بندے کی طرح کھڑا ہو اور مجھ سے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کر۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گنہگاروں سے کہدے کہ میرا ذکر نہ کریں کہ میں نے اپنے نفس پر قسم کھائی ہے کہ جو کوئی میرا ذکر کریگا تو میں اس کا ذکر کروں گا پس اگر وہ میرا ذکر کریں گے تو میں اُن کا ذکر کروں گا لعنت کے ساتھ۔ یہ حال گنہگار کا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونوں جمع ہو جاویں تب کیا حال ہوگا۔ اور جن امور کو ہم نے لکھا ہے اُن کے مختلف کرنے سے آدمیوں کی کئی قسمیں ہو گئیں۔ بعضے تو ایسے غافل ہیں کہ نماز سب پڑھتے ہیں مگر دل کا حضور ایک لحظ کو نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز پوری پڑھتے ہیں اور ایک لحظ بھی دل غائب نہیں ہوتا بلکہ بعض وقت ایسی طرح فکر کو نماز میں لگاتے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی حال گزر جائے ان کو خبر ہی نہیں ہوتی اسی وجہ سے سلم بن یسار کے ستون گرنے اور اس کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی کچھ خبر نہیں ہوئی اور بعض اکابر مدت تک جماعت میں حاضر ہوئے مگر کبھی نہ پہچانا کہ امام پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میور صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ جب آپ کل حدیثوں کو غلط ٹھیرا چکے ہیں پھر اس حدیث کی صحت کے متعلق آپ کو ضرور الہام ہوا ہوگا یا مثل یوحنا کے کسی مکاشفے کے بھنور میں آپ پھنس گئے ہوں گے جس نے اپنے مکاشفے کے بیان سے تمام مشرقی فسانوں کو مبالغہ میں پیچھے بٹھا دیا بہرحال ہم مشکوۃ کی حدیث نقل کرتے ہیں مگر اسے بھی غور سے دیکھنے کے بعد میور صاحب کا مطلب

کون ہو۔ اور بائیں پر کون۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلہ پر سنائی دیتی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت اُن کے چہرے زرد ہو جاتے تھے اور شانے تھراتے تھے اور یہ امور ہونے کچھ بعید نہیں اس لئے کہ ان سے دو چند دنیاداروں کے افکار اور بادشاہان زمین کے خوف سے شاہد ہوتے ہیں حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہیں اور جو کچھ اُن سے ملتا ہو وہ بھی حقیر و خفیف یہاں تک کہ کوئی شخص بادشاہ یا وزیر کے پاس جا کر کسی مقدمہ میں بات کرتا ہو اور چلا آتا ہو اس سے اگر پوچھا جائے کہ بادشاہ کے گرد کون لوگ تھے اور اس کا لباس کیا تھا تو ہرگز نہ بتلا سکے گا کیونکہ اپنے دھندے کی فکر میں ڈوبے رہنے سے اسکو اتنی مہلت کہاں تھی کہ اس کے لباس یا گرد کے لوگوں کو دیکھے۔ اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال میں مختلف حصے ملیں گے تو نماز میں ہر ایک کا حصہ اسی قدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم اس نے کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل میں ظاہر کے حرکات نہیں اور اسی لئے بعض صحابہؓ نے فرمایا ہو کہ آدمی قیامت کو اس جیسی صورت پر اٹھیں گے جو اُن کی شکل نماز میں ہوگی یعنی اطمینان اور سکون اور نماز میں لذت کا یا نا جس قدر ہوگا اسی قدر قیامت میں یہ چیزیں اُس کو حاصل ہوں گی اور واقع میں انھوں نے درست کہا کیونکہ آدمی کا حشر اسی بات پر ہوگا۔ جس پر مرے گا۔ اور مرے گا اس حال پر جس پر کہ زندہ رہا ہے اور اس بات میں اسکے دل کے حال کی رعایت کی جاوے گی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ نہ ہوگا اس لئے کہ دلوں کے صفات ہی سے دار آخرت میں صورتیں ڈھالی جاویں گی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے پاس دل سالم لیکر جاویگا۔ خدا ہم کو بھی توفیق اپنے لطف و کرم سے عنایت فرماوے۔ تیسرا بیان اس تدبیر کے ذکر میں جو حضور دل میں مفید پڑے۔ واضح ہو کہ مومن کے لئے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنے والا اور اس سے ڈرنے والا اور توقع رکھنے والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو یعنی ایمان کے بعد ان احوال سے جدا نہ ہو اگرچہ اُن کی قوت موافق اسکے یقین کی قوت کے ہوگی۔ پس نماز میں ان حالات کا نہونا اسی جہت سے ہوگا کہ فکر پراگندہ ہو اور دھیان بٹے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہیں نکلتا چنانچہ وہ حدیث یہ ہے "اے میرے خدا یقیناً میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس طوفان اور اس فطرت سے اور جو چیز کہ تو نے بھیجی ہے میرے لئے نیک نتیجہ پیدا کریں اس بھاگے برے نتیجے سے اور نقصانات سے تیری پناہ ڈھونڈھتا ہوں" پھر میور صاحب لکھتے ہیں جب بادل آسمان پر نمودار ہوتے تھے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کبھی آپ باہر آتے تھے

اور دل مناجات میں حاضر نہ ہو اور نماز سے غافل ہو اور نماز سے غفلت انھیں وسوسوں کے باعث ہوتی ہے جو دلپر وارد ہو کر اسکو مشغول کر دیتے ہیں اس صورت میں حضور دل کی تدبیر یہی ہے کہ ان وسوسوں کو دور کیا جاوے اور ہر چیز جب ہی دور ہوتی ہے جب اس کا سبب دور ہو تو اب خواطر کے سبب کو معلوم کرنا چاہئے کہ ان کے وارد ہونے کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی پوشیدہ ہوتا ہے۔ امر خارجی وہ چیزیں ہیں کہ جو کان اور آنکھ میں پڑتی ہیں یہ بھی بعض اوقات فکر کو اُچاٹ کر دیتی ہیں یہاں تک کہ فکر ان اشیا کے درپے ہو کر ان میں تصرف کرتا ہے اور ان سے اور اشیا کی طرف کھچ جاتا ہے اور اسی طرح اور سلسلہ بندھ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہو۔ پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوا اور علیٰ ہذا القیاس اور جس شخص کا رتبہ قوی ابرہمت عالی ہو اس کے حواس کے سامنے کچھ گزرنا اس کو غافل نہیں کرتا مگر ضعیف کا فکر ضرور پراگندہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ اپنی آنکھیں بند کر لے یا اندھیرے مکان میں نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس میں حواس مشغول ہوں اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے تاکہ مسافت دیکھنے کی پھیلنے نہ پاوے اور راستوں پر اور نقش و نگار کی جگہ میں اور رنگین فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے اور اسی وجہ سے عابد لوگ ایک چھوٹے سے حجرۂ تاریک میں نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجایش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور قوی شخص مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدہ کے مقام سے آگے نہ بڑھاتے تھے اور نماز کا کمال اس میں سمجھتے تھے کہ اس بات کو نہ جانیں کہ داہنے پر کون ہے اور بائیں پر کون۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کی جگہ میں نہ تلوار پھوڑتے تھے نہ کلام مجید اور اگر کچھ لکھا پاتے تو اس کو مٹا دیتے۔ اور اسباب باطنی وسوسوں کے سخت تر ہیں اس لئے کہ جس شخص کو فکر دنیا کے معاملات میں پھیل جاتے ہیں اس کا فکر ایک فن میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ ایک جانب سے دوسرے کی طرف آتا رہتا ہے اور آنکھوں کا بند کرنا اس کو کافی نہیں ہوتا اس لئے کہ موجبات دل میں پہلے سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کبھی اندر جاتے تھے جب بارش ہو چکتی تھی اور بادل چھٹ جاتا تھا اسوقت آپ مطمئن ہوتے تھے حضرت عائشہ اپنے نبی اور شوہر کی اس کیفیت سے خوب واقف تھیں ایک دن انھوں نے دریافت کیا کہ اس خوف کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے اس ہوا کے طوفان اور بادلوں سے عاد کی قوم کی بربادی یاد آتی ہے کیونکہ اسوقت جب بادل آسمان پر آیا تھا تو

پڑ گئی ہو وہی شغل کو کافی ہو تو باطنی وسوسے کے دور کرنے کا طریق یہ ہو کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لاوے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کو سمجھے اور اس میں لگا رہے دوسری چیز میں مشغول نہ ہو اور اس امر پر اس کو اعانت ہوگی اگر اس کی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کرے اس طرح کہ از سر نو نفس کو آخرت کی یاد دلاوے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خطرہ اور موت کے بعد کا حال اس کے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پیشتر سب فکر کی چیزوں سے خالی کرے اور کوئی شغل ایسا نہ چھوڑے جسکی طرف دل التفات کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو ارشاد فرمایا کہ "انی نسیت ان اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شئی یشغل الناس عن صلوتھم" غرض کہ فکروں کے ساکن کرنے کا یہ طور ہو اور اگر اس تدبیر سے فکروں کا بھار ساکن نہو تو نجات کی سبیل بجز مہمل کے اور کوئی نہیں جو کہ مرض کے مادہ کو رگوں کی جڑ میں سے نکال پھینکے اور وہ مہمل یہ ہو کہ جو امور شغل میں ڈالنے اور حضور دل سے پھیرنے والے ہیں انکو دیکھے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس کے مہمات ہی ہوں گے اور وہ بھی صرف شہوات کی جہت سے مہمات ہو گئے ہوں گے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ ان شہوات سے اجتناب کرے اور ان علاقوں کو قطع کر دے اس لئے کہ جو چیز آدمی کو اسکی نماز سے روکے وہ اس کے دین کی ضد اور اس کے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اس کا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے زیادہ مفری اس سے نجات جب ہی ہو کہ جب اس کو علیحدہ کر دے چنانچہ مروی ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہم ایک چادر سیاہ جس کے دو پلو تھے لائے اور اس کو آپ نے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز کے اسکو اتار ڈالا اور فرمایا کہ اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ کہ اس نے مجھ کو اب میرے نماز سے فارغ کر دیا اور مجھ کو ان کی ساری چادر لاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی میں نیا تسمہ لگانے کے لئے حکم فرمایا اور نماز میں اس کی طرف دیکھا اس جہت سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اس کو نکال کر پرانا تسمہ پھر ڈالدو۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قوم عاد نے کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے لئے زمین پر پانی برسائے گا مگر وہ بات نہ تھی اس بادل نے انھیں سزا دی۔ اور اسی طرح ہوا کا طوفان اُن کے لئے بربادی بخش ثابت ہوا اس حدیث سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضور انور کا استثمار یا خوف کس بنا پر تھا مخالفوں کو اپنی انصاف پسندی پر دونا چاہیئے کہ وہ بلاوجہ کس طرح انصاف کا خون کر رہے ہیں یہ درحقیقت ان کی تحقیق اور

ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور فروتنی کی تاکہ مجھ پر غضبناک نہ ہو پھر اسکو باہر لیگئے اور جو سائل اول ملا اسکو حوالہ کر دیا پھر حضرت علی کو حکم کیا کہ ایک جوڑا نرم چمڑے کا پرانا میرے لئے خرید دو آن کو آپ نے اپنے پاؤں سے مشرف فرمایا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرمت سے پیشتر سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں پہنے منبر پر تھے اسکو نکال کے پھینک دی اور فرمایا کہ اس نے مجھے مشغول کر دیا کبھی اس کو دیکھتا ہوں کبھی تم کو۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اس کے درختوں میں ایک جانور اودے رنگ کا اُڑا ان کو وہ پرند اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اسکو دیکھا کئے اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھ پر گزرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہئے وہاں اسکو صرف فرمایئے۔ اور ایک کسی اور شخص کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اور اسکے درخت پھلوں کے مارے جھکے پڑتے تھے کہ اُن کو جو دیکھا تو اچھے معلوم ہوئے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان غنی سے ذکر کیا اور عرض کیا وہ باغ صدقہ ہے اسکو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیجے حضرت عثمان نے اسکو پچاس ہزار کو بیچا۔ اکابر سلف فکر کی جڑ کاٹنے کو اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لئے یہ تدبیریں کرتے تھے اور واقع میں علت کے مادے کو جڑ سے اکھیڑنے کی تدبیر یہی ہے اس کے سوا دوسری بات مفید نہ ہوگی کیونکہ جو بات منہ سے لکھی ہے کہ نفس کو بزور ساکن کرنا چاہیئے اور ذکر کے سمجھنے پر لانا چاہیئے تو وہ ضعیف شہوتوں اور ان فکروں میں کارآمد ہے جو دل کے اطراف ہی کو گھیرے ہوں مگر شہوت قویہ جو خوب زوروں پر ہو اس میں ساکن کرنا مفید نہیں بلکہ وہ تمکو کھینچے گی اور تم اسکو کھینچتے رہو گے پھر وہی غالب رہے گی اور ساری نماز اسی کشاکش میں گزرے گی اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھکر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اسپر کی چڑیاں بول بول کر اسکی فکر کو منتشر کرتی ہوں اور وہ ایک لکڑی کو ہاتھ میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غیر جانب دارانہ حکمت عملی نہیں ہو بلکہ وہ اپنے تعصب سے اپنے کو اور عامۂ مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں۔

پانچواں باب

اہل مکہ اور اہل مدینہ کی مخالفتیں

لیکر ان کو اڑا دے اور پھر اپنی فکر میں مشغول ہو اور چڑیاں بھی پھر غل کرنے لگیں پھر یہ لکڑی سے بھگانے لگے اور کوئی اس سے کہے کہ یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہ ہوگی اگر تم اس سے چھٹی چاہتے ہو تو درخت کو اکھیڑ ڈالو یہی حال شہوات کے درخت کا ہو کہ جب اسکی شاخیں پھیل جاتی ہیں تو اسپر فکر اسی طرح دوڑتے ہیں جیسے چڑیاں درخت پر دوڑتی ہیں یا مکھی غلاظت پر اور ان کے دفع کرنے میں کام بڑھتا ہو کیونکہ مکھی کو جب ٹالدو پھر چلی آتی ہو یہی حال وسوسوں کا ہو اور یہ شہوتیں بہت سی ہیں اور بندہ اُن سے بہت کم خالی ہوتا ہو اور اُن سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر ایک فساد کا منبع ہے اور جس شخص کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اسکی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اسکو توشۂ آخرت بنا دے یا آخرت پر اس سے مدد چاہے تو اسکو طمع نکرنی چاہیے کہ نماز میں لذت مناجات کبھی اسکو صاف حاصل ہو لیکن تاہم اسکو مجاہدہ کا چھوڑنا نہ چاہیے اور جس طرح ہو سکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور جو سبب فکر میں ڈالنے والوں کی کمی کے غرض یہ دو تلخ ہو اور اس کی تلخی کی جہت سے طبیعتیں اسکو بدمزہ جانتی ہیں اور روگ پرانا اور درد لاعلاج ہو گیا یہاں تک کہ اکابر نے قصد کیا کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں دنیا کے امور کو اپنے دل میں نہ لاویں تو یہ ان سے نہو سکا جب اُن لوگوں کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہوا تو ہم جیسوں کو اسکی طمع نہیں ہو سکتی اور کاش ہمکو نماز میں سے آدھی خواہ چوتھائی وسواس سے خالی ملجاوے تو انھیں لوگوں میں سے ہو جاویں جنھوں نے نیک اعمال میں اعمال بد کو ملا جلا دیا۔ حاصل یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل میں ایسی ہو جیسے تیل کے بھرے پیالے میں پانی ڈالو کہ جس قدر پانی پیالے میں جاویگا اسی قدر یقیناً تیل نکل جاویگا یہ نہوگا کہ دونوں جمع ہو جاویں۔

چوتھا بیان اُن امور کی تفصیل میں جن کا دل میں حاضر ہونا نماز کے ہر ایک رکن اور شرط وغیرہ میں ضرور ہے۔

اگر تمکو آخرت منظور ہے تو تمپر پہلے لازم یہ ہو کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرطوں اور رکنوں میں ہم لکھتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور جب مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اور آپ کے امتی بھی آپ کے ہمرکاب چلے آئے ہیں تو مکہ میں اگرچہ ایک سکون ہو گیا تھا مگر اپنی ناکامی پر افسوس اور دلی پچتاوا اور انتقام لینے کا خیال برابر موجود تھا وہ اپنے محلوں اور مکانوں کو خالی دیکھ کے سرد آہیں بھرتے تھے اور دل میں خیال کرتے تھے کہ جس شخص نے ہمارے قبائل میں تفرقہ اندازی کی جس نے ہم میں زلزلہ ڈالدیا اور جس نے

اُن سے غافل نہو۔ نماز کی شرطیں اور جو امور اس سے پیشتر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں اذان اور طہارت اور برہنگی کا ڈھانکنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور نیت کرنی پس جب مؤذن کی اذان سنو تو اپنے دل میں قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اسکی اجابت کے لئے مستعد ہو اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ مؤذن کی اذان کے لئے جلدی کریں گے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جاویں گے اور اذان پر اپنے دل کا جائزہ لو اگر اسکو خوشی اور فرحت سے بھرا پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے پُر ہو تو جان لو کہ روز جزا میں تمکو بشارت اور فلاح پانے کی آواز آوے گی اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ارحنا یا بلال" یعنی نماز سے اور اسکی اذان دینے سے ہمکو راحت پہنچاؤ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ اور طہارت کا حال یہ ہے کہ جب تم نماز کی جگہ کو پاک کر لو جو تمھارا ظرف بعید ہے پھر کپڑوں کو پاک کر لو جو تمھارا غلاف قریب ہے پھر ظاہر کی جلد کو پاک کر لو جو تمھارا بہت نزدیک کا پوست ہے تو اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہو اسکی طہارت کے لئے توجہ ہیں اور خطاؤں پر نادم ہوتے ہیں کوشش کرو اور آئندہ قصد مصمم اُن قصوروں کے نہ کرنے کا کر لو دل کی طہارت ان امور سے فروتر کر لو کہ یہ تمھارے معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے۔ اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ بدن کے وہ مقامات لوگوں کی نظروں سے چھپائے جاویں کہ ظاہر بدن پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خرابیاں جن پر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا چھپائی نہ جاویں پس اُن سب عیبوں کو اپنے دل میں حاضر کرو۔ اور نفس سے اُن کے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل میں ٹھان لو کہ خدائے تعالیٰ کی نظر سے وہ عیب اور کوئی سی چیز چھپ نہیں سکتی مگر ان پر نادم ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا اُن کا کفارہ ہو جاتا ہے تو اُن برائیوں کے دل میں حاضر کرنے سے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ تمھارے دل میں خوف اور حیا جہاں چھپے ہوں گے اُبھر کھڑے ہوں گے اسوقت تمھارا نفس دبے گا اور خجالت دل پر چھادے گی اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ایسے

CC-0. JNTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جس نے ہمارے شہر کو ویران کر دیا اسے کبھی چین سے نہ بیٹھنے دینا چاہیے اس صورت سے دھیمی دھیمی مخالفت کی آگ اُن کے دلوں میں سُلگ رہی تھی اور وہ بالکل خاموش تھے۔

اِدھر حضور انور کا خیال اپنے وطن کی طرف لگا ہوا تھا آپ کی دلی خواہش تھی کہ ایک دفعہ میں اپنے وطن میں بطور فاتح کے داخل ہوں اور میرے عزیزوں نے جن بتوں کی حمایت میں مجھے ستایا اور

کھڑے ہوگے جیسے غلام گنہگار بد کردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہو کر اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ خوف زدہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور قبلہ رُخ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے ظاہر چہرے کو سب طرف سے پھیر کے خدائے تعالےٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کر لو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدائے تعالیٰ کے امر کی طرف تم سے مطلوب نہیں یہ ہرگز مت سمجھنا بلکہ یوں سمجھو کہ اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضا کو ضبط سے رکھنے اور اُن کو ایک طرف میں ساکن کرنے کے لیے ہیں تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کریں کیونکہ اگر دل پر بغاوت کریں گے اور اپنے حرکات میں اور اپنے اپنے جہات کی طرف التفات میں ظلم کریں گے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر خدا کی طرف سے اسکو پھیریں گے اس صورت میں چاہیئے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح یہ کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہیں ہو سکتا کہ اسکو اور سب طرفوں سے پھیر لیا جائے اسی طرح دل بھی خدائے تعالیٰ کی طرف نہیں پھرتا جب تک اسکو ماسوا سے خالی نہ کر لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہوا اور اسکی خواہش اور منہ اور دل خدائے تعالیٰ کی طرف ہوں تو وہ نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روز کہ اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔ اور سیدھا کھڑا ہونے سے یہ غرض ہے کہ اپنے بدن اور دل سے خدائے تعالیٰ کے سامنے خدمت کو کھڑے ہو اس صورت میں چاہیئے کہ سر جو تمہارے اعضا میں سب سے اونچا ہے پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہو کہ دلیر فروتنی اور ذلت لازم ہے اور اس وقت کے کھڑے ہونے سے اس روز کا کھڑا ہونا یاد کرو کہ خدائے تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا جائے گا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تم کو دیکھ رہا ہے اسی لئے اگر تم سے اسکی کنہ جلال کا دریافت کرنا نہ ہو سکے تو اس کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے دنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ نماز کے قیام میں یہ فرض کرو کہ تمکو کوئی تمہارے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وطن سے بے وطن کیا ہیں اپنے ہاتھ سے ان بتوں کو مکہ سے پرے پھینک دوں یہ خیال آپ کا روز بروز قوی ہوتا جاتا تھا اور آپ کی یہ آرزو آپ کی نظروں کے آگے مجسم صورت اختیار کرتی جاتی تھی آپ ایک مناسب موقع کے منتظر تھے اور آپ کی خیر خواہی مخلوق کا جوش محتاط حکمت عملی میں دبا ہوا تھا۔

گھر کا بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہے یا جسکو تم اپنی نیکبختی جتلانا چاہتے ہو وہ تمہاری طرف نظر کرتا ہی کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہی تو اس وقت تمہارے ہاتھ پاؤں ساکن اور اعضا ڈھیلے اور اجزا سکنت کے ساتھ رہتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ بندہ جو حقیقت میں عاجز ہے تمکو یہ نہ کہے کہ فروتنی کم کرتے ہو پس جب بندہ مسکین کے ہوتے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو تو اسپر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعوی خدائے تعالی کی معرفت اور محبت کا کرتا ہے تجھے اس کے سامنے جرأت کرنے سے شرم نہیں آتی حالانکہ اس کے ایک ادنی بندے کی توقیر کرتا ہی اور لوگوں سے خوف کرتا ہی خدا سے نہیں ڈرتا جس سے ڈرنا زیبا ہی اور اسی وجہ سے جب حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالی سے حیا کس طرح ہوتی ہی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے اسطرح حیا کرو جیسے اپنے گھر کے کسی نیکبخت شخص سے حیا کرتے ہو۔ اور نیت میں یہ بات دل میں پکی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی نے جو حکم نماز کا کیا اسکو ہمنے مانا اور اس کے پورا پڑھنے اور اس کے نواقض اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان سب امور کو خاص خدا تعالی کی رضامندی کے لئے کرنے پر عزم کرنا چاہئے اس غرض سے کہ توقع اس کے ثواب کی اور خوف اس کے عذاب کا اور مطلب اسکی نزدیکی کی ملحوظ خاطر رہے اور اس باب میں اس کا احسان اپنی گردن پر کا طوق جانے کہ باوجود ہمارے بے ادب اور کثرت سے گناہ گار ہونے کے ہمکو اجازت اپنی مناجات کی دی اور اپنے دل میں انکی مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ میں کس سے مناجات کرتا ہوں اور کس طرح مناجات کرتا ہوں ایسی صورت میں چاہئے تو یہی کہ تمہاری پیشانی عرق پشیانی میں غرق ہو اور ہیبت سے شانے تھرا دیں اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑ جاے۔ اور اللہ اکبر کہنے میں جب زبان کو ان الفاظ سے گویا کرو تو چاہئے کہ تمہارا دل اس قول کو جھوٹا نہ کرے یعنی اگر دل میں کوئی چیز خدائے تعالی سے بڑی جانتے ہوگے تو اللہ تعالی گواہی دیگا کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ قول تمہارا سچا ہو جیسے سورۂ منافقون میں منافقوں کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہی کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی دل سے اقرار رسالت نہیں کرتے صرف زبان سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خدا کے کام سارے باقاعدہ اور بتدریج ہوتے ہیں لہذا اس طرح یکایک حضور انور کے ہاتھ کوئی موقع ایسا نہیں لگ سکتا تھا کہ آپ معاً اپنی آرزو کو پورا کر لیتے مدینہ کی جو کچھ حالت تھی وہ یہ تھی کہ اہل مدینہ سے اس بات کا معاہدہ ہوا تھا کہ اگر باہر سے کوئی حملہ کرے گا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر آپ نے کسی پر حملہ کیا تو ہمیں ساتھ دینے سے کچھ تعلق نہیں آپ نے دل میں اس بات کا

کہتے ہیں کہ تم رسول ہو پس اگر خدائے تعالیٰ کے امر کی نسبت تمھاری خواہش نفس تم پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت خدائے تعالیٰ کے اس کے اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تم نے اپنا معبود اسی کو ٹھیرایا اور اسکو بڑا جانا تو کیا عجب ہے کہ تمھارا اللہ اکبر کہنا صرف ایک کلمہ زبانی ہی ہو اس وجہ سے کہ دل میں تو اسکی موافقت ہی نہیں اور اس امر کا خوف نہایت بڑا ہی بشرطیکہ توبہ اور استغفار اور اللہ کے لطف و کرم اور عفو پر حسن ظن نہ ہو اور شروع کی دعا میں اول تم یہ کہتے ہو کہ "وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض" یعنے میں نے اپنا مونہ کیا اسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین اس میں مراد مونہ سے ظاہر کا مونہ نہیں اس لیے کہ ظاہر چہرہ کو تو تم قبلہ کی طرف کئے ہو اور خدائے تعالیٰ اس بات سے پاک ہو کہ کوئی جہت اسکو گھیر سکے تو بدن کی توجہ اسکی طرف نہیں ہو سکتی ہاں دل کا مونہ ہو جسکو تم خالق ارض و سما کی طرف کر سکتے ہو پس تامل کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی مہمات میں اور اپنی شہوات کی طرف مائل ہو یا خالق ارض و سموات کیطرف متوجہ ہے۔ اور خبردار ایسا نکرنا کہ اپنی مناجات کے شروع ہی میں جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالیٰ کی طرف روئے دل اس وقت پھرتا ہو کہ اسکو اس کے غیر کی طرف سے پھیر لو تو اب تم کو کوشش کرنی چاہیئے کہ دل کی توجہ خدائے تعالیٰ کی طرف ہو اور اگر یہ بات ساری نماز میں نہ میسر ہو تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اسوقت تو سچا قول ہو اور جب زبان سے کہو حنیفاً مسلماً یعنی ایک طرف مسلمان ہو کر تو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہیئے کہ مسلمان وہ ہو جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں پس اگر تم ایسے نہیں ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس بات کے لئے آیندہ ہی زمانہ میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گزرے ہوں اُنپر ندامت کرو اور جب یہ کہو "وما انا من المشرکین" یعنی میں شرک والوں سے نہیں ہوں تو اپنے دل میں شرک خفی کو تامل کرو اس لئے کہ یہ آیت "فمن کان یرجو القاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً" اس شخص کے باب میں اُتری ہے جو اپنی عبادت سے رضائے خدا اور لوگوں کی تعریف چاہتا ہو پس اس شرک سے بہت احتراز چاہیئے اور

ارادہ کرلیا تھا کہ جب تک میں ستایا نہ جاؤں گا پنجہ پر حملہ نہ کیا جائے گا میں ہرگز شمشیر بدست نہیں ہونے کا۔

پہلی لڑائی

اکثر اسلامی تاریخیں اس بات سے خاموش ہیں کہ پہلی لڑائی کے اسباب کیا تھے اس خاموشی سے

جس صورت میں کہ تم نے زبان سے تو کہا کہ میں مشرک نہیں اور اس شرک سے برات نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ ہونا چاہیئے کہ شرک تھوڑا اور بہت سب ہی کو کہتے ہیں۔ اور جب کہو "محیای و مماتی للہ" میرا جینا اور مرنا اللہ کے واسطے ہے تو یہ جانو کہ یہ حال اس غلام کا ہے کہ اپنے نفس کے حق میں مفقود ہوا اور آقا کے حق میں موجود ہوا اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اسکی رضا اور رغبت اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت اور موت کی دہشت دنیا کے کاموں کے لئے ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اس کے حال کے مناسب نہیں۔ اور جب یہ کہو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تاک لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کو تمہاری مناجات پر اور خدائے تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اس کو ایک سجدہ کے چھوڑنے سے طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم جو شیطان سے پناہ مانگتے ہو تو یہ جب ٹھیک ہو کہ جو چیز شیطان کو محبوب ہو اسکو ترک کردو اور اس کے بدلے میں خدائے تعالیٰ کی محبوب چیز اختیار کرو یہ نہیں کہ صرف زبان سے پناہ کا مانگنا کافی ہو مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ خواہ دشمن مارنے کے ارادہ سے آوے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور زبان سے کہے کہ میں تجھ سے اس مضبوط قلعہ کی پناہ چاہتا ہوں تو یہ کہنا اسکو کیا کام آوے گا بلکہ پناہ جب ہی ہوگی کہ اپنی جگہ کو چھوڑ کے گڑھی میں چلا جاوے اسی طرح جو شخص اپنی شہوات کا تابع ہے جو شیطان کو محبوب اور رحمان کو ناپسند ہیں تو اسکو زبان سے اعوذ باللہ کہہ لینا مفید نہ ہوگا بلکہ اس زبانی قول کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے قلعہ میں پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اسکا قلعہ لا الہ الا اللہ ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا اور اس قلعہ میں پناہ لینے والا وہ شخص ہے جس کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اُوپر ہو چکا ہی مگر سوائے بنی ضمیری کے ساتھ صلح کرنے کے اور کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ اسی عرصہ میں امیہ کی ماتحتی میں سو مسلح قریشوں کے ساتھ شام سے آرہا تھا اس نے شرارت سے یہودیوں کے ساتھ ملکے مسلمانوں کے اُونٹوں اور بھیڑوں پر حملہ کیا جو ایک محفوظ مقام میں چر رہے تھے اور اُنھیں ہکا کے لیگئے اس میں یہودیوں کی بہت بڑی شرارت تھی جن سے حضور انور کا معاہدہ ہو چکا تھا حضور انور نے بہ نفس نفیس اس ڈاکو قافلہ کا تعاقب مقام بدر تک کیا مگر وہ بچکے نکل گیا۔

ابو تراب

اسی عرصہ میں حضرت علی ایک نئے خطاب اور لقب سے پکارے گئے اس میں بھی مورخوں کا اختلاف ہے بعض کچھ کہتے ہیں اور بعض کچھ۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے ذرا دور فاصلے پر گزرے تو دیکھا کہ حضرت علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے تمام کپڑے خاک آلود ہو رہے ہیں۔ حضور انور نے پیر کے اشارے سے آپ کو ابو تراب کہکے اُٹھایا جس کے معنی خاک کا باپ ہیں اور فرمایا کہ اُٹھ بیٹھ خاک پر اس طرح نہیں

ایک حق ہی مثلاً وعدہ کا حق رجا ہی اور وعید کا حق خوف ہی اور امر اور نہی کا حق عزم مصمم اسکی تعمیل کا ہے اور نصیحت کا حق اُس سے نصیحت حاصل کرنا ہی اور احسان کے ذکر کرنے کا حق اُس کا شکر کرنا ہی اور نبیوں کی خبریں دینے کا حق عبرت پکڑنا ہی ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے ہیں اور وہی یہ حقوق ادا کرتے ہیں چنانچہ زرارہ ابن ابی اوفیٰ نماز میں جب اس قول خداوندی پر پہنچے "فاذا نقر فی الناقور" یعنی جب پھونکا جاویگا صور میں تو پچھاڑ کھا کر گرے اور مر گئے۔ اور ابراہیم نخعی جب "اذا السماء انشقت" کو سنتے معنی یہ ہیں کہ جب پھٹ جاوے آسمان تو اتنا بیقرار ہوتے کہ اُن کے سارے جوڑ تھراتے۔ اور عبداللہ بن واقد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ نماز ایسی صورت سے پڑھتے تھے جیسا کوئی غمزدہ ہوتا ہی اور آدمی کو شایاں یہی ہی کہ اُس کا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے سوختہ ہو جاوے کیونکہ وہ بندہ گنہگار اور ذلیل سامنے جبار قہار کے ہی اور یہ باتیں درجات کے فہم کے بموجب ہوا کرتی ہیں اور فہم اسقدر ہوتا ہی جسقدر علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہی اور اس کے درجات کی کچھ انتہا نہیں اور نمازدلوں کی کنجی ہی اس میں الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہیں۔ یہ ہی قرأت کا حق اور ذکر اور تسبیحوں کا حق بھی یہی ہی پھر قرأت میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لوٹا کرتے - ہشامی اور طبری کا تو یہ بیان ہو کہ حضور انور نے حضرت علی کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ تو اسی طرح خاک و خون میں لوٹے گا - اسے گویا اُن کی شہادت کے متعلق پیشین گوئی سمجھنی چاہیے مگر طبری نے ایک اور روایت بھی اس کے علاوہ نقل کی ہے کہ جب حضرت علی حضرت بی بی فاطمہ کے گھر سے نکلے تو آپ مدینہ کی بڑی مسجد کے صحن میں لوٹنے لگے آپ کا لباس اور آپ کے ہاتھ پیر چہرہ سب خاک آلود ہو گئے حضور انور کو یہ بات ناگوار گزری آپ نے پیر کا اشارہ کر کے اور ابو تراب کہکے آپ کو زمین سے اُٹھایا - مگر ایک اور روایت اس کے متعلق یہ ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ سے آپ کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اور بدمزگی یہاں تک ہوئی تھی کہ آپ سخت غصہ اور مایوسی میں خاک پر لوٹنے لگے تھے - ایسے معاملات بعض اوقات شوہر و زوجہ میں ہو جایا کرتے ہیں یہ کوئی تعجب انگیز اور نرالی بات نہیں ہے -

لفظ ابو تراب محض مذاقیہ سمجھنا چاہیے مگر یہ لفظ مشہور ہوتے ہوتے مذاق کے دائرے سے نکل گیا اور اب حضرت علی کے نام کے ساتھ نہایت ہی عظمت اور عزت سے لایا جاتا ہے باقی

سورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرو اور جلد نہ پڑھو کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہو اور رحمت اور عذاب کی آیتوں کو اور وعد اور وعید اور تحمید اور تحمید کی آیتوں کو جدا جدا لہجوں میں پڑھو - ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے "ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ" تو اپنی آواز پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آوے کہ خدائے تعالیٰ کا ذکر اُن اوصاف سے کرے جو لائق اسکی جناب پاک کے نہوں - اور مروی ہو کہ قرآن والے کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا میں اچھی طرح پڑھا کرتا تھا - اور ساری قرأت میں کھڑا رہنے سے یہ اشارہ ہو کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نمازی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبتک کہ نمازی اور طرف دھیان نہ کرے - اور جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور طرف دیکھنے سے واجب ہو اسی طرح باطن کی حفاظت نماز کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہو پس جس صورت میں کہ دل اور طرف متوجہ ہو تو اسکو یاد دلاؤ کہ خدائے تعالیٰ تیرے حال پر مطلع ہو اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات میں اس ذات سے غفلت کرنی جس سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وہ روایت جس میں اس خاک کے لوٹنے سے شہادت کی پیشین گوئی بیان ہوئی ہے اسکی صحت کا کہیں پتہ ہمیں نہیں ملتا۔ حضور انور کے پیچھے جتنی شہادتیں واقع ہوئیں بعض دل چلے راویوں نے سب کی نسبت پیشین گوئیاں اکٹھی کردیں مگر صحت کسی کی بھی ثابت نہیں ہے حضور انور نے جب ابوتراب کا لفظ فرمایا اس کے ساتھ شہادت کے متعلق کوئی اشارہ نہ تھا محض قیاس سے چاہے جو کچھ نتیجہ نکال لیا جائے یہ ہر شخص کو اختیار ہے مگر الفاظ کسی پیشین گوئی کی شہادت نہیں دیتے۔ یہ واقعہ بھی انھیں معمولی واقعات میں سے ہے جو روزمرہ حضور انور اور صحابہ کی زندگی میں پیش ہوتے رہتے تھے ان سے نہ کسی کی فضیلت کو کچھ تعلق ہے نہ مذہب کو مگر بعض چالاک طبائع نے اسکو فضیلت قرار دیا ہے اور بہت لمبے چوڑے قصے اس کے ساتھ وابستہ کردیئے ہیں حالانکہ یہ ایک مذاقیہ بات تھی۔

آپ کے نشان بردار

حضور انور ہر مہم میں خود ایک علم بردار مقرر فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے سفید جھنڈا

مناجات کرتا ہے اس کے پاس دربارہ جانے کو بہت بری ہے۔ اور اپنے دل پر خشوع کو لازم کرلو کیونکہ ظاہر و باطن کے اور طرف دھیان کرنے سے نجات خشوع ہی کا نتیجہ ہے جب باطن خشوع کریگا تو ظاہر بھی فروتنی کریگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے میں اپنی داڑھی سے کھیل کرتے دیکھکر فرمایا کہ اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضا بھی خشوع کرتے اس لئے کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح کا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے دعا میں یہ وارد ہوا ہے کہ الٰہی راعی اور رعیت دونوں کو درست کر اور راعی دل ہے اور اعضا رعیت ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر رضؓ لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع میں ایسے ہوتے تھے کہ اُنپر چڑیاں پتھر سا جانکر بیٹھ جاتی تھیں۔ اور یہ سب باتیں دنیا میں بادشاہوں کے سامنے باقتضائے طبیعت ہوجاتی ہیں تو شہنشاہ حقیقی کے سامنے جن لوگوں کو اس کا حال معلوم ہے کیسے نہوں گی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع پیٹ بھر کر کرے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے اس کے ہاتھ پاؤں ہلتے جلتے رہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے جلال کی معرفت میں قاصر ہے اور نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل اور وسوسوں پر آگاہ ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بنا کے دیدیا کرتے تھے پہلا جھنڈا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں امیر حمزہ کو دیا گیا تھا جب دوسری مہم روانہ ہوئی تو وہ جھنڈا اسعد کو دیا گیا تیسری مہم کے نشان بردار حضرت علی تھے۔

مدینہ میں قائم مقام کا تقرر

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے جب حضور انور کسی مہم کے سرکردہ بنکے مدینہ کے باہر تشریف لے جاتے تھے تو معاملات کو سرانجام دینے کے لئے ایک اپنا جانشین مقرر کر جاتے تھے۔ پہلا جانشین یا قائم مقام یہودیوں کے قبیلے بنی خزرج کا ایک سردار ہوا تھا یہ سردار مسلمان ہو کر جلیل القدر صحابہ کے زمرے میں داخل ہو چکا تھا اور دوبارہ جب آپ روانہ ہوئے ہیں تو بنی اوس کے قبیلے کا سردار مقرر کیا تھا جو ایک معزز صحابی تھے سہ بارہ آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو اپنا جانشین مقرر کیا اس پر سر ولیم میور نکتہ چینی کے پیرائے میں حضور انور کی عالی دماغی کی تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے ان دونوں مسلمان سرداروں کو جو یہودیوں کے ایسے دو قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن میں باہم سخت لڑائی تھی مدینہ سے باہر جاتے ہوئے اپنا جانشین مقرر کرنا اس بات کو جتانا تھا

حضرت عکرمہ نے اس آیت کی تفسیر میں "الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین" فرمایا ہے کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت میں دیکھتا ہے اور رکوع اور سجدہ میں یہ چاہئے کہ ان کے ادا کرنے کے وقت نئے سرے سے خدائے تعالیٰ کی بزرگی کو یاد کرو پھر نئی نیت اور اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے عذاب سے اس کے عفو کی پناہ مانگتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور از سر نو اسکے سامنے ذلت اور تواضع رکوع سے ادا کرو اور اپنے دل کے نرم کرنے اور از سر نو خشوع کرنے میں کوشش کرو اور اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کو خیال کرو اور دل میں اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد لو یعنی زبان سے "سبحان ربی العظیم" "پاک ہے میرا رب بہت بڑا کہو کہ اسکی عظمت تمہارے اقرار سے ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہو تاکہ دل میں اس عظمت کی تاکید ہو پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاؤ اور یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا ہے اور اپنے اس دل کی توقع کی تاکید ان لفظوں سے کرو "سمع اللہ لمن حمدہ" یعنی جو شکر اسکا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے پھر اسکے بعد شکر بیان کرو کہ اس سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے اور یہ "ربنا لک الحمد" اور حمد کی کثرت کے لئے یہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حالانکہ وہ دونوں مخالف قبائل سے تعلق رکھتے ہیں مگر ہماری نظر میں ایک ہیں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی منشا رتھا کہ حضور کو ایک پیمانہ میں رکھنے سے ایک شخص دوسرے پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہودی خواہ کوئی ادنے درجہ کا یہودی ہو یا ان کا سردار ہو مسلمان ہونے کے بعد دونوں حضور انور کی نگاہ میں ایک درجہ رکھتے تھے برخلاف حضرت مسیح کہ آپ نے اپنے کل ساتھیوں میں سے صرف پطرس کو ایسا آسمان پر چڑھایا کہ تحت و فوق کی بادشاہت کی کل کنجیاں اسکو سونپ دیں اور فرمایا کہ جو کچھ یہ زمین پر کھولیگا وہ آسمان پر کھولا جائے گا یا جو کچھ آسمان پر کھولیگا وہ زمین پر کھولا جائیگا۔ حضرت مسیح اپنی نوجوان عقل کی بموجب اس سے زیادہ یہودیوں کو للچانے کی اور کوئی ترکیب نہ کر سکتے تھے اگرچہ بعض اوقات وہ سخت غصہ اور طیش کی حالت میں اپنے حواریوں کو گالیاں دینے لگتے تھے آپ نے ایک دفعہ تو یہاں تک کہدیا تھا کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو تم اس درخت سے کہتے کہ تو اپنی جگہ سے سرک جا تو وہ سرک جاتا حالانکہ کسی حواری نے بھی درخت کو جنبش دیکے اپنے ایمان کا ثبوت حضرت مسیح کے

یہ الفاظ کہو "ملاء السموات والارض" یعنی اے رب ہمارے تجھ کو شکر ہے بمقدار آسمانوں اور زمین کے پھر سجدہ کے واسطے جھکو کہ یہ سب میں زیادہ درجہ کی ذلت ہے یعنی اپنا مونہ جو سب اعضا کی نسبت کرعزیز تر ہے اسکو سب چیزوں میں سے ذلیل تر یعنی مٹی پر رکھو اور اگر یہ بات تم سے ہو سکے کہ زمین پر سجدہ کرو اور زمین میں اور چہرے میں کوئی حائل نہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ اس صورت سے فروتنی بہت حاصل ہوتی ہے اور ذلت خوب معلوم ہوتی ہے اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ میں رکھ چکے تو جانو کہ تم نے اپنے نفس کو جہاں کا تھا وہاں رکھدیا اور فرع کو اصل تک پہنچا دیا اور تمہاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی کی طرف دوبارہ جاؤ گے اس وقت اپنے دل پر خدائے تعالیٰ کی عظمت از سر نو کرو اور کہو "سبحان ربی الاعلیٰ" اور اسکو مکرر کہکر دل میں کی عظمت کی تاکید کرو کہ ایک دفعہ کے کہنے کا اثر ضعیف ہوتا ہے پس جب تمہارا دل نرم ہو اور یہ بات تمکو معلوم ہو جاوے تو خدائے تعالیٰ کی رحمت کی توقع کرو کہ اسکی رحمت ضعف اور ذلت ہی کی طرف جھپٹتی ہے تکبر اور شیخی پر نہیں دوڑتی اب اپنے سر کو "اللہ اکبر" کہتے ہوئے اٹھاؤ اور اپنی حاجت ان الفاظ سے مانگو "رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم" یا جو دعا تمکو منظور ہو طلب کرو پھر تواضع کو دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو اور اسی طرح

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آگے پیش نہیں کیا مگر تو بھی بعض اوقات انھیں تھپکنے کے لئے آسمان کی بادشاہت کی خوشخبری دینے کے علاوہ انھیں بادشاہت کی کنجیاں تک سونپ دیتے تھے مگر حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ایسی بودی اور بے بنیاد حکمت عملی سے کام نہیں لیا۔

قبیلہ خزرج کے سردار جسکو حضور انور نے سب سے پہلے مدینہ میں اپنا عارضی جانشین مقرر کیا تھا سعد ابن عبیدہ تھے اور بنی اوس کے سردار جو دوبارہ عارضی جانشین بنائے گئے سعد ابن معاذ تھے۔

نخلے کی مہم (بماہ رجب)

انگریزی مہینوں کے حساب سے نومبر اور دسمبر میں حضور انور مدینہ میں قیام فرما رہے تھے۔ اور آپنے اپنے رشتہ کے ماموں عبداللہ بن جحش اسدی کو نویا بارہ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا جسوقت آپ عبداللہ کو رخصت کرنے لگے یہ خود عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک شب عشا کے نماز پڑھنے کے بعد مجھسے ارشاد کیا کہ صبح کو ہتیار باندھ کے میرے پاس آنا کہ میں تمھیں ایک مقام پر بھیجوں گا میں حضور انور کے ارشاد کے بموجب صبح کو حاضر ہوا قریش کے بہت سے آدمی میرے ساتھ تھے حضور انور نے

دوسرا سجدہ کرو۔ اور جب تشہد کے لئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں خواہ صلوات ہوں یا طیبات یعنی اخلاق ظاہرہ سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی طرح ملک خدا کے لئے ہے اور یہی معنی التحیات کے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو "السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اور اپنے دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام اُن کو پہنچے اور تمکو اس کا جواب تمھارے سلام کی نسبت کر کامل تر عنایت فرماویں گے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بخت بندوں پر سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ خدائے تعالیٰ تم کو اس سلام کے جواب میں بقدر شمار نیک بندوں کے پورے سلام مرحمت فرمائیگا پھر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت کرو اور خدا تعالیٰ کے عہد کو شہادت کے دونوں جملے پڑھکر نیا کرو پھر اپنی نماز کے آخر میں جو دعا حدیث میں آئی ہو تواضع اور خشوع اور سکنت اور عاجزی اور قبول ہونے کی سچی توقع کے ساتھ پڑھو اور اپنی دعا میں اپنے ماں باپ اور سب ایمان داروں کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتوں اور حاضرین پر سلام کہتا ہوں اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کر لو اور خدائے تعالیٰ کے شکر کا دل میں خیال کرو کہ تمکو اس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میری صورت دیکھتے ہی ابی بن کعب کو حکم دیا کہ جو کچھ میں بتاتا جاؤں تو لکھتا جا۔ چنانچہ آپ نے نہایت ہی خاموشی سے کچھ لکھوایا اور وہ ہدایتیں بند کر کے میرے حوالے کیں اور ارشاد کیا کہ میں تمہیں اس گروہ کا سردار بناتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ جب تک تم دو روز کی راہ پر نہ پہنچ جاؤ سے کھول کے نہ دیکھیو اور جب مقام مقصود پر پہنچے تو اسے کھولیو اور دیکھنے کے بعد جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کیجیو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس طرف جاؤں ارشاد کیا کہ جانب نجد یہ سنتے ہی عبداللہ اپنے یاروں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ دو روز کے بعد آپ نے حسب ہدایت اس حکم کو کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد خدا کے نام اور اس کی برکت سے اپنے یاروں کے ساتھ برابر چلا جا یہاں تک کہ تو نخلہ میں پہنچے جب تو وہاں پہنچ جائے تو قریش کے قافلہ کا انتظار کیجیو شاید اس کارروائی سے تجھے نفع پہنچے اور یہ ہدایت تجھے کی جاتی ہے کہ زبردستی اپنے ساتھ کسی کو نہ رکھیو جو شخص اپنے دل سے چاہے اور اس کی خوشی ہو وہ تیرے ساتھ رہ سکتا ہے۔"

طاعت کے پورا کرنے کی توفیق دے اور یہ سمجھو کہ تم اپنی اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور شاید پھر تمہاری زندگی نہ ہو کہ پھر ایسی نماز پڑھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو وصیت کی تھی فرمایا تھا کہ نماز رخصت کرنے والے کی سی پڑھ۔ پھر اپنے دل میں نماز میں قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں نماز نامقبول نہو اور کسی گناہ ظاہر یا باطن کی جہت سے بری ٹھیر کر مونہ پر نہ ماری جاوے اور اسکے ساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسکو قبول فرمائیگا پچھلی بن وثاب جب نماز پڑھ لیتے تو کسی قدر ٹھیرتے اور ان کے چہرے سے آثار رجائی اور غم کے معلوم ہوتے تھے۔ اور ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھیرے رہتے گویا بیمار ہیں یہ صورت ان نماز گزاروں کی ہوتی ہے جو خشوع کرتے ہیں اور نماز کی نگاہداشت اور مداومت کرتے ہیں اور جتنی انکو بندگی میں مقدور و طاقت ہوتی ہے اس کے موافق اللہ تعالیٰ کی مناجات میں مصروف ہوتے ہیں پس آدمی کو چاہئے کہ جو نماز پڑھے اس میں انھیں باتوں کا پابند رہے اور جس قدر اسکو اس میں سے حاصل ہو اس سے خوش ہونا چاہئے اور جو حاصل نہو اسپر حسرت کرنی زیبا ہے اور اس کے علاج میں کوشش کرنی لازم اور غافلوں کی نماز تو مقام خطر ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے تو

عبداللہ کو جب یہ حکم معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ میں نخلہ کی طرف جاتا ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ جس شخص کو شہادت کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ نخلہ چلے اور نہیں تو میں بہ خوشی حکم دیتا ہوں کہ تم سب واپس چلے جاؤ۔ یہ سنتے ہی سب نے یک زبان ہو کے جواب دیا کہ خدا کے نام کی برکت سے ہم اس کے اور اس کے رسول کے حکم کے مطیع و منقاد ہیں اور ہم آپ کے ساتھ چلنے کو موجود ہیں۔ اسی روز سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ جاتا رہا یہ دونوں باری باری سے اس پر سوار ہوتے تھے عبداللہ بن جحش سے دونوں نے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اونٹ کو تلاش کر لائیں انھیں اجازت مل گئی اور وہ اپنے اونٹ کی تلاش میں چلے گئے پھر عبداللہ اپنے باقی اصحاب کو لیکے بطن نخلہ میں پہنچے یہاں پہنچتے ہی قافلہ قریش سے مقابلہ ہوا اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و حکم بن کیسان و عثمان بن عبداللہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ تھے یہ لوگ مسلمانوں کو دیکھ کے خوفزدہ ہوئے اور چاہا کہ کسی طرح سے سٹک جائیں عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قافلے والے ہم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں تم میں سے ایک شخص اپنا سر

کیوں نہیں کہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کہ ہمکو بجز اس بات کے کہ اسکی طاعت کی بجا آوری سے عاجزی کا اقرار کریں اور کوئی وسیلہ نہیں۔ اور جان لو کہ نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف خدا کی ذات کے لئے اس کو خالص کرنا اور مع شروط باطنی مذکورۂ بالا یعنی خشوع اور تعظیم اور حیا کے ساتھ اس کو پڑھنا دلوں میں انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہے اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لئے کنجیاں ہوتے ہیں پس اولیاء اللہ جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے کرتے ہیں تو بھی وہ نماز ہی کے اندر خصوص سجدہ کی حالت میں معلوم کرتے ہیں کیونکہ سجدہ کے باعث بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واسجد واقترب" یعنی سجدہ کر اور قرب حاصل کر اور ہر ایک نمازی کو نماز میں مکاشفہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ وہ دنیا کی کدورتوں سے صاف ہوتا ہے اور یہ بات قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت اور ظہور اور خفا میں مختلف ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ بعضوں کو چیز بعینہٖ منکشف ہوتی ہے اور بعضوں کو اس کی صورت مثالی معلوم ہوتی ہے جیسے بعضوں کو دنیا مردار کی صورت میں معلوم ہوئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

منڈوا ڈالے تاکہ انھیں گمان ہو کہ ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں یہ سنتے ہی عامر بن ربیعہ نے عکاشہ بن محصن کا سر مونڈ ڈالا عکاشہ سر منڈواتے ہی مشرکوں کے پاس سے ہو کے گزرا مشرکوں نے دیکھ کے کہا کہ یہ لوگ عمرہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اس خیال سے انھیں اطمینان ہو گیا انھوں نے اپنے اونٹوں کو کھول کے جنگل میں چھوڑ دیا اور آپ بافراغت کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے یہ دن رجب کی پہلی تاریخ کا تھا مگر بعض مسلمانوں کو مغالطہ ہوا کہ آج آخر جمادی الثانی یا غرہ رجب ہے اور پھر یہ گفتگو ہونے لگی کہ اگر آخر جمادی الثانی ہے تو ان پر کیونکر حملہ کیا جائے آخر بڑی قیل وقال کے بعد اس بات کا فیصلہ ہوا کہ قطعی غرہ رجب ہے آج حملہ ہو جانا چاہئے یہ فیصلہ ہوتے ہی مسلمانوں نے مشرکوں پر حملہ کر دیا۔ باہم خوب لڑائی ہوئی قافلہ والوں میں سے بعض مارے گئے بعض گرفتار کر لئے گئے اور بعض بھاگ گئے اور کارواں کا سارا مال مسلمانوں کے قبضے میں آگیا یہ مال واسباب لیکے عبداللہ ابن جحش مدینہ کی طرف پھرے جب مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو وہ مال انھوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور ایک حصہ حضور انور کیلئے رہنے دیا ابھی تک فریضہ خمس کی آیتہ نازل نہیں ہوئی نخلہ جہاں یہ لڑائی ہوئی مکہ کے مشرق میں واقع ہے

اور شیطان کو کتے کی طرح اسپر چھاتی دھرے دیکھا کہ اسکی طرف ہلا رہا ہے اور مکاشفہ کا اختلاف کشف کی چیزیں بھی ہوتا ہے مثلاً بعضوں کو خدائے تعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتے ہیں اور بعضوں کو اس کے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیاں۔ اور ان باتوں کے معین کرنے کے لئے ہر وقت میں اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں جنکی انتہا نہیں اور سب میں زیادہ سخت ان اسباب میں فکر دلی کی مناسبت ہے کہ وہ جب کسی معین چیز میں مصروف رہتا ہے تو وہی چیز منکشف ہونے کے واسطے اول ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ باتیں جلا کئے ہوئے آئینوں میں بھی پرتو افگن ہوتی ہیں اور آئینے سب زنگ خوردہ ہیں اور اسی وجہ سے انپر عکس ہدایت نہیں پڑتا نہ اس جہت سے کہ منعم حقیقی کی جہت سے بخل ہو بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے کرنے کے مقام پر میل کی تھیں جم رہی ہیں اس لئے زبانیں ان کا مکاشفہ کی باتوں کے انکار پر دوڑ پڑیں کیونکہ یہ امر طبیعت کی سرشت میں ہے کہ جو چیز موجود نہیں اس کا انکار کرنے لگے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار کرتا اور اگر صغر سن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ امور کا انکار کرتا جو عاقل لوگوں کو آسمان اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہیں اور یہی حال انسان کا ہے کہ جس حال میں ہوتا ہے اسکے بعد کے

CC-0. DTA CHK Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور طائف سے نصف دوری پر ہے۔ جب قریش کے مشرکوں کو یہ خبر ہوئی تو انھوں نے اسبات کا غل مچا دیا کہ آنحضرت کے ارادے کیونکر کامیاب ہوں گے جبکہ آپنے ماہِ حرام کو حلال بنا دیا اور اِس ماہِ حرام میں اپنے صحابہ کو قتل و غارت کا حکم دیدیا اور یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو ابھی تک مکّہ میں تھے سخت سرزنش کرنے لگے اِدھر یہودیوں نے بھی آوازے بلند کئے آخر کار یہ سارا شور و غل حضور انور کے مبارک کانوں تک پہنچا آپکو اس واقع کی مطلق خبر نہیں تھی نہ آپکو یہ خیال تھا کہ یہہ سریہ اتنے جلدی نخلہ پہنچ جائیگا آپنے ہزارہا سال کے ایک طریقہ یا رسم کو بلا وجہ ٹوٹنے سے سخت ملال ظاہر کیا اور آپنے بلا لحاظ کسی امر کے یہ حکم دیدیا کہ وہ مال جو اسوقت غنیمت میں وصول ہوا ہے کوئی شخص اسپر قبضہ نکرے اور اصحابِ سریہ پر عتاب کیا اور ارشاد کیا کہ میں نے کب کہا تھا کہ تم ماہِ حرام میں جنگ کرنا آپ عبداللہ بن جحش کے سب ساتھیوں پر بہت ناراض ہوئے حالانکہ انکا کوئی قصور نہیں تھا اور صرف تاریخ کی غلطی ہوگئی تھی تو بھی اپنے نبی کے بینظیر ادب اور تعظیم سے انھوں نے اُف تک نہ کی اور آپکی خفگی سے ڈر گئے اور انھیں خوف معلوم ہونے لگا کہ کہیں خدا کا غضب ہم پر نازل نہ ہو چنانچہ آسمان سے یہ حکم نازل ہوا۔

احوال کا گویا منکر ہوتا ہو اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اسپر یہ لازم آویگا کہ نبوت کے حال کا منکر ہو حالانکہ خلق کی پیدائش بہت سے حالات میں ہوئی ہو پس آدمی کو نہیں چاہئے کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہوگا اس کا انکار کر بیٹھے۔ ہاں از انجا کہ ان لوگوں نے اس فن کو مجاولہ اور پراگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور غیر اللہ سے دل کو صاف کر کے طلب نہ کیا اسی واسطے اس سے محروم رہے اسوجہ سے اسکا انکار کیا۔ اور جو شخص مکاشفہ والوں میں سے نہو تو اس سے کمتر تو نہونا چاہئے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق ہی رکھے جب تک کہ تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان میں سے پردہ اُٹھا دیتا ہے اور اسکو اپنے مونہ کے سامنے پکڑ لیتا ہے اور فرشتے اس کے مونڈھے سے لیکر ہوا تک کھڑے ہوتے ہیں اسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسکی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نمازی پر آسمان کے جوسے لیکر اس کے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہے اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا ہے کہ کس شخص سے مناجات کرتا ہوں تو ادھر اُدھر متوجہ نہوتا اور یہ کہ آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھاجروا جاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ واللہ غفور رحیم۔ (ترجمہ)

(اے محمد۔ مسلمان) تم سے ماہِ حرام میں جنگ کرنے کی بابت سوال کرتے ہیں (کہ اس مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے) کہدو اس (مہینہ) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اسکو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اسکے رہنے والوں کو وہاں سے نکالدینا اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ اور فساد (کرنا) قتل سے (بھی) زیادہ سخت ہے اور وہ تو (تم) سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر قابو پائیں تو تمھیں تمھارے دین (یعنی اسلام) سے پھیر دیں اور جو تم میں اپنے دین سے پھر جائیگا اور کفر (ہی) کی حالت میں مریگا تو ایسوں کے عمل دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ابدالآباد تک اس میں رہیں گے۔ بیشک جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہے پس کھلنا آسمان کے دروازوں کا اور روبرو ہونا خدائے تعالیٰ کا نمازی سے اسی کشف سے اشارہ ہے جسکو پہلے ذکر کیا ہے اور توریت میں مکتوب ہے کہ اے ابن آدم اس بات سے عاجز نہ ہو کہ تو میرے سامنے روتا ہوا نماز پڑھتا کھڑا ہو کہ میں اللہ ہوں کہ تیرے دل سے نزدیک ہوا اور تو نے غیب سے میرا نور دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم جانا کرتے تھے کہ رقت اور بکا اور خشوع جو نمازی اپنے دل میں پاتا ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ اللہ تعالیٰ دل سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ قرب مکان کی جہت سے نہیں کہ اس سے خدائے تعالیٰ منزہ ہے تو ضرور ہے کہ ہدایت اور رحمت اور پردہ دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوگا۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس سے دس صفیں فرشتوں کی تعجب کرتی ہیں جن میں کی ہر ایک صف دس ہزار کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے ایک لاکھ فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لئے نماز میں قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ ایک ساتھ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو چالیس ہزار فرشتوں پر بانٹ رکھا ہے کہ کھڑے ہونے والے قیامت تک رکوع نہ کریں گے اور سجدہ والے سر نہ اٹھائیں گے اور یہی حال ہے رکوع اور قعود کرنے والوں کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust.

اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا کافروں پر خود حملہ نہیں ہوتا تھا بلکہ خود مکہ کے مشرک ان پر حملہ کرتے تھے اس آیت کے نازل ہونے سے اصحاب سریہ خوش ہوئے۔ حضور انور نے اس مال غنیمت کو غزوہ بدر کے بعد تقسیم کرلیا اور خود تقسیم نہ کیا بلکہ عبد اللہ بن جحش کے ہاتھ سے تقسیم کرا دیا مگر بعض روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ آپ نے اس وقت آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ مال غنیمت تقسیم کر دیا تھا۔ قریشوں نے آپ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور ایک خط حضور انور کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "آپ فدیہ لیکے حکم بن کیسان اور عثمان کو چھوڑ دیں حضور نے ارشاد کیا کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے اونٹ کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں ابھی تک ان کا پتہ نہیں اگر وہ صحیح وسالم مدینہ میں پہنچ گئے تو میں تمہارے قیدیوں کو دیدوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو ان دو کے عوض میں یہ دونوں قتل کر ڈالے جائیں گے" یہ جواب سنکے قاصد چلا گیا اس کے بعد سعد اور عتبہ مدینہ پہنچ گئے حضور انور نے حسب وعدہ قیدیوں کو بلایا اور انھیں اسلام کی دعوت دی پہلے انھوں نے انکار کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد حکم بن کیسان مسلمان ہو گیا مگر عثمان

اور ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرب اور رتبہ فرشتوں کو عنایت فرمایا ہے وہ ایک ہی طرح پر مدام رہتا نہ زیادہ ہونہ کم چنانچہ خود انکا قول کلام مجید میں نقل فرمایا۔ "وما منا الا لہ مقام معلوم" اور انسان کا حال اس باب میں فرشتوں کا سا نہیں یہ ایک درجہ سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہے کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہے اور زیادتی حاصل کرتا ہے اور زیادتی کا باب فرشتوں کے لئے مسدود ہے ان میں ہر ایک کا وہی رتبہ ہے جس پر وہ کھڑا ہے اور وہی عبادت ہے جس میں وہ مشغول ہے نہ اس رتبہ سے بدلے نہ عبادت میں قصور کرے چنانچہ خدائے تعالیٰ خود فرماتا ہے "لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنہار لا یفترون" اور زیادتی کے درجات کی کنجی نمازیں ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قد افلح المومنین الذین ہم فی صلوتہم خاشعون" اس میں لوگوں کا وصف ایمان کے بعد ایک نماز مخصوص سے فرمایا "جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح یابوں کے اوصاف کو نمازی پر ختم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے"۔ "والذین ہم علی صلوتہم یحافظون" پھر ان صفات کے ثمرہ کے بیان میں ارشاد فرمایا "اولئک ہم الوارثون الفردوس ہم فیہا خالدون" اول وصف فلاح سے فرمایا اور آخر میں فردوس کی وراثت سے اور مجھکو نہیں معلوم ہوتا کہ زبان کے پھیر کرنیکو باوجود لکی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بن عبد اللہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا حضور انور نے حجت پوری کر کے اسے چھوڑ دیا۔
کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلی مہم تھی جس میں مالِ غنیمت بھی ہاتھ لگا اور دو قیدی بھی اور یہ بھی صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضور انور نے اس کامیابی پر عبد اللہ بن جحش کو امیر المومنین کا خطاب عطا فرمایا۔

اس سریہ کے متعلق عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ سخت دغابازی اور فریب سے حملہ کیا گیا حالانکہ یہ ان کی زیادتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ تہذیب۔ شائستگی اور جدید فنون جنگ کا اضافہ ہوا ہے دشمن کو دھوکا دے کے ہلاک کرنا منافی قوانین جنگ نہیں سمجھا گیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حضور انور کے سریہ پر اعتراض کیا جائے کہ انھوں نے اس زمانہ کے فنونِ جنگ سے کیوں فائدہ اُٹھایا یہ اعتراض بہت ہی لچر اور پوچ ہے جس کے زیادہ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سر ولیم میور نے اپنی متعصب فطرت کے مطابق مسلمانوں پر الزام قائم کرنے کے لئے ایک عجیب و غریب استدلال سے کام لیا ہے جس کی عبارت ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کتنے بڑے محقق اور منصف مزاج شخص ہیں چنانچہ آپ اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳۔ صفحہ ۶۷ اور ۷۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں پناہ لئے ہوئے ڈیڑھ برس گزر چکا اور اب اہل مکہ سے ان کی مخالفت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اس کے بعد ..... مسلمانوں نے ان بیشمار کاروانوں کو منتشر کرنے کے لئے جو حجاز کے راستے سے گزرتے تھے کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا تھا مکہ کی سرسبزی کا دارومدار بالکلیہ ان کارروانوں کی آمد و شد پر تھا تاکہ یہ شام کی تجارتی اشیاء لائیں اور مکہ میں فروخت کریں کیونکہ شام کے مقابلہ میں یمن اور حبش

غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلوں کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ماسلکم فی سقر قالوا لم نک من المصلین"۔ غرض کہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالیٰ کے نور کے مشاہدہ کرنے والے اور اس کے قرب و جوار سے تمتع پانے والے ہیں خدا تعالیٰ ہمکو بھی ان میں سے کرے اور ایسے لوگوں کے عذاب سے ہمکو بچائے جن کی باتیں اچھی اور فعل بُرے ہوں وہ کریم و منان اور قدیم الاحسان ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کی تجارت ادنےٰ درجہ کی تھی مگر اب یمن اور طائف کی طرف بھی گزشتہ حملے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ ان کا دشمن ان مقامات پر بھی انھیں امن نہیں دینے کا اس حملے سے انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ ہم پر حملہ کرنے کے لئے اپنی زندگی اور پاک مہینوں کا بھی خیال نہیں کرنے کے خون بہ چکا تھا اور ابھی تک کسی صورت سے اس کا انتقام نہیں لیا جا سکتا تھا۔

ہمارے محقق سر ولیم میور صاحب کی عادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف یکطرفی ڈگری دیتے ہیں جو مظالم کہ اہل مکّہ نے مسلمانوں پر کئے تھے اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اس کا تذکرہ مسلمانوں پر الزام دینے کے وقت میور صاحب کچھ نہیں کرتے اس کے علاوہ ان سازشوں سے بھی چشم پوشی کرتے ہیں جو اہل مکّہ نے بُت پرستوں کے ساتھ کی تھیں ہم چونکہ اس کے متعلق گزشتہ صفحوں میں بالتفصیل بحث کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد میور صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اہل مکّہ کا صبر اور برداشت یہاں تک گزر گئی تھی کہ باوجود پیغمبر اسلام کے متواتر حملوں کے انھوں نے ان مسلمانوں کو مطلق تکلیف نہیں دی تھی جو مکہ میں موجود تھے تو بھی جوش بڑھتا جاتا تھا دشمنی اپنی گہری جڑ میں دلوں میں سرایت کرتی جاتی تھی خون خون کی طرف دوڑ رہا تھا اور اس کے بہنے کے سامان ہو رہے تھے۔"

میور صاحب کی یہ ابلہ فریبی ہے یہ صحیح ہے کہ جو مسلمان مکّہ میں رہ گئے تھے انھیں ابھی تک قتل نہیں کیا گیا مگر یہ ظلم ان کے لئے کم نہیں تھا کہ انھیں ان کے مذہبی فرائض ادا کرنے کے لئے روک دیا گیا تھا وہ عام طور پر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور نظر بندوں کیسی ان کی حالت تھی مثل مجرموں کے ان کی پوری دیکھ بھال کی جاتی تھی ہمارے خیال میں اس سے زیادہ ظلم اور نہیں ہو سکتا۔ مگر میور صاحب اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں پر پورا الزام قائم ہو۔ ہمارا یہ خیال ہے اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مدینہ آنے پر بھی جب قریشوں نے مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا تو اب مسلمان سخت بے چین ہوئے کہ کیا کرنا چاہئے اور اس بات کے منتظر ہوئے کہ آسمان سے کوئی حکم لڑنے کا کافروں سے نازل ہو چنانچہ جب پانی سر سے گزر چکا تو کئی آسمانی حکم پے در پے نازل ہوئے منجملہ ان کے ایک حکم یہ ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بن عبد اللہ نے مسلمان ہونے سے انکار کیا حضور انور نے حجت پوری کر کے اُسے چھوڑ دیا۔
کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلی مہم تھی جس میں مالِ غنیمت بھی ہاتھ لگا اور دو قیدی بھی
اور یہ بھی صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ حضور انور نے اس کامیابی پر عبد اللہ بن جحش کو
امیر المومنین کا خطاب عطا فرمایا۔

اس سریہ کے متعلق عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ سخت دغابازی اور فریب سے حملہ کیا گیا حالانکہ
یہ اُن کی زیادتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ تہذیب۔ شائستگی اور جدید فنون جنگ کا اضافہ
ہوا ہے دشمن کو دھوکا دیکے ہلاک کرنا منافیٔ قوانین جنگ نہیں سمجھا گیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں
معلوم ہوتی کہ حضور انور کے سریہ پر اعتراض کیا جائے کہ انھوں نے اس زمانہ کے فنونِ جنگ
سے کیوں فائدہ اُٹھایا یہ اعتراض بہت ہی لچر اور پوچ ہے جس کے زیادہ جواب دینے کی کوئی
ضرورت نہیں ہے۔ سر ولیم میور نے اپنی متعصب فطرت کے مطابق مسلمانوں پر الزام قائم کرنے
کے لئے ایک عجیب و غریب استدلال سے کام لیا ہے جس کی عبارت ہم یہاں درج کرتے ہیں
جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کتنے بڑے محقق اور منصف مزاج شخص ہیں چنانچہ آپ اپنی
کتاب لائف آف محمد جلد ۳۔ صفحہ ۷۶ اور ۷۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں پناہ لئے ہوئے ڈیڑھ برس گزر چکا اور اب اہل مکہ
سے ان کی مخالفت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اس کے بعد ..... مسلمانوں نے اِن
بیشمار کاروانوں کو منتشر کرنے کے لئے جو حجاز کے راستے سے گزرے تھے کوئی دقیقہ اوٹھا
نہیں رکھا تھا مکہ کی سرسبزی کا دارومدار بالکلیہ ان کارروانوں کی آمد و شد پر تھا تاکہ یہ
شام کی تجارتی اشیاء لائیں اور مکہ میں فروخت کریں کیونکہ شام کے مقابلہ میں یمن اور حبش

الی اللہ
کا قطع تعلق ہے حج کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلوں کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کرنے والے نہیں ہو اور "لو الم نک من المصلین"۔ غرض کہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالیٰ کے نور کے مشاہدہ
تمام لوگوں کو حج اکبر کے دل [illegible] قرب و جوار سے تمتع پانے والے ہیں خدا تعالیٰ ہمکو بھی اُن میں سے کرے اور ایسے لوگوں کے
[illegible] وہ کریم و منان اور قدیم الاحسان ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کی تجارت ادنے درجہ کی تھی مگر اب یمن اور طائف کی طرف بھی گزشتہ حملے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ ان کا دشمن ان مقامات پر بھی انھیں امن نہیں دینے کا اس حملے سے انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ ہم پر حملہ کرنے کے لئے اپنی زندگی اور پاک مہینوں کا بھی خیال نہیں کرنے کے خون بہ چکا تھا اور ابھی تک کسی صورت سے اس کا انتقام نہیں لیا جا سکتا تھا۔

ہمارے محقق سر ولیم میور صاحب کی عادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف یکطرفی دگری دیتے ہیں جو مظالم کہ اہل مکہ نے مسلمانوں پر کئے تھے اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اس کا تذکرہ مسلمانوں پر الزام دینے کے وقت میور صاحب کچھ نہیں کرتے اس کے علاوہ ان سازشوں سے بھی چشم پوشی کرتے ہیں جو اہل مکہ نے بت پرستوں کے ساتھ کی تھیں ہم چونکہ اس کے متعلق گزشتہ صفحوں میں بالتفصیل بحث کر چکے ہیں اس لئے دوبارہ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد میور صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اہل مکہ کا صبر اور برداشت یہاں تک گزر گئی تھی کہ باوجود پیغمبر اسلام کے متواتر حملوں کے انھوں نے ان مسلمانوں کو مطلق تکلیف نہیں دی تھی جو مکہ میں موجود تھے تو بھی جوش بڑھتا جاتا تھا دشمنی اپنی گہری جڑیں دلوں میں شیرینی کرتی جاتی تھی خون خون کی طرف دوڑ رہا تھا اور اس کے بہنے کے سامان ہو رہے تھے"

میور صاحب کی یہ ابلہ فریبی ہے یہ صحیح ہے کہ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے انھیں ابھی تک قتل نہیں کیا گیا مگر یہ ظلم ان کے لئے کم نہیں تھا کہ انھیں ان کے مذہبی فرائض ادا کرنے کے لئے روک دیا گیا تھا وہ عام طور پر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور نظر بندوں کی ان کی حالت تھی مثل مجرموں کے ان کی پوری دیکھ بھال کی جاتی تھی ہمارے خیال میں اس سے زیادہ ظلم اور نہیں ہو سکتا۔ مگر میور صاحب اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں پر پورا الزام قائم ہو۔ ہمارا یہ خیال ہے اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مدینہ آنے پر بھی جب قریشوں نے مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا تو اب مسلمان سخت بے چین ہوئے کہ کیا کرنا چاہئے اور اس بات کے منتظر ہوئے کہ آسمان سے کوئی حکم لڑنے کا کافروں سے نازل ہو چنانچہ جب پانی سر سے گزر چکا تو رہوئے کہ پے در پے نازل ہوئے منجملہ ان کے ایک حکم یہ ہے۔

چکا تو کئی آسمانی حکم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ (ترجمہ)

(کفار میں سے) جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے) اُن سے لڑو اور زیادتی مت کرو (کہ پہلے تم ہی لڑائی شروع کردو) بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو (کبھی) اچھا نہیں سمجھتا۔ اور تم ان (مشرکوں) کو جہاں کہیں پاؤ مار ڈالو اور انھوں نے جہاں سے تمھیں نکالا ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی انھیں نکال دو اور شرک (کا گناہ) خونریزی سے (بھی) بڑھ کے ہے اور جب تک تم سے وہ مسجد حرام میں نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ ان سے نہ لڑو پھر اگر (وہ) تم سے لڑیں تو تم (بھی) انھیں (بے کھٹکے) مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر (اپنی حرکات سے) باز رہیں (اور توبہ کریں) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور یہاں تک ان سے لڑو کہ شرک (کا نام ونشان باقی) نہ رہے اور خاص دین اللہ ہی کا رہے پھر اگر (وہ شرک سے) باز آجائیں تو بے انصافوں کے سوا (کسی پر) دست درازی کرنی نہیں چاہئے۔

اور مشرکوں یعنی اہل قریش کے معاہدوں اور ان کی لڑائیوں کا بالتفصیل ذکر مفصلہ ذیل آسمانی فرمان میں آیا ہے جس سے سمجھ لیا جائے گا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے تعلقات کہاں تک کشیدہ تھے اور آسمانی حکم میں کہاں تک انصاف اور بے رو رعایت پائی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اس کے متعلق (حسب ذیل) آیا ہے۔

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی الکفرین۔ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین (ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں الی التعلق ہے جن سے (اے مسلمانو) تم نے معاہدہ کیا تھا۔ پس (اے مشرکو) چار مہینے زمین میں سیر کرلو اور جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کا قطع تعلق ہے جن سے اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کرنے والے نہیں ہو اور یہ دن اطلاع دینی باقی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے۔

تمام لوگوں کو حج اکبر کے دن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین
کفروا بعذاب الیم الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا
علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ فاذا انسلخ الاشھر
الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم
کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم
وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک
بانھم قوم لا یعلمون۔ کیف یکون للمشرکین عھد عند اللہ وعند رسولہ الا الذین
عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ہ
کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم
واکثرھم فاسقون ہ (ترجمہ) پس اے مشرکو اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمھارے لیئے بہتر ہے اور اگر تم (توبہ سے)
اعراض کرو تو جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور (اے نبی) کافروں کو دردناک دینے والے عذاب کی
خوشخبری سنادو۔ مگر وہ مشرک جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے (معاہدے کے پورا کرنے میں) تم سے کچھ کمی
نہیں کی اور تمھارے مقابلہ میں کسیکو مدد نہیں دی تو تم (بھی) ان کا عہد ان کی (مقرر کی ہوئی) مدت تک
ان سے پورا کرو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پس جب ماہ حرام نکل جائیں تو
مشرکوں کو قتل کرو انھیں جہاں پاؤ۔ اور ان کو پکڑلو اور انھیں قید کردو اور ان کے (غارت کرنے کے) لیئے
ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو (اور
انھیں تکلیف نہ دو) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر مشرکوں میں سے کوئی (اے نبی) تم سے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دو
یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سنے پھر اسے اسکی امن کی جگہ میں پہنچادو یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں۔ مشرکوں
کا عہد اللہ کے نزدیک اور اسکے رسول کے نزدیک کس طرح (قائم) رہ سکتا ہے مگر وہ لوگ جن سے (اے مسلمانو)
تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا پس جب تک وہ تم سے (عہد) قائم رکھیں تم (بھی) ان سے
اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے (کافروں کی صلح) کیونکر (قابل اعتبار) ہو سکتی ہے
رہے کہ
تو (پھر) تمھارے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کریں گے اور نہ کسی عہد کا۔ تمھیں (صرف
کا تو کوئی آسمانی حکم
ہے) راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (اس سے) انکار کر رہے ہیں اور ان میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ (ترجمہ)

(کفار میں سے) جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے) ان سے لڑو اور زیادتی مت کرو (کہ پہلے تم ہی لڑائی شروع کر دو) بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو (کبھی) اچھا نہیں سمجھتا۔ اور تم ان (مشرکوں) کو جہاں کہیں پاؤ مار ڈالو اور انھوں نے جہاں سے تمھیں نکالا ہے (یعنی مکہ سے) وہاں سے تم بھی انھیں نکال دو اور شرک (کا گناہ) خونریزی سے (بھی) بڑھ کے ہے اور جب تک تم سے وہ مسجد حرام میں نہ لڑیں تم بھی اس جگہ ان سے نہ لڑو پھر اگر (وہ) تم سے لڑیں تو تم (بھی) انھیں (بے کھٹکے) مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر (اپنی حرکات سے) باز رہیں (اور توبہ کریں) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور یہاں تک ان سے لڑو کہ شرک (کا نام و نشان باقی) نہ رہے اور خاص دین اللہ ہی کا رہے پھر اگر (وہ شرک سے) باز آجائیں تو بے انصافوں کے سوا (کسی پر) دست درازی کرنی نہیں چاہئے۔

اور مشرکوں یعنی اہل قریش کے معاہدوں اور ان کی لڑائیوں کا بالتفصیل ذکر مفصل ذیل آسمانی فرمان میں آیا ہے جس سے سمجھ لیا جائے گا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے تعلقات کہاں تک کشیدہ تھے اور آسمانی حکم میں کہاں تک انصاف اور بے رو رعایت پائی جاتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اس کے متعلق (حسب ذیل) آیا ہے۔

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی الکفرین۔ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین (ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کا قطع تعلق ہے جن سے (اے مسلمانو) تم نے معاہدہ کیا تھا۔ پس (اے مشرکو) چار مہینے زمین میں سیر کر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور بے شک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کو حج اکبر کے دن اطلاع دینی باقی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون۔ کیف یکون للمشرکین عھد عند اللہ وعند رسولہ الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ہ کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم واکثرھم فاسقون ہ (ترجمہ) پس (ای مشرکو) اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (توبہ سے) اعراض کرو تو جان لو کہ تم اللہ کے عاجز کرنے والے نہیں ہو اور (ای نبی) کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ مگر وہ مشرک جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے (معاہدے کے پورا کرنے میں) تم سے کچھ کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلہ میں کسیکو مدد نہیں دی تو تم (بھی) ان کا عہد ان کی (مقرر کی ہوئی) مدت تک ان سے پورا کرو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پس جب ماہ حرام نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو انھیں جہاں پاؤ۔ اور ان کو پکڑو اور انھیں قید کرو اور ان کے (غارت کرنے کے) لئے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو (اور انھیں تکلیف نہ دو) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر مشرکوں میں سے کوئی (ای نبی) تم سے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سنے پھر اسے اسکی امن کی جگہ میں پہنچا دو یہ اس سبب سے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں۔ مشرکوں کا عہد اللہ کے نزدیک اور اسکے رسول کے نزدیک کس طرح (قائم) رہ سکتا ہے مگر وہ لوگ جن سے (ای مسلمانو) تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا پس جب تک وہ تم سے (عہد) قائم رکھیں تم (بھی) ان سے قائم رکھو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے (کافروں کی بھلا) کیونکر (قابل اعتبار ہو سکتی ہے) اور اگر وہ تم پر غالب ہو جائیں تو (پھر) تمہارے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کریں گے اور نہ کسی عہد کا۔ تمھیں (صرف) اپنے مونہ سے (اور زبانی گفتگو سے) راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (اس سے) انکار کر رہے ہیں اور ان میں کے اکثر لوگ بدکار ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اِن آیتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے مشرکوں کے خلاف نہ کوئی سازش کی گئی اور نہ کوئی زیادتی کی گئی ہر ایک بات کی ابتدا مشرکوں کی طرف سے ہوتی تھی اور عقل باور کرتی ہے کہ مشرک ہی ہر جنگ کے باعث ہوتے ہوں گے اس لئے کہ انھیں میں سے ایک نیا گروہ پیدا ہوا تھا اور وہ اس گروہ کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے علاوہ اس کے مشرکوں کی تعداد زیادہ تھی انھیں حملہ کرنا ہر طرح سزاوار تھا۔ اب رہی عہد شکنی یہ مشرکوں کی طرف سے کئی دفعہ وقوع میں آچکی تھی اور عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ جس شخص یا گروہ کو اپنی قوت پر گھمنڈ ہوتا ہے اور مخالف کو زک دینے کے لئے اُسے اپنی وجاہت اور عظمت کا خیال نہیں رہتا تو وہ فوراً عہد شکنی کر بیٹھتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ عہد شکنی کا وبال اس کی گردن پر کہاں تک پڑے گا۔ یہ ساری لڑائیاں مخاصمانہ حملوں اور متواتر عہد شکنیوں سے وقوع میں آئی تھیں۔ تاریخی واقعات اس کے شاہد ہیں اور اس سے کوئی فرد بشر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسلام نے محض ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینے اور حملے کا جواب دینے کے لئے تلوار اُٹھانے کا حکم دیا ہے پہلے اس کا بھی حکم نہ تھا

اشتروا بایٰت اللہ ثمنا قلیلا فصدوا عن سبیلہ انھم ساء ما کانوا یعملون ۰ لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ و اولئک ھم المعتدون ۰ فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین و نفصل الایت لقوم یعلمون ۰ و ان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون ۰

(ترجمہ) اللہ کے احکام (کو ترک کر کے اُن) کے عوض میں تھوڑے سے دام لے لیتے ہیں پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک یہ لوگ بہت بُرا کام ہی جو کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کے حق میں نہ کسی قرابت کا خیال کرتے ہیں۔ اور نہ کسی عہد کا اور وہی لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں۔ پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور ہم (اپنے) احکام بہ تفصیل بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ بعد اپنے عہد (کر چکنے) کے اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمھارے دین پر طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ بھی قابل اعتبار نہیں ہیں تاکہ یہ (اپنی شرارتوں سے) باز آئیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور مسلمان دنیا بھر کے ظلم سہتے تھے اور اُف نہ کرتے تھے مسلمانوں کا یہ خیال تھا اور وہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ جب تک خداوند تعالیٰ کا حکم جنگ کے لئے نازل نہ ہوگا ہم تلوار نہیں اُٹھانے کے چنانچہ حکم نازل ہوا اور مسلمان آمادۂ پیکار ہو گئے۔ ان لڑنے والوں کو خداوند تعالےٰ کی طرف سے بہشت بریں اور روحانی انعاموں کی بشارت دی گئی واقعی یہ بشارت ایک حد تک قابلِ لحاظ ہے۔ ہم کسی آیندہ باب میں اس بشارت کے متعلق بالتفصیل بحث کریں گے۔

چھٹا باب

جنگ بدر

رمضان المبارک میں

اس جنگ سے اسلام کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس جنگ کے واقعات اگرچہ بہت سی تاریخوں میں مندرج ہیں لیکن مسلسل اور دلچسپ اور صحیح بیانات ایک جگہ کم جمع کئے گئے ہیں لہذا ہم

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرۃ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین ہ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین ہ ویذھب غیظ قلوبھم ویتوب اللہ علی من یشاء واللہ علیم حکیم ہ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا (ترجمہ) (اے مسلمانو) تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انھوں نے (تمہارے) رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور انھوں نے تم سے پہلی مرتبہ چھیڑ شروع کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو (اگر ایسا ہی) تو اگر تم ایماندار ہو تو اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ ان لوگوں سے لڑو اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دیگا اور انھیں رسوا کریگا اور تمھیں ان پر فتح دیگا اور مسلمان لوگوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دلوں کے رنج کو دور کرے گا اور (یاد رکھو کہ) اللہ جس شخص پر چاہتا ہے مہربانی کرتا ہے اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔ کیا (اے مسلمانوں) تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے (اور جہاد کا حکم نہ دیا جائیگا) حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور انھوں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مناسب سمجھتے ہیں کہ بدر کے پورے پورے حالات قلم بند کردیں کیونکہ یہ وہ جنگ ہے جس سے اسلام کی ترقی کا آغاز ہوتا ہے کامیابی ہمیشہ صداقت پیدا کرتی ہے اور صداقت کو کبھی آنچ نہیں آتی اگر اس جنگ میں مسلمان شکست کھا جاتے تو یہ خیال کرکے کلیجہ کانپ جاتا ہے کہ پھر اسلام کی کیا حالت ہوتی یہ صحیح ہے کہ مسلمان مثل اسرائیلیوں اور نصرانیوں کے اپنے ساتھ خدا کا ہاتھ مشرکوں کے مقابلہ میں کام کرتا ہوا دیکھتے تھے تو بھی اگر انھیں ناکامی ہو جاتی تو یقیناً ہزاروں لاکھوں عورتوں۔ بچوں اور مردوں کا قتل عام ہو جاتا اس جنگ کی ابتدا اس صورت سے ہوئی جو زیادہ توجہ کے قابل ہے۔

حضور انور کی جب پیاری صاحبزادی بی بی رقیہؓ جو حضرت عثمان غنی کو بیاہی ہوئی تھی فوت ہوگئیں تو حضور کو بہت ہی صدمہ ہوا۔ یہ بی بی ابھی حبش سے واپس آئی تھیں ادھر تو یہ غم اور ادھر ایک اہم کا سامان کرنا واقعی بڑا کٹھن کام تھا مشرکان قریش کی ساز و باز مدینہ کے یہودیوں سے ہو گئی تھی۔ ابوسفیان حضور انور سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہو رہا تھا جوں ہی قریشوں کے قیدی مکہ میں

من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون ۝ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدون ۝ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین ۝ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام

(ترجمہ) سوائے اللہ کے اور سوا اس کے رسول کے اور سوا مسلمانوں کے کسی کو (اپنا) رازدار دوست نہیں بنایا اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔ مشرکوں کو (کوئی حق) نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حالت میں کہ وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے (نیک) کام ضائع ہو گئے اور آگ میں یہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو اور سوا اللہ کے کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ پس عنقریب یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا آباد کرنا اس شخص (کے اعمال) کے برابر کر دیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہنچے ابوسفیان دوسو سواروں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا اور یہ قسم کھائی کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بذات خود بدلہ نہ لیلوں گا مدینہ سے واپس نہیں آنے کا چنانچہ وہ آندھی اور مینھ کی طرح سے مدینہ پر جھپٹا۔ مدینہ کی آس پاس کی کھیتیوں کو چند میل تک بالکل برباد کر دیا اور کچھ مسلمان بیٹھے ہوئے کاشت کر رہے تھے ان پر بے خبری میں آپڑا اور انھیں پارہ پارہ کر دیا یہ خبر آگ کی طرح مدینہ میں پھیل گئی مسلمانوں کو بہت جوش آیا وہ تلواریں لے کے نکل پڑے اور ابوسفیانیوں پر حملہ کیا وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کے بھاگ گئے مسلمانوں کو اپنے بیگناہ اور بے خبر بھائیوں کے اس طرح مارے جانے سے بہت صدمہ ہوا وہ خون کے سے گھونٹ پیکے چپکے ہو رہے اور حسب قوانین انسانیت اس بات کے منتظر رہے کہ جب موقع ہو مشرکوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں۔

اُن ہی دنوں کا ذکر ہے کہ حضور انور ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے آپ بالکل تنہا تھے اور اس درخت سے آپ کے کمپ کا فاصلہ تھا کہ یکایک غل و شور سے آپ کی آنکھ کھلی

کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۝ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون ۝ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنٰت لھم فیھا نعیم مقیم ۝ خلدین فیھا ابدا ان اللہ عندہ اجر عظیم ۝

(ترجمہ) جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک (یہ دونوں ہرگز) برابر نہیں ہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں میں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک مرتبہ میں بہت بڑے ہیں۔ اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی مہربانی اور رضامندی کی خوشخبری دیتا ہے اور ایسے باغوں کی جن میں اُن کے لئے دائمی عیش ہوگا وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے بے شک (ان لوگوں کے لئے) اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب ابوسفیان بدر کے قریب پہونچا تو اسے نواحِ مدینہ میں آثار جنگ معلوم ہوئے۔ اس سے جہانتک ممکن ہوا کارواں کو لیکے بہت تیزی سے بھاگا تاکہ مسلمانوں کے حملہ سے محفوظ ہو جائے بدر میں پہونچکر بعض آدمیوں نے اس سے بیان کیا کہ صرف دو اجنبی یہاں دکھائی دئے تھے وہ تھوڑی دیر اپنے اونٹوں کو آرام دیکے اور کنویں میں سے پانی پی کے یہاں سے چلے گئے۔ ابوسفیان فوراً اس مقام پر پہونچا۔ اور اسنے بڑی ہوشیاری سے چارون طرف نظر کی اور بے ساختہ اُس کی زبان سے یہ نکل گیا۔ کہ یہ اونٹ تو خیبر سے آئے تھے۔ چونکہ اس نے خرمے کی ایک گٹھلی سے اس بات کا پتہ لگا لیا کہ یہ خرمے یا کھجوریں خاص مدینہ ہی میں پیدا ہوتی ہیں۔ جبکی اس صورت کی گٹھلی ہے۔ یہ یقینی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مخبر تھے۔ یہ کہہ کے وہ فوراً اپنے کاروان میں واپس آیا۔ اور انہیں جانبِ راست بہت جلد چلنے کا حکم دیا۔ ساحل بحر کے کنارے کنارے قافلہ روانہ ہوا۔ اندا دہند شتابی کے ساتھ بھاگا چلا جاتا تھا دن اور رات میں ایک لمحہ کے لئے کہیں نہیں ٹھیرا۔ آخر اپنی اس کھپرتی سے وہ مسلمانوں کی زد سے صاف بچ کے نکل گیا۔ راستے میں اسنے سنا کہ قریشوں کی ایک زبردست سپاہ اس کی مدد کے لئے آرہی ہے۔ اسنے فوراً ایک قاصد انکے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اب مدینہ پر حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں بخفاظت بچ کے نکل آیا ہوں۔ تم سب لوگ واپس چلے جاؤ۔

اس سے دس یا بارہ روز پہلے مکہ میں ابوسفیان کے قاصد پہونچنے پر ایک تھلکہ عظیم برپا ہو گیا تھا یہ قاصد حسب قاعدہ اونٹ بھگاتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اور مکہ کی بڑی شاہراہوں میں اونٹ کو بے تحاشہ بھگاتا ہوا کعبہ کے کھلے ہوئے صحن میں پہونچا۔ اور اونٹ سے اُتر کر دو زانو کھڑا ہو گیا۔ اور اونٹ کے کجاوے کو پرے اُٹھا کر پھینکدیا۔ اور فوراً اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالے اور ناک کو زخمی کر دیا۔ اور اپنی قمیص جسم ہی میں پارہ پارہ کر دی۔ اور چلا کر روکے مہیب آواز میں یہ کہا۔ قریش! قریش! تمہارے کارواں کا تعاقب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کر رہے ہیں۔ مدد کرو مدد کرو۔ بس یہ سننا تھا کہ تمام شہر میں یہ آگ لگ گئی۔ کیونکہ صرف اسی اکیلے کارواں پر مکہ کی تجارت کا دار و مدار تھا۔ اور یہ سالانہ آیا کرتا تھا۔ اور عموماً بہت سے قریشوں کا اسمیں حصہ ہوتا تھا۔ فوراً سب نے ارادہ کر لیا۔ کہ ایک زبردست فوج کے ساتھ ابوسفیان کی مدد کے لئے روانہ ہونا چاہیئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور پھر وہ آپس میں ذکر کرنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نخلہ کی مہم پر پھولے بیٹھے ہیں کہ وہاں انہیں فتح ہوگئی تھی اور دو تین آدمی انہوں نے ہمارے گرفتار کر لئے تھے۔ وہ اس بات کا خیال اب دل سے نکال دیں۔ اب دیکھیں کون ہمارے مقابلہ میں آتا ہے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہاں جاتے ہیں۔ اسکے بعد بڑی دھوم دھام اور جوش و خروش سے ہر طرف تیاریاں ہونے لگیں اہل مکہ نے ارادہ کر لیا تھا خواہ کتنی ہی جانیں نثار کیوں نہ ہو جائیں اور کتنا ہی روپیہ صرف کیوں نہ ہو جائے مسلمانوں کو ایک دفعہ دنیا سے نیست و نابود کر کے چھوڑیں گے۔ جوش کی یہ انتہا ہو گئی تھی کہ ہر شخص بچے سے لیکے بڑا تک فوج میں شریک ہونے کو آگیا تھا۔ مگر صرف ابولہب آنحضرت کا چچا اس فوج میں شریک نہیں ہوا۔ محض اسوجہ سے کہ اگر وہ بھی مکہ سے چلا گیا تو بنی بکر جو نواح مکہ میں ایک قبیلہ ہے مکہ پر حملہ کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجا دیگا۔ مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ خوف بھی ابولہب کا جاتا رہا کیونکہ اس قبیلہ کے دو تین بڑے سرداروں نے اس بات کی ذمہ داری کر لی تھی کہ قریشوں کے چلے جانے پر مکہ پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔

اسی اثناء میں یا اس سے کچھ پہلے عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا۔ صبح کو اس نے اپنے بھائی عباس کے آگے خواب بیان کرنا چاہا مگر یہ اقرار لے لیا کہ میرا خواب کسی سے بیان نہ کرنا۔ خواب یہ ہے کہ ایک شتر سوار آکے ابطح میں کھڑا ہو گیا۔ اور بلند آواز سے یہ کہنے لگا کہ اے قریش اپنے قتل کرنے پر جلدی کرو۔ پھر وہ مسجد میں آیا اور لوگ اسکے پیچھے پیچھے ہو لئے اور پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھ گیا۔ اور یہی تین دفعہ اس نے غل مچا کے کہا۔ اور پھر میں نے اسکو ابوقبیس پر دیکھا۔ وہاں جا کے اپنے سب قریشوں کو ان کے گھر جانے کا حکم دیا وہ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے پھر اس نے وہاں سے ایک پتھر لڑکایا جس پتھر نے کعبہ کے سب مکانوں کو مسمار کر دیا۔ ہاں صرف ایک بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے مکان بچے رہے۔ عباس یہ خواب سن کے خاموش ہو رہے۔ مگر انہوں نے اپنی بہن کی وصیت کی کچھ پروا نہ کی۔ اور یہ سارا خواب اپنے دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے بیان کر دیا اور بہت کچھ اصرار کر کے کہدیا۔ خدا کے لئے اس کا ذکر کسی سے نہ آئے ولید نے عباس کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور یہ سارا خواب اپنے باپ سے کہدیا۔ بس پھر کیا تھا یہ خبر مکہ میں پھیل گئی۔ ابوجہل نے بھی اس خبر کو سنا۔ دوسرے روز عباس کعبہ کا طواف کر رہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تھے کہ ابوجہل نے قریشوں کے جلسے میں عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا کہ اے اہل قریش اب یہ عورت بھی درجہ نبوت تک پہنچنا چاہتی ہے۔ عباس نے طواف کرتے کرتے پوچھا کونسی عورت۔ ابوجہل نے کہا تیری بہن عاتکہ جس نے ایسا ایسا خواب دیکھا۔ عباس نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔ ابوجہل برا بھلا کہنے لگا۔ اور غل مچا کے کہا کہ تمہارے خاندان میں نبوت اُبل رہی ہے۔ مردوں کو چھوڑ عورتیں بھی دعوے پیغمبری کا کرنے لگیں۔ میں تین دن تک اس بات کا منتظر ہوں کہ خواب کا کوئی اثر معلوم ہو جائے۔ اور اگر تین دن گذر گئے اور خواب کا کوئی اثر نہ دکھائی دیا تو عرب کے کل قبائل کے پاس میں یہ لکھ کے بھیجدوں گا کہ عربوں میں جو اول درجہ کے جھوٹے ہیں وہ بنی ہاشم ہیں یہ کہہ کے ابوجہل چلا گیا۔ عباس اپنے گھر واپس چلے آئے۔ بنی ہاشم نے جب یہ سنا کہ ابوجہل ایسی ایسی باتیں کہہ گیا ہے تو وہ سب ملکر عباس کے پاس آئے اور سخت ملامت کی کہ یہ خبیث ابوجہل اس سے پہلے بھی ہمارے مردوں کو بہت کچھ زبان اور ہاتھ کی اذیت دے چکا ہے۔ کسی نے اسکا منہ بند نہ کیا۔ اب اسکو یہ جرائت ہوئی کہ وہ مردوں کو تکلیف دیتے دیتے عورتوں پر طعن کرنے لگا۔ افسوس ہے کہ عباس تو نے اس کی اس بیہودہ گوئی کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ عباس نے کہا میں نے اسلئے اُس کا منہ نہیں توڑا کہ فتنہ اُٹھ کھڑا ہو اور جنگ کو طول ہو جائے ہاں اسکے بعد اگر ابوجہل نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں اسے پوری طرح سمجھاؤں گا۔ غرض اسوقت یہ بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر عاتکہ کو غصہ رہا۔ وہ اس واقعہ کے تیسرے روز مسجد الحرام میں آئی۔ اسکا منشاء تھا کہ یہاں ابوجہل مل جائے تو اُس کی خوب فضیحت کروں۔ جسوقت یہ مسجد الحرام میں گئی ہے تو ابوجہل موجود تھا۔ وہ اسکے جاتے ہی بھاگ گیا۔ عاتکہ یہ کہتی ہے کہ پہلے تو مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ مجھ سے خوف کھا کے ابوجہل بھاگ گیا ہے مگر پیچھے یہ معلوم ہوا کہ نہیں۔ وہ ضمضم کی صورت دیکھ کے بھاگا تھا۔ یہ ضمضم اُسی قاصد کا نام ہے جو ابوسفیان نے قریشوں کے پاس روانہ کیا تھا اور جس سے قریش جنگ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر بھی اوپر ہو چکا ہے۔ ابوسفیان نے بیس مثقال سونا اُجرت میں دیا تھا کہ قریشوں کو یہ خبر پہنچا دے۔ ضمضم یہ سونا لیکے مکہ میں چلا آیا اور قریشوں میں ایک آگ بھڑکا دی اور اُس نے اپنا ایک خواب بھی بیان کیا۔ اور وہ خواب یہ تھا کہ جب میں اپنے قافلے سے علیحدہ ہو کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چلا ہوں تو میں نے وادیٔ مکہ میں خون کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں۔ بنی ہاشم صمصم کے آنے سے بہت خوش ہوئے کہ عاتکہ کے خواب کی تصدیق ہو گئی۔ بایں ہمہ جو تیاریاں اہل مکہ نے کیں۔ وہ عجیب و غریب ہیں۔ سہیل بن عمرو تو معہ بن الاسود اہل شہر کو جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دے رہے تھے۔ بھر سب مل کے ابولہب کے پاس گئے اُس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ مگر دوسری روایت میں یہ لکھا ہے کہ جب قریشوں نے اُس سے جا کے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اگر تو ہمارے ساتھ اتفاق کرے گا تو اور لوگوں کو بھی جنگ میں جانے کی جرأت ہو گی۔ یہی مصلحت ہے کہ اس سفر میں آپ ہمارے ساتھ مرافقت کریں یا کوئی شخص اپنے عوض بھیجدیں۔ ابولہب نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہ خود جاؤں گا اور نہ کسی کو بھیجوں گا۔ ابولہب کے انکار کے متعلق کئی روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں دوسری روایت یہ ہے کہ ابولہب کا چار ہزار درم کا قرضہ عاص بن ہشام بن مغیرہ پر تھا۔ ابولہب نے کہا تو میرے عوض جنگ پر چلا جا میں اپنا قرضہ تجھ پر چھوڑتا ہوں۔

ایک طرف تو مکہ میں یہ جوش و خروش ہو رہا تھا اور دوسری طرف چند آدمی کچھ بد دلی سے ہو رہے تھے اور یہ بد دلی عاتکہ کے خواب سے پھیلی تھی۔ حارث بن عامی و عتبہ و شیبہ۔ امیہ حکیم بن خزام۔ پسر امیہ بن خلف اور عاص وغیرہ سخت پریشان تھے وہ چاہتے نہ تھے کہ فوج میں شریک ہوں اور مکہ سے باہر نکلیں۔ ابوجہل کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھاگا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا اور اُس نے بڑی سخت ملامت کی اور بہت کچھ اُبھارا۔ آخر وہ مجبوراً فوج کے ساتھ ہو گئے پھر قریشوں نے ہبل نامی بت کے پاس بہت بڑا مجمع کیا۔ اُسکے بعد عربوں نے قاعدے کے مطابق شگون لینے کے لئے تیر پھینکا وہ تیر موافق نہ آیا۔ ابوجہل نے کہا ہم اس جنگ کے لئے فال کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے۔ زمعہ نے اس تیر کو توڑ ڈالا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کے اس تیر سے زیادہ جھوٹا اور کوئی تیر نہ ہو گا۔ اس پر سہیل بن عمرو نے دریافت کیا کہ اے ابا حلیمہ یہ کیا بات ہے کہ میں تجھے آج بہت غصے میں دیکھتا ہوں۔ زمعہ نے ساری کیفیت بیان کی۔ سہیل نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا۔ کیونکہ عمرو بن وہب نے یہ ساری باتیں مجھ سے کہی تھیں۔ اور مجھے ان پر اعتبار نہیں ہے۔ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جس وقت قریش مدینہ پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنی زرہ باہر نکال کے اُسکی مرمت کرنی شروع کی۔ یہ کیفیت عداس دیکھ رہا تھا۔ عتبہ نے اُس کی طرف نظر کر کے کہا کہ تو اس شخص کے حال سے واقف ہے جسکو طائف میں ہم نے تیر سے ہاتھ انگور بھیجے تھے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم اب اسکے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ عداس نے کہا آپ فرمائیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہم اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسے قتل کر ڈالیں۔ عداس یہ سنکر رونے لگا۔ اور کہا۔ خدا کی قسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو خدا کے رسول ہیں تمہیں کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے کہ تم ان پر حملہ کرو۔ اور اُن کے ساتھ لڑو عداس یہ کہتا جاتا تھا اور چیخ چیخ کے رو رہا تھا۔ حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ عداس کی باتوں کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ میں نے کسی طرح جنگ میں جانے کی مصلحت نہ سمجھی مگر بدقسمتی سے میں مجبور کر دیا گیا اور مجھے جنگ میں جانے کی حقیقی برکت حاصل نہ ہوئی۔ اسی عرصہ میں ناصر بن تمیم بن حجاج نے عداس کے پاس آکے دریافت کیا کہ تو کیوں رو رہا ہے اُس نے کہا کہ میں اسلئے رو رہا ہوں کہ یہ دو سید قوم اس ذات پاک کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں جو عالم کا نجات دہندہ اور خدا کا رسول ہے عداس کی اس گریہ وزاری کا اثر تمام قریشوں پر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی مجموعی صورت سخت غضبناک تھی۔ اور وہ حضور انور کے تلخ ترین دشمن تھے۔ جو وقت قریشوں کی فوج تیار ہوئی۔ اور اُسکا شمار ہوا۔ تو نو سو پچاس زبردست جوان جھنڈے لے دیکھے گئے جنکے ہمراہ سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے۔ اکثر ان میں سوار تھے اور جو پیادے تھے وہ سب زرہ پوش تھے ان لوگوں کے پاس علاوہ سامانِ حرب کے عیش کا بھی بہت سامان تھا یعنی گانے والی عورتیں بکثرت تھیں اور ہر منزل پر دف بجا کے اور گا کر جنگ آوروں کو خوش کرتی تھیں۔ اور مسلمانوں کو ہزار ہا گالیاں دیتی تھیں اور مکہ کے سرداروں نے باہم یہ بات طے کر لی تھی کہ باری باری سے ایک ایک سردار فوج کو کھانا دے۔ ایک دن عتبہ اور شیبہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کے تنہائی میں بیٹھ کے عاتکہ کے خواب کا ذکر کرنے لگے۔ اتفاق سے ابوجہل اُسوقت آنکلا۔ اُسنے دریافت کیا کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ اُنہوں نے سچ سچ کہدیا ابوجہل کو سخت غصہ آیا اُس نے کہا کہ مجھے بنی عبد المطلب سے سخت تعجب ہے کہ وہ اپنے مردوں ہی کی نبوت پر قانع نہیں ہیں بلکہ عورتوں کو بھی پیغمبری سکھانا چاہتے ہیں۔ خیر مکہ واپس جانے پر میں ان لوگوں سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔ اسپر عتبہ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جواب دیا کہ آپ کو صلح رحم اور قرابت قریبہ کا بھی کچھ خیال ہے پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس لشکر کا ساتھ ہی چھوڑ دو۔ اور مکہ چلے چلو۔ ابوجہل نے کہا ایسا غضب نہ کرنا کہ پہلے تم نے قوم کے ساتھ موافقت کی اور اب اُسکے ساتھ مخالفت کرتے ہو۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کو ہمارے ساتھ ہرگز مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہو سکتی۔ اسوقت میرے اشارہ پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار شمشیر زن جمع ہو سکتے ہیں۔ میں جہاں جاؤں گا میرے ساتھ جائیں گے جہاں ٹھیرونگا میرے ساتھ ٹھیرینگے۔ اور جو کچھ حکم دونگا وہ کرینگے اور اگر تم نہیں مانتے اور تم دونو مکہ جانا چاہتے ہو تو تمہیں اختیار ہے جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ کہا کہ کمبخت تو خود بھی مارا جائے گا اور دوسرے بھی قتل کروائیگا اور اپنی قوم کے برباد کرنے پر تو نے کمر باندھی ہے تو بہت بڑا شوم ہے۔ ہماری محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جو کچھ خصوصیت اور قرابت ہے وہ تجھے حاصل نہیں ہے اور ساتھ ہی عتبہ نے یہ کہا۔ کہ میرا بیٹا حذیفہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہے میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی طرح جنگ پر جاؤں مگر شیبہ نے پھر یہ کہا کہ اے بھائی کیوں خواہ مخواہ قوم کی ملامت سنتے ہو۔ جب مکہ سے باہر نکل آئے تو اب فوج کے ساتھ چلے بھی چلو آگے دیکھا جائیگا۔ غرض یہ دونوں بھائی پھر بہ مجبوری فوج کے ساتھ ہو لئے۔

جب قریشوں کی فوج مقام جحفہ میں پہنچی تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار جسکے ساتھ ایک اونٹ ہے قریش کے لشکر کی طرف آیا ہے اور لشکر کے پاس پہونچکے کھڑا ہو گیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ عتبہ شیبہ۔ ربیعہ۔ بن الاسود۔ امیہ بن خلف۔ ابوالبختری۔ ابوالحکم بن ہشام اور نوفل بن خویلد کو قتل کا حکم ہوا ہے۔ اور سہیل بن عمرو کے لئے قید کا۔ اور حارث اپنے بھائی کے ہاتھ سے بھاگ جائے گا۔ پھر وہ گھوڑے سوار اپنے اونٹ کو چھری سے زخمی کر کے قریشوں کے خیمہ میں گھس آیا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جو اس اونٹ کے خون سے تر بتر نہ ہوا ہو۔ اسکے بعد جہیم کی آنکھ کھل گئی اُس نے اپنے دوستوں سے صبح کو یہ خواب بیان کیا۔ آناً فاناً میں یہ خواب سارے لشکر میں پھیل گیا جب ابوجہل نے اس خواب کو سنا تو سخت غصے ہو کے کہا کہ یہ بنی عبد مناف سے دوسرا پیغمبر پیدا ہوا ہے کل معلوم ہو جائے گا کہ آیا ہم سب قتل ہوئے ہیں یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یا انکے اصحاب خاک و خون میں لتھڑے ہوئے

CC-0. JNTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

معلوم ہوتے ہیں یقیناً یہ شیطان تھا جو جہیم کے خواب میں نظر آیا۔ عتبہ نے سرہلا کے شیبہ سے کہا کہ یہ خواب تو بالکل عاتکہ کے خواب کی تصدیق کرتا ہے۔ عداس بھی سچ کہتا تھا۔ ہر ایک بات کی تصدیق ہوتی جاتی ہے۔

یہاں کی تو یہ کیفیت ہوئی۔ اب سنئے ابوسفیان کے قافلہ کی سرگزشت کہ جب ابوسفیان خطرے کی حد سے نکل گیا تو اُس نے قیس بن امرالقیس کو اپنے کاروان میں سے قریشوں میں بھیجا کہ تم لوگ جرم سے صرف میری مدد کو آئے ہو کہ قافلہ کا مال اور سامان ضائع نہو۔ اب میں خداوند تعالےٰ کے حکم سے اس خطرے سے باہر نکل آیا ہوں۔ لہذا تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ تم سب مکہ واپس چلے جاؤ۔ اب یثرب پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے کچھ تعلق نہ رکھنا چاہیئے کیونکہ اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے قیس یہ خبر لیکے منزلون کو طے کرتا ہوا قریشوں کے لشکر میں پہونچا۔ ابوسفیان کا یہ پیغام اُنہیں سنا دیا۔ ابوجہل نے کہا خدا کی قسم ہم کبھی مکہ واپس نہیں جائینگے ہم ضرور بدر جائینگے وہاں تین شبانہ روز قیام کرینگے خوب کھائے کھائینگے شراب پئیں گے عورتوں کا ناچ دیکھیں گے اور اُن کا گانا سنیں گے اور اگر ہم بغیر اس کے واپس مکہ چلے جائینگے تو تمام قبائل میں یہ بات کا غل مچ جائیگا کہ ہم ڈر کے مارے بھاگ آئے ہماری مہابت ہماری دلیری ہمارے ہمچشموں کی نظروں میں کم ہو جائے گی۔ قیس یہ سنکر واپس چلا آیا۔ اور اُس نے ابوسفیان سے آکے کہدیا کہ قریش نہیں مانتے اور وہ بدر کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ یہ سن کے ابوسفیان نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا واقوماہ یہ کام عمرو بن ہشام کا ہے یعنے ابوجہل کا (ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام تھا) یہ شخص محض یہ خیال کر کے واپس جانا سخت مذموم امر ہے اور قوم کی ہتک ہے مراجعت کو مکروہ جانتا ہے واللہ اگر ہمارے اصحاب نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کیا تو وہ ضرور ذلیل ہونگے۔

قریش کے لشکر میں ابھی تک یہ کھچڑی پک رہی تھی کہ آیا جنگ میں جائیں یا مکہ واپس چلے جائیں منجملہ اور آدمیوں کے جو متردد ہو رہے تھے ایک اخنس بن شریق تھا جب اس نے یہ سنا کہ کارواں صحیح وسلامت مکہ پہنچ گیا تو اُس نے اپنے احباب سے کہا کہ خداوند تعالےٰ نے تمہارے کاروان کو نجات دیدی اور اُن کے اموال کو آسیب سے بچالیا اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جو تمہارا صاحب ہے اُسے خلاصی

CC-0. In Public Domain. Panini Kashmir Digitized by eGangotri Trust

بخشی۔ اب تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جنگ سے ہاتھ اٹھالو کیونکہ وہ تمہارا برادر زادہ ہے اگر وہ فی الحقیقت پیغمبر ہے تو تم مخلوق میں نیک بخت ترین ہوگے اور اگر وہ پیغمبر نہیں ہیں تو اور قبائل ان سے قتال کرنے کے لئے کیا کم ہیں جو تم اُن کے خلاف تلوار اٹھانے ہو۔ تمہارے کاموں میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اب مصلحت یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اور ابوجہل کے قول کا کبھی اعتبار نہ کرو کہ وہ اپنی قوم کی ہلاک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بنو زہرہ نے اس کی نصیحت بہت رغبت سے سُنی اس نے دریافت کیا کہ ہم واپس جانے کا کونسا بہانہ کریں۔ اخنس نے کہا کہ جب رات ہوگی تو میں اونٹ پر چڑھکر نیچے گر پڑوں گا تم غل مچا دینا کہ اسے سانپ نے کاٹا ہے اور پھر یہ کہنا کہ اسے ہم کہ لے جاتے ہیں وہ منع کرینگے کہ تم اسکے ساتھ نہ جاؤ۔ تم یہ کہنا کہ جب تک یہ تندرست نہ ہو جائے یا مر نہ جائے ہم اس کا ساتھ نہیں چھوڑینگے۔ غرض بنو زہرہ مع اخنس کے اس حیلہ سے بچ گیا

اب ہم پھر حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ آپ کے چھوٹے سے لشکر میں کیا ہو رہا تھا۔ اِدھر تو قریش حملہ آور ہو رہے تھے اور اُدھر آپ نہایت تیزی سے بدر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کیونکہ آپ کو مخبروں نے یہ خبر دی تھی کہ ابوسفیان کا کارواں بدر کے لگ بھگ ہو گیا ہے۔ آپ منگل کے دن مقام روحا پر پہونچے اور آپنے کنویں پر سے پانی پیا اور آپنے اس مقام کو برکت دی اور فرمایا کہ یہاں تھکے ہوئے مسافر آتے ہیں اور آرام کرتے ہیں۔ جمعرات کے دن ابھی آپ بدر پہونچے تھے کہ چند مسافروں نے آپ کو آکے خبر دی کہ دشمن بہت تیزی سے حملہ کی غرض سے آپ کی طرف آرہا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ مسلمان قوی دشمن کے سامنے شمشیر بدست ہوتے ہیں اور ایک شائستہ فوج سے جنگ کرتے ہیں۔ فوراً حضور انور نے جنگ کی کونسل طلب فرمائی اور اپنے خاص خاص سرداروں کو مشورہ دینے کی غرض سے اپنے پاس جمع کیا سب کی ایک ہی رائے تھی۔ اور سب جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق اعظم کی تو یہ رائے ہوئی کہ بہت شتابی سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضور انور نے انصار کی طرف خطاب کیا کیونکہ انہی سے یہ معاہدہ نہیں ہوا تھا کہ وہ مدینہ کے باہر نکل کے جنگ کرینگے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے کل انصار کی طرف سے سعد ابن معاذ نے یہ جواب دیا۔ اے پیغمبر خدا جہاں حضور کی خوشی ہو عنانِ عزیمت پھیر دیئے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جہاں حضور چاہیں وہاں لشکر گاہ بنائیں حضور کی بالکل مرضی پر ہے جس سے چاہیں جنگ کریں اور جس سے چاہیں صلح کریں میں اس ذات پاک کی قسم کھاتا ہوں جس نے حضور انور کو صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ حضور اس حد تک ساتھ دیں کہ ہمارے اونٹ بے دم ہو کے گر پڑیں۔ پھر بھی ہم حضور کی رکاب سے نہیں ہٹنے کے۔ اور جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے ہم کبھی حضور کی رکاب نہیں چھوڑنے کے ہم میں سے کوئی شخص ہرگز پیچھے نہیں رہنے کا۔ پھر حضور انور نے نہایت جوش سے یہ فرمایا خدا کی رحمت اور برکت تم پر ہو۔ یا تم اسکی رحمت اور برکت میں سفر کرو۔ یقیناً خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ خواہ کاروان یا فوج قریش ان میں سے ایک چیز وہ مجھے دیدیگا۔ میں ابھی میدان جنگ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ اور قریشوں کی لشکوں کے پشتے بھی خدا کی طرف سے مجھے دکھائے گئے ہیں۔ حضور انور نماز پڑھنے کے بعد نہایت جوش سے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کے یہ دعا کرتے تھے کہ اے خداوند تعالیٰ ابوجہل زمعہ بن الاسود سہیل بن عمرو کو پوری سزا دے اور سب سے زیادہ ابوجہل کو کہ وہ اس امت کا فرعون ہے اسے نصیب نہ ہو کہ وہ میدان جنگ سے زندہ بچ کے چلا جائے۔ اسکے بعد آپنے یہ دعا کی کہ سلمہ بن ہشام۔ عیاش بن ابی ربیعہ اور اسلام کے کمزور مردوں کو جنہیں قریش نے مکہ میں قید کر رکھا ہے نجات فرما۔

جمعرات کو سپہر کے وقت جب حضور انور ذفارج بدر میں پہنچے تو آپنے حضرت علی بن ابی طالب زبیر بن عوام اور سعد بن وقاص کو مع اور چند آدمیوں کے اسلئے روانہ کیا کہ کسی بلند قطع زمین کا پتہ لگائیں اور اگر کوئی خبر بھی مل سکے تو وہ بھی لے آئیں چنانچہ حضرت علی معہ اپنے ساتھیوں کے ایک کنوئیں پر پہنچے وہاں دیکھا کہ قریشوں کے لشکر کے چند آدمی مشکوں میں پانی بھر رہے ہیں۔ حضرت علی ان پر جا پڑے اور ان سب کو گرفتار کر لیا صرف ایک شخص ان میں سے بچ کے نکل گیا حضرت علی یہ سمجھے کہ ابوسفیان کے قافلے کے یہ لوگ ہیں حالانکہ وہ لشکر قریش کے آدمی تھے حضرت علی نے سوال کیا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے لشکر کے سقے ہیں حضرت علی کو یقین نہیں آیا آپنے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو اور پھر حضرت علی نے انہیں کوڑے مارنے شروع کئے جب انہیں پٹنے سے زیادہ تکلیف ہونے لگی تو آخر انہوں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ ہاں ہم ابوسفیان کے غلام ہیں۔ حضرت علی نے یہ سنکر کوڑے تھام لئے۔ یہ مار پیٹ اسوقت ہوئی کہ جب حضور انور نماز پڑھ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رہے تھے کیونکہ ان سقوں کو پکڑ کر اُسیوقت حضرت علی حضور انور کی خدمت میں لے آئے تھے۔ آپنے سلام پھیر کر اپنے اصحاب کی طرف یہ خطاب کیا کہ انہوں نے پہلی بات سچ کہی تھی اسپر تم نے انہیں مارا اب جب وہ جھوٹ بولے تو تم انسے باز رہے۔ ان میں سے دو شخصوں کا نام جو گرفتار ہو کر آئے تھے۔ عریض اور اسلم تھا۔ حضور نے انسے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں اُنہوں نے جوابدیا کہ اس پہاڑی کے پیچھے چند مقامات ہیں وہاں ان کا لشکر پڑا ہوا ہے ایک جگہ کا نام عدوقصوے ہے ایک کو کثیب کہتے ہیں اور ایک کو عظفل کہتے ہیں۔ اس مضمون کو واقدی نے اپنی زبان میں اس طرح لکھا ہے۔

اخذ فی الشفاء من علی القلب یسار مولی سعید بن العاص واسلم مولی عتبۃ الحجاج وابو رافع مولی اُمیۃ بن خلف فاتی بھم النبی وھو قائم یصلی فسألھم المسلمون فقالوا نحن سقاء القریش بعثوا لنسقیھم من الماء فکرہ القوم خبرھم وفرحوا ان یکون لابی سفیان واصحاب العیر فیضربونھم فلما اذ یتموھم بالضرب قالوا نحن لابی سفیان ونحن فی العیر ھذا الغور فکانوا اذا قالوا ذالک یمسکون عن ضربھم فسلم رسول اللہ من صلوٰتہ فقال ان صدقوا کم ضربتموھم وان کذبوا کم ترکتموھم فقال اصحابہ علیھم السلام انھم یا رسول اللہ قریشا قد جاءت فقال لقد صدقوا کم خرجت قریش بمنعھا وخافوا کم علیھا۔ غرض جب حضور انور اپنے صحابہ سے یہ گفتگو کر چکے تو آپ قریشوں کے سقوں کی طرف رجوع ہوئے اور ارشاد کیا کہ قریشوں کی تعداد کتنی ہے۔ انہوں نے جوابدیا کہ بہت ہے آپنے ارشاد کیا کہ میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ دریافت کرتا ہوں کہ گنتی میں کتنے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہم نہیں جانتے۔ پھر حضور انور نے سوال کیا کہ اچھا کتنے اونٹ وہ اپنے لئے ذبح کرتے ہیں۔ اس سوال سے ایک اعلیٰ درجہ کی دانائی اور زیرکی معلوم ہوتی ہے انہوں نے حضور کے سوال کا جوابدیا کہ کسی دن دس اور کسی دن نو اونٹ وہ اپنے لئے ذبح کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ بھے تعداد معلوم ہوگئی ہے وہ ہزار سے کم ہیں۔ اور نو سو سے زیادہ ہیں پھر حضور نے یہ استفسار فرمایا کہ قریشوں کے ساتھ سردار کون کون ہیں۔ انہوں نے جوابدیا کہ عتبہ شیبہ۔ حارث بن عامر۔ ابوالبختری۔ حکیم بن الخزام۔ طلیعہ بن عدی۔ نفر بن الحارث۔ ربیعہ بن الاسود۔ ابوالحکم بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ بنیہ منبہ حجاج کے بیٹے۔ سہل بن عمرو اور عمرو بن عبدود ہیں۔ اسکے بعد حضور انور نے یہ سوال کیا کہ انمیں سے بعض لوگ رستے ہی سے واپس ہوگئے یا نہیں۔ سقوں نے کہا ہاں ابی بن شریق یعنے اخنثہ بنی زہرہ کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ساتھ رستے میں سے مکہ واپس چلے گئے اس پر حضور نے ارشاد کیا ارشد ہم وما کانو برشید یعنی انھوں نے اس وقت اپنی قوم کو راہ راست دکھائی جبکہ وہ خود راہِ راست پر نہیں ہیں اسکے بعد پھر آپنے یہ سوال کیا کہ اُن کے علاوہ اور کوئی بھی رستے سے واپس چلا گیا اُنھوں نے کہا بنو عدی بن کعب بھی رستے سے واپس چلے گئے۔ اس سارے سوال وجواب کے بعد حضورِ انور نے اپنے خاص اصحاب کی طرف خطاب کر کے فرمایا اسیروا علی فی النزل یہ سُن کے حباب بن منذر نے عرض کیا یارسول اللہ اگر وحی اور امر خدا تعالیٰ اس مقام پر قیام کرنے کا نہیں ہے تو ہمیں ضرور قدم آگے بڑھانا چاہیے اور بدر کے کنویں کے پاس ٹھیرنا نہایت مناسب ہے کیا حضور انور حرب کے لیے کوئی جگہ تجویز فرمانا چاہتے ہیں حضور نے ارشاد کیا ہاں حباب نے عرض کیا کہ جنگ کے لیے تو وہ کنواں ہی مناسب ہوگا میں اس مقام کی کیفیت اچھی طرح جانتا ہوں جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے تو ایک حوض تیار کرلیں گے اور اسے کنوئیں کے پانی سے بھرلیں گے اور پھر کنوئیں کو بند کردیں گے اس صورت سے ہمیں تو بہ افراط پانی مل جائے گا اور ہمارے دشمن پانی نہ پا سکینگے حضور نے حباب کی باتوں کو توجہ سے سُنا اور اس پر پورا عمل کیا اور فوراً کوچ کرنے کا حکم دیدیا۔

وادیے بدر کے ساتھ ایک بڑا میدان ملا ہوا تھا اور اس کے شمال اور مشرق میں پہاڑ یار ہیں جنوب میں ایک نشیبی چٹانی سلسلہ ہے اور جانب غرب ایک سلسلہ ریتلی پہاڑیوں کا چلا گیا ہے پہاڑوں میں سے ایک چشمہ پیدا ہوا ہے جو وادی میں بہتا ہے اور جس سے مسافروں کی آسائش کے لیے کئی باولیاں کھود لی گئی تھیں اور ان میں پانی بھرا رہتا تھا یہی مقام ہے جہاں حضور انور کا چھوٹا سا لشکر آکے پڑا تھا شب قریب ہوتی جاتی تھی چنانچہ حضورِ انور کے صحابہ نے کنوئیں کے قریب پہنچ کے کھجور کی شاخوں کا ایک جھونپڑا حضور انور کے لیے تیار کیا اور وہاں حضور انور نے اور حضرت ابوبکر صدیق نے شب کو آرام فرمایا جھونپڑے کے دروازہ پر سعد ابن معاذ شب بھر ننگی تلوار کے ساتھ پہرا دیتے رہے شب کو خوب بارش ہوئی لیکن اسکی شدت قریشوں کے کیمپ کی طرف زیادہ ہوئی حضورِ انور کو خواب میں اس بات کی بشارت دی گئی کہ آپ کا دشمن مغلوب ہوگا اور آپ فتح نصیب ہونگے قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے جس پر ہم آگے بالتفصیل بحث کریں گے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

علی الصباح حضور انور نے اپنی مٹھی بھر سپاہ کو آگے بڑھایا اور آپ نے ایک تیر پھینک کے چھوٹے چھوٹے پرے باقاعدہ جمائے اور مختلف اصحاب کو ان پرے کا سردار مقرر کر دیا کچھ عرصے کے بعد ہم حضور انور کو جنگ کے میدان میں بسطح تیار اور آراستہ چھوڑتے ہیں اور کچھ ذکر قریش کے لشکر گاہ کا بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ میں جنگ کے موقع پر ان میں کیا کچھڑی پک رہی تھی۔

جب حضرت علی نے قریشوں کے غلاموں کو پکڑا تھا جو کنوئیں پر پانی بھر رہے تھے تو اسی وقت ان میں سے ایک شخص عمر نامی بچ کے نکل گیا تھا جو نہیں نہ قریشوں کے لشکر میں پہنچا اس نے غل مچایا کہ اے آل غالب بد پسر ابوکبشہ اور اس کے دوست ہیں جنہوں نے ہمارے والے غلاموں کو قید کر لیا یہ سنتے ہی تمام قریشوں میں پریشانی پھیل گئی چنانچہ حکیم بن حزام کا بیان ہے کہ ہم بہت سے آدمی ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے کباب کھا رہے تھے کہ اس واقعہ کے سنتے ہی ایسی ہیبت ہم پر طاری ہوئی کہ پھر ہم سے کباب نہ کھائے گئے میں تو فوراً خیمہ کے باہر نکل آیا تاکہ اپنے اور احباب سے مل کے اپنے دل کی تسکین کروں میں خیمہ کے باہر نکلا ہی تھا کہ عتبہ بن ربیعہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالحالد میں نے یہ تماشہ تمام عمر بھی نہیں دیکھا کہ جب ہمارا قافلہ بحفاظت اپنے وطن میں پہنچ گیا پھر یہ شمشیر زنی کیسی میں نے کہا بیشک یہی خیال مجھے بھی ہے اور یہ ساری کارروائی ابن الحنظلیہ کی ہے پھر عتبہ کہنے لگا کہ اے ابا خالد کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہم پر شب خون ماریں میں نے یہ جواب دیا کہ تو کیوں ڈرتا ہے تو تو بالکل امن میں ہے پھر عتبہ کہنے لگا کہ یہ تو سب کچھ سچ ہے مگر اس کی تدبیر ہم کیا کریں میں نے یہ کہا کہ مختلف لوگوں کو پہرہ پر کھڑا کر دو تاکہ وہ نگرانی کرتے رہیں عتبہ نے کہا بیشک سچ ہے سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے اتفاق سے اس وقت ابوجہل بھی وہاں آگیا اور کہنے لگا کہ عتبہ تم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب سے لڑنا مکروہ جانتے ہو جبھی تمہارے اس قسم کے خیالات ہو گئے مردوں کی زبان سے میں نے عورتوں کا رونا پیٹنا کبھی نہیں سنا مگر تم پر میں دیکھتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رعب ایسا تم پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ روز مرہ نئی سی باتیں تم میدان سے بھاگنے کی نکالتے ہو یہ کہتے ہی ابوجہل اپنی قوم کی طرف
موٹھ کر کے کہنے لگا کیونکہ باہمی گفتگو اور غل پچاڑے سے سینکڑوں آدمی عتبہ کے خیمہ کے پاس
جمع ہو گئے تھے "تم سے عجب ہے کہ تم یہ گمان کرنے لگے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے
اصحاب تم سے قوی ہیں اور تم پر غلبہ پالیں گے خدا کی قسم نواحی قوم میں سے کسی نواح میں ان
میں اتنی طاقت بھی تو نہیں ہے کہ وہ گذر جائیں صرف آج کی تم اپنی نگرانی کرو پھر تمھیں نگرانی
کی ضرورت نہیں ہونے کی" غرض وہاں یہ کیفیت تھی اور یہاں جب صبح ہوئی تو حضور انور
نے بلند قطعہ زمین پر قریشوں کو آتے ہوئے دیکھا حضور انور حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لیکے اپنی
چھوٹی سی خواب گاہ میں چلے گئے اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو خداوند تعالیٰ کے حضور
میں پھیلا کر یہ دعا مانگی کہ اے میرے مالک میں تیرے حضور میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے اس وعدہ
کو جو تو نے اپنی مدد اور فتح کا کیا ہے پورا کیجیو اے میرے مالک اگر یہ چھوٹا سا گروہ نیست و نابود ہو گیا
تو بُت پرستی عام طور پر پھیل جائے گی اور تیری صاف اور بے لوث پرستش صفحۂ دُنیا
سے مٹ جائے گی اس پر حضرت صدیق اکبر نے نہایت پرجوش لہجے میں یہ عرض کیا خالق
ارض و سما لے میرے ہادی برحق تیری مدد کو آئے گا اور تیرا مقدس چہرہ فتح کی خوشی سے
تابان کر دے گا خداوند تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور حضور انور کو خواب میں فتح کی بشارت
دے دی اور قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فی منامک قلیلاً ولو اراکھم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور واذ
یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلاً ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً یعنی تمہارے
خواب میں کم دکھلاتا تھا اور اگر انھیں تم کو بہت (کر کے) دکھا دیتا تو یقیناً تم سست ہو جاتے
اور (لڑائی کے) کام میں باہم اختلاف کرتے ولیکن اللہ نے (تمھیں اس سے) بچا لیا بیشک
وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے اور (وہ وقت بھی یاد کرو کہ) جب انھیں تمھاری آنکھوں
میں (یعنی بحالت بیداری) جب تم اُنکے سامنے آئے اور تمھیں اُنکی آنکھوں میں کم کر کے دکھلاتا
تھا تاکہ اللہ اُس کام کو پورا کرے جو (اُس کے علم میں) آیا ہوا تھا۔

مخالف کی تعداد کو کم دکھانے سے یہ مطلب ہے کہ ان کی قوت کو آپ کی اور مسلمانوں کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جواب دیا کہ میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں شیر خدا اور شیر رسول ہوں اس پر عتبہ نے بھی اپنی تعریف بیان کی اور کہا بیشک تو ہمارے لڑنے کے قابل ہے پھر اُس نے دریافت کیا کہ یہ دو شخص جو تمہارے ساتھ آئے ہیں کون ہیں حضرت حمزہ نے ارشاد کیا کہ ان میں سے ایک کا نام علی ابن طالب ہے اور دوسرے کو عبیدہ بن الحارث بن مطلب بن عبد مناف کہتے ہیں عتبہ نے کہا بیشک تم ہمارے مدِ مقابل ہو اور ہم تم سے بہ خوشی جنگ کریں گے جب یہ باتیں ہو چکیں تو ولید اپنے باپ کے اشارے سے حضرتِ علی کی طرف بڑھا اور عتبہ نے حضرتِ حمزہ کے مقابلے میں تلوار نکالی اور شیبہ عبیدہ کی طرف جھپٹا حضرت علی نے ولید کو ایک ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا اور حضرتِ حمزہ نے تلوار کے ایک ہی ہاتھ میں عتبہ کے دو ٹکڑے کر دیئے مگر شیبہ نے حضرت عبیدہ بن الحارث کے پیر میں ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ میدان میں گر پڑے اور اُن کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی یہ دیکھ کر حضرتِ حمزہ اور حضرتِ علی عبیدہ کی مدد کے لیے دوڑے اور شیبہ کو وہیں میدانِ جنگ میں قتل کر ڈالا اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اُٹھا کے حضور انور کی خدمت میں حاضر کر دیا عبیدہ نے حضور کی صورت دیکھتے ہی غل مچا کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شہید نہیں ہوا حضور نے ارشاد فرمایا نہیں تم شہید ہوئے اس کے بعد آپ کی وفات ہو گئی اور آپ روحا یا وادیے صفرا میں مدفون ہوئے۔

جب یہ تینوں قریشی سردار میدان جنگ میں کام آئے تو بنو مخزوم نے جمع ہو کے ابوجہل کو گھیر لیا اور ابوجہل کے گرد اتنے نیزے بردار جمع ہو گئے جن سے ابوجہل بالکل چھپ گیا بنو مخزوم نے اسے مجبور کیا کہ وہ خود فوج کا سپہ سالار بنکے مسلمانوں پر عام حملہ کر دے چنانچہ قریشوں کی کل صفیں حرکت میں آئیں اور چاروں طرف عام جنگ پھیل گئی حضور انور ننگی تلوار لیے ہوئے اپنی چھوٹی سی صفوں کے آگے گئے اور خوب جوش سے جنگ ہو رہی تھی حضرت علی کا قول ہے کہ اس پر طوفانِ جنگ میں ہر شخص نے چاہا کہ میں حضور انور کے ساتھ رہوں مگر کسی کو یارا نہ ہوا۔

اس دن بہت تیز ہوا چل رہی تھی حضور انور کو خدا کی مدد کی طرف سے چونکہ پورا اطمینانِ قلب حاصل ہو گیا تھا اس لیے حضور صاف نظر کر رہے تھے کہ فرشتے آپ کی مدد کو آ گئے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب جنگ کی آگ خوب بھڑکی تو حضور انور نے کچھ سنگ ریزے اُٹھا کے قریش کی فوج کی طرف پھینکے اور ارشاد کیا کہ تم پر پریشانی غالب ہو جائے۔ حکیم بن حزام کا قول ہے کہ ہم قریش کی فوج کی طرف سے بہت سرگرمی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ ہمیں سنگ ریزے گرتے ہی آسمان سے ایسی آواز آئی کہ گویا پتھر کسی طشت میں گر رہے ہیں کہ یکایک ہمارے پیروں کو شکست ہوئی اور ہم پیچھے ہٹنے شروع ہوئے حضرت علی کا قول ہے کہ میں تین دفعہ معرکہ سے باہر آ کے عریش میں گیا کہ سید عالم کی صورت دیکھوں ہر بار میں نے یہی دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور عرض کر رہے ہیں یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔ تیسری بار جب میں حاضر ہوا تو ہمیں پوری فتح حاصل ہو چکی تھی قریشوں پر ایسی بدحواسی چھائی کہ اُن کی ساری صفیں ٹوٹ گئیں اور وہ بے اوسان ہو کے بھاگے مسلمانوں نے بڑے جوش سے ان کا تعاقب کیا بہتوں کو قتل اور اکثر کو گرفتار کر لیا قریش نہ صرف اپنے لدا ؤ جانور بلکہ اپنا سامانِ حرب اور تمام ڈیرے خیمے بھی چھوڑ کے بھاگے ۷۰ مقتول اور اسی قدر قید ہوئے مسلمانوں میں ۱۴ صحابی شہید ہوئے جن میں ۸ انصار میں سے تھے اور ۶ مہاجرین۔

قریش کے بہت سے نامور آدمی اور اسلام کے تلخ تر دشمن اس جنگ میں مقتول ہوئے جن میں ابوجہل بھی تھا معاذ ابن عمرو نے تلوار کے ایک ہاتھ سے دونوں ٹانگیں ابوجہل کی قلم کر دیں مگر اُسی وقت ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے تلوار کا ایک ہاتھ معاذ کے شانے پر مارا شانا بالکل جُدا ہو گیا مگر تھوڑی سی کھال کٹنی باقی رہ گئی جس سے ہاتھ لٹکنے لگا معاذ نے اس ہاتھ کو اپنے پیر کے نیچے دبا کے ایک جھٹکا مار کے الگ کر دیا اور پھر دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکے مثل شیر غرّاں کے مخالف کے مقابلے میں آ کودے ابوجہل کا اس وقت تک دم نہیں نکلا تھا وہ ماہیئے بے آب کی طرح میدانِ جنگ میں تڑپ رہا تھا کہ اتنے میں حضور انور کے خادم عبداللہ نے دوڑ کے اُس کا سر کاٹ لیا اور وہ سر حضور انور کے خدمت میں حاضر کیا جونہی حضور انور کی نظر ابوجہل پر پڑی بے اختیار آپ کی مبارک زبان سے یہ نکلا لا الہ الا اللہ پھر حضور نے یہ فرمایا کہ یہ دشمن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خدا کا سر ہے۔

واقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۸۴ میں اور ہشامی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۲۸ میں عبداللہ اور ابوجہل کی گفتگو کا حال لکھا ہے جس کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

جب عبداللہ ابوجہل کے پاس آیا تو اس نے اس کی گردن پر پیر رکھ کے یہ کہا افسوس اے دشمن خدا آج تو اللہ تعالےٰ نے تجھے کامل ذلت عطا کی ابوجہل نے اپنی مرتی ہوئی آواز میں یہ جواب دیا میں تو صرف ان لوگوں کی حفاظت کرنے کے لیے آیا تھا جو میدان جنگ میں مقتول ہوئے اس پر عبداللہ نے کہا اب بھی تو مسلمان ہو جا ابوجہل نے اس کا یہ جواب دیا اے بھیڑوں کے چرانے والے اس وقت تو بڑی خطرناک بلندی پر چڑھا ہوا ہے۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو قیدیوں میں سے بعض لوگ قتل کر ڈالے گئے اس پر سب میسی مورخ یک زبان ہو کے مسلمانوں کی بے رحمی کا راگ گاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قیدیوں پر بھی مسلمانوں نے ترس نہیں کھایا اور انھیں بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا یہ اعتراض بجائے خود کوئی وقعت نہیں رکھتا اگر دشمن سے انتقام لینے کے معنی بے رحمی ہیں تو رحم دلی دنیا میں نظر نہیں آئیگی موجودہ لڑائیوں میں اس قسم کے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مقابل تو مقابل غریب رعایا کو جس کے پاس نہ ہتھیار نہ وہ ہتھیاروں کا استعمال جانے متمدن یورپ کے شائستہ مگر سنگدل سپاہی قتل کر ڈالتے ہیں چنانچہ جنگ روم وروس میں کئی لاکھ شیر خوار صغیر سن بچے بے پناہ عورتیں مریض مرد بوڑھے اور اپاہج آدمی نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے تھے۔

امن سے گھر میں بیٹھ کے سپاہیوں کے جوشیلے جذبات اور میدان جنگ کی آتش فشانی پر رائے دینی کبھی صحیح نہیں ہو سکتی بدر کے قیدیوں میں سے اگر بعض شخص قتل کر ڈالے گئے تو اس سے مسلمانوں کے وحشی پن اور سنگدلی پر استدلال نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مسلمان بہت ستائے گئے تھے اور ان پر بڑے بڑے ظلم توڑے گئے تھے اور جب وہ مدینہ میں آکے پناہ گزیں ہوئے تو یہاں بھی آتش مزاج قریشوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اگر تقاضائے فطرتِ انسانی سے بعض مسلمانوں کے ہاتھ سے چند قیدی قتل کر ڈالے گئے تو حقیقت میں قاتل معذور تھے سب سے پہلا قیدی جو قتل کیا گیا وہ نوفل ابن خویلد ہے۔ واقدی نے اپنی کتاب صفحات ۸۶-۱۰۰ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی یہ سمجھ کے کہ حضور انور کا اشارہ ہے نوفل پر جا پڑے اور اس بیچارے قیدی کو قتل کر دیا اور ایک قیدی کو حضرت عمر نے قتل کر ڈالا اور وہ صرف اس بات پر کہ جب حضرت عمر ابن وہب کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کیوں تم لوگوں کی کیسی خبر لی گئی قیدی نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کے کہا کیا ایک مسلمان کا ایک قیدی کافر سے ایسا طرزِ کلام مناسب ہے لات و عزیٰ کا نام سُنکے حضرت عمر کا غصہ بھڑک اٹھا اور آپ نے تلوار سے اسکی گردن اڑا دی اس کے بعد اُمیہ اور اُس کے بیٹے کا واقعہ ہے وہ دونوں قریشوں کے ساتھ نہ بھاگ سکے اور جب عبدالرحمٰن کے پاس سے گزرے تو اُنھوں نے کہا تم ہمیں قید کر لو ہمیں اُمید ہے تم ہم پر رحم کھاؤ گے عبدالرحمٰن نے اپنی قدیمی دوستی کو یاد کر کے غنیمت کے مال کو اپنے پاس سے پھینک دیا اور ان دونوں کو اپنا قیدی بنا لیا اور اسلامی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو حضرت بلال نے انھیں دیکھا اور فوراً غل مچا کے کہا اُمیہ کو قتل کر ڈالو یہ مشرکوں کا سرغنہ ہے بلال پہلے اُمیہ کے غلام تھے اور اُمیہ نے صرف اس بنا پر کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے انہیں تپتے ہوئے چٹان پر آفتاب کی بھبکتی ہوئی کرنوں کے نیچے چت لٹا کے ایک وزنی پتھر رکھدیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک تو اسلام سے توبہ نہ کرے گا میں تجھے نہیں چھوڑنے کا یہ بیچارے بے آب و دانہ تین روز تک اسی طرح پڑے رہے آخر حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاس سے روپیہ دے کر انھیں خرید اور آزاد کر دیا بلال کو اپنی تکلیف اور اپنے آقا کی یہ بے رحمی اچھی طرح سے یاد تھی اور اس کے انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر اُمیہ بلال کو میدانِ جنگ میں پا لیتا تو بغیر قتل کیے نہ چھوڑتا تقاضائے فطرت یہی تھا کہ بلال کی زبان سے اُمیہ کو دیکھتے ہی بے ساختہ یہی نکلتا کہ قتل کر ڈالو بلال کے غل مچاتے ہی کئی مسلمان ان دونوں باپ بیٹوں کے قتل کے لیئے آمادہ ہوئے مگر عبدالرحمٰن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نے کمال یہ کیا کہ انھیں آزاد کر دیا اور یہ کہا کہ اگر تم سے بھاگا جائے تو بھاگ جاؤ یا تم سے اپنی حفاظت ہو سکے تو اپنی حفاظت کر لو ان دونوں باپ بیٹوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر یہ بہت جلدی پارہ پارہ کر دیے گئے۔

مالِ غنیمت اور اُسکی تقسیم

عبادہ بن صامت کا بیان ہے کہ میدانِ بدر میں مسلمانی سپاہ کی تین جماعتیں تھیں ایک جماعت تو حضور انور کے لیئے عریش کی حوالی میں قیام پذیر تھی اور ایک جماعت میدانِ جنگ میں لڑ رہی تھی اور ایک جماعت قیدیوں کی گرفتاری ہتھیاروں اور اموال کے ضبط میں مشغول تھی جب قریش شکست کھا کے بھاگ گئے تو ان تینوں جماعتوں میں سے ہر جماعت نے غنیمت کے مال کا دعوے کیا ارباب قتال نے یہ کہا کہ اگر ہم جنگ نہ کرتے تو مالِ غنیمت کبھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ہم مالِ غنیمت کے لینے کے زیادہ حق دار ہیں اس کے بعد محافظانِ رسول کریم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر و ثواب آخرت کی بے رغبتی سے جنگ نہیں کی بلکہ محض اس وجہ سے آپ کی حفاظت کرتے رہے کہ ایسا نہ ہو مخالف آپ پر پل پڑیں ہم سب سے زیادہ غنیمت کے حق دار ہیں مگر وہ جماعت جو مالِ غنیمت جمع کر رہی تھی اس نے اور بھی غل و شور مچایا کہ اس مال کے ہم حق دار ہیں یہ واقعی ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا چونکہ مالِ غنیمت کے متعلق نہ کوئی قانون ابھی تک بنا تھا اور نہ حضور انور نے ابھی اس کا کچھ فیصلہ کیا تھا اس لیے عربوں کے قدیمی قانین کے مطابق کہ میدانِ جنگ میں جو چیز جس کے ہاتھ لگ جاتی تھی وہ بلک اسی کی قرار پاتی تھی ایسے جھگڑے کا ہونا لازمی تھا آخر خداوند تعالیٰ کی طرف سے مالِ غنیمت کی نسبت حکم نازل ہوا۔

یسئلونک عن الانفال ۵ قل الانفال للہ والرسول ۵ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم ۵ واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ۵ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ۳ ان
الذین کفروا ینفقون اموالہم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ
ثم یغلبون ۴ والذین کفروا الی جہنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث
بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعا فیجعلہ فی جہنم اولئک ہم الخسرون ۵ قل للذین کفروا ان ینتہوا
یغفر لہم ما قد سلف ۶ وان یعودوا فقد مضت سنت الاولین ۷ وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ
ویکون الدین کلہ للہ فان انتہوا فان اللہ بما یعملون بصیر ۸ وان تولوا فاعلموا ان اللہ
مولکم نعم المولی ونعم النصیر ۹ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی
والیتمی والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان ۱۰

اور ان کی نماز جو بیت اللہ کے پاس پڑھتے ہیں سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے اور کچھ بھی نہیں
پس اے کافرو عذاب کے مزے کو چکھو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں وہ
اپنے مال اپنے خرچ کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں پس عنقریب وہ اسے خرچ کریں گے
پھر انہیں پشیمانی ہوگی پھر یہ مغلوب ہو جائینگے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائینگے
تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور بعض ناپاک کو بعض پر رکھے اور اسے سب کو اکٹھا کر دے پھر اسے
جہنم میں ڈالدے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اے نبی کافروں سے کہدو کہ اپنے کفر سے باز آئیں
جو کچھ گذر چکا وہ ان کے لیے بخشدیا جائیگا اور اگر پھر کرینگے تو بیشک گذر چکی ہے حالت اگلے
کافروں کی ہاں اور جو کچھ ان کا حشر ہوا تمہیں معلوم ہو چکا اور اے مسلمانو ان سے لڑو یہانتک کہ کچھ فتنہ
یعنی کفر کا غلبہ نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے پس اگر یہ کافر اپنے کفر سے باز آئیں تو بیشک جو
کچھ کرتے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ اعراض کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے وہ
بہت اچھا دوست ہے اور بہت اچھا مددگار اور جان لو کہ کافروں کی جو کچھ مال لوٹ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول
کے لیے ہے اور رسول کے قرابت والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے اگر تم
اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی
تھی یعنی جس دن دو جماعتیں ایک کافروں کی ایک مسلمانوں کی باہم بھڑ گئی تھیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نے کمال یہ کیا کہ انھیں آزاد کر دیا اور یہ کہا کہ اگر تم سے بھاگا جائے تو بھاگ جاؤ یا تم سے اپنی حفاظت ہو سکے تو اپنی حفاظت کر لو ان دونوں باپ بیٹوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر یہ بہت جلدی پارہ پارہ کر دیے گئے۔

مالِ غنیمت اور اسکی تقسیم

عبادہ بن صامت کا بیان ہے کہ میدانِ بدر میں مسلمانی سپاہ کی تین جماعتیں تھیں ایک جماعت تو حضور انور کے لیئے عریش کی حوالی میں قیام پذیر تھی اور ایک جماعت میدانِ جنگ میں لڑ رہی تھی اور ایک جماعت قیدیوں کی گرفتاری ہتھیاروں اور اموال کے ضبط میں مشغول تھی جب قریش شکست کھا کے بھاگ گئے تو ان تینوں جماعتوں میں سے ہر جماعت نے غنیمت کے مال کا دعوے کیا ارباب قتال نے یہ کہا کہ اگر ہم جنگ نہ کرتے تو مالِ غنیمت کبھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ہم مالِ غنیمت کے لینے کے زیادہ حق دار ہیں اس کے بعد محافظانِ رسول کریم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر و ثواب آخرت کی بے رغبتی سے جنگ نہیں کی بلکہ محض اس وجہ سے آپ کی حفاظت کرتے رہے کہ ایسا نہ ہو مخالف آپ پر پل پڑیں ہم سب سے زیادہ غنیمت کے حق دار ہیں مگر وہ جماعت جو مالِ غنیمت فراہم کر رہی تھی اس نے اور بھی غل و شور مچایا کہ اس مال کے ہم حق دار ہیں یہ واقعی ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا چونکہ مال غنیمت کے متعلق نہ کوئی قانون ابھی تک بنا تھا اور نہ حضور انور نے ابھی اس کا کچھ فیصلہ کیا تھا اس لیے عربوں کے قدیمی قوانین کے مطابق کہ میدانِ جنگ میں جو چیز جس کے ہاتھ لگ جاتی تھی وہ بلک اسی کی قرار پاتی تھی ایسے جھگڑے کا ہونا لازمی تھا آخر خداوند تعالیٰ کی طرف سے مالِ غنیمت کی نسبت حکم نازل ہوا۔

یسئلونک عن الانفال ط قل الانفال للہ والرسول ج فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم ص واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وما کان صلاتہم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ۝ ان
الذین کفروا ینفقون اموالہم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ
ثم یغلبون ۝ والذین کفروا الی جہنم یحشرون لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث
بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعا فیجعلہ فی جہنم اولئک ہم الخسرون ۝ قل للذین کفروا ان ینتہوا
یغفر لہم ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت سنت الاولین ۝ وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ
ویکون الدین کلہ للہ فان انتہوا فان اللہ بما یعملون بصیر ۝ وان تولوا فاعلموا ان اللہ
مولٰکم نعم المولی ونعم النصیر ۝ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی
والیتمی والمساکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن ۝

اور ان کی نماز جو یہ کعبہ کے پاس پڑھتے ہیں سوا سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے اور کچھ بھی نہیں
پس اے کافرو عذاب کے مزے کو چکھو بسبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے بیشک وہ لوگ جو کافر ہیں وہ
اپنے مال اسلیے خرچ کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں پس عنقریب وہ اسے خرچ کر چکیں
گے پھر انھیں پشیمانی ہوگی پھر یہ مغلوب ہو جائینگے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف بھیجے جائینگے
تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور بعض ناپاک کو بعض پر رکھے اور اسے سب کو یکجا کرے پھر اسے
جہنم میں ڈالدے یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اے نبی کافروں سے کہدو کہ اپنے کفر سے باز آئیں
جو کچھ گذر چکا وہ ان کے لیے بخشدیا جائیگا اور اگر پھر کرینگے تو بیشک گذر چکی ہے حالت اگلے
کافر لوگوں کی (اور جو کچھ ان کا حشر ہوا تمھیں معلوم ہو چکا) اور اے مسلمانو ان سے لڑو یہانتک کہ کچھ فساد
یعنی کفر کا غلبہ نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے پس اگر یہ کافر اپنے کفر سے باز آئیں تو یقیناً جو
کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ اعراض کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے وہ
اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار اور جان لو کہ کافروں کا جو کچھ مال لوٹو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول
کے لیے ہے اور رسول کے قرابت والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے اگر تم
اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے برگزیدہ بندے محمد پر فیصلہ کے دن نازل
کی ہے یعنی جس دن دو جماعتیں ایک کافروں کی ایک مسلمانوں کی باہم بھڑی تھیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واللہ علی کل شیء قدیر ۝ اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی والرکب اسفل منکم
ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا ۝ لیھلک من ھلک عن بینۃ و
یحیی من حی عن بینۃ ۝ وان اللہ لسمیع علیم ۝ اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا ۝ ولو اراکھم کثیرا
لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور ۝ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی
اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا ۝ والی اللہ ترجع الامور ۝ یا ایھا الذین
آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا
وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۝ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و
رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط ۝

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے جب تم نزدیک کے کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر اور قافلہ کے
سوار تم سے نیچے نشیب میں تھے (تم اس کے خلاف نہ کرو) اور اگر تم باہم وعدہ جنگ کرتے تھے تو یقیناً وعدہ
کے خلاف کرتے تھے ولیکن اللہ نے تم سب کو یکجا کر دیا تاکہ اللہ اس کام کو جو شدنی تھا (اور تاکہ جو شخص
حق کی دلیل ظاہر ہونے کے بعد ہلاک ہو گیا (یعنی باطل کو اختیار کیا) وہ ہلاک ہو جائے اور جو شخص حق کی دلیل
ظاہر ہونے کے بعد زندہ ہو گیا (یعنی حق اختیار کیا) وہ زندہ رہے اور بیشک یقیناً اللہ سننے والا
اور دانا ہے (اے نبی وہ وقت یاد کرو) جب ان کافروں کو اللہ تمہارے خواب میں کم دکھلاتا تھا اور اگر انہیں
تم کو بہت کر کے دکھا دیتا تو یقیناً تم سست ہو جاتے اور (لڑائی کے) کام میں باہم اختلاف کرتے ولیکن
اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا بیشک وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے اور وہ وقت بھی یاد کرو کہ جب انہیں
تمہاری آنکھوں میں (یعنی بحالت بیداری) جب تم اس کے سامنے آئے اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھاتا
تھا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کرے جو اس کے علم میں کیا ہوا تھا اور (یاد رکھو) کہ اللہ ہی کی طرف سب کام پھیرے
جائیں گے اے ایمان والو جب تم میدان جنگ میں کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت یاد
کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور باہم نہ جھگڑو اگر ایسا کرو گے تو کمزور
ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بندھی ہوئی جاتی رہے گی اور صبر کرو اور سمجھ لو کہ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح
نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اترا کر اور لوگوں کے دکھانے کو نکلے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں

۲ اس کو احاطہ کئے ہوئے ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واذ زین لہم الشیطن اعمالہم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم ۔ فلما تراءت الفئتن نکص علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب ۔ اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض غر ہولاء دینہم ۔ ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم ۔ ولو ترٰی اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہہم وادبارہم ج وذوقوا عذاب الحریق ۔ ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید ۔ کداب آل فرعون والذین من قبلہم کفروا بایت اللہ فاخذہم اللہ بذنوبہم ط ان اللہ قوی شدید العقاب ۔ ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم وان اللہ سمیع علیم ۔

اور جب اُن کے لیے شیطان نے اُنکے اعمال کو زینت دی اور اُن سے کہا کہ آج آدمیوں میں سے تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور بیشک میں تمہارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو شیطان اپنی ایڑیوں پر لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ بیشک تم سے میں علیحدہ ہوں بیشک میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اللہ سخت عذاب والا ہے جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے کہنے لگے کہ ان مسلمانوں کو انکے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے حالانکہ جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے اور اے نبی اگر تم اُس وقت دیکھو جب کافروں کی ارواح کو فرشتے قبض کرتے ہیں اُنکے منہ پر اور اُنکی پیٹھوں پر اور اُن سے کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھو یہ اس سبب سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے کر بھیجا ہے اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں اُن لوگوں کا حال فرعون والوں کی حال کی مثل ہے اور اُن لوگوں کے جو اُن سے پہلے تھے اُنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا پس اُنہیں اللہ نے اُنکے گناہوں کے سبب سے گرفتار کر لیا بے شک اللہ قوی اور سخت عذاب والا ہے یہ اس سبب سے کہ اللہ اُس نعمت کو بدلنے والا نہیں ہے جو اُس نے کسی قوم کو دی یہاں تک کہ وہ اس چیز کو بدل دیں جو اُن کے دلوں میں ہے اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کدأب آل فرعون والذین من قبلھم کذبوا بایٰت ربھم فاھلکنٰھم بذنوبھم واغرقنا آل فرعون وکل کانوا ظٰلمین ۝ ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا فھم لا یؤمنون ۝ الذین عٰھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون ۝ فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون ۝ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء ۝ ان اللہ لا یحب الخائنین ۝ ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انھم لا یعجزون ۝ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واٰخرین من دونھم ۲ لا تعلمونھم ۲ اللہ یعلمھم ۲ وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون ۝ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم ۝

(ان لوگوں کا حال فرعون والوں اور ان لوگوں کے حال کی مانند ہے جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا پس ہم نے انہیں انکے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور یہ سب لوگ ظالم تھے بیشک اللہ کے نزدیک تمام جاندار دلوں میں بدتر وہ لوگ ہیں جو کافر ہو گئے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا پھر وہ اپنا عہد ہر مرتبہ توڑ ڈالتے ہیں اور وہ اس کی پرہیز نہیں کرتے پس اگر تم انہیں میدان جنگ میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ انکے اس حال کے دیکھنے سے جو لوگ انکے پیچھے ہیں انکو بھی بھگا دو تاکہ وہ نصیحت پائیں اور تم کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو تم انکی طرف برابر کی جواب دو بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ مسلمانوں سے بچ گئے بیشک وہ مسلمانوں کو عاجز نہیں کر سکتے اور اے مسلمانو جس قدر سامان تم کر سکو (مراد ہتھیار اور گھوڑوں کے باندھنے سے وہ ان کی لڑائی کے لیے ہتھیار رکھو اس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ اور دوسرے لوگوں کو بھی جو ان کے سوا ہیں جنہیں تم نہیں جانتے (مگر اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے تو اس کا بدلہ تمہیں پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا اور اگر وہ لوگ صلح کے لیے جھکیں تو تم بھی صلح کے لیے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس حکم کے بعد حضور انور نے یہ فرمایا کہ جو کچھ جسکے پاس ہو وہ واپس کرے اور ایک مقام پر یہ کل مال جمع کیا جائے چنانچہ سارا مال خاص مقام پر جمع ہوا اور وہ عبداللہ ابن کعب کی نگرانی میں سپرد کیا گیا۔

جب خدا کا حکم نازل ہو گیا تو مسلمانوں کو تسکین ہو گئی اور پھر کسی نے چون وچرا نہیں کی دوسرے روز کل مال میں سے ایک پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی کو سب میں تقسیم کر دیا اور یہ تقسیم داد بیئے صفرا میں کی گئی ہاں پیدلوں سے دوگنا حصہ سواروں کو دیا گیا ہر سوار کے حصہ میں ایک اونٹ اور اس کا سامان آیا۔ حضور انور نے ابوجہل کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا اور ایک تلوار جسکا نام ذوالفقار تھا وہ بھی آپ کے حصہ میں آئی مورخوں کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ذوالفقار ابوجہل کی تھی یا عاص بن ربیعہ کی تھی لیکن عام طور پر کثرت رائے ابوجہل کی طرف ہے یہ تلوار اسی کی تھی جس کا نام ذوالفقار تھا اور حضور انور نے اسی تلوار کو بعد ازاں حضرت علی کو دیدیا تھا۔ ایک پانچواں حصہ جو مال میں سے لیا گیا تھا اس کے علاوہ یہ تلوار تھی۔

آفتاب غروب ہوتا جاتا تھا اس لئے مسلمانوں نے بہت جلدی میدان جنگ میں ایک گڑھا کھودا تاکہ مقتولین کی لاشیں اس میں ڈال دی جائیں چنانچہ حضور انور اس گڑھے کے پاس پہنچے حضرت صدیق اکبر آپ کے پاس کھڑے ہوئے تھے جب مخالفوں کے مقتولین کی لاشیں لائی گئیں تو حضرت صدیق اکبر نے ایک ایک کا نام لے کے پکارا عتبہ۔ شیبہ۔ امیہ۔ ابوجہل۔ یہ سن کے حضور انور کی زبان مبارک سے یہ پُر اثر الفاظ بے ساختہ نکل گئے۔

"ھل وجدتم ما وعد ربکم حقاً فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقاً"

یعنی اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو کچھ تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا نکلا یا جو کچھ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ سچا نکلا۔ پھر آپ نے یہ فرمایا تم پر افسوس ہو۔ تم نے مجھے قبول نہ کیا تم نے مجھے وطن سے بے وطن کیا مگر دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم مجھ سے جنگ کرنے کے لئے آئے اور دوسروں نے میری مدد کی۔ جب آپ یہ فرما رہے تھے تو پاس والوں میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا مردے بھی باتیں سن سکتے ہیں کہ آپ انہیں مخاطب کر کے یہ کہہ رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد کیا یقیناً انہیں اب معلوم ہو جائے گا کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے لئے جو وعدہ کیا تھا وہ بالکل صحیح نکلا۔

CC-0. JK JACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب عتبہ کی لاش گڑھے میں ڈالی جانے لگی تو عتبہ کے بیٹے حذیفہ کے چہرہ پر جو گڑھے کے پاس کھڑے ہوئے تھے حزن و ملال کے آثار نمودار ہونے لگے۔ حضور انور نے یہ دیکھ کے نہایت مہربانی سے فرمایا۔ حذیفہ تم اپنے باپ کی بدقسمتی سے کیوں محزون ہوتے ہو۔ حذیفہ نے بڑے پُرجوش لہجہ میں جواب دیا۔ نہیں رسولِ خدا نہیں میں اس کی بدقسمتی کا افسوس کر کے حصہ دار نہیں بنتا بلکہ مجھے یہ خیال ہے کہ یہ میرا باپ نہایت عاقل۔ فیاض اور نرم دل تھا اگر چند سے اسے مہلت ملتی تو یہ ضرور مسلمان ہو جاتا اور اس میں تو شک نہیں کہ خدا کی طرف سے اس کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ بالکل انصاف پر مبنی ہے اب جبکہ میں نے اُسے مقتول پایا تو اس کے ایمان لانے کی کل امیدوں پر پانی پھر گیا اسی بنا پر میں روتا ہوں۔ یہ سنکے حضور انور کو حذیفہ کے اس کہنے پر ترس آگیا آپ نے عتبہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور آپ نے اُسے برکت دی۔ (واقدی صفحہ ۱۰۶۔ ہشامی صفحہ ۲۳۰۔ طبری صفحہ ۲۹۶)

مدینہ کا لشکر اپنے شہدا اور مال کو لیکے شام کے وقت اثیل میں خیمہ زن ہوئے یہ مقام تین عربی میل طول میں ہے اور بدر سے اس کا فاصلہ دو میل ہے یہاں حضور انور آفتاب غروب ہونے پر پہنچے تھے اور شب کو آپ نے قیام بھی یہیں فرمایا تھا۔ جسوقت آپ اس مقام پر پہنچے اسیرانِ جنگ آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے اس سے پہلے قیدیوں نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں کہلا بھیجا تھا کہ ہمیں قتل نہ کیا جائے بلکہ آپ رسول اللہ سے ہماری سفارش کر دیں۔ حضرت صدیق اکبر انتہا درجہ کے نرم دل تھے آپ اسیرانِ قریش کا پیغام سُنکے فوراً حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی سفارش کی حضور انور نے ہاں ناں کا کچھ جواب نہیں دیا جب حضرت فاروق اعظم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ بھی رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انکی کبھی جاں بخشی نہ کی جائے یہ خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں انھوں نے ہمیں وطن سے بے وطن کر دیا ہے اور ہم پر بے انتہا ظلم کیا ہے انھیں ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے یہ کفر کے اشاعت کرنے والے ہیں اور کافروں کے رہبر ہیں۔ حضور انور نے اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد پھر حضرت صدیق اکبر دوبارہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قیدیوں کی سفارش کی حضور انور نے کچھ زبان سے نہیں فرمایا۔ اس کے بعد پھر فاروق اعظم حاضر خدمت ہوئے اور اسی جوش اور انقطاعی لہجہ میں کہا کہ ان کو ضرور قتل کر دینا چاہیئے اس کا جواب بھی حضور انور نے کچھ نہیں دیا غرض جب سب پہلو آپکے غور میں آچکے تو سب سے زیادہ آپکے غصہ کی نظریں نضر حارث کے بیٹے پر پڑیں نضر یہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دیکھتے ہی غل مچا کے کہنے لگا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بغیر قتل کئے نہیں چھوڑنے کے کیونکہ آپکی دونوں آنکھوں میں مجھے اپنی موت کی تصویر دکھائی دے رہی ہے۔ مصعب نے جو پاس کھڑا ہوا تھا اسکا یہ جواب دیا کہ یہ بات غلط ہے تیرے دل میں دہشت ایسی سما گئی ہے کہ تجھے اپنی موت کی تصویر دکھائی دینے لگی۔ یہ سنکے نصر نے مصعب بن عمیر سے کہا کہ تو میرا بہت ہی قریب کا رشتہ دار ہے تو اپنے صاحب (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے میری سفارش کر کہ وہ مجھے اپنے اصحاب میں افضل کر لیں مصعب نے جواب دیا کہ میں تیری کیونکر سفارش کر سکتا ہوں جبکہ تو نے رسول اللہ اور آپکے صحابہ کو حد سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی ہیں نصر نے کہا اگر اس طرح سے مکہ والے تجھے گرفتار کر کے لیجاتے اور تو میری سفارش چاہتا تو میں کبھی تجھے قتل نہ ہونے دیتا اور اگر مکہ والے جبر کرتے تو پہلے میں اپنی گردن حاضر کر دیتا مصعب نے جواب دیا یہ تو تو سچ کہتا ہے مگر میری حالت تیری سی نہیں ہے کیونکہ اسلام نے کل عہدوں کو قطع کر دیا ہے اس اثنار میں حضور انور نے حکم دیا کہ نصر کی گردن ماردی جائے اس پر مقداد نے عرض کیا کہ یہ میرا قیدی ہے حضور انور نے حضرت علی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تم اٹھو اور نصر کو قتل کر ڈالو چنانچہ حضرت علی نے حکم کی تعمیل کی اور نصر کی گردن اڑادی۔ بات یہ تھی کہ مظالم سہتے سہتے دل پک گیا تھا اور انسانی فطرت اس بات کی مقتضی تھی کہ ایسے شدید ظالموں سے انتقام لیا جائے۔ سر ولیم میور متوفی نے حضور انور کی نسبت بے رحم کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یورپی دولتیں خوبزعم خود اپنے کو اعلیٰ درجہ کی متمدن سمجھتی ہیں فتح ممالک کا خیال کر کے بے گناہ ملکوں پر چڑھ دوڑتی ہیں اور ایسے مسکین اور غریب لوگوں کو چنوں کی طرح بھون ڈالتی ہیں جو نہ مقابلہ کرتے ہیں اور نہ ہتھیار اٹھانا جانتے ہیں اگر انتہا درجہ ظلم سہکے اور تنگ آکے حضور انور نے دو چار قیدیوں کو قتل کروا دیا تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے مگر اصل واقعہ یہ نہیں ہے مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ جو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے مصیبتیں اٹھا چکا تھا انتقام لینے کا متمنی تھا اب مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں کو جن پر یہ ظلم ہو چکے تھے انھیں مایوس کر دیا جاتا اور وہ توحید کی منادی کرنے کے لئے آئندہ سرگرمی نہ دکھائے کسی مجرم کو سزا دینا درحقیقت بے رحمی نہیں ہے بلکہ بے رحمی یہ ہے کہ قاتلوں۔ ظالموں اور مجرموں کو چھوڑ دیا جائے اور پھر وہ اپنے مزید دستوں کو ستائیں اسیران جنگ کا غزوہ بدر سے بہ قتل ہونا کچھ بہت بڑی بات نہیں ہے مگر مخالفوں نے اعتراضوں کی بوچھاڑ کر کے زمین و آسمان ایک کر دیا ہے۔ بدر کی فتح درحقیقت میں اشاعت اسلام کا پیش خیمہ تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یقیناً اگر اس لڑائی میں کامیابی نہ ہوتی تو اسلام کو بہت سخت نقصان پہنچتا مخالفوں کا یہ طنزاً کہنا کہ اس قتل و غارت میں خداوند تعالیٰ مسلمانوں کا مدد و معاون تھا محض ایک مجنونانہ بڑ ہے جو لوگ خدا پر اپنا پورا ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ ہماری عقلیں اور قوتیں بالکل ناچیز ہیں ہر بات میں خداوند تعالیٰ ہی رہبری کرتا ہے ان کا یہ خیال غلط نہیں ہو سکتا بیشک جنگ بدر میں خداوند تعالیٰ کی ضرور مدد تھی اگر آندھی اور مینھ نہ آتا اور مخالفوں کے ڈیرے خیمے اکھڑ کے نہ پھک جاتے تو مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج کبھی قریشیوں پر غلبہ نہ پاتی اگر اسے خدا کی مہربانی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جا سکتا ہے مخالف اگر نہ سمجھیں تو انھیں اختیار ہے۔

جنگِ بدر کا بیان ختم ہو گیا

ہم نے جزئیات پر بحث نہیں کی ورنہ اس میں بہت طول ہو جاتا مگر چونکہ واقعات خوب اچھی طرح تحقیق اور تنقید کر کے درج کر دیئے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں کہ نہ صرف کل معتبر مورخ ہمزبان ہیں بلکہ محدثوں میں بھی یہ روایتیں متفق علیہ ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین ان واقعات سے مطمئن ہو جائیں گے اور وہ کوئی روایت ایسی نہیں پائے گے جس میں خفیف سا بھی ضعیف ہونیکا شبہہ ہو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

باب ساتواں

غزوہ بدر کے بعد کے واقعات

رمضان المبارک سے شعبان المکرم تک

سب سے سنگین اور دہشتناک واقعہ مدینہ میں داخل ہونے کے بعد ایک عورت کا قتل بیان کیا جاتا ہے۔ اور وہ عورت بچے والی تھی اور قتل ہوتے وقت بچہ اس کا چھاتی سے علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ اس واقعہ کی اوپری صورت فی الواقع نہایت خوفناک ہے اور ضرور ایک نرم دل شخص کے آنسو ٹپک پڑیں گے مگر جب گہری تحقیق کے بعد اس کے اصلی اسباب پر نظر ڈالی جائے گی تو معلوم ہو جائے گا کہ قتل ناجائز اور خلاف انسانیت نہیں ہوا۔

ہمارے سر ولیم میور متوفی اس ایک عورت کے قتل پر بہت سے آنسو بہا چکے ہیں لیکن روس و روم کی جنگ میں جبکہ وحشی روسیہ کی فوجوں نے نو لاکھ بے پناہ عورتوں اور بچوں کو سخت قصائی پنانے سے قتل کر ڈالا تھا تو یسوع مسیح کے نام لیوا سر ولیم میور کی آنکھ میں نمی بھی نہیں آئی تھی اس خدا کے بندے کو صرف ایک نابینا شخص کے خود اختیاری فعل کے تو نکتہ چینی کرنے کا موقعہ مل گیا مگر اپنے بڑے بڑے سینوں کے اعمال کی خبر نہیں۔ ہم سب عیسائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی گروہ یا قوم یا گورنمنٹ کے خلاف دیشیلے اشعار یا وعظ کہہ کے آمادۂ جنگ کرے تو اسکی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ بہر حال ہم اس عورت اور اس کے قتل کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ یہ عورت یہودن تھی اور اس کا نام عصماء تھا اور اس کے باپ کا نام مروان تھا اور یہ قبیلۂ بنی اوس سے تعلق رکھتی تھی اور بہت بڑی شاعر تھی اس نے غزوہ بدر کے بعد ایک نظم موزوں کی جن میں اس نے مدینہ کے رہنے کے والے یہودیوں کو ان کی بیوقوفی اور بزدلی پر سخت لعنت ملامت کی اور کہا ایسے شخص پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

(مراد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمنے کیوں بھروسہ کیا جس نے اپنی ہی خاندان کے سب سے بڑے شخص کو قتل کر ڈالا تم اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو اور مدینہ سے اس کو مار کے نکال دو۔ اشعار مثل تیز آگ کے چاروں طرف پھیل گئے اور ان کی اتنی جلدی گرا گر چھاپ کر کوئی چیز تقسیم کی جائے تو اتنے جلدی اس کی اشاعت ہو۔ شدہ شدہ مسلمانوں کے کانوں تک بھی یہ اشعار پہنچے ان کو جس قدر پریشانی اور غصہ ہونا تھا وہ کم تھا ابھی بہ مشکل قریشوں سے بال بال بچے تھے کہ یہودیوں سے جنگ کرنے کا بہانہ ہو جاتا۔ وہ یہ اشعار سنتے ہی بھڑک اٹھے اور ان کا غصہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جب ان کے مجمع میں ایک شخص نے وہ شعر پڑھ کے سنائے تو سب سے پہلے عمیر بن عدی جو آنکھوں سے اندھے تھے نہایت پرجوش لہجہ میں قسم کھا کے بولے کہ میں اسی عورت کی قوم میں سے ہوں اور میں ہی اسے قتل کروں گا۔ چنانچہ جب وہ حضور انور کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد مدینہ واپس آئے تو اپنی قسم پورا کرنے کی انھیں فکر ہوا وہ چند روز کے بعد اندھیری رات میں کسی ترکیب سے اس کے مکان میں جا چھپے اگرچہ آپ نابینا تھے مگر کمال یہ کیا کہ عورت پر حملہ کرنے سے پہلے آپنے اسکے بچے کو اس کے پاس سے علیحدہ کر دیا اور اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کے اسقدر زور سے دبایا کہ تلوار ہڈی کو توڑتی ہوئی پیٹھ سے نکل گئی۔ علی الصباح آپ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے جب حضور انور کے ساتھ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تو حضور انور نے آپ کی صورت دیکھ کے پہچان لیا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے چنانچہ آپ نے ارشاد کیا عمیر کیا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر ڈالا عمیر نے جواب دیا ہاں یارسول اللہ پھر عمیر نے خوف کھا کے حضور انور سے دریافت کیا کہ آیا یہ کام مجھ سے کوئی برا تو نہیں ہوا اور کیا مجھے اسکی پاداش ملیگی حضور نے ارشاد فرمایا مگر تمام صحابہ کی طرف خطاب کر کے۔

اذا احببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ و

رسولہ بالغیب فانظروا الی

یعنی اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو کہ جس نے خدا اور اس کے رسول کی مدد کی تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دیکھو وہ یہاں ہے حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا کہ کیا حضور کا مطلب عمیر بن عدی اعمیٰ سے ہے حضور نے ارشاد کیا نہیں اُسے اندھا نہ کہو بلکہ اُسے عمیر بینا کہو۔

بعض مورخوں نے اس روایت سے اختلاف کیا ہے اور ان کا یہ اعتراض ہے کہ جب سینکڑوں بینا صحابی حضور انور کی خدمت میں حاضر تھے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک اندھا شخص کیونکر ایسے نازک کام کے لئے مقرر کیا جاتا اگرچہ ہشامی نے اپنی کتاب میں عصماء کے قاتل کا نام عمیر ہی لکھا ہے مگر فی الواقع ہماری سمجھ میں نہیں آتا بلکہ ہم نے جہاں تک تحقیق کیا وہ یہ معلوم ہوا کہ عمیر نے اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص نوجوان کو اس عورت کے قتل کے لئے مقرر کیا تھا بہر حال کچھ ہو یہ قتل کوئی ناجائز قتل شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نماز پڑھنے اور حضور انور سے باتیں کرنے کے بعد جب عمیر نے اپنی گھر واپس آنے لگے تو بلندیٔ مدینہ پر انھوں نے دیکھا کہ عصماء کے بیٹے اپنی مقتول ماں کو دفن کر رہے ہیں انھوں نے عمیر کی صورت دیکھتے ہی اس پر لعنت ملامت کی۔ عمیر نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر تم نے وہی اشعار جو تمھاری ماں نے تصنیف کئے تھے منہ سے نکالے تو میں تمھاری ماں کی طرح تمھارے قتل کرنے کی بھی قسم کھالوں گا اور نہ صرف تمھیں بلکہ تمھارے سارے خاندان کو قتل کر ڈالوں گا یہ سنکے لڑکوں کو بہت ہی غصہ آیا اسوقت تو وہ خاموش ہو رہے لیکن انھوں نے علانیہ مسلمانوں کے خلاف منادی کرنی شروع کی۔ بنی اُمیہ کا یہ گروہ تو پہلے ہی اسلام اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا اسے مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے کے لئے صرف ایک بہانہ چاہئے تھا ان لوگوں کی شرارتیں حد سے زیادہ گزر گئی تھیں اگرچہ حضور انور سے انھوں نے ہر قسم کا معاہدہ کر لیا تھا مگر خفیہ خفیہ اسلام کی بیخ کنی کے درپے تھے اور مشرکین مکہ کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے اور انھیں ساری خبریں مسلمانوں کی پہنچاتے تھے۔

عصماء کے قتل کے بعد ایک یہودی ابو آفاق نامی کو مسلمانوں کے خلاف جوش آیا اور حالانکہ ان بدنصیبوں سے معاہدہ ہو چکا تھا مگر یہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور اس یہودی نے عصماء کی طرح اشعار کہہ کے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کو بھڑکانا چاہا مسلمانوں کو اُس کے اشعار سے بہت ہی تکلیف پہنچی آخر یہ شخص بھی ایک مسلمان کے ہاتھ سے قتل کر ڈالا گیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہشامی لکھتا ہے کہ یہ یہودی بہت دنوں سے اسلام کا دشمن تھا اور حارث کے قتل کے بعد سے اُسے اشعار کہنے کا وطیرہ اختیار کر لیا تھا مگر یہ ہشامی کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حارث جنگِ اُحد کے بعد قتل ہوا ہے جب حضور انور نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ اپنی بدمعاشی سے باز نہیں آتے تو آپ حجت پوری کرنے کے لئے بنی قینقاع کے پاس خود تشریف لے گئے جو ایک مضبوط مقام میں رہتے تھے اور انھیں اپنی قوت اور فنونِ حرب کی مہارت پر بہت ہی غرور تھا آپ نے انھیں جمع کیا اور آپنے یہ فرمایا خدا کی قسم تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں لہذا تم مجھ پر ایمان لاؤ اور ایسی شرارت انگیز باتیں نکرو مجھے خوف ہے کہ تمھاری قسمت بھی قریشوں کی سی نہ ہو جائے۔ انھوں نے ہنسکر جواب دیا آپ اپنی پیغمبری کو رہنے دیجے قریشوں پر فتح پاکر نہ پھولیے وہ لوگ فنِ قتال سے بالکل نابلد ہیں انھیں کیا معلوم کہ جنگ کیونکر کرتے ہیں۔ یہ سنکر حضور انور خاموش ہو رہے اور آپ واپس چلے آئے۔ اسکے دوسرے روز ایک عربی لڑکی جسکی مدینہ کے ایک مسلمان سے شادی ہو گئی تھی بنی قینقاع کے بازار میں سنار کی دوکان پر کچھ گہنا بنوانے آئی اور دوکان پر بیٹھ گئی ایک یہودی نے شرارت سے چپکے سے پیچھے سے آکے اس کے جامہ میں کیل ٹھونکدی جب وہ لڑکی بے خبری میں یکایک اُٹھی تو اُسے ایک جھٹکا لگا اور اس کا کپڑا پھٹ گیا۔ یہودی نے اُسپر آوازہ کسا اور ایک قہقہہ مارا ایک مسلمان سامنے کھڑا ہوا تھا اس نے جب یہ صورت دیکھی تو یہودی کو ڈانٹا اور اسکی اس بیہودگی پر اُسے لعنت ملامت کی یہودی نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور پھر اِدھر اُدھر سے اسکی مدد کو بہت سے یہودی نکل آئے اور نہایت بے رحمی سے اس اکیلے مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ اور عربی لڑکی کی بھی علانیہ توہین کی گئی اس مسلمان کے کنبہ نے مدینہ کے مسلمانوں سے فریاد کی انھوں نے حضور انور کی خدمت میں آکے سب عرض کر دیا اور یہودیوں پر حملہ کی اجازت چاہی۔ حضور کو بھی برا رنج ہوا۔ آپ نے مسلمانوں کو حملہ کا حکم دیا حضرت امیر حمزہ سفید جھنڈا ہاتھ میں لیکے اور فوج کے سرکردہ بن کے یہودیوں پر حملہ آور ہوئے یہ واقعہ وسطِ شوال میں پیش آیا یہودیوں کی گڑھی بہت ہی سخت تھی حضرت امیر حمزہ نے آکے اس کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف سے خائف کی آمد و رفت بند کر دی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پندرہ روز تک محاصرہ رہا۔ ان لوگوں سے بنی خزرج نے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہ ان کی مدد کو نہ آئے آخر انھوں نے مجبور ہو کے شرائط پر اطاعت کرنی چاہی۔ حضور انور نے انھیں اجازت دی کہ تم آؤ اور اس کے متعلق گفتگو کرو چنانچہ بہت سے یہودی نیچے اتر کے چلے آئے۔ ان کی طرف سے گفتگو کرنیوالا اور شرائط صلح طے کرنے والا عبداللہ بن ابی منافق تھا جو اسلام کا تلخ تر دشمن اور مسلمانوں کا اول درجہ کا مخالف تھا اور یہ بہت کچھ مسلمانوں کو ستا چکا تھا چنانچہ ابھی شرائط صلح پیش بھی نہیں ہوئی تھیں کہ اس نے بڑی دلیری سے آگے بڑھ کے حضور انور کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور بہت زور سے پکڑ لیا (کیونکہ امیر حمزہ کو روانہ کرنے کے بعد حضور انور بنفس نفیس جنگ میں تشریف لے آئے تھے) اور کہا کہ اگر تم میرے سب ساتھیوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرو تو میں تمھارا گریبان چھوڑ دوں گا۔ حضور انور کو بہت ہی برا معلوم ہوا حضور نے بہت غصہ میں ارشاد کیا کہ عبداللہ یہ سخت گستاخی اور نا انصافی ہے تو میرا گریبان چھوڑ دے اس بدنصیب یہودی نے جواب دیا کہ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا جب تک ان سب کے چھوڑ دینے کا وعدہ نہ کرو گے میں تمھارا گریبان نہیں چھوڑنے کا حضور نے پھر غصہ میں فرمایا کمبخت مجھے چھوڑ دے عبداللہ نے کہا نہیں ہرگز نہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ تین سو زرہ پوش سپاہیوں اور چار سو بے زرہ گزاروں کو جنہوں نے اسود و احمر میں میری حفاظت کی تھی ایک دن میں قتل کر دیں حضور انور نے آخر یہ فرمایا کہ لعنت ہو اس پر اور لعنت ہو اس کے ساتھیوں پر انھیں سب کو چھوڑ دو مگر یہ یہاں نہ رہیں اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔

حضور انور نے عبادہ بن صامت کو حکم دیا کہ تم انھیں حدود شام میں پہنچا دو عبادہ بنی خزرج کے قبیلہ کا شیخ تھا انھوں نے عبادہ سے کہا کہ تم ہمیں تین دن کی مہلت دو مگر عبادہ نے اسے منظور نہ کیا کیونکہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا عبادہ ان لوگوں کو لیکر ذباب پہنچے اور پھر وہاں سے ارزفات میں داخل ہوئے جو شام کی حدود میں واقع تھا۔

مال غنیمت

اس گروہ کا مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس میں روپیہ پیسہ نہیں تھا اور نہ غلہ وغیرہ تھا کیونکہ یہ گروہ زراعت پیشہ نہ تھا اور نہ کوئی زرعی زمین اس کے قبضہ میں تھی ان کے گھروں میں ہتھیار

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور سنار کے اوزار نکلے کیونکہ قریب قریب یہ سارا قبیلہ سنار تھا۔ حضور انور کے حصہ میں صرف آٹھ چیزیں آئیں تین تیر کمانیں۔ تین تلواریں۔ اور دو تھیلے کھجوروں کے غرض غنیمت کا پانچواں حصہ علیحدہ کر لیا گیا اور باقی کا فوج میں تقسیم ہو گیا۔

اس لڑائی پر تمام عیسائی نکتہ چینوں کا یہ اعتراض ہے کہ بنی قینقاع پر یہ حملہ سخت دغابازی اور فریب سے کیا گیا حالانکہ تمام تاریخی واقعات اس بات کی تردید کرتے ہیں مخالفوں سے ان لوگوں کی سازش کا پورا پتہ لگ چکا تھا اور پھر نوجوان مسلمان لڑکی سے مذاق کرنا اور اسے چھیڑنا جو اس جنگ میں سب سے بڑی بنیاد ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے مخالفوں کا فرض یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہر گروہ کو انتہا درجہ مظلوم سمجھیں بلکہ معصوم بھی اور یہ خیال کر لیں کہ دنیا میں اگر کوئی گنہگار قوم ہے تو وہ مسلمانوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے مگر ایسے خیالات پر نہایت افسوس ہے اور تعجب ہے کہ خداوند مسیح کے ماننے والے کیوں ایسا ظلم روا رکھتے ہیں جب اپنا یہودیوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو انھیں دنیا بھر کی بدتر اور ذلیل قوم سے تعبیر کرتے ہیں اور جب مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی بیگناہیت اور مظلومیت کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ سر ولیم میور متوفی یہ لکھتے ہیں کہ بغیر کسی اعلان جنگ اور خط و کتابت کے آنحضرت نے یہودیوں پر حملہ کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ موجودہ قوانین جنگ کی عینک سے آپ اس زمانہ کی واقعاتِ جنگ کو دیکھتے ہیں عجیب عقل ہے۔ مکہ کے قریشوں نے جب مدینہ پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے کب اسکے متعلق خط و کتابت کی تھی اور کب اعلانِ جنگ دیا تھا اس پر بھی یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور کے زبانی کل باتیں طے کر لی تھیں جبکہ بنی قینقاع نے ساری ہدایتوں اور نصیحتوں کا حضور انور نے یہ جواب دیا تھا کہ آپ قریشوں پر فتح پا کر نہ پھولئے وہ لوگ فنونِ جنگ سے محض نابلد ہیں جب ہمسے ہاتھ ملیگا تو آپ کو کیفیت کھل جائے گی درحقیقت کیا یہودیوں کی طرف سے یہ اعلان جنگ نہ تھا کیا اس بات سے بنی قینقاع آمادہ پیکار نہ تھے انصاف سے واقعات کو جانچ کے کہو کہ اس میں قصور مسلمانوں کا تھا یا یہودیوں کا۔ پھر یہ اعتراض کہ یہودیوں پر بیخبری میں مسلمانوں نے حملہ کیا محض غلط ہے اگر انھیں خبر نہ ہوتی تو وہ کیوں اپنا پورا انتظام کر لیتے اور مسلمانوں کو پندرہ سولہ روز تک کس لئے محاصرہ کرنا پڑتا صحیح واقعات کو نظر انداز کر جانا اور معمولی باتوں سے غلط استنباط کرنا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ شانِ مورخی اور علم نہیں ہے۔

یہودیوں کے دوسرے قبائل پر اس فتح کا اثر

بنی قینقاع کے اس واقعہ سے تمام اسرائیلی قبائل چونک پڑے اور مسلمانوں کے خلاف سب نے اتفاق کر لیا ان کی دشمنی کی آگ اور زیادہ بھڑکنے لگی اور انھوں نے باہم مل جل کر اس بات کا فیصلہ کیا کہ سب ملکے مسلمانوں پر حملہ کر دو اور انھیں نیست و نابود کر دو لگاں قبائل کا جن میں سالہا سال سے عداوت چلی آتی تھی آناً فاناً میں مل جانا ایک امر محال ہو مگر ہاں نامہ و پیام اور صلاح اور مشورہ ہونے لگا اور مسلمانوں کے برباد کرنے کی مزید تدبیریں عملیں آنے لگیں۔

غزوۂ سویق

بنی قینقاع کے فتح کے بعد حضور انور نے ایک مہینے تک آرام لیا مگر یکایک مکہ کے قریشیوں نے پھر انتقام کا خیال کر کے مدینہ کی طرف باگیں اٹھائیں جس سے مسلمانوں میں ایک سنسناہٹ پیدا ہو گئی بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے مکہ واپس آکے یہ قسم کھائی کہ میں نہ سر میں تیل ڈالونگا نہ غسل ملوں گا اور نہ کوئی کام کروں گا جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں گا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ مدینہ کے اندر گھس کے مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ دو سو سوار زرہ پوش اور ہتھیار سے ساتھ لیکے مشیر قی راستے نجد کی سمت ہوتا ہوا بنی النضیر کی بستی میں پہنچا یہ یہودیوں کے ایک قبیلہ کی بستی تھی اور یہ یہودی مدینہ کے قریب رہتے تھے ان سے حضور انور کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ مسلمانوں کے کسی دشمن کو نہ اپنے ہاں رکھیں گے اور نہ اسے مدد دیں گے بلکہ مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو ان کے مخالف سے جنگ کریں گے اس معاہدہ کے خلاف بنی نضیر نے ابوسفیان کو اپنے ہاں اتارا اسکے لئے سامانِ رسد جمع کر دیا اور ہر طرح سے اسکی خاطر داری کی اگرچہ ایک تاریخ میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ اس قبیلہ کے سردار نے خوف کے مارے انھیں شب بھر رکھ کے صبح کو رخصت کر دیا حالانکہ مخالف کا گھنٹہ بھر بھی اپنے ہاں قیام کسی طرح بھی جائز نہ تھا۔ اس کے بعد ابوسفیان حیی بنی اخطب کے ہاں جا کے ٹھیرا تاکہ حضور انور اور آپ کے اصحاب کا کچھ حال معلوم ہو جائے مگر حیی نے صاف جواب دیدیا کہ میں تمھیں اپنے ہاں نہیں ٹھیرنے دوں گا اور نہ میں تمھیں کچھ حالات بتاؤں گا۔ اس سے مایوس ہو کے ابوسفیان سلام بن مشکم کی منزل میں آیا یہاں اسکی بہت ہی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خاطر داری کی گئی اور خوب پر تکلف دعوت ہوئی۔ سلام نے مسلمانوں کی پوری خبریں بھی اسکے آگے بیان کیں شب تو ابوسفیان نے سلام کے پاس گزاری اور صبح کی پو پھٹتے ہی وہ سیدھا آگے بڑھا چلا گیا اور خرمے کے اس باغ میں جو مدینہ کے شمال مشرقی جانب دو یا تین میل فاصلہ پر تھا چند بے خبر انصار پر حملہ کیا بے خبر مسلمان بیٹھے ہوئے کاشت کر رہے تھے ابوسفیان کے دو سو خونخوار سواران پر ٹوٹ پڑے اور ان کو پارہ پارہ کر دیا چونکہ ابوسفیان کی قسم پوری ہو چکی تھی اس لئے وہ فوراً مکہ واپس چلا گیا۔ مدینہ میں داخل ہوتے اور مسلمانوں سے دست بدست جنگ کرنے کی اسے جرأت نہ ہوئی جونہی یہ خبر مدینہ میں پہنچی مسلمانوں میں ایک تہلکا بپا ہو گیا حضور انور ﷺ دغابازی کے حملہ سے سخت آشفتہ خاطر ہوئے آپ نے نہایت دلیری اور استقلال سے چند مسلمانوں کو لیکے ابوسفیان کے تعاقب میں گھوڑے ڈالدئے راستے میں مسلمانوں کو جو ستو بہت سی بڑی ملیں جن میں قریشوں کا کھانا بھرا ہوا تھا چونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان ہمیں آلیں گے اور یہ بوجھ ہمارے بھاگنے میں مزاحم ہوگا اس لئے انھوں نے اپنے کھانے کا سامان راستہ میں ڈال دیا پانچ دن تک حضور انور تعاقب کرتے رہے مگر ابوسفیان نکل چکا تھا آخر آپ اس بے نتیجہ تعاقب کو ترک کر کے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ ذالحجہ کا مہینہ تھا اور بقر عید قریب آگئی تھی آپ نے مدینہ واپس تشریف لا کے بہت دھوم سے تہوار منایا۔

غزوہ قرقرہ الکدر

گرمی اور موسم خزاں میں صرف دو یا تین بہت چھوٹے چھوٹے غزوے واقع ہوئے اور یہ غزوے بنی سلیم اور غطفان سے ہوئے تھے جو مدینہ کے جانب شرق نجد کے میدانوں میں آباد تھے بنی غطفان کا خون قریشوں سے ملا ہوا تھا مثل ابوسفیان کے بنی غطفان وغیرہ نے بھی یہ چاہا کہ مدینہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا جائے اور چوری چھپے حملہ کر کے جو ملے اسکو لوٹ لیا جائے اور قتل کر ڈالا جائے آخر ایک دن سب یہودی قرقرہ الکدر میں مدینہ پر حملہ کرنے کے مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سخت شرم اور ندامت کا باعث ہی کہ ہم اپنے بچوں کو تمھارے سپرد کر دیں ہاں اگر آپ ہمارے ہتیار گرو رکھنا چاہیں تو ہم بوقت شب آپ کو لاکے دیدیں گے۔ کعب نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور کہا جب تمھارا جی چاہے ہتیار لے آنا اور مجھ سے خرمے وغیرہ لے جانا یہ باتیں کر کے ابو نائلہ کعب کے گھر سے واپس چلے آئے اور اپنے دوستوں سے ساری کیفیت بیان کر دی رات کے وقت ابو نائلہ معہ چار آدمیوں کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہی کعب کے مکان پر گئے اور آواز دی کعب آواز سنکر اُٹھا اور باہر آنے لگا اُس کی بیوی نے کہا تو کہاں جاتا ہی اس نے کہا کہ میرے بھائی ابو سلمہ اور ابو نائلہ آئے ہیں میں اُن کے پاس جاتا ہوں۔ عورت نے کہا کہ میں تیرا جانا مناسب نہیں سمجھتی ان لوگوں کی آواز میں مجھے خون کی آمیزش معلوم ہوتی ہی بہتر تو یہی ہے کہ تو اسوقت نہ جا اور انھیں ٹال دے مگر کعب نے اسکا مذاق اُڑا دیا ہر چند اس نے دامن بھی پکڑا اور اصرار بھی کیا مگر کعب نیچے اُتر آیا اور اپنے بھائیوں سے باتیں کرنے لگا اور جو گفتگو ابو نائلہ سے طے ہو چکی تھی وہ از سر نو پھر درمیان میں آگئی اور شروع سے ہونے لگی

اسکے بعد محمد بن مسلمہ اور اُس کے رفیقوں نے کعب سے کہا کہ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو اور دل چاہے تو ہمارے ساتھ آیئے چاندنی کی سیر کریں اور اشعب عجوز میں چلیں اور باقی شب محادثہ میں گزار دیں کعب نے کہا اچھا میں چلتا ہوں چنانچہ وہ اُن کے ساتھ روانہ ہوا راستہ میں ابو نائلہ نے کہا کہ کعب تمھارے بالوں سے بہت اچھی خوشبو آتی ہی کعب نے کہا میری بیوی نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی معاشرت کی ہے یہ ساری خوشبو اسی کی وجہ سے بالوں میں پیدا ہوئی ہے ابو نائلہ نے کہا کہ اگر تم کہو تو میں اچھی طرح تمھارے بالوں کو سونگھوں کعب نے کہا مجھے کچھ عذر نہیں ہی چنانچہ ابو نائلہ کعب کی زلفیں پکڑ کے سونگھنے لگے اور اسی اثنا میں اپنے دوستوں سے کہا کہ تم بھی کعب کے بال سونگھو۔ ان میں سے کیا اچھی خوشبو آرہی ہی سب کعب کے بالوں کو سونگھنے لگے جب ابو نائلہ کے قبضہ میں کعب کی زلفیں اچھی طرح سے آگئیں تو اس نے اپنے دوستوں سے اشارہ کیا کہ اسکی گردن اُڑا دی جائے چنانچہ تلواریں پڑنی شروع ہوئیں مگر عجیب بات ہی کہ ایک تلوار بھی کارگر نہ ہوئی محمد بن مسلمہ نے آخر کار اپنا خنجر کعب کی ناف میں کر دیا اس پر کعب نے اسقدر شور مچایا کہ اسکے حصار والے جاگ اُٹھے اور اُنھوں نے آگ روشن کر کے دیکھنا چاہا کہ یہ کون چیخ رہا ہی مگر انھیں کچھ پتہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہ لگا اور یہاں ابو نائلہ وغیرہ نے جسوقت کعب خنجر کھاکر گرا ہی اس کا سر اُتار لیا اور کہا کہ خدا کی مخلوق کے دشمن کو کہ جو ہزاروں آدمیوں کا خون بہانا اپنا فرض منصبی سمجھے وہ آج اس صورت سے قتل کیا گیا ہی۔

اپنا کام کرکے ابو نائلہ وغیرہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اگرچہ ان کا تعاقب کعب کے آدمیوں نے کیا لیکن وہ راستہ بھول گئے اور مسلمان نکل گئے۔ جسوقت کعب پر تلواریں پڑ رہی تھیں اتفاق سے ایک تلوار ایسی چمکی کہ حارث بن اوس خود سخت زخمی ہوگئے کیونکہ تلوار چمکنے اُن کے لگ گئی تھی اور دو گہرے زخم پڑ گئے تھے راستہ میں خون برابر جاری تھا مگر وہ چلے جاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو اُنھوں نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ حضور انور سمجھ گئے کہ یہ لوگ کامیاب آئے ہیں آپ مسجد کے دروازے تک تشریف لائے اور انھیں فتح کی خوشی میں مبارکباد دی اُنھوں نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کے دشمن کو قتل کر ڈالا یہ کہکے اُنھوں نے خاک آلود سر کو حضور انور کے آگے رکھ دیا حضور انور نے خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور حارث بن اوس کو اُس کے زخموں پر تسلی فرمائی۔ واقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۹۰ میں یہ لکھا ہی کہ آپ نے اپنا لب اُسکے زخموں پر لگا کر اُسی وقت اُسے اچھا کر دیا مگر اور مورخ اسکے معجزہ کے بیان سے خاموش ہیں۔

سر ولیم میور متوفی اور دیگر عیسائی مورخ اس قتل پر بہت معترض ہیں اور ایسے سخت لفظ حضور انور کی شان اقدس و اطہر میں عیسائیوں نے استعمال کئے ہیں کہ ہم انھیں دوہرا نہیں سکتے اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کسی انسان کا نفس قتل بُرا بھی ہی اور اچھا بھی ہی۔ بُرا تو یوں ہی کہ بلا وجہ اپنے ذاتی غصہ اور جوش میں یا کوئی ذاتی مقصد حاصل کرنے کے لئے کسی کو قتل کر ڈالا جائے اور اچھا یہ ہی کہ جب ایک شخص سے ہزاروں آدمیوں کے خون ہو جانے کا اندیشہ ہی اور امن میں خلل واقع ہوتا ہی اور ملک کا انتظام درہم برہم ہوتا ہی تو اسکا قتل کرنا قانون زمین اور آسمانی قانون کے مطابق ہر طرح بہتر اور احسن ہی اگر حضرت عیسےٰ اپنے میں گھستے دیکھتے اور اُن کے ساتھ جمعیت ہوتی تو وہ اسطرح سیکڑوں یہودیوں کے مروا دیتے آپ زبان ہی سے اپنا جوش ظاہر کرتے تھے اور بدکار زناکار اور جہنمی وغیرہ کہکے اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے تھے یہاں تک کہ ایک دفعہ آپ نے بہت ہی جوش میں آکے اپنے ایک مرید سے ایک یہودی کے کان اُڑا دیئے تھے اور حکم دیا تھا کہ بڑھئی بیچکر تلواریں خرید لو

مگر جب آپ کی آنکھیں کھلیں اور آپ کو معلوم ہوا کہ یہ چند ذلیل مچھوے اگر متفق بھی ہو جائیں تو یہودیوں کے خلاف مجھے مدد نہیں دے سکتے ہیں ان کے بل پر کیوں اپنی جان خطرہ میں ڈالوں چنانچہ انھوں نے پھر گھبرا کے یہ کہدیا کہ جو تلوار چلاتا ہی وہ تلوار سے مارا جاتا ہے حالانکہ یہ کوئی مطلب خیز جملہ نہ تھا ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ شمشیر زن تو تلوار ہی کے سنہ پر جان دیگا ایسی کونسی نئی بات تھی۔ مطلب اس سے حضرت عیسٰے کا یہ تھا کہ یہ بیچارے مچھوے میرے آگے قتل نہ کرڈالے جائیں۔ حضرت عیسٰے کے بعد جب عیسائیوں میں تلوار کی قوت پیدا ہو گئی ہی تو انھوں نے صرف بارہ حواریوں کے نام پر ہزاروں آدمیوں کو زندہ جلوا دیا اور دیواروں میں چنوا دیا یہاں تو صرف ایک کعب کے قتل پر جس نے ہزاروں آدمیوں کے خون میں نہلانے کا سامان کر لیا تھا بہت بھڑک رہے ہیں مگر حضرت مسیح کے جانشینوں کے قتل عام پر جو انھوں نے خدا کی بیگناہ مخلوق پر کیا ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالا یہ انصاف ہی اور یہ تہذیب ہی اور یہ تمدن ہی اور یہ تحقیق ہی۔ واقدی نے ایک روایت اس کے متعلق اپنی کتاب میں نقل کی ہی اور اس روایت کو سر ولیم میور نے اپنی کتاب میں نقل کرکے فائدہ اٹھانا چاہا ہی مگر افسوس ہی کہ وہ ہمارے خیال میں کامیاب نہیں ہوئے۔ وہ روایت یہ ہی کہ جسوقت مروان مدینہ کا گورنر تھا تو اس نے اپنے دربار میں ابن یامین سے جو کعب کے قبیلہ کا ایک نوجوان تھا یہ دریافت کیا کہ کعب کیونکر قتل کیا گیا ہی ابن یامین اگرچہ مسلمان تھا لیکن کعب کے قبیلہ میں ہونے سے اس کے ساتھ ایک حد تک ہمدردی تھی اور اس بات سے تو انکار نہیں کیا جاتا کہ اس کا قتل حکمت عملی سے کیا گیا اگرچہ قتل حق پر تھا ابن یامین نے مروان کی بات کا یہ جواب دیا کہ کعب فریب سے مارا گیا ہی اگرچہ ایک حد تک یہ بات ٹھیک تھی کہ میدان جنگ میں اسے علانیہ لڑنے کے لئے نہیں بلایا گیا اور حکمت عملی سے اس کا قتل عمل میں آیا۔ مروان تو یہ سنکر خاموش ہو رہا مگر محمد بن مسلمہ جو بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور کعب کے قتل میں شریک بھی تھے اور اسوقت دربار میں موجود تھے سخت جوش میں آگئے اور انھوں نے مروان کو بہت کچھ دھتکارا اور کہا کہ ابن یامین کی ایسی بات سنکر تو کیوں خاموش ہو گیا یہ تو رسول اللہ تک بات پہنچتی ہی اور اس ذات اقدس و اطہر کی توہین ہوتی ہی۔ پھر یامین کی طرف خطاب کرکے کہا کہ آئندہ اس چھت کے نیچے مجھے اور تجھے ساتھ کوئی نہیں دیکھنے کا۔ اگر اسوقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تیری ہی گردن اُڑا دیتا میں خدا سے دعا کرتا ہوں سوائے مسجد کے میں اور تو کبھی ایک جگہ جمع نہوں گے اے ابن یامین خدا کی طرف سے مجھ پر واجب ہی کہ اگر تو مجھ سے اپنے کو چھوڑا کر بھاگے اور میں تجھے پکڑنے کی قوت رکھتا ہوں اور تیرے ہاتھ میں تلوار بھی ہو تو میں تجھے قتل کروں مروان تو یہ سنکے سکتہ میں رہ گیا اور ابن یامین پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے قبیلہ بنی قریظہ سے باہر نکلنا ہی چھوڑ دیا اور جب کبھی بہت سخت ضرورت سے وہ باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو پہلے کسی شخص کو بھیج کے یہہ دیکھوا لیتا کہ محمد بن مسلمہ کہاں ہیں اسی اثناء میں ایک دن محمد بن مسلمہ ایک جنازہ کے ساتھ بقیع میں پہنچے اتفاق سے وہاں ابن یامین بھی موجود تھا اسکی صورت دیکھتے ہی محمد بن مسلمہ کو غصہ آگیا اسوقت انکے پاس نہ کوئی تلوار تھی اور نہ کوئی لکڑی تھی آپ جنازہ کی طرف دوڑے جسکے ساتھ آئے تھے یہ جنازہ ایک عورت کا تھا جس پر رسم عرب کے مطابق بیری کی چھڑیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں عرب جریدہ سدرہ کہتے ہیں آپ نے بیری کی وہ شاخیں جنازے پر سے اُٹھالیں اور ابن یامین کو ان شاخوں سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے بدن پر ساری شاخیں ٹوٹ گئیں اور وہ لہولہان ہو گیا مگر کسی مسلمان نے اسے نہیں بچایا محض اسی وجہ سے کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تھی مروان نے بھی بحیثیت گورنر مدینہ ہونے کے کوئی تعرض نہیں کیا۔

اس روایت سے سر ولیم میور مستوفی اور ان کے ہم خیالوں کا کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا ابن یامین کا یہ کہنا کہ کعب فریب سے مارا گیا اگرچہ محمد بن مسلمہ کے بھڑکانے کے لئے بہت کافی تھا مگر فی الواقع اس میں کوئی بات ایسی نہیں تھی جس سے مسلمان ملزم ٹھیریں ہاں اگر ابن یامین یہ کہدیتا کہ کعب بے گناہ مارا گیا تو ضرور سر ولیم میور صاحب کا مدعا نکل آتا مگر فریب کے لفظ سے اُن کا کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا انھوں نے بے بنیاد اعتراض کر کے مفت میں اپنا عزیز وقت بھی کھویا اور انھیں خفت بھی اُٹھانی پڑی اسی قسم کے بے سروپا اعتراضات بہت سی عیسائی کتابوں میں اسلام کی نسبت دیکھے گئے ہیں اور سب میں یہ بات عموماً پائی گئی ہے کہ اعتراض کرتے وقت اپنے پیشواؤں کے حالات یہ لوگ نظر انداز کر جاتے ہیں اور بعض اوقات اپنے جوش میں ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ حق و باطل میں تمیز کرنیکی قوت جاتی رہتی ہو انصاف سے دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہو گا کہ کعب کا قتل غیر واجب تھا خدا کی ہزار ہا مخلوق کو بچانے کے لئے ہر انسان پر اس کا قتل کرنا فرض تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس جوش کی کہ ہم مدینہ سے باہر جا کے حملہ آوروں سے جنگ کریں گے ایسی شدت ہوئی اور
اُن لوگوں نے اس سختی سے اسپر اصرار کیا کہ اخیر حضور انور نے ایک خطبہ پڑھ کے انھیں اس
امر کی رخصت دیدی حضور نے فرمایا کہ اگر تم لوگ صبر اور استقامت سے کام لوگے تو یقیناً
تمھاری فتح ہوگی اب یہی تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم حسب منشاء مدینہ سے باہر جنگ کرو وہ
گروہ جو مدینہ میں محصور ہو کے لڑنے کا موید تھا کسیقدر شکستہ دل ہوا مگر تو بھی اُس نے
حضور انور کی بہت زور سے متابعت کی۔ اس بات کے فیصلہ ہونے کے بعد یک لخت
حضور انور نے جنگ کی تیاری کا حکم دیدیا پھر حضور انور نے مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھائی
اسوقت بلندیٔ مدینہ کے رہنے والے بھی حاضر ہوئے۔ عورتیں اُونچے اُونچے ٹیلوں پر
چڑھادی گئیں۔ بنو عمرو بن عوف اور جو لوگ اُن کے شریک تھے قبیلہ بنیت اور اُنکے
شرکاء کو باریابی کا شرف حاصل ہوا اُسوقت حضور انور کے ساتھ صرف حضرت صدیق رضؓ
اکبر اور حضرت فاروق اعظمؓ تھے۔ آپ مسجد سے اپنی دولت سرائے پر تشریف فرما ہوئے
اسوقت بھی دونوں جلیل القدر صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے جب آپ مکان پر تشریف
لائے تو حضرت فاروق اور حضرت صدیق نے سر پر عمامہ باندھا اور پورا لباس پہنا یا
حجرہ منورہ سے مسجد تک برابر مسلمان صف بستہ حاضر تھے کہ حضور باہر برآمد ہوں تو
پھر حملہ کی غرض سے آگے بڑھا جائے یہ لوگ حضور انور کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں
سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر اور اُسید بن نضیر آ پہنچے اور اُنھوں نے ان لوگوں سے
یہ کہا کہ جو کچھ جنگ کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے وہ تو ہو چکی اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم
اپنی رائے کو مطلق دخل نہ دو جو کچھ حضور انور ارشاد کریں اور جو کچھ حضور کی مرضی ہو
اسی کی پیروی کرو پھر لوگوں میں گفتگو شروع ہوگئی بعض نے کہا بیشک سعد سچ کہتا ہے
بعض نے کہا کہ آزادانہ طور پر رائے دینا کوئی جرم نہیں ہے ہم جو کچھ کہتے ہیں اپنے علم اور
یقین سے اپنے لئے اور حضور انور کے لئے بہتر سمجھتے ہیں باہم یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور صدیق
اور فاروق کے ساتھ حجرہ منورہ سے برآمد ہوئے آپ کے گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی جو
اسبات کی علامت تھی کہ حضور جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ جب حضور کو ایسا تیار دیکھا تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو لوگ مدینہ میں محصور ہو کے جنگ کرنا چاہتے تھے اور اسی پر زور دے رہے تھے۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور انھوں نے دست بستہ حضور کی خدمت میں التماس کیا کہ ہم نے صرف اس بنا پر رائے دی تھی کہ گویا جنگ کے متعلق حضور نے ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ حضور کی رائے مدینہ سے باہر نکل کے جنگ کرنیکی ہے تو ہم کبھی بھی یہ رائے نہ دیتے ہم بہت ذلیل اور شرمندہ ہیں اور ہم پشیمان ہیں کہ ہمیں کیا ہو گیا تھا کہ ہم اپنی رائے پر اتنا اصرار کر رہے تھے حضور ہماری خطا معاف فرمائیں جو کچھ حضور کی رائے ہو گی وہی ہماری ہے حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں نے زرہ پہن لی ہے تم جانتے ہو کہ نبی جہاد سے فسخ عظمت نہیں کیا کرتا جب حق تعالیٰ نے اُسکے اور اُس کے اعدا کے درمیان مناسب حکم کر دیا ہے وہ حکم کسی صورت سے ٹل نہیں سکتا پھر حضور نے ارشاد کیا کہ جس بات کا میں تم کو حکم کرتا ہوں اُسکی اطاعت کرو اور اُسے مانو اور بسم اللہ کہہ کے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ یہ سنتے ہی تمام حاضرین میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور سب اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے آمادۂ پیکار ہو گئے رسولِ خدا نے پہلے فوج کی ترتیب دی آپ نے فوج کو تین حصّوں پر تقسیم کیا ایک حصّہ فوج کا سپہ سالار اسید بن حضیر بنا یہ حصّہ فوج قبیلہ اوس کے آدمیوں کا تھا اور ایک حصّہ فوج پر حباب بن المنذر جھنڈا بردار کیا گیا اور یہ مہاجرین کی فوج کا سپہ سالار مصعب بن عمیر کو بنایا گیا۔ بعضوں نے حضرت علی کا نام لکھا ہے مگر کثرت رائے مصعب کی طرف ہے۔ پھر حضور نے اپنے لئے گھوڑا طلب فرمایا اور آپ اُس پر سوار ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کے دوش مبارک پر کمان لگائی اور نیزہ ہاتھ میں لیا آپ کے نیزہ کی نوک برنجی تھی۔ کل مسلمان ہتیار بند تھے زرہ پوشوں کی قطار باقاعدہ الگ کھڑی کی تھی کل ستّو زرہ پوش تھے۔ اسی طرح گھوڑوں کی علیحدہ۔ حضور انور نے کل فوج کو ترتیب دیکے گھوڑے کی باگیں اُٹھائیں جس وقت حضور انور کا گھوڑا چلا تو سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ دونوں گھوڑے کے آگے آگے دوڑتے ہوئے چلے یہ دونوں زرہ پوش تھے اور کل آدمی حضور کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ پہلے حضور انور نے مقام بدائع میں منزل کی پھر وہاں سے زقاق حنّی اور وہاں سے شیخین میں پہنچے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

(شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے) پھر یہاں سے ثنیہ میں پہنچے ابھی آپ کو چند لمحے یہاں پہنچکر گزرے تھے کہ سامنے گرد اڑتی ہوئی معلوم ہوئی اور کچھ شور بھی سنائی دیا حضور نے ارشاد کیا کہ یہ کیسا شور ہے اور کون ہتیار بند آرہے ہیں عرض کیا گیا کہ یہودیوں کا گروہ ہماری مدد کو آیا ہے حضور نے ارشاد کیا کہ مشرکوں کے مقابلہ میں ہم مشرکوں سے مدد لینا نہیں چاہتے۔ پھر آپ نے مقام شیخین میں مراجعت فرمائی اور شب کو یہیں قیام کیا۔ مغرب کے وقت بلال نے اذان دی آپ نے نہایت استقامت سے اپنے صحابہ کو مغرب کی نماز پڑھائی پھر عشا کی نماز بھی اسی استقامت سے ادا کی گئی پھر حضور نے فوج کا ریویو کیا اور محمد بن مسلمہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ شب کے وقت نگرانی کے لئے مقرر کیا قریشیوں کی فوج بھی مقابلہ میں پڑی ہوئی تھی۔ بیچ میں ایک ہی پشتہ حائل تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل قریشوں کی فوج کا پہرہ دے رہا تھا قریشوں کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں مسلمانوں کے کانوں میں پہنچ رہی تھیں اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب حملہ ہوا اب حملہ ہوا مگر ٹیلے کی وجہ سے کوئی حملہ نہ ہو سکا۔

وہ یہودی جو حضور انور کو مدد دینے کے لئے آئے تھے عبداللہ بن ابی کے قبیلہ کے تھے جب انھیں یہ جواب دیا گیا کہ مشرکوں کے مقابلہ میں ہم مشرکوں کی مدد نہیں چاہتے تو عبداللہ کو یہ بات ناگوار گزری وہ حضور انور کا کمپ چھوڑ کے یہودیوں کے پاس جا کے شب باش ہوا۔ علی الصباح حضور انور نے نماز پڑھائی اور پھر کوچ کیا اور اُحد میں پہنچ کے آپ نے دوسری زرہ اور پہنی اخیر آپ موضع قطر میں قیام فرما ہوئے کیونکہ یہاں سے مشرکوں کی صفیں صاف صاف نظر آرہی تھیں نماز بہت دھوم سے ادا کی گئی بلال نے بلندی پر چڑھ کر بہت زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا عبداللہ بن ابی نے سخت دھوکہ دیکے حضور انور سے علیحدگی اختیار کی اور جسقدر اس کے قبیلہ کے آدمی تھے انھیں ساتھ لیکے لشکر سے علیحدہ ہو گیا عبداللہ کے آدمیوں کی تعداد پوری تین سو تھی ایسی نازک حالت میں اتنی بڑی تعداد کا علیحدہ ہو جانا واقعی سخت خطرناک امر تھا مگر حضور انور نے مطلق پروا نہیں کی کیونکہ جو لوگ اسوقت موجود تھے وہ انتہا درجہ قوی۔ زبردست اور مستقل مزاج تھے حضور انور کو ان پر پورا بھروسہ تھا تو بھی یہ نظارہ ایک رنج دہ ہے۔ اُبی کا بیٹا شتر مرغ کی طرح سر اونچا کئے ہوئے اپنے آدمیوں کے آگے آگے جا رہا تھا۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام سے نہ رہا گیا وہ اس کے پیچھے دوڑے اور کہا کہ یہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غداری ٹھیک نہیں ہے ایسے موقع پر تجھے حضور انور سے علیحدہ ہونا نہیں چاہئے تھا۔ اُبی والے نے جواب دیا تم عجب بیوقوف ہو ہمارا وعدہ حضور انور سے مدد دینے کا ہے نہ کہ مدینہ کے باہر جتنے عقلمند اور ہوشیار ہیں وہ سب مدینہ واپس چلے گئے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہماری مخالفت اتنی نہیں کرنی چاہئے تھی ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم مدینہ کے باہر نہ نکلو مگر انھوں نے نہ مانا اور وہ باہر نکل آئے مجھے تو اس بات سے زیادہ غصہ ہے کہ انھوں نے ہمارے مقابلہ پر چھوکروں کا کہنا تو مان لیا مگر ہمارے بات پر کان نہیں رکھا یہ چھوکرے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُبھار کے جہاد کے لئے لائے ہیں محض ناتجربہ کار اور بے عقل ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حقیقت کھل جائے گی کہ کہنا نہ ماننا کیسا ہوتا ہے۔ ابو جابر یہ سنکے بہت خفا ہوئے اور انھوں نے ابن ابی پر لعنت بھیجی اور کہا کہ دیکھ لیجو مومنین کی اور پیغمبر کی تو فتح ہوگی اور تم پر ہمیشہ لعنت پڑے گی۔

غرض حضور انور نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے صحابہ کی باقاعدہ صف بندی کی پچاس صحابہ کو مقام عینین پر کھڑا کیا اور عبداللہ بن جبیر کو انکا افسر مقرر کیا۔ حضور نے اپنی فوج کو اس طرح کھڑا کیا کہ اُحد پشت پر رہا اور مدینہ منورہ کے سامنے اور عینین بائیں طرف مشرکین نے اپنے لشکر کی ترتیب اس سے بالکل برعکس دی۔

اُحد کی پہاڑی مدینہ سے تین میل دور تھی یہ پہاڑوں کا ایک طولانی سلسلہ ہے جس سے تین یا چار میل جانب شرق میدان شروع ہو گیا ہے یہاں ایک ندی بہتی تھی جس پر سے آنحضرت نے عبور کیا تھا اور یہ ندی بعض وقت برسات میں اُبل پڑتی تھی اور اس کے اُبلنے سے پہاڑ کا نشیبی حصہ آب بردہ ہو جاتا تھا۔

حضور انور نے اس پہاڑی سلسلہ اور نشیب و فراز کی مناسبت سے اپنے لشکر کی ترتیب دی تھی آپ نے تیراندازوں کا ایک دستہ اپنے بازو پر متعین کیا اور اُسے سخت حکم دیدیا کہ تم عقب کی حفاظت کرنے کے لئے یہاں کھڑے کئے گئے ہو ہرگز ایک قدم نہ سرکانا اگر تم دیکھو کہ ہم دشمن کا تعاقب کر رہے ہیں اور اُسے لوٹ رہے ہیں اس حالت میں بھی تم ہمارے ساتھ نہ آؤ اور اگر دیکھو کہ ہم بھاگ کھڑے ہوئے اور دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں تو بھی تم ہماری مدد کے لئے یہاں سے نہ سرکو یہ کہہ کر حضور انور مدینہ کی طرف رُخ کئے ہوئے اپنی لین میں تشریف لے آئے۔ مصعب مہاجرین کا سپہ سالار اپنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دستہ کو لیکے قلب میں کھڑا ہوا اور اوس اور خزرج والے یمین و یسار قائم ہوئے حضور انور نے تمام فوج سے یہ ارشاد کر دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں تم جنگ شروع نہ کرنا یہ سارے احکام دیکے حضور انور اپنی جگہ پر آ کھڑے ہوئے اور اب مخالف کی فوج کی نقل و حرکت ملاحظہ فرمانے لگے۔

اتنے میں ابوسفیان کی ماتحتی میں مکہ کا لشکر حرکت میں آیا اور نہایت فوجی شان کے ساتھ احد کی طرف رُخ کرتا ہوا آگے بڑھا طلحہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور خالد بازوئے راست کی کمان کر رہا تھا اور بازوئے چپ کی کمان عکرمہ ابوجہل کے ہاتھ میں تھی لشکر نے جب تک حرکت نہیں کی تھی تو عورتیں آگے کی طرف تھیں جو دف بجا رہی تھیں اور جوشیلے اشعار پڑھ کے سپاہیوں کو گدگدا رہی تھیں لیکن جوں ہی فوج حرکت میں آئی کل عورتیں پیچھے رہ گئیں۔

مشرکوں کی طرف سے جنگ کا آغاز ہوا سب سے پہلے جو شخص میدان جنگ میں آیا وہ ابوعامر تھا پچاس آدمی اوس کے قبیلہ کے اسکے ساتھ تھے یہ سمجھا کہ جس وقت میں صف میں جا کے پکاروں گا تو میرے قبیلہ کے لوگ میرے ساتھ ہو جائیں گے۔ اس خیال سے جب اس نے غل مچا کے کہا کہ میں ہوں ابوعامر تم میرے پاس چلے آؤ مسلمانوں نے اس کا یہ جواب دیا دُور ہو اے فاسق ہمیں تجھ سے کچھ تعلق نہیں ہے وہ چاہتا تھا کہ اپنے پچاس آدمیوں کو لیکے ان پر حملہ کرے کہ مسلمانوں نے پتھر مارنے شروع کئے اور ادھر سے انھوں نے پتھر مارے دونوں طرف سے خوب پتھراؤ ہوا اخیر ابوعامر کے آدمی بھاگے طلحہ نے جب یہ دیکھا کہ یہ پچاس سوار بھاگے چلے جاتے ہیں تو اس نے غل مچا کے کہا کہ تمھاری کم حوصلگی پر لعنت ہے مت بھاگو یہ کیا غضب کرتے ہو آخر مرد ہو جم کے لڑو انھوں نے جواب دیا کہ ہم غلام لوگ ہیں غلام کبھی نہیں لڑا کرتے آخر طلحہ نے بطور پاسبانوں کے انھیں مقرر کر دیا۔ اسکے بعد طلحہ بڑے جوش سے آگے بڑھا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کے للکارا کہ کوئی شخص مجھ سے جنگ کرنے کے لئے نکلے یہ سنتے ہی حضرت علی صف سے نکل کے باہر آئے اور جھپٹ کے ایک ایسا تلوار کا ہاتھ مارا کہ اسکی گردن پیروں میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ ہی حضور انور نہایت توجہ اور اضطراب سے اس لڑائی کو ملاحظہ فرما رہے تھے جو وقت آپنے ملاحظہ فرمایا کہ طلحہ کی گردن کس طرح اڑ کے زمین پر آپڑی آپنے بہت جوش سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا ہی تھا کہ کل صحابہ نے نہایت بلند آوازی اور جوش کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ مارا جس سے تمام پہاڑی گونج اٹھی طلحہ کے بھائی عثمان نے جسکے پسر و عورتیں تھیں جب اپنے بھائی کا یہ خونی نظارہ دیکھا اور علم کو سرنگوں پایا تو وہ فوراً جھپٹا اور اس نے اپنے مقتول بھائی کے ہاتھ سے جھنڈا لیلیا ادہر عورتوں نے دف بجا کے یہ گانا شروع کیا۔

ہم شجاعان دہر کی لڑکیاں ہیں ہم غالیچوں پر نہایت نزاکت سے قدم رکھتے ہیں تم تندی اور جوش سے آگے بڑھو ہم تمھیں اپنے گلے سے لگائیں گے اور اگر تم نے جنگ سے پیٹھ پھیری تو ہم تمھارے مونہ پر تھوک دیں گے اور تمھیں سخت ذلیل کریں گے۔

حضرت حمزہ نے جب عثمان طلحہ کے بھائی کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ شیر غرّاں کی طرح سے صف سے نکلے اور اس کے مقابل ہوئے دو تین ہاتھ ہونے پائے تھے کہ حضرت حمزہ نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ عثمان زمین پر آرہا اور اسکی گردن بھٹا سی اڑ کے دور جا پڑی۔

پھر حضرت امیر حمزہ نہایت جوش اور خوشی سے یہ کہتے ہوئے واپس پھرے کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو حاجیوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ طلحہ کے دو بھائیوں اور تین بیٹوں نے یکے بعد دیگرے فوج کا جھنڈا ہاتھ میں لیا اور مردانگی کی داد دیکے میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔

علم برداروں کے پے در پے مارے جانے سے قریش میں ایک پریشانی سی پیدا ہو گئی اخیر عام جنگ کا آغاز ہوا مسلمانوں نے نہایت جوش اور مردانگی سے قریشوں پر حملہ کیا اور ایسی تلواریں ماریں کہ ان کی صفیں پراگندہ ہو گئیں اور وہ پیچھے قدم ہٹانے لگے قریشی سواروں نے کئی کئی بار حضور انور کی طرف بازوئے چپ پر حملہ کیا مگر اس مٹھی بھر جماعت کے تیروں سے جو بلندی پر قائم کی گئی تھی وہ ہر بار پس پا ہو گئے اور جس طرح جنگ بدر میں ان پر بدحواسی چھا گئی تھی اسی طرح یہاں بھی ان پر بدحواسی کا آغاز ہوا اگرچہ عورتوں نے دف بجا بجا کے اور جوشیلے اشعار پڑھ پڑھ کے انھیں بھاگنے سے روکنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا گھبراہٹ بڑھتی گئی یہاں تک کہ عورتیں بھی پریشان ہو گئیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور وہ بھی اسی طرح مردوں کے ساتھ بدحواس ہو کے بھاگیں۔

حضرت امیر حمزہ جو شتر مرغ کے پروں سے پہچانے جاتے تھے اور حضرت علی اور حضرت زبیر جو سفید اور زرد عمامہ سے شناخت ہوتے تھے جس پریشان پرے کی طرف حملہ کرتے تھے وہاں اور بھاگڑ پڑ جاتی تھی۔ اسلامی فوج قریشوں کو دباتی چلی جاتی تھی مگر اس تعاقب نے مسلمانوں میں بے ترتیبی پیدا کر دی فوج کا ایک حصہ قریشوں کے کیمپ پر سامان کو لوٹنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور وہ دستہ فوج کا جو حضور انور نے چوٹی پر کھڑا کیا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ دشمن بھاگا جاتا ہے اس نے بھی غلطی سے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور لوٹ میں پڑ گیا۔ خالد جو باگیں اٹھائے ہوئے سمت کیطرف جانا چاہتا تھا اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے بازوئے چپ سے قریشی سواروں کو جمع کر کے مسلمانوں کی بائیں جانب حملہ آور ہوا اس نے چند تیر اندازوں کو جو ابھی تک چوٹی پر قائم تھے مار کے ہٹا دیا اور یکایک مسلمانوں کے عقب میں نمودار ہو گیا۔ اس کا نمودار ہونا تھا کہ سخت پریشانی مسلمانوں میں پیدا ہو گئی۔ مہاجرین کا جھنڈا بردار مصعب میدان میں شہید ہوا ایک حبشی جسکا نام وحشی تھا حضرت امیر حمزہ پر جو بالکل بے خبری میں کھڑے تھے جھپٹا اور انھیں فوراً شہید کر دیا اب قریشوں نے اپنے بتوں کے نام لیلے کے غل مچانا شروع کیا مسلمانوں کے سارے پرے پراگندہ ہو گئے اور ان کے قدم پیچھے ہٹنے لگے اور جب تک انھوں نے احد کی بلندیوں پر پناہ نہ لے لی وہ برابر پیچھے ہٹے چلے گئے اور قریشوں نے بہت سختی سے دبانا شروع کیا۔

اسوقت حضور انور کی حالت بہت ہی نازک تھی آپ نے جو انتظام کیا تھا وہ بالکل درہم برہم ہو چکا تھا۔ جب خالد کا رسالہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا تو آپ نے اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لیکے اس مقام پر قیام کیا سب سے پہلے جس شخص نے آپ پر حملہ کیا تھا اسے آپکے ساتھیوں نے تیروں سے زخمی کر دیا مگر بعد ازاں وہ قتل کر دیا گیا۔ اب بھی مسلمان برابر دبتے چلے جاتے تھے آپنے چاہا مسلمانوں کو پیچھے نہ ہٹنے دیں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر دشمن خود حضور انور پر حملہ آور ہوا اگر آپ کے صحابہ آپ کے گرد حلقہ نہ کر لیتے اور نہایت شجاعت سے دشمن کے حملہ کو نہ روک لیتے تو فی الواقع سخت مشکل درپیش آجاتی صرف چودہ آدمی حضور انور کے ساتھ تھے جن میں سات مہاجرین اور سات انصار شمار ہوئے ہیں۔ مخالفوں نے قریب آکے حضور کی طرف پتھر پھینکنے شروع کئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایک پتھر آپکے لب مبارک میں لگا جس سے ایک دانت شہید ہوگیا۔ ایک پتھر آپ کے خود پر پڑا جس سے آپ کی مقدس پیشانی لہولہان ہوگئی۔ ایک شخص نے آپ پر تلوار کا وار کیا مگر طلحہ عبیداللہ کے بیٹے نے اپنا ہاتھ اس تلوار کے آگے کر دیا جس سے حضور انور تو بچ گئے مگر طلحہ کی انگلیاں اڑ گئیں آپ زمین پر گر پڑے حملہ آور یہ سمجھا کہ آنحضرتؐ شہید ہوگئے۔ اُحد کی ساری پہاڑی میں غل مچ گیا کہ حضور انور شہید کر دیئے گئے۔ جب یہ آواز مسلمانوں کے کانوں میں پڑی تو وہ سخت پریشان ہو کے آپ کی تلاش کرنے لگے طلحہ جو کہ خود سخت مجروح ہوئے تھے آگے بڑھے اور نہایت آہستگی سے حضور انور کو اُٹھایا اور دو تین آدمیوں کی مدد سے آپکو ایک چٹان پر چڑھا دیا جہاں مسلمانوں کی فوج کا ایک حصہ دشمن کے تعاقب سے پناہ گزیں ہوا تھا جو وقت مسلمانوں نے حضور انور کو دیکھا مارے خوشی کے باغ باغ ہوگئے۔ کعب نے اس خوشی کی خبر کو عام طور پر پھیلانا چاہا مگر حضور انور نے کعب کو روکا کہ ابھی خاموشی مناسب ہے مگر جب آپ نے کل مسلمانوں کے ساتھ ایک پشتہ کے پیچھے پناہ لی اور آپ کو یہ اطمینان ہوگیا کہ اب ہم سب خطرے سے نکل آئے ہیں تو مسلمانوں نے آپ کے خود کو آپ کے سر سے اُٹھایا اس خود نے آپ کے تمام چہرے کو ڈھانک لیا تھا اس خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسارے میں اس طرح گڑ گئی تھیں کہ جب ابو عبیدہ نے ان کڑیوں کو کھینچا ہے تو آپ کے دو دانت اُن کے ساتھ باہر نکل آئے اور اب بہت شرّاٹے سے خون بہنا شروع ہوا۔ حضرت علی ایک طرف چٹان کے اندر دوڑے ہوئے گئے اور اپنی ڈھال میں تھوڑا سا پانی لائے حضور انور نے اس پانی کو پیا نہیں صرف اپنے زخموں کو اس پانی سے دھو لیا جب خون دُھل گیا تو حضور نے نہایت ہی درد سے یہ ارشاد فرمایا وہ لوگ کیونکر سرسبز ہوں گے جنھوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے وہ پیغمبر خواہ انھیں خدا کی پرستش کی طرف بلاتا ہے اس کے بعد آپ نے کعب کا زرد خود پہن لیا اور اپنا ٹوٹا ہوا خود اوتار کے رکھ دیا اور پھر قریشوں کی نقل و حرکت کی نگرانی فرمانے لگے۔ بہت سے جنگ جو جو اس جنگ میں تھک گئے تھے وہ اطمینان سے سو گئے اور انھیں ایسی گہری نیند آئی کہ وہ دوپہر تک سوتے رہے اس جنگ اور نیند کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے چنانچہ حسب ذیل بیان ہوا ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضرت علی اور یہ دونوں کافروں کو قتل کر رہے تھے اور ایک عورت آپکے ساتھ تھی جس کا نام نسیبہ تھا یہ کعب مازنیہ کی بیٹی تھی حالانکہ کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب تک قریش شکست کھاکے اُحد سے چلے نہ گئے اُس وقت تک مدینہ سے ایک مسلمان عورت بھی نہ نکلی تھی جیسا کہ ہم اپنے گزشتہ صفحوں میں بیان کر چکے ہیں۔ کُل عورتیں اور بچے کوٹھوں کی چھتوں پر چڑھا دیئے گئے تھے جسوقت ابن قمیہ نے حضور انور پر تلوار سے حملہ کیا ہے تو عبید اللہ کے بیٹے طلحہ نے اپنا برہنہ ہاتھ اس تلوار کے آگے کر دیا تھا اور جس سے اُنکی انگلیاں اُڑ گئی تھیں اسوقت وہاں نہ حضرت علی کا پتہ تھا اور نہ نسیبہ کے بیٹے کا اس غلط بیانی سے سمجھ میں نہیں آتا کہ شیعی علما کیونکر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جبکہ تمام صحیح روایتیں اور وہ بھی متفق علیہ ان کی بیان کردہ کہانیوں کی بالکل مخالف ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کا وہاں موجود ہونا صحیح روایتوں سے پایا جاتا ہے۔

حیات القلوب والے نے اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ میں ایک نہایت لغو اور بیہودہ کہانی لکھی ہے اور وہ کہانی صرف شیخین پر تبرّے بازی کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نسیبہ حضور انور کی طرف سے صدہا کافروں سے لڑ رہی تھی حضور انور نے یہ فرمایا کہ عمر اور ابوبکر سے تو نسیبہ ہی اچھی ہے حالانکہ آپنے اور کسی مہاجر اور انصار کی نسبت یہ نہیں فرمایا جبکہ مسلمانوں کی جماعت برابر دبتی چلی آتی تھی اور قریش ان کا تعاقب کر رہے تھے جنگ کے موقع پر موجودہ زمانہ میں بھی ہزاروں شائستہ فوجیں اور بڑے بڑے سپہ سالار بعض حالت میں پیچھے ہٹ آتے ہیں اسکے معنی بزدلی اور نامردی پن نہیں ہوا کرتا یہ تو جنگ کا اُتار چڑھاؤ ہے کبھی ایک فوج غلبہ پالیتی ہے اور کبھی مغلوب ہو جاتی ہے مگر مغلوب فوج پر کوئی طعنہ زنی نہیں کیا کرتا عثمان پاشا نے شکست کھاکے وہ نام پیدا کیا کہ دُنیا کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کے سرتاج بن گئے اور وہ عزت اُنھیں حاصل ہوئی جو ایک فتحمند سپہ سالار کو کم حاصل ہو سکتی ہے مگر یہ غضب کہیں نہیں دیکھا گیا کہ ان پر لعن وطعن کی جائے اور اُن کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ذات کو ہمیشہ کے لئے موردِ طعن و تشنیع بنا لیا جائے اسکے علاوہ قرآن مجید میں خداوند تعالےٰ نے رسول اکرم کو حکم دیا ہے کہ تم اس دستہ فوج کا جس نے تمھاری حکم کے خلاف اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تھا قصور معاف کر دو جسکے معنی یہ ہیں کہ شکست یا فوجوں پر کبھی کوئی سختی یا طعن نہ کیا جائے۔

اِس کے علاوہ کسی روایت میں یہ نہیں پایا جاتا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ بھاگے اور حضرت علی ایک جگہ جمے کھڑے رہے ہوں بلکہ ایسی روایتیں صحیح موجود ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ایک لمحہ کے لئے بھی حضور انور سے جدا نہیں ہوئے اور حیات القلوب والے کا یہ لکھنا کہ حضرت علی کی تعریف کرنے کے لئے جبریل آسمان سے نازل ہوئے ایک لغو اور بیہودہ بات ہے کیونکہ جسوقت مسلمانوں کے قدم اُکھڑے ہیں اور قریشوں نے دبایا ہے تو اسلامی فوج کے کل دستے پسپا ہو گئے تھے اور ان میں وہ دستہ بھی تھا جس کی کمان حضرت علی کر رہے تھے۔ کوئی خاص شجاعت حضرت علی کی اس جنگ میں ظاہر نہیں ہوئی مثل اور مسلمانوں کے وہ نہایت بے جگری اور دلیری سے لڑے مگر کوئی بات ایسی ظاہر نہیں ہوئی جس سے انھیں فوقیت دی جائے۔ بخاری[1] میں ان کل واقعات کو بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

[1] بخاری میں جنگ اُحد کا بیان مستقل طور پر آیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پورا نقل کر دیں اس سے اس جنگ کے متعلق بہت سے باریک اور نتیجہ خیز واقعات معلوم ہو جائیں گے۔
غزوۂ احد کا بیان (اور یہ چار قول اللہ عزوجل کے غزوۂ احد کے بیان میں نازل ہوئے ہیں) واذ غدوت من اھلك تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم وقولہ جل ذکرہ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلك الایام نداولھا بین الناس ولیعلم اللہ الذین اٰمنوا ویتخذ منکم شھداء واللہ لا یحب الظالمین۔ ولیمحص اللہ الذین اٰمنوا ویمحق الکافرین ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قریشوں کے سردار میدان جنگ میں حضور انور کی لاش کو تلاش کرنے لگے مگر جب انھیں نہیں ملی تو انھیں آپ کے شہید ہونے میں شبہ ہوا کئی وحشیانہ افعال بھی قریشی عورتوں نے کئے یعنی ہند نے امیر حمزہ کے پیٹ کو چاک کر کے اُن کی انتڑیاں اپنے گلے میں ڈال لیں اور اور شہداء کے ساتھ بھی قریب قریب یہی سلوک کیا گیا اسی اثنا میں ابوسفیان اس پہاڑی کے دامن میں آ کے کھڑا ہوا جس پر حضور انور سمیت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم اور چند آدمیوں کے تشریف رکھتے تھے اور اس نے باآواز بلند یہ پکار کے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں حضور انور نے ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر اُس نے کہا کیا قوم میں ابی قحافہ کا بیٹا موجود ہے (یعنی حضرت صدیق اکبر) پھر حضور نے یہی ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر سہ بارہ اُس نے کہا کیا قوم میں ابن الخطاب ہیں آپ نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ جواب نہ دو۔ ابوسفیان نے اس پر کہا کہ

وقولہ ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم (تستاصلونھم قتلا) باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین۔

وقولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ (ترجمہ)

ابی محمد یاد کر جب تو صبح کے وقت اپنے گھر سے نکلکر مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر بٹھانے لگا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ نہ سست ہو تم اور نہ تم غمگین ہو تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ تم مومن ہو اگر تم زخمی ہوئے (تو کیا ہے) وہ لوگ بھی ایسے زخم (چوٹ) پا چکے ہیں اور انہیں دنوں کو ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ مومنوں کو متمیز کرے اور بعض کو تم میں سے شہید کرے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور تاکہ اللہ مومنوں کو پرکھے اور کافروں کو مٹا دے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی خدا نے معلوم نہیں کیا جو تم میں سے لڑنے والے اور صبر کرنے والے ہیں۔ اور تم تو موت کی اُسکے ملنے سے پہلے آرزو کرتے تھے۔ سو اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔ اور اللہ نے تمھیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم انہیں اللہ کے حکم سے مارتے تھے۔ جبکہ تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور اپنی خوشی کی چیز دیکھ لینے کے بعد

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ سب مارے گئے کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اس پر حضرت عمر سے نہ رہا گیا آپ نے بڑے جوش سے فرمایا "اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے خدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنیوالوں کو بچا لیا ہے ابوسفیان نے جواب دیا اعل ہبل یعنی اے ہبل (جو ایک بت کا نام ہے) تو بلند ہو (اور اپنے دین کی مدد کر) رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں آپ نے فرمایا۔ "اللہ اعلی واجل" یعنی خدا بلند و بزرگ تر ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ "لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" یعنی ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارا مددگار عزیٰ نہیں ہے حضور نے ارشاد فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں آپ نے فرمایا کہو "اللہ مولینا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار اللہ نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ دن بدر کے دن کے بدلہ ہے اور لڑائی مثل ڈول کے ہے کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی ہوتی ہے اور کہا تم میدان میں اپنے مقتولین کا ناک کان کٹا ہوا پاؤ گے مگر یہ سمجھ لو کہ نہ میں نے اس فعل قبیح کا حکم دیا اور نہ میں اس سے راضی ہوں۔

تم نے نافرمانی کی بعض تم میں سے دنیا کو اور بعض آخرت کو چاہتے ہیں پھر تمہیں ان سے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزمادے اور وہ تو تم کو معاف کر چکا کیونکہ اللہ ایمانداروں پر مہربان ہے اللہ کی راہ میں جو مارے جاویں انھیں تم مردہ نہ جانو۔ آخر آیت تک۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر آٹھ برس بعد نماز جنازہ پڑھی یا اُن کے واسطے دعا کی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو رخصت کرتا ہے۔ پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد کیا میں تم میں پیشدست ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں میرے تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے اور مجھے تم پر اپنے مرنے کے بعد یہ خوف نہیں ہے کہ تم کافر ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تم دنیا پر ریجھ نہ جاؤ اور حرصاً حرصی نہ کرنے لگو۔ عقبہ بن عامر کہتے ہیں یہ میرا اخیر دیکھنا تھا جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا براء بن عازب کہتے ہیں ہم نے احد کے دن مشرکوں سے مقابلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیراندازوں کا (حفاظت کے واسطے) بٹھا دیا اور اُن عبداللہ بن جبیر کو امیر بنا کر فرمایا یہاں سے نہ ٹلنا اگر تم دیکھو ہم کافروں پر غالب آگئے تو بھی نہ ٹلنا اور جو دیکھو کافر ہم پر غالب آگئے تو بھی ہماری مدد نہ کرنا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غرض جب قریش میدانِ جنگ کو چھوڑ کے مکّہ کی طرف چلے گئے تو حضور انور اور آپ کے صحابہ میدان میں اُترے اور دیکھا کہ شہداء اُحد کی چوہتر لاشیں میدان میں پڑی ہوئی ہیں ان میں چار مہاجرین ہیں اور باقی سب انصار ہیں۔ مہاجرین میں حضرت امیر حمزہ۔ عبداللہ ابن جحش۔ مصعب اور ابن عثمان تھے۔ آخر الذکر میں ابھی تک سانس باقی تھا مسلمانوں نے انھیں فوراً اُٹھا لیا اور بلندی مدینہ پر لے گئے جہاں آپ کی وفات ہو گئی مگر حضور انور کے حکم سے آپ کا جنازہ احد میں لا کے دفن کیا گیا۔ (واقدی صفحہ ۲۹۲)

ابھی تک ان چار مہاجرین کی قبریں موجود ہیں جن کی برابر مرمّت ہوتی رہتی ہے حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب قحط پڑا تھا تو بہت سے اجنبی عرب اُحد میں آ کے مر گئے تھے اُن کی قبروں کی نسبت واقدی نے پوری تحقیق کر کے شہداء اُحد کے مزاروں کا

پھر جب ہم کافروں سے لڑے تو وہ بھاگ گئے یہاں تک میں نے اُن کی عورتوں کو دیکھا اپنے دامن پنڈلیوں سے اُٹھائے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ رہی تھیں اور ان کی پازیبیں دکھائی دیتی تھیں (عبداللہ ابن جبیر کے ہمراہی) کہنے لگے ارے میاں مال غنیمت کو لوٹو عبداللہ نے کہا مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار لیا ہے کہ یہاں سے ہرگز نہ ٹلنا اُنھوں نے (عبداللہ کا کہنا) نہ مانا۔ جب وہ باز نہ آئے اللہ نے اُن کے مونہ پھیر دیئے۔ (اُنہیں نہ معلوم ہوتا تھا کہ صحرا جا رہے ہیں) مسلمانوں کو یہ مصیبت پہنچی کہ ستر آدمی شہید ہوئے۔ ابوسفیان نے اونچے پر چڑھ کر کہا کیا قوم میں محمدؐ (زندہ) ہیں آپ نے فرمایا اسے جواب نہ دو۔ پھر اُس نے کہا کیا قوم میں ابی قحافہ کا بیٹا (یعنی ابوبکر) ہیں آپ نے ارشاد فرمایا خاموش ہو رہو۔ پھر اُس نے کہا کیا قوم میں (عمر) ابن الخطاب ہیں آپ نے کہا جواب نہ دو۔ ابو سفیان بولا یہ سب مارے گئے (ورنہ) اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اس پر حضرت عمرؓ نہ رہ سکے اور بولے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بخدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنے والوں کو بچا لیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ اُعل ہبل یعنی اے ہبل (جو ایک بت کا نام ہے) تو بلند ہو (اور اپنے دین کی مدد کر)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پورا نشان بتا دیا ہے۔ برخرج سیاح نے شہداء اُحد کی قبروں کا پورا پتہ اپنے سفرنامہ صفحہ ۳۶۵ میں لکھا ہے جس سے امتیاز قبور بالکل ہو گیا ہے علاوہ مہاجرین کے مزاروں کے اسوقت تک انصار کی قبریں بھی باقی ہیں۔ برٹن سیاح نے اپنے سفرنامہ صفحہ ۲۳۷ میں ان کا پورا ذکر کیا ہے جس سے غیر شہداء کی قبروں سے پورا امتیاز ہوتا ہے اتنا بھاری نقصان مسلمانوں کی فوج کا صرف اس غلطی سے ہوا جو حضور انور کے حکم کے خلاف پہاڑی فوجی دستہ سے سرزد ہوئی یعنی دشمنوں کے بھاگنے پر اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی جس کا ذکر مفصل اوپر ہو چکا ہے۔ قریشوں میں صرف بیس ۲۰ آدمی مقتول ہوئے تھے۔ حضور انور کے شہید ہونے کی خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں جن سے مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہو گیا تھا سامنے کے کل راستے عورتوں بچوں اور مردوں سے بھر گئے تھے جو اس خطرناک نظارے کے دیکھنے کے لئے مدینہ سے پریشان نکل پڑے تھے ان عورتوں اور بچوں کے ساتھ خاتونِ محشر حضرت

رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگوں نے پوچھا ہم اُسے کیا جواب دیں اپنے فرمایا کہو اعلیٰ واجل یعنی خدا بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" ہمارا (مددگار) عزیٰ (بت) ہے اور تمہارا (مددگار) عزیٰ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگوں نے کہا ہم اُسے کیا جواب دیں فرمایا کہو" اللہ مولانا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے بدلے ہے اور لڑائی ڈول کے (کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی) اور کہا تم میدان میں مقتولین کو ناک کان کٹے ہوئے پاؤ گے۔ نہ میں نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھے یہ برا معلوم ہوا

سعد بن ابراہیم (بن عبدالرحمٰن بن عوف) اپنے باپ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا اور روزہ دار تھے عبدالرحمٰن کہنے لگے مصعب بن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے اور وہ ایک ایسی چادر میں کفنائے گئے اگر اُن کا اُس سے سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھلا جاتا تھا (ابراہیم کہتے ہیں)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بی بی فاطمہؓ بھی تھیں جنھوں نے آتے ہی اپنے والد بزرگوار حضور انور کے زخموں میں حصیر جلا کے بھرا۔ مگر طبری نے اپنی کتاب صفحہ ۱۴۷۸ میں چٹائی کے ٹکڑے کا ذکر کیا ہے کہ وہ جلا کے بھرا گیا تھا بعض نے اون کا ذکر کیا ہے مگر کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۷ اور واقدی صفحہ ۲۴۶ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ نے ہڈیاں جلا کے آنحضرت کے زخم پر بھری تھیں۔ حضرت بی بی فاطمہؓ نے آتے ہی سب سے پہلے حضور انور کو پوچھا حضرت علی نے بڑی احتیاط اور پوشیدگی سے حضرت بی بی فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کا پتہ بتایا کیونکہ قریشوں کا خوف اب تک غالب تھا اگرچہ وہ بہت دور پہنچ چکے تھے مگر پھر بھی حضرت علی کو ان کا خیال لگا ہوا تھا اس کا ذکر واقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۸۲ میں کیا ہے۔ حضور انور کا زخم اسقدر گہرا تھا کہ مہینہ بھر تک نہیں بھرا۔ حضرت بی بی فاطمہؓ کے بعد بی بی صفیہؓ حضور انور کی پھوپھی اور حضرت امیر حمزہ کی سگی بہن تشریف لائیں وہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش کے پاس نہایت مضطربانہ حالت میں جانا چاہتی تھیں کہ حضور انور نے

میں گمان کرتا ہوں کہ عبدالرحمن نے کہا اور حمزہ بھی شہید ہوئے جو مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمیں دنیا فراخ کی گئی جس قدر کہ فراخ ہے یا یہ کہا کہ ہمیں دنیا دی گئی جتنی کہ دی گئی ہے اور ہمیں یہ ڈر ہے کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ (دنیا ہی میں) نہ دیا گیا ہو پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا ہٹا دیا۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں ایک شخص نے احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ مجھے بتائیے اگر میں (راہ خدا میں) مارا جاؤں تو کہاں (جاؤں گا) آپ نے فرمایا (تو) جنت میں جاوے گا) اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں (تک) پھینکیں اور اتنا لڑا کہ شہید ہو گیا۔

خباب کہتے ہیں ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ ہجرت کی اللہ اب ہمکو ضرور ثواب دیگا۔ بعض ہم میں سے ایسے تھے کہ (دنیا سے) گزر گئے یا چلے گئے اور اپنے اجر سے کچھ نہیں کھایا انہیں میں سے مصعب بن عمیر تھے جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نہ چھوڑا جب ہم اس سے ان کے سر کو ڈھانکتے تھے تو ان کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اُن کے بیٹے زبیر کو حکم دیا کہ جب تک امیر حمزہ دفن نہ کر دیئے جائیں تم اپنی ماں کو علیحدہ رکھو مگر اس بی بی نے اصرار کیا اور حضور انور سے کہا کہ میرا بھائی کہاں ہے حضور نے ارشاد کیا کہ انھیں میں تمھارا بھائی ہوگا۔ بی بی صفیہ نے کہا میں جب تک اپنے بھائی کو نہ دیکھ لوں گی ہرگز واپس نہیں جانے کی۔ جب حضور انور نے انکا یہ جوش اور آمادگی دیکھی تو آپنے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو اور حمزہ کے پاس جانے دو یہ بی بی گئیں اور اپنے بھائی کی لاش پر بیٹھ گئیں اور سسکیاں بھر بھر کے رونے لگیں حضور انور کی مبارک آنکھوں سے بھی برابر آنسو رواں تھے حضرت بی بی فاطمہ بھی پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں اس پر بھی آپ برابر صفیہ کو تسکین دے رہے تھے آپنے فرمایا کہ تم صبر کرو اور اس بات سے خوش ہو تمھارے بھائی جنت فردوس میں پہنچے اور اس شیر خدا اور شیر پیغمبر کو بہت بڑا مرتبہ ملا۔ اسی طرح آپنے مدینہ کی اور عورتوں پر نہایت

پیر کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر باہر رہ جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا اس مصعب کا سر ڈھانکدو اور اس کے پیروں پر اذخر (جو مکہ کی گھاس ہے) کر دو یا ڈالدو (خباب کہتے ہیں) اور بعض ہم میں سے ایسے ہیں کہ میوے اُن کے لئے پک گئے اور وہ انھیں چنتے ہیں۔

حمید انس سے روایت کرتے ہیں کہ انس کے چچا جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے (بعد واقعہ جنگ بدر) انھوں نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد سے غائب رہ گیا (اب) اگر اللہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (لڑائی میں) حاضر کیا تو خدا میری جانبازی کو دیکھ لیگا۔ بعد ازاں جنگ احد درپیش آئی اور لوگ بھاگ گئے انس کے چچا (انس بن النضر) نے کہا بار خدایا مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں اُس سے عذر کرتا ہوں اور مشرکوں کے افعال سے بیزار ہوں پھر اپنی تلوار لیکے آگے بڑھے تو سعد بن معاذ سے ملے اُن سے کہا اے سعد کہاں (جاتے ہو) میں تو اُحد سے ادھر بہشت کی بو سونگھ رہا ہوں پھر آگے چلے اور شہید ہو گئے اور کوئی انھیں (کثرت زخم اور خون آلودہ ہونے کی) پہچان سکا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مہربانی فرمائی اور انھیں تسلی دی جو اپنے مردوں کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں
اسی اثناء میں شہداء کیلئے قبریں کھودی جا رہی تھیں جب قبریں تیار ہو چکیں تو آپ نے
کل شہداء پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر سب کو دفن کر دیا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے
اور تمام مسلمان آپکے ہمرکاب واپس چلے آئے۔

مکہ کی فوج اگرچہ میدان جنگ سے چلی گئی تھی مگر حضور انور کو اس کا خیال برابر لگا ہوا
تھا کہ مبادا وہ مدینہ کو خالی پا کے دوسرے راستہ سے اس پر حملہ نہ کرے یہ خیال
آپ کا بہت صحیح تھا اور فی الحقیقت اگر قریشوں میں اختلاف رائے نہ ہوتا تو ضرور
اس کا ظہور ہو جاتا حضور انور نے پہاڑی سے نیچے اترتے ہی سعد ابو وقاص کے بیٹے
کو قریشوں کی نقل و حرکت دیکھنے کے لئے روانہ کیا۔ سعد نے فوراً تعمیل حکم کی اور
قریشوں کو جا لیا دیکھا کہ ایک مقام پر قریش باہم مشورہ کر رہے ہیں بعض تو اس بات
پر زور دے رہے ہیں کہ مدینہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے کیونکہ اسوقت پر مدینہ بے پناہ ہے

مگر ان کی بہن نے تل کی وجہ سے یا ان کی انگلی کی پور سے انھیں شناخت کر لیا اور ان کے کچھ اوپر
اسی تیرہ کے زخم تھے اور ایک تلوار کا اور ایک تیر کا زخم تھا۔

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے احد کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے
ہمراہ دو مرد سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے جو آپ کی طرف سے بڑی مستعدی سے لڑ رہے تھے۔ سعد
انھیں اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن مجھے اپنے ترکش سے تیر نکال
نکال کر دیئے اور فرمایا اے سعد تیر چلائیے جانجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

سعد (بطور فخر) کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ماں باپ دونوں کو جمع
کر کے (بلفظہ فداک ابی وامی) میرے ہی واسطے کہا ہے۔

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن میرے واسطے اپنے دونوں
ماں باپوں کو جمع کیا۔ مراد سعد کی یہ تھی آپ نے میرے واسطے فداک ابی وامی کہا جبکہ میں لڑ رہا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بہت آسانی سے فتح ہو سکتا ہے مگر اکثر کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ کی شاہراہیں بہت تنگ اور محفوظ ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پیس دیئے جائیں ہمیں صرف اسی فتح پر قناعت کرنی چاہیئے لہذا یہ فیصلہ کر کے وہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سعد نے واپس آکے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ وہ سب لوگ مکہ کی طرف چلے گئے۔ واقدی اپنی تاریخ صفحہ ۲۹۰ میں لکھتے ہیں کہ حضور انور نے سعد کو دشمن کی روانگی یا حملہ کے متعلق یہ علامتیں بتادی تھیں کہ جب تم دیکھو کہ قریش گھوڑوں پر سوار ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو کوتل بنالیا ہے تو سمجھ لینا کہ ان کا رُخ مدینہ کی طرف ہے اور جب وہ اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو کوتل بنالیں تو سمجھ لیا جائے کہ ان کا رُخ مکہ کی طرف ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منجملہ اور باتوں کے یہ علامت بھی سعد نے دیکھ لی تھی جس سے انھیں یقین ہو گیا تھا کہ قریش مکہ کی طرف چلے گئے اور مدینہ پر اب ہرگز حملہ آور نہ ہوں گے۔

اس کے بعد حضور انور نے بیشتہ پر سے نیچے اتر کے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو

حضرت علی فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد بن مالک کے دوسروں کے واسطے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کر کے (لفظ فداک ابی وامی) کہتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

حضرت علی روایت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد کے دوسروں کے واسطے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا آپ اُحد کے دن فرما رہے تھے اے سعد تیر مار سے جا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

معمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اُس نے کہا ابو عثمان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ایام (جنگ احد) میں جس میں آپ کافروں سے لڑ رہے تھے (بڑے صحابیوں میں سے) طلحہ اور سعد بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہا تھا ابو عثمان نے یہ قصہ سعد اور طلحہ کے حالات سے اخذ کیا۔

سائب بن یزید کہتے ہیں میں عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید اللہ اور مقداد اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہا پر میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ مدینہ کی عورتوں نے رونا شروع کیا اور بہت کچھ غل و شور مچایا۔ آپ سب کو دلاسا دیتے ہوئے مسجد میں آئے جہاں آپ آفتاب غروب ہونے کے بعد پہنچے (واقدی صفحہ ۳۰۸)

مدینہ کی یہ شب بہت ہی غمناک تھی اگرچہ قریشوں کے حملہ سے ہر قسم کا اطمینان ہو گیا تھا مگر پھر بھی احتیاط کے طور پر پوری نگرانی کی گئی۔ اور حضور انور کے حجرۂ مبارک پر ننگی تلواروں کا پہرہ مقرر کیا گیا۔ میدان جنگ کے بعض مجروح مسلمان مسجد کے قریب رکھے گئے۔ اُن کے پاس آگ روشن کی گئی اور ہر طرح اُن کی نگرانی ہوئی۔ حضور انور بہت گہری نیند میں سوئے۔ کیونکہ جب حضرت بلال عشا کی نماز کے لئے آپ کو جگانے گئے ہیں تو آپ ایک دو آواز سے نہ جاگے۔ مگر چند لمحہ کے بعد پھر آپ بیدار ہو گئے اور مسجد ہی آکے آپ نے فرمایا کہ یہ شور و غوغا کا ہے کا ہے۔ عرض کیا گیا کہ مدینہ کی عورتیں حضرت امیر حمزہ کا پرسا لینے کے واسطے حاضر ہوئی ہیں۔ حضور انور نے ان عورتوں کو برکت دی اور انھیں حکم دیا کہ تم اپنے اپنے گھر چلی جاؤ

بیان کرتا ہو صرف طلحہ سے میں نے سنا وہ واقعہ احد کی حدیث بیان کرتے تھے۔

قیس کہتے ہیں میں نے طلحہ کا ہاتھ شل ہوا دیکھا کہ اُس سے جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا (نے کے واسطے سپر بنا) یا تھا۔

انس کہتے ہیں جنگ احد کے دن لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے (صرف) طلحہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی چمڑے کی ڈھال لگائے ہوئے کھڑے تھے ابو طلحہ مرد تیر انداز سخت کمان کھینچنے والے تھے اُس دن دو تین کمانیں توڑ ڈالیں۔

اگر کوئی شخص آتا اور اُس کے ترکش میں تیر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے فرماتے انھیں ابو طلحہ کے واسطے ڈال جا۔ انس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اُبھار کے قوم کفار کی طرف دیکھا ابو طلحہ بولے آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ اُونچے ہو کر نہ دیکھئے کہیں آپ کے کافروں کا کوئی تیر نہ لگ جائے (خدا کرے) میرے گلے پر لگے آپ کے نہ لگے۔

انس کہتے ہیں میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم (اپنی والدہ) کو اس حال میں دیکھا کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چنانچہ وہ سب چلی گئیں۔ مدینہ کی عورتوں کا اس کے بعد یہ دستور رہا کہ جب وہ اپنے مرے ہوؤں پر روئیں تو پہلے امیر حمزہ پر روئیں۔ (واقدی صفحات ۲۴۵ و ۳۰۸ کاتب الواقدی صفحات ۱۰۷ و ۱۸۱ - ہشامی صفحہ ۲۶۸ - طبری صفحہ ۲۹۳)

غزوۂ حمراء الاسد

دوسرے دن صبح کو حضور انور نے بلال کو حکم دیا کہ سارے شہر میں یہ منادی کر دے کہ حضور انور قریش کے تعاقب میں روانہ ہونے کو ہیں۔ مگر آپ کے ہمراہ صرف وہی صحابہ ہوں گے جو جنگ احد میں شریک ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی جنگجو مسجد نبوی میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے طلحہ آئے حضور انور نے دریافت کیا۔ قریش کہاں تک پہنچے ہوں گے طلحہ نے عرض کیا کہ ابھی ایک منزل وہ پیچھے ہوں گے۔ حضور انور نے فرمایا یہی میرا خیال ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا طلحہ جو چشم زخم ہم نے کل قریشوں کے ہاتھ سے اٹھائی ہے انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا

وہ دونوں اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں میں ان کی پنڈلیوں پر پازیب کو دیکھتا تھا اور وہ دونوں اپنی پیٹھ پر مشکیں اٹھا اٹھا کر لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں پھر جا کے انھیں بھر کے لاتی تھیں اور قوم کے منہ میں ٹپکاتی تھیں۔ ابو طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار گر پڑی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جبکہ احد کے دن کافروں کو شکست ہوئی شیطان لعین نے یہ غل مچایا اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں سے (بچو) آگے والے (یہ سنکر) پیچھے مڑے اور پیچھے والوں سے لڑنے لگے۔ حذیفہ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے باپ یمان کو لوگ مار رہے ہیں۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے بندو (یہ) میرا باپ ہے۔ عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی تھیں بخدا وہ نہ مانے یہاں تک کہ یمان کو مار ڈالا حذیفہ نے کہا خدا (تمھاری) حفاظت کرے اور تمھیں بخشے۔ عروہ کہتے ہیں بخدا حذیفہ ہمیشہ مرتے دم تک ان کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کو پیادوں پر افسر مقرر کر دیا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ایک دن مکہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضور انور نے ایک جھنڈا جو ابھی تک کھلا نہ تھا حضرت صدیق اکبر کو دیا حالانکہ صدیق اکبر سخت مجروح ہو رہے تھے مگر اس پر بھی اپنے نجات دہندہ کی تعمیل حکم بڑے شوق سے کر کے مکہ کی طرف فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔

دو مسلمان جو محض خبر لینے کے لئے آگے گئے تھے دشمن نے انھیں پکڑ کے حمراء الاسد پر قتل کر ڈالا۔ اسلامی دستہ فوج حمراء الاسد میں اس روز پہنچا کہ جب قریش اسے خالی کر چکے تھے اور وہاں ان دو مسلمانوں کی لاشیں ملیں۔ مذکورہ بالا مقام پر حضور انور تین دن تک قیام پذیر رہے۔ کھانے کے لئے تازہ کھجوریں مل گئی تھیں جن سے مسلمان تازہ دم ہو گئے تھے۔ حضور انور نے حکم دیا کہ چٹانوں کی چوٹیوں پر اس سرے سے اس سرے تک آگ روشن کر دو تاکہ قریشوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی فوج ہمارا تعاقب کر رہی ہے اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ اس شکست نے مسلمانوں کی کمر کو توڑ دیا ہے۔ غرض آپ پانچ

وہ سب پیادے شکست کھا کر (مدینہ) واپس آ رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو پکار رہے تھے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ "والرسول یدعوکم فی اخرکم"۔ ابو طلحہ کہتے ہیں میں بھی ان ہی میں تھا جنگ احد کے دن اونگھ بھیجدی گئی۔ کتنی مرتبہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ تلوار گرتی تھی میں اسے اٹھا لیتا تھا (پھر) وہ گرتی میں اسے اٹھا لیتا۔ لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون (کا شان نزول کیا ہے) حمید اور ثابت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک احد کے دن زخمی ہو گیا آپ نے (ترحما) فرمایا وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا ہو (عذاب سے) کیونکہ بچ سکتی ہے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی "لیس لک من الامر شئی الخ"۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے مدینہ کی عورتوں کو چادریں تقسیم کیں ان میں سے ایک عمدہ چادر بچ رہی حضرت عمر سے کسی نے جو آپ کے پاس بیٹھا تھا کہا اے امیر المومنین یہ چادر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دیدیجئے (رسول خدا صلی اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چھ دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

کاتب الواقدی کا بیان ہے کہ آپ پانچ روز کے بعد چھٹے دن جمعہ کو مدینہ میں داخل ہوئے مگر ہشامی اپنی کتاب صفحہ ۲۷۰ اور طبری صفحہ ۳۹۵ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ صرف پیر۔ منگل۔ بدھ کو باہر رہے اور جمعرات کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

حمراء الاسد آٹھ یا دس عربی میل مدینہ سے ہے سیاح برکھرڈ اور برٹن کا یہ اندازہ ہے کہ مدینہ سے ساٹھ میل ۳۰ دن کی مسافت پر ہے۔ یہ مقام سرخ ریتلی زمین پر واقع ہے اسی لئے اس کا نام حمراء (سُرخ) رکھا گیا۔ اس مقام کو واسط بھی کہتے ہیں کیونکہ ینبوع اور مدینہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے قریب پہاڑوں کا بلند سلسلہ چلا گیا ہے اور چوٹی پر گنبد بنے ہوئے ہیں۔

حضور انور نے ان گنبدوں پر جو آگ جلوائی تھی اس کی روشنی اور لپیٹیں بہت دور سے معلوم ہوتی تھیں۔

علیہ وسلم کی بیٹی سے) مراد ان کی ام کلثوم دختر علیؓ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط اس سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ ام سلیط اُن انصاری عورتوں میں سے ہے جنھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط احد کے دن ہمارے واسطے مشکیں اُٹھا (اُٹھا) کر لاتی تھی۔

جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری کہتے ہیں میں عبید اللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ نکلا جب ہم (شہر) حمص میں پہنچے عبید اللہ نے مجھ سے کہا کیا تجھے وحشی سے ملنے کی آرزو ہے تاکہ ہم اُس سے قتل حمزہ کا حال دریافت کریں میں نے کہا ہاں وحشی حمص ہی میں رہتا تھا ہمنے وحشی کو دریافت کیا کسی نے ہمیں (اشارہ سے) بتایا وحشی وہ اپنے مکان کے سایہ میں بیٹھا ہے گویا کہ وہ (بہری ہوئی) مشک ہے۔ جعفر کہتے ہیں ہم اسکے پاس آکے ٹھیرے اور ہمنے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ جعفر کہتے ہیں عبید اللہ اپنی گٹھڑی اس طرح لپیٹے ہوئے تھا کہ وحشی اسکی آنکھوں اور پیروں کے سوا کچھ نہ دیکھ رہا تھا عبید اللہ نے کہا اے وحشی کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ جعفر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابوعزہ کا قتل

سر ولیم میور متوفی کا یہ خاصہ ہے کہ آپ کی ہمدردی ہمیشہ سرکشوں۔ سفاکوں اور عہد شکنوں سے ہوتی ہے آپ نے اپنی ساری کتاب میں جب موقع ہوا انھیں بنی نوع انسان کے دشمنوں سے ہمدردی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا آپ نے اسی طرح ابوعزہ کے قتل پر بہت ہی افسوس ظاہر فرمایا ہے اگرچہ کھلے الفاظ میں ان الفاظ کا اظہار نہیں کیا مگر طرزِ تحریر اس بات کی صاف گواہی دیتی ہے کہ آپکو ابوعزہ کا قتل سخت بے رحمانہ معلوم ہوا۔

ابوعزہ کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ یہ ایک شاعر تھا اور ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف نظم کہہ کے قریشوں کو مشتعل کیا کرتا تھا یہ شخص جنگِ بدر میں گرفتار ہو کے حضور انور کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اور اس نے عہد کیا تھا کہ اگر حضور مجھے چھوڑ دیں گے تو میں کبھی

کہتے ہیں وحشی نے عبید اللہ کی طرف دیکھکر کہا نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں عدی بن الخیار نے ایک عورت سے جسے اُمِّ قتال دختر ابی العیص کہتے ہیں نکاح کیا تھا وہ عورت مکہ میں عدی کا ایک بچہ جنی تھی میں اُس کے واسطے دودھ پلانے والی تلاش کرتا تھا (اتفاقاً) میں اُس بچہ کو اُسکی ماں کے پاس لیگیا اور وہ بچہ اُسے دیدیا دیسی تیرے قدموں کو دیکھ رہا ہوں (شاید تو وہی ہے) جبیر کہتے ہیں عبید اللہ نے اپنے مونہ سے پردہ ہٹا دیا پھر کہا کیا تو ہم کو قتل حمزہ کی خبر نہیں بتائے گا اس نے کہا ہاں (کیوں نہ بتاؤں گا قتل حمزہ کا یوں قصہ ہے) کہ حمزہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو مار ڈالا تھا مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے عوض حمزہ کو مار ڈالے تو تو آزاد ہے وحشی نے کہا جب لوگ (کوہ) عینین کی لڑائی کے برس نکلے اور عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اُحد کے اور اس کے درمیان ایک نالہ ہے۔ اسوقت میں بھی لڑنے والوں کے ساتھ نکلا جب لڑائی کی صفیں لوگ باندھ چکے سباع (بن عبد العزیٰ) نے (صف سے) نکلکر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے وحشی کہتے ہیں حمزہ بن عبد المطلب نے اُسکے مقابل نکلکر کہا اے سباع

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مخالفانہ اشعار نہ کہوں گا اور نہ مخالفوں کے ساتھ حضور سے جنگ کرنے آؤں گا حضور نے بغیر کسی فدیہ کے ابو عزہ کو چھوڑ دیا۔ ابو سفیان نے اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہ کر پھر قریشوں کے ساتھ اُحد میں چلا آیا اور مسلمانوں سے خوب لڑا۔ غزوہ حمراء الاسد میں جبکہ یہ قریشوں سے پیچھے رہ گیا تھا گرفتار ہو کے دوبارہ حضور انور کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس نے انھیں الفاظ میں معافی مانگی جنھیں وہ بدر میں استعمال کر چکا تھا حضور نے ارشاد کیا نہیں نہ تجھ پر رحم کیا جائے گا اور نہ تجھے معافی دی جائیگی ایک مسلمان بار بار دھوکا نہیں کھا سکتا تو اب کبھی مکہ واپس نہیں جائے گا کہ اپنی ڈاڑھی ہلا ہلا کے کہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا دیکے آیا ہوں یہ کہہ کے آپ نے اشارہ کیا اشارہ ہوتے ہی ایک صحابی نے ایک ہی حربے میں اُسکی گردن اُڑا دی۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۶۔ واقدی صفحہ ۲۹۹۔ ہشامی صفحہ ۲۷۲)

اے ام انمار کے بیٹے جو عورتوں کا ختنہ کرتی تھی۔ کیا تو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ وحشی نے کہا پھر حمزہ نے سباع پر حملہ کیا اور سباع کل گزشتہ کی طرح (معدوم) ہو گیا وحشی نے کہا پھر میں قتل حمزہ کے واسطے ایک پتھر کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے میں نے اُنپر اپنا ہتیار پھینک مارا اور اُن کی زیر ناف بھالا ایسا رکھا اُن کے دونوں سُرین کے پار ہو گیا۔ وحشی نے کہا یہی اُن کا آخری وقت تھا جب سب قریش مکہ میں واپس آئے میں بھی اُن کے ساتھ واپس آکر مکہ میں مقیم ہو گیا جب (بعد فتح مکہ) مکہ میں بھی اسلام شائع ہو گیا تو میں طائف چلا گیا (جب) طائف والوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجے اور مجھ سے کہا آنحضرت قاصدوں کو نہیں ستاتے تو میں بھی اُن کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے جب مجھے دیکھا فرمایا کیا وحشی تو ہی ہے میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا حمزہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا میں کہا ہاں جو کچھ آپ سے لوگوں نے بیان کیا وہی (اجرا) ہے (یعنے میں نے اپنے آقا کے حکم سے مارا تھا)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

معاویہ بن مغیرہ کا دوسرا قتل

یہ شخص بھی قریشوں کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا مگر راستہ بھول کر اِدھر اُدھر پھرتا رہا علی الصباح حضرت عثمانؓ بن عفان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے پاس آیا اور کہا تم مجھے پناہ دو حضرت عثمانؓ کو سخت پریشانی ہوئی کہ بغیر رسول خدا صلعم کے میں کیونکر پناہ دے سکتا ہوں آپ بھاگے ہوئے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر

آپ نے فرمایا کیا تو مجھ سے اپنا مونہ چھپا سکتا ہے۔ وحشی کہتے تھے میں (آپ کے پاس سے اُٹھکر) باہر آگیا بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مسیلمہ کذاب نے خروج (یعنی دعویٰ نبوت) کیا میں نے سوچا میں بھی مسلمانوں کے پاس چلوں شاید مسیلمہ کو مار کر حمزہ کا بدلا اُتار دوں وحشی نے کہا میں (اُن) لوگوں کے ساتھ (جو ابوبکر نے بھیجے تھے) نکلا اور مسیلمہ کا حال جو تھا سو تھا (یعنی اُس کے ساتھ جمعیت کثیر تھی) وحشی کہتے ہیں ایک دفعہ ہی میں نے دیکھا ایک مرد دیوار کی چھل میں کھڑا ہے گویا خاکستری رنگ کا اُونٹ اور پریشان سر ہے۔ میں نے اُس کے اپنا بھالا مارا اور اُسکی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں رکھکر اُس کے دونوں مونڈھوں کے وار پار کر دیا۔ پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑ کر اُسکی کھوپری پر تلوار ماردی (بخاری کہتے ہیں) عبداللہ بن فضیل نے کہا مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی اُس نے عبداللہ بن عمر سے سنا وہ کہتے تھے (جب مسیلمہ مارا گیا) ایک لڑکی نے مکان کی چھت پر (چڑھ کر بطور مرثیہ) کہا وا امیر المومنین قتلہ العبد الاسود یعنی ہائے امیر المومنین کو ایک حبشی غلام نے مارڈالا۔

اُحد کے دن جو زخم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لگے اُن کا بیان۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چاروں دانتوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اللہ کا بڑا غصہ اُس قوم پر ہے جنھوں نے اپنے نبی کے ساتھ (یہ معاملہ) کیا ہوا اور نیز اُس قوم پر ہے جنھیں رسول اللہ نے (بغیر جہاد اور قصاص کے) راہ خدا میں مارا ہو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ کا سخت غصہ اُس قوم پر ہوگا جنھیں نبی نے راہ خدا میں مارا ہو اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہوئے اور عرض کیا کہ میں معاویہ بن مغیرہ کے لئے اجازت چاہتا ہوں کہ وہ بحفاظت میرے مکان پر رہے آپ نے فرمایا کہ صرف تین دن کی مہلت دی جاسکتی ہے تین دن تک وہ تمہارے ہاں رہ سکتا ہے اور تین دن کے بعد اسے مدینہ سے نکل جانا چاہئے تمہارے سفارش سے اسکی جان بخشی کی گئی مگر یہ اُسے جتادو کہ اگر تین دن سے چوتھا دن گزرا تو وہ قتل کر ڈالا جائے گا چنانچہ حضرت عثمانؓ چلے آئے اور اُسے بشارت دی کہ تیرا

نیز اُس قوم پر جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون آلودہ کیا ہو۔
ابی عازمؒ روایت کرتے ہیں انھوں نے سہل بن سعد سے ایسے حال میں سُنا کہ کوئی سعد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا حال پوچھ رہا تھا سہل بن سعد نے کہا خبر دار ہو۔ خدا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دھونے والے اور اسپر پانی ڈالنے والے کو اور جس چیز سے علاج کیا گیا جانتا ہوں حضرت فاطمہ دختر رسول خدا صلی علیہ وسلم تو زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ سپر سے پانی ڈال رہے تھے جب فاطمہؓ نے دیکھا پانی سے خون کم نہیں ہوتا۔ ایک بوریہ کا ٹکڑا جلا کر آپ کے زخم پر چپکا دیا تب خون بند ہو گیا اور ایک دانت آگے کا آپ کا شہید ہو گیا اور چہرہ مبارک آپ کا زخمی ہوا اور خود سر مبارک پر ٹوٹ گیا۔
حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آیت الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم (جنگ احد والوں کی شان میں اُتری ہے) حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے تیرا باپ زبیر اور ابو بکر بھی انہی (حکم قبول کرنے والوں) میں سے تھے جب جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا جو کچھ پہنچا تھا اور مشرکین پلٹ چلے گئے آپ نے اُن کے دوبارہ آجانے کے ڈر سے فرمایا کون ہے جو ان کفار کے پیچھے جاوے اُن میں سے ستر آدمیوں نے قبول کیا عروہ کہتے ہیں انھوں سے ابو بکر اور زبیر تھے۔
شعبہ راوی احد کا بیان اور انھیں میں حمزہ اور یمان اور انس بن النضر اور مصعب بن عمیر تھے۔
قتادہ کہتے ہیں ہم عرب کے قبیلوں میں کسی قبیلہ کو جو زیادہ شہید ہوں انصار سے زیادہ عزت والا نہیں جانتے قتادہ کہتے ہیں ہم سے انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ انصار کے ستر آدمی جنگ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خون معاف ہوگیا ہے مگر تو تین دن سے زیادہ یہاں نہ ٹھیریو۔ حضرت عثمانؓ نے ایک اونٹ اور بہت سا کھانے کا سامان اُس کے حوالے کیا وہ بدنصیب تین دن گزرنے پر بھی حضرت عثمان کے گھر سے نہیں نکلا اور چوتھا دن جب ختم ہوگیا جب وہ بہ مشکل حضرت عثمان کے گھر سے نکلا مگر راستہ بھول گیا حضور انور نے عمار بن یاسر اور زید بن حارث کو

احد کے دن اور بئر معونہ کے دن اور ستر جنگ یمامہ کے دن شہید ہوئے اور بیر معونہ کی لڑائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی تھی اور یمامہ کی لڑائی زمانہ ابوبکر میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی۔

عبدالرحمن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں جابر بن عبداللہ نے انھیں خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں یکجا کرتے تھے پھر پوچھتے ان میں قرآن کون زیادہ جانتا ہے جسے لوگ بتاتے آپ اسی کو لحد میں آگے کر دیتے۔ اور فرماتے میں ان لوگوں پر قیامت کے دن گواہ ہوں گا اور انھیں خون سمیت دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ نہ اُنپر نماز پڑھی گئی اور نہ وہ نہلائے گئے اور ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں ابوالولید نے شعبہ سے اُس نے ابن المنکدر سے روایت کی وہ کہتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے جب میرا باپ شہید ہوا میں نے رونا شروع کیا اور اُن کے مونہ سے کپڑے کو (بار بار) اٹھاتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کرنے لگے (مگر) آپ نے کچھ منع نہ کیا پھر فرمایا اے (جابر) عبداللہ پر مت رو تو اُسے کیوں روتا ہے اُس پر فرشتہ اس کے اٹھنے تک اپنے پروں کا سایہ کرتے ہے۔

ابی موسیٰ سے روایت ہے (بخاری کہتے ہیں) میں گمان کرتا ہوں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا سینہ چر گیا تعبیر اُس کی وہ مصیبت ہے جو بروز اُحد مسلمانوں کو پہنچی پھر (خواب میں) میں نے اُسے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے بہتر ہوگئی اُس کی تعبیر فتح مکہ اور اجتماع مومنین ہے جو پیچھے نصیب ہوا۔ فرمایا اسی خواب میں میں نے گائے کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بھیجا کہ معاویہ بن مغیرہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔
بعض مورخوں کا یہ خیال ہے کہ وہ راستہ نہیں بھولا تھا بلکہ وہ جان بوجھ کے چھپ گیا تھا چنانچہ دونوں مذکور صحابہ نے اسکو اس مقام سے نکال کے قتل کر ڈالا۔

(ذبح ہوتے) دیکھا اور (یہ بھی دیکھا) کہ اللہ بہتر ہے اسکی تعبیر وہ مومن ہیں جو احد کے دن شہید ہوئے تھے۔
خباب کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے حال میں ہجرت کی کہ ہم اللہ کی محض مرضی کے خواستگار تھے اس واسطے اللہ پر (ازراہ فضل وکرم) ہمارا اجر لازم ہو گیا بعض ہم میں سے گزر گئے یا چلے گئے (شک راوی ہے) اور اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا انہی میں سے مصعب بن عمیر ہیں جو احد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نہ چھوڑا جب ہم اس سے اُنکے سر کو ڈھانکتے تھے تو اُن کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر ڈھانکتے تھے تو سر باہر نکلا رہ جاتا تھا رسول اللہ نے فرمایا اس چادر سے سر مصعب کا ڈھانکدو اور اس کے پیروں پر اذخر گھاس کر دیا ڈالدو اور بعض ہم میں سے وہ ہیں اُن کے پھل تیار ہو گئے اور وہ انھیں چنتے ہیں (یعنی فائدہ اُٹھاتے ہیں)
کوہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اس کو عباس بن سہل نے ابی حمید سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔
قتادہ کہتے ہیں میں نے انس سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ احد ایک پہاڑ ہے وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اُسے دوست رکھتے ہیں۔
انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے) کوہ احد دکھائی دیا آپ نے فرمایا یہ احد ایک پہاڑ ہے ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہیں یا اللہ تو کو ابراہیم نے حرام بنایا ہے میں مدینہ کو جو دو سنگستانوں کے درمیان ہے حرام بناتا ہوں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ حارث کا قتل کرنا محض انصاف پر مبنی ہو اگر سر ولیم میور نہ صرف حارث کے بلکہ ہر شخص کے قتل پر نظر کرتے اور تعصب سے کام نہ لیتے تو انھیں کھل جاتا کہ کوئی قتل ظالمانہ طور پر نہیں کیا گیا جو نازک حالت حضور انور کی تھی اور جو سازشیں آپ کے خلاف کی جاتی تھیں اگر تھوڑی دیر کے لئے معترض خیال ہی خیال میں اپنی وہی نازک حالت قرار دیکھے اس بات کو سوچے کہ اگر اس مقام پر اور اس حالت میں ہوں تو اپنے مخالفوں کے ساتھ کیا کروں اسوقت اسے جو کچھ سوجھے گی انصاف کی سوجھے گی اس کے علاوہ موجودہ سلطنتوں کا طرز عمل دیکھ کے بھی انسان سبق حاصل کر سکتا ہے کہ خفیف سے جرم میں شہر کے شہر تو پخانے کے نذر کر دیئے جاتے ہیں اور آناً فاناً میں سینکڑوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

"ہیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا"

اُحد کے شہداء

سر ولیم میور متوفی نے جہاں مسلمانوں کے خیالات۔ عقائد اور اقوال پر نکتہ چینیاں کی ہیں وہاں شہدائے احد کی نسبت بھی وہ چوٹ کرنے سے باز نہیں رہے وہ لکھتے ہیں کہ حضور انور سال میں ایک دفعہ شہدائے احد کی قبروں کے زیارت کے لئے تشریف لیجاتے تھے اور ان پر رحمت بھیجتے تھے اور یہاں تک مسلمانوں کے خیال میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ مردے بھی سلام کا جواب دیتے ہیں۔ میور صاحب لکھتے ہیں کہ نصف صدی گزرنے کے بعد عجیب و غریب روایتیں شہدائے احد کی نسبت زبان زد خلائق ہو گئیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ ایک دفعہ پانی کا بہت سخت طوفان آیا یہاں تک کہ شہداء کی قبریں پانی میں بہ گئیں لوگوں نے دیکھا کہ سب شہداء اس طرح پڑے سو رہے ہیں جیسے کوئی زندہ آدمی آرام کی نیند سوتا ہے اور دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ تازہ خون شہیدوں کے زخموں سے بہ رہا ہے۔ دوسری روایت میور صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے احد میں ایک نہر کاٹنی چاہی تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لوگوں نے اُن سے کہا کہ یہ نہر شہدا کی قبروں میں سے ہو کر گزرے گی امیر معاویہ نے اس پر حکم دیا کہ قبریں کھود کر کُل شہید نکال لئے جائیں اور وہ دوسرے مقام پر دفن کر دیئے جائیں چنانچہ قبریں کھدیں اور ایک ایک شخص نے ایک ایک شہید کو اپنے کندھے پر اُٹھا لیا ان شہیدوں کے جسم بالکل تازہ تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ قبریں کھودنے میں ایک شخص کی کدال امیر حمزہ کی پنڈلی میں لگ گئی تھی جسوقت انھیں باہر نکالا ہے تو پنڈلی سے خون جاری تھا یہ حکایتیں لکھ کے سر ولیم میور نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ مسلمانوں نے کہانیاں اس لئے تراشی تھیں کہ سپاہیوں یا عام مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا جوش ہو اور وہ شہادت کو ایک اعلیٰ درجہ کا مرتبہ خیال کریں۔

میور صاحب کا یہ خیال کئی پہلوؤں سے غلط ہے اول تو یہ کہ وہ اس قسم کی کوئی کہانی پچاس برس پہلے کی بیان نہیں کرتے اور پچاس برس کے عرصہ میں مسلمانوں کی فتوحات شام۔ کل ایران اور افریقہ کے بڑے حصہ کو زیر نگیں کر لیا تھا جب مسلمانوں کی فتوحات اس قدر بڑھ گئی تھیں اور شائستہ دنیا کا بڑا حصہ وہ فتح کر چکے تھے پھر انکو سپاہیوں کو جوش دینے کے لئے ایسی کہانیوں کی کیا ضرورت تھی دوسرے یہ کہ وہ صحیح روایتیں جن کی اسناد موجود ہیں میور صاحب کے خیال میں ہمیشہ غلط ثابت ہوتی ہیں اور وہ مسلمانوں کی صحیح سے صحیح روایت پر جو ان کے مطلب کے خلاف ہو بغیر غور کئے نہیں رہتے یہاں تک کہ انھوں نے صحیح بخاری کی کل حدیثوں کو اپنے زعم میں غلط ثابت کر دیا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے ان دو حکایتوں کو کیونکر صحیح تسلیم کر کے اُن سے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ان کی یہ روایتیں صحیح بھی ہیں تو کوئی بات اس میں عقل کے خلاف نہیں معلوم ہوتی اگر وہ طبقات الارض کے علم سے ماہر ہوتے تو کبھی اس قسم کا لچر پوچ اعتراض نہ کرتے ہر زمین کی تاثیر علیحدہ ہوتی ہے بعض ملکوں کی زمینوں میں تو یہ تاثیر ہوتی ہے کہ مردہ قبر میں رکھنے کے تین چار دن کے بعد سڑ جاتا ہے جیسے ہندوستان کی زمین ہے کہ یہاں بڑے جثہ کی بھی کیفیت ہے

مگر بغداد وغیرہ کی طرف اس قسم کی زمینیں موجود ہیں جن میں قوت جاذبہ ایسی ہے کہ مُردے کے جسم کی ساری رطوبت وہ اپنے میں جذب کر لیتی ہے اور ان زمینوں کے مُردے اگر سالہا سال کے بعد قبروں میں سے اکھیڑے جائیں تو بظاہر ان کی جسمانی حالت میں کسی قسم کا فرق نہیں معلوم ہوتا اب رہا یہ واقعہ کہ امیر حمزہ کے پیر میں کلہاڑی لگی اور اس سے خون بہتا ہوا معلوم ہوا خلاف قیاس نہیں ہے جس کا بیّن ثبوت مہدی کی لاش سے ہوتا ہے جسے افریقہ میں لارڈ کچنر نے کھود کے نکالا اور اُس کا سر قلم کیا مہدی کا جسم بالکل اصلی حالت میں پایا گیا گویا کہ ابھی دفن ہوا ہے اور جس وقت سر کاٹا گیا تو برابر خون بہا جس کی شہادت خود لارڈ کچنر نے دی حالانکہ مہدی کو مرے ہوئے اور دفن ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ مذہبی حیثیت سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس سے یہ نتیجہ آسانی کے ساتھ اخذ ہو سکتا ہے کہ نیک بندوں کے اجسام خراب نہیں ہوتے اور وہ اپنی اصلی حالت پر رہتے ہیں زمین کی گرمی اور ہوا کا بند ہونا انھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر جو لوگ مذہبی نہیں ہیں وہ علوم جدیدہ کے اصول سے اسکے اسباب کچھ نہ کچھ ضرور پیدا کر لیں گے وہی اسباب ہم امیر حمزہ کے متعلق پیش کر سکتے ہیں پھر بھی کوئی تعجب کی بات نہ ہوئی ان سب وجوہات پر غور کر کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سر ولیم میور کی نکتہ چینیاں منہ کے بل گر پڑیں۔

اس کے بعد میور صاحب نے اُحد کی شکست کے متعلق کچھ باتیں بنائی ہیں مگر چونکہ اس کا مفصل ذکر گزشتہ صفحوں میں ہو چکا ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ کرنا ہم غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

حضور انورؐ کی دعوت

اُحد کی جنگ کے بعد حضور انورؐ کی دعوت سعد ابن ربیع کی بیوہ نے کی سعد اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور سعد کا باپ بنی خزرج کے قبیلہ کا ایک شیخ تھا اسوقت سعد کی ایک بیوہ تھیں اور دو لڑکیاں تھیں مگر سعد کے بھائی نے ملکی قانون کے بموجب سعد کی کل جائداد منقولہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لیا تھا بیچاری بیوہ بہت ہی غمگین تھیں اور چاہتی تھیں کہ اپنے شوہر کی جائداد میں سے اسے بھی حصہ ملے اس نے حضور انور کی بیس صحابہ کے ساتھ دعوت کی آپ نے اسکی دعوت قبول فرمائی اور آپ وقت مقررہ پر اس کے مکان پر پہنچے جہاں کھجوروں کے درخت بہت سے لگے ہوئے تھے اور چشمے بہتے تھے۔ میزبان نے چادروں کا فرش کیا تھا جہاں آپ معہ اپنے صحابیوں کے تشریف فرما ہوئے آپنے بیوہ سے نہایت مہربانی کے ساتھ باتیں کیں اور اُس کے بہادر شوہر کا ذکر کیا۔ بیوہ اور اُس کے ساتھ کی عورتیں پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں حضور انور کی مبارک آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ آخر کھانا چنا گیا اور حضور انور نے معہ صحابہ کے کھانا تناول فرمایا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو بیوہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بیان کیا کہ سعد جیسا کہ آپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں اُحد میں شہید ہو چکا ہے اس کے بھائی نے اُسکی کل میراث دبا لی ہے۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا میں اپنی کیونکر پرورش کروں گی اور ان دو لڑکیوں کی کس طرح شادی کروں گی اس پر حضور انور نے یہ ارشاد کیا خدا تعالیٰ میراث کے متعلق فیصلہ کر دیگا ابھی تک مجھے کوئی حکم میراث کی بابت نہیں ملا ہے جب میں اپنے گھر چلا جاؤں تو تم میرے پاس پھر کسی وقت آنا آپ جسوقت دولت کدے پر پہنچے تھوڑی دیر کے بعد جب آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک وحی نازل ہونیکی علامتیں آپ کی صورت سے معلوم ہونے لگیں اور آپ کی مبارک پیشانی سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے جب یہ حالت طاری ہو چکی تو آپنے فوراً حکم دیا کہ سعد کی بیوہ اور سعد کے دونوں بھائیوں کو بلایا جائے وہ فوراً حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے سعد کے بھائیوں کی صورت دیکھتے ہی یہ ارشاد کیا کہ جو کچھ تمہارا بھائی چھوڑ گیا ہے اس میں سے دو تہائی تو ان لڑکیوں کو دو اور اس میں سے ایک آٹھواں حصہ اس بیوہ کا ہے اور باقی تم لے لو یہ سنتے ہی بیچاری بیوہ مارے خوشی کے پھول گئی اور اس نے بڑے جوش سے پکار کے کہا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر۔

گویا اس حصہ کو میراث کے قانون کا شان نزول سمجھنا چاہیئے اس تسلیم کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا نزول اوقات مختلفہ میں ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی قرآن مجید

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نازل ہوتا گیا اسکی آیتوں یا احکام کے شان نزول کے متعلق علما میں بہت بڑا اختلاف ہے کوئی کسی آیت کا شان نزول کچھ بتاتا ہے اور کوئی کچھ مگر مسلمانوں کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو قرآن مجید اسوقت ان کے ہاتھ میں ہے یہ لوح محفوظ میں جوں کا توں موجود تھا جب پہلے سے ایک شے مرتب ہو چکی تھی اور پھر وہ پارہ پارہ ہو کے دنیا میں ظاہر ہوئی تو اس کے لئے کسی شان نزول کا مقرر کرنا کچھ زیادہ ضروری نہیں معلوم ہوتا اب جیسے میراث ہی کے متعلق اوپر بیان ہوا ہے کہ ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس قسم کے جھگڑے میراث کے تو کل شہر والوں کے گھر میں اٹھے ہوں گے اسلئے کہ جب ملک کا قانون یہ تھا کہ لڑکیاں اور بیویاں اپنے باپ اور شوہر کی میراث سے محروم کر دی جاتی تھیں تو سب سے زیادہ یہ مصیبت سعد کی بیوی ہی کو کیوں محسوس ہوئی اور لوگوں کو بھی محسوس ہونی چاہئے تھی لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک شخص کوئی فرقہ محسوس ہوئی اور اس کے لئے آسمان سے ایک قانون نازل ہوا اور اس قانون نے اپنے دائرے میں ان لاکھوں آدمیوں کو محاط بنا لیا جنہیں وہ ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی تھی اور اس قانون کی بنیادیں ایسی مضبوط کی گئیں کہ قیامت تک خدا کی مخلوق کا ایک بڑا حصہ ان پر قائم رہنے کے لئے مجبور کر دیا گیا یہ بات کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی ہم قرآن کے قوانین کو ہنگامی نہیں مانتے کہ ہم ان کے لئے شان نزول تجویز کرتے پھریں بلکہ ہمارا یقین اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یکے بعد دیگرے قرآن مجید کے مستقل قوانین کی اشاعت لوگوں میں دی گئی اور اسے انسان کی زندگی کا ایک غیر فانی دستور العمل بنا دیا ایسی روایتیں بہت سی ملتی ہیں جن میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں مقام پر آنحضرت تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں آپ سے کچھ سوال کیا اسوقت آپ خاموش ہو رہے لیکن پھر آسمان سے اسکا جواب آگیا یہ روایتیں ممکن ہے کہ صحیح ہوں مگر قرآن کے مستقل قوانین کے مقابلہ میں ان کی صحت و غیر صحت کچھ فائدہ نہیں دیتی میراث کی آیت کا شان نزول جو ہمنے اوپر لکھا ہے یہ میور صاحب کی لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ - اور ۱۹۷ سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کرنے لگے بنی اسد کا یہ سردار جس کا اوپر ذکر ہوا وہ شخص ہے جس نے بعد ازاں حضور انور کے مقابلہ میں پیغمبری کا دعوے کیا۔

سُفیان بن خالد کا قتل

مکہ کے گرد و نواح میں ایک اور قبیلہ آباد تھا جس کا سردار سفیان بن خالد تھا اس نے چاہا کہ اُحد کی فتح کو کمال پر پہنچانے کے لئے مدینہ پر حملہ کیا جائے حضور انور نے جب یہ سنا کہ یہ شخص مکہ کے قریشوں کو بھی اپنے ساتھ ورغلا رہا ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ کر کے اپنی فتح کی تکمیل کر لیں تو حضور انور نے فوراً عبداللہ ابن انیس کو چند ہدایتیں فرما کے اس کے قتل کے لئے روانہ کیا محض اس خیال سے کہ ایک شریر النفس شخص کا قتل ہزاروں بیگناہوں کی جانیں بچاوے گا عبداللہ نے یہ عرض کیا کہ میں سفیان بن خالد کو نہیں پہچانتا نہ میں نے اُسے کہیں دیکھا آپ اس کی شکل و شباہت بتا دیجئے تو میں اُسے پہچان لوں حضور انور نے اُس کا پورا نقشہ بتا دیا اور عبداللہ کو رخصت کر دیا عبداللہ تنہا روانہ ہوئے اور بطور والنٹیر کے اس کے ساتھ شریک ہو گئے اور اپنا موقع تاکتے رہے ایک دن وہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا اور رات ہو گئی تھی سفیان کے کل دوست اِدھر اُدھر پڑے سو رہے تھے چنانچہ انیس کے بیٹے نے سفیان کا سر کاٹ لیا اور بغل میں مار کے آپ روانہ ہو گئے وہاں اس کی کسی کو بھی خبر نہ ہوئی تھی بڑی دیر کے بعد جب لوگ اُٹھے اور انھیں معلوم ہوا تو وہ عبداللہ کے پیچھے دوڑے مگر عبداللہ اُن کی زد سے نکل چکے تھے جس وقت عبداللہ مدینہ میں آئے ہیں تو حضور انور مسجد میں تھے۔ حضور انور نے عبداللہ کو مبارکباد دی اور پوچھا کیا ہوا عبداللہ نے اُسی وقت سر نکال کے حضور انور کے قدموں پر رکھ دیا یہ دیکھ کر حضور انور بہت خوش ہوئے آپ نے اسی وقت اپنا عصا بطور تحفہ کے عبداللہ کو دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن جبکہ تمام مخلوق کے پاس سہارے کی کوئی چیز نہیں ہونے کی یہ عصا تجھے سہارا دے گا عبداللہ اس عطیہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ وہ کسی وقت اُسے اپنے پاس سے جدا ہی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کرتے تھے اور مرنے سے پہلے انھوں نے یہ وصیت کردی تھی کہ اس عصا کو میرے ساتھ قبر میں دفن کردینا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ عصا ان کے ساتھ قبر میں دفن کردیا گیا۔

سفیان کے قتل ہونے سے وہ مجمع جو مکہ کے قریب ہو رہا تھا منتشر ہوگیا۔ ہمارے ولیم میور صاحب نے اپنی حسب عادت اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ میں سفیان کے قتل پر بیجا اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت کی شان سے ایسے فریب اور دغابازی سے قتل کرانا بعید تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضور انور رسول خدا کو اس بات کی شکایت کا حق حاصل نہیں ہے کہ ان کے متعدد اصحاب اسکے بعد نہایت بے رحمی سے کیوں قتل کرڈالے گئے یہاں میور صاحب متوفی نے اپنی ایک آنکھ بند کرکے صرف ایک ہی آنکھ سے دیکھا ہے مکہ میں مسلمانوں کا بے رحمانہ قتل سفیان کے قتل سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا سفیان وہ شخص تھا جو سینکڑوں آدمیوں کی جانیں ہلاک کرنے کے لئے قبائل کو ورغلا رہا تھا ایسے شخص کا اخلاقاً قانوناً غرض ہر طرح سے قتل واجب ہے جس کے قتل سے ہزاروں جانیں بچتی ہیں مگر یہ پانچ چھ صحابہ جو رسول خدا نے مکہ کی طرف بھیجے تھے شورش پھیلانے اور کسی قبیلہ کو ورغلانے کے لئے نہیں روانہ کئے تھے بلکہ ان کا منشا یہ تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبائل جنکا رجحان اسلام کی طرف معلوم ہوتا تھا اگر ممکن ہو تو مسلمان کرلئے جائیں مگر ظالم قریشیوں نے جس کا بیان آگے آئے گا نہایت بے رحمی سے انھیں قتل کرڈالا کاش میور صاحب انصاف کی نظر کے ساتھ دونوں آنکھوں سے دیکھتے تو انھیں سفیان اور اصحاب رسول کے قتل میں بہت بڑا فرق معلوم ہوتا۔

اس قتل کا مفصل حال یہ ہے کہ چند شریر قبائل نے آپس میں گفتگو کرکے حضور انور کے پاس نہایت فریب سے یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے قبیلہ کے کل آدمی مسلمان ہوگئے ہیں اب صرف اسکی ضرورت ہے کہ آپ چند صحابہ انکے پاس بھیجیں تاکہ وہ احکام اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم ہماری قوم کو کردیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ لوگ عاصم کے باپ کے گھر میں آکے اترے اور بہت ہی محبت کا برتاؤ کر رکھا تھا اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ہاں آؤ تو تمہاری بہت خاطر مدارات کی جائے اور تم سے بہت کچھ ہمیں شرف حاصل ہو۔ آخر حضور انور نے ان کے کہنے سے دس آدمی انکے ساتھ بھیجنے کے لئے انتخاب کئے ان میں سات شخص وہاں جانے کے لئے تیار ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ عاصم بن ثابت۔ مرثد بن ابی مرثد۔ خبیب بن عدی۔ عبداللہ بن طارق۔ خالد بن البکیر۔ معتب بن عبیدہ۔ زید بن دثنہ۔ غرض حضور انور کے حکم سے یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سازشی لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ جب یہ سارا گروہ ہذیل پر پہنچا۔ تو شریروں میں سے ایک شخص چپکے سے نکل کے اپنے قبیلہ کی طرف چلدیا اور سفیان بن خالد کو خبر دی کہ شکار ہم لے آئے ہیں اور وہ قریب آگیا ہے۔ چنانچہ سفیان بن خالد بائیس مسلح آدمی ساتھ لیکے ان پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ مخبر جس نے اسے آکے خبر دی تھی اس ہتھیار بند دستہ کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ دونوں گروہوں کا مقابلہ ہوگیا۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھ گئے کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے اور ہم شرعہ میں پھنس گئے ہیں چنانچہ خالد بن البکیر نے عاصم سے کہا تیرے ہمانوں نے ہمیں فریب دیا ہے۔ عاصم نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر ضرور لڑنا چاہیئے اور بے بسانہ اپنے کو ان کے حوالہ نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ سنکے ساتوں مسلمان تیار ہوگئے۔ مخالفوں نے دیکھا کہ ہمارا افسوں نہیں چل گیا انھوں نے دوسری چال چلنی شروع کی۔ اور کہنے لگے ناحق تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو اپنے ہتھیار ہمارے حوالہ کردو ہم تمھیں تمہارے جان لیکے چھوڑ دیں گے۔ عاصم نے کہا کہ یہ بھی ان کا فریب ہے میں زندہ گرفتار نہیں ہونے کا۔ میں اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کرتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں نہ کسی کافر کی امان منظور ہے اور نہ کسی کافر کے ہاتھ دینا منظور۔ یہ کہکے عاصم نے تیر مارنے شروع کئے یہاں تک ترکش خالی ہوگئی پھر نیزہ سے جنگ کی نیزہ بھی ٹوٹ گیا پھر عاصم نے قاضی الحاجات کے حضور میں دعا کی بارخدایا میں تیرے دین کی حمایت میں اپنی جان قربان کرتا ہوں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کرتے تھے اور مرنے سے پہلے انھوں نے یہ وصیت کردی تھی کہ اس عصا کو میرے ساتھ قبر میں دفن کردینا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ عصا اُن کے ساتھ قبر میں دفن کردیا گیا۔

سفیان کے قتل ہونے سے وہ مجمع جو مکہ کے قریب ہو رہا تھا منتشر ہوگیا۔ ہمارے ولیم میور صاحب نے اپنی حسب عادت اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ میں سفیان کے قتل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت کی شان سے ایسے فریب اور دغابازی سے قتل کرانا بعید تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضور انور رسول خدا کو اس بات کی شکایت کا حق حاصل نہیں ہے کہ ان کے متعدد اصحاب اسکے بعد نہایت بے رحمی سے مکہ میں قتل کروائے گئے یہاں میور صاحب متوفی نے اپنی ایک آنکھ بند کرکے صرف ایک ہی آنکھ سے دیکھا ہے مگر میں مسلمانوں کا بے رحمانہ قتل سفیان کے قتل سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا سفیان وہ شخص تھا جو سینکڑوں آدمیوں کی جانیں ہلاک کرنے کے لئے قبائل کو ورغلا رہا تھا ایسے شخص کا اتفاقاً قانوناً غرض ہر طرح سے قتل واجب ہے جس کے قتل سے ہزاروں جانیں بچیں مگر یہ پانچ چھ صحابہ جو رسول خدا نے مکہ کی طرف بھیجے تھے شورش پھیلانے اور کسی نبیاء کو ورغلانے کے لئے نہیں روانہ کئے تھے بلکہ اُن کا کام شاید یہ تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبائل جنکا رجحان اسلام کی طرف معلوم ہوتا تھا اگر ممکن ہو تو مسلمان کرلئے جائیں مگر ظالم قریشیوں نے جس کا بیان آگے آئے گا نہایت بے رحمی سے انھیں قتل کروالا کاش میور صاحب انصاف کی نظر کے ساتھ دونوں آنکھوں سے دیکھتے تو انھیں سفیان اور صحابائے رسول کے قتل میں بہت بڑا فرق معلوم ہوتا۔

اس قتل کا مفصل حال یہ ہے کہ چند شریر قبائل نے آپس میں گفتگو کرکے حضور انور کے پاس نہایت فریب سے یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے قبیلہ کے کل آدمی مسلمان ہوگئے ہیں اب صرف اسکی ضرورت ہے کہ آپ چند صحابہ انکے پاس بھیجیں تاکہ وہ احکام اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم ہماری قوم کو کریں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ لوگ عاصم کے باپ کے گھر میں آکے اترے اور بہت ہی عزت کا برتاؤ کر رکھا تھا
اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ہاں آؤ تو تمھاری بہت خاطر مدارات کی جائے اور تم سے
بہت کچھ ہمیں شرف حاصل ہو۔ آخر حضور انور نے ان کے کہنے سے دس آدمی انکے ساتھ
بھیجنے کے لئے انتخاب کئے ان میں سات شخص وہاں جانے کے لئے تیار ہوئے جن کے
نام یہ ہیں۔ عاصم بن ثابت۔ مرثد بن ابی مرثد۔ خبیب بن عدی۔ عبداللہ بن
طارق۔ خالد بن البکیر۔ معتب بن عبیدہ۔ زید بن دثنہ۔ غرض حضور انور کے
حکم سے یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سارے لوگ ان کے ساتھ ہوئے جب
یہ سارا گروہ رجیل پہ پہنچا۔ تو شریروں میں سے ایک شخص چپکے سے نکل کے اپنے
قبیلہ کی طرف چلدیا اور سفیان بن خالد کو خبر دی کہ شکار ہم لے آئے ہیں اور وہ قریب
آگیا ہے۔ چنانچہ سفیان بن خالد بائیس مسلح آدمی ساتھ لیکے ان پر حملہ کرنے کی غرض
سے روانہ ہوا۔ خبر جس نے اسے آکے خبر دی تھی اس بیچارہ بد دستہ کے ساتھ تھا
ہوا۔ یہاں تک کہ دونوں گروہوں کا مقابلہ ہوگیا۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں
اور وہ سمجھ گئے کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے اور ہم نرغہ میں پھنس گئے ہیں چنانچہ خالد بن
البکیر نے عاصم سے کہا تیرے ہمراہیوں نے ہمیں فریب دیا ہے۔ عاصم نے کہا تم سچ کہتے
ہو مگر ضرور لڑنا چاہئے اور بے بسانہ اپنے کو ان کے حوالہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سنکے
ساتوں مسلمان تیار ہوگئے۔ مخالفوں نے دیکھا کہ ہمارا افسوس قتل گیا انھوں نے
دوسری چال چلنی شروع کی۔ اور کہنے لگے ناحق تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو
اپنے ہتیار ہمارے حوالہ کردو ہم تمھیں عہد و پیمان لیکے چھوڑ دیں گے۔ عاصم نے
کہا کہ یہ بھی ان کا فریب ہے میں زندہ گرفتار نہیں ہونے کا۔ میں اپنی جان امد کے
نام پر قربان کرتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں نہ کسی کافر کی امان منظور ہے اور
نہ کسی کافر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا منظور۔ یہ کہکے عاصم نے تیر مارنے شروع کئے یہاں تک
ترکش خالی ہوگئی پھر نیزہ سے جنگ کی نیزہ بھی ٹوٹ گیا پھر عاصم نے قاضی الحاجات
کے حضور میں دعا کی بار خدایا میں تیرے دین کی حمایت میں اپنی جان قربان کرتا ہوں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تو میرے جسم کی قتل کے بعد بے حرمتی ہونے دیجو یہ دعا اس لئے مانگی گئی تھی کہ سلافہ ابی طلحہ کی جو رونے یہ دھندورا پیٹوا دیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لائے گا اُسے اتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور یہ قسم کھائی تھی کہ میں اس کے کاسۂ سر میں شراب پیا کروں گی۔ جب عاصم نے شہادت پائی تو مشرکوں نے اس کا سر اُتارنا چاہا تاکہ وہ اس سر کو سلافہ کے پاس لے جائیں تاکہ اس سے اونٹوں کا اور موعود مال و دولت کا انعام لیں جب وہ سر کاٹنے لگے تو یکایک بہت سی بھڑیں نمودار ہوئیں اور جن لوگوں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تھا انہو چمٹنے لگیں مشرکوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اسوقت خاموش ہو جانا چاہیئے رات کو جب یہ سب بھڑیں غائب ہو جائیں گی تو ہم سر کاٹ لیں گے چنانچہ رات کو اتفاق سے ایسا طوفان آیا کہ عاصم کی لاش پانی میں بہہ کے کہیں چلی گئی (ہشامی صفحہ ۲۷۵ - کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۹ - واقدی صفحہ ۳۴۷)

مصور صاحب نے حسب عادت اپنی اس روایت کا مضحکہ اُڑایا ہے حالانکہ یہ بات ناممکن الوقوع اور خلاف فطرت نہیں ہے قرین قیاس ہے کہ اسکے قریب پہاڑ کی کسی کھوہ میں بھڑوں کا کوئی چھتہ ہو اور کسی صدمہ سے وہ ٹوٹ گیا ہو اور بھڑیں اُڑنے لگی ہوں بھڑوں کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے چھتے کو چھیڑا جاتا ہے تو وہ پاس کے آدمیوں کو لپٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح شب کو مینھ کا طوفان آنا بھی ممکن اور قرین قیاس ہے چونکہ پہاڑ کے دامن میں یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے یہ دونوں باتیں ممکن الوقوع ہیں مذہبی خیال کے لوگ ہمیشہ ایسے ناگہانی امور پر خداوند تعالےٰ کے جلال اور اُس کی قدرت کا انحصار رکھ کے اس کے عجائب و غرائب مظاہر کا تماشہ دیکھتے ہیں جبکہ خود انجیل میں حضرت مسیح کے صلیب پانے کے وقت مافوق الفطرت باتوں کا ظہور لکھا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دو باتوں کے متعلق کیوں تعجب کیا گیا ہے۔

ان صحابہ میں سے سات تو شہید ہو گئے اور تین پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے تھے جن کا نام یہ ہے خبیب بن عدی۔ عبداللہ بن الطارق۔ اور زید قریشیوں نے ان تینوں صحابہ سے یہ کہا کہ ہم تمہیں قتل نہیں کرنے کے تم نیچے چلے آؤ چنانچہ ذلیلوں نے نہایت ہی بے ایمانی سے اپنے باطل معبودوں کی قسمیں کھائیں اور انھیں اچھی طرح یقین دلا دیا غرض اس عہد و پیمان کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بعد یہ تینوں اصحاب رسول پہاڑ سے نیچے آگئے اور معاہدہ کے مطابق اپنے ہتیار مخالفوں کے حوالے کر دیئے جب قریشوں کے ہاتھ میں مسلمانوں کے ہتیار آگئے انھوں نے فوراً اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور اُن کی مشکیں باندھنے لگے طارق نے جب دیکھا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی تو انھوں نے نہایت جوش اور چالاکی سے ایک مشرک کی تلوار چھین لی اور اس پر حملہ کیا مگر اسی اثنا میں قریشوں نے اس زور سے کئی پتھر طارق پر مارے کہ فوراً وہ شہید ہو گئے۔ پھر خبیب اور زید کو جکڑ بند کر کے مشرک مکہ میں لے آئے اور انھیں بیچ ڈالا۔ مول لینے والے نے ان دونوں مظلوموں کو قید کر دیا اور جب ماہِ حرام گزر گیا تو قریش ان دونوں کو موضع تنعیم میں لے گئے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جانب شمال و مغرب واقع ہے وہاں جب ان بیگناہوں کو قریش سولی دینے لگے تو خبیب نے مشرکوں سے یہ کہا کہ تم مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی فرصت دیدو مشرکوں نے اجازت دیدی خبیب نے نہایت اطمینان سے نماز پڑھی اور اسکے بعد ان پر نفرین کی اور افسوس کیا کہ تم نے نہایت بزدلانہ طور پر ہمارے ساتھ عہد شکنی کی خداوند تعالےٰ کی طرف سے تمھیں اس کا عوض ملے گا۔ مشرکوں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا انھوں نے خبیب کو دار پر کھینچ دیا اور اس صورت سے دار پر کھینچا کہ ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو گئی اس پر خبیب نے یہ کہا کہ کعبہ کی طرف میرے مونہ ہونے سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ نے فرمادیا ہے "انما تولوا فثم وجہ اللہ" یعنی ہر طرف اللہ کا منہ ہے۔ اس پر مشرکوں نے یہ کہا کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ اور اپنے آبائی دین میں آجاؤ تو ہم ابھی تمھیں سولی سے اُتار لیتے ہیں خبیب نے اس سے انکار کیا کافروں نے بلکہ کہا لات و عزیٰ کی قسم ہم تمھیں ضرور قتل کریں گے اُس وقت خبیب نے ایک آہ سرد بھر کے جناب باری میں یہ التجا کی کہ سوائے دشمنوں کے اسوقت کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا کہ میں اپنا سلام تیرے حبیب کے پاس بھیجوں کہتے ہیں کہ اسوقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ یکایک آپکے بشرہ مبارک پر وحی کی علامت ظاہر ہوئی حضور انور نے فوراً یہ فرمایا کہ قریشوں نے خبیب کو قتل کر ڈالا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تو میرے جسم کی قتل کے بعد بے حرمتی نہ ہونے دیجو یہ دعا اس لئے مانگی گئی تھی کہ سلافہ ابی طلحہ کی جورو نے یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لے آئے گا اُسے اتنے اونٹ دیئے جائیں گے اور یہ قسم کھائی تھی کہ میں اس کے کاسۂ سر میں شراب پیا کروں گی۔ جب عاصم نے شہادت پائی تو مشرکوں نے اس کا سر اُتارنا چاہا تاکہ وہ اس سر کو سلافہ کے پاس لے جائیں تاکہ اس سے اونٹوں کا اور موعود مال و دولت کا انعام لیں جب وہ سر کاٹنے لگے تو یکایک بہت سی بھڑیں نمودار ہوئیں اور جن لوگوں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تھا اُنکو لپٹنے لگیں مشرکوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اسوقت خاموش ہو جانا چاہئے رات کو جب یہ سب بھڑیں غائب ہو جائیں گی تو ہم سر کاٹ لیں گے چنانچہ رات کو اتفاق سے ایسا طوفان آیا کہ عاصم کی لاش پانی میں بہ کے کہیں چلی گئی (ہشامی صفحہ ۲۷۵ - کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۹ - واقدی صفحہ ۳۴۷)

میور صاحب نے حسب عادت اپنی اس روایت کا مضحکہ اُڑایا ہے حالانکہ یہ بات ناممکن الوقوع اور خلاف فطرت نہیں ہے قرین قیاس ہے کہ اسکے قریب پہاڑ کی کسی کھو میں بھڑوں کا کوئی چھتہ ہو اور کسی صدمہ سے وہ ٹوٹ گیا ہو اور بھڑیں اُڑنے لگی ہوں بھڑوں کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے چھتے کو چھیڑا جاتا ہے تو وہ پاس کے آدمیوں کو لپٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح شب کو مینھ کا طوفان آنا بھی ممکن اور قرین قیاس ہے چونکہ پہاڑ کے دامن میں یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے یہ دونوں باتیں ممکن الوقوع ہیں مذہبی خیال کے لوگ ہمیشہ ایسے ناگہانی امور پر خداوند تعالےٰ کے جلال اور اُس کی قدرت کا انحصار رکھ کے اس کے عجائب و غرائب مظاہر کا تماشہ دیکھتے ہیں جبکہ خود انجیل میں حضرت مسیح کے صلیب پانے کے وقت مافوق الفطرت باتوں کا ظہور لکھا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دو باتوں کے متعلق کیوں تعجب کیا گیا ہے۔

دس صحابہ میں سے سات تو شہید ہو گئے اور تین پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے تھے جن کا نام یہ ہے خبیب بن عدی - عبداللہ بن الطارق - اور زید قریشوں نے ان تینوں صحابہ سے یہ کہا کہ ہم تمھیں قتل نہیں کرنے کے تم نیچے چلے آؤ چنانچہ قریشوں نے نہایت ہی بے ایمانی سے اپنے باطل معبودوں کی قسمیں کھائیں اور انھیں اچھی طرح یقین دلا دیا غرض اس عہد و پیمان کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بعد یہ تینوں اصحاب رسول پہاڑ سے نیچے آگئے اور معاہدہ کے مطابق اپنے ہتھیار مخالفوں کے حوالے کر دیئے جب قریشیوں کے ہاتھ میں مسلمانوں کے ہتھیار آگئے انھوں نے فوراً اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور ان کی مشکیں باندھنے لگے طارق نے جب دیکھا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی تو انھوں نے نہایت جوش اور چالاکی سے ایک مشرک کی تلوار چھین لی اور اس پر حملہ کیا مگر اسی اثنار میں قریشیوں نے اس زور سے کئی پتھر طارق کے سر پر مارے کہ فوراً وہ شہید ہو گئے۔ پھر خبیب اور زید کو جکڑ بند کر کے مشرک مکہ میں لے آئے اور انھیں بیچ ڈالا۔ مول لینے والے نے ان دونوں مظلوموں کو قید کر دیا اور جب ماہِ حرام گزر گیا تو قریش ان دونوں کو موضع تنعیم میں لے گئے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جانب شمال و مغرب واقع ہے وہاں جب ان بیگناہوں کو قریش سولی دینے لگے تو خبیب نے مشرکوں سے یہ کہا کہ تم مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی فرصت دیدو مشرکوں نے اجازت دیدی خبیب نے نہایت اطمینان سے نماز پڑھی اور اسکے بعد ان پر نفرین کی اور افسوس کیا کہ تم نے نہایت بزدلانہ طور پر ہمارے ساتھ عہد شکنی کی خداوند تعالےٰ کی طرف سے تمھیں اس کا عوض ملے گا۔ مشرکوں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا انھوں نے خبیب کو دار پر کھینچ دیا اور اس صورت سے دار پر کھینچا کہ ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو گئی اس پر خبیب نے یہ کہا کہ کعبہ کی طرف میرے منہ نہ ہونے سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ نے فرمادیا ہے "انما تولوا فثم وجہ اللہ" یعنی ہر طرف اللہ کا منہ ہے۔ اس پر مشرکوں نے یہ کہا کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ اور اپنے آبائی دین میں آجاؤ تو ہم ابھی تمھیں سولی سے اتار لیتے ہیں خبیب نے اس سے انکار کیا کافروں نے جلکے کہا لات و عزیٰ کی قسم ہم تمھیں ضرور قتل کریں گے اس وقت خبیب نے ایک آہ سرد بھر کے جناب باری میں یہ التجا کی کہ سوائے دشمنوں کے اسوقت کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا کہ میں اپنا سلام میرے حبیب کے پاس بھیجوں کہتے ہیں کہ اسوقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ یکایک آپ کے بشرہ مبارک پر وحی کی علامت ظاہر ہوئی حضور انور نے فوراً یہ فرمایا کہ قریشیوں نے خبیب کو قتل کر ڈالا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مشرکوں نے جب دیکھا کہ خبیب اپنی ضد سے باز نہیں آتا اور اسلام نہیں چھوڑتا تو انھوں نے نہ صرف صلیب دینے پر قناعت کی بلکہ ان میں سے ایک شخص نے اس زور سے خبیب کے سینہ میں نیزہ مارا کہ وہ پشت سے پار ہو کے نکل گیا اور اسی وقت خبیب کی جان نکل گئی۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح سے خبیب کا مقابلہ کرتے ہیں تو سخت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے صلیب کی صورت دیکھتے ہی یہ غل مچا دیا تھا۔ "ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا حالانکہ یہ ان کی غلطی تھی خداوند تعالیٰ نے انھیں نہیں چھوڑا تھا۔ خبیب نے ایسا ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا اور رضائے الٰہی پر اپنی جان دیدی۔ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ کے جس صحابی نے قتل ہونے کے وقت نماز کی دو رکعت پڑھیں وہ خبیب تھے۔ ان کے قتل ہونے کے بعد قریش زید کو سولی پر چڑھانے لے چلے اور جو کچھ انھوں نے خبیب سے کہا تھا وہی زید سے بھی کہا کہ تم اسلام چھوڑ دو تو ہم تمھیں چھوڑ دیتے ہیں زید نے بھی مثل خبیب کے سختی کے ساتھ انکار کیا اور نہایت خوشی سے جان دینی قبول کی اور اپنے ساتھی خبیب کی طرح دو رکعت نماز کی پڑھیں۔ زید کے قتل کرنے کے لئے صفوان بن امیہ کا غلام جس کا نام قیطاس تھا آگے بڑھا اور اس نے فوراً زید کا کام تمام کر دیا۔ سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ زید اور خبیب کی استقامت اور فدائے اسلام ہونے کے متعلق عربی مورخوں نے لکھا ہے گو ایک حد تک صحیح ہو لیکن بعض مبالغہ آمیز اور مافوق الفطرت باتیں جو ان دونوں کے واقعات کے ساتھ مسلمان راویوں نے ملا دی ہیں ان سے ایک گونا شک سا پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً انھوں نے لکھا ہے کہ قید خانہ میں ان کے لئے آسمان سے خوان اترتا تھا جس میں بے فصل کے میوے مثلاً انگور کا خوشہ ان کے کھانے کے لئے آسمان سے آیا تھا سر ولیم میور کے لئے تو یہ بات کچھ زیادہ تعجب کی نہ ہونی چاہئے تھی جبکہ حضرت عیسےٰ نے چند روٹیوں میں ایک کثیر جماعت کا پیٹ بھر دیا تھا اور پھر روٹیاں جوں کی توں باقی بچ گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اس روایت کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صحت میں بھی شک ہی اور میور صاحب نے بھی کسی کتاب کا پتہ نہیں دیا ہی جہاں سے انھوں نے یہ روایت نقل کی ہی۔ صحیح بخاری میں صرف ایک عورت کی روایت موجود ہے جس میں صرف اتنا لکھا ہی وہ عورت بیان کرتی ہے کہ میں نے بے فصل کے انگور خبیب کے پاس قید خانہ میں دیکھے تھے بے فصل سے مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مکّہ میں انگور نہیں ملتے تھے یہ بات کچھ زیادہ تعجب کی نہیں معلوم ہوتی تعجب جب ہوتا کہ کوئی شخص یہ ثابت کرتا کہ اسوقت تمام دنیا میں انگوروں کا نام و نشان نہ تھا۔

پھر میور صاحب یہ لکھتے ہیں کہ خبیب اور زید کا قتل ہونا قریشیوں پر زیادہ الزام کا باعث نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں کیا تو مخبر تھے یا اسیرانِ جنگ تھے اور ایسی حالت میں ان کا مارا جانا کچھ زیادہ افسوسناک نہیں ہی مگر یہ دونوں باتیں میور صاحب کی بیہودہ زیادتی پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ کسی زمانہ میں مخبر بنکے اِدہر اُدہر بھیجے گئے ہوں مگر اسوقت تو وہ محض دھوکے سے بلائے گئے تھے تاکہ اسلام کی تلقین کریں اور اس پر سب کا اتفاق ہے ایسی صریح بات کا مکرانا میور جیسے ایک فاضل مورخ کیلئے سخت شرم کی بات ہے خبیب نے قتل ہونے کے وقت نہایت دردناک لہجے میں قریشیوں کو یہ بددعا دی تھی کہ جس طرح تم دغا دیکے ہمیں مدینہ سے لے آئے ہو اور تم نے تنہا ہم پر یہ ظلم کئے ہیں اسی طرح تم بھی ایک کے بعد ایک تنہائی کی حالت میں برباد کر دیئے جاؤ قریشوں نے یہ سنتے ہی اپنے بچوں کو زمین پر بٹھادیا اور ان مشرکوں کے بچوں کے ہاتھ میں جو بدر میں مارے گئے تھے نیزے دیدیئے اور پھر بچوں سے نیزے لیکر خبیب کے پیٹ اور سینہ میں بھوک دیئے یہ گویا انھوں نے اپنے خیال میں بدر کی شکست کا انتقام لیا میور صاحب خواہ کتنے ہی بے انصاف کیوں نہ ہوں لیکن اس مظلومانہ قتل پر انھوں نے بھی آخر یہ لکھدیا کہ سخت دھوکے اور ظالمانہ طور پر قریشوں نے مسلمانوں کا یہ قتل کیا فقط۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غزوہ بیر معونہ

اوپر کا مظلومانہ قتل ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں اب دوسرا واقعہ بے رحمانہ جور اور زیادتی جو مسلمانوں کی کی گئی ملاحظہ ہو اسی مہینے میں یہ خطرناک واقعہ پیش آیا جسکی کیفیت یہ ہے کہ عامر بن مالک جو اپنی قوم میں بہت بڑا اعالی شان سردار تھا اور جسکا قبیلہ نجد میں ایک طاقتور قبیلہ تھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دو گھوڑے اور دو سواری کے اونٹ نذر گزرانے حضور انور نے فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا ہاں تو اگر مسلمان ہو جائے تو میں تیرا ہدیہ لے لوں گا اس سردار نے اسلام قبول کرنے کا نہ اقرار کیا نہ صاف انکار کیا اس نے نہایت ہوشیاری سے یہ عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی نبوت کی عزت کرتا ہوں مگر مجھے اپنی قوم کا کھٹکا ہے اگر میری قوم مسلمان ہو گئی تو پھر مجھے یہ کھٹکا جاتا رہیگا آپ اپنے اصحاب میں سے چند صحابی میرے ساتھ کیجئے مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے حضور انور نے ارشاد کیا مجھے اہل نجد سے اندیشہ اسلام ہوتا ہے عامر نے عرض کیا آپ اس کا خیال نہ فرمایئے اہل نجد میں سے کوئی شخص آپ کے اصحاب کی طرف آنکھ بھر کے نہیں دیکھ سکتا میں ہر طرح انکی مدد دینے کے لئے تیار ہوں اس کے بعد اس نے قسم کھائی حضور انور اس بات پر راضی ہو گئے اور آپ نے چالیس یا ستر انصار قبیلہ بنی عامر کو خط دیکے اس کے ساتھ روانہ کر دئے جن لوگوں کو آپ نے روانہ کیا یہ قراء قرآن کہلاتے تھے شام کو وہ حوالئے رہنہ میں جا کے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضور انور اور آپ کی ازواج پاک کے لئے میٹھا پانی اور جنگل کی خشک لکڑیاں لایا کرتے تھے چار دن کے سفر کے بعد وہ بیر معونہ کے چشمہ پر پہنچے جو بنی عامر اور بنی سلیم کے بیچ میں واقع ہے یہاں انھوں نے قیام کیا اور ایک قاصد جس کا نام حرام بن ملحان تھا حضور انور کا خط دیکے روانہ کیا تاکہ قبیلہ کے شیخ عامر بن طفیل کو دیدے جوں ہی قاصد قبیلہ میں پہنچا عامر بن طفیل نے اس کی گردن اڑا دی اور اپنی قوم کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع کرنے لگا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قبیلہ بنی عامر نے اس کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارا دوسرا شیخ ابو براء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد و پیمان کر آیا ہے ہم کبھی عہد شکنی نہیں کرنے کے طفیل کے بیٹے نے پریشان ہو کے آخر بنی سلیم سے مدد مانگی بنی سلیم کے چند آدمی چونکہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے اس سے انھیں مسلمانوں کی طرف سے جوش تھا وہ طفیل کے بیٹے کے ساتھ ہو گئے ہزاروں تک ان کی نوبت پہنچ گئی مسلمان قاصد کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ یکایک یہ ان پر جا پڑے اور کل مسلمان یک لخت پارہ پارہ کر دیئے گئے گو مسلمان بالکل بے خبر تھے تو بھی جہاں تک ان سے ہو سکا وہ لڑے صرف تین صحابی بچے ایک عمرو ابن امیہ اور ایک منذر مگر منذر اخیر میں شہید کر ڈالے گئے عمرو بن امیہ اور حارث دونوں قید کر لئے گئے تھے پھر منذر کے بعد حارث کو بھی شہید کر دیا اب رہ گئے عمرو بن امیہ ان سے طفیل کے بیٹے نے کہا میری ماں نے چونکہ ایک قیدی کے رہا کرنے کی منت مانی ہے اس لئے میں تجھے چھوڑ دیتا ہوں یہ کہہ کر عمرو کی پیشانی کے بال اکھیڑ لئے پھر عامر بن طفیل نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے اصحاب کو پہچانتے ہو انھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں پہچانتا پھر طفیل کا بیٹا انھیں لیکے شہداء کی لاشوں میں پھرنے لگا اور ہر ایک کا حسب نسب دریافت کرتا رہا پھر ابن طفیل نے پوچھا کہ کوئی شخص جاتا بھی رہا ہے یا سب موجود ہیں عمرو نے کہا ہاں عامر بن فہیرہ حضرت ابو بکر کا آزاد کردہ غلام یہاں نہیں ہے ابن طفیل نے کہا وہ کیسا شخص تھا عمرو نے کہا وہ ہم سب میں افضل ہے اور بڑے پایہ کا صحابی ہے ابن طفیل نے کہا کہ وہ تو فلاں شخص نے بھالے سے مار ڈالا مگر میں نے دیکھا کہ اس کی لاش کو کوئی شخص اٹھا کے لے گیا اور میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

اس خوفناک اور بے رحمانہ قتل کی خبر حضور انور کو پہنچی حضور کو بے انتہا صدمہ ہوا اور صدمہ ہونے کی بات تھی کہ آپ کے فدائی اور سچے عاشق اور آپ کے عزیز اور لاڈلے بچے کس بے رحمی سے قتل کر ڈالے گئے آپ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جوشیلے جملے نکلے۔

اللھم اشدد وطاتک علی مضر اللھم علیک ببنی لحیان و رعب و رعل و ذکوان و عصیۃ فان ھم عصوا اللہ و رسولہ اللھم علیک ببنی لحیان و عضل والقارۃ اللھم انج الولید بن الولید و سلمۃ بن ھشام و عیاش بن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین و غفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ۔ یعنی اے پروردگار قبیلہ بنی مضر پر سخت پامالی اور ہلاکی ڈال اے خداوند تعالیٰ بنی لحیان۔ بنی رعب۔ بنی رعل۔ بنی ذکوان اور بنی عصیہ سے انتقام لے کہ ان سب قبیلوں نے تیری اور تیرے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے خداوند تعالیٰ ولید بن الولید۔ سلمہ بن ہشام۔ عیاش بن ابی ربیعہ کو اور ناتوان مسلمانوں کو نجات دے اور قبیلہ غفار کی مدد کر اور قبیلہ اسلم کو سلامتی عطا کر۔ پھر حضور انور نے سجدہ کیا اور پندرہ روز تک آپ یہی دعا مانگتے رہے۔ دوسری روایت کے بموجب ایک مہینہ یا چالیس دن بھی بیان ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری میں[1] بیر معونہ کے بے رحمانہ قتل کے متعلق کئی

---

[1] انس بن مالک کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا کسی کام کے واسطے بھیجا تھا بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ایک کنوئیں کے پاس جسے بیر معونہ کہتے تھے اُن (ستر) آدمیوں کے ساتھ (لڑائی سے) پیش آئے اُن لوگوں نے کہا بخدا ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو جا رہے ہیں (کفار نے ایک نہ سُنی) اور انھیں مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر ایک ماہ تک نماز صبح میں بد دعا کی اور یہی قنوت کی ابتدا ہے اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبد العزیز (شاگرد انس) کہتے ہیں کسی نے انس سے پوچھا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونیکے بعد انس بولے (رکوع کے بعد) نہیں بلکہ قراءۃ سے فارغ ہونیکے بعد ہے۔ انس رضی کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ آپ (اُس میں) عرب کے (چند) قبیلوں پر بد دعا کرتے تھے۔

انس رضی بن مالک روایت کرتے ہیں کہ (قوم) رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنی لحیان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روایتیں موجود ہیں عمرو بن امیہ جب وہ مدینہ واپس آرہے تھے راستہ میں دو شخصوں سے ملے جو قبیلہ بنی عامر کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں شخص حضور انور سے عہد کرکے مدینہ سے واپس آرہے تھے جب عمرو بن امیہ مدینہ پہنچے اور انھوں نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اس طرح دو شخصوں کو مار ڈالا تو آپ بہت ہی رنجیدہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ انھیں مارنا نہ چاہئے تھا اُن سے تو ہمارا عہد ہو چکا تھا اس کی شکایت عامر ابن طفیل نے حضور انور کی خدمت میں کی حضور انور نے اسی وقت ان دونوں کا

اپنے دشمنوں پر بد دعا مانگی آپ نے ستر انصار سے جنہیں اُسوقت ہم قراء کہتے تھے انھیں مدد دی وہ قراء دن میں لکڑیاں چنتے تھے اور رات عبادت کرتے تھے جبکہ وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو کافروں نے اُن کے ساتھ غدر کیا (یعنی انھیں مار ڈالا) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی آپ نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی (یعنی) نماز صبح میں عرب کے چند قبیلوں پر بد دعا کی۔ انس فرماتے ہیں ہم اُن شہیدوں کی شان میں آیت قرآن پڑھتے تھے پھر وہ منسوخ ہو گئی (اور وہ آیت یہ ہے) بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ قتادہ روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک نے اُن سے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک نماز صبح میں قنوت پڑھی (اُس میں) عرب کے چند قبیلوں (یعنی) رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنی لحیان پر بد دعا کرتے تھے۔ خلیفہ بن خیاط (شیخ بخاری) نے زیادہ کیا کہ ہم سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہم سے سعید نے اُس نے قتادہ سے حدیث کی قتادہ نے کہا ہم سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ جو لوگ بیر معونہ پر شہید ہوئے وہ ستر انصاری تھے۔ قرآنا (سے مراد جو لفظ حدیث میں ہے) کتابا ہے۔ پہلی حدیث کے مثل (بیان کیا)

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ماموں کو جو اُم سلیم کے بھائی تھے ستر سواروں کے ساتھ بھیجا تھا اور مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا اُس نے آپ کو تین باتوں میں (سے ایک کا) اختیار دیا تھا (یعنی) کہا تھا آپ کے مطیع جنگل والے ہوں اور میرے شہر والے یا میں آپ کا جانشین مقرر ہوں ورنہ میں آپ پر دو ہزار خطفانی لشکر سے چڑھائی کروں گا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور بد دعا) فرمایا ای اللہ مجھے عامر کے شر سے بچا چنانچہ اُسے اُم فلاں کے گھر میں طاعون ہو گیا (اُم فلاں کے گھر سے مراد)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خون بہا اور جو کچھ سامان تھا سب ابن طفیل کے پاس بھیجدیا حالانکہ قاتل اس معاہدہ سے بالکل بے خبر تھا تو بھی حضور انور نے خون بہا دینے میں کچھ پس و پیش نہ کیا یہ بات دیکھنے کی ہے کہ ایک طرف سے جبکہ پے در پے عہد شکنی ہو رہی تھی حضور انور کس طرح اپنے عہد پر قائم تھے سر ولیم میور متوفی نے یہاں سخت بے انصافی سے کام لیا ہے وہ لکھتا ہے کہ عربوں کے بین الاقوامی قانون کے مطابق حضور انور سے یہ سخت ناجائز حرکت سرزد ہوئی حالانکہ حضور انور کو اسکی خبر بھی نہیں تھی اور نہ صرف حضور انور کو بلکہ خود قاتل کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ معاہدہ کر کے آئے ہیں۔

اس عورت کا گھر ہے جو آل بنی فلاں سے تھی عامر نے کہا یہ اونٹ کے غدود کی طرح غدود ہے۔ میرا گھوڑا لاؤ عامر اپنے گھوڑے کی پشت ہی پر مر گیا۔ حرام سلیم کا بھائی اور یہ لنگڑا مرد اور ایک اور مرد آل بنی فلاں سے روانہ ہوئے حرام بولا تم دونوں میرے قریب رہنا جب تک کہ میں تمہارے پاس آؤں لوگو کافروں نے مجھے امن دیا تو تم ٹھہرے رہنا اور جو مجھے مار ڈالا تو تم اپنے یاروں کے پاس چلے جانا پھر حرام نے جا کر کافروں سے کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو تا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بیان کروں۔ (یہ کہکر) حرام حدیث بیان کرنے لگے اُن لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا اُس نے پیچھے سے آکر حرام کے نیزہ مار دیا۔ ہمام (راوی حدیث شاگرد اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ) کہتے ہیں میں اسحٰق بن عبد اللہ کو گمان کرتا ہوں اُس نے کہا یہاں تک کہ نیزہ اس کے پار کر دیا حرام نے کہا اللہ اکبر۔ رب کعبہ کی قسم میں تو مراد کو پہنچ گیا۔ اور وہ (یعنی قاتل حرام یا ہمراہی حرام) اپنی جماعت سے آکر ملگیا۔ کفار نے تمام مسلمانوں کو سوائے ایک لنگڑے کے جو چوٹی پہاڑ پر تھا مار ڈالا۔ اللہ نے ہمپر یہ آیت اُتاری جو پہلے منسوخ التلاوت ہو گئی "انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا"۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رعل و ذکوان اور بنی لحیان و عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ کی نافرمانی کی تھی پس ۳۰ (دن تک) صبح کو بددعا کرتے تھے۔

انس بن مالک کہتے ہیں جب حرام بن ملحان جو میرے ماموں تھے بیر معونہ کے دن نیزہ سے مارے گئے تو انھوں نے اپنا خون لیکر اپنے منہ اور سر پر مل لیا اور کہا رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

عامر بن فہیرہ بیر معونہ کے دن شہید کیا گیا۔ ابی اسامہ روایت کرتے ہشام بن عروہ نے کہا میرے باپ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غزوہ بنی النضیر

ماہ ربیع الاول ۴ھ ہجری مطابق جون ۶۲۵ء عیسوی

دو مقتولین کی جن کا ذکر اوپر آیا ہے خوں بہا دینے سے پہلے حضور انور بنی النضیر کے پاس گئے تاکہ معاہدہ کے مطابق وہ خوں بہا میں کچھ مدد کریں آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ سعد بن معاذ سعید بن حضیر اور سعد بن عبادہؓ تھے

مجھے خبر دی جبکہ بیر معونہ والے مارے گئے اور عمرو بن امیہ الضمری قید کئے گئے عامر بن طفیل نے ایک مردے کی طرف اشارہ کر کے عمرو بن امیہ الضمری سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ عامر بن فہیرہ ہے عامر بن طفیل نے کہا میں نے اسے دیکھا وہ مارے جانے کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اور میں نے عامر بن فہیرہ کو آسمان و زمین کے درمیان دیکھتا تھا پھر وہ زمین پر رکھ دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی خبر آئی آپ نے (یاروں سے) ان کے شہید ہونے کی خبر بیان کر دی۔ اور فرمایا تمہارے یار مصیبت میں ڈالے گئے پھر انھوں نے اپنے رب سے بطور سوال کہا اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو ہماری اور اپنی باہم رضامندی کی خبر پہنچا دے اللہ تعالیٰ نے ان کا حال یاروں کو بتا دیا۔ اسی دن عروہ بن اسماء بن الصلت شہید ہوئے اسی واسطے عروہ بن زبیر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا اور نیز منذر بن عمرو شہید ہوئے اسی وجہ سے منذر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی آپ رعل اور ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی بددعا کرتے تھے انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کے اصحاب کو بیر معونہ پر شہید کیا تھا تیس دن تک صبح کو بددعا کی (یعنی) رعل و ذکوان و بنی لحیان و عصیہ پر جنہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی بددعا فرماتے تھے ابی مجلز (شاگرد انس) نے کہا انس کہتے تھے کہ مقتولین بیر معونہ کے شان میں اللہ نے اپنے رسول پر آیت قرآن بھیجی جسے ہم پڑھتے تھے۔ پھر وہ منسوخ التلاوت ہو گئی (اور وہ یہ ہے) بلغوا عنا قومنا فقد لقیناہ ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس پر بھی بنی النضیر نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور جہاں تک ان سے ممکن ہوا اپنے دشمن کو زک دینے کے لئے کوئی تدبیر اُٹھا نہیں رکھی کئی بار بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی ہر مورچہ پر وہ قدم جما جما کے لڑتے تھے اور جب کوئی مورچہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہتا تھا تو اس ترکیب سے وہ پیچھے ہٹتے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اُس مورچہ پر قبضہ کر لیتے تھے آخر مسلمانوں نے یہ ترکیب کی کہ جہاں کوئی مورچہ فتح کیا اسی وقت اُسکو ڈھا دیا بیس روز تک لڑائی رہی مسلمان آگے بڑھتے تھے مگر پھر اُنھیں پیچھے ہٹنا پڑتا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ بنی النضیر نہایت ہی محفوظ مقام میں تھے جہاں اُنھوں نے باہر نکل کے حملہ کیا اور مسلمان مقابل میں آئے ان کو دبانے لگے تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی گڑھی میں چلے جاتے تھے مسلمان یہ چاہتے تھے کہ یہ باہر نکل کے اچھی طرح جنگ کریں اور وہ باہر نہیں نکلتے تھے آخر ایک اسلامی دستہ نے اُن کے چند خرمہ کے درخت کاٹ ڈالے کہ یہ غصہ میں باہر نکل آئیں اس پر اُنھوں نے اعتراض کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں کہلا کے بھیجا کہ یہ تمنے قانون جنگ کے خلاف عملدرآمد کیا حالانکہ اسوقت کوئی قانون جنگ منضبط نہیں ہوا تھا اس پر سر ولیم میور صاحب متوفی نے بہت ہی زور باندھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ بیرحمانہ کام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہودیوں کے خرموں کے درخت کاٹ ڈالے۔ یہ درحقیقت ایک عجیب منطق ہے دو مخالف گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہے اور ہر گروہ اپنے دشمن کو زک دینا چاہتا ہے ایسی حالت میں چند خرمے کے درختوں کا کٹ جانا کسی طرح ایک بیرحمی کا فعل ہوا جبکہ آدمیوں کی گردنیں کٹ رہی تھیں اور کسی صورت سے بھی دنیا میں کوئی شخص یہ نہیں کہنے کا کہ خرمہ کا درخت انسان کی جان سے زیادہ قیمتی تھا اس تہذیب اور متمدن زمانہ میں جسوقت ایک سلطنت کسی دوسری سلطنت پر حملہ کرتی ہے تو اس سے ہزارہا درجہ زیادہ بے رحمی کے افعال طرفین سے سرزد ہو جاتے ہیں مکانات اور شہروں کو بیخ و بنیاد سے اُکھیڑ کے پھینک دیا جاتا ہے قلعے منہدم کر دیئے جاتے ہیں اثاث البیت برباد کر دیا جاتا ہے اور انسانی خون ایسا مباح ہوتا ہے کہ گنہگار اور بیگناہ سب قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ میور صاحب کے وہ یہودی جنہوں نے ان کے خداوند مسیح کو سولی پر چڑھا دیا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ایسے پیارے تھے کہ ان کے چند کھجوروں کے درخت کٹنے پر انھیں ایسا غصہ آیا کہ وہ دنیا کے ایک تہائی حصہ مخلوق کے پیشوا کو سخت توہین آمیز لفظوں سے یاد کرنے لگے اور ایسے درشت اور ناپاک الفاظ انھوں نے اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ میں لکھے ہیں کہ ان کی عیسائیت پر سخت تعجب آتا ہے اگر وہ اپنے خداوند مسیح کے پورے کردار پیش نظر رکھتے تو انھیں ایسے بدتہذیب کلمے مونہ سے نکالنے کی جرأت نہ ہوتی۔

اخیر بیس روز کی جنگ کے بعد یہودیوں کی طرف سے پیغام صلح آیا حالانکہ وہ بالکل مغلوب ہو چکے تھے لیکن اس پر بھی حضور انور نے صلح منظور کرلی مگر شرط یہ قرار پائی کہ تین آدمیوں کے پیچھے ایک اونٹ وہ لے لیں اور جتنا سامان اس سے ان اونٹوں پر لادا جائے وہ لادلیں باقی جو کچھ بچے وہ مسلمانوں کا حق ہے اس سے زیادہ رحم ایک دشمن کے ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے کہ غلبہ پاکے اس کو کچھ نہ کہا اور حفاظت سے معہ سامان کے نکل جانے دیا اس صلح نامہ کے ہونے کے بعد حضور انور مدینہ تشریف لے آئے اور یہودیوں نے اپنا کل سامان اونٹوں پر بار کرلیا یہاں تک کہ گھر کے کواڑ اور پانی پینے کے برتن بھی انھوں نے نہیں چھوڑے اور وہ سیدھے شام کی سڑک کی طرف ہوئے مگر ان میں سے بعض یہودی جیی بن اخطب، سلام اور کنعانہ اپنے تینوں سرداروں کے ساتھ خیبر کی طرف چلے گئے اور باقی ماندہ جنوبی شام کی طرف مگر صرف دو یہودیوں نے اسلام قبول کیا مسلمان ہوتے ہی انھیں ان کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ دیدیا گیا ان دو یہودیوں کا نام یامین اور ابوسعد تھا (ہشامی صفحہ ۲۸۲) یامین عمرو بن جیش کا چچازاد بھائی تھا اور یہ وہ شخص تھا جو حضور انور پر چھت سے پتھر پھینکنے پر مقرر ہوا تھا حضور انور نے اسے علیحدہ بلاکے کہا کہ سن یامین کیا تو نہیں دیکھتا کہ میں نے تیرے چچازاد بھائی عمرو کے ہاتھ سے کیسی پریشانی اٹھائی ہے اور اس نے میرے قتل کرنے کی کیسی بڑی سازش کی تھی (ہشامی صفحہ ۲۸۲) اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ بے شک سازش ہوئی تھی اور حضور انور کی سچائی ایسی اس کے دل پر غالب ہوئی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

بنی النضیر کی کل زمینیں حضور انور کی طرف منتقل ہو گئیں اگرچہ قانون عرب کے مطابق ایسا مال جو بغیر جنگ یا بغیر پورا قبضہ حاصل کئے ہاتھ لگے وہ خالص حضور انور کا ہوتا تھا اس پر بھی حضور انور نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہودیوں کی ساری ملکوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مال لینے والوں میں دو وہ انصار تھے جنہوں نے محلہ میں بڑی شجاعت دکھائی تھی باقی مہاجرین تھے مثلاً ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت زبیرؓ اور رسول خدا کے دوسرے صحابہ جنہیں یہودیوں کے مال کی تقسیم کی گئی اس مال کا ایک عجیب قصہ ہے جو قطعہ زمین حضور النور کے حصہ میں آیا تھا اس کا متولی حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کو کر دیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ جو عملدرآمد حضور النور کی زندگی میں تھا تم بھی قائم رکھنا مگر حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ اس میں سے حصہ لے لیا یا حضرت عباس کے حق کو غصب کر لیا اس پر حضرت عباس اور حضرت علی کی خوب لڑائی ہوئی اور دونوں لڑتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے یہاں تک کہ اس معاملہ میں دونوں کی گالی گلوچ ہو گئی۔ بخاری نے اپنی کتاب المغازی میں ایک طویل حصہ میں اس سارے قصہ کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ اسی حدیث میں لفظ تسابا حضرت علی اور حضرت عباس کی گفتگو کی متعلق بیان کیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے اخیر حضرت عمر نے ان دونوں کو قائل کر کے ان کا فیصلہ کیا اگر حضرت عمر فیصلہ نہ کرتے تو چچا بھتیجوں کی خوب مار کٹائی ہو جاتی کیونکہ گالی گلوچ تک تو نوبت پہنچ ہی چکی تھی۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت زہری کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن حدثان النصری نے خبر دی اسے عمر بن الخطاب نے بلایا تھا اسی اثناء میں ان کے پاس دربان نے جس کا نام یرفا تھا آکر کہا کیا آپ کو عثمان اور عبدالرحمن بن عوف اور زبیر اور سعد (رضی اللہ عنہم) کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا انھیں میرے پاس آنے دے پھر تھوڑی دیر ٹھیر کر آیا اور کہنے لگا کیا آپ کو علی اور عباس کی آنے کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا ہاں۔ جب وہ دونوں اندر آگئے عباس بولے یا امیر المومنین میرا اور اس کا فیصلہ کیجیے۔ وہ دونوں اس مال میں جھگڑتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنی نضیر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا۔ (اور حضرت عمر نے اسکا اہتمام ان دونوں کے سپرد کر دیا تھا) حضرت علی اور حضرت عباس کے درمیان گالی گلوچ ہوئی جماعت (حاضرین) نے کہا اے امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور ایک کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسرے سے آرام دیجے۔ حضرت عمر نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں تمہیں اُس خدا کی قسم دلاتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہے کیا تم نہیں جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے کسی کا ترکہ نہیں۔ اس سے خاص اپنی ذات مراد ہے۔ سب نے کہا بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور عباس کی طرف متوجہ کر کے کہا میں تمہیں بھی خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم بھی جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انھوں نے کہا ہاں فرمایا تھا

..... تھا حضرت عمر بولے میں تم لوگوں سے اس امر کی حقیقت بیان کرتا ہوں اللہ عزوجل نے رسول خدا صلی اللہ وسلم کو مال غنیمت میں خاص کیا تھا یعنی آپ کے سوا اور کسی نبی کو نہیں دیا چنانچہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الی قولہ قدیر (یعنی جو مال اللہ نے اپنے رسول کے واسطے بنی نضیر کا فی (یعنی غنیمت) میں دیا تھا اُسپر تم نے اپنے گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں (یعنی بے مشقت اللہ نے دیدیا لفظ قدیر تک۔ پس یہ آنحضرت کی خصوصیت تھی پھر بنجاوہ تمہارے لئے جمع نہیں ہے (بلکہ عامہ مسلمین کا حق ہے) اور نہ تم کو اُسپر مختار بنایا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان تقسیم کر دیا تھا یہ تھوڑا مال جو باقی رہا اُس میں سے اپنی بیویوں کا سال بھر کا خرچ کر کے جو کچھ بچتا تھا اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں یہی عملدرآمد کرتے رہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں اسپر قبضہ کر لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عملدرآمد کرتے رہے اور تم اے حضرت علی اور عباس کی طرف متوجہ کر کے کہا اسوقت حضرت ابوبکر شکوے کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر اس میں سچے نیکوکار نیک بخت متبع امر حق تھے۔ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تب میں نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کا ولی ہوں میں نے اپنے زمانہ خلافت میں دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا اور اللہ جانتا ہے میں اس میں سچا نیکوکار نیک بخت متبع امر حق تھا پھر تم دونوں آئے اور تم میں اچھا اتفاق تھا ایک بات ایک کام پر تھے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

هو الله الذی لا اله الا هو علم الغیب والشهادة هو الرحمن الرحیم
هو الله الذی لا اله الا هو الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن
العزیز الجبار المتکبر سبحن الله عما یشرکون۔ هو الله الخالق البارئ
المصور له الاسماء الحسنی یسبح له ما فی السموت والارض
وهو العزیز الحکیم۔

ترجمہ

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہاں و آشکارا جاننے والا۔ وہی بخشنے والا مہربان ہے۔
وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت پاک (سب عیبوں سے) صاف امن دینے
والا نگہبان غالب خود مختار بڑائی والا۔ پاک ہے اللہ اُن چیزوں سے جن کو یہ اُس کا شریک بناتے ہیں۔
وہی اللہ ہے پیدا کرنیوالا نیا بنانے والا صورت بنانے والا اس کے (بہت اچھے) اچھے نام ہیں اُسکی پاکی
بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے وہ بہت ہی کامل اور ٹھیک ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

معتمدی کا عہدہ

اسوقت تک کوئی مسلمان عبرانی یا شامی زبان نہیں جانتا تھا جتنی دستاویزوں یا معاہدے یا فرمان عبرانی یا شامی زبان میں لکھے گئے تھے وہ سب یہودیوں کے ہاتھ کے تھے جو حضور انور کو اپنی قوم کا دشمن سمجھتے تھے اور جو بجائے خود رسول اور خدا کے یقینی دشمن تھے ان پر اعتبار نہ ہو سکتا تھا اپنے مطلب کے مطابق معاہدوں میں تغیر و تبدل کر دینا ممکن تھا حضور انور نے اس سخت ضرورت کو محسوس کیا اور آپنے زید جیسے ذہین لڑکے کو جو ثابت کا بیٹا اور مدینہ کا رہنے والا تھا یہ حکم دیا کہ وہ عبرانی اور شامی زبانیں سیکھے چنانچہ اس ذہین لڑکے نے بہت جلد عبرانی اور شامی زبانیں سیکھ لیں اور عربی اس بچہ کو پہلے ہی سے سکھا دی گئی تھی۔ اب حضور انور نے اس بچہ کو اپنا معتمد بنا لیا تمام فرامین تمام خطوط کے جواب تمام معاہدے سب زید کے ہاتھ لکھے جاتے تھے اور زید کو حضور انور کا پرائیویٹ سکرٹری یا معتمد خاص سمجھنا چاہئے۔ اب زید نے حضرت

CC-0. IITACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صدیقؓ اکبر کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور منجملہ اور کاتبوں کے یہ بھی ایک کاتب قرآن ہیں۔

حضور انور نے مدینہ میں نزول اجلال فرمایا ہے تو زید کی عمر گیارہ برس کی تھی اور اب جبکہ وہ معتمد خاص بنائے گئے تو ان کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی تھی کہتے ہیں انھوں نے عبرانی پندرہ دن میں سیکھ لی اور وہ اپنے کان میں قلم رکھ لیا کرتے تھے محض اس لئے کہ بھولی ہوئی چیز جلدی سے یاد آجائے۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۷۲۔ طبری صفحہ ۱۴۳۱)

CC-0. JNACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

باب نواں

سنہ ۵ ہجری۔ مطابق سنہ ۶۲۵-۶۲۶ء

بنی نضیر کے اخراج کے بعد ڈیڑھ سال تک مدینہ میں کسی قسم کی پریشانی اور کسی قسم کی امن میں خلل اندازی نہیں ہوئی نہایت سکون اور آرام سے اہل مدینہ نے یہ ڈیڑھ برس گزارا اور سنہ ۴ ہجری کا موسم گرما اور موسم خزاں نہایت امن سے بسر ہوا مگر اس کے بعد پھر وہ موقعہ سامنے آیا جس میں مدینہ اور مکہ کی فوجیں بدر میں مقابل ہوئیں ابو سفیان چونکہ وعدہ کر چکا تھا کہ میں دوسرے سال مدینہ پر حملہ کرنے اُحد کی فتح کی تکمیل کروں گا اس لئے اُس نے یہ موقعہ غنیمت جان کر مدینہ پر فوج کشی کی مکہ میں بہت سخت قحط پڑ رہا تھا اور اسکی یہ خواہش تھی کہ ایک تو اپنا وعدہ پورا کروں دوسرے ایسے شہر پر تاخت و تاراج کروں جو اسوقت بہت ہی بارآور ہے۔

مورخوں نے اس کا نام غزوہ بدر موعد یا بدر صغریٰ رکھا ہے اسکی مفصل کیفیت یہ ہے کہ جب نعیم بن مسعود اشجعی مکہ میں عمرہ گزارنے کے لئے آیا تو ابو سفیان نے اس سے کہا کہ اُحد کے دن ہمنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہمنے دوبارہ حملہ کرنے کا عہد کر لیا ہے اب تو ایک کام کر کہ سیدھا مدینہ میں چلا جا اور وہاں جا کے یہ خبر اُڑا دے کہ اہل مکہ نے بہت بڑی تیاری مدینہ پر کرنے کی کی ہے تاکہ ان کے دلوں میں دہشت بیٹھ جائے اور وہ مدینہ سے باہر لڑنے کے لئے نہ نکلیں ہم اس صورت سے اطراف مدینہ کو خوب لوٹ لیں اور جو نقصانات قحط کی وجہ سے ہوئے ہیں ان کا بدلہ کر لیں۔ نعیم کو کئی اونٹ اس کے صلہ میں دینے قرار پائے اور اس کی ضمانت سہل بن عمرو نے دی چنانچہ نعیم سیدھا مدینہ میں آیا اور اس نے بہت کچھ مبالغہ آمیز باتیں اہل مکہ تیاری کی بیان کیں یہ خبریں سنکے مدینہ میں سنسناہٹ سی پیدا ہو گئی اور ایک سخت پریشانی چھا گئی۔ جب حضور انور نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے سخت غصہ ہو کے اور قسم کھا کے یہ فرمایا کہ میں ضرور بدر پر جا کے مشرکوں کا مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ میں تنہا جانے اور مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں

CC-0. INIACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور کے اس جوش نے ایک نئی روح اہل مدینہ کے جسموں میں پھونک دی اور وہ لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ ۱۵۰۰ جانباز جو اتنی تعداد کے آج تک حضور انور کی سرکردگی میں میدان جنگ میں نہیں آئے تھے شمشیر بکف ہو کے میدان میں جانے کے لئے راضی ہو گئے اور بہت سے آدمی اپنے ساتھ لاکھوں روپے کی تجارت کی چیزیں بھی سالانہ میلہ میں فروخت کرنے کے لئے لے گئے اس فوج نے بدر میں جا کے اپنا کیمپ نصب کیا اور آٹھ روز تک قریشوں کے انتظار میں شمشیر بکف رہے اور اس اثنا میں اپنا تجارتی مال نہایت کامیابی اور نفع سے فروخت کیا۔ ابوسفیان کی چونکہ گیدڑ بھبکی تھی اور اس میں لڑنے کا دم درود نہیں تھا وہ قوم کو دکھانے کے لئے دو ہزار پیدل اور پچاس سوار لیکے مکہ سے چلا تھا مگر جب اس نے مسلمانوں کا یہ جوش و خروش دیکھا اور انھیں جنگ کے لئے آمادہ پایا وہ دم دبا کے الٹا مکہ کی طرف بھاگ اور مسلمانوں کو خداوند تعالےٰ نے یہ نمایاں کامیابی اور فتح عنایت فرمائی۔

غزوہ ذات الرقاع

قریشوں کو اسوقت بہت سخت زک ملی کہ سوائے دھوم دھام اور ظاہری نمائش کے اور کچھ بھی نہ ثابت ہوا اس لئے قریشوں نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے دوسرے سال بہت بڑا حملہ کرنے کی تیاری کا ارادہ کیا۔

سنہ ۵ ہجری کے آغاز میں اور ماہ محرم مطابق مئی سنہ ۶۲۶ء میں جب حضور انور کو یہ خبر لگی کہ بنی غطفان کے چند قبیلے یعنی بنی ثعلبہ و بنی محارب اس مقام پر جمع ہو کے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تو حضور انور چھوٹی سی فوج کو ساتھ لیکے جس میں چار سو مسلمان تھے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ حضور انور اس تیاری سے تشریف لا رہے ہیں مقابلہ کرنا مشکل ہے تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے مکانوں میں چھوڑ گئے جب حضور انور معہ اپنی فوج کے یہاں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ مردوں میں سے ایک بھی نہیں ہے کل عورتیں اور بچے بطور اسیران جنگ کے مدینہ آ گئے پندرہ روز تک حضور انور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ سے باہر رہے۔

نماز خوف

اسی غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف سب سے پہلے پڑھی گئی وجہ صرف یہ تھی کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ مرد سب چلے گئے ہیں تو انھیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ چھپ نہ گئے ہوں اور بے خبری میں ہم پر نہ آپڑیں اس لئے یہاں نماز خوف پڑھی گئی مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ شمشیر بند خاص مقام پر منصب کر دیا گیا کہ اگر وہ شب خون کرنا چاہیں تو مسلمانوں کو پناہ دے۔

نماز خوف کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔

اور (اے مسلمانو) جب تم زمین میں سفر کیا کرو تو (اس میں) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز سے کچھ کم کر دیا کرو اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے یہ کافر تمھارے صریح دشمن ہیں اور (اے نبی) جب تم اُن میں موجود ہو (اور لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو) اور تم ان کے لئے نماز قائم (کرنے کا ارادہ) کرو تو (یہ) چاہیئے کہ (مسلمانوں کے دو گروہ کر دو ایک گروہ کو دشمن کے مقابلہ پر بھیجدو اور) ان میں سے ایک گروہ تمھارے ساتھ رہے اور (انھیں) چاہیئے کہ (نماز کی حالت میں) اپنے ہتیار لئے رہیں پھر جب (یہ لوگ) سجدہ کر چکیں تو (انھیں) چاہیئے کہ وہ تمھارے پیچھے (یعنی دشمن کے مقابلہ پر) ہو جائیں اور چاہیئے کہ (وہ) دوسرا گروہ (جو دشمن کے مقابلہ میں تھا اور (ابھی) جس نے نماز نہیں پڑھی پس وہ تمھارے ساتھ نماز پڑھیں اور انھیں (بھی) چاہیئے کہ اپنی حفاظت کی چیزیں اور اپنے ہتیار (نماز کی حالت میں) لئے رہیں کافر یہ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ودالذین کفروا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چاہتے ہیں کہ کاش (کسی طرح) تم اپنے ہتیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی تم پر جھک پڑیں (لہٰذا تم ہوشیار رہو) اور اگر تمھیں بارش (کے سبب) سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر (اس میں) کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ہتیار (اُتار کر) رکھدو اور اپنی حفاظت کی چیزیں لئے رہو (اور خوب یاد رکھو کہ) بے شک اللہ نے کافروں کے لئے (سخت) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز ختم کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔ پھر جب (جنگ موقوف ہو جائے اور) تم مطمئن ہو جاؤ تو (اپنے معمول کے موافق نماز پڑھو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر (ایسا) فرض ہے (جس کا) وقت (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا ہے اور (اے مسلمانو) کافروں کے تعاقب میں سستی نہ کرو اگر تم تھک گئے ہو تو بیشک جیسے تم تھکے ہو وہ (بھی) تھک چکے ہیں اور (تم کو اتنی قوت بھی ہے کہ) تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکفرین عذابا مھینا۔ فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم فاذا اطمانستم فاقیموا الصلوٰة ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا۔ لا تھنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما۔

غزوہ دومۃ الجندل

غرہ ربیع الاول ۵ھ ہجری مطابق جولائی ۶۲۶ء

دوسری مہم دومۃ الجندل کی طرف روانہ کی گئی یہ مقام حدود شام میں واقع ہے اور بحر احمر اور خلیج فارس کے بیچ میں پڑتا ہے یہاں رہزنوں کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو گیا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور شب و روز مسافروں کو لوٹا کرتا تھا روز بروز اس کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات کا پورا خوف ہو گیا تھا کہ یہ قطاع الطریق کہیں مدینہ پر حملہ نہ کر بیٹھیں اس خوف کو محسوس کرنے کے بعد حضور انور نے امن اور جان و مال کی حفاظت کیلئے ان پر چڑھائی کی تکلیف گوارہ فرمائی اور آپ ایک ہزار جانباز مسلمانوں کو ہمراہ لیکے حملہ کی غرض سے اس موضع کی طرف روانہ ہوئے راہ میں آپ کو یہ خبر لگی کہ ان لوگوں کے مویشی فلاں مقام پر موجود ہیں آپنے فوراً چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے مویشی گرفتار کر لئے جائیں چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد مویشیوں کی گرفتار کر لی گئی۔

مسلمان مورخوں نے اس غزوہ کا بہت ہی مختصر سا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تین چار سطروں میں اس کا بیان ختم کر دیا موضع مذکور پر پہنچنے کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بعض میں تو یہ ذکر ہے کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے تھے۔ بعض میں یہ بیان ہے کہ آپ گلہ کو گرفتار کر کے راستہ میں ہی سے واپس چلے آئے تھے مگر روایتوں کی کثرت اسطرف ہے کہ آپ کی آمد آمد کی خبریں سنکر کل رہزن بھاگ گئے اور آپنے موضع میں پہنچ کے انکے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمد بن مسلمہ نے ان میں سے ایک شخص کو گرفتار کر کے حضور انور کی خدمت میں بھی پیش کیا وہ شخص حضور انور کے ہمرکاب مدینہ میں چلا آیا اور مسلمان ہو گیا مہینہ بھر تک حضور انور سے مدینہ خالی رہا آپ ربیع الاول کے اختتام سے پہلے یعنی ۲۵ تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور ربیع الثانی کی ۲۰ تاریخ کو مدینہ میں تشریف لے آئے بیان کیا جاتا ہے کہ دومۃ مدینہ سے پندرہ منزل ہے اگر یہ فاصلہ تسلیم کر لیا جائے تو ۲۵ دن حضور انور کے سفر کو لگتے ہیں۔ سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں کہ یہ مہم تمام حدود شام میں ایک بڑا تہلکہ ڈالنے والی تھی۔ حضور انور اور آپ کے صحابہ کا رعب تمام شام میں پیدا ہو گیا تھا اور بہت سے قوی حرکے حضور سے عہد و پیمان کرنے کے لئے دوڑے چلے آتے تھے چنانچہ ایک بہت بڑے قبیلہ سے عہد و پیمان ہوا اور حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کی چراگاہوں میں انکے گلے چرانے کی اجازت دیدی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زینب بنت خزیمہ سے نکاح

اسی سنہ ہجری میں حضور انور نے زینب بنت خزیمہ بن حرث سے نکاح کیا یہ گویا حضور انور کا چوتھا نکاح تھا یہ بی بی اس قدر مخیر طبیعت کی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں انکا لقب ام المساکین ہو گیا تھا آپ قبیلہ بنو ہلال میں سے تھیں آپ بیوہ تھیں آپ کے پہلے شوہر کا نام عبداللہ بن جحش تھا ان کے انتقال کے بعد ۳ھ ہجری کے نویں مہینہ میں حضور انور سے نکاح کر لیا نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال کی تھی اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۶ سال کی۔ صرف آٹھ مہینے آپ حضور انور کے گھر میں رہیں یہ دوسری بی بی ہیں جن کی وفات خود حضور انور کے سامنے ہوئی۔

ام سلمہ سے نکاح

(پانچویں بی بی)

بماہ شوال ۴ھ ہجری۔ مطابق جنوری ۶۲۶ عیسوی

آپ کی ولادت ۲۲ق ہجری میں ہوئی تھی۔ آپ کا اصلی نام ہند تھا اور آپ کی والدہ کا نام عاتکہ تھا آپ قبیلہ بنو کنانہ میں سے تھیں یہ وہ عاتکہ نہیں ہیں جو عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں آپ کے والد کا نام ابو امیہ تھا اور انھیں حذیفہ بھی کہا کرتے تھے آپ عرب کے مشہور سواروں میں مشہور تھے۔

حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر کا نام ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی تھا آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کے حبشہ ہجرت کر گئی تھیں وہاں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام زینب رکھا اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام درہ رکھا۔ ان کے علاوہ دو لڑکے سلمہ اور عمر بھی پیدا ہوئے۔ ابوسلمہ نے جب ۴ھ ہجری میں وفات پائی تو حضرت ام سلمہ کا نکاح حضرت رسول خداؐ سے ہو گیا۔ آپ کی عمر ۲۶ سال کی اور آنحضرت کی عمر ۵۷ سال کی تھی آپ نے ۸۴ سال کی عمر میں ۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ پر بہت سی نکتہ چینیاں کی گئی ہیں وہ اگرچہ سب بیہودہ اور بیکارہ ہیں پھر بھی ہم ان [illegible] ایک بڑی نکتہ چینی نقل کرتے ہیں جس پر معترض بہت ہی اچھلتے کودتے ہیں [illegible] اور نکتہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسلام ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اور قوموں میں بھی صلبی بیٹوں کے مقابلہ میں متبنی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہنود کے قانون میں اگر کسی شخص کے ہاں متبنی کرنے کے بعد بیٹا پیدا ہو تو وہ بھی ضرور باپ کی جائداد کا حصہ دار بنے گا مگر اسلام نے ان رشتوں کو زیادہ وقعت سے کبھی نہیں دیکھا۔ سمجھ میں آسکتا ہے جب زینب سے زید کا تعلق قطع ہو چکا ہو پھر وہ حضور انور کی بہو کیونکر رہی۔ یہ ایک عجیب بے معنی اعتراض ہے جو کسی طرح بھی پذیرا نہیں ہو سکتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ رسول خدا کی خواہش یہ تھی کہ زید کسی طرح طلاق دیدے تو میں اس سے نکاح کرلوں اسکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اور بعض مفسروں نے اسکو خوب رنگ آمیزی کرکے اور فرضی روایتوں کی بنا پر اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے اور اسی لئے عیسائیوں کو نبی معصوم کی ذات پر حملہ کرنے کا موقع ملا ہے حالانکہ جو فرضی روایتیں کہ بعض مفسروں نے تراشی ہیں اُن کو کلام مجید کے سیاق کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے آنحضرتؐ کا آسمان پر جبریل فرشتے کی گواہی پر نکاح ہونا اور آپ کا زینب کو برہنہ دیکھ لینا اور اس پر عاشق ہو جانا یہ سب چڑے چڑیا کی کہانیاں ہیں جنھیں واقعات سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے کوئی نادان سے نادان شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ عورت خواہ کیسی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کبھی برہنگی کی حالت میں وہ خوشنما ہو سکتی ہے؟ عورت کی خوبصورتی لباس پر منحصر ہے اور لباس ہی اس میں صدہا خوبیاں پیدا کرکے اس کے اصلی عیبوں کو بھی ایک حد تک چھپا دیتا ہے۔ پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ زینب میں برہنگی کی حالت پر کیونکر اتنا حسن پیدا ہو گیا اور نبی معصوم جنھوں نے اُسے پرورش کیا تھا اور آپ ہی کی آنکھوں کے سامنے وہ سن بلوغت کو پہنچی تھی فریفتہ ہو گئے ناممکن نہیں تو محال عقل ضرور ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے اور قرآن مجید کی بعض آیت کے الفاظ سے مفسروں نے عجیب عجیب معنی تراشے ہیں جو کسی طرح بھی موزوں نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی پوری آیت یہ ہے "واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضی زید منہا وطرا زوجنکہا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا وکان امر اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مفعولا ما کان علی النبی حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا" یعنی اے پیغمبر تم اس بات کو یاد کرو کہ تم اس شخص کو (یعنی زید بن حارثہ کو) جسپر اللہ نے اپنا احسان کیا کہ اسکو اسلام کی توفیق دی اور تم بھی اُسپر احسان کرتے رہے یہ کہتے تھے کہ اپنی بی بی (زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اسکو چھوڑنے کا نام نہ لے) اور تم اس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو اخیر اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم اس معاملہ میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو پھر جب زید اُس عورت سے تعلق قطع کر چکا (یعنی طلاق دیدی اور عدت کی مدت پوری ہوگئی ہم نے تمھارے ساتھ اُس عورت کا نکاح کر دیا کہ اب مسلمانوں کے جب لے پالک اپنی بی بیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو اُن عورتوں سے نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو ہی کر رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لئے جو بات ٹھہرا دی ہو اس کے کرنے کے لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں اُن میں بھی یہی عادت الٰہی رہی ہے کہ اُن پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری ہیں جو روز ازل سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

یہ آیت ہے قرآن مجید کی نہ جس سے برہنہ دیکھنے اور عاشق ہونے کا واقعہ ثابت ہوتا ہے اور نہ عشق زینب کو دل میں چھپانے کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کے ایسے سادے بیان سے فرضی روایات کی بنا پر محض دور از کار نتائج پیدا کرنا صریح نادانی اور جہالت ہے ایک مفسر نہیں اگر لاکھ مفسر کچھ ہی کیوں نہ لکھیں وہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ اور اُن کی اُس ذاتی رائے سے رسول مقبول کی ذات اقدس و اعلیٰ پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی نہ کوئی الزام آسکتا ہے۔ اس آیت میں صرف دو جملے ہیں جن پر بعض مفسرین کو بہت کچھ فرضی باتوں کے بنانے کا موقع ملا ہے اول تو "تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ" یعنی جس بات کو دل میں چھپاتا تھا خدا اُس کو ظاہر کرنے والا تھا اور پھر فرمایا تھا کہ "تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ" یعنی تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے دوسرا جملہ یہ ہے فلما قضی زید منہ وطرا الی من کان امر اللہ مفعولا" یعنی جب زید نے اُس سے

۲۳ مئی ۱۹۰۶ء

کرزن گزٹ جلد ۸ نمبر ۱۴

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنی حاجت پوری کرلی یا جب زید اُسے طلاق دیچکا اور عدت کے دن پورے ہوگئے تو ہمنے اسکو تیری زوجیت میں دیا یا تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک بیٹوں کی جوروؤں کے ساتھ نکاح کرنے میں تردد نہو جبکہ وہ بی بیاں عدت کے دن پورے کرلیں خدا کا حکم تو شدنی ہے دل میں کیا بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہوگئی یعنی متبنّٰی بیٹے کی بی بی سے آنحضرتؐ نے نکاح کرلیا۔ اس میں شُبہہ نہیں کہ آپکو بحیثیت انسان اور مصلح ہونے کے ضرور اس بات کا اندیشہ تھا کہ عرب میں جبکہ مضبوطی سے یہ رسم جاری ہو کہ لے پالک کی بی بی کو بمنزلہ لڑکی کے سمجھا جاتا ہو تو ضرور لوگ اعتراض کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہو جو یہ فعل کرتا ہے جسے وہ اپنی دانست میں سخت معیوب خیال کرتے تھے ایسی بدگمانیوں کا آپ نے ہمیشہ خیال رکھا ہے اور آپنے اپنا پہلو اس قسم کی بے بُنیاد باتوں سے ہمیشہ بچایا ہے مثلاً صحیح حدیث ہے کہ کعبہ کی عمارت کو دوسری صورت میں کرنا چاہتے تھے اور آپنے حضرت بی بی عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ کعبہ اس صورت سے تعمیر ہو مگر مجھے مسلمانوں کا خیال ہی مبادا وہ خیال کرنے لگیں کہ نبی ہوکے کعبہ کو ڈھاتا ہے اسوجہ سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کعبہ کی تعمیر شروع کروں۔ اسی طرح سے زینب کے معاملہ میں آپ کو خیال تھا کہ لوگ کیا کہیں گے اور آنھیں اپنی صدہا سال کی رسم کے خلاف یہ بات کیسی کھٹکے گی۔ آپ دل میں یہ خیال کرتے تھے اور خوف کھاتے تھے جس طرح ایک مصلح مخلوق میں کوئی نئی بات ظاہر کرنے سے خوف زدہ ہوا کرتا ہے مگر خداوند تعالیٰ نے صاف الفاظ میں نبوت۔ اولوالعزمی اور سچے مصلح ہونیکی شان بتادی کہ لوگوں سے خوف کھانا ہیچ ہے۔ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے۔ جس چیز کا بعد ازاں ظہور ہونے والا تھا وہ ہوگیا یعنی آپ کا نکاح ہوگیا۔

اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کیوں خوف محسوس ہوا اسکی کیا وجہ تھی ظاہر ہے کہ آپ نے نکاح کرنے کا ارادہ پہلے ہی سے کرلیا تھا جب ہی تو خوف بھی محسوس ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے حالانکہ یہ بات نہیں ہے آپ اصل میں اس زبون ترین رسم کو توڑنا چاہتے جو عربوں میں خون کی طرح ملی ہوئی تھی اور جب تک کوئی عملی کارروائی کرکے نہ دکھاتے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہرگز اُس کا اثر نہ پڑتا اور لوگ ایسی قدیم رسم کو جسکو وہ انتہا درجہ اعلیٰ درجہ کی تہذیب سمجھے ہوئے تھے کبھی نہ چھوڑتے خیال تو آپ کے دل میں یہ تھا کہ اگر کوئی موقع ہو تو ضرور کرنا چاہیئے یہ خیال روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا اخیر وہ موقع خوش قسمتی سے آگیا اب آپ کو ایسا کرنے میں تردد ہوا اور آپنے اس ارادہ کو اپنے دل میں صرف اسی بنا پر چھپا لیا کہ مبادا لوگ چونکیں اور بجائے اصلاح کے اُن میں پریشانی پیدا ہو جائے بس اس بات کو چھپا رہے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے روح القدس کے ذریعہ سے جتا دیا کہ کچھ خوف اور اندیشہ کی بات نہیں تجھے لوگوں سے نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہیئے تھا پھر فرمایا کہ ہمنے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم ہی کو منظور ہے کہ لے پالک بیٹوں کی بی بیوں سے نکاح جائز ہے ہم مسئلہ تقدیر میں بوضاحت ثابت کر آئے ہیں کہ خداوند تعالےٰ ہر شے کے ہونے یا نہ ہونے کی نسبت اپنے ساتھ کیا کرتا ہے اور اُسے یہ شایاں بھی ہے۔ اس نسبت سے یہ پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہر فعل کا حقیقی فاعل ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کا تصرف سب جگہ ہے اب یہاں یہ فرمانا کہ ہمنے اس عورت کو تمھارے نکاح میں دیدیا اسکے یہ معنی ہیں کہ تمنے بالکل ہماری مرضی کے مطابق کیا ہے اس لئے لوگوں سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے جس کام میں ہماری مرضی شامل نہیں ہے اس میں ہر شخص سے خوف کھانا چاہیئے اور جب ہماری مرضی شامل ہو گئی پھر خوف کھانیکی کیا بات ہے۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں جس پر بعض مفسروں اور مخالفوں نے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے اور وہ حاشیئے چڑھائے گئے کہ العظمۃ للہ بعض مفسروں نے تو یہاں تک لکھدیا کہ خداوند تعالےٰ خود بیٹھا جبرئیل اور میکائیل گواہ بنے اور خداوند تعالےٰ نے اپنی زبان مبارک سے دولھا دلہن سے ایجاب و قبول کی رسم ادا کرائی۔ یہ ساری باتیں مضحکہ خیز ہیں نہ قرآن سے نہ حدیث سے ثابت نہ عقل اسکی شاہد ہے۔ اسی زینب کے معاملہ کو جسکی حقیقت کچھ بھی نہیں اس قدر طول دیا گیا ہے اور مخالفین اسلام نے وہ وہ کتابیں شائع کی ہیں کہ خدا یاد آتا ہے۔ معاملہ کچھ بھی نہیں ہے صرف منشائے باری یہ تھا کہ یہ شنیع رسم عرب ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اکھڑ کے پھک جائے اس کام کے لئے اس نے اپنے معصوم نبی کو چن لیا اور عملی صورت میں کرا کے دکھا دیا تا کہ پھر چون و چرا کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گنجایش ہی نہ رہے بہتیرا سوچا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ زینب کے نکاح پر جس کا اسقدر شور و غوغا مچا ہوا ہی کیا اعتراض پیدا ہوتا ہی۔ مخالفین اسلام نے غیر معتبر کتابوں کے حوالے سے بڑی ہی بازاری اور خلاف تہذیب اعتراض اس پہلو سے کئے ہیں اور اپنے خیالات میں گویا انھوں نے کامیابی حاصل کی ہو کوئی معترض کسی تفسیر کا حوالہ دیتا ہے اور کوئی کسی غیر معتبر فارسی کی کتاب کا مثلاً ایک عیسائی نے روضۃ الاحباب میں سے یہ عبارت نقل کی ہی "چوں از خدائے تعالےٰ معلوم کردہ بود کہ زینب داخل ازواج وی خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید وے را طلاق دہد ولیکن شرم میداشت کہ او را امر کند بطلاق زینب نیز ازاں می اندیشید کہ مردم گویند کہ زن پسر خواندہ خود را میخواہد و حال آنکہ در جاہلیت زن کسی منسوب بہ پسرے میکردند حرام می دانستند ہمچوں زن پسرے صلبی خود" اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جو نری بکواس ہیں اور جنھیں صدق سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ روضۃ الاحباب ہو یا روضۃ الصفا۔ ابوالفدا ہو یا ابن خلدون۔ طبری ہو یا واقدی۔ ابن ہشام ہو یا ابن اسحٰق غرض کسی مورخ کی رائے یا اسکی روایت کسی پر حجت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ نبی کریم پر اس سے کوئی الزام قائم ہو سکے۔

بعض معترضوں نے نئی نئی باتیں گھڑی ہیں اور وہ اور بھی مضحکہ خیز ہیں چنانچہ لکھا جاتا ہی کہ بچپنا ہی سے زینب حضور انور پر عاشق تھی مگر آگے اس کا ثبوت نہیں دیا کہ یہ روایت کیونکر معلوم ہوئی اور اگر کسی کتاب میں ایسی روایت موجود بھی ہو تو یہ تاریخ کیوں نہ معلوم ہوئی کہ زینب سے یہ افعال سرزد ہوتے تھے اس لئے اسے عشق تھا۔ رہا عشق کی یہ وجہ بتانا کہ زینب زید کے ساتھ نکاح کرنے میں راضی نہ تھی ایک زبردستی کا استدلال ہی اور اگر یہ فرض کرلیں کہ زینب عاشق تھی تو پھر عشق کا الزام رسول اللہ پر غلط ہوتا ہی یہ دونوں ایسی متضاد باتیں ہیں جن کا سر نہ پیر پھر ایک عیسائی نے یہ لکھا ہی کہ طرفین سے محبت کی سلسلہ جنبانی تھی اور وہ اخیر میں یوں پوری ہوئی یہ ساری باتیں اور اس قسم کے کل خیالات لایعنی ہیں نکتہ چینی کرنیکے لئے نئے نئے الزام بنا کے رسول کریم پر قائم کرنے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

انسانیت اور شرافت سے بعید ہیں ہم ایکبار اور زینب کے نکاح پر دقیق نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اسکی حقیقت کیا ہے اور کیا سمجھا ہے مسلمانوں نے خاص زینب کے معاملہ میں مخالفین اسلام کو خوب دندان شکن جواب دیئے ہیں مگر خدا کے فضل و کرم سے چونکہ میں بھی مسلمان ہونے کا فخر رکھتا ہوں اس لئے مجھے بھی جواب دینا لازمی ہے خواہ وہ جواب اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کیسے ہی پایہ کا کیوں نہ ہو۔

جب حضور انور نے ملاحظہ کیا کہ ماں بہن یا بیٹے بیٹی کے خالی الفاظ کا بہت ہی خیال کیا جاتا ہے اور اس سے تمدن اسلامی میں اگر یہ بات قائم رہی تو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے آپ نے اس قبیح رسم کو نیست و نابود کرنیکے لئے یہ کارروائی کی اگر یہ نہوتا تو سخت تباہی آتی اور شدید آفت نازل ہوتی۔ رسم یہ تھی کہ اگر کسی شخص نے بھولے یا غصے یا مذاق میں اپنی بی بی کو یہ کہدیا کہ تو تو میری ماں یا بیٹی کے برابر ہے تو فوراً بی بی نکاح کے باہر ہو جاتی اور پھر کبھی مناکحت نہ ہو سکتی تھی۔ انصاف سے خود ہی دل میں فیصلہ کر لو کہ جس خاندان یا قوم میں یہ کیفیت ہو وہ سلامت ہی کب رہ سکتی ہے اس میں شب و روز فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے اور بلاشبہہ اسکی زندگی میں خطرہ ہی خطرہ ہے حضور انور نے اس پرخطر حالت کو بخوبی محسوس کر لیا تھا اور جو باہمی نااتفاقیاں پڑ رہی تھیں وہ ملاحظہ فرمالیں تو آپ اپنی ناواقف قوم پر رحم فرما کے اس امر کے درپے ہوئے کہ کسی طرح اس رسم کو دنیا سے مٹا دیا جائے یہ کام فی الحقیقت آسان نہ تھا اور یہ اسی قدر مشکل تھا جتنا کعبہ میں سے بتوں کا نکالنا بظاہر یہ رسم بہت ہی خوشنما اور مہذب معلوم ہوتی تھی کہ ایک شخص کو جب زبان سے بیٹا کہہ لیا تو وہ بیٹا ہو گیا یا بیٹی کہا تو وہ بیٹی ہو گئی مگر جو خرابیاں اس میں چھپی ہوئی تھیں انکو سوائے اُس آنکھ کے جس میں روح القدس کی روشنی ہو اور انوار الٰہی کی چمک ہو اور کون دیکھ سکتا ہے آپنے اس خرابی کو غرض پوری طور سے محسوس کر لیا اور اب اسکی بیخ کنی کے درپے ہوئے۔ آپ اس امر کی تلاش میں تھے کہ کوئی موقع عملی کارروائی کرنے کا ملے کیونکہ عملی کارروائی کے بغیر ممکن نہ تھا کہ دوسروں پر اُس کا اثر پڑتا۔ چونکہ روح القدس روز پیدائش سے آپ کی ہمقرین رہتی چلی آئی تھی وہ بار بار آپ کو اُمید دلاتی تھی کہ یہ موقع ہو گا۔۔۔ اتفاق سے زید نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زینب کو طلاق دی اور اس وقت آپ کو اپنے قدیم خیال میں کامیاب ہونیکا موقع ملا اور آپنے فوراً نکاح کرکے بتا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بی بی جب اُسے طلاق مل جائے نکاح میں آسکتی ہے اب یہ اعتراض کہ نکاح کے وقت کوئی وکیل نہ تھا محض لچر اور پوچ ہے بلکہ اس وکیل نہونے میں بھی بڑی حکمت بالغہ مضمر ہے۔ آپنے اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی ہے اگر کہیں ایسا اتفاق ہو کہ گویا وکیل میسر نہ آسکتے ہوں تو ایجاب و قبول کافی ہے اور خداوند تعالیٰ کی گواہی بس ہے اسلام کو دنیا کے اور ادیان پر اسی لئے شرف حاصل ہے کہ اس میں ہر متنفس آزاد کیا گیا ہے کسی ماتمی یا شادی کی تقریب ادا کرنے کے لئے نہ کسی پیشوا کی ضرورت ہو نہ قاضی کی محض رسم کے طور پر کسی قاضی کو نکاح کے لئے بلا لینا دوسری بات ہے مگر مذہباً کوئی مسلمان اس کا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ قاضی ہو تو نکاح ہو ورنہ ہو ہی نہ سکے اگر بدقسمتی سے یہ حکمتیں کوئی نہ دیکھ سکے تو اسکی بینائی کا قصور ہے ورنہ حکمت میں سرمو تفاوت نہیں ہے۔

نکاح کے بعد آپنے بہت بڑا ولیمہ کیا اور مسلمانوں کی دعوت کی۔ اس دعوت پر عجیب عجیب الزام رسول کریم کی اقدس و اطہر ذات پر قائم کئے گئے ہیں جن کا سر نہ پیر اور الزام ایسے بے بنیاد اور ہوائی ہیں کہ ادنیٰ توجہ کے بعد ان کا بے معنی ہونا سمجھ میں آسکتا ہے۔ بعض نامہذب اور اخلاق انسانی سے بے بہرہ کرسٹانوں نے یہ لکھا ہے کہ ولیمہ کے دن مسلمان کھانا کھاکے جم گئے اور انھوں نے باتیں کرنی شروع کردیں رسول اللہ بیتاب ہوئے جاتے تھے کہ یہ کسی طرح سے اُٹھ کے جائیں مگر وہ جنبش نہیں کھاتے۔ رسول اللہ بار بار اپنی ازواج کے پاس جاتے ہیں اور انکا آکے سلام کہتے ہیں مگر وہ ایک نہیں سنتے اور جمے بیٹھے ہیں اخیر خدا خدا کرکے اُٹھے اور رسول اللہ زینب کے حجرہ میں داخل ہوئے اور جلدی سے کواڑ بند کرلئے پیچھے سے ابوہریرہ اور طلحہ دوڑے ہوئے آئے اور انھوں نے رسول اللہ کو مشغول پاکے افسوس کیا اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے واپس پھر کے چلدیئے اُس پر فوراً بعد ازاں آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے "اے مسلمانو نبی کے گھر میں نہ آیا کرو جب تک تمھیں حکم نہ ملا کرے کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھے رہا کرو جب تک تمھیں نہ بلایا جائے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہ آیا کرو اور جب کھانا کھا چکو تو اِدہر اُدہر چلے جایا کرو باتوں میں دل لگا کے نہ بیٹھا کرو ان باتوں سے نبی کو ایذا ہوتی ہے اور اُسے شرم آتی ہے مگر خدا سچ بات سے شرم نہیں کرتا اور جب نبی کی بی بیوں سے کوئی بات کرنی ہو یا کچہہ خیر مانگنی ہو تو پردہ کے باہر کھڑے ہو کے مانگ لیا کرو" اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس ولیمہ کی تقریب ہرگز اسکی شانِ نزول نہیں ہو سکتی - اس آیت میں اول ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ بغیر اجازت کے نبی کے گھر نہ آیا کرو حالانکہ ولیمہ کے دن سب کو دعوت کے لئے مدعو کیا گیا تھا نہ بلانا سمجہہ میں نہیں آیا - پھر فرمایا گیا کہ کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھا کرو حالانکہ خاص مسلمانوں کی دعوت کے لئے کھانا پکایا گیا تھا پھر اُس کی انتظاری میں بیٹھنا کیسا یہ ساری باتیں محض تعصب اور حسد سے بنائی گئی ہیں ورنہ اعتراض کی ان میں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی -

آپ کا گھر چونکہ بے گھروں کے لئے کھلا ہوا تھا اور اکثر نگھرے اور بھوکے آپکے ہاں مہمان ہوتے تھے اور چونکہ وہ لوگ جنگلی اور وحشی ہوتے تھے انھیں نبی کریم کے گھر میں بیٹھ جانا اور کھانا کھانے کے بعد باتیں کرنا کوئی نازیبا بات نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے ازراہ نصیحت انھیں تہذیب سکھانے کے لئے یہ باتیں کی گئی ہیں تاکہ نبی اور امہات المومنین کا ادب اور آداب ملحوظ رکھیں اور دنیا میں ایک شایستہ قوم بنجائیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ اپنے سچے پیشوا کی کیونکر تحریم اور عزت کیا کرتے ہیں آپ کی تعلیم اور قوم کی حالت کا پورا نقشہ قرآن مجید میں کھینچدیا گیا ہے جہاں فرمایا ہی کہ ہم نے بے پڑھے لکھوں یا جاہلوں میں ایک رسول بھیجا جو اُن کا تزکیہ کرتا ہے جو انھیں شایستگی اور تہذیب کے قواعد سکہاتا ہی جب وہ لوگ محض امی تھے جن کے امی ہونے کی شہادت خداوند تعالیٰ بھی دیتا ہی تو اُن سے خلاف تہذیب امور سرزد ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہ تہی بغیر اجازت کسی کے گھر میں چلے آنا اور کھانے کی انتظاری میں بیٹھے رہنا اور جانیکا نام نہ لینا یہ ایسے افعال ہیں جو دنیا کی کسی قوم میں بھی مستحسن نہیں گنے جاتے اگر رسول خدا نے ان قبیح امور کے ترک کرنیکی تنبیہ فرمائی تو اس میں اعتراض کے قابل کونسی بات ہی -

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قصہ مختصر یہ کہ زینب سے نکاح کرنے میں جو حکمتیں تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (اول) یہہ ثابت کر دینا کہ اسلام غلام کو ہرگز حقارت سے نہیں دیکھتا (دوم) لے پالک بیٹے کی بی بی سے طلاق اور عدت ختم ہونے کے بعد مثل معمولی عورتوں کے نکاح ہو سکتا ہے (سوم) صرف زبان سے کسی کو بیٹا کہہ لینا کوئی وقعت نہیں رکھتا (چہارم) بغیر قاضی اور گواہوں کے بھی نکاح ہو سکتا ہے (پنجم) اعلیٰ درجہ کی بات کرنے میں اگر قوم بھی مخالف ہو جب بھی جوانمردی سے اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے (ششم) حق بات کہنے میں کسی سے خوف نہ کرنا چاہئے (ہفتم) نکاح کرنے میں کو امتیاز قومی نہیں ہے۔ غرض اسی طرح سے صدہا حکمت کی باتیں مضمر ہیں اور سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ سخت سے سخت نالائم الفاظ ہرگز حق پر پردہ نہیں ڈال سکتے کسی زبان پر قفل نہیں لگا ہوا ہے نہ مہر ہو رہی ہے ہر شخص بہت آزادی سے چاہے جو کچھ کہہ سکتا ہے مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اپنی اس خداداد آزادی سے کہاں تک کام لیسکتا ہے اور اُسے کس حد تک تہذیب کے دائرہ میں پابند رہنا چاہئے اور اس کا قول کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ادنےٰ درجہ کے تیلی تنبولی نے ایک شہنشاہ اسلام کی شان میں جس کا کلمہ کروڑوں مخلوق خدا پڑھتی ہے نالائم الفاظ کہدیئے کیا اس سے اسکی اقدس و اطہر ذات پر کچھ الزام آسکتا ہے؟ استغفراللہ ہرگز نہیں بلکہ ایسی گندی باتوں سے بکنے والے اور کہنے والے کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ معلوم ہو جاتا ہے اور کھلجاتا ہے کہ قابل انسانی ادنیٰ رذالت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے بلکہ عین انسانیت کے دامن پر ایسا داغ ہے کہ کبھی نہیں مٹ سکتا اور جسکی سیاہی روز بروز عیاں ہوتی جائے گی۔ زینب کے نکاح میں کوئی بھی معمولی بات نہیں ہے جسے عیسائیوں نے محض اپنی کور باطنی سے ہوا بنا رکھا ہے صرف اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ آنحضرت نے اپنے لے پالک بیٹے کی بیٹی سے نکاح کر لیا مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ جب طلاق مل چکی ہو اور عدت کے دن گزر چکے ہوں پھر وہ لے پالک کی بی بی رہی کہاں وہ بالکل آزاد عورت ہے اور سوائے باپ بھائی چچا وغیرہ اسی سے ہر شخص نکاح کر سکتا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

زینب کا قصہ بس اسی قدر لکھنا تھا جو ہم لکھ چکے۔ ہمارے خیال میں خصم کے لئے یہی کافی ہوگا۔ زیادہ طول دینا غیر ضروری سمجھکر ہم اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ حارث کی بیٹی تھیں آپ کے پہلے خاوند کا نام ذوالشفرین تھا۔ یہ شخص غزوہ بنی المصطلق میں مسلمانوں کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ آپ نے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہوگئیں آپ بڑی عبادت گزار اور خاموش بی بی تھیں ہمیشہ روزے رکھتیں اور نماز و قرآن پڑھتی تھیں آپ کا نکاح بہت بڑی سیاسی بنا پر مبنی تھا اور اس نکاح سے عجیب و غریب نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ بنی المصطلق کے سردار حارث ابن ضرار نے جب بلا وجہ مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کی اور تاخت و تاراج شروع کی تو نا چار رسول کریم نے بھی آمادگی ظاہر فرمائی خوب لڑائی ہوئی اخیر بنی المصطلق مغلوب ہوئے اور قانون جنگ کے موافق عورت و مرد سب گرفتار کر لئے گئے اور ان کی باہم مسلمانوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور بہت سے سرکش ایسے بھی تھے جنھیں سزائے موت دی جاتی۔ آپ چاہتے تھے جس طرح ہو باہمی اتحاد قائم ہو اور غیر قومیں شیر و شکر ہو جائیں آپ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جویرہ بنت حارث آئیں اور اپنی شکستہ حالی عرض کی اور بیان کیا کہ میرا خاوند اس جنگ میں مارا گیا میں حارث قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہوں میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں حضور سے فریاد کرتی ہوں کہ مجھے ثابت کے پاس سے علیحدہ کر کے اپنی سرپرستی میں لیا جائے اور میری رہائی کے عوض ثابت کو میرے خرمے کے چند درخت جو مدینہ میں ہیں دیدیئے جائیں آپ نے اسکی غریبی پر رحم کھا کے اسکے معروضہ پر توجہ فرمائی اور ثابت کو بلا کے کہا کہ یہ عورت اپنی آزادی تجھ سے ان خرموں کے بدلے خریدتی ہے کیا تو قبول کرتا ہے اس نے بخوشی منظور کر لیا اور جویریہ کو آزاد کر دیا۔ حضور انور نے رحم فرما کے اس سے نکاح کر لیا اس نکاح کرنے کا قوم پر یہ اثر ہوا کہ جتنے قیدی بنی مصطلق تھے سب رہا کر دیئے گئے اور کل مال غنیمت واپس دیدیا گیا اور دونوں قوموں میں انتہا درجہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اتحاد پیدا ہوگیا۔ اس نکاح میں یہ بہت بڑی حکمت تھی خیال ہو سکتا ہے کہ وہ نکاح کیسا مبارک نکاح ہے جسکے باعث دو قوموں میں بھائی چارہ قائم ہوا اور صدہا آدمیوں کی جان بچ جائے۔ آپ کے نکاح کی نسبت بھی بہت سی فضول اور لایعنی باتیں بیان کی گئی ہیں اور بہت سی الٹی سیدھی روایتیں مشہور ہیں لیکن وہ سب بیہودہ اور غلط ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ روایت مشہور ہے کہ بنی مصطلق پر فتح پانے کے بعد آنحضرت بی بی عائشہ کے ساتھ ایک چشمہ آب پر بیٹھے تھے کہ سامنے سے جویریہ آئیں چونکہ یہ ایک خوبصورت بی بی تھیں حضرت عائشہ نے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت ضرور اسے اپنے نکاح میں لائیں گے چنانچہ آنحضرت نے فوراً نکاح کی غرض ظاہر کردی۔ یہ بھی عجیب تاریخ ہے کہ جس کا سرنہ پیر کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بنی مصطلق میں رسول کریم کے ہمراہ گئی ہوں کوئی شخص اسے ثابت نہیں کرسکتا کہ فتح مکہ کے بعد آپ رسول کریم کے ساتھ ایک چشمہ پر بیٹھی ہوں اور جویریہ کی صورت دیکھتے ہی آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ رسول کریم اس سے ضرور نکاح کرلیں گے یہ بہت بڑا بہتان ہے جو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اُٹھایا گیا ہے اس قسم کا خیال کبھی کسی بی بی کے دل میں نہیں گزر سکتا تھا۔ ہر بی بی نکاح کو خوب سمجھتی تھی اور جانتی تھی ہر نکاح میں کتنی بڑی حکمت مضمر ہے۔ صحیح حدیث ہے جب کسی شخص نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کیا تو قرآن مجید نہیں پڑھتا یعنی قرآن مجید میں آخر الزماں نبی کے اخلاق موجود ہیں کسی سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے جب یہ پاکیزہ خیالات تھے اور ہر حالت میں تھیں پھر انکی نسبت رکیک باتوں کا خیال کرنا اور زبردستی کے الزام ان کے سر چپکانا خلاف انسانیت ہے۔

اور ایک حملہ بی بی جویریہ کے معاملہ میں رسول مقبول پر کیا گیا ہے اور وہ نامہذب اور بازاری ہے کہ دیکھکر شرم آتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آنحضرت بی بی جویریہ کے پاس آئے اور اُن سے مقاربت کرنی چاہی آپ روزہ سے تھیں آپ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روزہ توڑ دیا۔ یہ عجیب نالائق حملہ ہے جس کا سر نہ پیر نہ کسی روایت میں موجود نہ کسی صحیح اور معتبر تاریخ میں اس کا پتہ۔ ساری باتیں جو مخالفوں نے ایجاد کی ہیں ایجاد کی ہیں اُن کا کہیں بھی پتہ نہیں لگتا سوے اس کے کہ اُن باتوں کو معتبرین کے خیالات کا ایک پرتو کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی بیوہ تھیں جب حضور انور سے نکاح ہوا ہے آپ کے خاوند کا نام عبداللہ بن جحش تھا آپ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ آغاز اسلام میں ام حبیبہ مع اپنے شوہر کے مسلمان ہوگئی تھیں جب مکیوں کے جور وظلم سے مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی ہے تو یہ بھی اُن مہاجرین میں تھیں اور اسلام کے سچے نقوش اُن کے دل پر ہوگئے تھے ایک تو آفت رسیدہ ہو کے حبشہ گئی تھیں دوسری آفت اُن پر یہ آئی کہ پردیس میں پہنچکر ان کا شوہر عبداللہ بن جحش نصرانی ہوگیا اور اس نے مذہب اسلام سے نفرت ظاہر کی۔ اگرچہ بی بی ام حبیبہ کو اپنے خاوند سے بہت ہی محبت تھی اور سوائے شوہر کے پردیس میں اُن کا کوئی سرپرست بھی نہ تھا پھر بھی اُنھوں نے بڑی دلیری سے روکا اور کہا کیا غضب کرتا ہے نصرانی نہ ہو اور ایسے حق دین سے پہلوتہی نکر مگر وقت یہ تھی کہ اسلام شراب خواری وغیرہ کو ناجائز قرار دیتا تھا اور حرام حلال میں امتیاز پیدا کر دیا تھا اور ایسی پاک زندگی میں رہنا خاص ایسے شخص کے لئے محال تھا جس کے خون میں بدکاری اور افعال قبیحہ کا زہر ملا ہوا ہو وہ مسلمان رہ کے کبھی ایسے افعال نہیں کر سکتا تھا۔ بی بی ام حبیبہ کے کہنے کی اُس نے مطلق پروا نہ کی اور اپنی سابق نصرانیت کی طرف بالآخر رجوع کی۔ پھر اُس نے ام حبیبہ کو سمجھایا کہ اس پردیس میں اور کوئی تیرا سرپرست نہیں ہے تو بھی نصرانی ہو جا۔ یہ صحیح تھا کہ بی بی ام حبیبہ پر مصیبت کا پہاڑ آپڑا تھا اور جہان آپ کی آنکھوں میں تاریک ہوگیا تھا اور اب آپ ایک اجنبی سرزمین میں بالکل بے یار و مددگار تھیں پھر بھی آپ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بڑی دلیری سے اپنی ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور صاف کہدیا کہ اگر تو نہیں مانتا اور نصرانی ہوتا ہے تو میں تیری زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ عبداللہ بن جحش نے نہ مانا اور اخیر نصرانی ہو گیا۔ نصرانی ہوتے ہی تمام معائب جن سے وہ تائب ہو گیا تھا پھر اس میں عود کر آئے اور وہ خرابات میں پڑ گیا۔ اس کی موت سخت ذلت سے ہوئی شراب میں سرمست ہو کے اخیر سخت رسوائی کے ساتھ اسکی جان نکل گئی۔

خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔ مکہ معظمہ میں ان پر کم مظالم نہیں ہوئے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھیں جلا وطن ہونا پڑا تھا پھر حبشہ میں وہ اپنے بدکار شوہر کی شومی طالع سے بے پناہ رہ گئیں پھر بھی یہ اسلام کی دلدادہ بی بی بہت مضبوطی سے اسلام پر قائم رہی اور اس کے ایمان و یقین میں کسی قسم کا بھی تزلزل نہیں آیا۔ مٹ جانا اور برباد ہو کے مرجانا بہتر سمجھا۔ لیکن دین خدا سے منہ نہ پھیرا آپ نے اپنے بدنصیب شوہر سے علیحدہ ہونے کے بعد کچھ روز سخت مصیبت میں گزارے پھر آپ قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئیں اور اپنی تمام دردناک کہانی رسول مقبول کی خدمت میں عرض کی اور کہا کہ میں بالکل بے پناہ ہوں اور صرف دین اسلام کے لئے مجھ پر یہ آفتیں ٹوٹی ہیں آپ میری ڈھارس بندھوائیے اور میری سرپرستی کیجیے۔ یہ حال سن کے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فوراً ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ اس وقت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی تیئس ۲۳ برس کی عمر تھی۔ آپ کی وفات ۴۴ھ ہجری میں ہوئی ۶۰ یا ۶۵ حدیثیں بھی آپ کی روایت سے منقول ہیں۔

غزوہ بنی مصطلق

شعبان المکرم ۵ھ ہجری۔ مطابق ۶۲۶ عیسوی

دومۃ الجندل سے واپس ہونے کے تین مہینے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بیوہ تھیں آپ کے پہلے شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا مگر اس نے طلاق دیدی تھی پھر کنانہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ خبر لگی کہ مکہ کے اطراف میں مسلمانوں کے خلاف ایک گروہ کثیر جمع ہو رہا ہے۔ بنی مصطلق جو پہلے معاہدہ کی رو سے حضور انور کے دوست تھے اب انھوں نے عہد شکنی کر کے مکہ کے قریشوں کے ساتھ شرکت کر لی اور اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ قریشوں کے ہمراہ ہو کے مدینہ پر حملہ کریں اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

بن ربیع سے نکاح ہوا یہ شخص غزوہ خیبر میں مارا گیا۔ جب قانون جنگ کے مطابق سب لوگ گرفتار ہوئے تو آپ نے صفیہ کو دیکھ کر فرمایا تو آزاد کی گئی خواہ یہاں رہ خواہ اپنے رشتہ داروں میں چلی جا انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گئی پھر یہودیوں میں جا کر کیا کروں گی وہاں میری گزر کیونکر ہو سکتی ہے خواہ میرے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب اختلاف مذہب ہے تو مجھے ان سے سخت نفرت ہے میں تو حضور کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اسے زوجیت میں قبول کر لیا اور مدینہ لے آئے۔ ان بی بی کی نسبت بھی بہت سی جھوٹی روایتیں بنائی گئی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ وہ روایتیں ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں اور ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہو سکتی یہ الزام ہے کہ نکاح کے بعد کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تجھے محمد پسند آئے تو اس نے کہا کہ میں نے انھیں بہت خوب پایا۔ پہر پہلی منزل میں بی بی صفیہ کا انکار پہر دوسری منزل میں ام سلیم والدہ حضرت انس کو بھیجنا کہ تو جا کے صفیہ کو سنگھار کر اور پھر اس کا صفیہ کو سمجھانا کہ دیکھیو تو انکار نہ کیجیو پھر وقت مقاربت ابو ایوب انصاری کا پہرہ پر برہنہ شمشیر لئے کھڑا ہونا پھر بعد فراغت آنحضرت کا دریافت کرنا کہ تو یہاں کیوں کھڑا تھا ان کا جواب دینا کہ یہ عورت یہودن تھی اور اسکے باپ بھائی جنگ میں مقتول ہوئے تھے مبادا یہ دست درازی کر بیٹھے تو میں فوراً مدد کو پہنچوں پھر آنحضرت کا اسے دعا دینا کہ جس طرح تو نے نبی کی حفاظت کی ہے اسی طرح خدا بھی تیری حفاظت کرے گا پھر صفیہ کا مدینہ آنا اور تمام مدینہ میں غل مچنا اور حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا بھیس بدل بدل کے صفیہ کو دیکھنے آنا اور آنحضرت کا گھونگٹ میں حضرت بی بی عائشہ کو پہچان لینا پھر بی بی صفیہ کا شکایت کرنا کہ مجھے عایشہ اور حفصہ

مدینہ کا محفوظ رکھنا فرض ہوا۔ آپ نے نہایت دلیری اور بے جگری سے اُن کو دفع کرنے کے لئے تیاری کرنی شروع کی۔ مدینہ کے تمام جنگجو مرد حضور انور کی خدمت میں آکے جمع ہو گئے اور عبداللہ بن اُبی بھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لیکے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکھڑا ہوا تاکہ وہ بھی مسلمانوں کی طرف سے جنگ کرے

ستاتی ہیں اور یہ طعنہ دیتی ہیں کہ تو یہودن ہی تیری حقیقت ہی کیا ہے پھر آنحضرتؐ کا بی بی صفیہ کو یہ جواب بتانا کہ جس وقت وہ تجھے یہودن کہا کریں تو یہ کہدیا کر کہ ہارون میرا باپ موسیٰ میرا چچا اور محمد میرا خاوند ہے۔ پھر آنحضرت کا بی بی عائشہ کو سمجھانا کہ تم اسے تکلیف نہ دیا کرو وغیرہ وغیرہ یہ بے بنیاد روایتیں اور نالائق الزام ہیں جو حضور انور اور آپ کی ازدواج پر لگائے گئے ہیں اگر ہم فرض کرلیں کہ کسی اسلامی تواریخ میں بھی اس کا کھوج لگتا ہے پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ کا لکھنا یا کسی مفسر کا اپنی تفسیر میں درج کرنا یا کسی راوی کا روایت کرنا ایک خفیف سا الزام بھی رسول مقبول اور ازواج پاک پر نہیں قائم کرسکتا یہ سب چڑے چڑیا کی کہانیاں ہیں اور صدق سے انھیں کچھ بھی سروکار نہیں ہوا اور اگر خود ان روایتوں کو ٹٹولا جائے گا تو ان میں شمہ برابر بھی صدق کا پتہ نہ لگے گا خیال نہیں ہوسکتا کہ جب پہلی منزل میں رسول کریم بی بی صفیہ کے پاس گئے تو انھوں نے اس بنا پر انکار کردیا کہ یہودیوں کا خوف تھا کہیں آنہ پڑیں اور رسول اللہ کو صدمہ پہنچائیں یہ بھید دوسری منزل میں کھولا گیا یہودیوں کا تو اس وقت حملہ آور ہونا تھا کہ جب بی بی صفیہ اُونٹ پر بیٹھ کے آنحضرت کے ساتھ خیبر سے چلی آئی تھیں جب ساتھ آنے پر کسی نے نہیں روکا تو دوسری منزل پر مقاربت کرنے میں کون مانع آسکتا تھا پھر یہ روایت کہ دوسری منزل میں حضرت انس کی والدہ کو صفیہ کے بناؤ سنگھار کا حکم ہوا تھا کیسی بیہودہ بات ہے بناؤ سنگھار کی اگر ضرورت تھی تو پہلی دفعہ ہونی چاہئے تھی نہ کہ دوسری بار آنحضرت کو اسکا خیال آیا پھر ابوایوب انصاری کا پہرہ دینا عجیب مہمل حکایت ہے جس کا سر نہ پیر۔ رسول خدا ایسے کمزور بچے تھے کہ ایک نہتی عورت آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکتی اور اسی لئے ابوایوب کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حضور انور کی فوج میں سواروں کی تعداد صرف ۳۰۰ تھی۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد آپ نے چند کوہوں پر اپنے خیمے نصب کئے جو کنارہ بحر کے قریب تھے اور مکہ سے انکا بہت قریب فاصلہ تھا یہاں آپنے خاص ایک خیمہ نصب کیا جس میں آپ حضرت بی بی عائشہ اور ام سلمہ تھیں۔ جسوقت بنی مصطلق کے لوگوں نے سنا کہ حضوری فوج قریب ہی

خوف ہوا تھا پھر اور ازواج پاک کا دیکھنے کو بھیس بدل کے آنا کیا لغو استدلال ہے جبکہ وہ آزادی سے بھی آسکتی تھیں اور دیکھنے آنا کیا معنی وہ سب ایک مختصر جگہ علیحدہ علیحدہ حجروں میں ملکے رہتی تھیں کوئی بڑا محل تو تھا نہیں کہ انھیں ایک دوسرے کے پاس وقت سے آنا پڑے۔

شرم نہیں آتی کہ ایسی بے معنی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن کا سفط ہونا بدیہی ہے ہم ایسے مفسروں یا مورخوں یا رایوں کو کیا لیکے چائیں جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آیا رسول مقبول کے زمانہ میں ایسے واقعات ہو بھی سکتے ہیں اور اگر فرض کر ہوئے تو تین صدی کے بعد ایک ایک منٹ کا حال اور بلفظ گفتگو کی کیفیت انھیں کون کہنے آیا الہام اور وحی کا کوئی دعوے نہیں کرتا پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ زن و شوئی کے رازدارانہ تعلقات اور باہم گفت و شنید کا انھیں پوری تین صدی کے بعد پتہ لگ گیا ہو سمجھ میں نہیں آتا کہ نکتہ چینیوں نے ان روایتوں کو اگرچہ وہ اسلامی کتب ہی میں سہی کس دلیل اور حجت سے صحیح تسلیم کر کے اسلام اور بانئے اسلام پر اپنے جلے پھپھولے پھوڑے ہمنے اس قسم کی باتیں جھٹ بھئیے عیسائیوں کی کتابوں میں دیکھی ہیں مگر جو پوپ کی اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں وہ کبھی ان چڑے چڑیا کی کہانیوں پر خیال ہی نہیں کرتے اور نہ ایسی باتیں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ حارث کی صاحبزادی تھیں آپ کا نکاح پہلے ابن عمر سے ہوا تھا مگر انھوں نے طلاق دیدی پھر آپ کی شادی بورہم سے ہوئی اس کے بعد ۷ھ ہجری میں آنحضرت سے نکاح ہوا۔ معترض کا یہ اعتراض کہ نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ مقام سرف پر بی بی میمونہ نے اپنا نفس آنحضرت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust.

خیمہ زن ہو تو اُن کے حواس درست نہ رہے اور اُن میں پریشانی پیدا ہو گئی اور جگہ سے قدم اُکھڑ گئے۔ مسلمان فوج آگے بڑھی اور انھیں تیروں پر رکھ لیا اور خبر اتنے قریب دشمنوں کے پہنچ گئے کہ انھیں مجبوراً اطاعت کرنی پڑی۔ مسلمانوں نے انھیں قید کر لیا۔ ان کے بال بچے اُن کے مویشی اور کل جانور پکڑے گئے۔

ہبہ کر دیا تھا۔ ہبہ کرنا یا نکاح کرنے میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ نکاح میں گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہبہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی حالانکہ نکاح میں بھی عورت اپنا نفس دو گواہوں کے آگے ایک شخص کو ہبہ کرتی ہے۔ یہ کوئی بڑی اعتراض کی بات نہیں ہے جس پر دریدہ دہنوں نے بہت کچھ ہرزہ گوئی سے کام لیا ہے اور پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بی بی میمونہ اُونٹ پر جا رہی تھیں رسول اللہ نے دیکھکر فرمایا کہ اُونٹ اور جو اُونٹ پر ہے وہ میرا ہے۔ یہ روایت محض لغو اور مہمل ہے اور اس کا کسی معتبر کتاب میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ یہ صحیح ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر نکاح کے کسی عورت کو اپنے قبضہ میں لائے یعنی بغیر گواہوں کی موجودگی کے کسی عورت سے دائمی تعلق پیدا کرے کیونکہ گواہ ہر مقام پر بکثرت مل سکتے ہیں مگر نبی کے لئے یہ کوئی قید نہیں ہے اگر عام طور پر ہبہ کی رسم مسلمانوں میں بھی جاری ہو جاتی تو انتظام عالم اور تمدن اسلامی میں سخت تنزل واقع ہوتا اس لئے منع کر دیا گیا ہے کہ خاص رسول کریم کے ساتھ یہ خصوصیت ہے اور کوئی مسلمان ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہے رہا مجبوری کی حالت میں اور ایسی حالت میں کہ وہاں گواہ ملنا ناممکن ہو تو فقہا نے اس کے لئے بہت کچھ احکام بیان فرمائے ہیں جنھیں ہم تفسیر میں بالتفصیل بتائیں گے۔

اس کے بعد میمونہ کے غسل کا تذکرہ ہے اور ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ میمونہ کے بچے ہوئے پانی سے نہائے یہ سب واہی تباہی باتیں جنھیں نفس مطلب سے کوئی بھی سروکار نہیں ہے۔ نہاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے یہ باتیں کی تھیں تین صدی کے بعد قیامت تک نہیں معلوم ہو سکتیں۔ یہ ساری گھڑت ہے جسے واقعات سے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔

CC-0. JNTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ان کی تعداد یہ ہے۔ دو سو خاندان۔ دو ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار بھیڑیں اور بکرے اور بہت سا اثاث البیت بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور حسب دستور باہم تقسیم کر لیا گیا۔

اس غزوہ کے دو مشہور واقعے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک انصاری نے

آنحضرتؐ کی لونڈیاں یا حرمیں

بعض ضعیف روایتوں میں آنحضرت کی حرموں کا بھی بیان ہے مگر سب غلط اور مہمل ایک روایت بھی کوئی صحیح نہیں ثابت کر سکتا۔ نام گنانے کو تو ہزار کے نام گنا دیئے جائیں مگر صدق سے انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض مستند کتب احادیث میں بھی دو ایک حرموں کا تذکرہ ہے۔ مگر اتفاق نہیں ہے اور اس قسم کی کوئی روایت متفق علیہ آجتک نہیں ثابت ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کی ران پر برص کا داغ تھا آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کی اگرچہ اصول طب اور تمدن سے اس روایت کو مغائرت تو نہیں ہے مگر ایسی باتیں رسول کریم کے زمانہ میں مشہور نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ تو صدیوں کے بعد تراشی گئی ہیں اور چونکہ ہر روایت عربی جامہ میں ہے اس لئے اس کے پڑھنے والے کو دھوکا ہوتا ہے ہمارے پاس کوئی معیار ایسی نہیں ہے جس سے جھوٹی سچی روایت پرکھی جائے اور معیار اسماء الرجال کی پیش کی جاتی ہے وہ بہت ہی نامکمل ہے بہرحال ہم درایت سے جانچتے ہیں اور جب تک کوئی روایت درایت کی معیار پر کھری نہ اتریگی ہمیں تو اس کے ماننے میں تامل ہوگا۔ مثلاً بیان کیا گیا ہے کہ فاطمہ بنت ضحاک آپ کی حرم تھیں انھیں خرم کی تنگی ہوئی تو انھوں نے طلاق مانگی آپ نے طلاق دیدی اور پھر بیچاری فاطمہ فاقہ کشی کر کر کے مر گئی۔

پھر اسماء بنت صلت کا بیان ہوا ہے کہ جب آنحضرت نے اس سے ہم بستر ہونے کی درخواست کی تو وہ شادی مرگ ہو گئی۔ پھر قبیلہ بنی سلیم کی ایک عورت کا بیان ہوا ہے کہ اسکے باپ نے آنحضرت کے آگے اپنی بیٹی کے حسن و جمال کی تعریف کی آپ نکاح کرنے پر راضی ہو گئے مگر جب نے منجملہ اور صفتوں کے ایک یہ بھی صفت بیان کی کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی تو آپ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہشام کو جو لیث بن بکر کی اولاد سے تھا اور مسلمان ہو گیا تھا کافر جانکر بھولے سے قتل کر ڈالا جب اسکے بھائی مقیس نے جو مکہ میں رہتا تھا اپنے بھائی کے قتل کی خبر سنی تو وہ فوراً انتقام کی غرض سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے بھائی کا خوں بہا لینے آیا ہوں حضور انور نے

متفکر ہو گئے اور فرمایا ایسی عورت بہت ہی منحوس ہوتی ہے۔ پھر لیلیٰ بنت کعب ہے جس کی ران پر برص کا دھبہ بیان کیا گیا اور جو دیکھتے ہی رسول کریم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر اسماء بنت نعمان ہے جس کا ساڑھے بارہ اوقیہ کا ہر چاندی کا تجویز کیا گیا تھا۔ جب آنحضرت نے ابو سعید ساعدی سے اس عورت کو بلوایا تو حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ نے اُسے یہ سکھا دیا کہ جسوقت رسول اللہ تیرے پاس سونے لگیں تو اس وقت یہ پڑھ دیجیو اعوذ باللہ منک یعنی تجھے خدا کی پناہ۔ جب ایسا موقع ہوا اُس نے یہ کہدیا آپ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا تو نے بڑی ذات کی پناہ ڈھونڈی ہے پھر آپ کو معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کی یہ چالاکی تھی پھر دوبارہ اُسے بلایا اور اپنے پاس رکھا۔ پھر لیلیٰ بنت خطیم کا بیان ہے کہ اس نے آپ کی پیٹھ پر دو ہتڑ مارا اور اسوقت آپ دھوپ کی طرف سے بیٹھ کے بیٹھے تھے یہ دو ہتڑ گویا محض دل لگی کے طور پر تھا پھر اس نے کہا کہ میں اپنا نفس آپ کو سونپتی ہوں آپ راضی ہو گئے وہ یہ قول و قرار کر کے جب گھر واپس آئی اور اپنے رشتہ داروں سے بیان کیا انھوں نے کہا اس کے پاس بہت سی عورتیں ہیں تو اس سے ہرگز نکاح نہ کیجو تجھے اور عورتیں دیکھ کے رشک ہو گا وہ تیرے حق میں بددعا کریگا تو برباد ہو جائے گی جا اور اپنا عہد توڑ ڈال۔ چنانچہ وہ دوبارہ حاضر ہوئی اور اپنا عہد توڑ کے چلتی بنی اور کسی دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ پھر ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب ہے جو ہبیرہ بن کے رسول کریم کے گھر میں آئی پھر خولہ بنت حکیم ہے اس سے نکاح نہیں ہوا مگر اس کے گھر میں سوئے ضرور۔ پھر ضبعہ ہے جسے اس کے باپ سے مطالبہ کیا تھا مگر اس نے دینے سے کر دیا اور مرض کا بہانہ کر کے اپنے انکار میں کامیاب ہوا۔ پھر ام رائع۔ رضوی۔ رقیہ۔ ام شریک۔ ماریہ۔ شیریں۔ ایم ایں ہیں جن میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسے خون کی قیمت دلوادی مگر اس چالاک شخص نے روپیہ لیکر اس پر قناعت نہ کی اور وہ تاک میں لگا رہا۔ آخر ایک دن انصاری کو قتل کرکے وہ مکہ کی طرف بھاگ گیا صرف اسی شخص کا خون کرکے فتح کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کردیا تھا۔

بعض سے مقاربت بھی کی اور بعض سے نہیں۔

روایتوں کا یہ طوفان بے تمیزی ہے جنھوں نے اتنے نام عورتوں کے ایجاد کرلئے ان ہی روایتوں میں بہت سی باتیں وہ بیان کی گئی ہیں کہ ایک ناسمجھ بھی تسلیم کرنے سے سر ہلا دیگا بھلا صرف اس خوشی میں کہ رسول خدا اُس سے مقاربت کرنا چاہتے ہیں اسکی جان نکل گئی کتنی لغو اور مہمل بات ہے یا ایک عورت کا پیٹھ پر دو ہتڑ مارنا اور دل لگی کرنا اور نکاح کا وعدہ کرکے پھر اپنا وعدہ واپس پھیر لینا کتنا مہمل ایجاد ہے۔ ایسی روایتیں اگر غلطی سے کسی مسلمان مورخ نے درج کردیں تو یہ کسی طرح بھی لازم نہیں ہے کہ ہم اسپر تکیہ کرکے ہو بیٹھیں بلکہ ہر روایت رسول کریم کے رعب جلال۔ اخلاق اور ادب کے مقابلہ میں کہنی چاہئے اور پھر دیکھنا چاہئے کہ مذکورۂ بالا صفات سے اس یا اس جیسی روایات کا تطابق ہوتا ہے یا نہیں جس آخر الزماں نبی کے حضور میں کوئی ہُوں تک نہ کرسکتا ہو۔ جس سے ۲۳ برس میں سوائے تیرہ مسائل کے اور سوال نہ کیا گیا ہو اُسکے سامنے کس کا زہرہ تھا کہ وہ باتیں دریافت کرتا جو گھر اور بی بیوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ وضو۔ نماز اور حج کے مسائل تو کسی نے پوچھے نہیں جیسا کرتے دیکھتے تھے ویسا ہی کرنے لگتے تھے۔ کیا مجال تھی جو کوئی ایک لفظ بھی زبان پر لاتا۔ بی بی کے ساتھ بچے ہوئے پانی میں نہانا اور پھر اس کا ذکر باہر صحابہ میں کردینا اور پھر اُن میں سے بعض صحابہ کا بطور وصیت کے خاص ان ہی باتوں کو اپنی اولاد سے وصیت کر جانا اس طرح جب نسلاً بعد نسل چلی آئیں پھر تو کہیں تیسری صدی کے آغاز میں اُن کا آغاز ہوا اگر یہ بات نہ ہوتی تو کاہے کو وہ کتابوں میں درج ہوتیں اور لوگوں کے کانوں میں پڑتیں۔

بڑے تماشہ کی بات ہو کہ صحابۂ راشدین میں سے ایک نے بھی یہ روایتیں بیان نہیں کیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دوسرا مشہور واقعہ اسی جنگ کا یہ ہے کہ سنان الجہنی ایک انصاری جہجاہ غفاری کی حضرت عمر فاروق کے خادم نے ایک گھونسا مارا اہل مدینہ اپنے ہم وطن کا انتقام لینے کے لئے اسپر دوڑ پڑے جہجاہ نے پکار کے کہا اے مہاجرین میری مدد کو دوڑو اور سنان جہنی انصار یعنی اہل مدینہ کو اپنی طرف بلایا جب دونوں جماعتیں جمع ہو گئیں تو نہایت

فرض کرو اگر اس قسم کے زن و شوئی کے تعلقات کا بیان کرنا کچھ ضروری ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ راشدین ان روایتوں کو بیان فرماتے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا مگر واہ رے تیسری صدی ہجری تجھ میں ایسے ایسے راوی پیدا ہو گئے کہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور وہ وہ باتیں نئے نئے رنگ میں بیان کیں گویا کوئی لمحہ رسول کریم سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے حدیثوں کی مستند کتابوں اور معتبر تواریخوں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ چار خلفا کے وقت میں تو ایسی روایتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا کسی کے کان میں ایسی بھنک نہ پڑی تھی۔ پہلی صدی میں ازواج پاک کے اندرونی تعلقات کا ذکر نہیں آیا دوسری صدی بھی خاموش گزر گئی مگر تیسری صدی اپنے ساتھ حدیثوں کا انبار لائی اور اس نے آتے ہی حدیثوں کے صدہا دفتر مرتب کر دیئے۔

سنی شیعہ دونوں کی روایتوں اور حدیثوں کا اسی صدی میں زور ہوا۔ اور اس قسم کے قصے کہانیوں نے اسی زمانہ میں آکے جنم لیا۔ حضرت فاروق اعظم نہایت دور اندیش خلیفہ تھے جنہوں نے اپنی خلاف میں سختی کے ساتھ حدیثوں کی روایت کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ فی الحقیقت یہ بہت بڑی حکمت بالغہ تھی اگر مسلمانوں میں باہمی فساد اور خونریزی نہ ہوتی تو ہرگز حدیثوں کی اشاعت اس کثرت سے کبھی نہ ہوتی خواہ تمدن کا دائرہ کیسا ہی وسیع ہوتا اور فتوحات کتنی ہی ترقی پذیر ہوتیں۔ چاروں خلفا کی بھی یہی کیفیت تھی حضرت عثمان غنی نے تو اعلان جاری کر دیا تھا کہ جو حدیثیں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے روایت کی ہیں اگر ان کے سوا ایک حدیث بھی کسی نے روایت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لشکر گاہ میں سے ایک شخص کو پٹوا کے نکلوا دیا تھا صرف اس جرم میں کہ وہ اپنی طرف سے بنا بنا کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

درشت اور تلخ تر لفظ طرفین سے استعمال ہونے لگے یہاں تک کہ تلواریں کھنچ گئیں سخت خونریزی ہونے میں کوئی شبہہ نہ رہا تھا کہ اتنے میں سنان نے جہجاہ کو معافی دیدی اور صاف کہدیا مجھے اس سے انتقام لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر عبداللہ ابن سلول جو بڑا زبردست منافق تھا ایسے موقع کی تاک میں لگا ہوا تھا اس نے اہل مدینہ کو

حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔ کاش یہی انتظام رہتا تو آج کو اسقدر اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسلمان یوں برباد نہ ہوتے۔

صحابہ راشدین کی روایت سے جتنی روایتیں ہیں اُن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے مگر تیسری صدی کے مسلمانوں کی روایت سے حدیثوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے اور یہ امر بڑا ہی عجیب ترین ہے سب سے زیادہ بعض متاخرین مورخوں نے ستم توڑ دیا ہے وہ ناپاک باتیں بیان کر گئے ہیں جن کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مثلاً کسی بی بی نے رسول اللہ کا پیشاب بھولے سے پی لیا اور اس کی بیماری دور جاتی رہی یا کسی نے فضلہ کھالیا اور اس کا جسم تمام امراض سے پاک ہو گیا۔ آپ کا فضلہ زمین کھا جاتی تھی۔ ان حضرات سے دریافت کیا جائے کہ ایسی رکیک اور غیر ضروری باتوں کے بیان کرنیکا منشاء کیا ہے اور کونسی دینی بات اس سے پیدا ہوتی ہے اور شریعت کے کون سے اصول کی تعلیم ہوتی ہے خواہ مدارج النبوہ میں لکھا ہو یا روضۃ الاحباب میں خواہ الواقدی میں لکھا ہو یا ابوالفدا میں کسی کتاب میں کیوں نہ لکھا ہو کہلائیگا غیر ضروری۔ جن حدیثوں میں اس قسم کی لغویات نہیں ہیں وہی حدیثیں صحیح ہیں یا جو حدیثیں بشرطیکہ یہ ثابت بھی ہو سکے کہ یہ صحابہ راشدین کی ہیں تو سب سے زیادہ وہی معتبر ہیں اور ان کے علاوہ جتنی حدیثیں اور روایتیں ہیں اُن میں برابر شک کو گنجائش ہو سکتی ہے۔

ہمیں خاص ازواج پاک کی نسبت جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکے شاید ہماری یہ تحریر پسند آئے اور ایک حد تک کافی ہو ہم اس سے بھی کہیں زیادہ بحث کر سکتے تھے مگر ہمنے عمداً طول نہیں دیا ہمارے خیال میں بس اسیقدر کافی ہے اگرچہ ہمیں بہت کچھ ابھی لکھنے کی گنجائش باقی ہے لیکن ہماری بساط کے قابل اسیقدر بس ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

در غلامانہ شروع کیا کہ تم نے اس ہمدردی کا نتیجہ دیکھا جو مہاجرین کے ساتھ تم نے کی کہ انھیں اپنے گھر میں اُتارا اپنے مال میں انھیں شریک کر لیا اور ان سے خوب ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اگر تم انھیں مونہ نہ لگاتے تو آج یہ موقع ہی کب ہوتا کہ تمہارا ہم وطن ہیں طرح ذلیل کیا جاتا۔ اسوقت زید ابن ارقم موجود تھے عبد اللہ کی یہ گفتگو سنکے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ گزرا تھا سب عرض کر دیا۔ حضرت عمر فاروق بھی دربار نبوی میں حاضر تھے آپ کو سخت جوش آیا آپ نے حضور میں عرض کیا کہ عباد بن بشیر کو حکم کیا جائے کہ وہ عبد اللہ ابن سلول منافق کی گردن اُڑا دے حضور نے یہ منظور نہیں کیا اور آپنے فوراً کوچ کا حکم دیدیا۔ بنی مصطلق کے قیدی کل مدینہ لائے گئے اور اُن کے ساتھ کل مال غنیمت بھی آیا حضور انور نے کمال رحم فرما کے بنی مصطلق کے خاندان کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی مصطلق اور مسلمانوں میں دوستی ہو گئی اور کل قیدی رہا کر دیئے گئے اور ان سے کچھ زر فدیہ نہ لیا گیا۔

حضرت عائشہ پر اتہام

اس غزوہ کا ایک مشہور واقعہ حضرت عائشہ رضؓ پر اتہام ہے اور یہ سب سے زیادہ ایک سنگین امر ہے جسپر ہم بالتفصیل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ مخالف نہایت ذلیل پن سے جس کی کوئی انتہا نہیں اسکا ذکر کرتے ہیں، صرف حضرت عائشہ رضؓ کا پیچھے رہ جانا اور چند آدمیوں کا غلطی سے آپ پر بہتان اٹھانا یہ ایسی باتیں ہیں کہ روزمرہ دنیا میں گزرتی رہتی ہیں مگر آپ کے ساتھ ایک خصوصیت تھی اور یہ خداوند تعالےٰ کا ایک خاص راز تھا جو معمولی دماغ کے آدمیوں کے سمجھ میں نہیں آتا تھا خدا کی مرضی یہ تھی کہ صدیق کی بیٹی تمام دنیا کی خواتین سے افضل قرار دی جائے اور محشر کی ملکہ بنے۔ اس راز کے ظاہر کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صدیقہ کا بیان جو آپنے اس واقعہ کی نسبت اپنی زبان مبارک سے خود فرمایا ہے اور جو بخاری نے قلمبند کیا ہے یہاں نقل کر دیں۔

(بخاری پارہ سولہواں کتاب المغازی صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ مطبوعہ کرزن سٹیم پریس دہلی)

بخاری نے ایک باب لکھ کے اسکی یہ سرخی قائم کی ہے اور پھر اس کے آگے حدیث کا سلسلہ شروع ہوا ہے

باب تہمت حضرت عائشہ کا ذکر۔

ابن شہاب کہتے ہیں ہم سے عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی یہ چاروں حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ بہتان کی حدیث روایت کرتے ہیں ہر ایک نے اُن میں سے مجھ سے حدیث عائشہ کا ٹکڑہ ٹکڑہ بیان کیا اور بعض کو اُن میں سے عائشہ کی حدیث بعض سے زیادہ یاد تھی اور وہ اُس کے بیان کرنے میں بہت درست تھے میں نے ہر ایک کی حدیث جو انھوں نے مجھ سے حضرت عائشہ سے روایت کی یاد رکھی۔ ان چاروں نے کہا حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے اپنی بی بیوں میں قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام (قرعہ میں) نکلتا اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک لڑائی میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈالا اُس میں میرا نام نکل آیا میں آپ کے ساتھ نکلی اور یہ موقع آیت پردہ اُترنے کے بعد کا ہے مجھے ہودج میں بٹھا کر اُتارتے چڑھاتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب تھے رات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا حکم دیا جب چلنے کی خبر ہوئی میں پاخانہ پیشاب کے واسطے روانہ ہوئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں فارغ ہوگئی تو اپنی سواری کے پاس آئی میں نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو خرزِ یمنی کا تھا ٹوٹ گیا (اور گر پڑا) میں اُلٹی گئی اور اپنا ہار ڈھونڈھنے لگی اُس کے ڈھونڈھنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ جو لوگ مجھے سوار کرتے تھے اُنھوں نے ہودج اُٹھا کر اُونٹ پر رکھ دیا اور اُن کا یہ خیال تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوں۔ اسوقت کی عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اور اُنپر گوشت بہت کم ہوتا تھا کیونکہ کھانا بہت کم کھاتی تھیں اسی واسطے انھوں نے ہودج اُٹھاتے وقت ہلکا نہ جانا۔ اور اُسے اُونٹ پر رکھدیا اُسوقت میں کم سن تھی۔ وہ سب اُونٹ کو لیکر چلدیئے میں نے اپنا ہار لشکر روانہ ہوجانے کے بعد پایا میں لشکر کی جگہ پر آئی تو وہاں کوئی جواب و سوال کرنے والا نہ تھا میں اپنی جگہ پر اس خیال سے بیٹھ گئی جب سب کو میرا گم ہونا

معلوم ہوگا تو مجھے ضرور ڈھونڈنے آویں گے۔ اسی طرح میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی مجھے نیند آنے لگی اور میں سو گئی صفوان بن معطل سلمی جو بعد کو ذکوانی مشہور ہو گیا تھا لشکر کے پیچھے رہتا تھا (تاکہ گری پڑی چیز کو اٹھا لاوے) وہ صبح کو میرے قریب پہنچا اور سوتے آدمی کا سایہ دیکھا مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اس نے پردہ سے پہلے مجھے دیکھا تھا اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) میں اُس کے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنے سے بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے میں نے مونہ چھپا لیا بخدا ہم نے کوئی بات نہ کی اور نہ میں نے اس سے بجز استرجاع کے کوئی اور بات سنی۔ صفوان نے اُتر کر اپنی سواری کو بٹھا کر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے میں اُٹھکر اُسپر سوار ہو گئی۔ صفوان اُونٹ کو کھینچتا چلا اور ہم شدت کی گرمی میں بوقت دوپہر لشکر میں پہنچے وہ سب ٹھیرے ہوئے تھے اُن میں سے جسے ہلاک ہونا تھا (تہمت لگا کر) ہلاک ہوا اور جو شخص بڑا مرتکب اس بہتان کا ہے وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے۔

عروہ کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی عبد اللہ بن ابی بن سلول کے پاس قصہ افک کا ذکر ہوتا تھا وہ اس کا اقرار کرتا تھا اور اُسے سنتا اور بیان کرتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں بہتان والوں میں سے کسی کا نام حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ نہیں ذکر کیا گیا اوروں کا مجھے علم نہیں۔ بیشک وہ بموجب قول خدا کے ایک جماعت ہے۔ اور بڑا ان کا عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے۔ عروہ کہتے ہیں عائشہ حسان کے بُرا کہنے والے کو بُرا جانتی تھیں اور فرماتی تھیں حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر کہا ہے۔

فان ابی ووالدہ عراضی ؎ لعرض محمد منکم وقاء

یعنی میرا باپ دادا اور میری عزت محمدؐ کی عزت کے واسطے (اے کفار) تم سے پناہ ہے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا پھر ہم مدینہ میں آئے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی لوگ تہمت والوں کے قول میں غور و فکر کرتے تھے اور مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں اپنی بیماری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو میں اس سے پہلے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر صرف یہ کہتے تھے یہ کیسی ہے پھر چلے جاتے تھے اس سے مجھے شک ہوتا تھا اور برے بھلے کا کچھ مجھے شعور نہ تھا۔ جب مجھے بیماری سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

افاقہ ہوا تو میں (پاخانہ پھرنے کے واسطے) نکلی اور ام مسطح بھی میرے ساتھ ہمارے پاخانہ کی طرف نکلی۔ ہم اکیلی رات سے دوسری رات تک پاخانہ نہ جاتے تھے اور یہ ہمارے گھروں کے پاس پاخانے بننے سے پہلے کا ذکر ہے۔ اور ہماری طرف جنگل میں پاخانہ پھرنے جانے کی عربوں کی طرح تھی اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس پاخانہ بنانے سے تکلیف ہوتی تھی حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں اور مسطح کی ماں نکلی جو ابی رہم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہے اور ام مسطح کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی ہے جو ابوبکر کی خالہ تھی اس کا بیٹا مسطح اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب کا بیٹا ہے۔ جب ہم پاخانہ پھر چکے تو میں اور ام مسطح اپنے گھر کی طرف واپس آئے مسطح کی ماں کا پاؤں اپنی چادر سے پھسل گیا وہ کہنے لگی مسطح ہلاک ہو۔ میں نے اسے جواب دیا تو بڑا کہتی ہے کیونکہ تو بدری کو برا کہہ رہی ہے۔ اس نے جواب دیا اری دیوانی کیا تو نے نہیں سنا جو کچھ مسطح نے کہا ہے۔ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے۔ ام مسطح نے مجھ سے اہل افک کا قول بیان کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں میری بیماری اور بڑھنی شروع ہوئی جب میں گھر آئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر سلام کیا پھر پوچھا یہ کیسی ہے۔ میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے ہاں جانے کی اجازت مانگی تاکہ میں اپنے ماں باپ سے یہ خبر اچھی طرح معلوم کروں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا اے ماں لوگ کیا کہتے ہیں میری ماں بولی اے بیٹی گھبرا نہیں ایسی عورتیں بہت کم ہیں جو خوبصورت ہوں اور کسی محبت کرنے والے شوہر کے پاس ہوں اور اسکی سوکنیں ہوں اور اسپر تہمت نہ لگائی جائے۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا سبحان اللہ لوگ اس طرح کہتے ہیں میں اس رات صبح تک روتی رہی نہ میں سوئی اور نہ میرا آنسو تھما۔ روتے روتے میں نے صبح کر دی حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب وحی آنے میں دیر لگی آپ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اور اپنی بی بی کی جدائی میں ان دونوں سے مشورہ لیا اسامہ نے تو یہی کہا جو آپ کی بی بی کا بری ہونا جانتا تھا اور جو کچھ ازواج کے حال سے واقف تھا (یعنی کہا یا رسول اللہ وہ آپکی بی بی ہے اسے اپنے پاس رکھئے ہم بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر اللہ نے تنگی نہیں کی عورتیں اس کے علاوہ بہتیری ہیں آپ خادمہ سے پوچھیں وہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سچ سچ بتا دے گی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلا کر پوچھا کیا تو نے عائشہ کی کوئی بیجا حرکت ایسی دیکھی ہے جس نے تجھے شک و شبہہ میں ڈالا ہو۔ بریرہ نے کہا اسکی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بھیجا ہے میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس سے میں عائشہ کو تہمت لگا سکوں ہاں اتنا ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں۔ خمیر سے غافل سو رہتی ہیں پلی ہوئی بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔ اسی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی بات کا لوگوں سے (اس طرح) عذر چاہا اے جماعت مسلمانان مجھے کون مدد دیگا اس شخص پر جس سے میری اہل میں مجھے ایذا پہنچی۔ بخدا میں اپنی بی بی پر بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتا اور ان لوگوں نے ایسے مرد کا نام لیا ہے جسپر میں سوائے بھلائی کے گمان نہیں کر سکتا۔ وہ میرے گھر میں میرے بغیر کبھی نہیں آتا تھا۔ عائشہ نے کہا کہ سعد بن معاذ بنی عبد الاشہل کے بھائی کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا اگر وہ شخص قوم اوس سے ہوگا میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوگا تو آپ ہمیں جو حکم دیجئے گا ہم اسکی تعمیل کریں گے۔ عائشہ فرماتی ہیں ایک شخص قوم خزرج سے کھڑا ہوا جس کا نام سعد بن عبادہ تھا اور حسان کی ماں اس کی قومی چچا کی بیٹی تھی اور قوم خزرج کا سردار تھا اور اس قصہ سے پہلے مرد نیک بخت تھا لیکن اسے قوم کی حمیت اور غرور نے اکسا دیا۔ سعد سے کہنے لگا تو جھوٹا ہے بخدا تو خزرجی کو نہ مار سکے گا۔ اور نہ اس کے مارنے پر قادر ہو سکتا ہے اور اگر وہ تیری قوم کا ہوگا تو تو اسکا مارنا اچھا نہ جانے گا پھر سعید بن حضیر نے جو سعد کے چچا کے بیٹے تھے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ سے کہا تو جھوٹا ہے بخدا ہم اسے ماردیں گے اور تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا اوس خزرج دونوں قبیلے اتنے بھڑکے کہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انھیں چپکا کرتے رہے (جب تک وہ چپ نہ ہوئے) اخیر وہ چپ ہو گئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس دن میں تمام دن روتی رہی نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ میرے ماں باپ میرے پاس صبح کر دی اور میں دو رات ایک دن روتی رہی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نہ میں سوتی تھی اور نہ میرا آنسو بند ہوتا تھا۔ اور میں خیال کرتی تھی کہ یہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا میری ماں میرے پاس بیٹھی تھی اور میں رو رہی تھی کہ مجھ سے ایک انصاری عورت نے آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دیدی وہ آکر بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے عائشہ فرماتی ہیں اس سے پہلے میرے پاس آپ نہیں بیٹھتے تھے جب سے اس ذکر کا چرچا تھا۔ آپ ایک ماہ تک انتظار کرتے رہے کیونکہ میرے بارے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہ آئی تھی عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت کلمہ شہادت پڑھا پھر کہا بعد حمد و تشہد کے اے عائشہ مجھے تیری ایسی اور ایسی خبریں پہنچی ہیں اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تیرا بری ہونا بیان کر دے گا۔ اور اگر تجھ سے گناہ ہوا تو اللہ سے اپنی بخشش کی دعا اور اس کی طرف رجوع کر کیونکہ بندہ جب (گناہ کا) اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس پر رجوع کرتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بات کہہ چکے میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے اور ایک قطرہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اُن کی بات کا جواب دیدو میرے باپ نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کیا جواب دوں پھر میں نے اپنی ماں سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دو وہ بولی بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں باوجودیکہ میں نوعمر لڑکی تھی اور میں نے قرآن بہت نہ پڑھا تھا خود جواب دیا بخدا میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں جم گئی ہے اور تم نے اسے مان لیا اب اگر میں تم سے کہوں کہ میں بری ہوں تو تم مجھے سچا نہ جانو گے اور اگر میں تم سے اس امر کا اقرار کر لوں جسے خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا جانو گے بخدا میں اپنی اور تمہاری مثال یوسف کے باپ کی پاتی ہوں جبکہ اس نے فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون کہا پھر میں سو نہ پھیر کر اپنے بچھونے پر لیٹ رہی اور خدا جانتا ہے کہ میں بری تھی (اور مجھے بھی یقین تھا)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جبکہ میں بری ہوں تو خدا میری بریت ضرور بیان کرے گا۔ لیکن بخدا میں نہ جانتی تھی کہ اللہ میری شان میں ایسی وحی اُتارے گا جو (ہمیشہ) پڑھی جاوے گی۔ میں یہ امید کرتی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں کوئی خواب دیکھ لیں گے جس سے اللہ مجھے بری کر دے گا۔ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ اُٹھنے پائے اور نہ اور کوئی گھر سے باہر جانے پایا کہ اللہ نبی پر وحی اُتاری اور جو شدت آپ پر بوقت نزول وحی ہوتی تھی وہ شروع ہوئی اور وحی کے بوجھ سے پسینہ آپ کے اوپر سے موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سختی دور ہوئی۔ آپ ہنستے ہوئے اُٹھے اور چھوٹتے ہی یہ فرمایا اے عائشہ اللہ بزرگ و برتر نے تجھے بری کر دیا ہے۔ عائشہ کہتی ہیں مجھ سے میری ماں نے کہا تو رسول اللہ کیطرف اُٹھ (اور اُن کا شکر کر) میں نے جواب دیا خدا کی قسم میں اُن کی طرف نہ اُٹھوں گی اور نہ اللہ کے سوا کسی کا شکر کروں گی (اُسی نے مجھے بری کیا ہے) حضرت عائشہ کہتی ہیں اللہ نے یہ دس آیتیں الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم (میری بریت میں) اُتاری ہیں ابوبکر صدیق نے مسطح بن اثاثہ کا خرچ اسکی مفلسی اور رشتہ داری کی وجہ سے اپنے ذمہ لے رکھا تھا جب اس نے بھی عائشہ کی تہمت میں ہمراہی کی ابوبکر نے کہا بخدا میں مسطح کو ہرگز کچھ نہ دوں گا۔ اسوقت اللہ نے یہ آیت ولا یاتل اولی الفضل منکم والسعۃ الی قولہ غفور الرحیم نازل کی۔ ابوبکر صدیق نے کہا بخدا مجھے اپنی بخشش بہت پسند ہے جو کچھ مسطح کو دیتے تھے پھر مقرر کر دیا۔ اور کہا بخدا میں اب یہ نفقہ بند نہ کروں گا۔ عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے (جو میری سوکن تھی) میرا حال دریافت کیا اور زینب سے پوچھا تو کیا دیکھتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے (راوی کا شک ہے) وہ بولی یا رسول اللہ میں اپنی آنکھ اور کانوں کو (غلط گوئی سے) بچاتی ہوں۔ اور بخدا میں بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔ عائشہ فرماتی ہیں زینب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن بیویوں میں تھی جو میری برابری کی مدعی تھی (لیکن) پرہیزگاری کی وجہ سے اللہ نے اُسے شر سے بچا لیا۔ عائشہ کہتی ہیں کہ زینب کی بہن حمنہ زینب سے لڑنے لگی اور ہلاک ہونیوالی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جماعت میں حمنہ بھی ہلاک ہوئی۔ ابن شہاب زہری (راوی حدیث) کہتے ہیں یہ حدیث ہے جو مجھے ان (چاروں) سے پہنچی ہے۔

عروہ نے کہا کہ عائشہ کہتی تھیں بخدا وہ شخص جسکے حق میں جو کچھ (بطریق حیات) کہا گیا وہ کہتا تھا سبحان اللہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں کبھی عورت کے پاس ہی نہیں گیا (یعنی وہ شخص نامرد تھا) حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ اس قصہ کے بعد خدا کی راہ میں شہید ہوا۔

زہری کہتے ہیں مجھ سے ولید بن عبدالملک نے پوچھا کیا تجھے بھی خبر ہے کہ علی بھی عائشہ کی تہمت لگانے والی جماعت میں شریک تھے میں نے کہا مجھے نہیں معلوم ہاں تیری قوم کے دو شخصوں نے جن کا نام ابوسلمہ بن عبدالرحمن (بن عوف) اور ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث ہے مجھے خبر دی ہے کہ عائشہ نے ان دونوں سے کہا علی میری شان میں خاموش تھے۔

مسروق بن الاجدع کہتے ہیں مجھ سے ام رومان کی ماں ہیں حدیث بیان کی وہ کہتی تھیں میں اور عائشہ بیٹھے تھے کہ ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی خدا فلاں کے ساتھ برائی کرے ام رومان نے کہا یہ بات کیا تو نے کہی وہ بولی میرا بیٹا بھی تہمت لگانے والوں میں سے ہے۔ ام رومان نے پوچھا تہمت کا کیا قصہ ہے اُس نے تمام قصہ بیان کیا عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ نے بھی یہ بات سنی ہے وہ بولی ہاں۔ پھر عائشہ نے کہا اور ابوبکر نے بھی سنی ہے وہ بولی ہاں (ام رومان کہتی ہیں) عائشہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور ہوشیار ہونے جگہ انھیں کپکپی کا بخار چڑھ آیا۔ میں نے عائشہ پر کپڑے ڈال دیئے اور اُسے ڈھانک دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پوچھا اس کا کیا حال ہے میں نے کہا یا رسول اللہ عائشہ کو سخت لرزہ کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید عائشہ کو اس ذکر کے سننے سے جو لوگ کہتے ہیں بخار آگیا میں نے کہا ہاں۔ عائشہ اُٹھ بیٹھی اور بولی بخدا اگر میں قسمیہ بھی کہوں تو تم میری تصدیق نہ کروگے اور اگر میں اپنا عذر بیان کرتی ہوں تو میرا عذر نہ سنوگے میری اور تمہاری مثال یعقوب اور اُس کے بیٹوں کی سی ہے۔ جبکہ یعقوب نے "واللہ المستعان علی ما تصفون" کہا۔ یعنی اللہ ہی سے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر مدد طلب کی گئی ہے۔ ام رومان کہتی ہیں رسول خدا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اللہ نے عائشہ کا عذر اُتارا۔ تو عائشہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا میں خدا ہی کا شکر کروں گی نہ آپ کا اور کسی اور کا مجھ پر (اس برئیت کا) شکر لازم ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اذ تلقونہ بالسنتکم تلقونہ (لام کے زیر سے) پڑھتی تھیں اور ولق کے معنی جھوٹ بتاتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ عائشہ اس لفظ کو خوب جانتی تھیں کیونکہ یہ آیت اُن ہی کی شان میں اُتری ہے۔

عروہ کہتے ہیں میں عائشہ کے پاس جا کر حسان کو بُرا کہنے لگا وہ بولیں حسان کو برا نہ کہہ کیونکہ وہ کفار سے رسول اللہ کی طرف سے جہاد کرتا تھا (ایک مرتبہ) حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا تو میرے نسب کو کیونکر ہجو سے بچاوے گا حسان نے کہا میں آپ کو مشرکین میں سے اس طرح جدا کر دوں گا جیسے خمیر میں سے بال صاف نکل آتا ہے۔ محمد بن عقبہ کہتے ہیں ہم سے عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی اس نے کہا میں نے ہشام سے سنا وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتا عروہ نے کہا میں نے حسان کو بُرا کہا جو عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھا (عائشہ نے مجھے منع کیا)

مسروق کہتے ہیں ہم عائشہ کے ہاں گئے جبکہ حسان اُن کے پاس بیٹھے شعر سنا رہے تھے اپنے اشعار تشبیب کے پڑھ رہے تھے اور یہ کہتے تھے۔ شعر

حصان رزان ما تزن بریبة ؎ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل ؎

عائشہ نے حسان سے کہا (سچ ہے) لیکن تو ایسا نہیں ہے۔ مسروق کہتے ہیں میں نے عائشہ سے کہا پھر تم اُسے کیوں آنے دیتی ہو اور حالانکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم۔ عائشہ بولیں اندھے ہو جانے سے زیادہ اور کونسا عذاب ہوگا پھر کہا حسان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں سے جہاد کرتا تھا یا اُن کی ہجو کرتا تھا۔

غرض جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت صدیقہ پر ظالموں نے مفت کا طوفان اٹھایا تھا تو انھیں سزا دینے کے لئے آسمان سے یہ حکم نازل ہوا جس میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہ غلط

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روایت اپنی زبان سے نقل کی تھی بہت سخت تنبیہ کی اور شک کرنے والوں کو سخت للکارا ہے (چنانچہ ملاحظہ ہو حمائل شریف مترجمہ میر زاحیرت پارہ ۱۸ صفحہ ۹۵۴ سورۃ النور مطبوعہ کرزن پریس)

(۱) ایک سورت ہے جسے ہمنے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو فرض کر دیا ہے اور اس میں ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد (جو بے بیاہے ہوں) تو ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو چاہئے کہ اللہ کے (اس) حکم (کے جاری کرنے) میں تمہیں ان دونوں پر شفقت نہ دامنگیر ہو اور چاہئے کہ ان دونوں کے عذاب کو مسلمانوں کا ایک گروہ دیکھے زانی مرد نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والی عورت سے یا مشرکہ سے اور زنا کرنے والی عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والا مرد یا مشرک۔ اور یہ نکاح مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کریں تو انھیں اسی دُرّے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ قبول کرو۔ اور (یاد رکھو کہ) یہی لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو لوگ اسکے بعد توبہ کر لیں اور نیک کام کریں تو بیشک (انکا گناہ بخشدیا جائیگا کیونکہ) اللہ بخشنے والا مہربان ہے

(۲) اور جو لوگ اپنی بی بیوں کو تہمت لگائیں اور اُنکے (پاس) سوا انکی ذات کے (اس معاملہ میں اور) گواہ نہ ہوں تو ان لوگوں میں سے ایک ہی کی گواہی چار مرتبہ ہو (اس طور پر) کہ اللہ کی قسم بے شک یقیناً میں سچ بولنے والوں میں سے ہوں۔

سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا ایٰت بینٰت لعلکم تذکرون۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طایفۃ من المؤمنین۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک۔ وحرم ذالک علی المومنین والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون۔ الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھدٰت باللہ انہ لمن الصدقین۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کی لعنت اس پر ہو اگر جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو اور اس عورت سے سزا کو ٹال دے گا اس کا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دینا کہ بیشک یقیناً وہ (اس کا شوہر) جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کا غضب مجھ پر ہو اگر وہ (یعنی میرا شوہر) سچ بولنے والوں میں سے ہو اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے (تو تم دیکھتے کہ جھوٹ تہمت لگانیوالوں کا کیا حال ہو جاتا) بیشک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں کی ایک جماعت (کے لوگ) ہیں تم اپنے حق میں اس (تہمت) کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے حاصل کیا اور ان میں سے جس شخص نے اس (تہمت) کے بڑے کام کو سرانجام دیا اس کے لئے ایک بڑا (سخت) عذاب ہوگا۔ جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہدیا کہ یہ صریح بہتان ہے (جن لوگوں نے یہ بہتان لگایا) وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جبکہ وہ (چار) گواہ نہ لا سکے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور (یاد رکھو) اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو یقیناً اس امر کی گفتگو کرنے میں تمہیں ایک بڑا (سخت) عذاب پہنچتا

والخامسة ان لعنت الله عليه ان كان من الكذبين - ويدرؤا عنها العذاب
ان تشهد اربع شهدات بالله انه لمن الكذبين - والخامسة ان غضب الله
عليها ان كان من الصدقين - ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله توابٌ حكيم
ان الذين جاؤ بالافك عصبة منكم لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم
ما اكتسب من الاثم والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم - لولا اذ سمعتموه ظن
المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا وقالوا هذا افك مبين - لولا جاؤ عليه
باربعة شهداء فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون
ولولا فضل الله عليكم ورحمته في الدنيا والاخرة لمسكم في ما افضتم فيه عذاب عظيم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب تم اُسے اپنی زبان پر لاتے اور اپنے مونہ سے وہ بات نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اُسے آسان سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت گناہ کی) بات تھی۔ اور جب تمنے اُسے سنا تو کیوں نہ کہا کہ ہم کو سزاوار نہیں ہے کہ ہم اُسے زبان پر لائیں (اے اللہ) تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اب دوبارہ ایسا (کام) نہ کرنا اگر تم مسلمان ہو اور اللہ تمہارے لئے (اپنی آیتیں) بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیحیائی (کی تہمت) پھیل جائے انکے لئے دنیا و آخرت میں ایک (سخت) درد دینے والا عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ (نہوتا) کہ اللہ نرمی کرنیوالا مہربان ہے (تو تم دیکھتے کہ اسوقت کیا ہوتا) اے ایمان والو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی پیروی کریگا تو (وہ بیحیائی اور بُرے کاموں میں مبتلا ہو جائے گا کیونکہ) بیشک شیطان بیحیائی اور بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سننے والا دانا ہے اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ (انکی خطا کو) معاف کردیں اور درگزر کریں

اذ تلقونہ بالسنتکم و تقولون بافواھکم مالیس لکم بہ علم و تحسبونہ ھینا و ھو عند اللہ عظیم ولولا اذ سمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم۔ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین۔ ویبین اللہ لکم الاٰیٰت واللہ علیم حکیم۔ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ ولولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ وان اللہ رؤف رحیم۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن ومن یتبع خطوٰت الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر ولولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمسٰکین والمھجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

غزوہ بر

۸ر اگست ۱۹۰۶ء

(اے بزرگی د

مہربان ہی۔ بیشک جو ... ۱۰۵ بے خبر ایماندار عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں اُنہیں دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی اور اُن کے لئے بڑا (سخت) عذاب ہی۔ جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر اسکا گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ اس دن اللہ انہیں انکی واجبی سزا پوری دے گا اور وہ جان لین گے کہ بے شک اللہ ہی ثابت (اور ظاہر ہی۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ پاک لوگ بری ہیں اس سے جو (اُن کی نسبت لوگ) کہتے ہیں اون کے لئے بخشش ہے اور اچھا رزق۔

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المومنٰت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم۔ یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرؤن مما یقولون لہم مغفرۃ ورزق کریم

غرض جب اللہ کی طرف سے یہ شہادت مل گئی کہ حضرت عائشہ پاک وصاف اور عصمت کی خاتون ہیں تو حضور انور نے چار اشخاص کو ملزم گردنا اور یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے طوفان بندی کی تھی اور ان ہی سے زیادہ تر اس بے بنیاد واقعہ کی شہرت بھی ہوئی تھی ان چار ملزموں کے یہ نام ہیں۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق۔ حسان بن ثابت۔ مسطح بن اسامہ و جہند زینب بنت جحش کی بہن۔ انھیں دُرّے پٹوائے گئے۔ دُرّوں کی تعداد میں اختلاف ہی

سر ولیم میور صاحب اسے قبول کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ حقیقت میں بالکل بیگناہ تھیں آپ یہ فرماتے ہیں کہ خود محمدؐ کے پاس شبہہ کرنے کی وجہ بات موجود تھیں ہاں بعد ازاں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

باب ۹

جب تم اُسے اپنی زبان پر لاتے اور اپنے مونہ سے وہ بات نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا یہ تو ظاہر ہے کہ بغیر وجوہات کے شبہہ کیونکر ہو سکتا تھا مگر وہ وجوہات محض انسانی خیالات پر مبنی تھیں اور انسان فطرتاً ایسے خیالات کر سکتا ہے۔ مگر جب غلط فہمی رفع ہو گئی تو دل بالکل صاف ہو گئے اور کسی قسم کی کوئی خلش نہ رہی مگر بی بی مریم پر جو بہتان اُٹھایا گیا تھا اور خود بچہ کا پیدا ہونا اُس بہتان کو قوی کر رہا تھا اس کی تکذیب یا بی بی مریم کی بریت انجیل سے کہیں ثابت نہیں ہوتی۔ تعجب تو یہ ہے کہ شوہر موجود نہ ہو اور ایک جوان عورت کو حمل رہ جائے اور پھر بچہ بھی پیدا ہو اور اس پر کوئی آسمانی بریت حضرت مریم کی نہ کی جائے یہ ساری باتیں عیسائیوں کی توجہ کی محتاج ہیں۔

قاضی ابو بکر کی ایک حکایت بہت دلچسپ بیان ہوئی ہے کہ جب خلیفہ بغداد کی طرف سے قسطنطنیہ سفیر بنا کے بھیجے گئے تو دربار میں ان سے بطور تمسخر دریافت کیا گیا کہ قصہ افک زوجہ پیغمبر اسلام تو بیان کرو۔ قاضی نے کہا بے شک دنیا میں دو عورتیں ہیں جن پر بہتان اُٹھایا گیا ایک عائشہ ایک مریم۔ ملائکہ کا تو شوہر ہم تھا اور وہ کوئی بچہ بھی نہیں جنی۔ لیکن مریم شوہر بھی نہ رکھتی تھی اور پھر بھی اُس نے بچہ جن دیا۔ دونوں خاتونوں کی عصمت یا الزاموں اور بہتانوں کے وزن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

یہ جواب سنتے ہی شاہ روم کے دربار کو سناٹا آ گیا اور کل نصرانی ایک دوسرے کا مونہ تکنے لگے۔ اس واقعہ سے صدیقہ کی شان اس قدر بلند ہوئی کہ آج کوئی خاتون عزت میں ان کی برابری نہیں کر سکتی جل جلالہ وعم نوالہ۔

جو لوگ سلسلۂ وحی کے قائل ہیں اور جنھیں یہ یقین ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے وہ یہ دیکھ کے ششدر و حیران رہ جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کس شد و مد سے خود صدیقہ کی عصمت کی شہادت دی اور چند شریروں نے جو آپ پر باتیں بنائی تھیں انکی نسبت یہ فرمایا "ہذا بہتان عظیم" یہ کسے نصیب ہو سکتا ہے بڑے قدوسی اس شرف سے محروم ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دسواں باب

مدینہ کا محاصرہ اور بنی قریظہ کا قتل

جب مسلمانوں نے بنی النضیر کو مدینہ سے بھگا دیا تو وہ مکّہ کے حوالی میں چلے گئے ان میں سے چند آدمی مثل حیی بن اخطب اور سلام بن الطیق و کنانہ بن ربیعی شب و روز اس فکر میں رہنے لگے کہ مسلمانوں سے کیونکر بدلا لیں آخران میں سے بیس آدمی ابو عامر راہب کے ساتھ مکّہ چلے گئے اور قریشوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگے ابوسفیان نے ان سے دریافت کیا کہ تمھاری اصل غرض یہاں آنے سے کیا ہے ان یہودیوں نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ دائمی اتحاد کا عہد و پیمان کرلیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کا قلع و قمع کرنیکے لئے تمھارے ساتھ ایک مضبوط عہدنامہ کریں۔ ابوسفیان یہ سُنکے بہت خوش ہوا اس کے بعد ابوسفیان نے پچاس قریشوں کو ان کے ساتھ کعبہ میں بھیجا تاکہ اسکی دیواروں کو لپٹکر عہد کریں۔ اس زمانہ میں باہمی عہد اسی طرح ہوا کرتے تھے۔ پھر ابوسفیان نے یہودیوں سے کہا کہ ہم اس کعبہ کی عمارت کی نگہبانی کرتے ہیں اور مہمانوں کی خاطر اونٹوں کی نکیلیں کھینچتے ہیں اور انھیں کھانا کھلاتے ہیں اور صلہ ارحام کی بجا آوری کرتے ہیں اور بتوں کی عبادت کے لئے کہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے یہاں کھڑے ہوتے ہیں مگر اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک نیا دین بنکے کھڑا کر دیا ہے تم لوگ بھی تو آخر اہل کتاب میں سے ہو تم یہ بتاؤ کہ ہمارا طریقہ حق ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ یہودیوں نے ابوسفیان کے مذہب کی بہت تعریف کی اور خدا پرستی پر بُت پرستی کو ترجیح دی۔ اس کے بعد یہودی وہاں سے چلے گئے اور قریشوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی ادھر ان یہودیوں نے اور قبائل کو ورغلانا شروع کیا اور مختلف قبائل مثلاً غطفان وغیرہ کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا ابوسفیان کے پاس اسوقت قریب چار ہزار کے فوج تھی جس میں پندرہ سو اونٹ تھے اور تین سو گھوڑے دار الندوی میں جھنڈا بنایا گیا اور وہ جھنڈا نعمان بن طلحہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بن ابی طلحہ کو دیا گیا اور اسی طرح عتبہ بن حصیم و طلحہ بن خویلد فوج کے افسر مقرر کئے گئے اس حملہ اور تیاری کی خبر حضور انور کو بھی پہنچی آپ نے اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ اتفاق رائے اسپر ہوا کہ باہر نکل کے جنگ نہ کی جائے سلمان فارسی نے جو اس بات سے آگاہ تھا کہ لشکر گاہوں اور شہروں کی دشمن کے مقابلہ میں کیونکر حفاظت کی جاتی ہے اس بات کی رائے دی کہ شہر کے ان مقامات کے گرد جو محفوظ نہیں ہیں خندق کھودی جائے کہتے ہیں اس سے پہلے خندق کھود دینے کا طریقہ عربوں میں رائج نہیں تھا۔ حضور انور نے سلمان فارسی کا یہ مشورہ بہت ہی پسند فرمایا اور آپ نے اپنے صحابہ کو خندق کھودنے کا حکم دیدیا مگر آپ نے شہر کے اندر مقید ہونا پسند نہ فرمایا لہذا ابن مکتوم کو مدینہ کا گورنر مقرر فرما کے آپ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مدینہ کے باہر نکلے اور آپ نے شہر کے قریب دامن کوہ میں اپنا لشکر گاہ بنایا اسوقت آپ کے پاس تین ہزار فوج کے قریب تھی مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ مدینہ کی اکثر عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور ان کا سلسلہ باہم اسقدر پیوست تھا کہ وہ بطور خود دشمن کے مقابلہ میں ایک حصار بن گئی تھیں لہذا اُن کے گرد خندقوں کے کھودوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خندق کھودنے وغیرہ کی مفصل کیفیت بخاری[۱] نے کتاب المغازی میں تحریر کی ہے۔

---

[۱] جنگ خندق کا بیان اسی کا نام جنگ احزاب ہے موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ لڑائی شوال ۵ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ میں اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ میں چودہ برس کا تھا اپنے مجھے شرکت لڑائی کی اجازت نہیں دی پھر آپنے بروز جنگ خندق جبکہ میں پندرہ برس کا تھا مجھے ملاحظہ فرما کے شرکت لڑائی کی اجازت دیدی۔

سہل بن سعد کہتے ہیں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کاروبار تیاری خندق میں (مصروف) تھے اور نول سعت کو کھودتے تھے اور ہم اپنے مونڈھوں پر مٹی اُٹھا رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چھ روز کے بعد یہ خندق کھُد کھُدا کر کامل ہوگئی۔ شہر کے باہر جتنے مکانات تھے وہ خالی کروئیے گئے اور عورتیں اور بچے محض حفاظت کی غرض سے دو منزلہ مکانوں کے بالائی حصّہ میں جو خندق کے اس طرف تھے پہنچا دیئے گئے۔ یہ انتظامات اور یہ کل کام ابھی پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ یہ خبر گرم ہوئی کہ دشمن اُحد کی طرف سے بڑھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی مدینہ کا

علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سوائے عیش آخرت کے کوئی عیش (بہتر) نہیں۔ تو مہاجرین اور انصار کو بخشدے۔

انس بن مالک کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مہاجر اور انصار صبح کے وقت سردی میں خندق کھود رہے ہیں اور اُن کے پاس غلام نہ تھے جو اُن کی بجائے یہ کام غلام کرتے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بھوک اور تکلیف کو دیکھا تو (اُنکے خوش کرنے کے واسطے) فرمایا ؎ اللھم ان العیش عیش الاخرۃ ؎ فاغفر الانصار والمھاجرۃ یا اللہ عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخشدے۔

لوگوں نے بجواب آپ کے کہا نحن الذین بایعوا محمداً علی الجہاد ما بقینا ابداً۔ ہم نے محمد سے اپنی زندگی بھر جہاد کرنے پر بیعت کی ہے۔

انس بن مالک کہتے ہیں مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے اور یہ کہتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمدؐ سے اسلام پر عمر بھر کی بیعت کی ہے۔ انس کہتے ہیں پیغمبر خدا بجواب اُن کے فرماتے تھے اے اللہ کوئی نیکی آخرت کی نیکی کے سوا نہیں ہے تو انصار اور مہاجرین میں برکت دے۔ لوگ ایک ایک مٹھی جَو لاتے تھے اور وہ ایک بدبودار روغن میں پکا کر قوم کے سامنے شدت بھوک میں رکھے جاتے تھے وہ ان کے حلق میں ناگوار اور بدبودار معلوم ہوتے تھے۔

ایمن (حبشی غلام ابن عمر المخزومی قرشی مکی کا) کہتا ہے میں جابر کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے اتفاقاً ایک زمین سخت نکل آئی سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر عرض کیا یا رسول اللہ زمین سخت خندق میں درپیش آگئی ہے آپ نے فرمایا میں خود اُترا اُسے دور کر دیتا ہوں پھر آپ چلے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

لشکر فوراً آگے بڑھا اور اس سڑک کے پار جا کے جو احد کو جاتی تھی اپنا قیام گاہ بنایا سامنے خندق کھدی ہوئی تھی اور عقب میں مدینہ کا شمال مشرقی حصہ تھا اور مغربی حصہ دیوار اور خرمے کے درختوں سے چھپا ہوا تھا صرف ایک شمالی حصہ رہ گیا تھا جدھر سے دشمن بڑھ سکتا تھا۔

اور آپ کے پیٹ سے پتھر بندھے ہوئے تھے تین روز تک ہم بھوکے پیاسے ہی رہے آپ نے (اکر) زمین پر کدال ماری (کدال مارتے ہی) وہ زمین نرم ہو گئی۔ جابر کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے (آپ نے کہا جاؤ پھر میں نے آکر) اپنی بی بی سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا ہے کہ صبر نہیں ہو سکتا۔ تیرے پاس کچھ ہے وہ بولی میرے پاس جَو اور بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اس بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اس نے اُن جَو کا آٹا پیسا میں گوشت ہنڈیا میں کہکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آٹا پسا ہوا خمیر کے واسطے اور ہنڈیا چولہ پر پکنے کے واسطے رکھی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس کچھ کھانا ہے آپ ایک دو مردوں کے ساتھ تشریف لیجئے آپ نے پوچھا وہ کھانا ہے میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہے۔ تو اپنی بی بی سے کہدے کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہانڈی نہ اتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے (پھر سب اصحاب سے کہا) تم سب چلو۔ مہاجر اور سارے انصار کھڑے ہو گئے جب جابر اپنی بی بی کے پاس آئے تو کہا وائے تجھ پر رسول اللہ مہاجرین اور انصار کو جس قدر آپ کے ہمراہ تھے سب کو لیکر آ گئے وہ بولی کیا تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا میں نے کہا ہاں۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندر چلے آؤ اور ایک دوسرے سے مزاحمت نہ کرو آپ روٹی توڑ توڑ کر اس پر سالن رکھنے لگے۔ جب آپ دیگ (سے سالن) اور تنور سے (روٹی) نکال لیتے تھے اُسے (فوراً) ڈھانک دیتے تھے اور (روٹی سالن) اپنے یاروں کے پاس رکھ دیتے تھے پھر (اُن کے فارغ ہونے کے بعد) اُٹھا لیتے تھے اسی طرح روٹی اور سالن دیتے رہے اور وہ سب شکم پُر ہو گئے اور کچھ کھانا (پھر بھی) بچ رہا۔ آپ نے فرمایا (اے جابر کی بی بی) تو کھا اور اپنے ہمسایوں کو تحفہ بھیج کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

قریشوں نے مثل سابق کے اُحد کی طرف اپنا لشکر گاہ بنایا اور بغیر کسی مزاحمت کے وہ سیدھے مدینہ پر بڑھے چلے آئے دشمن نے مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں اپنے کئی کیمپ نصب کئے ان میں سے ایک کیمپ خندق کے قریب تھا خندق کی کیفیت دیکھ کے قریشوں کو بڑا ہی تعجب ہوا اور وہ سوائے ایک تیر کے فاصلہ کے آگے نہ بڑھ سکے۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں جبکہ خندق کھودی گئی میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت بھوک کی معلوم کی میں نے آکر اپنی بی بی سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کی شدت دیکھی ہے وہ میرے پاس جراب نکال لائی اس میں ایک صاع جَو تھے اور ہمارے ہاں ایک بکری کا بچہ گھر کا پلا ہوا تھا اسے میں نے ذبح کیا اور میرے ذبح کرنے سے پہلے آٹا پیسکر فارغ ہوگئی اور بکری کے بچہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہانڈی میں ڈالدیا پھر رسول اللہ کے پاس (چلتے وقت) میری بی بی نے کہدیا تھا تو مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یاروں کے سامنے شرمندہ نہ کیجیو۔ پس میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ طور سے عرض کیا کہ ہم نے ایک بکری کے بچہ کو ذبح کیا ہے اور میری بی بی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں آپ اپنے ہمراہ چند آدمی لیکر چلئے آپ نے ایک آواز دی اے خندق والو جلد چلو جابر نے کھانا پکایا ہے اور (مجھ سے) کہا میرے آنے تک اپنی ہنڈیا نہ اُتارنا اور نہ اپنے خمیر کی روٹیاں پکانا میں چلا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئے میں اپنی بی بی کے پاس آیا وہ کہنے لگی خدا تجھے خراب کرے (یہ تو نے کیا کیا) میں نے کہا تیری بات میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کردی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیر عورت سے لیکر اس میں اپنا لعاب دہن ملادیا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگچی لیکر اس میں لعاب دہن ڈالدیا اور دعائے برکت کی۔ پھر فرمایا اے جابر روٹی پکانے والی عورت کو بلا وہ میرے پاس روٹی پکاوے اور ہنڈیا سے سالن نکالے۔ اور اسے چولے سے نہ اُتارے۔ (سبھوں نے اچھی طرح کھالیا) اور وہ سب ایکہزار آدمی تھے بخدا سب نے کھالیا اور کھانا بچ رہا اور ہنڈیا اُسی طرح اُبل رہی تھی۔ اور ہمارے آٹے کی روٹیاں اسیطرح پکی جارہی تھیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسی اثنار میں ابوسفیان نے بنی قریظہ کے توڑنے کے لئے ایک بڑی بھاری ترکیب کی کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ بنی قریظہ کا مسلمانوں کے ساتھ عہد پیمان ہوگیا ہے اور وہ اس عہدنامہ کی بموجب مسلمانوں کی طرف سے ہوکے ہمسے لڑیں گے چنانچہ اس نے حیی بن اخطب ایک یہودی سردار سے کہا کہ تو جا اور ان کو مسلمانوں کے خلاف ابھار اور خود اس سے

حضرت عائشہ آیت اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم اذ زاغت الابصار کی تفسیر فرماتی ہیں یہ (حال) خندق کے دن تھا۔

براء کہتے ہیں آنحضرت خندق کے دن مٹی اٹھا رہے تھے اور خاک نے آپکے شکم مبارک کو چھپا لیا تھا یا آپ کا شکم مبارک خوب آلودہ ہوگیا تھا (راوی کا شک ہے) اور آپ فرماتے تھے واللہ لولا اللہ ما اھتدینا + ولا تصدقنا ولا صلینا + فانزلن سکینۃ علینا + وثبت الاقدام ان لاقینا + الاولی قد بغوا علینا + اذا اراد وا فتنۃ ابینا + اور ابینا کو پکار کے پڑھتے تھے۔

ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں پروا ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں اور قوم عاد پچھوا ہوا کے ساتھ ہلاک کی گئی ہے۔

ابی اسحٰق کہتے ہیں میں نے براء بن عازب سے سنا وہ بیان کرتے تھے جب جنگ احزاب کا دن ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں مصروف تھے مٹی خندق کی اٹھا رہے تھے اور خاک نے آپ کے شکم مبارک کو چھپا رکھا تھا آپکے سینہ پر بال بہت تھے۔ میں نے سنا کہ آپ ابن رواحہ (شاعر) کے کلمات پڑھ رہے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ اگر تیرا فضل نہوتا تو ہم ہدایت پر نہ آتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ تو ہمپر تسکین اتار اور اگر ہم دشمنوں سے بھڑیں تو ہمارے قدم جمائے رکھ انھوں نے ہمپر زیادتی کی ہے اگر یہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم نہ مانیں گے۔ براء کہتے ہیں اخیر کلمہ ابینا کو کھینچ کے پڑھتے تھے۔

ابن عمر کہتے ہیں اول روز جنگ جس میں میں حاضر ہوا وہ خندق کا دن تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عہد و پیمان کرے چنانچہ حیی سید صاحبی قریظہ کے سردار کعب ..... کے حصار میں گیا اور دربان سے اطلاع کرائی کہ حیی آیا ہے کعب نے سنتے ہی کہا کہ میں حیی سے مل کے کیا کروں وہ ایک مکار شخص ہے میرے پاس محض اس لئے آیا ہے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کروں اور مسلمانوں کے ساتھ مل جاؤں ایسا کبھی نہیں کرنے کا حیی نے جب

سلیمان بن صرد کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا اب ہم ہی کافروں پر چڑھائی کریں گے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے۔

سلیمان بن صرد کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جبکہ جماعت کفار متفرق ہو گئی کہ اب ہم کفار پر چڑھائی کریں گے اور ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے اور ہم ہی انکی طرف چلیں گے

حضرت علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خندق کے دن فرمایا اے اللہ کفار کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے جیسے کہ انھوں نے ہمیں بیچ کی (یعنی عصر) نماز سے روک دیا اور سورج چھپ گیا۔

جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب سورج چھپنے کے بعد کفار کو برا کہتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ میں نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ سورج چھپ گیا آپ نے فرمایا بخدا میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی بطحان میں (جو مدینہ کے قریب ہے) اترے آپ نے نماز کے واسطے وضو کیا اور ہمنے بھی وضو کیا اور بعد غروب ہونے سورج کے نماز عصر پڑھی پھر اسکے بعد نماز مغرب پڑھی۔

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز جنگ احزاب فرمایا کون ہے جو قوم قریش کی خبر لاوے زبیر بولے میں ہوں پھر آپ نے فرمایا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لاوے زبیر نے کہا میں ہوں پھر آپ نے ارشاد کیا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لاوے زبیر نے کہا میں ہوں آپ نے فرمایا ہر نبی کے مدد گار ہوتے ہیں اور میرا مددگار زبیر ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کعب کا یہ بیان سنا تو اس نے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے کعب حیی آیا ہے اپنے حصار کا دروازہ کھول دے کعب نے اندر سے جواب دیا کہ اے حیی تو ایک نامبارک شخص ہے اور تیری شامتِ اعمال سے بنی النضیر پریشان ہو چکے ہیں اب تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارا بھی قلع قمع کر دے تو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد نامہ کر چکے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس راستبازی، محبت اور صفائی سے عہد نامہ ہونے کے بعد ہمسے برتاؤ کیا ہے ہم اس کی تعریف نہیں کر سکتے۔ حیی نے جواب دیا تم دروازہ تو کھولو تاکہ مونہ در مونہ تم سے آکے کچھ باتیں کروں غالباً تم دروازہ اس لئے نہیں کھولتے کہ تمہیں کھانا کھلانا پڑیگا تو اس کا تم کچھ خوف نہ کرو یہ سنتے ہی کعب پریشان ہو گیا کیونکہ اس سے بڑا وہ اور کوئی جرم نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اُن کے گھر پر مہمان طریق آئے اور وہ اُسے کھانا نہ کھلائیں۔ چنانچہ اس نے فوراً حصار کا دروازہ کھلوا دیا حیی نے کعب کی صورت دیکھتے ہی کہا کہ میں تمہارے لئے اقبال نامہ لیکر آیا ہوں عرب کے رئیس اور قریش کے سردار ایک کثیر جماعت کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہیں اور انکے ساتھ غطفان اور بہت سے قبائل نے اُحد کے قریب عہد کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انکے اصحاب کی بیخکنی کر دیں کعب نے بے ساختہ یہ جواب دیا خدا کی قسم اے حیی تو ایک ایسا ابر لایا ہے جس میں کڑک اور گرج تو بہت ہے مگر اس سے پانی نہیں برسنے کا مجھے تو تو معاف کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد و پیمان میں رہنے دے حیی نے چکنی چپڑی باتیں بنا کے غرض ایک عرصہ کے بعد کعب کے دل پر قابو پا لیا جب کعب راضی ہو گیا تو اخیر اس نے دور اندیشی کی ایک یہ بات حیی سے کہی کہ مجھے اس بات کا خوف معلوم ہوتا ہے کہ قریش تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑ لڑا کے نکل چلے جائیں اور تو اپنے وطن واپس پھر جائے اور ہم تنہا اپنی عہد شکنی کی سزا بھگتنے کے لئے یہاں موجود رہیں حیی نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں تورات کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تو ایسا خیال کبھی نہ کر کہ اگر خدانخواستہ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلع قمع کئے بغیر یہاں سے واپس چلے تو میں تیرے ساتھ حصار میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

موجود ہوں جو مجھ پر بنے گی وہ مجھ پر بنے گی ان مجتمعوں کے بعد جیی کا افسوں کعب پر چل گیا اس بدنصیب عہد شکن نے فوراً اس عہد نامہ کو جسپر حضور انور کے دستخط تھے چاک کر ڈالا اور اپنے سارے قبیلے میں اس بات کی منادی کر دی کہ ہمارا عہد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ٹوٹ گیا ہے سب کو چاہئے کہ قریشیوں کے ساتھ مل کے مسلمانوں کو قتل کریں۔

اس عہد شکنی کی خبر آگ کی طرح سب میں پھیل گئی حضور انور نے اس خبر کو سنکے بنی قریظہ کے حال پر سخت افسوس فرمایا اور آپنے اسکی تصدیق کرنے اور حجت پوری کرنے کے لئے زبیر بن العوام کو بھیجا کہ جاکے بنی قریظہ کا طور انداز اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے زبیر نے آکے عرض کیا یا رسول اللہ وہ لوگ تو جنگ کی بڑی تیاری کر رہے ہیں اور اپنے حصار کو خوب مضبوط کر رہے ہیں۔

اس کے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت پوری کرنے کے لئے سعد بن معاذ۔ سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن رواحہ کو خاص سفارت کی صورت میں بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا اور حضور نے حکم دیدیا کہ اگر ان کی عہد شکنی کی خبر صحیح ہو تو نہایت نرم زبانی اور اخلاق سے نصیحت کرنا اور اگر وہ نہ مانیں تو مجبوری ہے تم کسی قسم کی سخت کلامی نہ کرنا۔ چنانچہ حضور کی یہ سفارت بنی قریظہ کے پاس پہنچی اور اس قبیلہ کے سردار کعب بن اسد سے ملاقات ہوئی۔ سفیروں نے جو باتیں ممکن ہیں اور جن سے محبت پیدا ہو سکتی ہے سعد سے کہیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ بنی قریظہ کے آدمیوں نے نہایت تلخ اور ترش لہجہ میں اسلامی سفارت کو خطاب کرکے یہ کہا محمدؐ کون ہے؟ خدا کا پیغمبر کسے کہتے ہیں؟ یہ باتیں ہمیں سمجھا دو کہ ہم اسکی اطاعت کریں تم کونسے عہد نامہ کو پڑھ رہے ہو؟ ہم نہیں جانتے کہ عہد نامہ کسے کہتے ہیں؟ ہم میں اور تم میں کوئی عہد نامہ نہیں ہوا۔

سر ولیم میور صاحب نے بنی قریظہ کے معاملہ کے متعلق ایک جدید قسم کی گوہر افشانی کی وہ کہتے ہیں کہ یہ بات پوری پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی عہد نامہ بنی قریظہ کا ہوا تھا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال ہے انھوں نے جن حدیثوں سے اپنے دعوے کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

استدلال کیا ہی ان کا دعوی اس سے مطلق ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بنی قریظہ سے کسی کا عہد نامہ نہیں ہوا تو انھوں نے مسلمانوں کی ابتدائی تیاری میں کیوں مدد کی تھی۔ جس کا بیان سب تاریخوں میں موجود ہی اور پھر دوسرا بین ثبوت یہ ہی کہ جب ابوسفیان کا قاصد بنی قریظ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا تو کیوں اسے یہ جواب دیا تھا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میرا عہد ہوگیا ہی اور انھوں نے عہد نامہ کے بعد سوائے مراعات اور محبت کے برتاؤ کے ہمارے ساتھ کوئی بیجا بات نہیں کی تو ہم کیوں عہد شکنی کردیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ اس بیان سے خالی نہیں جس کا مفصل ذکر اوپر آچکا ہی۔ تو میور صاحب کا یہ خیال کہ کوئی عہد نامہ نہیں ہوا تھا ان کا ذاتی خیال ہے ؛

غرض جب سفارت مایوس ہوکر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوری کیفیت حضور کی خدمت میں عرض کردی تو حضور نے یہ فرمایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل"۔ جب مسلمانوں میں بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر عام طور پر منتشر ہوگئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ان کے پریشان ہونے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ مالک بن عوف۔ عتبہ بن حصین۔ بنی اسد غطفان اور بنی قزارہ کے ساتھ بالائے وادی سے مدینہ کی شرقی جانب جوق جوق مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے دوڑے۔ اور وادی کے آخری حصہ پر بنی کنانہ اور قریش پڑے ہوئے تھے۔

مغیطہ بن قسرہ جو منافقوں کا سردار تھا محاصرہ کے زمانہ میں اہل مدینہ کو یہ کہہ کے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ قیصر اور کسری کے خزانے تمھیں نصیب ہوں گے۔ مگر اب یہ کیفیت ہے کہ مدینہ کے باہر بھی نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ ہمیں فریب دیا گیا ہی اور محمدؐ کا یہ فریب اسوقت کھل گیا۔ ان منافقوں نے مسلمانوں کو ابھارا کہ تم جنگ میں جاکر کیوں اپنی جانیں کھوتے ہو۔ ان منافقوں کا مسلمانوں پر جادو چلگیا ان میں سے چند مسلمان حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنوں گھروں میں رہنے کی اجازت لینے آئے ہیں اور ہمارا منشا گھروں میں رہنے سے یہ ہے کہ کہیں مخالف آکے ہمارے بال بچوں کو برباد نہ کردیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ اب یہ بات انصاف سے دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے ایسی نازک حالت میں کہاں تک استقلال کو اپنے قابو میں رکھا۔

مدینہ کے باہر کی تو یہ کیفیت کہ مخالف کی فوجوں کے دل بادل چھا رہے ہیں اور اندر کی یہ حالت کہ انصار کا ایک گروہ بیدل ہوا چلا جاتا ہے۔ اور منافقوں نے ایک غضب برپا کر رکھا ہے۔ مدینہ کا جنوب مشرقی حصہ جو بالکل عربی قبائل کی زد پر تھا پورا محفوظ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ حضور انور نے یہ رنگ دیکھ کر اور مدینہ کی اندرونی حالت کو ایسا نازک پاکر تین سو جنگجو مسلمانوں کو اپنی فوج میں سے نکال کے مدینہ کے اندر بھیجدیا تاکہ ڈیڑھ ڈیڑھ سو سپاہیوں کی ایک ایک جماعت شہر کے دو بڑے بڑے حصوں کی نگرانی کرے اور شب و روز وہاں کا پہرہ دے کہ یہ مفسد جو اس وقت فساد برپا کر رہے ہیں کہیں مسلمانوں کے بال بچوں پر نہ آپڑیں۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شہر یا قلعہ کے گرد کھائی کھودنے کا طریقہ پہلے پہل عربوں نے دیکھا تھا۔ ابوسفیان اور اس کے سب مددگار پہلے تو کچھ عرصہ تک اس کا مشورہ کرتے رہے کہ حملہ کیونکر کرنا چاہئے آخر انھوں نے یہ بات طے کی کہ عام حملہ ہونا چاہئے جس سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ جائیں۔ چنانچہ عکرمہ بن ابوجہل کی ماتحتی میں قریشوں کے سواروں کا ایک رسالہ جس کے پیچھے کچھ پیادہ فوج بھی تھی کھائی کی طرف جھپٹا۔ اور نہایت بہادری سے کھائی کو صاف کرکے وہ بالکل مسلمانوں کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا یہ دیکھتے ہی حضرت علی ایک کمپنی کے ساتھ اس کے مقابلہ میں آئے۔ اور نہایت ہی ہوشیاری اور جوانمردی سے آپ اپنی مٹھی بھر فوج کو لیکے بالکل عکرمہ کے عقب میں آگئے اور ایک تنگ گوشہ پر قبضہ کرکے عکرمہ کی واپسی کے راستہ کو کاٹ دیا۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو عمر بن عبدود جو ایک بوڑھا سردار تھا اور جس کی عمر قریب نوّے برس کی تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور جو عکومہ کے رسالہ میں کام کر رہا تھا فوراً آگے بڑھا اور اس نے آواز دیکے کہا کہ میں دست بدست جنگ کرنا چاہتا ہوں کوئی ہے؟ کہ میرے مقابلہ میں آئے فوراً یہ سنتے ہی حضرت علی اپنی کمپنی سے نکل کر فوراً اس کے مقابلہ میں آ گئے اور اب یہ دونو جنگجو ایک نوّے برس کا بوڑھا اور ایک جوان میدان میں چھوڑ دیئے گئے۔ علی کی صورت دیکھتے ہی عمر گھوڑے سے اُتر آیا اور اسے چھوڑ دیا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ کیا ہر کے یا فتح پا کے میدان جنگ سے مونہ پھیرے گا۔ غرض دونوں کے ہاتھ مل گئے اور کچھ عرصہ کے لئے یہ دونوں جوانمرد گرد و غبار کے بادل میں چھپ گئے۔ ان کے داؤ پیچ مطلق نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یکایک کچھ عرصہ کے بعد اللہ اکبر کی صدا اس گرد و غبار کے بادل کو چیرتی ہوئی باہر نکلی۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت فتحیاب ہو گئے اور عبدود کا بیٹا مارا گیا۔ اس دست بدست جنگ سے مخالف کے رسالہ نے فائدہ اُٹھا کے اپنی جان بچا لی۔ یعنی وہ کھائی کی دوسری طرف چلا گیا۔ اگر حضرت علی عبدود کے بیٹے سے نہ لڑتے اور فنون جنگ کو ہاتھ سے نہ دیتے اور جیسے کہ آپ نے مخالف کے واپس ہونے کا راستہ کاٹ دیا تھا۔ اسی طرح اسکو گھیر کے اسپر حملہ کرتے تو عکرمہ کا ایک سوار بھی نہ بچ سکتا۔ صرف نوفل اپنے سواروں کے ساتھ کھائی کے پار نہ ہو سکا۔ اور اسے زبیر نے گرفتار کر لیا۔

اس روز سوائے اس کے کچھ نہیں ہوا لیکن شب کو خوب تیاری ہوتی رہی علی الصباح حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ علاوہ قریشوں کے یہودیوں کے کل قبائل آپ کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور انھوں نے اپنی فوجوں کو بہت اچھے مقامات پر نصب کیا ہے اور انھوں نے اتنی قوت بہم پہنچائی ہے کہ اگر یلغار کریں اور مجتمع ہو کے حملہ کریں تو یقیناً کھائی کے پار آ جائیں گے اس نظر سے حضور انور نے موقع موقع سے چھوٹے چھوٹے دستے خندق کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیئے تھے جنہوں نے اس آمادگی سے اپنے اپنے مقام کی حفاظت کی کہ دشمن خندق سے پار نہ ہو سکا۔ سردی اس شدت کی پڑ رہی تھی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ ہاتھ پیر ٹھٹھرے جاتے تھے۔ اسلامی فوج کے لئے دو خوف تھے ایک خوف تو یہ تھا کہ دشمن آگے سے حملہ کر کے کھائی کے پار نہ ہو جائے دوسرا خوف اپنے عقب کا تھا کہ مدینہ کے یہودی پیچھے سے نہ آن پڑیں آپ نے اس غزوہ میں جو کچھ تکلیف اٹھائی وہ بیان سے باہر ہے آخر آپ نے مناسب یہ سمجھا کہ قبیلہ غطفان سے معاملہ کر کے اسے توڑ لیا جائے چنانچہ آپ نے ایک سفارت قبیلہ غطفان کے سردار کے پاس بھیجی کہ اگر تم اسوقت میدان جنگ سے واپس چلے جاؤ تو ہم تمھیں مدینہ کی کھجوروں کے پیداوار میں سے ایک تہائی حصہ دینے کے لئے تیار ہیں غطفان کے سردار نے کہا کہ ہمیں اس سے انکار نہیں اگر ہم نصف پیداوار چاہتے ہیں۔ عتبہ بن حصین۔ حارث بن عوف غطفان کے قبیلہ کے سردار عہد نامہ کی تکمیل کے لئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور انور نے فوراً حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وثیقہ کا مسودہ تیار کر لیں وہ مسودہ تیار کرنے میں لگے اور حضور انور نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے صلح کے متعلق مشورہ کیا سعدین .... نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر صلح کے متعلق خداوند تعالیٰ کی وحی آپ پر نازل ہوئی ہو تو "سمعا واطعنا" اور اگر حضور یہ صلح کسی اور وجہ سے کرتے ہیں تو ہمیں اسکی بابت اطلاع دینی چاہیئے حضور نے ارشاد کیا کہ اس کے متعلق وحی تو کوئی نہیں نازل ہوئی جب میں نے یہ دیکھا کہ قبائل عرب ایک ہی کمان سے تم پر تیر برسانے کے لئے تیار ہیں تو میں نے غطفان سے صلح کرنے کی تدبیر نکالی تاکہ مخالفوں میں پریشانی پیدا ہو سعدین نے عرض کیا یا رسول اللہ اس زمانہ میں جبکہ ہم اور وہ مشرک تھے تو قبیلہ غطفان کے لوگ ہمارے نخلستان میں سے صرف ایک کھجور کی آرزو کرتے تھے وہ بھی مہمان بنکر اور جب ہم انھیں وہ کھجور دیدیتے تھے تو وہ بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اب جبکہ ہم مسلمان ہو گئے اور حضور انور کے صدقہ میں ہمیں عزت اور برتری حاصل ہو گئی تو ہم اس میں اپنی سخت ذلت سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں ایک ۱/۳ یا ۱/۴ خرمہ اپنے نخلستان میں سے دیں ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ سوائے تلوار کے انھیں کچھ نہ دیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ سنکے حضور انور نے وثیقہ کا مسودہ جو حضرت عثمان نے تیار کر لیا تھا سعد بن معاذ سے پھڑوا ڈالا یہ دیکھ کے قبیلہ غطفان کے سردار حیران و مایوس ہو کے مجلس ہمایوں سے اُٹھ کے چلے گئے۔

دونوں فوجیں جنگ پر برابر تُلی ہوئی تھیں۔ شب کو خالد نے سواروں کے کئی رسالے لیکے کھائی پر حملہ کیا مگر مسلمانوں نے نہایت جوانمردی سے اسقدر تیروں کی بوچھاڑ کی کہ وہ پریشان ہو کے بھاگے کئی کئی دفعہ حملہ کیا گیا مگر ہر دفعہ پس پا ہوا اس جنگ میں صرف پانچ آدمی مسلمانوں کی طرف سے مقتول ہوئے۔ سعد بن معاذ سخت مجروح ہوا اس دن صبح کو اسی طرح خوفناک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملی جب شام ہو گئی اور مخالفوں کی فوجوں کا ایک بڑا حصہ اپنے لشکر گاہ کو چلا گیا تو مسلمانوں نے جمع ہو کے نماز پڑھی دن بھر نماز کے نہ ہونے کا صدمہ حضور انور کو بہت ہی تھا آپ نے نہایت درد بھرے دل سے پرجوش لہجہ میں یہ فرمایا کہ انھوں نے دن بھر ہمیں نماز نہ پڑھنے دی خدا ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھر دے گا اسی اثنا میں ایک نئی بات پیدا ہوئی یعنی نعیم بن مسعود غطفانی جس نے موقعہ بدر پر مکہ کے قریشوں کی تیاری جنگ کی مبالغہ آمیز خبریں اُڑا کے حضور انور کو بدر پر پڑھنے سے روک دیا تھا یہ شخص قریشوں میں اور غطفانیوں میں بڑی اعتبار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں دل سے مسلمان ہو گیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ مشرکوں کی جمعیت اور قبیلہ قریظہ کو منتشر کر دوں اور یہ بھی عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم میرے مسلمان ہونے سے بالکل بے خبر ہے جو کچھ ان سے کہوں گا وہ مان لیں گے۔ اب حضور جو کچھ کہیں میں کرنے کے لئے تیار ہوں حضور نے ارشاد کیا کہ کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ مخالفوں کے لشکر میں تفرقہ پڑ جائے۔ نعیم نے عرض کیا کہ ہاں کر سکتا ہوں اب حضور ارشاد کریں تو میں جاؤں اور اپنا کام کروں حضور نے اسے جانے کی اجازت دی اور کہا الحرب خدعۃ نعیم دربار ہمایوں سے اُٹھ کر سیدھا بنی قریظہ کے پاس آیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور اُن سے کہا کہ تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے تم سے کیسی محبت ہے انھوں نے کہا ہاں بیشک تو سچ کہتا ہے پھر نعیم نے کہا کہ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم انھیں مدد دینے کے لئے تیار ہو مگر یہ تم جانتے ہو کہ تمہیں ان گروہوں سے کوئی بھی نسبت نہیں ہے کیونکہ وہ دور دراز کے رہنے والے ہیں اگر ان کی فتح ہو گئی تو اُن کی مراد پوری ہو جائے گی اور اگر فتح نہ ہوئی تو وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں گے مگر تم یہاں بہت قریب ہو تمہیں اپنے سامان اور بال بچوں کا خیال کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اہل مکہ اور عرب کے قبائل پریشان ہو کے یہاں سے بھاگ جائیں اور پھر تمھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے جنگ کرنی پڑے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تم بالکل برباد کر دیئے جاؤ۔ نعیم کے اس کہنے کا اثر یہودیوں پر بہت ہوا انھوں نے کہا بیشک تم نے محبت کی شرط ادا کر دی اور جو کہا محض خیر خواہی کی بنا پر کہا اب بتاؤ اسکی کیا تدبیر ہے اور ہم کیا کریں نعیم نے کہا اسکی تدبیر یہ ہے کہ تم قریشوں سے کہلا بھیجو کہ ہم اس شرط سے تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم اپنے اشراف قوم ہمارے پاس بطور رہن کے رکھدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم ہر حالت میں ہماری مدد کرو گے شکست پر بھی اور فتح پر بھی۔ نعیم نے انھیں سمجھایا کہ جب غطفان اور قریش کے اشراف تمہارے پاس گرو ہو جائیں گے اور اُن لوگوں کو ناکامی ہوئی اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقام لینے کے لئے تم پر حملہ کیا تو یہ لوگ محض اپنے اشراف کی خاطر تمہاری مدد کو چلے آئیں گے یہ سنکر یہودی خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا بیشک تم نے بہت ٹھیک رائے دی ہم ایسا ہی کریں گے۔

اپنا یہ کام کر کے نعیم سیدھا قریشوں میں گیا اور اُن سے کہا تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ میرا کیا تعلق ہے اور مجھے تم سے کس قدر یک جہتی اور محبت ہے اور جو دشمنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کے ساتھ ہے وہ بھی تم جانتے ہو۔ قریشوں نے اسکا اعتراف کیا اور کہا کیا خبر لائے ہو نعیم نے کہا مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بنی قریظہ اپنی عہد شکنی سے جو انھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کی بہت پشیمان ہیں اور انھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کہلا بھیجا ہے کہ آپ ہمارا قصور معاف کریں ہم سے اب ایسی حرکت کبھی نہیں ہونیکی اور ہم محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم قریشوں سے پھر گئے ہیں چند اشراف قریش اور غطفان بطور رہن کے لیکے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیتے ہیں آپ انھیں قتل کروا ئیے گا اور پھر ہم آپ کے ساتھ مل کے قریشوں پر حملہ کریں گے اور ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنے کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی یہ مصالحت قبول کرلی ہے یہ سنکر ابوسفیان کانپنے لگا اور کچھ اتفاق ایسا آکے پڑا کہ یہ جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے اس سے باتیں کیں مگر اسکی تصدیق کے لئے ابوسفیان نے ایک شخص کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ طولانی محاصرہ سے ہم تنگ آگئے ہیں ہمارے جانور ضائع ہوئے چلے جاتے ہیں ہمنے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ آج شب جنگ کی خوب تیاری کرکے صبح کو دھاوا بول دیں جس وقت ابوسفیان کا قاصد بنی قریظہ میں پہنچا انھوں نے پیغام سنتے ہی یہ کہا ہم کل تمہارے ساتھ مل کے جنگ نہیں کرسکتے کیونکہ کل ہفتہ ہے اور ہفتہ کو ہم کوئی کام نہیں کیا کرتے ہماری ایک قوم ہفتہ کو کام کرکے برباد ہوچکی ہے اسکے علاوہ ہم اسوقت تمہارے ساتھ مل کے جنگ کرسکتے ہیں کہ تم چند سردار بطور رہن کے ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ تم تنہا چھوڑکے ہمیں نہیں بھاگنے کے۔

غرض اس صورت سے نعیم کا افسوں کارگر ہوگیا۔ ابوسفیان کے لشکر میں سخت تزلزل پیدا ہوگیا اور اب انھوں نے بھاگنے کی ٹھیرائی وہ بددل ہوکے بھاگنے کا ارادہ ہی کررہے تھے کہ یکایک زور زور سے آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے جس سے مخالفوں کے خیمہ اکھڑ گئے اُن کے گھوڑے کھل گئے ان کے کھانے کے برتن الٹ گئے اور وہ سراسیمہ ہوکے بھاگ کھڑے ہوئے ابوسفیان نے سراسیمہ ہوکے پہلے اپنے کل سرداروں کو بلایا اور کہا خیموں کو اکھیڑ دو اور بھاگ کھڑے ہو یہ کہکے وہ بے اوسانی میں اونٹ پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چڑھا کجاوے پر صرف اسکے ہاتھ ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں اور اسی طرح وہ بھاگا چلا جاتا تھا خالد دو سو سواروں کے ساتھ عقب کی حفاظت میں تھا کہ مسلمان تعاقب نہ کریں قریش اُحد کے راستہ سے مکہ کی طرف بھاگے اور بنی غطفان اپنے مقامات کی طرف چلے گئے۔

ان کے بھاگنے کی خبر فوراً حضور انور کو پہنچی آپ نے حذیفہ کو بھیجا تاکہ اسکی پوری کیفیت معلوم کرے حذیفہ گئے اور پھر ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں آکے عرض کردی۔ صبح کو قریشیوں میں سے ایک شخص کا نام بھی میدان جنگ میں نہ تھا پندرہ روز تک مسلمان محصور رہے تھے سردی اور فاقہ کشی سے ان کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تھی جب حضور کو یہ معلوم ہوگیا کہ دشمن بھاگ گیا تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ سب مدینہ میں چلے جائیں چنانچہ کل مسلمان شاداں و فرحاں مدینہ میں پہنچے اب اس بات کی ضرورت تھی کہ بنی قریظہ کی کامل تادیب کی جاتی جو عہد شکنی کرکے مسلمانوں سے آمادہ جنگ ہوگئے تھے اور حضور انور کی سفارت کی ایسی سخت توہین کی تھی اور خود شافع روز محشر کی نسبت ایسے تھتک آمیز الفاظ استعمال کئے تھے جو کسی صورت سے قابل برداشت نہیں ہوسکتے تھے بنی قریظہ کا معاملہ بہت ہی غور طلب ہے اور یہ وہ واقعہ ہے جس پر عیسائیوں کا رحم امنڈ آتا ہے اور انھوں نے مسلمانوں کے مظالم ظاہر کرنے کے لئے جلدوں کی جلدیں سیاہ کردی ہیں۔ سر ولیم میور نے اپنی عادت کے مطابق مضحکہ اُڑانے کی غرض سے صحیح بخاری کی ایک حدیث اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندہ سے واپس آکے ہتھیار رکھے اور غسل فرمایا تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اسوقت حضور انور اپنے بالوں سے گرد جھاڑ رہے تھے حضرت جبرئیل نے کہا آپ نے تو ہتھیار رکھ دیئے مگر میں نے ابھی نہیں رکھے اب آپ اس طرف چلئے حضور انور نے ارشاد کیا کس طرف تو حضرت جبرئیل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں ہے اور حضرت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) اسکی راوی ہیں اگر کوئی ملحد حضرت جبرئیل کے آنے اور اس گفتگو پر اعتراض کرتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا مگر تعجب تو یہ ہے کہ ان معاملات پر وہ شخص معترض ہوا ہی جس کا حضرت مسیح پر یہ عقیدہ ہے کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے مرکے زندہ ہوئے اور مجسم آسمان پر چلے گئے جب ایسی مافوق الفطرت باتوں پر اعتقاد کر لیا جائے تو یہ بات اس کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتی چنانچہ جب حضور انور کو آسمان سے یہ اطلاع ملی کہ بنی قریظہ پر حملہ کرنا چاہئے تو آپ نے فوراً روانگی کا حکم دیدیا بنی قریظ کی گھاٹی دو یا تین میل جانب جنوب مشرق واقع تھی وہ جھنڈا جو ابھی تک مسجد نبوی میں اُڑ رہا تھا اور لپیٹا نہیں گیا تھا حضرت علی کو دیا گیا حضور انور اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور تین ہزار پیدل معہ ۳۶ سواروں کے آپکے ہمرکاب ہوئے فوراً بنی قریظ کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا گیا ایک مسلمان جو گڑھی کی دیوار کے نیچے جا پہنچا تھا اس پر ایک یہودن نے چکی کا پاٹ پھینکدیا اور وہ وہیں شہید ہو گیا مگر یہودی اتنے قوی نہیں تھے کہ جم کے جنگ مدافعت کرتے وہ بہت جلد مطیع ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور انھوں نے ثعلبہ بن قیس کو حضور انور کی خدمت میں پیغام دیکے بھیجا کہ ہمیں مثل بنی النضیر کے جلاوطن کر دیا جائے ہمیں قتل نہ کیا جائے ہم اپنا سامان اور بال بچے لیکے چلے جاتے ہیں حضور انور نے منظور نہ فرمایا پھر انھوں نے یہ کہلا کے بھیجا کہ اچھا ہم اپنا مال و متاع چھوڑتے ہیں صرف اپنے بال بچوں کو یہاں سے لیکے چلے جائیں گے ان کی یہ درخواست بھی منظور نہ ہوئی یہودی اس نامنظوری پر بہت پریشان ہوئے اسکے بعد کعب بن اُسید نے جو اس جماعت کا پیشوا تھا سرداران بنی قریظ کو جمع کیا اور حیی بن اخطب اپنے عہد کے مطابق جو اس نے کعب سے کیا تھا حصار میں آیا اسوقت کعب نے کہا اے یہودیو خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نبی ہیں ہم صرف حسد کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں لائے اور ان کی متابعت نہیں کی اسوقت تین باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں ان میں سے ایک تم قبول کر لو سب دریافت کرنے لگے کہ وہ تین باتیں کونسی ہیں اس نے کہا پہلی بات تو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ ہے کہ اول تو تم توریت کی رو سے اس پر ایمان لاؤ تاکہ تمہارا مال و متاع اور تم سب محفوظ ہو جاؤ یہودیوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ تو نہیں ہو سکتا ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑتے اور دوسری کتاب توریت کے مقابلہ میں نہیں اختیار کرتے کعب نے کہا کہ اگر یہ بات تم نہیں مانتے تو دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں اور تلواریں لیکے قلعہ کے باہر نکل پڑیں اگر ہمیں شکست ہوئی تو ہماری عورتوں کی بے حرمتی نہیں ہو سکتی اور اگر فتح ہوئی تو ہمارے لئے عورتوں بچوں کی کمی نہیں ہے۔ بنی قریظہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان معصوم بچوں اور بیگناہ عورتوں کا قتل کس بنا پر کیا جائے اور کونسا دل اس کے کرنے کے لئے تیار ہوگا اور پھر ان کے بعد ہماری زندگی کس کام آئیگی اور بغیر ان کے ہم اپنی زندگی سے کیا فائدہ اٹھا سکیں گے۔ کعب نے کہا کہ اچھا اگر یہ تم نہیں مانتے تو تیسری بات اور ہے کہ یہ رات ہفتہ کی رات ہے غالباً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپکے اصحاب بہت خاطر جمعی سے آرام کر رہے ہیں آؤ ہم ان پر شب خون ماریں شاید اس سے کچھ نتیجہ نکلے بنی قریظہ نے کہا کہ ہم ہفتہ کی کبھی بے حرمتی نہیں کر سکتے ہمسے پہلے بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے ہفتہ کی بے حرمتی کی تھی خداوند تعالےٰ نے ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔

غرض ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بنی قریظہ کے سمجھ میں نہ آئی انھوں نے صحکو ابولبابہ بن المنذر اوسی کو جو اُن کا ہم قسم اور دوست تھا حضور انور کے لشکر گاہ سے بلایا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم اپنی مہم میں اس سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں ابولبابہ بنی قریظہ کے پاس حصار میں آیا تمام بچے اور عورتیں اسکو گھیر کے ہو بیٹھے اور انھوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ابولبابہ کو ان کے رونے پر رحم آگیا اسوقت بنی قریظہ کے سرداروں نے اس سے دریافت کیا کہ تیری کیا رائے ہے کیا ہم حصار کے باہر نکل آئیں ابولبابہ نے کہا نکل آؤ مگر اپنے حلق پر ہاتھ رکھ کے اس نے یہ بات کہی جس کے معنی یہ تھے کہ تمھاری گردن ماری جائیگی۔ ابولبابہ کے منہ سے یہ بات تو نکل گئی مگر وہ ایک لحظہ کے بعد بہت سخت پشیمان ہوئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور توبہ کرنے لگے کعب نے کہا یہ کیا بات ہے ابولبابہ نے کہا اصل میں ہمیں یہ بات کہنے میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی پھر ابولبابہ حصار کے باہر آئے اور حضور انور کی خدمت میں آکر اپنی لغزش کو بیان کر دیا حضور نے اس لغزش کو معاف کیا۔

آخر بنی قریظہ پریشان ہو کے حصار کے باہر نکل آئے اور اطاعت قبول کر لی حضور انور نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ مردوں کو عورتوں سے علیحدہ کر کے گرفتار کر لیا جائے اور عورتوں اور بچوں کی نگرانی کے لئے عبداللہ بن سلام کو مقرر کیا اسکے بعد حصار میں مسلمانوں کی فوج داخل ہوئی اور قانون جنگ کے مطابق یہودیوں کے کل مال و متاع پر قبضہ کر لیا چار ہزار کمریاں اور کئی ہزار مویشی پانچ سو تلواریں پانچ سو زرہ اور تین سو سپاہی سپر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں جب یہ کیفیت ہوئی تو بنی اوس کے سردار حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مظہر لطف و احسان ہیں جس طرح آپنے بنی قینقاع پر رحم فرمایا اور ان کے سات سو آدمیوں کا قصور معاف کر دیا اسوقت بنی قریظہ پر بھی رحم کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے خلیفہ ہیں اور عہد شکنی سے سخت پشیمان ہیں آپ ان پر رحم فرمایئے اور ان کے جرائم کو معاف کر دیجئے حضور انور نے یہ فرمایا اچھا تم اس بات کو منظور کرتے ہو کہ تم ہی میں کا ایک شخص فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ وہ فیصلہ کرے وہ ناطق سمجھا جائے اس کے سرداروں نے یہ بات منظور کر لی تو حضور انور نے فرمایا کہ میں سعد بن معاذ کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہوں تم منظور کرتے ہو یا نہیں انھوں نے کہا کہ ہم خوشی سے منظور کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور نے فوراً ایک شخص کو مدینہ بھیجا کہ سعد بن معاذ کو بلا لائے چنانچہ لوگ بلانے گئے تو سعد سے زخم کے مارے ہلا بھی نہیں جاتا تھا آخر لوگوں نے سعد کو بہ مشکل مرکب پر سوار کر کے کیمپ کی طرف روانہ کیا۔

راستہ میں بنی اوس کے چند آدمیوں نے سعد سے کہا یا ابا عمرو رسول خدا نے بنی قریظہ کا فیصلہ تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ وہ لوگ تمہارے خلفاء ہیں اور انھوں نے بارہا تمھیں مدد دی ہے ضرور ان کا خیال رکھنا۔ اس کا جواب سعد نے کچھ نہیں دیا کیونکہ زخموں کی تکلیف

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس بلا کی تھی کہ وہ بمشکل بات چیت کر سکتے تھے۔

غرض آپ جب مجلس ہمایوں کے قریب پہنچے تو حضور انور نے دیکھتے ہی اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ تمہارا سید آیا اسے اٹھ کے مرکب پر سے اتروالو۔ چنانچہ صحابہ اٹھے اور سعد کو ہتھکی میں اتار لیا۔

جوں ہی وہ آکے بیٹھے چند آدمیوں نے جو بنی اوس سے تعلق رکھتے تھے بنی قریظہ کی سفارش کی۔ اس پر سعد نے کہا اچھا یہ تو تم بتاؤ کہ جو کچھ میں کہوں گا اسے تم تسلیم کرو گے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ کے حکم پر ہم راضی ہیں اور اس سے ہرگز انحراف نہیں کرنے کے اس کے بعد سعد نے حضور انور کی طرف خطاب کر کے کہا کہ یہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ میں ان کے لئے حکم کروں اور یہ ذرا بھی اس کی تعمیل سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ حضور نے ارشاد کیا تمھیں اختیار ہے جو چاہے کرو۔ سعد نے کہا میں مردوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ اسی وقت بنی قریظہ کے مردوں کی مشکیں کس لی گئیں اور حکم دیا گیا کہ انھیں مدینہ لیجاؤ اور اسامہ بن زید کی سرائے میں قید کر دو اور ان کی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنت حارث کی سرائے میں نظر بند رکھو۔ دوسرے دن صبح کو حضرت علی اور زبیر نے ان سب کی گردنیں مار دیں۔

مجھے اس قصہ کے یقین کرنے میں تامل ہے۔ کیوں کہ کوئی صحیح روایت جس سے اس قتل عام پر روشنی پڑے میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اگرچہ مورخوں نے نہایت اندھے پن سے مثل بے وقوف بھیڑوں کے ایک دوسرے کی تقلید کی ہے مگر اصلی واقعہ کا اظہار کسی جگہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اول تو تعداد میں بہت بڑا اختلاف ہے کہیں چار سو لکھے ہیں کہیں پانسو کہیں آٹھ سو اور کہیں نو سو۔ اس اختلاف سے یہ پایا جاتا ہے کہ بنی قریظہ کے کل مرد قتل نہیں ہوئے تھے۔ صحیح بخاری نے اس عظیم واقعہ کی نسبت بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے چنانچہ جنگ خندق کی کل کیفیت مفصلہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(دیکھو صحیح بخاری اردو مترجمہ میرزا حیرت کتاب المغازی صفحہ ۲۱۳)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ احزاب سے واپس آنا اور بنی قریظہ کو محاصرہ کرنا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق سے واپس آکر ہتیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو جبریل آئے اور کہا یا رسول اللہ آپنے تو ہتیار رکھ دیئے اور ہمنے بخدا ابھی نہیں رکھے ادہر کو چلئے حضرت نے پوچھا کدھر (چلوں) جبریل نے بنی قریظ کی طرف اشارہ کرکے کہا ادہر۔ رسول خدا صلی علیہ وسلم اس طرف روانہ ہوئے۔

ابن عمر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دن فرمایا کوئی نماز عصر نہ پڑہے مگر بنی قریظہ میں۔ عصر کا وقت راستہ میں آگیا بعض نے کہا ہم جب تک بنی قریظہ میں نہ پہنچ لیں نماز عصر نہ پڑہیں گے اور بعض نے کہا ہمتو یہیں پڑہیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ نہیں ہے (بلکہ جلد پہنچنا مقصود ہی) پھر آپ سے یہ ذکر کیا گیا آپنے کسیکو نہ دہمکایا

حضرت انس کہتے ہیں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درخت ہدیۃً دیتے تھے جب آپنے بنی قریظہ پر فتح پائی اور اُن کے باغات دستیاب ہوئے تو آپ لوگوں کے عطیہ واپس دینے لگے میرے گھر والوں نے مجھے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی دی ہوئی چیزوں کو مانگنے بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ام ایمن کو (جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دودہ پلانیوالی تھیں) دیدیا تھا۔ ام ایمن یہ خبر سنتے ہی آئی اور میری گردن میں کپڑا ڈالکر کہنے لگی اُس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تمہیں وہ عطئے واپس ندیں گے حالانکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیدیا ہے۔ یا اُس نے اور کچھ کہا (شک راوی کا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا تجھے میں (اُسکے عوض اپنے پاس سے) اس قدر (دیتا ہوں) اور وہ کہتی تھی بخدا میں ہرگز نہ دوں گی۔ اخیر آپنے ام ایمن کو دس گنا یا زیادہ دیا۔ (راوی کو شک ہے)

ابو سعید خدری کہتے تھے بنی قریظہ سعد بن معاذ کے حکم پر اُترآئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو سعد کے پاس بھیجا سعد گدہے پر بیٹھے ہوئے تشریف لائے جب مسجد کے قریب

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہنچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے بزرگ کی طرف کھڑے ہو (اور اسے اتارو) پھر آپ نے (سعد سے) کہا یہ کافر تیرے حکم پر اترے ہیں۔ (تو کیا حکم دیتا ہے) سعد نے جواب دیا جو کافر مسلمانوں سے لڑے انھیں مار دیا جائے اور ان کی اولاد قید کی جاوے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے بموجب حکم خدا کے حکم دیا۔ یا مالک حکم کے موافق۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں سعد جنگ خندق کے دن ایک مرد قریشی کے تیر مارنے سے زخمی ہو گئے تھے اس مرد کا نام حبان بن العرقہ تھا اور تیر سعد کے ہفت اندام رگ میں لگا تھا آنحضرت نے سعد کے واسطے مسجد میں خیمہ بنا دیا تھا تاکہ پاس سے پاس ان کی عیادت کرتے رہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آکر ہتیار رکھے اور غسل کیا جبریل آپکے پاس آئے اور آنحضرت اپنے سر مبارک سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے۔ جبریل نے کہا آپ نے ہتیار رکھ دیئے اور میں نے بخدا (ابھی) ہتیار نہیں رکھے اب آپ ادھر چلئے آنحضرت نے پوچھا کدھر (چلوں) جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ بنی قریظہ کی طرف آئے (اور انھیں گھیر لیا) وہ سب آپکے حکم پر اتر آئے آپنے حکم سعد بن معاذ کی طرف پھیر دیا سعد نے (آکر) کہا میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان کے لڑنے والے مارے جاویں اور عورتیں اور بچے قید کئے جاویں اور مال ان کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے جاویں۔ ہشام کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں سعد نے دعا کی اے اللہ تو خوب جانتا ہے۔ میں تیری راہ میں کسی قوم سے لڑنے کو اس قوم کے لڑنے سے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور مکہ سے نکالدیا اچھا نہیں جانتا اور اے اللہ میں جانتا ہوں تو نے ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی رکھدی ہے۔ اب اگر قریش کی لڑائیوں سے کچھ باقی ہو تو مجھے ان سے لڑنے کے واسطے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے لڑوں اور اگر تو نے لڑائی اٹھادی ہو تو اس (زخم) کو جاری کر اور اسی میں مجھے موت دیدے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

(تاکہ میں شہید مروں) پس اُن کے سینہ سے خون جاری ہوا مسجد والے اُن کے خون سے گھبرا گئے مسجد میں خیمہ بنی غفار کا تھا لوگوں نے کہا اے خیمہ والو کیا چیز ہے جو تمھاری طرف سے ہمارے پاس آتی ہے۔ پھر انھوں نے جانا کہ یہ سعد کے زخم کا خون ہے اسی حال میں سعد کا انتقال ہو گیا۔

ان مختلف روایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے بھی قتل کا اشارہ ایک جگہ کیا ہے مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عملدرآمد کیوں کر ہوا اور کتنی تعداد کے مارے گئے۔

ہشامی نے بھی مختلف روایتیں اس واقعہ کی نسبت لکھی ہیں مگر اسناد سب روایتوں کے مشکوک اور غیر معتبر ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ مارے ضرور گئے مگر اُن کی تعداد کتنی تھی اس کی کچھ خبر نہیں۔ عیسائی مورخوں نے حسب عادت بہت کچھ حوالہ دیکے اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ اور میور صاحب نے تو رنگامیزی میں کمال ہی کر دیا ہے اور اس تمام عبارت آرائی اور جد و جہد سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرحمی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بنی قریظہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے تھے تو اس میں حضور انور کا کچھ بھی واسطہ نہیں ہے۔ آپ نے نہایت انصاف پسندی سے بنی قریظ سے کہدیا تھا کہ تم اپنے طور پر ایک شخص کو منتخب کر لو تاکہ وہ تمہارے حق میں جو فیصلہ کرے وہ تم بخوشی منظور کر لو۔ انھوں نے نہایت خوشی سے سعد کو انتخاب کیا جو اُن ہی کا رشتہ دار اور دوست تھا۔ سعد چونکہ اسی غزوے میں مجروح ہو چکا تھا اور جو زخم اُسے لگا تھا وہ ایسا گہرا تھا کہ اخیر مہلک ثابت ہوا تو اس کا اس غصہ میں کل بنی قریظ کو قتل کا حکم دیدینا تعجب نہیں رکھتا۔

تاریخ عالم میں ایسی مثالیں ہزاروں موجود ہیں کہ کسی قوم اور کسی مذہب یا دنیاوی قانون نے عہد شکنوں اور باغیوں کے ساتھ مطلق رعایت نہیں کی۔ کس کی عورتیں اور کیسے بچے اور کس کی آہ و زاری غدر ۱۸۵۷ء میں ہزاروں آدمی پھانسی پر چڑھا دیئے گئے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اُن کے بچے بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں کس نے اُن پر رحم کھایا اور کیا اُن کے قتل کرنے سے انگریزوں پر کوئی الزام قائم ہو سکتا ہے؟ اسی طرح عیسائی گورنمنٹوں کے بہت سے کارنامے موجود ہیں اُن کی جس تلوار نے مرد کو قتل کیا اُسی نے عورتوں اور بچوں کا بھی صفایا بول دیا۔

بنی قریظہ کا معاملہ تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ان واقعات کو دہرایا جائے جو خداوند مسیح کے ماننے والوں اور معصوم پوپوں نے مقدس زمین پر کئے ہیں تو پتھر بھی پانی ہو کے بہ جائے۔ جن مہیب واقعات کا ذکر خود بڑے بڑے نصرانی مورخوں نے بھی کیا ہے۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا قتل عام تاریخ کے صفحوں پر لکھا ہوا ہے اور پھر اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی رحمدلی بھی موجود ہے۔ کوئی قوم مسلمانوں پر کیا عیب لگا سکتی ہے جبکہ وہ اُن سے بدرجہا زیادہ عیب دار ہے۔ اسکے علاوہ خاص بنی قریظہ کا قتل کہ کتنے مارے گئے اور کتنے بچا لئے گئے کسی تاریخی واقعہ یا روایت میں صحیح طور پر نہیں ملتا۔

یہ بے کم و کاست تسلیم کرنا پڑے گا کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی۔ اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ حملہ آور دشمن کے ساتھ ہو کے آمادۂ پیکار ہو گئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے جو چال ان پر چلی گئی اگر وہ اس میں نہ آتے تو ان سے زیادہ مسلمانوں کا قاتل اور خونخوار دشمن ایک بھی نظر نہ آتا۔ جس درشت کلامی سے انھوں نے حضور انور کے قاصدوں کو دھتکارا ہے وہ الفاظ سعد کے کانوں میں گونج رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے۔ خدا کا نبی کسے کہتے ہیں۔ ہمارا اس کا کوئی عہد نہیں ہوا تھا۔ ہم بغیر اُسے برباد کئے تلوار کو میان میں نہیں دینے کے۔ یہ باتیں تھیں جنھوں نے سعد کو آمادہ کیا کہ وہ اُنھیں قتل کر ڈالے خواہ خاص ان ہی دو چار بنی قریظہ کو جو سرگروہ تھے یا دس پانچ لڑنے والوں کو اور بھی۔

اگر کوئی شخص یہ دعوے کر بیٹھے کہ سوائے دو ایک شریروں کے کوئی قتل نہیں کیا گیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تو دنیا میں کوئی شخص صحیح روایت بنی قریظہ کے قتل عام کے متعلق نہیں پیش کر سکتا۔ ایک تاریخ میں چار سو ایک میں پانسو ایک میں آٹھ سو اور ایک میں اُنکے مقتولین کی تعداد نو سو لکھی ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ جب ایک واقعہ میں اس قدر اختلاف ہو گا تو یقیناً وہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔

ہماری تائید خود قرآن مجید میں صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ جہاں لکھا ہوا ہے کہ کچھ قید ہوئے اور کچھ قتل ہوئے جنھیں بغاوت کے جرم میں سزا دی گئی قرآن مجید سے بہتر فیصلہ اور کسی کتاب کا نہیں ہو سکتا مسلمانوں میں یہی سب سے بڑا اتھارٹی ہے۔

چنانچہ خداوند تعالےٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے۔ "[1] اور اللہ نے کافروں کو اُنکے غصہ میں واپس کر دیا انھوں نے (مسلمانوں پر چڑھائی کر کے) کچھ فائدہ نہ پایا اور مسلمانوں کی طرف سے لڑنے کو اللہ بس ہے اور اللہ زبردست غالب ہے اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (مشرکوں) کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے انکے قلعوں سے (بیدخل کر کے) اُتار دیا اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ کچھ لوگوں کو تم قتل کرنے لگے اور کچھ لوگوں کو قید کرنے لگے"۔

اس سے اُس یاوہ گوئی اور تراش خراش اور اتہامات کا بھانڈا پھوٹ گیا جو بنی قریظہ کے قتل عام پر اُٹھائے گئے تھے اور جن سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر پر بیرحمی کا الزام قائم کیا گیا تھا۔ آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تمہیں ساری کیفیت صاف صاف معلوم ہو جائے گی۔

[1] ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا۔ وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جب ابوسفیان مکہ میں پہنچا تو اُس کی ہمت ٹوٹ چکی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنیکا خیال اُسے اب مطلق نہ رہا تھا۔ مگر اب وہ اس فکر میں لگا کہ کسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروا ڈالے۔ چنانچہ اس خطرناک ارادہ کی تکمیل کے لئے اس نے ایک خونخوار نوجوان بدو عرب کو انتخاب کیا اور اس سے کہا کہ یہ میں چاہتا ہوں کہ تو مدینہ جا اور موقع کی تاک میں لگا رہ۔ جب موقع ملے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈال قتل کرنے کا بہتر موقع کیا تو تجھے بازار میں ملے گا یا مسجد میں جب وہ تبلیغ اسلام کرتے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اس وقت اُن کی اور سامعین کی مصروفیت اس قدر ہوتی ہے کہ اُنھیں اپنے آگے پیچھے کی مطلق خبر نہیں رہتی۔

اعرابی نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قتل کر دینا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر اس عظیم کام کا صلہ کیا دیا جائے گا۔ ابوسفیان نے بہت کچھ اُسے سبز باغ دکھائے اور اس خلق اور نرم زبانی سے گفتگو کی کہ وہ گرویدہ ہو گیا اور اپنے آبدار خنجر درست کر کے سیدھا مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

مدینہ میں پہنچنے پر وہ مسجد نبوی کے دروازہ پر اپنے اُونٹ سے اُترا اور اُونٹ کو باہر کسی چیز سے باندھ کے آپ اندر آیا۔ خنجر کمر میں چھپا ہوا تھا اور وہ برابر غور سے دیکھ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ جب وہ نہ پہچان سکا تو اس نے بآواز بلند حاضرین سے دریافت کیا ابن المطلب تم میں کون شخص ہے۔ حضور انور نے آواز سنتے ہی جواب دیا کہ "انا ابن المطلب"۔ یہ کہہ کے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو اشارہ کیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ چنانچہ فوراً وہ پکڑ لیا گیا۔ تلاشی لینے پر خنجر اور کٹار اس کی کمر پیٹی میں چھپی ہوئی نکلی۔ اس اعرابی کے گرفتاری پر اوسان درست نہ رہے وہ غل مچانے لگا کہ مجھ پر رحم کیا جائے اور مجھے چھوڑ دیا جائے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ تو سچ سچ بتا دے کہ کہاں سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے اعرابی نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پوری کیفیت بیان کردی حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں تجھے امان دینے اور آزاد کردینے کے لئے تیار ہوں اس شرط سے کہ تو خداوند تعالےٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرلے چنانچہ اس نے بطیب خاطر کلمہ طیبہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھا۔ حضور انور نے اس پر مہربانی فرمائی اور اُسے چھوڑ دیا۔ یہ تھا مراحم خسروانہ اور یہ تھی شان نبوت کہ جو شخص قتل کے عزم سے آئے اسکی جاں بخشی بھی کردی جائے۔

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدۂ ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدۂ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ نے مسلمانوں سے یہ ارشاد کیا۔ "اگر یہ بات تمھیں گوارا ہو کہ میرا داماد چھوڑ دیا جائے اور یہ کل چیز یہ اُسے واپس دی جائیں تو بہت اچھا" یہ سنتے ہی سب نے سر تسلیم خم کیا اور کہا ہمیں دل سے منظور ہے چنانچہ ابو العاص چھوڑ دیا گیا لیکن شرط یہ ہوئی کہ مکّہ پہنچ کے زینب کو مدینہ روانہ کر دے۔ اس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ اس نے مکہ پہنچتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کرنے کا انتظام کیا اور ایک اُونٹ پٹھا کے اپنے بھائی کنعانہ کو ساتھ کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ جب قریشیوں نے یہ سُنا کہ زینب مدینہ جاتی ہے تو اُن لوگوں نے تعاقب کر کے زینب کے اُونٹ کو گھیر لیا اور ایک شخص نے آگے بڑھ کے اُونٹ پر بھالہ مارا۔ کنعانہ کو سخت غصّہ آیا اُس نے فوراً اُونٹ کو بٹھا دیا۔ اور تیر و کمان نکال کے حملہ آوروں پر حملہ کیا۔ اسی اثنار میں ابو سفیان بھاگتا ہوا موقع پر پہنچا اور بیچ بچاؤ کر کے یہ بولا "تمھیں اس طرح علی الاعلان جانا نہیں چاہیئے تم کیا واقف نہیں ہو کہ محمد سے ہمیں کتنا نقصان پہنچ چکا ہے۔ اُن کی لڑکی کا اسطرح علانیہ مکّہ سے مدینہ چلا جانا ہماری انتہا درجہ کمزوری اور عاجزی کا ثبوت ہوگا۔ گو یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ لڑکی کو اس کے باپ سے باز رکھیں اور نہ یہ منشاء ہے کہ باپ کا بدلہ بیٹی سے لیں۔ تم ابتو مکّہ واپس چلے چلو۔ جب یہ جوش و خروش جاتا رہے تو تم خاموشی سے چُپ چُپاتے مکّہ سے نکل جانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کنعانہ نے ابو سفیان کی نصیحت کو مان لیا اور اپنی بھاوج زینب کو واپس لے آیا پھر چند روز کے بعد زینب زید ابن حارث کے ساتھ جو اسی غرض سے مکّہ بھیجا گیا تھا اپنے والد ماجد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحفاظت مکہ پہنچ گئیں۔

ابو العاص کا مشرف باسلام ہونا

اس معاملہ کے تین یا چار برس کے بعد پھر ابو العاص گرفتار ہوا اور جب قیدیوں کا گروہ مدینہ پہنچا تو ابو العاص چالاکی سے قید سے بچ کے سیدھا اپنی بیوی زینب کے پاس پہنچا کہا کہ میں پناہ چاہتا ہوں وفادار بیوی نے اپنے شوہر کو اطمینان دیا کہ میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

تمھیں رہا کرا دوں گی۔ اس کے بعد وہ آ کے پھر قیدیوں میں مل گیا علی الصباح لوگ مسجد میں نماز کے لئے جمع ہونے لگے تو زینب نے پکار کے کہا کہ میں ابوالعاص کی حفاظت کی ذمہ داری کر چکی ہوں جب نماز ہو چکی تو حضور انور نے اصحاب سے یہ ارشاد کیا جو الفاظ میری بیٹی کے زبان سے تم نے سنے وہی میں نے سنے میں اس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس لمحہ تک اپنی بیٹی کی ذمہ داری سے واقف نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضور انور اپنی صاحبزادی کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم ابوالعاص سے بحیثیت ایک معزز مہمان کے برتاؤ کرو مگر اسے اپنا شوہر فی الحال نہ سمجھو۔ اسکے بعد آپ نے قیدیوں کے نگہبانوں کو طلب کیا اور فرمایا تم اس بات کو سمجھ لو کہ ابوالعاص سے میرا بہت ہی قریب کا رشتہ ہے اگر تم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے اور اس کا مال اسے واپس دیدو گے تو میں بہت خوش ہوں گا اور اگر نہیں تو بیشک وہ مال غنیمت تمھارا ہے اور تمھیں اسکے رکھ لینے کا حق حاصل ہے مگر سب مسلمان اس قیدی کو چھوڑنے اور اس کا مال واپس دینے پر رضامند ہو گئے ابوالعاص پر اس غیر معمولی شریفانہ برتاؤ اور خاطر داری کا بہت بڑا اثر پڑا وہ فوراً مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی بیوی کے ساتھ بخوشی و خرمی رہنے لگا۔ مگر بدقسمتی سے اسی سال زینب کا انتقال ہو گیا۔ بیماری کچھ نہیں تھی صرف دو ضرب تھی جو اونٹ سے گرنے پر زینب کو پہنچی تھی۔

سفارت شام

حضور انور نے اپنا ایک سفیر شہنشاہ قسطنطنیہ یا اس کے شام کے گورنر کے پاس روانہ کیا سفارت کا منشاء بظاہر دعوت اسلام معلوم ہوتا ہے لیکن کسی مورخ نے صاف طور پر نہیں لکھا چنانچہ آپ کا سفیر شام پہنچا گورنر نے اسکی بہت بڑی عزت کی اور بہت سے ہدیئے حضور انور کی خدمت میں روانہ کئے اور ایک خلعت خود پہننے کو دی۔ سفیر یہ کل سامان لیکے مدینہ واپس آتا تھا کہ راستہ میں یہودیوں نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسے لوٹ لیا وہ فوراً ایک قریب کے قبیلہ کے پاس بھاگا ہوا گیا اور اس سے مدد چاہی قبیلہ والے اسلامی سفیر کی مدد کو دوڑ پڑے چوروں پر حملہ کیا اور کل مال چھین لیا اسی اثناء میں حضور انور کو یہ خبر پہنچی کہ سفیر پر حملہ ہوا ہے آپ نے خبر پاتے ہی فوراً زید ابن حارث کو پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ حملہ آوروں کو سزا دے چنانچہ زید راتوں رات روانہ ہوا دن کو چھپا رہتا تھا اور شب کو سفر کرتا تھا اخیر وہ یکایک بنی جذام پر جا پڑا۔ اس قبیلہ کے بہت سے آدمی معہ اسکے سردار کے قتل کر ڈالے گئے۔ پھر مسلمانوں نے علاوہ بکثرت مویشیوں کے اس قبیلہ کے سو عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے اس قبیلہ کا دوسرا سردار جو پہلے حضور انور کی اطاعت قبول کر چکا تھا بھاگا ہوا مدینہ میں آیا اور اس نے حضور انور کے آگے وہ معاہدہ پیش کیا جو حضور انور اور اسکے قبیلہ میں ہوا تھا حالانکہ اس قبیلہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی تھی اور اس نے آپ کے سفیر پر حملہ کیا تھا مگر تو بھی حضور انور نے معاہدہ کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ مقتولین کے متعلق کیا فیصلہ ہو اس قبیلہ کے سردار نے کہا کہ جو زندہ ہیں انھیں ہمارے سپرد کر دو اور جو مر گئے ہیں وہ ہمارے قدموں کے نیچے ہیں حضور انور نے فوراً حضرت علی کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس معاملہ کا تصفیہ کرو حضرت علی روانہ ہوئے زید راستہ میں ملا جو اپنی مہم سے واپس آ رہا تھا آپ نے حضور انور کا حکم زید کو سنایا اس نے فوراً سارا مال غنیمت اور کل قیدی قبیلہ کے سردار کے حوالہ کر دیئے۔

شعبان المکرم ۵ ہجری مطابق نومبر ۶۲۷ء

اسکے کچھ عرصہ کے بعد عبدالرحمن سات سو جوانوں کو ساتھ لیکے دومۃ الجندل کی دوسری مہم پر روانہ ہوا حضور انور نے اسوقت سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا جو سپہ سالاری کی علامت تھی پھر آپ نے یہ ارشاد کیا دیکھو کوئی بچہ اور کوئی عورت ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہو۔ جب آپ دومۃ الجندل پہنچے تو آپ نے قبائل کو اسلام کی دعوۃ دی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور اسپر فکر کرنے کے لئے تین دن کی مہلت عنایت فرمائی اس اثنا میں الاسباغ نامی بنی کلب کا ایک نصرانی سردار مسلمان ہوگیا پھر بہت سے کرسٹان مشرف باسلام ہوئے دوسرے قبایل نے خراج دینا قبول کیا اور اجازت مانگی کہ ہم اپنے نصرانی مذہب پر قائم رہیں یہ ساری باتیں عبدالرحمن نے قاصد کے ذریعہ سے حضور انور کی خدمت میں عرض کرادیں حضور انور نے منظور فرمالیا پھر سارے معاملات بخیر و خوبی طے ہوگئے۔

ان چھوٹی چھوٹی مہموں کے بعد زید ابن حارث ایک تجارتی مہم لیکے شام روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ کثرت سے سامان تھا جو مدینہ کے باشندوں نے اپنا اپنا کردیا تھا۔ جب یہ وادی القراء کے قریب پہنچا جو مدینہ سے سات پڑاؤ ہے تو بنی فزارا نے شب کو اس پر تاخت کی اور اسے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے اس حملہ سے زید بھی سخت مجروح ہوا۔

مدینہ میں اس خبر سے سنسناہٹ سی پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کو سخت جوش آیا چنانچہ زید کے اچھا ہونے کے بعد ایک زبردست فوج کے ساتھ وہ روانہ کیا گیا وہ پانی کی رو کی طرح سے بڑھتا ہوا چلا گیا اس نے اس غدار قبیلہ پر حملہ کیا ایک سخت لڑائی کے بعد اُن کے قلعہ کو فتح کرلیا۔

گرفتہ جوان ڈاکوؤں کی بازگشت بنی ہوئی تھی اور اسی کے ہاں یہ ڈاکو پناہ لیتے تھے گرفتار کرلی گئی۔ یہ سب ڈاکو اور ڈاکوؤں کی اماں جان علیحدہ علیحدہ باندھ لی گئی مگر راستے میں اس بڑھیا کا دم نکل گیا اور اسی خاندان کے دو نوجوان بھائی بھی قتل کر ڈالے گئے۔ زید اس کامیابی کے بعد مدینہ پہنچ کے سیدھا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سید کی خبر سنکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اسے گلے سے لگایا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رافع عبداللہ بن ابی الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل

ان پے در پے کامیابیوں پر بھی یہودیوں کی استقامت اور دشمنی میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح حضور انور کو تکلیف دینے میں سرگرم تھے اور دنیا بھر کی تدبیریں آپکو صدمہ دینے کی کرتے تھے۔ چنانچہ ابی الحقیق اپنے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جب وہ مدینہ سے نکالا گیا ہے تو اپنے حلیف یہودیوں کے پاس خیبر میں آباد ہو گیا تھا۔ ابی الحقیق کا نام ابی رافع بھی تھا اس نے اُن لوگوں کا بہت ساتھ دیا تھا جنھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور اب وہ بدوؤں کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہا تھا۔

اسی اثناء میں ایک مہم سنوا آدمیوں کی حضرت علی کی سرکردگی میں روانہ کی گئی تاکہ سعد بن ابی بکر قبیلہ کو سزا دے جنھوں نے حضور انور کے خلاف خیبر والوں سے گٹھوت کر لی تھی۔ حضرت علی کے ہاتھ اونٹ اور مویشی تو بہت سے لگ گئے مگر اور کوئی نتیجہ نہ نکلا جب حضرت علی اس طرح ناکام رہے تو حضور نے خود ارادہ کیا کہ ابی الحقیق کی پوری تادیب کی جائے۔ چنانچہ حضور نے بنی خزرج اور بنی اوس میں سے پانچ آدمی منتخب کئے اور حکم دیا کہ ابی الحقیق کی گردن ماردیں کیونکہ یہ شخص سالہا سال سے برابر خونریزی پر تلا ہوا ہے اور اس نے اپنی شرارت سے صدہا بے گناہوں کو قتل کروا دیا ہے۔ یہ پانچوں جوانمرد سیدھے خیبر پہنچے اور ایک پوشیدہ مقام پر دن بھر چھپے رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ پانچوں ابی الحقیق کے مکان کی طرف چلے۔ ان پانچ آدمیوں میں عبداللہ بن عتیک تھے جو بنی النضیر سے خوب واقف تھے اور اُن کی زبان بھی بہت شستگی سے بولتے تھے۔ چنانچہ وہی آگے بڑھے ابی الحقیق کے دروازہ پر دستک دی۔ آواز سنتے ہی ابی الحقیق کی جورو باہر نکلی۔ انھوں نے اُس سے کہا کہ میں تمھارے شوہر کے لئے کچھ ہدیہ لایا ہوں تم مجھے اندر آنے کی اجازت دو۔ دوسری روایت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور اسپر فکر کرنے کے لئے تین دن کی مہلت عنایت فرمائی اس اثنا میں الاسباغ نامی بنی کلب کا ایک نصرانی سردار مسلمان ہوگیا پھر بہت سے کرسٹان مشرف باسلام ہوئے دوسرے قبایل نے خراج دینا قبول کیا اور اجازت مانگی کہ ہم اپنے نصرانی مذہب پر قائم رہیں یہ ساری باتیں عبدالرحمن نے قاصد کے ذریعہ سے حضور انور کی خدمت میں عرض کرادیں حضور انور نے منظور فرمالیا پھر سارے معاملات بخیر و خوبی طے ہوگئے۔

ان چھوٹی چھوٹی مہموں کے بعد زید ابن حارث ایک تجارتی مہم لیکے شام روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ کثرت سے سامان تھا جو مدینہ کے باشندوں نے اپنا اپنا کردیا تھا۔ جب یہ وادی القراء کے قریب پہنچا جو مدینہ سے سات پڑاؤ ہے تو بنی فزارا نے شب کو اس پر تاخت کی اور اسے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے اس حملہ سے زید بھی سخت مجروح ہوا۔

مدینہ میں اس خبر سے سنسناہٹ سی پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کو سخت جوش آیا چنانچہ زید کے اچھا ہونے کے بعد ایک زبردست فوج کے ساتھ وہ روانہ کیا گیا وہ پانی کی رو کی طرح سے بڑھتا ہوا چلا گیا اس نے اس غدار قبیلہ پر حملہ کیا ایک سخت لڑائی کے بعد ان کے قلعہ کو فتح کرلیا۔

گرفتہ جوان ڈاکوؤں کی بازگشت بنی ہوئی تھی اور اسی کے ہاں یہ ڈاکو پناہ لیتے تھے گرفتاری کی گئی۔ یہ سب ڈاکو اور ڈاکوؤں کی اماں جان علیحدہ علیحدہ باندھی گئی مگر راستے میں اس بڑھیا کا دم نکل گیا اور اسی خاندان کے دو نوجوان بھائی بھی قتل کردئے گئے۔ زید اس کامیابی کے بعد مدینہ پہنچ کے سیدھا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سید کی خبر سنکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اسے گلے سے لگایا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

رافع عبداللہ بن ابی الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل

ان پے در پے کامیابیوں پر بھی یہودیوں کی استقامت اور دشمنی میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح حضور النور کو تکلیف دینے میں سرگرم تھے اور دنیا بھر کی تدبیریں آپکو صدمہ دینے کی کرتے تھے۔ چنانچہ ابی الحقیق اپنے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جب وہ مدینہ سے نکالا گیا ہے تو اپنے حلیف یہودیوں کے پاس خیبر میں آباد ہو گیا تھا۔ ابی الحقیق کا نام ابی رافع بھی تھا اس نے اُن لوگوں کا بہت ساتھ دیا تھا جنھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور اب وہ بدوؤں کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہا تھا۔

اسی اثناء میں ایک مہم سنوا آدمیوں کی حضرت علی کی سرکردگی میں روانہ کی گئی تاکہ سعد بن ابی بکر قبیلہ کو سزا دے جنھوں نے حضور النور کے خلاف خیبر والوں سے گٹھوت کر لی تھی۔ حضرت علی کے ہاتھ اُونٹ اور مویشی تو بہت سے لگ گئے مگر اور کوئی نتیجہ نہ نکلا جب حضرت علی اس طرح ناکام رہے تو حضور نے خود ارادہ کیا کہ ابی الحقیق کی پوری تادیب کی جائے۔ چنانچہ حضور نے بنی خزرج اور بنی اُوس میں سے پانچ آدمی منتخب کئے اور حکم دیا کہ ابی الحقیق کی گردن ماردیں کیونکہ یہ شخص سالہا سال سے برابر خونریزی پر تلا ہوا ہے اور اس نے اپنی شرارت سے صدہا بے گناہوں کو قتل کروا دیا ہے۔ یہ پانچوں جو امر دیدہ خیبر پہنچے اور ایک پوشیدہ مقام پر دن بھر چھپے رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ پانچوں ابی الحقیق کے مکان کی طرف چلے۔ ان پانچ آدمیوں میں عبداللہ بن عتیک تھے جو بنی النضیر سے خوب واقف تھے اور اُن کی زبان بھی بہت شستگی سے بولتے تھے۔ چنانچہ وہی آگے بڑھے ابی الحقیق کے دروازہ پر دستک دی۔ آواز سنتے ہی ابی الحقیق کی جورو باہر نکلی۔ انھوں نے اُس سے کہا کہ میں تمھارے شوہر کے لئے کچھ ہدیہ لایا ہوں تم مجھے اندر آنے کی اجازت دو۔ دوسری روایت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بموجب عتیک نے یہ بیان کیا کہ میں غلّہ کا معاملہ کرنے آیا ہوں مجھے اندر آنے دو۔ عورت ان غیر مرد ہتیار بندوں کی صورت دیکھ کے ڈر گئی اور غل مچانا چاہتی تھی کہ انھوں نے اُس کی طرف ہتیار اُٹھا کے کہا کہ اگر ہوں بھی کی تو قتل کر ڈالی جائے گی۔ چنانچہ وہ خاموش ہو گئی اور یہ پانچوں شخص اندر گھس گئے اور ایک کمرہ میں جہاں ابی الحقیق لیٹا ہوا تھا اُسے جا لیا۔ اور اس کا کام فوراً تمام کر دیا اور جلدی سے نکل کے باہر آ گئے اور ایک غار میں چھپ گئے عورت نے غل مچایا لوگ اُن کے تعاقب میں دوڑے لیکن پتہ نہ لگا اور یہ پانچوں مسلمان مدینہ آ گئے اور حضور انور کی خدمت میں ساری باتیں اور کل واقعہ عرض کر دیا مگر بخاری نے اس واقعہ کو حسب ذیل اس طرح لکھا ہے۔

ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان۔ بعض نے کہا اسکا نام سلام بن ابی الحقیق ہے اور وہ خیبر میں رہتا تھا اور بعض نے کہا وہ اپنے قلعہ میں رہتا تھا جو زمین حجاز میں تھا۔ زہری کہتے ہیں قتل ابی رافع کعب بن اشرف کے بعد ہوا ہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے پاس روانہ کیا۔ عبداللہ بن عتیک (فرستادۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) بوقت شب اس کے مکان میں گئے اور وہ سو رہا تھا عبداللہ نے اُسے مار ڈالا

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابی رافع یہودی کے پاس بھیجا اور اُن پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ ابو رافع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ کے نقصان پر امداد کرتا تھا۔ اور وہ اپنے اُس قلعہ میں رہتا تھا جو زمین حجاز میں تھا۔ جب یہ لوگ اُسکے قریب پہنچے اسوقت سورج چھپ چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لا چکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے یاروں سے کہا تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں جاتا ہوں

CC-0. CIHTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دربان سے (کوئی) لطیف حیلہ کروں گا شاید میں اندر چلا جاؤں - پھر قلعہ کی طرف راہی ہوا یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہنچ گیا - پھر اپنے کپڑے میں اکیلو اس طرح چھپایا جیسا کوئی پاخانہ پھرتا ہے - قلعہ والے اندر جا چکے تھے دربان نے عبداللہ کو (کنجیاں اسکے کہ قلعہ کا آدمی ہے) آواز دی اے بندے اللہ کے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ کیونکہ دروازہ بند کرتا ہوں - میں اٹھ چلا گیا جب سب آ چکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھونٹی پر لٹکا دیں - عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا پھر انھیں لیکر میں نے دروازہ کھولا - ابورافع کے پاس کہانیاں ہوا کرتی تھیں وہ اپنے بالاخانہ پر رہتا تھا - جب اسکے پاس کہانی والے چلے گئے میں اس کی طرف چڑھا - میں جب کوئی دروازہ کھولتا اندر کی جانب سے بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا تھا) اگر مجھ سے لوگ واقف بھی ہو جائیں گے تو مجھ تک ابورافع کے مارنے سے پہلے نہ آسکیں گے - جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں (سوتا) ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس جگہ گھر میں ہے - میں نے ابورافع کہکر آواز دی - اس نے جواب دیا کون ہے میں آواز کی طرف چلا - میں نے اس پر ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر وہ خالی گیا اور وہ چلانے لگا - میں مکان سے نکلکر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز تھی اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے ابھی تلوار ماری تھی - عبداللہ کہتے ہیں میں نے پھر ایک بڑا وار کیا اور وہ بھی خالی گیا پھر میں نے تلوار کی دھار اسکے پیٹ پر رکھی وہ اسکی پیٹھ میں نکل گئی تب میں نے جانا کہ میں نے اسے مار لیا پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ تک پہنچ گیا اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر آ گیا پاؤں رکھا - چاندنی رات میں (وہم سے) میں نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی - میں اسے اپنے عمامہ سے پٹی باندھ کے نکلا اور دروازہ پر یہ کہکر بیٹھ گیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میں آج رات کو نہ نکلوں گا جب تک میں نہ جان لوں کہ میں نے اُسے مار دیا۔ جسوقت مرغ بولا۔ خرموت سنانے والا دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا میں ابو رافع اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے یاروں سے آکر کہا جلد چلو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے اپنا پیر پھیلایا آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ ایسا ہو گیا جیسے مجھے کبھی اس کی شکایت ہی نہ تھی۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی رافع کے پاس عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن عتبہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا اور وہ چلکر قریب قلعہ کے پہنچے عبداللہ نے اُن سے کہا کہ تم ٹھیرو میں جاکر دیکھتا ہوں (کیا کرنا چاہئے) عبداللہ کہتے ہیں میں نے حیلہ لطیف کیا تاکہ قلعہ میں چلا جاؤں اتفاقاً قلعہ والوں کا گدھا گم ہو گیا تھا وہ لوگ بذریعہ مشعل اُس کے ڈھونڈھنے کو نکلے تھے مجھے یہ اندیشہ ہوا کبھی وہ مجھے پہچان نہ لیں (کہ یہ غیر آدمی ہے) میں نے اپنے سر اور پاؤں کو ایک کپڑے میں چھپا لیا۔ اور میں (اس طرح) بیٹھ گیا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ پھر دربان نے آواز دی جو اندر آنا چاہتا ہو وہ میرے دروازہ بند کرنے سے پہلے آجاوے۔ میں اندر جاکر گدھوں کے بندھنے کی جگہ میں جو قلعہ کے دروازہ کے قریب تھی چھپ گیا۔ اُن سب نے (جو ابی رافع کے پاس تھے) ابی رافع کے پاس شب کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے۔ جب ایک گھڑی رات گزر گئی وہ سب اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ جب سنسان ہو گیا اور میں کوئی حرکت نہ سنتا تھا تب میں نکلا۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا جہاں اُس نے قلعہ کی کنجی رکھی تھی (اس نے) ایک سوراخ میں (رکھدی تھی) میں نے اُٹھا کر اُس سے قلعہ کا دروازہ کھولا۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر لوگ مجھے دیکھیں گے تو میں آسانی سے نکل جاؤں گا۔ اول تو میں نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے گھروں کی طرف دروازہ بند کر دیئے۔ پھر سیڑھی کے ذریعہ سے ابو رافع کی طرف چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں ہے۔ جسکا چراغ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ ساری باتیں انسانی احتیاط اور دور اندیشی پر مبنی تھیں۔
ان ساری باتوں کا خیال کر کے مدینہ میں ندا دلوا دی گئی کہ عمرہ کیلئے لوگ جمع ہوں
چند بدّو جو مسلمان ہو گئے تھے انھوں نے حاضر ہونے میں تامل کیا اور حضور سے آکے
یہ عرض کر دیا کہ ہمارے بال بچے اور گھر باہر جانے سے روکتا ہی ہم مجبور ہیں کہ تنہا
مکان چھوڑ کے آپ کے ہمرکاب نہیں چل سکتے۔
ذیقعدہ کے مہینہ کے شروع ہوتے ہی (سنہ ۶ ہجری) مسلمانوں میں عمرہ کے لئے تیاری
ہونے لگی۔ حضور انور نے حاجیوں کا لباس زیب تن فرمایا۔
اسکے بعد آپ کی سواری کے لئے قصوی نامی اُونٹنی لائی گئی۔ آپ اسپر سوار ہوئے
اور آپ نے فرمایا کہ نفس محمدؐ خدا کے ہاتھ میں ہی مجھے امید ہی کہ قریش کوئی امر ایسا
نہیں کرنے کے کہ حرم کی تعظیم میں کوئی نقص پیدا ہو آپ کے ہمرکاب پندرہ سو آدمی تھے

ابو اسحاق کہتے ہیں ہمیں براء بن عازب نے خبر دی کہ ہم سب حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہ ایک ہزار چار سو یا کچھ زیادہ تھے وہ سب ایک کنوئیں پر ٹھیرے اور اُسکا
پانی (خرچ کے واسطے) کھینچا (وہ کنواں سوکھ گیا) ہم سب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آکر ذکر کیا آپ تشریف لا کر کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر فرمایا میرے پاس ڈول
لاؤ آپ نے اُس میں تھوکا اور کہا اُسے ایک گھڑی چھوڑ دو۔ پھر ہم نے اپنے تئیں اور اپنی سواریوں کو
سیراب کیا اور روانہ ہو گئے۔
جابر فرماتے ہیں لوگوں پر حدیبیہ کے دن پیاس کا غلبہ ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
ایک پانی کا برتن تھا آپ نے اُس سے وضو کیا لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے پوچھا تمھارا کیا حال ہی
انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس بجز اس پانی کے جو آپ کے برتن میں ہی وضو کرنے اور
پینے کے واسطے پانی بالکل نہیں ہی۔ جابر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک
اس برتن پر رکھدیا۔ آپ کی اُنگلیوں میں سے پانی چشمہ کی طرح جوش مارنے لگا۔ جابر کہتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپ نے ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا اور یہاں آپ نے حج کے ارکان ادا کئے پندرہ سو مسلمانوں کی لبیک لبیک کی آوازوں سے تمام صحرا اور پہاڑ گونج اُٹھے ستر اُنٹوں کی قربانی کی گئی جس میں ایک اُونٹ ابوجہل کا تھا جو میدانِ بدر میں گرفتار ہوا تھا حضور نے بیس سواروں کا ایک دستہ بطور ہراول کے آگے بھیج دیا تاکہ وہ اِدھر اُدھر کی خبر رکھے مسلمانوں کے پاس سوائے تلوار کے جو مسافر اپنی حفاظت کے لئے رکھ سکتے تھے اور کوئی ہتیار نہ تھا مگر بعض روایتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تیر اور کمانیں بھی تھیں اسوقت آپ کی ازواج مطہرات میں سے صرف اُمِّ سلمہ آپ کے ہمراہ تھیں حضور النور کے یہاں پہنچنے کی خبر مکہ میں پھیل گئی باوجودیکہ عرب کے قانون کے مطابق یہ مہینہ جنگ و جدال کا نہ تھا مگر تو بھی قریش گھبرا گئے اور جنگ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے اور اُنھوں نے

ہمنے وضو کر لیا اور خوب پی لیا۔ (سالم شاگرد جابر کہتے ہیں) میں نے جابر سے پوچھا اس دن تم کتنے آدمی تھے اُس نے جواب دیا اگر ہم لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

قتادہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے جابر بن عبداللہ کہتے تھے وہ لوگ چودہ سو تھے۔ سعید بن مسیب نے جواب دیا مجھ سے جابر نے بیان کیا وہ لوگ پندرہ سو تھے جنہوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ابوداؤد نے صلت راوی حدیث شیخ بخاری کی متابعت کی اور کہا ہم سے قرہ نے حدیث بیان کی وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن بشار نے بھی اسکی متابعت کی ہے۔

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں حدیبیہ کے دن ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زمین والوں میں (سب سے) بہتر ہو اور ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے (اب) اگر مجھے دکھائی دیتا تو میں تمہیں درخت کی جگہ دکھا دیتا اعمش نے سفیان راوی حدیث کی متابعت کی ہے اعمش نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آس پاس کے قبائل کو جمع کر کے اس راستہ پر قبضہ کر لیا جو مدینہ کی طرف جاتا تھا۔ اور کل قوانین اور عربی قواعد کو بالائے طاق رکھ کے وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے دو سو سواروں کا ایک رسالہ خالد اور عکرمہ کی ماتحتی میں آگے بھیجا گیا حضور انور کو قریش کے اس ارادے کی خبر لگی کہ وہ آپکو راستہ نہیں دینے کے اور لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں حضور انور کو جنگ منظور نہیں تھی نہ آپ اس ارادے سے روانہ ہوئے تھے اخیر آپ نے یہ مصلحت سوچی کہ دشوار گزار پہاڑیوں اور دروں میں ہو کے حدیبیہ روانہ ہوں چنانچہ آپ یہاں پہنچے تو آپ کی اونٹنی ٹھیر گئی لوگوں نے کہا یہ تھک گئی ہے آپ نے فرمایا نہیں تھکی نہیں ہے۔ قصوی کو اسی ذات نے ٹھیرایا ہے جس نے ہاتھی کو واپس کر دیا تھا پھر آپ نے یہ فرمایا واللہ اس روز قریش کی کوئی درخواست جو وہ پاک مقام کی تحریم کے لئے کریں گے میری طرف سے اس کا انکار نہیں کیا جائے گا چنانچہ

سالم سے سنا اس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی اس نے عمرو بن مرہ سے روایت کی وہ کہتا ہے مجھ سے عبداللہ بن ابی اوفی نے حدیث بیان کی کہ اصحاب درخت کے (نیچے بیعت کرنے والے) تیرہ سو تھے۔ قبیلہ اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔ عبید اللہ بن معاذ کی محمد بن بشار نے متابعت کی ہے۔ اور کہا ہم سے ابو داؤد نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ہے۔

قیس سے روایت ہے اس نے مرّہ اسلمی سے جو اصحاب شجرہ سے تھے سنا وہ کہتے تھے۔ نکوکار لوگ آگے پیچھے اٹھائے جاویں گے اور ردّی لوگ مثل ردّی کھجور اور ردّی جو کے بچ رہیں گے اور اللہ ان کا کچھ اعتبار نہ کرے گا۔

عروہ مسروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تقریباً تیرہ چودہ سو اصحابیوں کے ساتھ نکلے جب ذی الحلیفہ میں پہنچے تو جانور قربانی کے قلادہ ڈالا اور اسے اشعار کیا (یعنی سیدھی طرف کوہان سے زخمی کر دیا تاکہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ فرما کے آپ اونٹنی سے اُتر آئے حدیبیہ میں چند کنوئیں خشک پڑے ہوئے تھے اور اُن میں ریت اٹ گئی تھی مسلمانوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم پیاس کے مارے مرے جاتے ہیں اور کنوؤں میں ریت اٹی ہوئی ہے۔ آپنے یہ سنکے ایک تیر اپنی کمان سے نکال کے کنوئیں میں مارا فوراً کنوئیں میں سے ایک چشمہ اُبل پڑا اور تمام مسلمان اس سے سیراب ہو گئے۔ قریشوں نے جب سنا کہ آپ شیبئے مکہ تک پہنچ گئے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کے مکہ میں چلے گئے اور چاروں طرف سے اسکو خوب مضبوط کر لیا سب سے پہلے بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ کا ایک گروہ ساتھ لیکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ قریش بہت جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور انھوں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک جان میں جان باقی ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے حضور نے ارشاد کیا کہ میں جنگ کے لئے نہیں آیا ہوں میرا

علامت قربانی کے جانور کی ہو جائے اور وہیں سے احرام باندھ لیا۔ (علی بن عبد اللہ شیخ بخاری کہتے ہیں) میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے سفیان سے یہ حدیث سنی ہے مگر یہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زہری سے اشعار و قلادہ ڈالنے کی جگہ سنی ہے ساری حدیث (مجھے یاد نہیں) کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں دیکھا کہ اسکی سر کی جوئیں اسکے مونہ پر گر رہی تھیں آپنے فرمایا کیا تجھے تیری جوئیں ستاتی ہیں کعب نے عرض کیا ہاں۔ آپنے ارشاد کیا کہ سر منڈا ڈال حالانکہ کعب حدیبیہ میں تھا اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ سب یہیں حلال ہو جاویں گے۔ اور آپ مکہ میں جانے کی امید پر تھے۔ اسوقت اللہ نے فدیہ (کا حکم) بھیجدیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا چھ مسکینوں کو بارہ سیر کھانا دے یا ایک بکری قربانی کر یا تین روزے رکھ۔

اسلم کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ بازار کی طرف نکلا راستہ میں حضرت عمر کو ایک جوان عورت ملی اور اسنے کہا اے امیر المومنین میرا خاوند مر گیا اور ننھے ننھے بچے چھوڑ گیا ہے بخدا ان کے پاس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں منظور نہیں ہے ہاں اگر
جی چاہتا ہے تو تم طواف کعبہ کرلو حضرت عثمان نے کہا طواف کعبہ تو میں حضور
کے ساتھ کروں گا بھلا تنہا کیا کروں۔ اسی اثنار میں حضرت عثمان کے بعد اور د
اسلامی کیمپ سے مکہ روانہ ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

جابر۔ عبداللہ بن اسہل۔ عیاش بن ربیعہ۔ ہشام بن عبدالعاص۔ حاطب بن
میتعہ۔ حاطب بن عمرو۔ عمیر بن وہب۔ الجمحی۔ عبداللہ بن ابی خزاعہ۔ عبداللہ بن
حضرت عثمان کو جب مکہ میں امید سے زیادہ دن لگے تو حضور انور کو یہ خیال ہوا کہ
نے عثمان کو معہ دس مہاجرین کے قتل کروالا۔ یہ خیال حدیبیہ میں عام طور پر پھیل گ
وجوہات اور اسباب کچھ ایسے تھے کہ یہ امر بعید نہ معلوم ہوتا تھا۔

غرض جب یہ یقین ہوگیا کہ عثمان غنی معہ ساتھیوں کے قتل کروائے گئے تو حضور انو
درخت کے تنے سے پشت مبارک لگا کے بیٹھ گئے تاکہ مسلمانوں سے اس امر کی بیعت
کہ عثمان کے خون کا انتقام لیا جائے۔ قرآن مجید میں بھی اس واقعہ اور درخت کا
آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبا
تحت الشجرۃ۔

چنانچہ کل مسلمانوں نے بخوشی خاطر بڑے جوش سے بیعت کی۔ اس درخت والی بیعت
بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ [۵۱] بخاری نے بیعت رضوان کے متعلق متعدد روایتیں

[۵۱] سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا میں نے درخت کو (جس
بیعت رضوان ہوئی تھی) دیکھا پھر میں وہاں دوبارہ آیا تو اسے نہ پہچان سکا۔ محمود (ابن
تیغ بخاری) کہتے ہیں (مسیب نے یہ کہا) پھر میں وہ درخت بھلا دیا گیا۔
طارق بن عبدالرحمن کہتے ہیں میں حج کے واسطے نکلا اور ایک قوم پر جو نماز پڑھ رہی تھی میر
ہوا میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ وہ درخت ہے جہاں رسول خدا صلی اللہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

یہ فرما کے آپ اُونٹنی سے اُتر آئے حدیبیہ میں چند کنوئیں خشک پڑے ہوئے تھے اور اُن میں ریت اٹ گئی تھی مسلمانوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم پیاس کے مارے مرے جاتے ہیں اور کنوؤں میں ریت اٹی ہوئی ہے۔ آپنے یہ سنکے ایک تیر اپنی کمان سے نکال کے کنوئیں میں مارا فوراً کنوئیں میں سے ایک چشمہ اُبل پڑا اور تمام مسلمان اس سے سیراب ہو گئے۔ قریشوں نے جب سنا کہ آپ نشیبئے مکہ تک پہنچ گئے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کے مکہ میں چلے گئے اور چاروں طرف سے اسکو خوب مضبوط کر لیا سب سے پہلے بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ کا ایک گروہ ساتھ لیکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ قریش بہت جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور انھوں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہی کہ جب تک جان میں جان باقی ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہیں آنے دیں گے حضور نے ارشاد کیا کہ میں جنگ کے لئے نہیں آیا ہوں میرا

علامت قربانی کے جانور کی ہو جائے اور وہیں سے احرام باندھ لیا۔ (علی بن عبد اللہ شیخ بخاری کہتے ہیں) میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے سفیان سے یہ حدیث سنی ہی مگر یہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زہری سے اشعار و قلادہ ڈالنے کی جگہ سنی ہی ساری حدیث (مجھے یاد نہیں) کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں دیکھا کہ اسکی سر کی جوئیں اسکے مونہ پر گر رہی تھیں آپنے فرمایا کیا تجھے تیری جوئیں ستاتی ہیں کعب نے عرض کیا ہاں۔ آپنے ارشاد کیا کہ سر منڈا ڈال حالانکہ کعب حدیبیہ میں تھا اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ سب یہیں حلال ہو جاویں گے۔ اور آپ مکہ میں جانے کی امید پر تھے۔ اُسوقت اللہ نے فدیہ (کا حکم) بھیجدیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا چھ مسکینوں کو بارہ سیر کھانا دے یا ایک بکری قربانی کر یا تین روزے رکھ۔

اسلم کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ بازار کی طرف نکلا راستہ میں حضرت عمر کو ایک جوان عورت ملی اور اسنے کہا اے امیر المومنین میرا خاوند مر گیا اور ننھے ننھے بچے چھوڑ گیا ہے بخدا ان کے پاس

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں منظور نہیں ہے ہاں اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو تم طواف کعبہ کر لو حضرت عثمان نے کہا طواف کعبہ تو میں حضور انور ہی کے ساتھ کروں گا بھلا تنہا کیا کروں۔ اسی اثنار میں حضرت عثمان کے بعد اور دس مہاجر اسلامی کیمپ سے مکہ روانہ ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

جابر۔ عبداللہ بن اسہل۔ عیاش بن ربیعہ۔ ہشام بن عبدالعاص۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حاطب بن عمرو۔ عمیر بن وہب۔ الجمحی۔ عبداللہ بن ابی خزاعہ۔ عبداللہ بن امیہ حضرت عثمان کو جب مکہ میں امید سے زیادہ دن لگے تو حضور انور کو یہ خیال ہوا کہ قریشیوں نے عثمان کو معہ دس مہاجرین کے قتل کر ڈالا۔ یہ خیال حدیبیہ میں عام طور پر پھیل گیا۔ وجوہات اور اسباب کچھ ایسے تھے کہ یہ امر بعید نہ معلوم ہوتا تھا۔

غرض جب یہ یقین ہو گیا کہ عثمان غنی معہ ساتھیوں کے قتل کر ڈالے گئے تو حضور انور ایک درخت کے تنے سے پشت مبارک لگا کے بیٹھ گئے تاکہ مسلمانوں سے اس امر کی بیعت لیں کہ عثمان کے خون کا انتقام لیا جائے۔ قرآن مجید میں بھی اس واقعہ اور درخت کا اشارہ آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ"

چنانچہ کل مسلمانوں نے بخوشی خاطر بڑے جوش سے بیعت کی۔ اس درخت والی بیعت کو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ بخاری[1] نے بیعت رضوان کے متعلق متعدد روایتیں نقل

---

[1] سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا میں نے درخت کو (جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی) دیکھا پھر میں وہاں دوبارہ آیا تو اسے نہ پہچان سکا۔ محمود (ابن غیلان شیخ بخاری) کہتے ہیں (مسیب نے یہ کہا) پھر میں وہ درخت بھلا دیا گیا۔

طارق بن عبدالرحمن کہتے ہیں میں حج کے واسطے نکلا اور ایک قوم پر جو نماز پڑھ رہی تھی میرا گزر ہوا میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ وہ درخت ہے جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت فقط موت پر ہوئی تھی۔ جب قریشوں نے یہ سنا کہ مسلمانوں کو عثمان کے متعلق غلط فہمی ہو گئی ہے اور انھوں نے رسول اللہ کے دست مبارک پر موت کے لئے بیعت کی ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے فوراً عثمان اور اُن کے ساتھیوں کو اسلامی کیمپ میں روانہ کر دیا۔

حضرت عثمان کے زندہ رہنے کی خبر جب رسول اللہ تک پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ بیعت رضوان کے شرف سے میں عثمان کو محروم نہیں کرنا چاہتا چنانچہ آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے

بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور اس سے یہ خبر بیان کی سعید نے جواب دیا مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی کہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں تھا میرے باپ کہنے لگے جب ہم آئندہ سال گئے تو وہ درخت ہم بھلا دیئے گئے اور ہمیں معلوم نہ ہوا سعید (بطریق اعتراض) کہتے تھے اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اُسے جانتے نہ تھے اور تم نے اُسے پہچان لیا تو (شاید) تم اُن سے زیادہ جاننے والے ہو۔

سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے (وہ کہتے تھے) ہم اس طرف سال آئندہ گئے تو وہ درخت ہمیں مشتبہ ہو گیا۔

طارق روایت کرتے ہیں میں نے سعید بن مسیب سے درخت کا ذکر کیا اُنھوں نے ہنسکر کہا میرے باپ جو بیعت رضوان میں حاضر تھے مجھے (مثل پہلی حدیث کے) خبر دی ہے۔

عمرو بن مرّہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے سنا جو اصحاب شجرہ سے تھے اُنھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی جب آپ کے پاس کوئی قوم صدقہ لاتی تھی آپ (بطور دعا) فرماتے تھے یا اللہ تو اُن پر رحم کر میرا باپ بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لایا آپ نے فرمایا اے اللہ ابی اوفیٰ کی اولاد پر رحم فرما۔

عباد بن تمیم فرماتے ہیں جب جنگ حرہ کا دن ہوا لوگ عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر رہے تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور پھر آپ نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور پھر بیعت کی صورت قائم کی۔

اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہوگی کہ رسول خدا نے حضرت عثمان کو اپنا دہنا ہاتھ تصور کیا اور جوش محبت سے بیعت رضوان کا شرف آپکو بخشا۔ زہے نصیب اس شخص کے جسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں اور اس کے قتل کی خبر سے کئی ہزار صحابہ سے موت پر بیعت لیں اور جنگ کرنے کو تیار ہو جائیں اور جب زندگی کی خبر سنیں تو بیعت رضوان کا شرف بخشنے کے علاوہ

ابن زید نے پوچھا ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز پر بیعت لے رہا ہے کسی نے کہا موت پر (بیعت لے رہا ہے) ابن زید بولے اسپر تو میں آنحضرت کے بعد کسی سے بیعت نہ کروں گا۔

ابن زید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں موجود تھا۔

ایاس بن سلمہ بن اکوع کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی جو کہ اصحاب شجرہ سے تھے۔ اس نے کہا ہم رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھ کر جب واپس آتے تھے تو دیواروں کے سایہ میں ہم نہیں جا سکتے تھے۔

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا تم نے حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر پر بیعت کی تھی اس نے جواب دیا موت پر۔

علاء بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے براء بن عازب سے ملکر کہا تم کو مبارک ہو کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ اور آنحضرت سے درخت کے نیچے بیعت کی (از راہ عجز و انکساری) انھوں نے جواب دیا اے بھتیجے تجھے نہیں معلوم ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا خرابیاں کی ہیں۔

ابی قلابہ سے روایت ہے اُسے ثابت بن ضحاک نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

CC-0. INTACH, Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اسے اپنا دہنا ہاتھ فرمائیں۔

اس جوش اتحاد اور باہمی محبت و موانست کی خبر جب قریشیوں کو پہنچی تو انہیں مسلمانوں کے اتفاق کا ایک رعب چھا گیا۔ انھوں نے فوراً سہیل بن عمرو جو یطیب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص کو بطور سفارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ قریشی سفارت اسلامی کیمپ میں پہنچی۔ اطلاع ہونے پر باریابی کی اجازت ہوئی۔ سفارت کے ممبر دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت ہونے پر سہیل نے یہ عرض کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور شرط یہ

انس بن مالک سے روایت ہے کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا (میں فتح سے مراد صلح) حدیبیہ ہے۔ آپ کے صحابیوں نے کہا آپ کے واسطے تو آسانی اور خوشی ہے ہمارے واسطے کیا ہے اسوقت اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ "لیدخل المومنین والمومنات جنات" یعنی تاکہ اللہ مومن مرد اور عورتوں کو جنتوں میں داخل کرے۔ انتہیٰ۔ شعبہ راوی کہتے ہیں جب میں کوفہ میں آیا اور میں نے یہہ ساری حدیث قتادہ سے بیان کی پھر میں قتادہ کے پاس واپس آیا اور اُن سے یہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا انا فتحنا (کی) تفسیر تو انس سے روایت ہے اور مبینا مرفوعاً عکرمہ سے مروی ہے۔

مجزءۃ بن زاہر اسلمی اپنے باپ سے جو بیعت شجرہ میں حاضر تھے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ میں ہانڈیوں کے نیچے جن میں گدھوں کے گوشت تھے آگ جلا رہا تھا۔ یکایک منادی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ رسول خدا تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ اور مجزأ ایک صحابی ہے جو اصحاب شجرہ سے تھا روایت کرتے ہیں اور اس کا نام آہبان بن اوس تھا۔ اُس کے گھٹنے میں داد تھا جب سجدہ کرتا اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتا تھا۔

سوید بن نعمان جو اصحاب شجرہ سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے یار ستو پیتے تھے (اور اسپر گزران کرتے تھے) ابن مدی کی (شعبہ سے روایت کرتے ہیں) معاذ نے مثابت کی ہے ابی مجزہ کہتے ہیں میں نے عائذ بن عمرو سے جو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب شجرہ سے تھے پوچھا کیا وتر دو بار پڑھے جاویں جب تو شب وتر پڑھ چکے تو اخیر شب نہ پڑھ۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

باپ نے ابو جندل کو قید کر دیا۔ اور موٹی موٹی بیڑیاں اس کے پیروں میں ڈال کے اس پر سختیاں کرنی شروع کیں۔ وہ ایک عرصہ تک سختیاں سہتا رہا مگر جب اس نے سُنا کہ حضور انور مکہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں اس میں جرأت پیدا ہو گئی اور وہ اپنی بیڑیاں توڑ کے بھاگوں بھاگ اسلامی کیمپ میں چلا آیا۔ اس کے پیچھے سہل بن عمرو لگا ہوا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ معاہدہ کی پہلی شرط کے مطابق آپ ابو جندل کو میرے حوالہ کر دیجے۔ حضور نے فرمایا کہ بیشک معاہدہ تو یہی ہوا ہے گو وہ ابھی تحریر میں نہیں آیا تو بھی میں ابھی سے

اور اگر کوئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان آڑ بنگیا تو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی موافقت کروں گا۔ پھر تھوڑی دور چلکر کہا میں عمرہ اور حج دونوں کا حال یکساں دیکھتا ہوں میں تمہیں گواہ کرتا ہوں میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ ہی حج کی نیت بھی کر لی پھر ایک ہی طواف اور ایک سعی کی اور دونوں سے اکھٹے حلال ہو گئے۔

نافع کہتے ہیں کہ لوگ بیان کرتے ہیں ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ ہاں حضرت عمر نے عبداللہ کو اپنا گھوڑا لانے کے واسطے جو ایک مرد انصاری کے پاس تھا بھیجا تاکہ اُس پر سوار ہو کے لڑیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے حضرت عمر کو یہ معلوم نہ تھا عبداللہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی پھر گھوڑا لیکر حضرت عمر کے پاس آئے حضرت عمر لڑنے کے واسطے ہتیار پہن رہے تھے عبداللہ نے اُن سے بیان کیا کہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔ نافع کہتے ہیں حضرت عمر نکلے اور عبداللہ بھی اُن کے ساتھ چلے۔ اور حضرت عمر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی یہ قصہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے ہشام بن عمار کہتا ہے ہم سے ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہمیں نافع نے خبر دی کہ ابن عمر روایت کرتے ہیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس پر کاربند ہونے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں میں تم سے ایک کو مستثنے کرنے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک جو کچھ تم مانگو اس کے معاوضہ میں دینے کو موجود ہوں۔ مگر سہیل اصرار کئے چلا گیا کہ نہیں یہ تو ہونا ہی نہیں آپ کو ابو جندل حوالہ کرنا پڑیگا آپ نے ہر چند سہیل کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا اور اپنے اصرار پر قائم رہا۔ حضور نے ارشاد کیا اچھا اگر تو نہیں مانتا تو یہ وعدہ کر کہ آیندہ ابو جندل پر مظالم نہ توڑے جائیں گے۔ اور کسی قسم کی تکلیف اُسے نہ دی جائے گی۔ سہیل نے کہا ہاں یہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ مکرز بن حفص نے اس بات کی ضمانت دی۔ جب ابو جندل کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے پھر دشمنوں ہی کے سپرد کیا جائے گا تو وہ غل مچا کے کہنے لگا۔ اے مسلمانوں تم مجھے مشرکوں کے حوالہ کرتے ہو۔ جبکہ میں مسلمان ہو کے تمہاری پناہ میں آیا ہوں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ مشرک کس قدر جور و ظلم مجھ پر کر چکے ہیں۔ حضور نے یہ سنکے جواب دیا اے ابو جندل صبر کر اور دل خوش رکھ۔ خدائے عزّ و علا کی طرف سے ثواب کا طالب ہو اور تو اس بات کا بھروسہ رکھ کہ تو اور کل مسلمان جو اس وقت مکہ میں ہیں عنقریب شادمانی حاصل کریں گے۔ خدا کی رحمت کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ اس وقت اس جماعت سے ہمارا یہی عہد ہو چکا ہے ہمارا طریقہ نہیں ہے کہ ہم اس کی مخالفت یعنی عہد شکنی کریں۔

جو لوگ حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے درختوں کے سایہ میں پھیل گئے یکایک میں کیا دیکھتا ہوں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ہیں حضرت عمر نے کہا اے عبد اللہ دیکھ تو سہی لوگوں کا کیا حال ہے کہ رسول اللہ کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں (ابن عمر نے جا کر انھیں دیکھا کہ بیعت کر رہے ہیں انھوں نے بھی بیعت کی پھر حضرت عمر کے پاس آئے (اور بیان کیا) حضرت عمر نے بھی جا کر بیعت کی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس کے بعد عہد نامہ کی ترتیب اور تحریر کا وقت آیا۔ حضور انور نے عہد نامہ لکھنے کے لئے اوس بن خولی انصاری کو طلب کیا۔ پھر یہ مشورہ ہوا کہ اس عہد نامہ کو حضرت علی یا حضرت عثمان تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت علی کو حکم دیا گیا کہ تم تحریر کرو۔ آپ نے تحریر کرنا شروع کیا حضور نے حکم دیا لکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ یہ کون ذات ہے بلکہ جسے ہم پہچانتے ہیں اس کا نام لکھا جائے اور اس طرح تحریر ہو باسمک اللھم۔ اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ ہم بغیر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کوئی چیز تحریر نہیں کرتے مگر حضور انور نے جھگڑا ٹالنے کی غرض سے فرمایا کہ جو کچھ سہیل کہتا ہے علی وہی تم لکھو چنانچہ اسکے کہنے کے مطابق عمل کیا گیا۔

اس کے بعد محمد رسول اللہ پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ محمد بن عبداللہ کے سوا کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ اگر ہم رسول اللہ سمجھتے تو آپ کے مقابلہ میں کیوں ہتیار اٹھاتے یہ بات حقیقت میں مسلمانوں کے لئے بہت دلشکن تھی۔ اس پر پھر بحث کا دروازہ کھلا حضور کی صلح پسندی کی یہاں تک حد ہو چکی تھی کہ آپ نے اس کو بھی گوارا کر لیا کہ عہد نامہ میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ اڑا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ "رسول اللہ" کاٹ دو۔ حضرت علی نے انکار کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹوں گا۔ پھر آپ نے ارشاد کیا اور پھر یہی جواب ملا اخیر آپ نے خود وہ لفظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ اس اثناء میں سہیل نے بطور تمسخر حضرت علی سے کہا کہ رسول اللہ کیوں نہیں مٹا دیتے۔ یہ الفاظ حضرت علی کو سخت ناگوار گزرے آپ نے غلاف سے تلوار نکال لی اور چاہتے تھے کہ اس ناپاک تمسخر کی پوری سزا سہیل کو دیں مگر حضور انور نے بیچ بچاؤ کر دیا اور حضرت علی کو اس خونی ارادہ سے باز رکھا۔

غرض اس نکتہ چینی اور جوابات کے بعد عہد نامہ تحریر ہوا۔ اخیر میں علاوہ حضور انور کی مہر کے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق۔ پھر حضرت عمر فاروق۔ عبدالرحمٰن بن عوف

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ ابو عبیدۃ الجراح۔ محمد بن مسلمہ اور ابو جندل بن سہیل نے اپنے اپنے دستخط کئے۔ ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے حسب ذیل اشخاص نے دستخط کئے۔ خویطب بن عبد العزیٰ۔ مکرز بن حفص وغیرہ۔

اس معاہدہ کی ایک نقل سہیل کو دیدی گئی اور اصل حضور انور کے پاس رہا۔ سہیل عہد نامہ کی نقل لیکے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہوگیا۔

چونکہ عہد نامہ کی رو سے حضور انور اور آپ کے ساتھ کل مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہوئے لہذا آپنے ارکان حج اسی مقام پر ادا کئے۔ حضور نے اپنا سر منڈوا ڈالا۔ قربانی کی۔ مسلمانوں نے آپ کی تقلید کی مگر بعض نے سر منڈوانے کے بجائے صرف بال کتروا ڈالے اس کی اطلاع حضور انور کو ہوئی آپنے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ بال کتروانے والوں اور سر منڈوانے والوں غرض دونوں پر رحمت بھیجی۔

یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی خوش آیند تھا۔ دس سال معاہدہ کی رو سے وہ مشرکین کے حملوں سے بے خوف ہوگئے تھے ساتھ ہی انھیں آیندہ سال سے مکہ میں داخل ہونے اور حج کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس عہد نامہ کی شہرت پورے طور پر مسلمانوں میں ہوگئی اور کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ جسے لفظ بلفظ عہد نامہ یاد نہو اس عہد نامہ سے حقیقت میں مسلمانوں کو اتنی بڑی فتح حاصل ہوئی کہ اب تک نہ ہوئی تھی۔ اب مسلمان بالکل آزاد تھے۔ قریش جو مسلمان ہونا چاہتے تھے بہت آزادی سے مسلمان ہوسکتے تھے کیونکہ مزاحمت کرنے والا نہ رہا تھا۔ خود حضرت صدیق اکبر کا قول ہے کہ کوئی فتح مثل صلح حدیبیہ کے اسلام میں نہیں ہوئی۔ حضرت صدیق فرماتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے بہ سبب تعجیل کے اس عہد نامہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور اسپر اعتراض کئے مگر خداوند تعالیٰ کے راز کو نہ پہچان سکے۔ آپ فرماتے ہیں واللہ حجۃ الوداع کے دن میں نے اسی سہیل کو دیکھا جو بسم اللہ الرحمن الرحیم اور رسول اللہ لکھنے کا اتنا بڑا مخالف تھا حضور انور کے موئے مبارک آنکھوں سے لگا رہا تھا تو میں نے یہ دیکھ کے کہا سہیل صلح حدیبیہ کا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دن تجھے یاد ہو کہ تو رسول اللہ اور بسم اللہ سے راضی نہ ہوتا تھا اور آج اسی اقدس و اطہر ذات کے تراشیدہ موئے مبارک تو اپنی آنکھوں سے لگا رہا ہے۔

ارکان حج ادا کرنے کے متعلق اوپر اشارہ ہو چکا ہے مگر اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اہل طاعت اور ارباب معصیت میں عہد نامہ کی تکمیل ہو گئی حضور نے اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم اٹھو اپنے اونٹوں کی قربانی کرو اور اپنا سر منڈواؤ اس پر مسلمانوں کو ایک سکتہ سا ہو گیا کیونکہ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ اب کے سال مکہ فتح ہو گا اور ہم وہاں جا کے ارکان حج ادا کریں گے تین بار حضور انور نے ارشاد کیا مگر تینوں بار محض سخت مایوسی کی وجہ سے مسلمانوں نے جواب نہیں دیا حضور انور آخر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لائے اور ساری کیفیت بیان کی ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ پریشانی کی اس میں کوئی بات نہیں ہے مسلمانوں کو بڑی امنگ تھی کہ اس سال مکہ فتح ہو جائے گا اور ہم وہاں جا کے ارکان حج ادا کریں گے جو عہد نامہ حضور نے مشرکین سے کیا ہے اسے وہ بالکل نہیں سمجھے اور وہ اس عہد نامہ کو بجائے فتح کے اپنی ناکامی سمجھتے ہیں آپ اسوقت ان سے کچھ نہ فرمایئے خود تشریف لیجائیے اپنا سر منڈوا لیجئے اور اونٹوں کی قربانی کیجیے وہ خود بخود حضور کو دیکھکر ایسا کرنے لگیں گے چنانچہ یہی ہوا اور سب مسلمانوں نے آپ کی تقلید کی جسکا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

خود حضرت عمر کا قول ہے کہ میں اس معاہدہ سے بہت پریشان خاطر تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اس معاہدہ میں مسلمانوں نے مشرکوں سے نیچا دیکھا چنانچہ میں نے اس کے متعلق تین بار حضور انور کی خدمت میں عرض کیا آپ نے مجھے اس کا کچھ جواب نہیں دیا میں چپ خاموش ہو رہا اور دل میں ڈرتا رہا کہ میرا تین بار دریافت کرنا حضور انور کے طبع اقدس میں ناگوار نہ گزرا ہو چنانچہ میں اس شش و پنج اور پریشانی میں تھا کہ راستہ میں جبکہ ہم مدینہ کی طرف آ رہے تھے ایک شخص کی آواز

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آئی کہ عمر تمہیں رسول اللہ یاد فرماتے ہیں۔ میں یہ سنکر ڈر گیا اور میں نے دل میں کہا کہ خدا خیر کرے مجھے اسوقت کیوں یاد کیا گیا ہے چنانچہ میں ترساں لرزاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے نہایت مہربانی سے ارشاد کیا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے دریافت کیا تھا میں نے اس لئے اس کا جواب نہیں دیا کہ میں وحی میں مشغول تھا یہ سنکے حضرت عمر کی جان میں جان آئی اور آپ نے نہایت ہی شادان و فرحان ادب سے استفسار کیا کہ میں وہ سورت سُننی چاہتا ہوں جو بذریعہ وحی اس معرکہ کے متعلق حضور پر نازل ہوئی ہے چنانچہ حضور انور نے مسلمانوں کے عام مجمع میں اس سورت کو پڑھا۔ اور وہ سورت یہ ہے۔

بیشک (اے نبی) ہمنے تمہیں فتح ظاہر عنایت کی تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخشدے اور اپنی نعمت تمپر پوری کرے اور تمہیں راہ راست پر لے آئے۔ اور اللہ تمہیں ایک زبردست مدد دے۔ وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل فرمایا تاکہ اُن کے ایمان پر ایمان بڑھ جائے اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے (اطمینان) اس لئے (نازل فرمایا) کہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ اُن سے اُن کے گناہوں کو دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک (اُن کی) بڑی کامیابی ہے اور (تاکہ) اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر و یتم نعمتہ علیک و یہدیک صراطا مستقیما۔ و ینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ ہو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم و للہ جنود السموٰت و الارض و کان اللہ علیما حکیما۔ لیدخل المومنین و المومنات جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و یکفر عنہم سیاتہم و کان ذالک عند اللہ فوزا عظیما۔ و یعذب المنافقین المنافقت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جو اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتے ہیں اُن ہی پر ہے پھیرا بُرائی کا۔ اور اللہ اُنپر غضبناک ہوا اور اس نے انھیں لعنت کی ہو اور ان کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہو اور وہ بُری جگہ ہو اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہو۔ (اے نبی) بیشک ہم نے تمہیں (امر حق کا) ظاہر کرنے والا اور (ایمانداروں کیلئے) خوشخبری سنانے والا اور (بے ایمانوں کے لئے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہو تاکہ (اے لوگو) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ (کے دین) کی مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو اور صبح اور شام اسکی پاکی بیان کرو بے شک (اے نبی) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ سوا اس کے نہیں کہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں (تمہارا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر نہیں بلکہ) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی (اس بیعت کو) توڑ دے تو وہ اپنی ہی جان پر (مصیبت کے پہاڑ) توڑتا ہو اور جو کوئی پورا کرے اُس چیز کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہو تو عنقریب اللہ اُسے ایک بڑا (اچھا) بدلہ دیگا عنقریب (اے نبی) پیچھے رہے ہوئے اعراب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں نے اور ہماری اولاد نے (آپکے ہمراہ جانے سے) روک لیا بس آپ ہمارے لئے (اللہ سے) مغفرت طلب کیجئے۔ یہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہو تم کہدینا کہ اللہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے گا۔ یا تمہیں نفع

والمشرکین والمشرکات الظانین باللہ ظن السوء علیہم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم وساءت مصیرا۔ وللہ جنود السموٰت والارض وکان اللہ عزیزا حکیما۔ انا ارسلنٰک شاہدا ومبشرا ونذیرا۔ لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفی بما عٰہد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما۔ سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واہلونا فاستغفر لنا یقولون بالسنتہم مالیس فی قلوبہم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد بکم ضرا او اراد بکم نفعا۔ بل کان اللہ بما

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پہنچانا چاہے گا تو اس سے کسی کی کچھ چل سکے گی (ہرگز نہیں چل سکے گی یہ بات تم غلط کہتے ہو) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے بلکہ (اصل یہ ہے کہ) تم نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مسلمان اپنے گھروں کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے (وہیں مارے جائیں گے) اور یہ (خیال) تمہارے دلوں میں زینت دیدیا گیا تھا اور تم نے برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہو جانے والے لوگ ہو اور جو کوئی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو (وہ یاد رکھے کہ) بیشک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ عنقریب جب تم غنیمتوں کی طرف چلو گے تاکہ انھیں لو تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں (بھی) چھوڑ دو (یعنی اجازت دو) کہ ہم (بھی) تمہارے پیچھے چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں تم کہنا کہ ہرگز تم ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی فرما دیا ہے اللہ نے پہلے سے۔ پس عنقریب وہ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم حسد کرتے ہو بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں (اے نبی) تم پیچھے رہے ہوئے اعراب سے کہدو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی (جنگ کی) طرف بلائے جاؤ گے تم اُن سے لڑو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے پس اگر تم (اسوقت) اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں ایک (بڑا) اچھا بدلہ دیگا

تعملون خبیرا۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اھلیھم ابدا وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا۔ ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکفرین سعیرا۔ وللہ ملک السموٰت والارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وکان اللہ غفورا رحیما۔ سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون الا قلیلا۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سیرۃ الرسول

جلد پنجم

یعنی

حضور انور رسول خدا امی نبی ہاشمی و مطلبی شافع روز محشر محمد عربی

صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان

حیات حمیدیہ۔ خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن پریس دہلی میں طبع ہوئی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

۲

سیرۃ الرسول

جلد پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر تمہید

باب اول

حضور انور کے واقعات زندگی نے ایک عجیب و غریب دلچسپی تمام ہندوستان میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً پیدا کردی۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ کام سب سے زیادہ مہتم بالشان اور عظیم ہی۔ اس مقدس نفس کے سوانح عمری پر قلم فرسائی کرنی جواب بھی سالہاسال گزر جانے کے بعد بھی اپنے روضۂ مبارک کے اندر سے کرورہا بندگان خدا کو کلمۂ توحید پر قائم رکھے ہوئے ہی۔ جس کی تعلیم میں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی روح موجود ہی۔ اور جس کا پاک نام اب بھی مومنین کے دلوں میں حرارت پیدا کردیتا ہی۔ جس نے مبعوث ہوکے دنیا کے نقشہ اور تاریخ کی بالکل حیثیت بدل دی اور جس نے تمام عالم کی معاشرت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا نہایت کٹھن کام ہی۔ سب سے زیادہ عجیب تر یہ بات ہی کہ آپ کی عظمت اُن اقوام دنیا پر پھیلتی جاتی ہی۔ جو مذہب کو کبھی کا خیرباد کہہ چکی ہیں اور جن میں علوم جدیدہ نے الحاد کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہی۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے الحادی مرکز یعنی پیرس پایۂ تخت

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فرانس سے ایک محقق حضور انور کی نسبت حسب ذیل لکھتا ہے۔
حضرت علی جناب رسالت مآب کے اول پیرو آپ کے حلیہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا قد مبارک میانہ تھا۔ سر مبارک بڑا اور ریش مبارک گھنی۔ جسم کی کاٹھی سے قوت اور توانائی نمودار تھی۔ چہرۂ مبارک بھرا ہوا اور سرخ و سفید رنگ تھا۔ پیشانی اور ریش مبارک کے چند سفید بالوں سے بمشکل آپ کے سن مبارک کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ آپکی خصائص روحانی نے تو آپ کو تمام عالم پر فوقیت دی ہے۔ کثرت عبادت نے آپ کو فضول کلام سے متنفر کر دیا تھا اور آپ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ چہرۂ مبارک سے اعلیٰ درجہ کی نیکی نمودار تھی اور مزاج میں بے حد خلق اور انصاف تھا۔ اجنبی و دوست قوی و ضعیف ہر ایک پر آپ کی نظر برابر تھی۔ مساکین کے ساتھ آپ کو خاص محبت تھی اور جس طرح سے آپ غربا کو اُن کے افلاس کی وجہ سے ذلیل نہیں سمجھتے اُسی طرح امرا کی قدر اُن کے مال کی وجہ سے نہیں کرتے۔ آپ کو اپنے صحابہ اور ملاقاتیوں کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ صحابہ کو آپ کبھی سخت جواب نہ دیتے اور جو کوئی ملاقات کو آتا اس کی بات بے انتہا صبر و تحمل کے ساتھ سنتے اور جب تک وہ نہ اُٹھتا خود کبھی اُٹھنے کا قصد نہ فرماتے۔ اسی طرح جب کوئی حضرت سے مصافحہ کرتا تو آپ کبھی اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔ جب کوئی آپ سے کسی معاملہ میں گفتگو کرتا تب بھی آپ کی یہی عادت تھی کہ خود پہلے علیحدہ نہ ہوتے۔ آپ اکثر صحابہ کی ملاقات کو تشریف لیجاتے اور اُن کی احوال پرسی فرماتے۔ آپ اپنی بکریوں کا دودھ خود دوہتے۔ زمین پر بیٹھتے اور اپنے کپڑے اور نعلین اپنے دست مبارک سے سیتے اور پھر پہن لیتے۔ آپ ہمیشہ مساکین کو اپنے پاس جمع کرتے اور یہ لوگ اہل الصفا کے نام سے مشہور تھے۔ یہ وہ بیچارے بے خانماں غرب تھے جن کا گھر نہ تھا نہ ٹھکانا یہ راتوں کو مسجد نبوی میں سو رہتے اور دن کو بھی وہیں اُٹھتے بیٹھتے۔ چونکہ مسجد کا چھپر اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا انھیں اہل الصفا کہتے تھے۔ جس وقت حضرت کھانا کھاتے تو اُن میں سے ایک دو کو اپنے ساتھ کھلاتے اور باقی کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیتے تاکہ انھیں وہاں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اذوقہ مل جائے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت نے اس جہان فانی سے بلا اس کے رحلت فرمائی کہ آپ نے ایک مرتبہ بھی نان جویں پیٹ بھر کر کھائی ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ ان ازواج کے گھروں میں جہاں آپ باری باری تشریف رکھتے تھے دو مہینے تک چولھا نہیں سلگا یعنی آپ کی غذا محض خرما اور پانی رہی ہے۔ بعض اوقات تو آپ کو بھوک کی ایسی شدت سہنی پڑی ہے کہ آپنے پیٹ پر پتھر رکھ کر اوسپر زور سے کمر کس لی ہے۔

اس بیان میں جو اوپر کیا گیا دوسرے مورخین عرب کی روایات سے اس قدر اور بڑھانا چاہیئے کہ حضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی اور آپ نہایت غور پسند۔ کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے۔ تمام عمر اور اس وقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوئے تھے حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام کسی دوسرے سے نہیں لیا۔

حضرت میں محنت اور مشقت اٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی اور جس درجہ آپ مستعد تھے اسی قدر صابر و شاکر بھی تھے۔ آپ کے ایک غلام کا جو اٹھارہ سال تک آپکے پاس رہا تھا قول ہے کہ اس مدت دراز میں اس پر ایک مرتبہ بھی خفگی نہیں ہوئی۔ جنگ میں آپ نہایت جری تھے۔ آپ کبھی خطرے سے نہ بھاگتے لیکن اس کے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرے میں نہ ڈالتے۔ آپ میں اس درجہ دور اندیشی تھی کہ وہ بے انداز تہور اور جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی ہے آپ میں نہ تھی۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ حضرت مرض صرع میں مبتلا تھے لیکن میں نے مورخین عرب کے بیان میں کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس سے اس امر کی نسبت یقینی رائے قائم کی جا سکے رواۃ معاصرین کے قول سے جن میں خود حضرت کی زوجہ عائشہ صدیقہ شامل ہیں اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضرت پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی جس میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

چہرہ سمٹ جاتا تھا اور جسم میں رعشہ پڑ جاتا اور بالآخر آپ غش کھا کر گر پڑتے تھے۔ باوجود اس جذبہ کے حضرت بے انتہا صائب الرائے تھے جیسا کہ اکثر مجذوب ہوا کرتے ہیں۔ فی الواقع اگر علمی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت کا شمار بھی مثل اور موجدین مذاہب جدیدہ کے مجذوبین اور وارستہ حال اشخاص میں ہونا چاہیئے۔ لیکن دراصل اس نام میں کچھ عیب نہیں ہے کیوں کہ مذاہب اور ادیان کے موجد اور خلائق کے پیشوا اور رہنما فلسفی اور حکیم نہیں ہوا کرتے بلکہ وہی ہوا کرتے ہیں جن میں جذبۂ قلبی اور ولولۂ جبلی ہے۔ جب ہم دنیا کی تاریخ میں ایسے اشخاص کے افعال پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ انھوں نے مذہب ایجاد کئے ہیں سلطنتوں کو خاک میں ملایا ہے ہزارہا خلائق کو اپنا تابع فرمان بنایا ہے ان ہی کے ہاتھوں نوع انسانی کی ترقی اس درجہ تک ہوئی ہے اگر دنیا میں فقط عقل و فہم ہی کارگر رہتی اور جذبہ و ولولہ سے کام نہ لیا جاتا تو اس وقت دنیا کی صورت ہی کچھ اور ہوتی۔ یہ کہنا کہ حضرت ایک دھوکے باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ وہی اوقات جذبہ و ولولہ تھے جن میں آپ کو وہ تسکین اور تقویت آجاتی تھی جن وجہ سے آپ اپنی ابتدائی مشکلات کا سامنا کر سکے۔ اصل یہ ہے کہ بلا اس کے کہ آپ کو خود اپنے اوپر بھروسہ ہو آپ کیونکر دوسروں کی تشفی کر سکتے تھے۔ حضرت کو ہمیشہ اس کا یقین تھا کہ آپ کو جناب باری کی پوری مدد ہے اور اس اعتقاد کے سامنے کل مشکلات جو آپ کو پیش آتی تھیں بالکل ناچیز تھیں۔

جس وقت حضرت نے وفات فرمائی تو آپ کی کوششوں سے یہ بے بہا نتیجہ حاصل ہو چکا تھا کہ کل قوم عرب ایک قوم ہو گئی تھی۔ ایک مذہب پر قائم اور ایک ہی خلیفہ کے تابع فرمان تھی۔ اس امر کی تحقیق کرنا کہ آیا یہ نتیجہ وہی تھا جسے حضرت نے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں بالکل فضول ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم ان اسباب و علل سے جن سے واقعات

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جلد پنجم ۶ باب ۱

تاریخ انسانی کے سلسلے وقوع میں آتے ہیں اس قدر کم واقف ہیں کہ عامۃ مورخین نے فرض کر لیا ہے کہ جو نتائج بڑے اشخاص کی کوششوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی ہیں جو خود ان کے پیش نظر تھے۔ لیکن بآسانی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ عام قاعدہ بالکل غلط ہے مگر اس بحث کو یہاں چھیڑنا ہمیں مطلب سے بہت دور لیجائے گا۔

خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ حضرت رسالت مآب نے ملک عربستان میں وہ نتائج پیدا کر لئے جو کوئی مذہب قبل اسلام (جن میں مذہب یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں) پیدا نہ کر سکا تھا۔ حضرت نے عربوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا اور حضرت عمر کے قاصد نے جو جواب شاہ ایران کو حضرت کے احسانات کے بارہ میں دیا اس سے اس سلوک کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

وہ کہتا ہے "اے بادشاہ ہم ایسی ذلیل حالت میں تھے۔ کہ ہم میں بعض اشخاص اپنا پیٹ کیڑے مکوڑے اور سانپ بچھو کھا کر بھر لیتے تھے۔ بعض اپنی بیٹیوں کو اس وجہ سے مار ڈالتے تھے کہ انھیں اپنے کھانے میں شریک کرنا نہ پڑے۔ جہالت اور بت پرستی کی تاریکی میں گرفتار بلا قانون اور بلا لگام ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن ہمارا شغل یہی تھا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو لوٹیں اور تباہ کریں۔ یہ تھی ہماری پہلی تصویر۔ لیکن اب ہم ایک نئی قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک شخص پیدا کیا ہے جو خاندانی شرافت میں۔ فہم و ادراک میں تمام عرب پر فائق ہے اور اللہ نے اسے اپنا نبی برحق اور رسول بنایا۔ اسی رسول کے ذریعے اللہ نے ہم سے کہا۔ میں ہوں اللہ واحد صمد خالق کون و مکان میرے رحم نے تمھارے لئے ایک راہبر بھیجا ہے تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے۔ جس راہ کی وہ تمھیں ہدایت کرتا ہے وہ تمھیں اس عذاب سے بچائے گی جو میں نے آخرت میں کافروں اور گنہگاروں کے لئے مقرر کیا ہے اور تمھیں میرے عرش کے سامنے مقام آسائش تک پہنچا دیگی"

اس تعلیم نے بتدریج ہمارے دلوں پر اثر کیا اور ہم نے اپنے پیغمبر کی ہدایت کو قبول کیا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہم نے مان لیا کہ ہمارے پیغمبر کا کلام اللہ کا کلام ہے اور اُس کے احکام اللہ کے احکام ہیں اور جس مذہب کی اُس نے ہمیں تعلیم کی وہی ایک سچا مذہب ہے۔ اس نے ہمارے ادراک کو چمکا دیا۔ اس نے ہماری جماعت میں اخوت پیدا کی اور ہمارے لئے اپنی قوت خداداد سے قانون مقرر کئے۔

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُن کے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ حضرت رسالت مآب رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گزرے ہیں۔ قدیم مورخین نے تعصب مذہبی کی وجہ سے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی لیکن فی زمانہ خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ موسیو ہا تھیلیمی سینٹ ہیلیر جو اس زمانہ کے سربرآوردہ مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

حضرت رسالہ مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں سب سے زیادہ تیز فہم، سب سے زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے۔ آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی۔ جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بن گیا فقط۔

علاوہ ڈاکٹر موسیو لیبان کے نہ صرف نصرانیوں بلکہ سینکڑوں ملحدوں کی شہادتیں حضور انور کی صداقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی کی نسبت موجود ہیں جن کا اعادہ یہاں غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کیفیت اسوقت کھلتی ہے کہ جب دنیا کے بڑے بڑے حکماء اور مصلحانِ قوم سے آپ کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور انور کے آگے ایک پشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے یونانی حکیم جنکی مدح میں بڑے بڑے علماء قصائد موزون کہتے ہیں وہ ایتھنز کی مدرسہ کے جسکی بنا حضور انور نے ڈالی کی ابجد خواں تھے۔ سقراط جیسے عظیم الشان حکیم کی مجنونانہ حرکتیں اور محض ایک مسئلہ تناسخ کو ثابت کرنے کے لئے شاہراہوں میں گدھوں اور بیلوں کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کانوں میں اس کا باتیں کرنا اس کی فلسفیانہ طبیعت یا دماغ پر پوری روشنی ڈالتا ہے اسی طرح ارسطو جیسے حکیم کا محض ایک خفیف سی ناکامی پر خودکشی کر لینا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ استقامت اور اولوالعزمی کی انھیں ہوا تک بھی نہیں لگی تھی ان حکیموں کو چھوڑ کے اگر ان متبرک اشخاص کی زندگی پر خیال کیا جاتا ہے جنھیں آسمان سے تمغہ نبوت ملا ہوا تھا تو ایک عجیب و غریب استعجاب طبیعت پر چھا جاتا ہے اور پھر بالکل گومگو کا سا معاملہ ہو جاتا ہے ایک بوڑھے اور متبرک بزرگ پیغمبر کا صرف اپنے ایک بچے کے گم ہونے پر رونا اور رو کے اندھا ہو جانا اور اس کے فراق میں بالکل از خود رفتہ ہو جانا حیرت انگیز نتائج مبصر کی نگاہ میں پیدا کرتا ہے۔ ان حالات کو پڑھ کے ایک شخص کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ آیا ایسی کمزور طبیعتیں دنیا کی دھواں دھار مخالفت کے مقابلہ میں خدا کے دین کی تلقین کو کیونکر قایم رکھ سکتی ہیں۔ نفس تلقین دین الٰہی اور طبائع انسانی پر انکا اثر یہ دو متنافر افعال ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ نسبت نہیں ہے۔ کوئی پیغمبر یا مصلح یا کوئی رشی ایسا نہیں ہوا کہ جس میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی ہوں یعنی اس نے تلقین دین الٰہی میں دنیا کی مشتملہ قوت کے مقابلہ میں ثابت قدمی بھی دکھائی اور پھر اس کی تعلیم کا اثر بھی تمام عالم کو مسخر کئے ہوئے ہو۔ ایک اولوالعزم پیغمبر کی تعلیم کے اثر کا نمونہ ایک الہامی کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ اولوالعزم نبی خدا سے باتیں کرنے کسی پہاڑ پر گئے اور باتیں کرنے کے بعد واپس آئے تو انھوں نے اپنی قوم کو بجائے خدائے واحد کی پرستش کے گوسالہ کی پرستش میں مبتلا پایا اس ہنگامی اثر کا جب حضور انور کی تعلیم کے اس پائیدار۔ دائمی اور مضبوط اثر سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو طبیعت ششدر رہ جاتی ہے دل ہل جاتا ہے اور کلیجہ کانپنے لگتا ہے اور بیساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے جل جلالہ وہ کون سا زور قضا تھا جو اس دوہرے یتیم بچے کے مقدس بازوؤں میں چھپا ہوا تھا جس نے اپنے ان دونوں زبردست ہاتھوں سے تمام دنیا کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عداوت انگیز مخالفت کی پروا نہ کر کے کرۂ ارض کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ اور علی الاعلان اس بات کا اظہار کر دیا کہ بیشک میں نہ صرف خاتم النبیین ہوں بلکہ عالم کی رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں اور یہ کرۂ ارض جو میرے ہاتھ میں ہے یہ میرا ہے اور کسی شخص میں یارا نہیں ہے کہ اس سے انکار کر سکے۔

حضور انور نے اپنی یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ظاہر کر کے انسان کی اس شرافت کا کھوج لگایا کہ جو روز ازل سے اُسے مل چکی تھی اور وہ شرافت ابتدائے آفرینش عالم سے ابتک تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔ علوم جدیدہ جس شرافت کا ابتک پتہ لگا رہے ہیں وہ درحقیقت اس انسانی فضیلت کے مقابلہ میں جس کا پتہ حضور انور بتا چکے ہیں محض ایک طفل مکتب کا علم دکھا رہے ہیں۔ حضور انور نے اس بات کو دکھا دیا کہ وہ قدوسی جو مقرب بارگاہِ صمدی ہیں کس طرح مثل اطاعت گزار خادموں کے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور کیا کیا خدمات ان سے عمل میں آتی ہیں اس سے زیادہ انسان کی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ علوم جدیدہ تو ابھی یہیں تک پہنچے ہیں کہ انسان کائنات کے سر پر کھڑا ہوا ہے مگر تیرہ سو برس ہوئے کہ غارِ حرا کے ایک گوشہ نشین نے اس بات کا ثبوت دیدیا کہ باعث تکمیل عالم یہی حضرت انسان ہیں جن پر یہ سچے مچ یہ قصہ صادق آتا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دنیا میں الہامی اور غیر الہامی کتابوں میں اگر کوئی کتاب ایسی ہے جس میں انسان کے حقیقی جلال کا اظہار ہوا ہو تو وہ کتاب فرقان حمید ہے بس انتہا یہ ہے کہ انسانی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان کے کل قدوسیوں سے آدم کو سجدہ کرایا گیا ہے اب اس سے زیادہ کوئی شخص انسان کی عظمت کیا بیان کر سکے گا یہاں سے اس دوہرے بے پناہ اور بے یار و مددگار یتیم بچے کا عظیم انسان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جلد پنجم ۱۰ باب ۱

جلال اور حیرت انگیز جبروت کا پتہ لگتا ہے جو درحقیقت بنی نوع انسان میں ایک باعظمت اور متبرک نفس ہے اور جس کے واقعاتِ زندگی پڑھنے کے بعد مخالف سے مخالف شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ وہ بیشک انسانی مخلوق میں سیّد یعنی سردار کا مرتبہ رکھتا ہے آدم سے لیکے اسوقت تک کہ دنیا کو ہزارہا برس گزر گئے ہم تو کوئی شخص ایسا نہیں پاتے خواہ وہ اپنی زندگی میں خداوند تعالےٰ کے عرش کا طواف کیوں نہ کرچکا ہو اپنی شہ زوری میں فرشتوں کے کلّوں پر کیوں نہ گھونسے مار چکا ہو کہ تیرہ صدی کا سا زمانہ دراز گزرنے کے بعد اپنے روضہ مبارک کے اندر سے کروڑہا بندگانِ خدا کو کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہو اور جسکے مبارک نام کا جلال اس قدر دلوں میں پُر جذبہ کیفیت اور کپکپاہٹ پیدا کرتا ہے جو ایک قہّار سلطان کی زندگی میں بھی اسے میسّر نہ ہو اس بزرگ - مقدس اور پاک نفس کی سوانحعمری کی یہ پانچویں جلد جواب شروع ہوگی میرے خیال میں کم سے کم آپکے واقعات زندگی کی پوری بیس جلدیں ہوں گی - اگر خدا نے عمر دی اور ساتھ ہی اسکے اسکی توفیق شامل حال رہی تو یہ بیسوں جلدیں نہایت خوش اسلوبی سے اختتام کو پہنچیں گی انشاء اللہ -

بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ واقعات شروع کرنے سے پہلے ایک نعتیہ قصیدہ حضور میں پیش کیا جائے جو بہت ہی زبردست ہو اور مولانا جامی کا موزوں کیا ہوا ہے -

(قصیدہ)

حق آنانے کہ عمری در ہوایت بودہ اند
دیں زماں در ساحت قرب تو خوش آسودہ اند

حق آنانے کہ راہی را کہ خود پیمودہ
پائے از سر ساختہ ایشاں ہماں پیمودہ اند

حق آنانے کہ از راہ ضلالت خلق را
جز بصورت شارع شرع تو رہ ننمودہ اند

گر گدائے بے نوا جامی عنایت وا مگیر
کش عنان دل ز کف نفس و ہوا بربودہ اند

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز
بر دل و جانش کہ از لوث گناہ آلودہ اند

کحل بینایش دہ زین درکہ خمری زین ہوس
ہر دمان چشم او خون جگر پالودہ اند

کن قبول او را طفیل آنکساں کز جہت حج
ہم تن و ہم جاں براہت سوئے او آسودہ اند

باشد از یمن قبولت فارغ از خلد و جحیم
بر صراط سنت و شرع تو ماند مستقیم

ایضاً

بانگ رحیل از قافلہ برخاست خیز ای ساربان
رختم بنہ بر راحلہ آہنگ رحلت کن بہ وان

بندش برز انو بر کشا بہر حدے بر کش نوا
سازاز نوائے جانفزا بر دے سبک بارگراں

ناقہ زالحان عرب آسودہ از رنج و تعب
طے میکند با صد طرب یکروزہ رہ دو یکزماں

جز قصۂ سلمیٰ مگو تا رہ شود از ذکر او
کوتہ کہ آید پیش رو بیدائے نا پیدا کراں

تیہی بغایت پر خطر خالی ز راہ و راہبر
نے در وی از جنی اثر نے در وے از انسی نشاں

ہست از سراب او بتو بحرے ز گوہر و سو بسو
صد کشتی از ناقہ در و جاری شدہ بے بادباں

بستہ بہر یک محملی نشستہ در وے مقبلے
وز پئے حدی کن بدلے خوش لہجہ و شیریں زباں

من ہم بفقر و فاقہ خوش در جیل ایشاں ناوکش
ناقہ کش آما ناقہ دمش باشد بدست دل عناں

نے ہیچ جا منزل مرا نے دل بکس مائل مرا
من ناقہ را او دل مرا سوئے حریم دل کشاں

یارب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آید بوئے جاں
یا ساحت باغ ارم یا عرصۂ روض الجناں

بادش نسیم مشکسا آبش زلال جاں فزا
خاکش بود کحل جلا در دیدۂ اہل عیاں

چوں کعبہ آمد قبلہ گہ بر طائفاں بگشادہ رہ
ہر سنگ از و سنگ سیہ ہر گنج ناماش نادواں

جانہا قدم کردہ زسر بہر طوافش رہ سپر
فرش مطافش کردہ پر مرغان عرشی آشیاں

خرم ازاں باران و نم کاید ز صحرائے قدم
روید از خاک دشتم گلہائے حسن جاوداں

گلہائے حسن معنوی عشق کہن رازاں نوی
گر شمہ زان بشنوی چوں بلبل آئی در فغاں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کرزن گزٹ جلد ۸ نمبر ۴۳

حسینکه بر مه تافته مه جیب خود بشگافته
در جنت از وی یافته سرمایهٔ خیرات حسان

سرچشمهٔ آن حسن اگر خواهی که یابی زودتر
تا روضهٔ خیر البشر مرکب ز همت کن روان

سلطان اقلیم وفا شاه سریر اصطفا
سر دفتر صدق و صفا سرمایهٔ امن و امان

دریائے امکان و قدم بودند در طغیان بهم
او در میان شان از کرم شد برزخ الا یبغیان

بحر حست جان انورش ساحل لب جان پرورش
باشد طفیل گوهرش محصول کان کن فکان

قرآن که با آی و سور وارد ز اعجازش اثر
از مثل آن عاجز شمر فکر همه اهل بیان

هر حرف از آن خوش زمزمه شد بهر تلقین همه
سر ازل را ترجمه راز ابد را ترجمان

از رشک آن بگسیخته بر خاک خذلان ریخته
نظمے که بود آویخته در کعبه بهر امتحان

میساخت روشن راه را دعوت کنان بدخواه را
بشکست قرص ماه را بر گوشهٔ این گرد خوان

روزیکه با خلق وغا شد لطف او برهان نما
الزام حجت را حصا شد در کفش تسبیح خوان

حنانه آمد در حنین از فرقت آن نازنین
آندم که شد منبر نشین بر سامعان گوهر فشان

اشجار را بهر کتف آواز داد از هر طرف
پیشش زدند از دور صف شد در قفاے صف نهان

شد پیش اعدا از کرم زد پیش او از حال سم
بزغالهٔ مسموم دم کز وے نیالاید دهان

شد بر در غار محن بهر عنا کب پرده تن
تا از حسود پر فتن بر جان او ناید زیان

بر رغم بدخواهان دین شد پیش تیر و تیغ کین
چون بیضه مائی آهنین بیض حمامش پاسبان

با فرقه از دین بری در معنی پیغمبری
چون زد دم از دعوی گری شد ذئب و ضب شاهد بران

میشد بوفق رائے او در ره کمین مولائے او
در سجده پیش پائے او بنهاد سر شیر ژیان

کف بر بزی کش از کبر پستان نبود از شیر تر
مالید و شد پر شیر تر پستانش از میش جوان

زاندک طعامے در دمے اطعام کرده عالمے
وان طعمه بے بیش و کمے باقی بجایش همچنان

صد تشنهٔ بے آب رو بود از کف آداب جو
از فرجهٔ انگشت او شد آب جوشان چشمه سان

میرفت یارش تیره شب دادش بکف چوبی عجب
شد چوب شمع بے لهب یا خود چراغ بے دخان

سایه نبودش همچو خور دین طرفه تر کاندر سفر
از تاب خور بالاے سر بود از سحابش سایه بان

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

در حرب خصم بدنہاد ایزد پئے دفع فساد
از مار تیش تیر داد از قاب قوسینش کمان

ہر گہ نہادہ پا بروں از تنگہائے چند و چوں
یک گام او بودہ فزوں از عرصۂ کون و مکاں

آں شب کہ میزد از حرم بر مسجد اقصیٰ علم
میراند تا ملک قدم یکراں ہمت زیر راں

میشد قرین جان و تن تا بارگاہ ذو المنن
نے جان رہین ما و من نی تن اسیر خان و ماں

گفتش بگوش ہوش ورا اسرار غیبی سر بسر
دانائے بے فکر و نظر گویائے بے کام و زماں

بر امت گستاخ وی گردد بساط لطف طے
گر ننہد آں فرخندہ پے پائے شفاعت در میاں

از رفتگاری خفتہ خوش کے حشر گردد پردہ کش
تا طلعت خورشید وش ننماید از بر دیماں

ہر خرق عادت کاولیا بر خلق عالم در ملا
ظاہر کند آنرا جدا از معجزات او مداں

اوصاف پیش خرد بیروں بود از حد و عد
حاشا کہ در عمر ابد ظاہر شود ایں داستاں

نبود دریں دیر کہن از نعت او خوشتر سخن
زیں نکتہ جامی بس مکن تا تاب داری و تواں

نعتش ز بس فرخندگی جاں را دہد پابندگی
ہست آں زلال زندگی می باش ازاں رطب اللساں

پہلا باب

تکمیل عہد نامہ کے بعد

حدیبیہ کے عہد نامہ کا کچہہ ایسا اچھا اثر پڑا کہ بہت سے قریش یکے بعد دیگرے مدینہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ سب سے مشہور واقعہ ابو بصیر کا ہے جو مکہ سے بھاگ کے سات دن پیادہ پا منزل قطع کر کے مدینہ میں پہنچا۔ اس کے سرپرستوں یا محافظوں یعنی احسن بن شریق اور ازہر بن عبد خوف نے ایک خط حضور انور کی خدمت میں ارسال کیا قاصد کا نام کوثر تھا جو بنی عامر کے خاندان سے تھا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ (یعنی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) عہد نامہ حدیبیہ کے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مطابق ابوبصیر کو مکہ واپس بھیجدیں۔ حضور انور نے ابوبصیر کو بلا کے کہا کہ تم مکہ چلے جاؤ ابوبصیر نے اس پر عرض کیا کہ آپ مجھے مشرکوں کی طرف بھیجتے ہیں جو مجھے مختلف بلاؤں میں پھنسا دیں گے اور مجھے تکلیف دیں گے آپنے اس پر فرمایا "قد علمت انا اعطینا القوم عھدا ولا یصلح فی الدین بن الغدر" یعنی تو جانتا ہے کہ ہمنے قریشوں کے ساتھ عہد کیا ہے اور ہم کبھی عہد شکنی نہیں کرینگے ابوبصیر تو اس بات کو سمجھ لے کہ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ خداوند تعالے تجھے اور ان لوگوں کو جو مسلمان ہو کر قریشوں کی قید میں ہیں بہت جلد خلاصی دیگا اس کے بعد صحابہ نے بھی ہر طرح سے ابوبصیر کی دلداری کی غرض دو شخص جو اس کو لینے کے لئے آئے تھے اسے پکڑ کے مکہ سے چلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو کچھ دیر قیام کیا۔ ابوبصیر نے مسجد میں جاکے دو رکعت نماز کی پڑھیں اور پھر کھانا کھانے لگا اور ان دو مشرکوں سے جو اسے گرفتار کئے ہوئے مکہ لئے جاتے تھے کھانے کی صلاح کی انھوں نے انکار کیا کہ ہم تیرے ساتھ کھانا نہیں کھاتے ابوبصیر نے کہا تم انکار کیوں کرتے ہو اگر تمھارے پاس کھانا ہوتا اور تم میری صلاح کرتے تو میں ضرور کھا لیتا اخیر وہ دونوں اپنا اپنا کھانا کھول کے ابوبصیر کے ساتھ کھانے ہو بیٹھے ابوبصیر نے کھاتے وقت عامری سے کہا کہ ذرا تم اپنی تلوار دکھانا دیکھوں یہ کیسی ہے عامری نے تلوار میان سے نکال کے کہا کہ یہ تلوار حقیقت میں لاثانی ہے اور میں کئی بار اس کا تجربہ کر چکا ہوں ابوبصیر نے کہا ذرا میرے ہاتھ میں تو دو میں اسے اچھی طرح سے دیکھوں۔ کوثر نے وہ تلوار اس کے ہاتھ میں دیدی اس نے فوراً کوثر کی گردن اڑا دی کوثر کا دوسرا ساتھی وہاں سے پریشان اٹھ کے مدینہ کی طرف بھاگا ابوبصیر بھی خون آلود تلوار لیکے اس کے پیچھے لپکا۔ مشرک سیدھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح ابوبصیر نے کوثر کو مار ڈالا کہ اتنے میں ابوبصیر بھی حضور انور کی خدمت میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جا پہنچا اور اس سارے واقعہ کی تصدیق کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے عہد نامہ کو پورا کر لیا کہ مجھے مشرکوں کے حوالہ کر دیا۔ مگر خداوند تعالےٰ نے مجھے ان سے رہائی دلوا دی اب میری یہاں موجودگی عہد شکنی کا باعث نہیں ہو سکتی حضور انور نے اس کا کچھ جواب ابو بصیر کو نہیں دیا حضور انور نے صرف اس قدر فرمایا کہ ابو بصیر بھی عجب جنگجو شخص ہے اس پر سر ولیم میور تو فی اعتراض کرتا ہے کہ حضور انور نے ابو بصیر کو جرأت دی حالانکہ اس کا اعتراض قابل التفات نہیں ہے۔ ایسی حالت میں قدرتی طور پر ہر شخص کے مونہ سے نکلجاتا ہے۔ اس کے معنی جرأت دلانیکے نہیں ہوا کرتے۔ اگر حضور انور کو ابو بصیر کا یہ فعل اچھا معلوم ہوتا تو آپ اُسے مدینہ میں ضرور ٹھیرا لیتے اور قریشوں کی مشتعلہ قوت بھی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتی تھی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اسی لئے ابو بصیر موقعہ پا کے وہاں سے بھاگ گیا اور اس نے مقام عیص میں جو کنارہ دریا پر واقع تھا آ کے پناہ لی۔ وہ مسلمان جو مکہ میں مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیف اُٹھا رہے تھے فرداً فرداً ابو بصیر کے پاس آ کے جمع ہو گئے رفتہ رفتہ ان فراریوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ ستر اسّی کے قریب ہو گئے چونکہ وہ قریشوں سے بہت ستائے ہوئے تھے اُن سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے اور قریشوں کے ہر قافلہ پر جو اُدھر سے گزرتا تھا انھوں نے حملہ کرنا شروع کیا جب قریش بہت تنگ ہو گئے تو انھوں نے ناچار ابو سفیان بن حرب کو حضور انور کی خدمت میں بھیجا کہ ایک نئے عہد نامہ کی ترتیب دے۔ ابو سفیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ عرض کیا کہ میں قریشوں کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں قریش یہ کہتے ہیں کہ ہم عہد نامہ کی اس شرط سے باز آئے جس میں پناہ گزین کی واپسی کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ اب ہم حضور سے یہ عہد نامہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مدینہ میں بھاگ کے چلا آئے تو اُسے ہم واپس نہیں لینے کے حضور انور نے قریشوں کے سفیر کا یہ معروضہ قبول کر لیا اور فوراً ابو بصیر کو ایک خط لکھا کہ تو اپنے ہمراہیوں کو لیکے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ چلا آ۔ یہ خط ابو بصیر کو اسوقت پہنچا کہ جب وہ قریب مرگ تھا اُس نے اس سکرات اور جانکنی کی حالت میں حضور انور کا وہ خط لیکے اپنی آنکھوں سے لگا اور رونے لگا کہ مجھے اب حضور انور کی زیارت نہیں ہونے کی۔ چنانچہ وہ خط اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا کہ اُس کی روح پاک نے اُس کے جسم خاکی سے ہمیشہ کے لئے مفارقت کی۔ ابو جندل وغیرہ اُس کی تجہیز و تکفین کرکے مدینہ واپس چلے آئے۔ اسکے بعد ایک عورت مکہ سے بھاگ کے مدینہ چلی آئی۔ اُسکے بھائی اس عورت کے پیچھے پیچھے آئے اور حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ عورت ہمیں واپس ملنی چاہئے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ اول تو جدید معاہدہ کی رو سے یہ عورت تمھیں نہیں مل سکتی اسکے علاوہ جب یہ عورت سچے دل سے مسلمان ہوگئی ہے تو کسی طرح بھی ایک مشرک شوہر سے اس کا تعلق نہیں رہ سکتا۔ اس کا فیصلہ خداوند تعالےٰ کر چکا ہے۔ جیسا کہ پارہ ۲۸۔ سورۃ ۶۰ میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اے مسلمانو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم (اپنی اطمینان کے لئے) اُن (کے ایمان) کی آزمائش کرلو اللہ اُن کے ایمان سے خوب واقف ہے پس اگر تم اُنھیں مسلمان سمجھو تو انھیں (پھر) کافروں کی طرف واپس نہ کرو (کیونکہ اب) نہ وہ (عورتیں) اُن (کافروں) کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان (عورتوں) کے لئے حلال ہیں اور جو کچھ اُن کے شوہروں نے (اُن پر) خرچ کیا ہو اُن کو دیدو اور تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اس میں کہ تم اُن سے نکاح کرلو جبکہ اُن کے مہر دیدو اور کافر عورتوں کی عصمت کو روکو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (اُن سے) مانگ لو۔

یا یہا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنٰت مہاجرات فامتحنوہن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموہن مومنٰت فلا ترجعوہن الی الکفار لا ہن حل لہم ولا ہم یحلون لہن و آتوہم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا آتیتموہن اجورہن ولا تمسکوا بعصم الکوافر وسئلوا ما انفقتم۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور چاہئے کہ مشرکوں نے جو کچھ (مسلمان عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں یہی اللہ کا حکم ہے جو تمہارے درمیان میں فیصل کرتا ہے اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری کچھ بی بیاں (مرتد ہو کر) کافروں کے پاس چلی جائیں پھر (جب) تم (کافروں سے) عوض لے لو تو جن لوگوں کی بیبیاں گئی ہیں جو کچھ انھوں نے (اپنی بیبیوں پر) خرچ کیا تھا اس کے برابر انھیں دیدو اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اے نبی جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں حاضر ہوں تاکہ تم سے اس بات پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نکریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان ظاہر کریں گی جسکو وہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے بنائیں اور نہ کسی اچھے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی تم ان سے بیعت لیلو اور ان کے لئے استغفار کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ولیئاتوا ما انفقوا ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم۔ وان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون۔ یاایہا النبی اذا جاءک المومنت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادہن ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی معروف فبایعہن واستغفر لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

حضور انور کی ہجرت کے چھٹے سال سب سے اخیر اور سب سے مشہور واقعہ حدیبیہ کا ہے مگر اس سال کے ختم ہونے پر اور بھی زیادہ ایک مشہور اور زبردست بات یہ پیدا ہوئی کہ حضور انور کی طرف سے شاہان زمانہ کو مذہب اسلام کی دعوت کے خطوط

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بھیجے گئے اسلام کے اصول قدم بقدم مگر نہایت مضبوطی کے ساتھ ذہن میں پھیلتے جاتے تھے مگر غیر مذاہب کے ساتھ برابر رواداری برتی جاتی تھی چنانچہ نصرانی اور یہود اپنی مذہبی فرایض کی انجام دہی میں بالکل آزاد تھے ہاں یہ بات ضرور تھی کہ انھیں اس حفاظت کا جو مسلمان ان کی کرتے تھے معاوضہ دینا پڑتا تھا۔ ہمسایہ بادشاہوں کی حضور کے دعوت اسلام کرنے کے خیال پر سر ولیم میور متوفی نے بہت ہی زہر اگلا ہے اس کا بیان ہے کہ وہ شخص جو بارہ مہینے پہلے مدینہ میں بہ مشکل اپنی حالت سنبھال سکتا ہو اور جو شخص بے نیل مرام مکہ کے قرب وجوار سے بغیر حج کئے مجبوراً واپس چلا آیا ہو آج وہ روحانی یا سیاسی برتری کا مصر حبش۔ شام۔ سلطنت مشرقی اور سلطنت ایران پر خواب دیکھتا ہو میور صاحب کی یہ محض خام خیالی اور تاریک تعصب ہے اگر وہ یا ان کے ہمخیال ذرا بھی اس حالت کی غیر معمولی تبدیلی پر خیال کریں گے تو انھیں معلوم ہوگا کہ جو پاک نفس بلکہ بخت ایسی بے بسانہ حالت سے تمام دولہائے عظام پر اپنے کو برتر خیال کرنے لگے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ بہت قریب زمانہ میں میری تعلیم ان تمام ممالک میں احاطہ کریگی اس پاک اور اولوالعزم انسان کے خدا کی طرف سے ہونے میں پھر مطلق شبہہ نہیں رہتا۔ پھر میور لکھتا ہے کہ پیغمبر عرب نے نہایت دانائی اور ہوشیاری سے اپنے ہمسایہ سلطنتوں کی خراب حالت کو اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا اور اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ یہ متزلزل سلطنتیں بہت جلد مٹ جائیں گی کیونکہ سلطنت مشرقی وحشیوں کے پے در پے حملوں سے بالکل شکستہ ہوگئی تھی اور اسی طرح سے طولانی لڑائیوں نے سلطنت ایران کا بھرکس نکال دیا تھا۔ اب ہمسایہ چرچ اسکی بھی ناگفتہ بہ حالت تھی مختلف عقائد کے لوگ پیدا ہونے لگے تھے اور عیسائیوں میں دھڑے بندیاں ہونے لگی تھیں حضور انور نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس پاک اور صاف اور سیدھے سادے مذہب کا ایک حملہ ان سب کمزوریوں کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جڑ سے اکھیڑ کے پھینک دیگا صداقت کا زبردست دعویٰ قطعی فتح دیگا۔ میور کا بیان ہے کہ اس عاقلانہ خیال سے آنحضرت نے قیصر۔ کسریٰ۔ حبش۔ مصر شام اور یمامہ کو دعوت اسلام کرنے کا ارادہ کیا تھا اس ارادہ پر آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ شاہانِ زمانہ جب تک کسی کاغذ پر مہر لگی ہوئی ہوا سے نہیں لیتے اسی بنا پر حضور انور نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور ایک مہر بنوا کے اس میں نصب کروائی اور چھ سربمہر خطوط شاہان مذکور کو لکھے گئے اور مختلف قاصدوں کے ہاتھ وہ خطوط روانہ کئے گئے جس کا مفصل بیان آگے باب میں آتا ہے۔

دوسرا باب ۲

حضور انور کی دعوت اسلام مختلف سلاطین کو

۶ھ ہجری مطابق ۶۲۷ء

سر ولیم میور متوفی نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ حضور انور کی کامیابی کا بڑا سبب یہ ہے کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں روز مرہ کے جنگ و جدل سے مضمحل ہو گئی تھیں اور ان کا کچومر نکل گیا تھا چنانچہ وہ اپنی کتاب لائف آف محمد جلد چار صفحہ ۹۴ پر لکھتا ہے "اسوقت سے جب سے کہ حضور انور کو پیغمبری کا مرتبہ ملا تھا کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں غیر منقطع جنگ و جدل میں مبتلا تھیں ۶۲۱ء میں ایرانیوں نے بڑی نمایاں فتح رومیوں پر حاصل کی تھی شام۔ مصر۔ ایشیائے کوچک تہ و بالا کر دیئے گئے تھے اخیر ہرقل اپنی اس سرخوشانہ بلندی سے جا گا جو قت حضور انور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں اسوقت سلطنت شرقی کا شہنشاہ حملہ آوروں کو ایشیائے کوچک سے نکال رہا تھا اور دوسرے حملہ میں جو ۲ھ ہجری سے ۸ھ ہجری تک ہوتا رہا ایران کے جگر میں گھس گیا تھا تین سال کی لگاتار کوشش سے اس نے اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لی یہ وہ وقت تھا کہ جب قریش حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بلا وجہ ستا رہے تھے مگر جولائی ۶۲۶ء میں پھر ایرانیوں نے ایک طرّہ اردو بھرا اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے جب حضور انور غزوہ خندق میں موجود تھے یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ جب ابوسفیان قریشوں کو ساتھ لیکے مدینہ کی نواح سے بھاگا ہے اسی وقت اور ان ہی تاریخوں میں ایرانی محاصرہ کو توڑ کر اپنے ملک کی طرف آ گئے تھے تیسرے حملہ میں ہرقل کو پوری کامیابی حاصل ہوئی اور یکم دسمبر ۶۲۷ء میں اس نے نینوا پر ایک بڑی فتح ایرانیوں پر حاصل کی اس جنگ میں ایرانیوں کی فوجوں کا بڑا حصّہ پارہ پارہ کر دیا گیا تھا اور بقیہ بالکل پریشان ہو کے اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا تھا ۲۹ دسمبر کو کسریٰ اپنے پایۂ تخت سے بھاگ گیا اور ۶۲۸ء میں فروری کے ختم ہونے پر اسکے بیٹے خسرو نے اسے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا اور ہرقل سے عہد نامہ کر لیا اسوقت حضور انور حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے اور سرداران مکہ سے عہد و پیمان کر رہے تھے۔

اسی سال کے موسم سرما میں ہرقل اس فتح کا شکر کرنے کے لئے پا پیادہ اڈیسہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے بطور نذرانہ کے اس صلیب کو بیت المقدس پر چڑھایا جو ایرانیوں سے اس نے واپس لی تھی۔ اس مذہبی رسم کے پورا کرنے کے بعد جب وہ اپنے پایۂ تخت کی طرف جا رہا تھا تو اثنار سفر میں ایک خط حضور انور کا اسکے آگے پیش کیا گیا یہ خط اس کا ایک گورنر لایا تھا جسے ایک عرب سردار نے دیا تھا اس خط میں حضور انور کی مہر نیچے لگی ہوئی تھی اسکا مضمون یہہ تھا کہ محمد پیغمبر خدا کی طرف سے ہرقل والیٔ روم کو معلوم ہو کہ وہ عیسےٰ اور اسکی ماں اور بتوں کی پرستش سے توبہ کرے اور خدائے برتر و بزرگ کی پرستش کرنے لگے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ خط واپس کر دیا گیا یا ہرقل نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے متعلق کوئی تحقیق نہیں ہے اس کے ایک عرصہ کے بعد اسی مضمون کا ایک خط جسپر یہی مہر ثبت تھی ہرقل کے دربار میں پہنچا یہ اصل میں حارث ہفتم ابوشمر کے بیٹے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

نبی خستان کے شاہزادہ کے نام تھا جس نے براہ راست اپنے شہنشاہ کو بھیجدیا تھا اور ایک عریضہ بھی اسکے ساتھ نتھی کیا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ حکم دیں تو مدینہ کو تاخت و تاراج کردوں اور اس شخص کو جس نے نبوت کا (معاذ اللہ) جھوٹا دعویٰ کیا ہے گرفتار کرکے پیش کردوں ہرقل نے اپنے اس گورنر کی درخواست کو منظور نہیں کیا کیونکہ حضور انور کی کامیابی کی خبریں اسے پے در پے پہنچ چکی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ ایسی حالت میں حضور انور سے ہاتھ ملانا اسکے لئے مصیبت ناک ہے اس نے اپنے گورنر کو لکھا کہ تو بیت المقدس میں حاضر ہو چنانچہ وہ بیت المقدس میں گیا شہنشاہ نے اس سے کہا کہ عرب ایک تاریک خطہ ہے وہ جو شخص پیدا ہوا ہے وہ ایک بے حقیقت ہے وہ اسی خطہ میں خود ہی مٹا کر رہ جائیگا ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ ہم اسے چھیڑیں کیونکہ خداوند مسیح اور اس کی ماں مریم کے طفیل سے ہمیں یہ عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے اب ہم ایک بے سود جنگ میں پھنسنا نہیں چاہتے

پھر ایک مراسلہ شاہ ایران کے دربار میں پہنچا جس وقت اس مراسلہ کو جدید شاہ ایران خسرو نے دیکھا پھاڑ کے پھینکدیا جب حضور انور کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہ دعا کی "اے مالک اسی طرح اس کے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کردے خسرو پے در پے حضور انور کی کامیابیوں کی خبریں سنتا تھا اور اسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپکے پیروؤں کی سرحد تک حملہ آور ہو چکے ہیں ان خبروں کی تصدیق کیلئے اس نے اپنے گورنر یمن کو حکم دیا کہ دو قابل شخص مدینہ بھیجے جائیں تاکہ کل باتوں کی تصدیق کرکے آئیں باذان نے اپنے شہنشاہ کے حکم کے بموجب ایک مراسلہ دو آدمیوں کے ہاتھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا ان آدمیوں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے حضور انور کو یہ خبر آچکی تھی کہ خسرو قتل کروا لاگیا اور تخت سے اتار دیا گیا جس وقت باذان کے دونوں معتمد حضور انور کی خدمت میں پیش ہوئے ہیں اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

آپ کے آگے بازان گورنر یمن کے خط کا مضمون پڑھا گیا ہے تو آپ مسکرانے لگے اور قاصدوں سے کہا کہ میں تمھیں دعوت اسلام کرتا ہوں پھر آپ نے خسرو کے قتل کی خبر بھی ان سے بیان کی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کا بیٹا تخت نشین ہو گیا ہے۔

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ خط پانچ حکمرانوں کے نام مختلف اشخاص کے ذریعہ سے بھیجے ان کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے جو خط کہ شاہ حبش نجاشی کو بھیجا گیا تھا وہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور ہرقل شاہ سلطنت مشرقی کے نام دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اور خسرو پرویز کے نام عبداللہ بن حذافہ سہمی خط لے کے گئے تھے اور مقوقش والی اسکندریہ کے نام حاطب بن بلتعہ کے ہاتھ خط روانہ کیا گیا تھا اور گورنر شام حارث بن ابی شمر نامی کے نام شجاع بن وہب اسدی نامہ لیکر گئے تھے اور یمامہ کے حاکم ہوذہ حنیفی نامی کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ خط بھیجا گیا تھا۔

اب مفصل کیفیت پہلے خط کے نتیجہ کی لکھی جاتی ہے۔ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک عمرو بن امیہ ضمری نے نجاشی کے آگے پیش کیا اس نے نہایت ادب سے اس نامہ کو لیلیا۔ تخت سے نیچے اُتر آیا اور جب نیچے بیٹھ گیا تو اپنے وزیر کو وہ نامہ دیا کہ اسکو پڑھو جب وہ خط پڑھا گیا تو شاہ پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا اس خط میں اول خداوند تعالیٰ کی تعریف تھی اور پھر عیسےٰ بن مریم کی نسبت چند کلمات تھے اور اخیر میں نجاشی سے چاہا گیا تھا کہ وہ اسلام کو قبول کرے تاکہ دین اور دنیا کی فلاح اسے حاصل ہو۔ مسلمان مورخوں کا اسپر اتفاق ہے کہ نجاشی فوراً مسلمان ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ میں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جس سے نجاشی کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض مورخوں کا یہ بھی بیان ہے کہ بعض ان مسلمانوں نے جو نجاشی کے ایمان سے واقفیت نہ رکھتے تھے باہم یہ سرگوشی کی کہ غیر مسلم کی نماز جنازہ کیونکر پڑھی گئی۔ مگر جب حضور انور نے انھیں آگاہ کر دیا تو انھیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اطمینان ہوگیا۔

اب سنیئے دحیہ کلبی کی کیفیت وہ حضور انور کے حکم کے بموجب پہلے حاکم بصرہ کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ ایک آدمی ایسا ان کے ساتھ کردے جو ہرقل تک انھیں پہنچادے اس وقت بصرہ کا حاکم حمص میں تھا چنانچہ آپ نے حمص میں جاکر اس سے گفتگو کی۔ بصرے کے حاکم نے دحیہ کلبی کی درخواست کو منظور کرلیا اور اپنا ایک معتمد آپکے ہمراہ کردیا کہ وہ بیت المقدس میں ہرقل شاہ سلطنت مشرقی کے پاس لیجائے کیونکہ جیسا اوپر لکھا جاچکا ہے۔ اس وقت بیت المقدس میں ہرقل آیا ہوا تھا۔ بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ حضور انور کا نامہ پہنچنے سے پہلے ہرقل نے ایک خواب دیکھا تھا کہ لوگ بیت المقدس پر چاروں طرف سے دھاوا کررہے ہیں۔ سلطنت مشرقی کا بادشاہ اس خواب سے پریشان و ملول تھا۔ اس نے اپنے ارکین سلطنت سے اس خواب کو بیان کرکے اپنی دلگیری ظاہر کی انھوں نے کہا کہ سوائے یہودیوں کے اور کوئی قوم ہمارے خیال میں نہیں ہے اسکی آسان ترکیب یہ ہو کہ تمام صوبوں کے گورنروں کے پاس حکم بھیجدیا جائے کہ جسقدر یہودی ان کے صوبوں میں آباد ہوں ان کی کامل طور سے نگرانی رکھی جائے کہ اسی اثنا میں شاہ کو اطلاع ہوئی کہ آپ کے گورنر بصرہ کا ایک معتمد ایک عرب کو ہاتھ لے کے آیا ہے اور وہ عرب اُس شخص کا قاصد ہے جس نے حجاز عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے شاہ نے حکم دیا کہ عرب پیش کیا جائے۔ نامہ دیکھنے سے پہلے دحیہ کلبی سے سوال کیا گیا کہ مفصل کیفیت بیان کرے دحیہ کلبی نے یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے اس دعوے کی بکثرت لوگوں نے تصدیق کی ہے اسکی اطاعت پر سب نے گردنیں خم کردیں۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اُس پر حملہ کیا انھیں زک ملی اور وہ پے در پے ذلتیں اٹھاتے رہے۔

ایک معتبر روایت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جب دحیہ کلبی بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو ان سے درخواست کی گئی کہ شاہ کے آگے سجدہ کرے جیسا کہ وہاں کا دستور تھا مگر دحیہ کلبی نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بڑے زور سے یہ کہا کہ ہم لوگ غیر خدا کو سجدہ نہیں کیا کرتے اس قول سے عام حاضرین دربار پر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی اور شاہ نے اس کے بعد سجدہ پر کچھ اصرار نہیں کیا نامہ ہاتھ سے لیلیا اور یہ دیکھ کے کہ یہ عربی میں لکھا ہوا ہے ایک ترجمان کو طلب کیا اور اس سے پڑھوایا گیا۔ نامہ میں سوائے خداوند تعالے کی حمد و ثنا اور دعوت اسلام کے کچھ نہیں تھا۔ قیصر نے نامہ کا مضمون سنکے اپنے ارکین دولت سے یہ فرمایا کہ بیت المقدس میں حجاز عرب کے رہنے والے بھی تو بہت سے لوگ ہوں گے۔ ان میں سے بعض کو طلب کیا جائے تاکہ میں اس شخص کی جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے مفصل کیفیت ان سے سنوں حکم ہوتے ہی فوراً سپاہی دوڑ گئے معلوم ہوا کہ ابوسفیان بن حرب بہت سے قریشوں کے ساتھ بغرض تجارت آجکل اس نواح میں موجود ہے۔ چنانچہ وہ بلایا گیا اور اس سے سوالات کئے گئے۔ اس سوال و جواب کی کیفیت بخاری نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھی ہے جو حسب ذیل ہے۔

ابوسفیان بن حرب نے ابن عباس سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا (اور وہ) قریش کے چند سواروں میں (اسوقت بیٹھے ہوئے تھے) اور وہ لوگ شام میں تاجر (بنکر گئے) تھے (اور یہ واقعہ) اس زمانہ میں (رسوا ہے) جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور (نیز دیگر) کفار قریش سے ایک معاہدہ عہد کیا تھا۔ غرض سب قریش ہرقل کے پاس آئے اور یہ لوگ (اسوقت) ایلیا میں تھے تو ہرقل نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس کے گرد سرداران روم (بیٹھے ہوئے) تھے پھر ان (سب قریشوں) کو اس نے (اپنے قریب) بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور (قریشیوں سے مخاطب ہوکر) کہا کہ تم میں سے زیادہ اس شخص کا قریب النسب کون ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے ابوسفیان کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں ان سب سے زیادہ (ان کا) قریب النسب ہوں (یہ سنکر) ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کردو اور اس کے ساتھیوں کو بھی) قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کی پس پشت (کھڑا) کرو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس مرد کا حال پوچھتا ہوں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

(جو اپنے کو نبی کہتا ہے) پس اگر یہ مجھسے جھوٹ بیان کرے تو تم (فوراً) اس کی تکذیب کر دینا (ابو سفیان کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر (مجھے) اسبات کی غیرت نہوتی کہ اگر میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا غرض سب سے پہلے جو ہرقل نے مجھسے پوچھا یہ تھا کہ اُس نے کہا اُن کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہی میں نے کہا کہ وہ ہم میں (بڑے) نسب والے ہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے بھی یہ بات (یعنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے) میں نے کہا نہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا اُن کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہی میں نے کہا نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ امیر لوگوں نے اُن کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے میں نے کہا (امیروں نے نہیں بلکہ کمزور لوگوں نے (پھر) ہرقل بولا کہ آیا اُن کے پیرو (یوماً فیوماً) بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں میں نے کہا (کم نہیں ہوتے) بلکہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ آیا کوئی اُن میں سے اُن کے دین سے ناخوش ہو کر پھر بھی جاتا ہے بعد اسکے کہ اُس میں داخل ہو جائے میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا کہ کیا وہ (کبھی) وعدہ خلافی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں اور اب ہم اُن کی مہلت میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس (مہلت کے زمانہ) میں کیا کریں گے (وعدہ خلافی یا وعدہ وفائی) ابو سفیان کہتے ہیں کہ سوا اس کلمہ کے اور مجھے قابو نہیں ملا کہ میں کوئی باآپ کے حالات میں داخل کر دیتا پھر ہرقل نے کہا کہ آیا تم نے (کبھی) اُن سے جنگ کی ہے میں نے کہا کہ ہاں تو بولا کہ تمہاری جنگ اُن سے کیسی رہی میں نے کہا کہ لڑائی ہمارے اور اُن کے درمیان ڈول (کے مثل) رہی کہ (کبھی) وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور (کبھی) ہم اُن سے لے لیتے ہیں (یعنی کبھی) ہم فتح پاتے ہیں کبھی وہ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ وہ تمکو کیا حکم دیتے ہیں میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکی (عبادت کے) ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور (شرک کی باتیں) جو تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑ دو اور ہمیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور پرہیزگاری اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں بعد اس کے ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ بوسفیان سے کہدے کہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے درمیان میں نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح (عالی نسب) مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات (یعنی اپنی نبوت کی خبر) تم میں سے کسی اور نے بھی کہی تھی تو تم نے بیان کیا کہ نہیں میں (نے اپنے دل میں) یہ کہا تھا کہ اگر یہ بات اُن سے پہلے کوئی کہہ چکا ہو تو میں کہہ دوں گا کہ وہ شخص جو اس قول کی تقلید کرتے ہیں جو اُن سے پہلے کہا جا چکا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ اُن کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے بیان کیا کہ نہیں پس میں نے (اپنے دل میں) کہا تھا کہ اگر اُن کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اپنے باپ کا ملک (حاصل کرنا) چاہتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس سے پہلے کہ انھوں نے یہ بات جو کہی ہے کہیں تم انھیں جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے تو تم نے کہا نہیں پس (اب) یقیناً میں جانتا ہوں کہ (کوئی شخص) ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اور (در اصل) تمام پیغمبروں کے پیرو یہی لوگ (ہوا کئے) ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور (درحقیقت) ایمان کا یہی حال (ہوتا) ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بعد اس کے کہ اُن کے دین میں داخل ہو جائے۔ اُن کے دین سے ناخوش ہو کر (دین سے) پھر بھی جاتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایمان (کا حال) ایسا ہی ہے جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں مل جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور (بات یہ ہے کہ) تمام پیغمبر اسی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور تمہیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں پس اگر جو تم کہتے ہیں سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے اور بیشک میں (کتب سابقہ سے) جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے پس اگر میں جانتا کہ اُن تک پہنچ سکوں گا تو میں اُن سے ملنے کا بڑا اہتمام کرتا اور اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو یقیناً میں اُن کے پیروں کو دھوتا۔ پھر ہرقل نے . . . . . رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا (مقدس) خط جو آپ نے دحیہ کلبی کے ہمراہ امیر بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور امیر بصریٰ نے اسکو ہرقل کے پاس بھیجدیا تھا منگایا (اور اسکو پڑھوایا) تو اس میں (یہ مضمون) تھا اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے (یہ خط ہے) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد کی طرف سے۔ بادشاہ روم کی طرف۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بعد اس کے (واضح ہو کہ) میں تم کو اسلام کی دعوت میں بلاتا ہوں اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی سے) بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں تمہارا ثواب دوگنا دے گا اور اگر تم (میری دعوت سے) مونہ پھیرو گے تو بلاشبہ تم پر (تمہاری) تمام رعیت (کے ایمان نہ لانے کا) گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم تم سب خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو سوا خدا کے پروردگار بنائے (خدا فرماتا ہے کہ) پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہدینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم (خدا کی) اطاعت کرنے والے ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل نے جو کچھ کہا کہہ چکا اور (آپکا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں شور زیادہ ہوا آوازیں بلند ہوئیں اور ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جبکہ ہم سب باہر کر دیئے گئے کہ (دیکھو تو) ابوکبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام ایسا بڑھ گیا کہ اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف رکھتا ہے پس ہمیشہ میں اس کا یقین رکھتا رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ نے مجھ پر اسلام کو داخل فرمایا اور ابن ناطور ایلیا کا حاکم تھا اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا سردار تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ ہم (اسوقت) آپ کی حالت خراب پاتے ہیں ابن ناطور اکہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا نجوم میں مہارت رکھتا تھا تو اس نے اپنے خواص سے جبکہ انھوں نے پوچھا یہ کہا کہ میں نے رات کو جب نجوم میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا تو (دیکھو کہ) اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا سوا یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا سو یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نکریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں لکھ بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں پس وہ لوگ اپنی اسی تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بیان کرتا تھا سو جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی تو کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں لوگوں نے اسکو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں تب ہرقل نے کہا کہ یہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس زمانہ کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو رومیہ (یہ حال) لکھ بھیجا اور وہ علم (نجوم) میں اسی کا ہم پایہ تھا اور (یہ لکھکر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا پھر حمص سے باہر نہیں جانے پایا کہ اسکے دوست کا خط (اسکے جواب میں) آگیا وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارہ میں ہرقل کے رائے کی موافقت کرتا تھا اور یہ (اس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں اس کے بعد ہرقل نے سرداران روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں تو وہ بند کر دیئے گئے اور ہرقل (اپنے گھر سے) باہر آیا اور کہا کہ اے روم والو کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصہ) تمہارا بھی ہے اور (تمہیں) یہ (منظور ہے) کہ تمہاری سلطنت قائم رہے (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی کی بیعت کر لو تو (اس کے سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے کواڑوں کو بند پایا بالآخر جب ہرقل نے (اس درجہ) ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مایوس ہو گیا تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ اور (جب وہ آئے تو ان سے) کہا کہ میں نے یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے میں تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لیتا تھا اور وہ مجھے معلوم ہو گئی پس لوگوں نے اُسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے اور ہرقل کی آخری یہی حالت رہی (ابو عبداللہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو شعیب کے علاوہ۔ صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے (بھی) زہری سے روایت کیا ہے)

ہرقل کی کیفیت تو اوپر درج ہو چکی اب سنئے مقوقش کی کیفیت جب حاطب بن ابی بلتعہ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خط لیکر اسکندریہ پہنچا اور مقوقش کو دیا تو اس نے نہایت تعظیم سے قاصد سے برتاؤ کیا اور جو خط حضور انور کے خط کے جواب میں لکھا اس کا مضمون یہ ہے "میں واقف ہوں ایک پیغمبر پیدا ہونیوالا ہے۔ لیکن میری رائے ہے کہ وہ شام میں پیدا ہوگا میں نے ایلچی کی جو آپ نے بھیجا تھا بہت عزت کی۔ میں آپکو چند چیزیں ایسی بھیجتا ہوں جو قبطیوں میں بہت ہی اعلیٰ درجہ کی شمار کی جاتی ہیں۔ چار کنیزیں۔ ایک خچر (جس کا نام دلدل ہے)۔ ایک خواجہ سرا بیش جامہ دار۔ اور ڈھائی سو تولہ سونا۔ امید ہے کہ آپ ان چیزوں کو قبول فرمائیں گے"

اسکے علاوہ پانچ پارچے کا خلعت قاصد کو دیا مگر مقوقش حضور انور پر ایمان نہیں لایا۔ جب آپ کا قاصد مدینہ پہنچ گیا تو آپ نے ان تحفوں کو قبول کر لیا مگر آپ نے یہ فرمایا کہ مقوقش کا ملک اسکے ہاتھ میں نہ رہے گا۔

سر ولیم میور متوفی اپنی کتاب لائف آف محمد جلد چہارم صفحہ ۵۰ میں بطور طعن کے یہ لکھتا ہے "باوجودیکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقوقش کی نسبت اچھے لفظ استعمال نہیں کئے اور مصر کی اس کے ہاتھ سے نکلجانیکی پیشین گوئی کی مگر نہایت چاہت سے اسکے تحفوں کو قبول کر لیا جو تحفے بہت ہی اپنے مذاق کے تھے۔ یعنی دو خوبصورت قبطی بہنوں میں سے میری یا مریم کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور شیریں کو حسان شاعر کو دیدیا جس پر مہربانی صرف اسوجہ سے ہوئی تھی کہ اس نے آپکی پیاری بیوی عائشہ کی شان میں اشعار کہے تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

خچر سفید تھا جو عرب میں نادر الوجود ہے۔ میور کی یہ طعن آمیز باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کسی کا اخلاق سے برتاؤ کرنا یا کسی کو تحفے دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ حق بات سننے سے نہ نکالے حضور انور نے مقوقش کے تحفوں کو بیشک خوشی سے قبول کر لیا اور یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا کہ آپ نے ان تحفوں کا ایک حصہ خاص اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا اس سے زیادہ تحفے دینے والے کی خوشی نہیں ہو سکتی کہ جس کو وہ تحفے دے اُن کو وہ اپنے صرف میں نہ لائے۔ حضور انور اگر ان تحفوں کو اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیتے تو مقوقش کو ضرور رنج ہوتا۔ اب رہی یہ بات کہ آپ نے اس کے لئے پیشین گوئی کی کہ مصر کی حکومت اس کے ہاتھ سے چھن جائے گی تو فی الواقع یہ غایت درجہ کی محبت اور آپ کا رحم تھا۔ اور انصاف سے دیکھئے تو آپ نے ان تمام قیمتی تحفوں کا بدل کر دیا جو مقوقش نے آپ کو بھیجے تھے یعنی اسے آنیوالے عظیم خطرے سے آگاہ کر دیا اس سے زیادہ بھلائی ایک شخص کے ساتھ نہیں ہو سکتی کہ اسے ایک آنیوالی مصیبت سے اطلاع دیدی جائے مگر ولیم میور نے بحیثیت ایک ایمان دار نصرانی کے اس بات کا ذمہ لیلیا تھا کہ نہایت ہی باریک پہلو سے وہ حضور انور کے ہر واقعہ کو جانچے گا۔ لہذا اسے آپ کی ہر بڑی نیکی بھی برائی اور وہ بھی قابل نفرت برائی نظر آتی ہے۔

اب سنئے گورنر شام کی کیفیت کہ جب شجاع بن وہب اسدی شام کی سرحد میں داخل ہوئے تو انھیں معلوم ہوا کہ گورنر دمشق حارث بن ابی شمر غسانی بمقام غوطہ گیا ہوا ہے اور ہرقل کے آنیکی تیاری میں لگا ہوا ہے چنانچہ شجاع یہ سُن کے غوطہ میں آئے اور چند روز کے بعد وزیر حاجب کی معرفت حضور انور کا خط حارث کے ہاتھ میں جا کے دیا شام کے گورنر نے اس خط کو پڑھ کے زمین پر پھینک دیا اور نہایت سبک اور ناملائم الفاظ حضور انور کی نسبت استعمال کئے اور جوش میں آکے ایک خط ہرقل کے نام بھیجا کہ مجھے مدینہ پر حملہ کرنیکی اجازت دی جائے۔ ہرقل نے اس اپنے غیر محتاط جوشیلے گورنر کو اجازت نہیں دی۔ رخصت کرتے وقت اس نے ایلچی کو بیس تولہ سونا دیا شجاع

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مدینہ میں واپس چلے آئے اور کل حال عرض کر دیا۔ حضور انور نے فرمایا افسوس اسکی حالت پر وہ خود بھی ہلاک ہوا اور اس نے اپنے ملک کو بھی کھویا۔ چنانچہ اسی سال فتح مکہ میں حارث مر گیا۔ اور اس کی جگہ جبلہ غسانی دمشق کا گورنر ہو گیا۔

ایک خط حضور انور نے ہوذہ بن حنفی کو بھیجا تھا اور یہ خط سلیط لیکر گئے تھے۔ ہوذہ نے قاصد کا بہت ہی اعزاز و احترام کیا قیام کے لئے ایک نفیس عمارت اسے دی۔ اور بہت دھوم دھام سے کئی دعوتیں کیں۔ خط کا جواب حضور انور کو یہ دیا کہ "جو روش آپنے اختیار کی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی ہے اور اس سے خدا کی مخلوق کو ہدایت ہوتی ہے لیکن میں چونکہ اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنیکو موجود ہوں۔ مگر اس وقت مسلمان نہیں ہو سکتا"

قاصد کو رخصت کرتے وقت اس نے قیمتی کپڑے دیئے۔ قاصد نے مدینہ میں آکے جو کچھ تھا عرض کر دیا۔ ہوذہ کا انتقال فتح مکہ کے بعد ہو گیا۔

تیسرا باب

فتح خیبر

سنہ ۷ ھ مطابق سنہ ۶۲۸ء

جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے تو چند روز کے بعد آپنے یہ فرما دیا تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پر حملہ کرنا پڑے گا ہمارے گزشتہ صفحات کو پڑھنے والے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ خیبر کے یہودیوں نے کئی بار حضور انور کو دھوکا دیا۔ عہد شکنی کی اور آپکے مخالفوں سے ملکر لہٰذا آپنے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اُن کے اس نفاق کی انھیں سزا دی جائے کہ آیندہ خدا کی مخلوق اُن کے شر سے امن میں ہو جائے۔ یہودیوں کی زیادتیاں مدینہ میں برابر ہو رہی تھیں جن مسلمانوں نے اُن سے قرض لیا تھا وہ انھیں بہت ستاتے تھے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابو شحم یہودی کے صرف پانچ درہم ایک مسلمان پر آتے تھے اس نے اس کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور اس قدر ستاتا تھا کہ بیان سے باہر ہے ہر چند وہ مسلمان اس سے بہ لجاجت پیش آتا تھا مگر وہ یہودی نہیں مانتا تھا اخیر مسلمان نے اس سے کہا کہ تو اتنا ظلم مجھ پر کیوں کرتا ہے۔ ایک دن خیبر ہمارے ہاتھ میں آنے والا ہے تیرے سارے مظالم کی کسر اس دن نکل جائے گی۔ یہودی نے اس پر حقارت سے ہنسکر کہا کہ اس سے تو مونہ دھو رکھ تمھیں یہ بات کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ہم وہاں بہت زبردست اور قوی ہیں۔ خیبر کی گڑھیاں بھی بہت ہی مضبوط ہیں اس پر مسلمان قابو نہیں پا سکتے۔ یہ خبریں برابر حضور انور کو پہنچتی تھیں آخر آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودیوں کی زیادتیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔

خیبر کی چڑھائی سے پہلے غطفانی قوم کے چند آدمیوں نے حضور انور کی کئی دودھ والی اونٹنیوں کو ڈاکہ مار کے پکڑ لیا تھا مگر سلمہ نے ان ڈاکہ زنوں پر تیر برسائے اور اونٹنیوں کو چھڑا لیا اور جس وقت یا صباحاہ کہہ کے غل مچایا تو مدینہ کے لوگ جمع ہو گئے مگر بنی غطفان کے یہودی اونٹنیاں اور اپنا کچھ سامان چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خیبر کے یہودیوں اور بنی غطفانیوں میں بہت گٹھوٹ تھی اور وہ آپس میں ملے ہوئے تھے اور ان کا آپس میں یہ معاہدہ تھا کہ اگر مسلمان ان پر حملہ کریں تو دونوں ملکر لڑیں گے مگر حضور انور نے حملہ کے وقت بنی غطفان کا راستہ کاٹ دیا اور وہ خیبر والوں کی مدد کو نہ آ سکے۔

خیبر کا فاصلہ مدینہ سے سو میل کے قریب ہے۔ تین دن میں حضور انور مدینہ سے خیبر پہنچے اور خیبر کا محاصرہ کر لیا۔ خیبریوں کو امید نہ تھی کہ اس شتابی سے مسلمانوں کا لشکر یہاں پہنچ جائے گا۔ جس وقت حضور انور پہنچے ہیں شام کا وقت تھا آپ کبھی شب خون مارنا پسند نہ کرتے تھے آپ نے شب کو حملہ کا حکم نہیں دیا۔ صبح کو حملہ ہوا اور یہودیوں کی کئی چھوٹی چھوٹی گڑھیاں مسلمانوں نے فتح کر لیں۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بخاری نے خیبر کی جنگ کے متعلق مختلف روایتیں جن میں کچھ واقعات کا تذکرہ ہے کچھ مسائل ہیں۔ تقسیم غنیمت کی بحث ہے۔ اپنی مقبول عام کتاب صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب النبی میں درج کی ہیں جن سے بعض دلچسپ حالات کا پتہ چلتا ہے۔ جنگ خیبر کے تفصیل وار واقعات حسب ذیل ہیں۔

حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنا کے چودہ سو یا پندرہ سو سلمانوں کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے فوج ہراول پر عکاسہ اسدی کو مقرر کیا اور خود میمنہ کی حضرت فاروق اعظم کو کمان سپرد کی اور پھر یہ ہدی لشکر عقابی جھنڈا اڑاتا ہوا خیبر کی طرف بڑھا عبداللہ بن ابی سلول منافق نے خیبر کی یہودیوں کے پاس پوشیدہ طور پر یہ خبر بھیجدی کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری بیخ کنی کا ارادہ رکھتے ہیں تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ تم تعداد میں زیادہ ہو

جنگ خیبر کا بیان

بشیر بن یسار روایت کرتے ہیں کہ سوید بن نعمان نے یہ خبر دی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے برس نکلا جبکہ ہم مقام صہبا میں (جو خیبر کے قریب ہے) پہنچے آپ نے نماز عصر پڑھی پھر زاد سفر (جو جو کچھ کسی کے پاس تھا) منگوایا۔ کوئی شخص بجز ستو کے اور کچھ نہ لایا آپ نے فرمایا (انھیں گھول لو) ستو پانی میں بھگوئے گئے۔ پھر آپ نے اور ہم سب نے پیئے۔ بعد ازاں نماز مغرب کے واسطے کھڑے ہوئے آپ نے اور ہم سب نے کلی کر کے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں ہم آنحضرت کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلے۔ رات کو چلتے تھے کسی نے عامر سے کہا اے عامر تو ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتا۔ عامر مرد شاعر تھا وہ اتر کر قوم کو شعر سنانے لگا اور یہ پڑھتا تھا + اللھم لو انت ما اھتدینا + ولا تصدقنا ولا صلینا + فاغفر فداً لک ما ابقینا + وثبت الاقدام ان لاقینا + والقین سکینۃ علینا + انا اذا صیح بنا ابینا + وبالصیاح عولوا علینا + رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کونسا اونٹ ہانکنے والا ہے (جو شعر پڑھتا ہے)

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اس لئے میری یہ رائے ہے کہ تم اُن سے کھلے میدان میں اُن کے لڑنا جب خیبریوں کو معلوم ہوا کہ اب ہم پر حملہ ہوگا تو انھوں نے کنانہ بن ابی الحقیق کو قبیلہ غطفان کے پاس بھیجا کہ حسب وعدہ تمہیں ہماری مدد کرنی چاہیے۔

چنانچہ غطفان چار ہزار تعداد کے مسلح ہو کے خیبریوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے مگر راستہ میں ان کی کچھ مت بدل گئی اور غالباً مسلمانوں کا خوف اُن پر ایسا چھایا کہ وہ اُلٹے پاؤں واپس چلے گئے انھیں یہ بھی خوف تھا کہ اگر ہم نے خیبر میں جا کے مسلمانوں سے جنگ کی تو کہیں ہمارے مقام پر حملہ نہ ہو جائے۔ غرض خیبر کے یہودیوں نے اپنا انتظام کرنا شروع کیا۔ پہلے وہ اپنے سردار سلام بن سکن کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ عبداللہ بن ابی سلول ہمیں یہ رائے دیتا ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کھلے میدان میں نکل کے لڑیں۔ آپ کی اس میں کیا رائے ہے

لوگوں نے عرض کیا عامر بن الکوع ہی آپنے فرمایا اللہ اُس پر رحم کرے۔ حضرت عمر نے کہا یا نبی اللہ (عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہو گئی اس دعا سے آپنے ہمیں کیوں فائدہ کیوں نہ دیا (سلمہ بن الکوع کہتے ہیں) پھر ہم نے جا کر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثناء میں ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی۔ بروز فتح مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی آپنے پوچھا یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے نیچے تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے جواب دیا گوشت کے نیچے آپنے پوچھا کس کے گوشت کے نیچے۔ (جلا رہے ہو) اُنھوں نے جواب دیا گدھوں کے گوشت کے نیچے۔ آپنے فرمایا اُسے گرا دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے کہا ہم اُسے گرا دیں اور ہنڈیوں کو دھو لیں آپنے فرمایا یہ (کر لو) پھر جب قوم صف بندی کر چکی باوجودیکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پیلا پلٹ کر عامر ہی کے گھٹنے کی آنکھ پر لگا جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا جب سب واپس آئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم) دیکھا آپنے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میرے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سلام بن سکن نے سوچ سوچ کے جواب دیا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں بیشک تمھیں کھلے میدان میں نکل کے لڑنا چاہئے۔ مگر یہودیوں نے بدقسمتی سے اپنے سردار کی رائے کی پروا نہ کی اور انھوں نے گڑھیوں میں محصور ہونا ہی مناسب سمجھا۔

جب مسلمانوں کا لشکر مقام صبا میں پہنچا تو حضور انور نے عشا کی نماز پڑہی نماز پڑہنے کے بعد حضور انور نے اپنی فوج کے زبردست کمپنی اس مقام پر روانہ کی جو غطفانیوں کا راستہ تھا اور جس راستہ سے وہ خیبر میں پہنچ سکتے تھے یہ فنون جنگ کے اعلیٰ درجہ کی مہارت کی دلیل ہے جسے آج کل ایک بڑی تعلیم کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔

پھر حضور انور نے عباد بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ بطور فوج بدرقہ خیبر کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ اِدہر اُدہر کی خبر لائیں۔ عباد نے سب سے پہلے ایک شخص کو

ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ بیان کرتے ہیں عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اُس نے خودکشی کی ہے) آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا وہ جہوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی جو مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔

ہم سے قتیبہ نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہم سے حاتم نے کہا (کہ لفظ مشے بہا کی جگہ) نشا بہا ہے یعنی مدینہ میں پلا ہو۔

انس روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں بوقت شب پہنچے آپ کی عادت تھی جب کسی قوم پر رات کو پہنچتے اُن پر صبح تک حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب صبح ہوئی یہودی اپنے اپنے کلہاڑے اور زنبیلیں لئے ہوئے نکلے اور آنحضرت کو دیکہہ کر کہنے لگے (یہ تو) محمدؐ ہے بخدا محمدؐ معہ لشکر کے (آگیا) ہے آپ نے (بطوفال) فرمایا خیبر ویران ہو گیا کیونکہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اُتر پڑیں پس ڈرے ہوؤں کے لئے اُن کی صبح بُری ہوگی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گرفتار کیا جو یہودیوں کی طرف سے بطور جاسوس بھیجا گیا تھا۔ عباد نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ جاسوس نے کہا کہ میں تو ایک اونٹ والا ہوں اور اپنے اونٹوں کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں۔ عباد نے پھر سوال کیا کہ خیبر کے یہودیوں کی بھی تجھے کچھ خبر ہے اس نے کہا ہاں خیبریوں نے مختلف قبائل کے ساتھ جن سے انکا عہد و پیمان ہو گیا تھا طلب مدد کے لئے اپنے قاصد بھیجے تھے چنانچہ غطفانیوں کی طرف سے عیینہ بن بدر۔ سپاہیوں کی کثیر جماعت کے ساتھ خیبر میں آگیا اور اب اس وقت دس ہزار جنگجو جن کے آگے بزم اور رزم ایک حکم رکھتی ہے۔ بیچینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کریں۔

عباد نے کہا کہ میرے خیال میں تو مخالفوں کا جاسوس ہے میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ جو کچھ ہو سچ سچ بتا دے ورنہ مارے کوڑوں کے کھال اڑا دوں گا اور پھر تجھے اپنی

انس بن مالک فرماتے ہیں خیبر میں ہم بوقت صبح سویرے پہنچ گئے وہاں کے رہنے والے اپنی کلہاڑی (وغیرہ) لیکر نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کہنے لگے (یہ تو) محمد ہے بخدا یہ محمد مع لشکر کے (آگیا) ہے۔ آپنے فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں پس اُن کی صبح بری ہوگی (یعنی سیاہ معلوم ہوگی) انس کہتے ہیں ہمارے پاس (کھانے کو صرف) گدھوں کا گوشت تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آواز دی کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ گدھے کھائے گئے آپنے جواب دیا پھر اس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھائے گئے آپ خاموش ہو رہے پھر اس نے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپنے منادی کو حکم دیا اس نے لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ ہانڈیاں اوندھا دی گئیں حالانکہ اُن میں گوشت خوب پک رہا تھا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اپنی جان کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اعرابی نے کہا آپ اگر مجھے امان دیں تو میں سچ سچ کہدوں چنانچہ اُسے امان دینے کا وعدہ کیا گیا اس پر وہ اعرابی بولا کہ اہل خیبر پر تمہارا رعب بہت بیٹھا ہوا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے تم بنی نضیر اور بنی قریظہ کو مغلوب کر چکے ہو۔ مدینہ کے منافقوں نے اہل خیبر کے پاس خبر بھیجدی ہے کہ محمد تمہارا قصد رکھتے ہیں تم کسی طرح خوف نکرنا اور نہ ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا تمہاری تعداد بہ نسبت ان کے بہت ہے اسی طرح آلات حرب بھی تمہارے پاس اعلیٰ درجہ کے اور زیادہ ہیں مگر جب عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد خیبریوں کے پاس آیا اور اس نے کل کیفیت بیان کی تو کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے تمہاری تحقیق کے لئے روانہ کیا۔ عباد نے یہ سنکے جاسوس کو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضر فاروق اعظم کی رائے ہوئی کہ اسے قتل کر دینا چاہئے جیسا کہ آجکل بھی

حضرت انس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح خیبر کے قریب اندھیرے میں پڑھی پھر فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں ڈرے ہوؤں کی صبح بڑی ہے۔ خیبر والے نکلکر گلی کوچوں میں دوڑنے لگے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کرنے والوں کو مارا اور ان کی اولاد کو قید کیا ان قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں (جو کہ بنی نضیر اور قریظہ کی سردار تھیں) (اولاً) حضرت صفیہ دحیہ کلبی کے حصہ میں چلی گئیں پھر آنحضرت کے حصہ میں آگئیں آپ نے صفیہ کا مہر ان کا آزاد کرنا مقرر فرمایا عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت (شاگرد انس) سے کہا اے ابو محمد کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا مہر کیا مقرر کیا ثابت نے اس روایت کی تصدیق پر اپنا سر ہلایا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو قید کیا پھر آزاد کر کے ان سے اپنا نکاح کر لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا صفیہ کا مہر کیا دیا۔ انس بولے صفیہ کو مہر اس کا آزاد کرنا قرار پایا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عموماً جاسوس کو قتل کر دیتے ہیں مگر عباد نے یہ کہا کہ میں اسے پناہ دے چکا ہوں لہذا حضور انور نے فوراً جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا۔ اسی وقت وہ جاسوس مسلمان ہو گیا۔ اس کے حضور انور خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے مقام منزل میں قیام فرمایا اور ایک جگہ نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی کہتے ہیں کہ جب خیبریوں کو اس بات کی خبر ہوئی کہ حضور انور فلاں مقام پر پہنچ گئے ہیں تو انھوں نے شب و روز بڑے جزم اور احتیاط سے کام کرنا شروع کیا اکثر سواروں کو چاروں طرف دوڑا دیا کہ حضور کی خبر لائیں۔ اُن کا خیال تھا کہ اتنے عرصہ میں آپ خیبر تک پہنچیں گے مگر اباتنی جلدی خیبر کے قریب آگئے کہ انھیں خبر بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو انھیں معلوم ہوا کہ حضور انور نے خیبر کا محاصرہ کر لیا ہے تو سخت پریشان ہوئے۔ سلام بن مشکم بھاگا ہوا خیبر میں آیا اور کہا دیکھو میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا تم قلعہ کے باہر نکل کے مورچہ بندی کر لو۔ اور

سہیل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین جمع ہوئے اور خوب لڑے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگ (خیبر والے) اپنے اپنے لشکروں کی طرف پھرے۔ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس یہودی کو دیکھتا زندہ نہ چھوڑتا لوگ بولے ہم میں سے کسی نے فلاں کے برابر لڑنے میں بہادری نہیں کی آپ نے فرمایا وہ تو جہنمی ہے ایک مرد نے قوم میں سے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ (تاکہ اسکی حقیقت معلوم کروں) راوی کہتا ہے یہ شخص اس کے ساتھ ساتھ چلا جہاں کہیں وہ ٹھیرتا یہ بھی ٹھیر جاتا اور جب وہ جلد جاتا یہ بھی جلد جاتا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ اس کے ایک بڑا زخم لگا۔ اس نے جلد مر جانے کے واسطے اپنی تلوار زمین پر ٹیکی اور اس کا سینہ اپنی چھاتیوں کے درمیان رکھکر تلوار پر اپنا بوجھ دیدیا اور اپنے تئیں ہلاک کر دیا اس شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے (سچے) رسول ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تو نے کیا کہا وہ بولا جسے آپ نے ابھی جہنمی فرمایا تھا

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میدان میں لڑنا مگر تم نے میری بات نہ سنی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم محصور ہو گئے اب اگر میری بات سنو تو میں تمھیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم قلعہ کے باہر نکل کے لڑنا میدان جنگ میں قتل ہو جانا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے قیدی بن کے جانے سے بہتر ہے۔ اخیر بھی قتال کے لئے آمادہ ہو گئے اپنے بال بچوں کو قطیبہ نامی قلعہ میں محفوظ کر دیا اور تمام قسم کے کھانے پینے کی چیزیں اور سامان رسد وہاں رکھدیا تاکہ بال بچوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ جنگجو مرد نطارہ نامی قلعہ میں جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے سلام بن مشکم ضعف کی وجہ سے مر گیا اخیر مسلمانوں نے حملہ کر دیا خوب لڑائی ہوئی۔ اسی اثنا میں محمود بن مسلمہ محمد ابن مسلمہ کا بھائی تھک تھکا کے ناعم نامی حصار کے نیچے دم لینے کے لئے جا کھڑا ہوا اور کھڑے کھڑے اس کی آنکھ لگ گئی کوئی تو کہتا ہے کہ کنانہ بن ابی الحقیق کوئی کہتا ہے نہیں مرحب نامی یہودی نے

اور لوگوں نے اسے امر دشوار جانا تھا میں نے (اپنے یاروں سے) کہا تھا میں خبر لانے کو اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہوں۔ میں اسکی تلاش میں چلا۔ اس کے ایک بڑا زخم لگا اور اُس نے مرنے کی جلدی کی (یعنی) اپنی تلوار کو زمین پر ٹیکا یا اور اس کے پیسلے کو اپنی چھاتیوں کے درمیان رکھ کر اسپر بوجھ دیدیا اور اپنے تئیں ہلاک کر لیا۔ آپ نے فرمایا انسان لوگوں کے روبرو جنتیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور کوئی شخص لوگوں کی نظر میں جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں ہم خیبر میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہمراہی کو جو (بظاہر) مسلمان تھا فرمایا یہ جہنمی ہے جب وہ میدان قتال میں حاضر ہوا تو وہ اس قدر لڑا کہ اس کے بہت زخم لگے اور بعض لوگ (اسکے جہنمی ہونے میں) شک کرنے لگے جب اس نے زخموں کا درد سخت پایا اپنے ترکش سے تیر نکالکر اپنے گلے میں بھونک لیا لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ کر آئے اور کہا یا رسول اللہ اللہ نے آپ کی بات سچ کر دی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حصار سے ایک پتھر پھینکا وہ پتھر محمود کے سر پر گرا خود پتھر کے گرتے ہی محمود کی گردن میں گھس گیا اور تمام بھیجا پاش پاش ہو گیا۔ مسلمان اسی حالت میں محمود کو حضور انور کی خدمت میں لائے حضور کو دیکھ کے بہت افسوس ہوا آپنے بڑی مشکل سے اس خود کو علیحدہ کیا سر کی جو کھال نیچے سمٹ کے آگئی تھی اسے اسکی جگہ پر لگا دیا مگر محمود کا زندہ بچنا محال تھا لہذا وہ شہید ہو گیا۔ اسی اثنا میں حباب بن المنذر نے حضور سے عرض کیا کہ اسوقت جہاں حضور کا لشکر پڑا ہوا ہے یہ مقام اچھا نہیں ہے اول تو نخلستان کے بیچ میں ہے جہاں بدبو کے مارے ہمارا دماغ پھٹا جاتا ہے۔ دوسرے اس حصار کا فتح کرنا بآسانی میسر لگتا ہے۔ تیسرے اس مقام پر مخالف بہت اچھی طرح ہمیں شبخون مار سکتے ہیں۔ حضور انور نے ان باتوں کو غور سے سنا اور آپ بہت خوش ہوئے

فلاں شخص نے اپنے گلے میں تیر بھونک لیا آپ نے فرمایا اے فلانے کھڑے ہو کر آواز لگا دے کہ جنت میں سوائے ایماندار کے کوئی نہ جاوے گا۔ اور اللہ (کبھی) بدکار سے (بھی) دین کی تائید کراتا ہے شعیب نے جو اس حدیث کو زہری سے روایت کرتے ہیں ان کی متابعت معمر نے کی ہے۔ شعیب نے یونس سے اس نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے کہا مجھے ابن مسیب اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب نے یہ خبر دی کہ ابوہریرہ کہتے ہیں ہم آنحضرت کے ساتھ خیبر میں موجود تھے ابن مبارک کہتے ہیں یونس زہری سے اور وہ سعید سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صالح نے زہری سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی زبیدی کہتے ہیں مجھے زہری نے خبر دی اسے عبدالرحمن بن کعب نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہمراہیوں کا جو خیبر میں موجود تھے بیان کیا زہری کہتے ہیں عبداللہ بن عبداللہ اور سعید نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔

ابو موسےٰ اشعری کہتے ہیں جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی یا (یہ) کہا کہ جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے لوگ (ایک) نالے پر آئے اور پکار

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور قبول فرمالیا آپ نے فوراً محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور کوئی مناسب لشکر گاہ تجویز کرو چنانچہ محمد گئے اور چاروں طرف پھر کے ایک موضع کو پسند کیا جس کا نام رجیع الاثیل تھا اور آکے حضور انور کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اچھا رات کو ہم وہاں لشکر گاہ بنائیں گے۔ چنانچہ آفتاب کے غروب ہونیکے بعد ملکخت حضور نے کوچ کا حکم دیا لشکر کی ترتیب۔ تنظم اور قیام عثمان بن عفان کے سپرد تھا۔ آپ نے کمال یہ کیا تھا کہ فوج کا اتنا بڑا انتظام بھی کرتے جاتے تھے۔ ساتھ ہی اسکے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خیبر کے نیچے کھڑے ہو کے حملہ بھی کرتے جاتے تھے۔ فوج کی ایک رات کی نگرانی حضرت فاروق اعظم کے سپرد تھی حضرت عمر نے اس رات ایک یہودی گرفتار کیا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں۔ یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لیچلو مجھے ان سے کچھ بات کہنی ہے۔ حضرت عمر حضور کی خدمت میں اس یہودی کو لے آئے

پکار کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے آپ نے فرمایا اپنے نفسوں پر نرمی کرو (اور چیخو نہیں) کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم سننے والے کو اور جو تمہارے نزدیک ہے اُسے پکارتے ہو اور وہ (ہر جگہ) تمہارے پاس ہے (ابو موسیٰ کہتے ہیں) میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے سنا پھر فرمایا اے عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ کا نام ہے) میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (بتائیے) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ نے فرمایا (وہ کلمہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ہے جو تو پڑھ رہا تھا)

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ کی پنڈلی میں تلوار کا نشان دیکھ کر پوچھا اے ابا مسلم یہ کیسی چوٹ ہے سلمہ بولے یہ وہ چوٹ ہے جو خیبر میں میرے لگی تھی۔ اور لوگوں نے کہدیا تھا کہ سلمہ ہلاک ہو گیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس پر تین دفعہ دم کر دیا پھر مجھے اس گھڑی تک اس کی شکایت نہیں ہوئی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گویا آپ نے ایسے شہید ہونیکی دعا دی۔ کاتب الواقدی نے صفحہ ۱۲۲ میں ان اشعار کو بھی نقل کیا ہے اور یہ اشعار قریب قریب اُن ہی اشعار کے ہیں جو غزوہ خندق میں پڑھے گئے تھے۔ مرحب نے اس اتفاقی اور ناجائز کامیابی پر میدان جنگ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اس نے غل مچا کے کہا کون ہے جو میرے سامنے آئے چنانچہ مسلمانوں کی فوجی قطاروں میں سے حضرت علی اسپر جھپٹے اور آپنے حملہ کرنے سے پہلے یہ فرمایا۔ میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے میں گرجتا ہوا میدان جنگ میں نکلتا ہوں اور دشمن میرے مقابلہ میں مثل ایک پشہ کے ہے میں ایک جھپیٹ میں بہادر سے بہادر جنگجو کا خاتمہ کر دیتا ہوں یہ کہتے ہی حضرت علی نے تلوار اُٹھائی اور مرحب بھی گرز لیکے آگے بڑھا۔ حقیقت میں جو کچھ آپنے فرمایا تھا وہی کر کے دکھا دیا ایک ہی وار میں مرحب کی دھڑ سے گردن اڑا دی۔ ؎

بہر جا کہ شمشیر او کار کرد ✤ یکے دو کرد و دو را چار کرد

ذکر کرتے رہے دیکھئے جھنڈا کسے دیا جاتا ہے۔ صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا مجھے دیا جاوے آپنے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپنے فرمایا کسی کو اُن کے پاس بھیجو پھر حضرت علی رسول اللہ کے پاس آئے آپنے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر اُن کے واسطے دعا کی وہ اچھے (تندرست) ہو گئے گویا کہ اُن کے تکلیف ہی نہ تھی۔ آپنے علی کو جھنڈا دیدیا۔ حضرت علی نے پوچھا یا رسول اللہ (کیا) میں اُن سے لڑے جاؤں جب تک ہماری طرح (مسلمان) نہ ہو جاویں آپنے فرمایا تو سیدھا جا کر اُن کے میدان میں اتر پھر اُنھیں اسلام کی طرف بلا اور اُنھیں بتا دے جو کچھ ان پر حالت اسلام میں اللہ کے حقوق واجب ہو جاویں گے۔ بخدا اگر اللہ تیری وجہ سے ایک مرد کو ہدایت کر دے تو تیرے واسطے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بہتر ہے۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

مرحب کے گرتے ہی اس کا بھائی بلی کتے کی طرح جھپٹ کے دوڑا اس کے مقابلہ میں زبیر نے قدم بڑھایا جوں ہی زبیر کو میدان جنگ میں آتا ہوا دیکھا ان کی والدہ صفیہ حضور انور کی خدمت میں کانپتی ہوئی حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا مارڈالا جائیگا آپ نے فرمایا نہیں تو اطمینان رکھ تیرا بیٹا اس یہودی سپاہی کو قتل کردیگا انشاء اللہ۔ اِدہر حضور انور کی زبان سے یہ لفظ نکلا اُدہر زبیر کی تلوار اس یہودی کی گردن پر پڑی چنانچہ اس کا سر بھی مثل مرحب کے بھٹا سا اُڑ گیا۔ مدینہ سے بہت سی مسلمان عورتیں مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرنے کے لئے فوج کے ساتھ ساتھ آئی تھیں جن میں صفیہ بھی تھی۔ اس جنگ میں جو کچھ حضرت علی نے کیا وہ اسی قدر ہے جس کا ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں مگر شیعی قصہ گویوں نے ان معمولی جنگی واقعات کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ طول دیا ہے کہ جن اور پری اور دیووں کے

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول نے خیبر کے دن لہن اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفیٰ سے سنا وہ کہتے تھے۔ ہم پر خیبر کے دن بھوک نے غلبہ کیا اور ہنڈیوں میں جوش آرہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایک دفعہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا کہ گدھے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ اور اُنھیں گرادو۔ ابن ابی اوفیٰ کہتے ہیں ہم آپس میں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

افسانے بھلا دیئے چنانچہ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آپ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور میدان جنگ میں غائب ہو گئی تو آپ نے خیبر کے دروازہ کو اُٹھا لیا اور اپنی ڈھال بنائی اور جب آپ اپنا کام کر چکے اور اس دروازہ کو ہاتھ سے پھینک دیا تو ساری اسلامی فوج مل کے بھی اسے جنبش نہ دے سکی۔ ایسی کہانیاں شیعوں کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہیں مگر سب سے زیادہ کمی مبالغہ کے ساتھ ملا محمد باقر نے بہت سنبھال کے خیبر کی کہانی لکھی ہے تو بھی وہ ناپاک مبالغہ اور غلیظ کذاب سے خالی نہیں ہے چنانچہ حیات القلوب والا اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۹۰۴ میں یہ لکھتا ہے۔ جب حضرت علی نے میدان جنگ میں آکے یہ کہا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں تو یہودیوں کے ایک راہب نے پکار کے یہ کہا اے یہودیو! تم مغلوب ہو گئے کیونکہ توریت میں صاف طور پر لکھا ہے خیبر دیگیا ہے کہ علی جب پیدا ہوں گے تو تمام یہود مٹ جائیں گے اس سے اُن کے

کہنے لگے آپ نے صرف انسوا سطے منع فرمایا ہے کہ اسکا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدھے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔

براء اور عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور (بھاگ کر صرف) گدھے پائے انھوں نے گدھوں کو پکا لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی کہ ہنڈیوں کو اوندھا دو۔

براء اور ابن ابی اوفی دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خیبر کے دن جبکہ ہنڈیاں چڑھ گئی تھیں فرمایا ہنڈیوں کو اوندھا دو۔

براء کہتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چڑھائی کی پھر پہلی حدیث کے مثل (بیان کیا)

براء ابن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچا (ہو) یا پکا ہو گرا دو پھر میں ہمیں اب تک اُن کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

دلوں میں رعب بیٹھ گیا۔ اور جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کر دیا تو کل یہودی قلعہ میں بھاگ گئے اور دروازہ بند کر لیا اور وہ دروازہ ایسا وزنی تھا کہ بیس نہیں بلکہ چالیس آدمی اسکو بھیڑ سکتے تھے۔ حضرت علی نے اس دروازہ کو ایسی حرکت دی کہ تمام قلعہ کانپ گیا۔ دروازہ کو اٹھا لیا اور اس دروازہ کو ہاتھ میں لئے ہوئے اندر گھس گئے اور فتح پائی اور پھر دروازہ کو زمین پر پھینک دیا۔ ابو رافع نے کہا کہ میں چھ آدمیوں کے ساتھ گیا کہ سب کے ساتھ مل کے اس دروازہ کو حرکت دوں مگر کامیاب نہ ہوا اور عامہ نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے جابر انصاری نے کہا کہ حضرت علی نے اس دن خیبر کا دروازہ ہاتھ میں پکڑ کے ایک خندق پر رکھ دیا۔ جس کا پل بند تھا اور جس پل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی ساری فوج گزر گئی اور قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے دروازہ کو پھینک دیا۔ ایک روایت

اسواسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے والے تھے آپ نے یہ اجانا کہ کہیں لوگوں کے باربردار تلف نہ ہو جائیں یا انھیں (ہمیشہ کے واسطے) خیبر کے دن حرام ہی کر دیا۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے) گھوڑے کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث) کہتے ہیں نافع نے اسکی تفسیر بیان کی اور کہا کہ اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اسے تین حصے ملتے تھے اگر اسکے پاس گھوڑا نہ ہوتا اسے ایک ہی حصہ ملتا تھا۔

جبیر بن معظم کہتے ہیں اور عثمان بن جبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہم نے کہا آپ نے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔

ابوہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر کو فتح کیا ہمیں غنیمت میں نہ چاندی ملی اور نہ سونا صرف ہمیں مال

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میں یہ ہے کہ چالیس آدمیوں دوسری روایت میں ستر آدمیوں نے کوشش کی کہ دروازے کو اٹھالیں لیکن نہ اٹھا سکے ابو عبداللہ حدلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے اس دروازہ کو اٹھا کے معرکہ جنگ میں اپنی ڈھال بنالی تھی پھر میں نے فتح پانے کے بعد خندق کا پل اسے بنا دیا تھا کہ مسلمان گزر جائیں اور پھر میں نے اس پل کو اٹھا کے بہت دور پھینک دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا اے امیر المومنین آپ نے اتنا بڑا بوجھ کیونکر اٹھا لیا تو میں نے یہ جواب دیا مجھے وہ بوجھ نہیں معلوم ہوا اس کا وزن مجھے صرف اسی قدر معلوم ہوا جتنا میری ڈھال کا وزن ہے۔ شیخ طوسی روایت کرتا ہے کہ خیبر کی جنگ میں ایک شخص بلند قامت قلعہ سے نکلا اس کا نام مرحب تھا اور یہودی اسے اپنا امیر سمجھتے تھے شجاعت کی وجہ سے بھی اور دولت مندی کی وجہ سے بھی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہر ایک صحابی اسکے

اور اونٹ اور اسباب اور باغ لے۔ پھر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موضع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ نبی ضباب کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس اثناء میں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جسکا مارنے والا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ چادر جو کہ اسے خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا وہ اس پر آگ کا شعلہ بنکر (لپٹے گی) ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتیوں کے) لایا اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے (بنکر تجھے چمٹیں)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جبکہ خیبر فتح ہوا ہم نے کہا اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کے کھائیں گے۔ ابن عمر کہتے ہیں ہم نے فتح خیبر سے پہلے پیٹ بھر کے نہیں کھایا۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

پاس گیا مگر جب اس نے یہ کہا کہ میں مرحب ہوں اور حملہ کیا تو ایک ایک صحابی بھاگ گیا ایک کاہن نے مرحب سے کہدیا تھا کہ محمدؐ کا کوئی صحابی تجھسے لڑنے کے لئے آئے تو اس پر حملہ کرو وہ تجھسے مغلوب ہو جائے گا۔ مگر وہ شخص تیرے مقابلہ میں نکلے کہ جو اپنا نام حیدر بیان کرے تو تجھے بھاگ جانا چاہئے کیونکہ تو اگر اُس سے مقابلہ کرے گا تو قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور انور کا کوئی صحابی اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخر حضرت علی گئے اور جب اس نے ان کے مقابلہ میں یہ کہا کہ میری ماں نے میرا نام مرحب رکھا ہے تو حضرت علی نے اس کے مقابلہ میں یہ فرمایا کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ جب مرحب نے یہ نام سُنا تو کاہن کی نصیحت کو یاد کیا اور بھاگ گیا کہ اتنے میں شیطان یہودیوں کے ایک عالم کی صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوا اور مرحب سے کہا کہ تو کہاں بھاگا

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ پچھلے لوگ یکساں مفلس رہ جائیں گے تو جو قریہ فتح ہوتا اسے تقسیم کر دیا کرتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ لیکن اُسے خزانہ کے طور پر اُن کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں (تاکہ) وہ اُسے بانٹتے رہیں۔

حضرت عمر کہتے ہیں اگر پچھلے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو گاؤں فتح ہوتا اُسے میں بانٹ دیتا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔

سفیان کہتے ہیں میں نے زہری سے سنا جبکہ اسماعیل بن امیہ نے اس سے سوال کیا زہری نے کہا مجھ سے عنبسۃ بن سعید نے خبر دی کہ ابو ہریرہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا (مجھے بھی غنیمت خیبر سے حصہ دیا جائے) سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ابو ہریرہ کو نہ دیجے گا ابو ہریرہ نے طنزاً کہا (یا رسول اللہ) یہ ابن قوقل کا کا قاتل ہے اس نے جواب دیا سبحان اللہ کیا میں اُس پلہ سے بھی گیا گزرا جو کوہ حنان سے ابھی اُترا ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میرا نام حیدر ہے۔ شیطان نے کہا پھر ہوا کرے۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی دایہ سے سنا ہے کہ اس شخص سے تو جنگ نہ کیجو جو اپنا نام حیدر بتائے وہ تجھے قتل کر دے گا۔ شیطان نے کہا یہ بالکل غلط ہے تیری یاد میں فرق ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تو اس عظمت و شوکت کے ساتھ ایک عورت کے کہنے سے اس جوان سے بھاگتا ہے۔ عورتوں کی باتیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ حیدر کے نام کے دنیا میں بہت سے لوگ ہیں تو واپس آ شاید تو اُسے قتل کر دے اور اپنی قوم کا بزرگ بن جائے۔ میں تیرے پیچھے یہودیوں کو ترغیب دیتا ہوں وہ تیری مدد کریں گے چنانچہ یہ بیوقوف شیطان کے فریب میں آگیا اور واپس آکے حضرت علی کے قریب پہنچا آپ نے ایک ہی ضرب سے اس کا بھیجا پاش پاش کر دیا۔ یہودی شکست کھا کے بھاگ گئے اور غل مچایا کہ مرحب مارا گیا۔ فقط

اور زبیدی سے ذکر کیا گیا ہے اس نے زہری سے روایت کی زہری کہتے ہیں مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا وہ سعید بن عاص سے خبر بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان کو مدینہ سے نجد کی طرف کسی لشکر کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں ابان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں بعد فتح خیبر آئے اور اُن کے گھوڑوں کے تنگ چھال کے تھے (یعنی بہت بے سامان تھے) ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ابان وغیرہ کو حصہ غنیمت نہ دیجئے گا ابان نے جواب دیا اے پلہ کوہ حنان کے اترے ہوئے تو ہے یہ بات کہتا ہے آپ نے فرمایا اے ابان بیٹھ جا اور ابان وغیرہ کو حصہ نہیں دیا عمرو بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ ابان بن سعید نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سلام علیک کی ابوہریرہ نے کہا یا رسول اللہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ ابان نے ابوہریرہ کو جواب دیا ہائے افسوس جنگل کوہ حنان کا پلہ بھی ہم پر چڑھ کر آتا ہے۔ کیا تو میرے اوپر اس شخص (کے مارنے) کا عیب لگاتا ہے جسے اللہ نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حیات القلوب والے کا بیان ختم ہوگیا۔ رافضیوں کے مجتہدوں کی یہ تاریخ ہے اور یہ تحقیق ہے انھوں نے ایک معمولی واقعہ کو اس رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ وہ مثل قصہ کے ہوگیا وہاں نہ کوئی قلعہ تھا نہ اس کا کوئی دروازہ تھا کچھ بھی نہ تھا ایک معمولی مٹی کی گڑھی تھی جسے مسلمانوں نے حملہ کرکے فتح کرلیا تھا جیسا یہ دند مچا ہوا ہے اور فتح خیبر کا رونا رویا جارہا ہے۔ غرض فتح ہونے کے بعد سب سے آخر قموص کے گڑھی والوں نے بھی اطاعت قبول کرلی اس شرط پر کہ اہل قلعہ جہاں چاہیں چلے جائیں اور اپنا کل مال و اسباب مسلمانوں کو دے جائیں یہودیوں کے ساتھ جب وہ قلعہ سے باہر نکلے تو کنانہ یہودیوں کا سردار بھی معہ اپنے چچا کے باہر آیا۔ حضور انور نے اس سے دریافت کیا کہ مال و اسباب کہاں ہے کنانہ اور اسکے ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ تو سب صرف ہوگیا اس سے لڑائی کا

میرے ہاتھوں سے بزرگی دی (یعنی اسے شہید کیا) اور اسے اللہ نے میری ذلیل کرنے سے باز رکھا (یعنی اگر وہ مجھے مار ڈالتا تو میں ہمیشہ کفر کے باعث دوزخ میں جلتا)

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا نے (کسی کو) ابوبکر صدیق کے پاس (اُن کے زمانہ خلافت میں) بھیجا کہا اپنا حصہ اس مال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہ اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک سے بطور فئے دیا تھا۔ اور جو کچھ خمس سے باقی رہ گیا تھا لینا چاہتی ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ ہاں آل محمدؐ اس مال میں سے بقدر ضرورت لے سکتی ہے اور میں بخدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کو جس طرح آپکے زمانہ میں تھا اس صورت سے ہرگز نہ بدلوں گا اور جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمل درآمد کرتے تھے اسی طرح میں بھی کروں گا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو بحسب وراثت دینے سے انکار کیا۔ حضرت فاطمہ ابوبکر پر خفا ہوئیں اور پھر ابوبکر سے نہ ملیں

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سامان خرید اور کہا یا پیا ان حضرت نے فرمایا کہ تم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ تم باحق آزاد ہو جہاں چاہو چلے جاؤ۔ مگر مال مسلمانوں کے حوالہ کر جاؤ۔ تم جو کچھ کہتے ہو اس پر نظر ثانی کرو اور سچ سچ بتا دو کہ مال ہے یا نہیں اس پر بھی کنانہ نے انکار کیا۔ حضور انور نے فرمایا کنانہ! اگر یہ بات غلط ہوئی تو تمہارا خون ہمارے لئے جائز ہو جائے گا اور پھر تمہیں امان نہیں دی جائے گی۔ کنانہ کہا بیشک اگر یہ بات غلط ہو تو آپ ہمیں قتل کر ڈالئے۔ حضور انور نے حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کو اس بات کا گواہ بنا دیا اور اس معاملہ کی اس طرح تکمیل کی ایک یہودی نے بطور مشورہ اور نصیحت کے کنانہ سے کہا کہ اگر تمہیں معلوم ہے کہ مال کہاں گیا یا خود تمہارے پاس ہے تو کیوں نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیتے اگر مال ہوا اور انھیں اطلاع ہو گئی تو تم رسوا ہو گے۔ کنانہ نے یہودی کو بہت

اور نہ اُن سے بات کی پھر حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہی تھیں جبکہ حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر حضرت علی نے بوقت شب دفن کر دیا۔ اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی کی بہت آبرو تھی جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں حضرت علی نے لوگوں کو ناراض پایا تو حضرت ابو بکر سے صلح اور بیعت کرنے کی درخواست کی اور اُن چھ ماہ میں (بوجہ تیمارداری فاطمہ) بیعت نہیں کی تھی حضرت ابو بکر سے کہلا بھیجا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نہ آئے (یہ اس واسطے کہا) کہ کہیں حضرت عمر نہ آ جائیں حضرت عمر نے کہا ہرگز نہیں بخدا تم اکیلے اُن کے پاس نہ جانا حضرت ابو بکر نے کہا مجھے اُن سے یہ امید نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں گے بخدا میں تو اُن کے پاس (اکیلا) جاؤں گا۔ حضرت ابو بکر اُن کے پاس گئے حضرت علی نے خدا کو شاہد جانکر کہا ہم تمہاری بزرگی کو جو کچھ اللہ نے تمہیں عنایت کی ہے (خوب) جانتے ہیں اور ہم آپ سے حسد نہیں کرتے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

سخت و سست کہا اور اسکی بات نہ مانی اتفاق سے ایک یہودی نے جس کا نام ثعلبہ بن ابی الحقیق تھا حضور انور سے بیان کیا کہ میں اس حال کے متعلق اتنا جانتا ہوں کہ کنانہ فلاں ویرانہ کی طرف کئی کئی دفعہ گیا اور اس کے گرد پھرا ممکن ہے کہ اسی ویرانہ میں اسکا خزانہ مدفون ہو حضور انور نے ثعلبہ کے کہنے پر زبیر کو چند مسلمانوں کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا چنانچہ مسلمانوں نے اس ویرانہ کو جا کے کھودا اور مال نکل آیا لہذا معاہدہ کے مطابق کنانہ کا خون جائز ہو گیا حضور انور نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا انہوں نے اپنے شہید یا مقتول بھائی کے انتقام میں کنانہ کو قتل کر ڈالا۔ سر ولیم میور متوفی نے اپنی لائف اوف محمدؐ جلد ۴۔ صفحہ ۶۸ میں یہ لکھا ہے کہ آن حضرت نے کنانہ کو زندہ جلا دیا مگر اس نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ جلانے کی

جو کچھ بہتری اللہ نے تمہیں دیدی لیکن تم امر خلافت میں خود مختار ہو گئے اور ہم قرابت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جانتے تھے کہ مشورہ میں ہمیں بھی لیا جائے گا۔ حضرت ابوبکر کے آنسو بہنے لگے حضرت ابوبکر نے جواب دیا بخدا (صلہ رحمی) قرابت رسول اللہ کی مجھے اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے بہت زیادہ پسند ہے اور جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان اس مال میں اختلاف ہوا میں اس میں ہرگز خیر امر سے کوتاہی نہ کروں گا۔ اور میں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عملدرآمد کرتے ہوئے دیکھا ہے اسے کئے بغیر نہ چھوڑوں گا حضرت علی نے ابوبکر سے کہا کہ بیعت کے واسطے آپ سے زوال کے بعد کا وعدہ (میں کرتا ہوں) جب حضرت ابوبکر نے نماز ظہر پڑھی منبر پر چڑھے اور کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی کا حال اور ان کا بیعت سے تخلف اور انکار و عذر کرنا جو کچھ انھوں نے عذر کیا تھا سب بیان کیا پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور طلب مغفرت کی اور ابوبکر کی تعظیم کی اور کہا جو کچھ قصہ کہ گزرا اس میں کچھ ہم ابوبکر سے حسد نہیں کرتے تھے اور نہ ان کی فضیلت خداداد کا انکار کرتے تھے لیکن ہم

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

روایت کہاں سے اُڑائی اس کے بعد کل عورتیں اور یہودی اور ان کا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا صفیہ کنانہ کی بیوہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی حضور انور نے اس عورت پر رحم کھایا اور اسکے عوض کوئی رقم دیکے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ صفیہ اس احسان سے بہت مشکور ہوئی اور اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور انور اس سے نکاح کر لیں چنانچہ آپنے منظور کر لیا اسی شب زینب بنت حارث کی طرف سے جو مرحب کی بہن تھی حضور انور کے پاس دعوت کا پیغام آیا آپنے اسکی دعوت قبول کر لی وہ بد نصیب کھانے میں زہر ملا کے لائی آپ نے اپنے صحابہ کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور جب آپنے پہلا ہی لقمہ منہ میں ڈالا تو فوراً پہچان لیا کہ اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے اسی وقت آپنے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ

جانتے تھے کہ مشورہ میں ہم بھی شریک کیے جائیں گے مگر حضرت ابو بکر ہمیں (بغیر ہمیں مشورہ میں شریک کئے) مستقل ہو گئے اس وجہ سے ہم اپنے دل میں رنجیدہ ہو گئے تھے۔

مسلمان اس سے بہت خوش ہوئے اور بولے تم نے درست کہا اور مسلمان حضرت علی کے ساتھی تھے جبکہ اُنھوں نے امر بالمعروف کی طرف رجوع کیا (یعنی جب حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی سب مسلمان اُن کے دوست ہو گئے)

سعید بن المسیب ابی سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو خیبر پر عامل مقرر کیا تھا وہ آپ کے پاس عمدہ کھجوریں لایا آپنے پوچھا کیا ساری خیبر کی کھجوریں ایسی ہیں وہ بولا نہیں یا رسول اللہ ہم اس کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع اسکے تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ مت کرو بلکہ بُری کھجوریں درہموں کے بیچ ڈالو پھر درہموں کے بدلے عمدہ خرید لے۔ عبد العزیز بن محمد کہتے ہیں عبد المجید سے روایت ہے وہ سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سعید اور ابو ہریرہ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

گھسیٹے۔ لو۔ اسپر بشیر بن البراکہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ اس کھانے سے جب میں نے مونہ میں نوالہ ڈالا تو کراہت معلوم ہوئی میں چاہتا تھا کہ نوالہ کو تھوک دوں مگر اس خیال سے کہ حضور میرے اس فعل کو مکروہ نہ جانیں میں نوالہ مونہ میں لئے رہا۔ اسپر بھی بشیر مسموم ہو گئے اور سال بھر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اسیوقت انھوں نے جان دیدی اور وہ شہید ہو گئے حضور انور نے حکم دیا کہ زینب اور یہودیوں کے سرداروں کو بلاؤ حکم ہوتے ہی وہ سب حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ سچ بتاؤ گے انھوں نے اقرار کیا کہ ہم سچ بتائیں گے آپ نے ارشاد کیا تمہارے باپ اور جدِ اعلیٰ کا کیا نام ہے انھوں نے نام بتایا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ان کا نام تو یہ یہ تھا اس پر یہودی قائل

بنی عدی کے بھائی انصاری کو خیبر پر امیر بنا کے روانہ کیا اور عبد المجید ابی صالح السمان سے اور وہ ابو ہریرہ اور ابو سعید سے مثل پہلی حدیث کے روایت کرتے ہیں۔

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیدیا کہ وہ اس میں کھیتی کریں اور جو کام ہو وہ کریں اور جو اسکی پیداوار ہو اسکا نصف لے لیں۔

اس بکری کا بیان جو خیبر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے زہر آلود کی گئی اسکو عروہ نے حضرت عائشہ سے انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی نے زہر آلود بکری کا ہدیہ بھیجی۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہو گئے اور کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر آپ نے زینب سے دریافت کیا کہ اس بکری کے بچے کے گوشت میں زہر کس نے ملایا ہے زینب نے کہا میں نے ملایا تھا حضور انور نے ارشاد کیا کہ اس کی کیا وجہ زینب نے عرض کیا کہ اس جنگ میں میرا باپ میرا بھائی اور میرا شوہر اور میرا چچا قتل ہو گیا میں نے خیال کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو گئے تو اسے کھا کے مر جاؤ گے اور خلقت تمہاری آفت سے خلاصی پا جائے گی اور اگر آپ سچے پیغمبر ہوں گے تو تو خداوند تعالےٰ زہر کی کیفیت سے تمہیں اطلاع دیدے گا اور کوئی مضرت آپ کو نہیں پہنچے گی آپ نے اس پر رحم کھایا اور اسے چھوڑ دیا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے غلطی سے یہ لکھا ہے کہ آپ نے اسے قتل کر دیا مگر یہ بات غلط ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زینب کو قید کر دیا تھا اگرچہ شامی اور کاتب الواقدی نے اس کے قتل کی نسبت روایت نقل کی ہے۔ اس زہر کا اثر حضور انور کے دہن میں دم وصال تک رہا اور یہی کیفیت حضرت ابوبکرؓ کی رہی۔

قانون جنگ کے مطابق حضور انور نے اہل خیبر کو وہاں سے چلا جانیکا حکم دیا وہ یہ سنکے رونے پیٹنے لگے اور حضور سے عرض کیا کہ ہماری کل زمینیں اور باغات مسلمانوں کو ٹھیکہ دیدیئے جائیں ہم وہاں کام کریں گے ہمیں ہمارے کام کی صرف مزدوری مل جایا کرے چنانچہ حضور انور نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے یہ معاہدہ کیا کہ یہ باغات اور زمین ہم تمہارے سپرد کر دیتے ہیں مسلمانوں کو ان پر قبضہ نہیں دیتے صرف اتنی بات ہونی چاہئے کہ سالانہ آمدنی میں سے نصف بیت المال میں داخل کر دو اور نصف اپنی اجرت کا خود لیلو۔ حضور انور فدک کی طرف بڑھے جو یہودیوں کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور خیبر سے کچھ دور فاصلہ پر نہیں تھا آپ نے محیصہ بن مسعود کو اہل فدک کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ ان کے آگے یہ شرط نامہ پیش کرو اگر ان شرائط پر وہ راضی ہو جائیں تو ان سے کچھ سروکار نہ رکھو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور اگر راضی نہ ہوں تو جنگ کا اعلان دیدو چنانچہ مخیفہ نے ساری شرطیں اہل فدک کے آگے پیش کر دیں یہودیوں نے کہا کہ عامر بابہر۔ حارث اور سند یہ بڑے بڑے سردار بمقام نطاط موجود ہیں اور ان کے ساتھ دس ہزار خونخوار فوج ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسی جرأت ہو گئی کہ وہ ایسے خونخوار کثیر التعداد لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہیں مخیفہ نے جب یہ دیکھا کہ اہل فدک برسر صلح نہیں ہیں تو مجبوراً اسپر بھی انھوں نے وہاں دو دن قیام کیا اور انھیں اپنے خیال پر نظر ثانی کرنے کی مہلت دی مگر دو دن تک کوئی جواب یہودیوں کی طرف سے اس کے علاوہ نہیں ملا۔ آخر مخیفہ واپس آنے لگے یہودیوں نے جب آپ کے جانے کی خبر سنی تو کہا کہ آپ ذرا اور صبر کریں ہم اپنے سرداروں سے مشورہ کر لیں ہم چاہتے ہیں کہ اپنے چند سرداروں کو آپ کے ساتھ کر دیں وہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے جا کے صلح کی شرطیں طے کر لیں گے اسی اثنار میں اہل ناحم کے قتل کی خبر یں فدک والوں کو پہنچیں۔ یہ سنکے وہ بہت ہی ہراساں ہوئے اور مخیفہ سے کہا کہ اہل خیبر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جو کچھ ہمنے کہا ہے اسے تم راز میں رکھنا ہم تمہارے منشار کے مطابق ساری باتیں کر دیں گے۔ چنانچہ وہ خاموش ہو رہے۔ یہودیوں نے اسکے بعد اپنے سردار ثون بن یوشع کو ڈیپوٹیشن کا سرکردہ بنا کر حضور انور کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ صلح نامہ لکھا جائے چنانچہ یہ ڈیپوٹیشن ثون کی سرکردگی میں حضور انور کی خدمت میں پہنچا اور آخر باہم صلح نامہ ہو گیا۔ شرطوں میں ہوئی جو مذکور معاہدہ میں ہو چکی تھی کہ یہودی خود کام کریں آمدنی نصف رسول اللہ کی خدمت پیش کر دیں بیت المال کے لئے اور نصف خود لے لیں۔

حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں نصف حصہ زمین کو جو یہودیوں کے پاس تھی پانچہزار درم میں خرید کے بنی فاطمہ کو دیدی تھی اس کم قیمت ٹکڑہ زمین کا جھگڑا اس قدر پھیلا کہ اسنے زمین آسمان سر پر اٹھا لیا رسول اللہ کی زندگی میں یہ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

فدک آپ کی ذات کے لئے مخصوص نہیں ہوا تھا نہ آپ نے اسے اپنے ساتھ مخصوص کرنا چاہا تھا۔ اسکی آمدنی کا نصف حصّہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور آپ اسے بیت المال میں داخل کر دیتے تھے۔ حضرت علی نے اس پر قصور کی وصال کے بعد براہ راست قبضہ کرنا چاہا اس پر حضرت عباس نے اعتراض کیا کہ علی کے علاوہ ہمارا بھی حق ہے چنانچہ حضرت ابو بکر نے اس کا انتظام حضرت عباس اور حضرت علی کے سپرد کر دیا اور یہ حکم دیدیا کہ اسکی آمدنی آپس میں تقسیم کر لیجائے اس آمدنی کے تقسیم ہونے پر حضرت علی اور عباس میں کئی دفعہ جھگڑا ہوا اور جھگڑے کی حد یہاں تک پہنچی کہ سخت کلامی تک نوبت آگئی حضرت عباس کا منشا یہ تھا کہ گورنمنٹ مدینہ اس پر قبضہ رکھے خود اس کی آمدنی وصول کرے اور باقاعدہ طور پر ہم میں تقسیم کر دے مگر حضرت علی یہ نہیں چاہتے تھے۔ نہ حضرت عمر کا یہ منشا تھا کہ بنو ہاشم کے معاملہ میں دخل دیا جائے اس لئے فدک کو آپ نے حضرت علی کے سپرد کر دیا۔ اور اخیر زمانہ تک یہ فدک حضرت علی کے قبضہ میں رہا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد اسپر قابض رہی۔ اس فدک کا مفصل حال مولانا مہدی علی صاحب محسن الملک نے اپنی کتاب آیات بینات میں واضح طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں ناظر کتاب کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں۔ (وہو ہذا)

قاموس میں لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور مصباح اللغۃ میں لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینہ سے دو روز کی پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں اور ازہری کہتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں ہے خیبر میں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ حجاز کے ایک طرف میں واقع ہے اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور خدا نے اسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا۔ اور مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۳۷ میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینہ سے دو یا تین دن کے فاصلہ پر

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واقع ہے۔ اور اُسے خدا نے اپنے رسول کو فئے کیا تھا۔ اس لئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا اس میں چشمے تھے اور کھجور کے درخت اور معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ فدک ایک گاؤں ہے حجاز میں مدینے سے دو دن کی راہ پر اور بعض روایت میں تین دن کی راہ پر۔ اور یہ گاؤں ہجرت کے ساتویں سال صلحاً نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آیا تھا۔ اور اس میں بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے کے درخت تھے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ فدک ایک قصبہ کا نام ہے اس میں اور مدینہ میں تین دن کا فاصلہ ہے قاضی نور اللہ تستری احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ صاحب البطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتیں بیان کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لئے صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ملک تھا۔ اور جناب مولانا سید ولدار علی صاحب عماد الاسلام کے دسویں باب کی فصل اول میں شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کر کے فدک کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہیں جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے۔

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہیں اور اس حدود بندی کا قصہ انھوں نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھویں جلد کتاب الفتن صفحہ ۱۰۱ میں فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل آئے اور کہا ای محمدؐ اٹھو خدائے تبارک و تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دوں۔ آپ جبرئیل کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے۔ اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

حد بندی کر دی ہے۔

ہمکو افسوس ہو کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کئے تھے وہ اسی قریہ یا بلدہ کے تھے جو ایک گاؤں مدینہ سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے۔ یا وہ حدود مقرر کئے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تھی۔ اور جس کی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہیں۔

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ آپ فدک بے لیجے حضرت نے انکار کیا۔ اور جب کبھی ہارون رشید اُن سے فدک کے لئے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے۔ آخر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ میں اسے نہ لوں گا جب تک مع اپنے حدود کے نہ دیا جائے۔ ہارون رشید نے کہا اچھا اُس کے حدود بتلاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اُس کے حدود بتائے تو تم ہرگز نہ دوگے۔ ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمہارے نانا کی ضرور دوں گا۔ تب امام نے کہا پہلی حد اس کی عدن ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر امام نے کہا کہ دوسری سمرقند ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ لٹکانے لگا۔ پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اس کی افریقہ ہے۔ یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اس کی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے۔ تب ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہ چھوڑا امام نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود بتاؤں گا تو تم کبھی نہ دوگے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ ابن اسباط کی روایت میں پہلی حد اوس کی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

عربش مصر۔ اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی اس پر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضہ میں ابو بالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اس کو خدا و رسول نے اپنے لئے بغیر جنگ و جدل کے کر لیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دیدو۔

ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حد بندیاں جو بیان کی گئیں اس کے خلاف ہیں جو لغت نویسوں نے بیان کی ہیں اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہیں کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم میں داخل ہیں اور گویا دعوے اُن سب پر تھا۔ اور فدک کا نام حرف مثالاً اور تغلیباً تھا (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران) یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہیں اسے ہمنے اس لئے یہاں بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہیں یعنی جہاں تک مسلمانوں کا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم میں داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہ اسی کا مطالبہ فرماتی تھیں۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتوں سے اُوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اس کے حدود جس طرح سب گاؤں کے معین اور معلوم ہوتے ہیں سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام انھیں لوگوں کے سپرد کر دیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہوا اوس میں سے نصف وہ لوگ لے لیا کریں اور نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا کریں۔ چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہاں سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل و عیال کے لئے رکھکر باقی مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے۔

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کرلیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کریں کہ اس زمانہ کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکہ ایرانی) ہوتے ہیں اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہیں کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داؤد اپنی سنن میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو اس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آنے کا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں امن دیں ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور ابو داؤد نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجئے اور ہمیں چلے جانیکی اجازت دیدیجئے آپنے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور انھوں نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داؤد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں فدک والوں سے اور چند معین گاؤں والوں سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر میں آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ منھم کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اس لئے کہ فدک کے باشندے جلا وطن کر دیئے گئے تھے اور ان کے سب گاؤں اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آگئے تھے۔ اور فدک ہی کے مال میں سے آنحضرتؐ

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکال کر باقی کو ہتیاروں وغیرہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور انھوں نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اس مال و چیز کو کہتے ہیں جو امام غنیمت میں سے اپنے لئے علیحدہ کرے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتوں کے لئے روک لئے تھے اور فدک مسافروں کے لئے تھا اور خیبر کے تین حصے کر کے دو مسلمانوں کو تقسیم کر دیئے تھے اور ایک حصہ اپنے لئے اور اپنے اہل کے لئے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)۔

اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوئے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوۃ اسلام کرنے کو بھیجا ان کا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیوں نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے سواروں سے اس قسم کا حملہ نہیں کیا تھا اس لئے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ان کی صرف میں اس کی آمدنی آیا کرتی تھی اس کے باشندے وہیں فدک میں رہا کئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور انھوں نے حجاز سے یہودیوں کو نکال دیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی حثمہ اور زید بن ثابت انصاریوں کو فدک میں بھیجا اور انھوں نے اس کی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کر کے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف ان کو نکال باہر کیا (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب ایسی تاریخ طبری اور تاریخ کامل

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ابن اثیر میں بھی لکھا ہے

قاضی نور اللہ تستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالیٰ نے سنہ سات ہجری میں اپنے رسول پر صلح کے طور پر فئے کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر میں نازل ہوئے اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور اس میں کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور انہوں حصار کی سختی ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اُنکے جلاوطن ہونے پر اُن کو اجازت دیدیں آپ نے اسکو منظور کر لیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پہنچی تو انھوں نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجکر درخواست کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کر لیں آپ نے اسکو بھی منظور کر لیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑوں اور شتروں کی دوڑ نہیں ہوئی اس لئے یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئی اور بحار الانوار میں بروایت امام جعفر صادق فدک کے قبضہ میں آنحضرت کے آنے کی کیفیت اس طرح پر لکھی ہے کہ ایک جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیگئے جب آپ اُس سے لوٹے اور راستہ میں کسی جگہ ٹھیرے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوئے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے لئے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں یہاں تک کہ فدک پر پہنچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑوں کا آنا سنا تو اُن کو یہ خیال ہوا کہ اُن کا کوئی دشمن چڑھ آیا انھوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور شہر سے باہر ایک گھر میں ایک بوڑھیا رہتی تھی اسکو کنجیاں دروازوں کی دیکر خود پہاڑوں پر جا چڑھے۔ جبرئیل بوڑھیا کے پاس آئے اور اس سے کنجیاں لیکر شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبرؐ نے اسکے گھر گھر میں دورہ کیا۔ جبرئیل نے کہا اے محمد یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگوں کو۔ یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے ما افاء اللہ علی رسولہ الخ۔ پھر جبرئیل نے دروازے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

بند کر دیئے اور کنجیاں آپ کو دیدیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے سیف کے غلاف میں رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے میں معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلہ میں پہنچ گئے۔ اور لوگ اسوقت تک اپنے مقاموں پر بیٹھے ہوئے تھے متفرق نہ ہوئے تھے اور نہ کہیں گئے تھے کہ اتنے میں آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھی کو غنیمت میں اسکو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہہ کنجیاں ہیں فدک کی اور ان کو اپنے غلاف سیف میں سے نکالکر دکھلائیں۔ پھر لوگ سوار ہوئے اور جب مدینہ میں پہنچے تو آپ فاطمہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں فدک دیا ہے اور وہ تیرے باپ ہی کے لئے خاص ہے نہ اور مسلمانوں کے لئے میں اس میں جو چاہوں سو کروں الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک عجیب و غریب روایت نقل کرتے ہیں جو ان کے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسمیں ان کو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بعد و حضرت علی کرم اللہ وجہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے میں پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اس نے عبید بن یحییٰ سے اور اس نے محمد بن علی بن الحسین سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت نے اپنے ہتیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علی نے بھی اپنے ہتیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونوں آدھی رات کو اس طرف چلے جسے کوئی نہیں جانتا تھا اور جہاں خدا نے ان کو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ فدک میں پہنچے اسوقت آپ نے علی سے کہا یا تم مجھے اٹھا کر لیچلو یا میں تمکو اٹھا کر لیچلوں۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ میں آپ کو اٹھا کر لیچلوں گا آپ نے فرمایا کہ نہیں میں لیچلوں گا پس آپ نے علی کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

میں رہے گا وہ جہاں چاہیں اسکو صرف کریں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُن کے اموال لڑائی کے بعد ضبط کئے گئے تھے اس لئے چاہیے کہ وہ مال غنیمت ہوں نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ فدک کے متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے۔ مگر جب اُن سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانوں کے پاس گھوڑوں اور اونٹوں کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی وہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل تھے مسلمان وہاں سے پیادہ پا وہاں چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اُونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اُونٹ تو بالکل موجود ہی نہ تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے ان چیزوں کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لئے خاص کر دیا۔ اس کے بعد ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالوں کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا تھا۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو دیا تھا جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ میں آئے اور بعد آپ کے خلفاء اور ائمہ اس پر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اُن کے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان در تفصیل سے کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہیں اس میں اور دیگر اقسام میں مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور اُن اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفاء اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ۔ چنانچہ اسے ہم بیان کرتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے اس کے دو معنی ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنی

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہیں اُن اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کاموں میں صرف کرنے کے لئے تحصیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان معنی میں صدقہ زکوٰۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی اس کا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف زکوٰۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوٰۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے میں آتا اس کی تین قسمیں تھیں۔ زکوٰۃ۔ غنیمت۔ فئے۔ زکوٰۃ پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے اور اسی میں زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو لڑائی میں ہاتھ آئے اور اسی کو بعض انفال بھی کہتے ہیں۔ اور اس کا ذکر سورۂ انفال میں آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما الصدقٰت للفقراء والمسکین والعٰملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃً من اللہ واللہ علیم حکیم۔ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہیں فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نہ کرتے ہوں۔ اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہوں اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لئے مقرر ہوں اور وہ لوگ جن سے جہاد میں مدد ملتی ہو اور ان کی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض چکانے اور خدا کی راہ میں مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافروں کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم میں بعض منافقوں نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولت مندوں سے مال لیتے ہیں اور اپنے اقارب اور اہل مؤدت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہیں اور عدل کی رعایت نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے اس آیت میں صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے نہ وہ اپنے لئے اس میں سے کوئی حصہ لیتے ہیں نہ اس میں سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزوں کے لئے دیا جاتا ہے۔ پیغمبر صرف اس کے امین اور خازن

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

ہیں اور بموجب حکم خدا کے اس کی تقسیم کرنے والے فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئًا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ میں تمہیں نہ کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں میں صرف خزانچی ہوں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول ج فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ۔ یعنی یوچھتے ہیں تجھ سے اے محمد مال غنیمت کی نسبت کہدے ان سے کہ یہ اللہ اور اسکے رسول کا ہے سو ڈرو اللہ سے آپس میں جھگڑا نکرو۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ آیت بدر کی لڑائی میں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی اسکے متعلق نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانوں کو ہاتھ لگی تھی اس لئے اس کی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لئے پسند کر لیتا اور اسی پسند کی ہوئی چیز کو صفی کہتے (جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جابجا اس بحث میں آیا ہے) اور بروقت تقسیم کے چوتھہ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی چوتھا وہ لڑنیوالوں اور فتح کرنے والوں میں تقسیم ہوتا۔ اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ تو وہ اسکو اپنی ملکیت سمجھتا۔ اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبوں پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا مال خود لے لیتے۔ مال غنیمت کی نسبت بھی انھیں خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا۔ اور چونکہ اسوقت تک مسلمانوں کے لئے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت میں سے لے لیں اور باقی چھوڑ دیں تاکہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو۔

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

واضح ہو کہ اللہ و الرسول سے یہ مدعا نہیں ہے کہ خدا کے لئے نصف حصّہ ہو اور نصف رسول کے لئے بلکہ اس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اُس کا امین اور تقسیم کرنے والا ہے۔ رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہیں ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت اور خانگی مالیت ہے بلکہ اس طرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اسپر دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ خدا جس طرح پر حکم دیگا اس طرح پر کیا جائیگا۔ پھر اسی سورت کی بیالیسویں آیۃ میں یہ حکم آیا۔ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل "کہ مال غنیمت میں سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لئے ہے جو قرابت مندوں اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کی مدد پہنچانے اور اُن کی حاجت برلانے کے لئے رہے گا۔ اور چار خمس اُن لوگوں میں جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کاموں میں مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا۔

الفاظ "لذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل" سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لئے خدا نے مقرر نہیں کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اس لئے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت میں آپ کی اور آپ کے رشتہ داروں کے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے۔ اور اس میں خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اس نے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اس کار رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے۔ اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت میں اپنی ذات خاص کے لئے وہ کوئی حصّہ لیتا ہے اور نہ اس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اُسے منظور ہے بلکہ جو حصّہ غنیمت میں سے نکالا گیا ہے اس میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

اور ذوی القربیٰ سب شریک ہیں اور انھیں کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لئے وہ اس کے تصرف میں بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے - اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہیں لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اسکے احکام کسی کی ذاتی آسائش اور آرام کے لئے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ اس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اس لئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی معمولی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کی خبر گیری میں خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس میں سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل و عیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لئے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہ جاتا تو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ ہو جاتا آپ کو چین نہ آتا - واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ -

تفسیر صافی میں ہے کہ "قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بہما یضعانہا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہاں وہ چاہیں اسے صرف کریں تہذیب میں امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر خونریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو - اور فئے اور انفال ایک چیز ہے - فئے کے متعلق جو آیتیں ہیں وہ سورۂ حشر میں بیان کی گئی ہیں - پہلی آیت یہ ہے - وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شی قدیرہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اسے دلاتا ہے اس میں تقسیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ تم اونٹ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کے لئے نہیں گئے اور تمکو لڑائی نہیں کرنی پڑی اس لئے اس میں مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہیں ہو سکتی - اسکے بعد دوسری آیت میں فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

وہ یہ ہے "ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربا والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل" کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اسکے پیغمبر اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں لانے کے لئے ہے۔

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا وہ آپ کے اختیار میں تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اسکو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی میں خرچ کرتے۔

جو بات آپ کی خصلت اور عادت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنی جہاں خدا کا حکم ہوتا تھا وہیں صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جسکو جی چاہتا دیدیتے اور جسکو نہ چاہتا نہ دیتے۔ بلکہ اس میں ایسا تصرف کرتے تھے جس طرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہاں اسکے مولیٰ کا حکم ہو وہاں صرف کرے۔ اور اسکی تشریح خود آپ نے فرمادی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔ میں تو ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتا نہیں دیتا۔ اور جس طرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اُس سے یہی بات نکلتی ہے اس لئے کہ جو کچھ ان زمینوں سے آتا جو فئے تھیں اس میں سے آپ اپنی ذات خاص کے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کے خرچ کے لایق لے لیتے اور باقی سواریوں اور سامان لشکر کی تیاری میں صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا ساتھیوں میں سے حصہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اسکی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضہ میں رہے گا کہ اسکو اسلام کے ضرورتوں اور لشکر کے کاموں اور اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری میں صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش آتی تھی اور اسکے انتظام کے لئے مصارف کی بھی حاجت ہوئی۔ اور غنیمت کے مال میں سے چار خمس لشکریوں پر تقسیم ہوجاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لئے کافی نہ ہوتا اس لئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنوں سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار میں رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتوں میں کام آوے۔

تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے میں وہ مال داخل ہیں جو بغیر لڑائی کے دار الحرب سے حاصل ہوں اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیئے گئے ہوں اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہوں کی جاگیریں اور لاوارث کا مال یہ سب فئے میں داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اس کے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اُس کا جو اس کے قائم مقام ہو"۔ اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہیں تھی بلکہ خاص اہتمام میں رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اس کے اختیار میں ہوا جو آپ کا قایم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وہی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ"۔ کے جو حضرت امام جعفر صادق نے فرمائے بے معنی ہوئے جاتے ہیں۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی میں منقول ہیں یہ ہیں "وفی الجامع عن الصادق الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اہلہا عنہا بغیر قتال وسماہا الفقہاء فیئا وایا رضون المیرات وایا جام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وہی للہ وللرسول ولمن قام مقام بعدہ"۔

اور پھر دوسری حدیث اسی میں کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ "الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیہم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فہو لرسول للہ وہو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء"

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust

کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگوں کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد ان کے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اُن کے بعد امام کے اختیار میں ہوتا ہے ورنہ امام جعفر صادق جو بقول شیعوں کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے میں تقسیم میراث کے ہوں گے یہ نفرماتے کہ انفال وفئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہنچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے ایک ذاتی اور خانگی۔ دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اُن کے قبضہ میں ہوتی ہے وہ اُن کا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اسکی آمدنی بیت المال میں داخل کیجاتی ہے جسکو اس زمانہ میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریژری کہتے ہیں۔ پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اس کے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ "واعلموا انما غنمتم من شئی" میں جہاں خمس کے صرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں "وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ہو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فہو للامام" کہ حضرت امام رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ "ان اللہ خمسہ وللرسول" میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لئے ہے اور جو رسول کے لئے ہے وہ امام کے واسطے ہے

CC-0. INTACH Kashmir. Digitized by eGangotri Trust